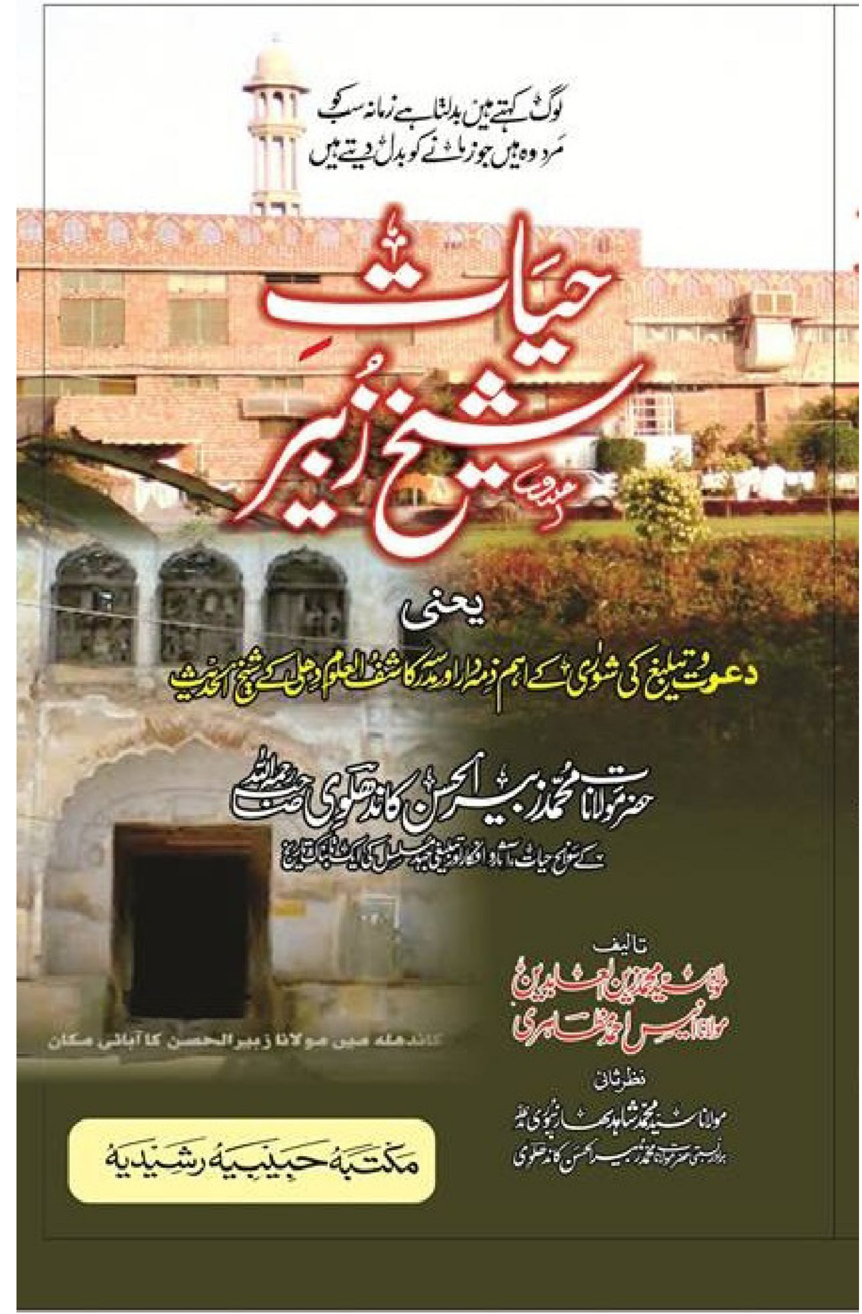


نام کتاب: حیاتِ شیخ زبیر ''تذکرہ وسوانح حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ''

تالیف: مولانا سید محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری

نظر ثانی: مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ

ناشر: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ L/G.29 ہادیہ حلیمہ سینٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

تعداد: ١١٠٠ر

سن اشاعت، طبع اوّل: اگست ٢٠١٤ء طبعِ ثانی: دسمبر ٢٠١٤ء

عام قیمت:

رعایتی قیمت:

ملنے کے پتے

لاہور: مولانا انیس احمد مظاہری، مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ، لاہور 03324377502

کراچی: مولانا سیّد محمد زین العابدین، مدرّس مدرسہ امام ابو یوسف شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی 03212373682

انڈیا: محمد یعقوب علی صاحب، تلنگانہ

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ١٨ر مارچ ٢٠١٤ء کو ہوئی، اور آج ٹھیک ٥ر ماہ بعد ١٨ر اگست ٢٠١٤ء کو یہ کتاب پایہ تکمیل تک پہنچی۔ فللّٰہ الحمد

اجمالی فہرست

فہرست

باب اول: دعوت وتبلیغ

باب دوم: ''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ'' حیات وخدمات

باب سوم: حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات وملفوظات

باب چہارم: مولانا زبیر الحسنؒ کی وفات پر دنیا بھر سے ملنے والے پیغامات وتأثرات

باب پنجم: حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ پر لکھے گئے مقالات ومضامین

بابِ ششم: عربی ادیبوں کے تاثرات

بابِ ہفتم: اخبارات ومجلّات کا خراجِ تحسین

بابِ ہشتم: تعزیتی مکتوبات، تواریخِ وفات اور منظوم خراجِ تحسین

ایک عہد کا خاتمہ

حضرت مولانا سیّد محمد شاہد صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم
برادرِ نسبتی مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیثؒ

پیشِ نگاہ کتاب دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے فرزندِ باکمال مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے احوال وآثار اور گفتار وکردار پر مشتمل ہے۔

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء منگل کی صبح پیش آنے والے اِس حادثۂ فاجعہ کے نتیجے میں اللہ جل شانہ کی یہ عظیم ترین امانت بلکہ نعمت اللہ کے حوالہ کر دِی گئی تھی۔

دعوت وتبلیغ کی کم وبیش ستر (۷۰) سالہ تاریخ میں مولانا موصوف کا یہ حادثۂ اِرتحال مختلف نوعیّتوں اور حیثیتوں سے بڑی اہمیت اِختیار کیے ہوئے ہے، جن کی نشان دہی مختصر الفاظ میں اِس طرح کی جاسکتی ہے:۔

❁ وہ اس عظیم ترین دعوتی کام کے دل ودماغ یعنی مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور اس عالمی کام کی بتیس (۳۲) سال مسلسل ومتواتر دِینی سیادت اور روحانی قیادت فرمانے والے داعی اور مربیٔ روحانی حضرت جی ثالثؒ کے منظورِ نظر تربیت یافتہ اور اُن کی علمی وراثتوں کے امین اور روحانی مجلسوں کا بھرپور فیض اُٹھائے ہوئے تھے۔

❁ وہ بیک وقت ان مذکورہ حضرات کی تربیت سے مصفّٰی ومجلّٰی ہوکر ان کی نگاہوں میں اِس حد تک قابلِ اعتماد اور لائقِ اعتبار بن چکے تھے کہ ہر دو حضرات نے اُن کو دعوت

وتبلیغ کی اِس محنت کو مسلسل آگے بڑھانے کا اہل اور صاحبِ صلاح سمجھ کر ایک اِمتیازی مقام بخشا تھا۔

چنانچہ مخدومنا حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ نے ۳/ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۰/ فروری ۱۹۷۸ء میں آپ کو اجازتِ بیعت اور صاحبِ اِرشاد وصلاح بناتے وقت جو خلافت نامہ تحریر فرما کر دِیا تھا اس میں یہ تصریح فرمادِی تھی کہ ''بضرورتِ تبلیغ تو کلاً علی اللہ تعالیٰ تمہیں بیعت کی اِجازت دیتا ہوں''۔

❁ وہ بیک وقت علم نبوّت، عملِ نبوّت اور نورِ نبوّت کے حامل رہ کر بعثتِ نبوی (ﷺ) کے تینوں اہم اور عظیم مقاصد کے علمبردار تھے، یہ عظیم دعوتی محنت چونکہ مدرسہ اور سلوک وروحانیت نیز ذکر وفکر سے ہمیشہ وابستہ بلکہ صحیح معنیٰ میں ایک مثلث کے تین زاویے بن کر رہی جس کے ثبوت وشواہد قدم قدم پر حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کی حیاتِ طیبہ میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، مولانا محمد زبیر الحسنؒ کی پوری حیات میں بھی یہی تینوں زاویے اسی شان وآن کے ساتھ ہر دیکھنے والے کو نظر آجاتے ہیں۔

چنانچہ اگر وہ ایک جانب حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ اور اپنے والدِ ماجدؒ سے اجازتِ بیعت وخلافت یافتہ ہونے کی بناء پر خود بھی ذکر وفکر میں مستغرق رہتے اور ہر روز بعدِ مغرب مجلسِ ذکر منعقد کرتے تو دوسری جانب تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور علم ومطالعہ میں اپنا بڑا وقت خرچ کرتے تھے، چنانچہ متفرق کتابیں نور الایضاح، کنز الدقائق، مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف پڑھانے کے بعد سال ہا سال سے بخاری شریف اُن کا اِمتیازی درس تھا اور پھر باقی تمام اوقات دعوت کے اُن عظیم تقاضوں کو پورا کرنے میں لگادیتے جن کی بجا آوری کی ذمہ داری اوّلاً اُن کے والدِ ماجد مرحوم نے اپنی حیات میں اور پھر اُن کی وفات پر عالمی شوریٰ نے اُن کے کاندھوں پر رکھی تھی۔

❁ وہ اپنے ہم عصروں اور دعوتی رفقاء میں اِس لحاظ سے بھی اِمتیازی شان اور اعلیٰ حیثیت رکھتے تھے کہ حالات کے جبر اور ماحول کی سختی وتنگی کے باوجود موصوف ایک

لحظہ کے لیے بھی اُس نہج و منہج سے ہٹنے کو تیار نہیں ہوئے جو دورِ الیاسی، دورِ یوسفی اور دورِ اِنعامی میں اس عالمی محنت کے لیے قائم کر دِیا گیا تھا، چنانچہ حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کی وفات کے بعد مولانا زبیر الحسن مرحوم کے بیس سالہ دورِ مشاورت میں نئے نئے اُصول وضع کرنے کی کوششیں ہوئیں، طرح طرح کی ہدایات سے اذہان وقلوب کو پراگندہ ومنتشر کرنے کی سعی کی گئی، خاص طور پر دورِ انعامی میں قائم و باقی رہنے والی چیزوں کو جو دراصل دورِ یوسفی اور دورِ الیاسی کا ہی عکسِ جمیل تھیں، ختم کرنے کی مذموم کوششیں کی گئیں اور جس کے نتیجہ میں عالمی سطح پر کام کرنے والوں میں اِنتشار اور وہاں کے مراکز میں فتنوں کے دروازے کھلتے چلے گئے، لیکن مولانا مرحوم نے ایسے تمام معاملات ومسائل میں نہ جھکنا گوارا کیا اور نہ اپنے پیش روتینوں اکابر ومشائخ کے نقوشِ قدم سے ہٹنا منظور کیا اور پھر دنیا کو یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اس نہ جھکنے اور نہ ہٹنے کی اُن کو کیسی کیسی قیمتیں ادا کرنی پڑیں۔

ایسے تمام اہم اور حساس معاملوں میں وہ بالکل طابق النعل بالنعل کا صحیح مصداق بن کر اپنے والدِ ماجد مرحوم کے نقشِ قدم پر رہتے تھے، چنانچہ جس طرح حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسفؒ کی وفات کے بعد مولانا زبیر الحسن کے والدِ ماجد مرحوم اپنے بتیس (۳۲) سالہ عہدِ امارت میں ہر نئی چیز، ہر جدید مشورہ، ہر نئی کتاب اور ہر نئے طور وطریقہ کو یہ کہہ کر ٹھکراتے رہے کہ ''ہم تو لکیر کے فقیر ہیں اِس لیے ہم نے جو اپنے بڑوں کو کرتے دیکھا ہے وہی کریں گے''۔

بالکل یہی شان اور یہی آن وبان مولانا زبیر الحسن مرحوم کی بھی تھی کہ اُنہوں نے اس دعوتی محنت کو اپنے بڑوں کی روش سے ہٹنے نہیں دِیا اور ہر جبر واکراہ کا بڑے تدبر، حکمت اور خاموشی سے مقابلہ کر کے ان تمام اُمور سے خود بچتے رہے اور دنیا بھر میں کام سے واقعی مخلصانہ تعلق رکھنے والے قدماءِ تبلیغ کو بھی بچاتے رہے جو ان حضرات اکابرِ ثلاثہؒ کے دور میں بھی نہیں تھے، چنانچہ اُن کی وفات پر ملک و بیرونِ ملک سے شائع ہونے والے تمام تعزیتی مضامین اور آنے والے تعزیتی خطوط میں حضرت مرحوم کو بطورِ خاص اس پر خراجِ عقیدت پیش کیا گیا اور آج بھی ہزاروں زبانوں پر اس کی دادِ تحسین

موجود ہے۔

یہ ناچیز مقدمہ نگار چونکہ ان کے مزاج سے بچپن سے ہی خوب واقف تھا، اِس لیے اُن کی دور اندیشی اور حکمتِ عملی کا آئے دِن مشاہدہ کرتا رہتا تھا اور ان کے بہت باریک بینی کے ساتھ ایک ایک قدم کو ناپ تول کر اُٹھانے والے مزاج اور اس عادت کو خوب دیکھتا تھا کہ وہ اِنتہائی تحمل اور کمالِ صبر کے ساتھ خاموش رہ کر مشکلات اور مخالفتوں کو برداشت کرتے تھے یہ مقدمہ نگار اُن کے بیس سالہ دورِ مشاورت کے نشیب وفراز سے بھرپور سینکڑوں المناک واقعات کے پیشِ نظر یہاں اگر یہ لکھ دے کہ اُنہوں نے اپنے والدِ ماجد مرحوم کے بعد سکوت وخاموشی کو بطورِ عادت اور صبر وتحمل کو بطورِ عبادت اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا تو غلط اور بے جا نہ ہوگا۔

ان سطور کے کاتب کا احساس ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ ارشادِ ربانی ''اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَاب'' کے مطابق اُن کی حیات میں جو اُن کو بارگاہِ الٰہیہ سے فیوضع له القبول فی الارض کا خصوصی اور اِمتیازی تمغہ عطا کیا گیا وہ سب اُن کے اسی صبر وتحمل اور کمالِ استقامت کا صلہ و اِنعام تھا اور بعد الوفات ملنے والے صلہ و اِنعام میں دنیا نے ایک مرتبہ پھر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس یادگار تاریخی جملہ ''بیننا و بینهم الجنائز'' کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی، چنانچہ حالات اور واقعات سے نتائج اخذ کرنے والے آج تک اس پر محوِ حیرت ہیں کہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھنے، اُن کے لیے دعائے مغفرت کرنے اور اُن کی قبر پر فاتحہ پڑھنے اور عقیدت مندانہ انداز میں مٹی ڈالنے کے لیے خلقِ خدا کا یہ اژدحام کہاں سے آیا اور کیسے آیا؟۔

جن تجزیہ نگاروں کی نگاہوں میں اُن کے والد مرحوم کا بیس سال قبل ہونے والا حادثۂ وفات اور نمازِ جنازہ میں اُمڈ کر آنے والا بے پناہ مجمع موجود تھا وہ اس دوسرے مجمع کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ افرادِ انسانی کی شمولیت وشرکت کے لحاظ سے بیٹا، باپ سے کہیں بڑھ گیا تھا۔ رحمه الله رحمة واسعة

اربابِ دانش وبینش کو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن

مرحوم کے حادثۂ وفات سے ایک ایسے عہد اور ایک ایسے دور کا خاتمہ ہوگیا جو بیک وقت شیخین جلیلین (مخدومنا حضرت شیخؒ اور حضرت جی ثالثؒ) کی حلاوتوں اور لطافتوں کی چاشنی اپنے اندر لیے ہوئے تھا، اب خدا ہی کو معلوم ہے کہ اُن سے محبت وعقیدت رکھنے والے کب تک زبانِ حال سے اپنے پر جوش جذبات کا خاموش طریقہ پر اِظہار کر کے یہ پڑھتے رہیں گے۔

غزالاں! تم تو واقف ہو، کہو مجنوں کے مرنے کی
دِوانہ مرگیا آخر کو وِیرانے پہ کیا گزری؟



اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ مولانا زین العابدین اُستاذ مدرسہ اِمام ابو یوسف کراچی اور عزیزِ محترم مولانا انیس احمد مظاہری زید مجدہما کی عزت وشرافت میں بیش از بیش اضافہ فرمائے کہ اُنہوں نے حادثۂ وفات کے فوراً بعد یہ سوانح لکھنے کا آغاز کر کے بہت جلد اس کو مرتب کرلیا، لیکن صاحبِ سوانح کی اہمیت اور اُن کے مقام کی عظمت کے پیشِ نظر ان ہر دو حضرات کا اِصرار اِس پر رہا کہ طباعت سے قبل یہ ناچیز مقدمہ نگار پوری کتاب حرفاً حرفاً پڑھ کر تصحیح اور اِصلاحات کا فریضہ انجام دے، چنانچہ پوری کتاب پاکستان سے بذریعہ اِی میل سہارنپور آئی اور حرفاً حرفاً پڑھی گئی اور اب ان دونوں حضرات کے اِصرار پر یہ مقدمہ لکھا جا رہا ہے۔

اللہ جلِ شانہٗ کتاب کو قبول فرمائے، اُمتِ محمدیہ کے حق میں مؤثر اور دعاۃ ومبلغین کے لیے مفید ونافع بنا کر حضرت مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ان کے نقوشِ قدم بھی حضرات اکابرِ ثلاثہ کے نقوشِ قدم کا پرتو اور عکسِ جمیل ہیں۔

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ سہارنپوری
امینِ عام جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور
۱۱؍شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ/ ۸؍اگست ۲۰۱۴ء

کلماتِ تبریک

حضرت الحاج حافظ صغیر احمد صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

نحمدهٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسوله الکریم

میرے مخدوم ومحترم مولانا سیّد محمد شاہد صاحب زِید مجدہٗ نے مقدمہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ انہی کا حق تھا وہی یہ تحریر کر سکتے تھے۔ اللھم زد فزد و بارك و تقبل۔ اللہ کریم ان کے علم وحلم، عمل وتقویٰ اور صفات وکمالاتِ ظاہرہ وباطنہ میں برکت عطائے فرمائیں۔

اِس ناکارہ وسیہ کار کی پہلی بار ماہِ مبارک حضرت شیخؒ کی خدمت میں گذارنے کے لئے سہارنپور حاضری ہوئی تو فجر کی نماز کے بعد ایک گرج دار آواز یہ کان میں پڑی ''مولوی عبد المنان صاحب آپ کے مہمان پاکستان سے آئے ہیں'' یہ آواز حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی آواز تھی، اُن کا بچپن تھا، اِس سیہ کار کی جوانی تھی، ماہِ مبارک میں اعتکاف کے موقع پر حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کا معمول تراویح میں تین پارے سننے کا تھا، اِس طرح تین قرآن کریم کی سماعت ہو جاتی تھی۔ پہلے حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمہ اللہ نے سنایا۔ حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہٗ نے انہیں بلا کر فرمایا: ''یہاں جتنے مولوی موجود ہیں اُن سے مرعوب نہ ہوئیو، تو بے تکلف پڑھتے جائیو''۔ اُن کا سنانا اور حضرت شیخؒ کا اندازِ تربیت بھولتا نہیں، اور آج بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ ناکارہ کہیں کہیں بہت ہی آہستہ، دھیمہ پن سے لقمہ دے دِیا کرتا تھا۔ الحمدللہ حضرت شیخؒ نے کبھی اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی۔ اُن کے سنانے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے سے اندازِ تربیت کا مفہوم خوب ذہن نشین ہوگیا۔

پھر اُن کے نکاح میں شرکت کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ اور وہ منظر بھی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، اب سوچتا ہوں کہ تو حضرت جی کس کو کہہ رہا ہے؟ اور اس سے قبل ہمیشہ اُن کو حضرت جی کہہ کر ہی مخاطب کیا کرتا تھا۔ اب سوچتا ہوں کہ حضرت جی کس کو کہوں؟ میرے تو وہی حضرت جی تھے، فقط!

دعا گو ہوں! جن حضرات نے حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمہ اللہ کی سوانح ''حیاتِ شیخ زبیرؒ'' کے ذیل میں کاوش کی، اللہ کریم اُن کی اس مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے اور ہم سب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقدامِ مبارکہ میں جمع فرمائیں۔ آمین، بوجھك الکریم و بجاه النبی الامی الکریم، علیه الصلاة و التسلیم۔

بسم اللہ الکریم والحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علی
حبیبہ الکریم وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین

کلماتِ عقیدت وجذباتِ مودّت

حضرت مولانا انیس احمد مظاہری دامت برکاتہم
(رئیس جامعہ احسان القرآن والعلوم النبویہ، لاہور)

ہمارے مخدوم صاحب تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب طیب اللّٰہ آثارہ وبرد مضجعہ اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی اور اللہ کے محبوبین ومقربین کی جماعت کے ایک عند اللہ ایسے مقبول ومحبوب بندے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی رشد وہدایت کے لیے شعبۂ دعوت وتبلیغ میں کام لیا۔ اس مبارک کام کے ذریعے بھٹکی ہوئی اِنسانیت کے لاکھوں لاکھ افراد کے قلوب کو منور فرما کر راہِ سنت پر گامزن کیا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آقاء؛ برکۃ العصر، قطب الاقطاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صدیقی کاندھلوی مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہ کے لاڈلے نواسہ حضرت کی توجہاتِ مبارکہ سے مالا مال تھے۔ تزکیہ وتربیت سے جن کا ظاہر و باطن اور قلب مزکی اور مصفیٰ تھا۔

اللہ رب العلمین نے ان کو ایسے منتخب بندوں کی جماعت میں شامل فرمایا، اپنے محبوبین، مقربین اور ان کے آباء واجداد کے علوم ومعارف اور فیوضات وبرکات کو عام فرمایا۔ اپنے اکابر واسلاف اور مشائخ کی جانشینی اور وراثت میں دعوت وتبلیغ کے کام کی جو ذمہ داری والد گرامی حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب قدس سرہٗ کے بعد کندھوں پر رکھی گئی اس کو بہت ہی احسن انداز میں انہی کے اِتباع اور نقش قدم پر چلتے ہوئے نبھایا۔

حضرت مخدوم ومکرم مولانا سیّد محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی نے سنایا کہ ایک موقع پر بندہ اور مولانا زبیر الحسن صاحب مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منوّرہ میں حاضر تھے، ہم دونوں کو حضرت شیخ نے نام بنام مخاطب کر کے فرمایا ''اے میرے پیارو! اپنی جیب کی طرف بہت خیال رکھنا تم

دونوں کو بہت ہی اسفار کرنے ہوں گے''۔ ہم نے اِس ارشادِ گرامی کے بارے میں حضرت شیخ کے خلیفۂ اجل حضرت صوفی محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا، فرمایا کہ ''سفر کے وقت اپنے خرچ سے کرنا اور اپنی جیب کا خیال رہے دوسرے کی طرف خیال نہ جائے!''۔

حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ نے ہمارے اور اپنے جن اکابر قدس اللہ اسرارہم کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار نقل فرمائے ہیں ہمارے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمہ اللہ بھی اسی شجرۂ طیبہ کی ایک سرسبز وشاداب شاخ تھے اور ان کی حیاتِ طیبہ اِن اشعار کا صاف آئینہ ہے ؎

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دِینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اور اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہوں سخن دانی

بندہ پر حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن رحمہ اللہ کی شفقتیں اور عنایات اس وقت سے ہیں جب بندہ کی پہلی حاضری اپنے والدین مکرمین دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سب سے پہلے حاضر ہوئی اور نظام الدین میں بھی قیام ہوا۔

اور جب بندہ کا دورۂ حدیث کے لیے جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور میں داخلہ ہوا اور نظام الدین دعوت وتبلیغ کے عالمی مرکز حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں ہر ماہ حاضری ہوتی یا مولانا کی سہارنپور تشریف آوری ہوتی تھی تو اس کے بعد سے تو شفقتوں ومحبتوں میں اِضافہ ہی ہوتا رہا۔ حضرت کی شفقتوں میں سے چند واقعات اور نصائح کو نذرِ قارئین کرتا ہوں۔

① دورۂ حدیث شریف والے سال ایک موقع پر مجھے نصیحت فرمائی کہ دیکھو دورۂ حدیث شریف کے اسباق بہت ہی اہتمام سے پڑھنا کوئی حدیث نہ چھوٹنے پائے، دورۂ حدیث شریف بھی ایک ہی مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور قبر کی پہلی رات بھی ایک ہی دفعہ آتی ہے۔

② اکابرین واسلاف سے بے پناہ کی محبت وعقیدت تھی اور اپنے نانا جان حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے عقیدت ومحبت کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رائے ونڈ اجتماع کے موقع پر بندہ ۲؍سال قبل ''ذکرِ زکریا'' کتاب جس کی طباعت کی اللہ پاک نے توفیق دِی، لے کر حاضرِ خدمت ہوا تو بعد عصر چائے نوش فرمارہے تھے فوراً لے کر مطالعہ شروع کردِیا اور فرمایا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی باتیں پڑھنے اور سننے سے دِل کو سیری نہیں ہوتی، آپ بیتی ۳؍مرتبہ پڑھ چکا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے اِس کتاب پر میرا نام لکھ دو۔

③ رائے ونڈ اِجتماع کے موقع پر پاکستان تشریف آوری ہوتی تو حضرت سیدی وسندی والد (الحاج حافظ صغیر احمد) صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ اِستقبال کے لیے بندہ بھی اِئیرپورٹ حاضری دیتا، بہت ہی اہتمام کے ساتھ وہیل چیئر رکوا کر حضرت والد صاحب مدظلہ العالی سے ملاقات فرماتے، دونوں ایک دوسرے کو دعاؤں کے لیے فرماتے اس ملاقات کا منظر بھی بہت عجیب دیدنی ہوتا۔ ایک مرتبہ علالت کی وجہ سے حضرت والد صاحب مدظلہٗ تشریف نہ لے جاسکے تو ملاقات پر فرمایا کہ ''میری تو نگاہیں ہی ڈھونڈ رہی تھیں''۔ دورۂ حدیث کے سال بندہ نے اُستاذِ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کے درسِ بخاری کو بذریعہ ٹیپ ریکارڈر محفوظ کیا۔ جس کا ربع حصہ تو کاغذ پر نقل ہوچکا ہے اور وہ بھی حضرت ہی کی دعواتِ صالحہ سے ہوا کہ ہر سال تشریف آوری کے موقع پر اِصرار فرماتے اور تقاضہ فرماتے رہے۔ اللہ کریم اس کام کو تکمیل تک پہنچادے۔

④ رائے ونڈ اِجتماع کے موقع پر حضرت والد ماجد دامت برکاتہم ملاقات کے لیے اِجتماع گاہ تشریف لے جاتے تو ملاقات کے موقع پر ہر دو حضرات ایک دوسرے سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی باتیں سننے وسنانے کے لیے کہتے۔

ایک ملاقات کے موقع پر حضرت والد صاحب مدظلہٗ سے کہنے لگے کہ بھائی صغیر کوئی ہنسنے ہنسانے والی بات سنایئے پھر فرمایا کہ ''پہلے میں آپ کو سناؤں۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا علی

میاں صاحب رحمہ اللہ حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں تشریف لائے تو حضرت شیخؒ نے بھی مولانا علی میاں صاحب سے یہی فرمایا کہ ''علی میاں! غموم وہموم اور حوادثات کی باتیں سن سن کر ذہن ودماغ تھکا ہوا ہے اور طبیعت بجھی ہوئی ہے۔''

حضرت والد صاحب مدظلہ العالی نے سنایا کہ ''ایک مرتبہ سہارنپور حاضری پر بندہ کے ہاتھ میرے والد صاحب رحمہ اللہ نے ''کینو'' حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بھیجے۔ یہ پھل نیا نیا ہی آیا تھا، ہندوستان میں غیر متعارف تھا، حضرت شیخ نے نیا نام ہونے کی وجہ سے تفصیل دریافت فرمائی، بندہ نے اس کی پیوندکاری کا عرض کیا تو فرمایا رکھ دو، ۲؍دن بعد مولانا انعام الحسن صاحب تشریف لاویں گے تو پھر اِستعمال کریں گے۔ ۲؍دن بعد حضرت جی تشریف لائے تو اس پھل کا تعارف حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ نے ان الفاظ کے ساتھ کرایا کہ ''مولوی انعام! میرے پیارے بھائی صغیر پاکستان سے یہ پھل لائے ہیں۔ پاکستان والوں نے مالٹے وسنگترے کی شادی کرائی، جس کے نتیجے میں یہ پھل پیدا ہوا''۔ اللہ اکبر! کیسی محبت ومودت کے واقعات اور لمحات تھے۔

⑤ اللہ جل شانہ وعم نوالہ کے عجائباتِ قدرت میں سے ہے کہ حضرت سیدی وسندی ومرشدی والد ماجد مدظلہٗ العالی کی پہلی ملاقات حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ سے عمر کے جس حصہ میں ہوئی بعینہٖ اسی طرح میرے مخدوم ومشفق حضرت جی مولانا زبیر الحسن صاحبؒ اور بندہ کی ملاقات وزیارت اور محبت ومودت کا تعلق بھی تقریباً عمر کے اسی حصہ میں قائم ہوا۔ میرے والد صاحب مدظلہٗ کی جوانی اور حضرتؒ کا بچپن اور حضرتؒ کی جوانی وبندہ کی نوعمری۔

پھر میرے حضرت والدِ ماجد مدظلہم کی اُن کے نکاح میں شرکت اور بندہ کے نکاح میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کی شرکت۔ کہ بندہ کا نکاحِ مسنون ظاہری طالب علمی کے موقوف علیہ والے سال ''مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ'' میں دعوت وتبلیغ کے امیرِ ثالث حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب قدس سرہٗ نے ایک خصوصی نشست میں پڑھایا تھا۔

⑥ حضرتؒ کی عنایات وشفقتوں کا ایک بحرِ ناپید کنارا اور لامتناہی سلسلہ تھا، حضرت سیدی وسندی والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت شیخؒ کے علوم ومعارف، فیوض وبرکات کے مرکز جامعہ احسان القرآن والعلوم النبویہ کی تاسیس فرمائی اور بوقت تاسیس ہی

حضراتِ اکابر حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب، حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب، حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور واستاذی حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب مدظلہم و دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کی سرپرستانِ مدرسہ میں شمولیت ہوئی تو اس کے بعد سے حضرت مولاناؒ کی توجہات میں اِضافہ ہی ہوتا رہا۔ اور بندہ سے ہر سال جامعہ کے احوال دریافت فرماتے، دعائیں دیتے اور ہدایات ونصائح سے سرفراز فرماتے۔ جب طلباء میں موبائل، ٹیلیفون کا اِستعمال عام ہوا تو بندہ سے فرمانے لگے: ’’مولوی انیس! طلبائے علومِ نبویہ کے لئے بالخصوص اس موبائل کا استعمال بہت ہی مضر ہے اور روک تھام بھی بہت مشکل ہے تم جامعہ میں اِس مسئلہ پر کیسے قابو پاؤ گے؟‘‘۔

موبائل کے اِستعمال پر قابو پانے کے لئے جو تدابیر اِختیار کی گئیں تھیں بندہ نے خدمتِ عالیہ میں عرض کیں تو بہت ہی مسرت کا اِظہار فرمایا۔ بندہ نے عرض کیا آپ کی دعا وتوجہاتِ مبارکہ شامل حال رہیں، تو اِن شاء اللہ یہ مسئلہ قابو میں رہے گا۔ آج تک بحمد للہ جامعہ ہٰذا کے سعادت مند طلباء بات کو مانتے چلے آرہے ہیں اور یہ مسئلہ قابو میں ہے۔ اور اللہ پاک کی مہربانیوں اور فضل وکرم سے یقینِ کامل ہے کہ اللہ کے محبوبین کی دعواتِ صالحہ وتوجہاتِ مبارکہ سے یہ مسئلہ آئندہ بھی قابو ہی میں رہے گا۔ یہ برکت ہے دعواتِ صالحہ اور حضرت شیخؒ کی نسبتِ مبارکہ کی۔ اللہ کریم اپنے فضل میں وسعت عطا فرمائیں، نظرِ بد سے حفاظت فرمائیں۔

اپنے حضرت مخدوم ومشفق حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمہ اللہ کی یادوں میں سے کس کس یاد کو تحریر میں لاؤں؟

حضرت کی محبتوں وشفقتوں ہی کا ثمر ہے کہ اللہ کریم نے اپنے فضل وکرم سے اِس کتاب کی ترتیب میں شمولیت اور طباعت کی توفیق بخشی ہے۔ اللہ کریم حضرت کی ذریتِ طیبہ کے ذریعے خیرات وبرکات اور اُمت کی رشد وہدایت کا وہ کام جس کی اِبتداء حضرت مولانا محمد الیاس صاحب وحضرت شیخ قدس سرہما سے ہوئی اس کے فیضان کو عام وتام فرمائیں۔

ہماری اس سعی کو قبول فرماکر ہر ہر قاری کے لیے نافع بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والتسلیم

عرضِ مؤلف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کون ہے جو دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہے؟ کہ یہ دنیا خود ہی عدم سے وجود آشنا ہوئی اور بالآخر ایک بار پھر عدم سے بغل گیر ہوجائے گی، دنیا میں کسی کے لیے بقاء دوام مقدر ہوتا تو لاریب النبی الامی القریشی سیدنا وسید الانبیاء حضور ختم المرسلین ﷺ اس کے سب سے زیادہ حق دار تھے کہ جن کے لیے دنیا بسائی اور سجائی گئی، تصوّر کیجئے رعب وجلال کے پیکر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ باور کرنے کو قطعی طور پر تیار نہیں تھے کہ آقائے نامدار، کائنات کے تاج دار اور جن کے لیے ارض وسماء وجود میں آئے بھی موت کی آغوش میں جاسکتے ہیں، مگر صداقت یہ تھی کہ آپ دنیائے فانی کو الوداع کہہ کر اپنے رب قادر وقدیر کے حضور میں پہنچ چکے تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تنبہ ہوا۔

اس دنیا میں نہ اولوالعزم رسل رہے اور نہ اصحابِ عزیمت اولیاء اور نہ جبال العلوم علماء، فقہائے محدثین، مفسرین اور نہ زہاد وعباد نہ ہی جلال و جبروت کے مالک شاہان عالم، پھر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ بھلا کیونکر داغِ مفارقت دے کر نہ جاتے، گئے اور خود تو بڑی دھوم دھام سے، مگر درجنوں، سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں انسانوں کونہیں کروڑوں بندگانِ خدا کو سراپا گریہ وماتم بناکر۔

حضرت مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی اِبتدائی زندگی کی مشکلات و پریشانیاں کم ہی لوگوں کے علم میں ہوں گی، لوگ تو اُن کی آخری زندگی کی مقبولیت ومرجعیت ہی کو دیکھ رہے تھے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا شمار ممکن نہیں، حضرتؒ کی زندگی سیرتِ پاک کا عملی نمونہ تھی، حضرتؒ پابند شریعت، متبع سنت، حق گو عالم، دِین کے داعی، مبلغ اور بہترین معلم، مربی ومصلح تھے، اُن کی دِینی علمی اور روحانی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا وہ اِتباع سنت میں اسلاف کا نمونہ تھے، غرض وہ ان گنت اوصاف وکمالات کا ایسا سمندر تھے کہ جس نے ہمیشہ دینِ اسلام کو سیراب اور ملتِ اسلامیہ کو فیض یاب کیا۔

درحقیقت حضرت مولانا قدس سرہٗ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کی خدماتِ دینیہ

ساری امت میں اظہر من الشمس ہیں، اور صحیح معنوں میں آپ حضور ﷺ کے سچے نائب اور وارث تھے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے اِرشاد فرمودہ حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد حسنہ یعنی تلاوت کلام اللہ اور تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس کی خدمات پوری زندگی انجام دیتے رہے، نیز حدیث جبرائیل میں حضور اکرم ﷺ کے بیان فرمودہ اعمالِ اسلام اور صفاتِ ایمان اور نسبتِ احسان کے معنیٰ ومفہوم کی توضیح وتشریح بلکہ ان حقائق سے اِتصاف کی طرف ترغیب وتخصیص فرماتے رہے جو حضرات اُن کی خدمت بابرکت میں آمد ورفت رکھتے تھے اُن پر یہ باتیں عیاں ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اُن کے مرشد ریحانۃ العصر برکۃ الدہر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ یہی خدمت اپنی حیاتِ طیبہ میں انجام دیتے رہے۔

مصائب اور تھے پر دِل کا جانا
عجب اِک سانحہ سا ہوگیا ہے
وما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

اُن کے اِنتقال سے اُمتِ مسلمہ ایک رہبر شریعت وطریقت اور مرشدِ کامل سے محروم ہوگئی ہے۔ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کی وفات سے عالمِ اسلام کی کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جو نم نہ ہوئی ہو۔ اُن کا سانحۂ اِرتحال بلاشبہ اُمتِ مسلمہ کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے، اُن کی وفات ایک عہد کا خاتمہ ہے۔ روحانیت کی وہ فضا جو اُن کے دم قدم سے قائم تھی، تقویٰ و طہارت کی وہ مجلس جو اُن کے زہد وعمل سے روشن تھی، شوقِ عبادت کی وہ کرن جو اُن کے روشن چہرے سے پھوٹتی تھی، اِخلاص وللّٰہیت کی وہ ضیا باریاں جو اُن کی زندگی کا حصہ تھیں، وہ یک لخت مدہم پڑ چکی ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک پوری دنیا اُجڑ چکی ہے، ایک عہد کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

اولیاء اللہ کی زندگیاں انبیاء علیہم السلام کی پیروی واِتباع میں گزرتی ہیں، اِس لیے سیرتِ رسول ﷺ کے بعد ''خاموش مربی'' بزرگوں کی سوانح عمریاں ہیں، ابھی کچھ دن پہلے جب ہماری نگاہیں تحریک دعوت وتبلیغ میں کسی بزرگ کو ڈھونڈتیں تو حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پر جا کر ٹک جاتیں، افسوس اب نگاہوں کا ایسا کوئی مرکز نہ رہا۔

ہمیں اُمید ہے کہ حضرتؒ کی خصوصیات وخدمات اور اعلیٰ صفات کا تذکرہ سامنے آتا رہے گا، ہمارے تو وہ سرپرست تھے ہر موقع پر اُنہوں نے ہمیں یاد رکھا آج ہم اُن کے دِکھائے ہوئے راستے پر چلنے میں کوشاں ہیں۔

ایک بین الاقوامی روحانی پیشوا کی زندگی کے مثالی نمونوں کو نئی نسل کے لیے پیش کرنا، چراغ روشن کرنا ہے، اور فبهداهم اقتده کی دعوت دینا ہے، قرآنِ کریم نے انبیاء کی زندگی کو واقعات وقصص کی شکل میں گلدستہ بنا کر پیش کیا اور گل چینی کی دعوت فبهداهم اقتده کے عالی فرمان کے ذریعہ دی ہے۔

ہمارے بزرگ اور مخدوم مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے مستحق ہیں کہ اُن کی باکمال شخصیت کے مختلف اہم اور اُمت کے لیے مفید تر پہلو سامنے لائے جائیں تاکہ اس سے عام مسلمان، مشائخ اور علماء سب ہدایت حاصل کرسکیں اور اُن کی زندگی کو مشعلِ راہ بنا کر بالخصوص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے صبر آموز سبق کو یاد کرسکیں جس کو موصوف نے زندہ کیا اور ان کی کوئی مجلس اس سے خالی نہ تھی اللہ مولانا موصوف کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ بات ذہن میں ڈالی کہ اہل پاکستان کے لیے حضرتؒ کے حالات مرتب کیے جائیں، اِس لیے کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اگر ہندوستان میں تبلیغی کام کے روحِ رواں تھے تو مسلمانانِ پاکستان کے بھی دِلوں کی دھڑکن تھے اور یقیناً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ زندگی پر ہندوستان میں تو بڑی تعداد میں مواد شائع ہوگا، لیکن پاکستان میں تو شاید ہی کوئی صاحب ہمت کرسکیں اور ہندوستان میں شائع ہونے والی کتب وہیں چھپ کر وہیں ختم ہو جاتی ہیں۔

پھر جب بھی ایسی صورت حال پیش آئی کہ وطنِ عزیز سے ہٹ کر کسی بھی دِیار میں رہنے والی وہ شخصیات جن کا یہاں نہ ہوتے ہوئے بھی یہاں کے مسلمانوں سے اور یہاں والوں کا اُن سے قلبی تعلق رہا اور وہ اپنے ملک میں مشہور ومعروف ہونے کے ساتھ ساتھ ملکِ عزیز پاکستان میں بھی مقبول ومحبوب رہے، ایسی شخصیات پر اُن کے دِیار میں جب بھی کوئی کتاب شائع ہوئی وہ ہماری دسترس سے باہر ہی رہی اور عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی یہاں کے لوگ اُس کی زیارت کو ترستے ہی رہ گئے جب کہ وہاں سے منگوانے کے مصارف بھی ہر کوئی

برداشت کرنے سے قاصر رہا، نتیجۃً ایسی کتب یہاں کی چند لائبریریوں تک ہی محدود رہ جاتی ہیں، اِلا یہ کہ یہاں کا کوئی ناشر اُس کو چھاپ دے مگر ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے، یہی سوچ کر ہم نے ہمت کی اور اسی سوچ نے ہمیں تحریک دی، اکابر نے ہمت بندھائی کہ اللہ کے ایک نیک صالح بندہ کے تذکرے سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا اور یہ تذکرہ اِصلاح ظاہر و باطن کا ذریعہ بنے گا! اس کتاب کی ترتیب میں یہی جذبہ کارفرما ہے۔حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں۔

اس کام کی تقریب یہ ہوئی کہ حضرتؒ کی سوانح پر کام کا پختہ اِرادہ کر لینے کے بعد سب سے پہلے راقم نے مولانا محمد شاہد سہارنپوری (برادرِ نسبتی حضرت مولانا زبیر الحسنؒ) سے رابطے کی کوشش کی، اس لیے کہ اُنہی سے مستند بنیادی معلومات حاصل ہوسکتی تھیں اور ہماری کتاب کو ان کی (یا حضرتؒ کے کسی بھی قریبی عزیز کی) نظر ثانی کے بغیر اِستناد کا درجہ ہی حاصل نہ ہو پاتا، چنانچہ ہمیں یہ علم ہوا کہ جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کے فاضل اور مدرسہ احسان القرآن والعلوم النبویہ لاہور کے مہتمم جناب مولانا انیس احمد صاحب کے ذریعے ہی مولانا محمد شاہد صاحب سے رابطہ ہوسکتا ہے، چنانچہ اُن سے رابطہ کر کے اپنے مدعا عرض کیا اور مولانا کا رابطہ نمبر مانگا تو مولانا انیس احمد صاحب نے کچھ دیر بعد رابطہ کے لیے کہا، بعد ازاں مولانا انیس احمد صاحب نے فرمایا کہ ''میری رائے یہ ہے کہ ہم آپ مل کر یہ کام اِس طور پر کرتے ہیں کہ میں حضرت مولانا محمد شاہد صاحب سے رابطے میں رہ کر اُن سے معلومات حاصل کر کے آپ کو فراہم کرتا ہوں اور آپ اُس پر کام کریں، کتاب تیار ہونے پر میں اُس کو اپنے مکتبہ سے چھاپ دوں گا''، احقر کے لیے یہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی، چنانچہ کام شروع کر دیا گیا۔

جہاں تک حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند و بالا اور اعلیٰ و ارفع شخصیت کی بات ہے، تو ہم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شایانِ شان اُن کے اوصاف و کمالات اور اُن کی زندگی کے نادِر واقعات کا کماحقہ اِحاطہ کرنے سے قاصر ہیں اور ہم صاف طور سے یہاں یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنی سی بھرپور کوشش کی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات سے متعلق مطبوعہ و غیر مطبوعہ مستند مواد جس طرح سے بھی اور جہاں سے بھی میسر آجائے اُس کو حاصل کرنے کی تگ و دو کی جائے، جس کے لیے سب سے پہلے ہم نے مختلف اکابر و مشائخ، اہلِ علم و قلم اور اہلِ تعلق حضرات کو مندرجہ ذیل خط اِرسال کیا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد زین العابدین

فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مدرس مدرسہ امام ابو یوسف شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی

گرامی قدر مکرم و محترم جناب حضرت..........صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مزاج شریف!

گزارش ہے، جیسا کہ آنجناب کے علم میں ہوگا کہ مؤرخہ ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بروزِ منگل، بوقتِ صبح، دہلی میں عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر، عالمی تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین (دہلی، انڈیا) کے نگران، مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث، حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلیفہ مجاز، بزرگ عالمِ دین اور پاک و ہند کے مسلمانوں بلکہ مسلمانانِ عالم کے دِلوں کی دھڑکن اور مستجاب الدعوات شخصیت حضرت اقدس مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ ۶۴/ سال کی عمر میں اِس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

حضرتؒ جیسی عبقری شخصیت کی حیات و خدمات اور حالات و واقعات پر یقیناً ہندوستان میں تو کئی رسائل و اخبارات کے خصوصی نمبر اور سوانحی کتب شائع ہوں گی، لیکن پاکستان میں شاید و باید ہی کوئی صاحب ہمت کر سکیں۔اور پھر بھارت میں جو کتب شائع ہوتی ہیں پاکستانی مسلمان بوجوہ اُس کی زیارت سے بھی محروم ہی رہا کرتے ہیں، یہی سوچ کر بندہ نے ہمت کی ہے کہ حضرتؒ کی حیات و خدمات اور حالات و واقعات پر مشتمل مستند معلومات کے ساتھ ایک سوانحی کتاب بنام ''تذکرہ و سوانح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ'' شائع کی جائے، اس حوالے سے بندہ نے حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری صاحب مدظلہ، انڈیا (برادر نسبتی حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ) کی اجازت اور حضرت مولانا انیس احمد مظاہری، لاہور کے تعاون اور سرپرستی میں کام شروع کر دیا ہے۔

اسی سلسلے میں آنجناب سے گزارش کی جاتی ہے کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

سے متعلق اپنے تأثرات اور مقالات ومضامین جلد از جلد احقر کو اِرسال فرمادیں، بالفرض اگر آنجناب اپنی مصروفیات کے سبب تفصیلی مقالہ نہ لکھ سکتے ہوں تو چند صفحات کا مضمون بھی ہمارے لیے حوصلہ افزائی کا باعث ہوگا۔ یقیناً آپ جیسے اکابر حضرات مجھ جیسے چھوٹوں پر شفقت اور سرپرستی نہیں فرمائیں گے تو کون کرے گا؟۔ عین نوازش ہوگی، بندہ آپ کی شفقتوں کا محتاج ہے، تاحیات آپ کا مشکور رہے گا۔

فقط والسلام

بندہ محمد زین العابدین

یکم/اپریل ۲۰۱۴ء

رابطہ نمبر:03212373682/ای میل ایڈریس:s.zain13@yahoo.com

ڈاک کا پتہ: محمد زین العابدین، مدرس مدرسہ امام ابویوسف شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی، 75850

اس کے جواب میں بعض حضرات نے مضامین اور اپنے مختصر پیغامات سے نوازا، اور بعض نے کچھ بھی لکھنے سے معذرت کا اظہار کیا، معذرت کرنے والے حضرات نے بھی بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، اُن میں سے چند بڑے حضرات کے خطوط تبرکاً یہاں نقل کرتا ہوں:۔

①

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گرامی قدر مکرم مولوی زین العابدین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماشاءاللہ آپ نے بڑے اچھے کام کا ارادہ فرمایا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں آپ کو کامیاب وکامران فرمائیں اوراس کام کو نافع ومقبول بنائیں۔آمین

جہاں تک بندہ کا تعلق ہے، بندہ کو اُن سے براہِ راست ملاقات یا مکاتبت کا شرف حاصل نہ ہوسکا، نہ زیادہ معلومات ہیں۔ رجب ۱۴۳۱ھ میں جب میرا ہندوستان کا سفر ہوا تھا تو میری خواہش تھی کہ مرکز نظام الدین کے اکابر سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہو لیکن معلوم ہوا کہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب اور حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب سفر پر ہیں، البتہ حضرت مولانا ابراہیم بودلہ صاحب مدظلہم بہ نفسِ نفیس تشریف لے آئے تھے جو نظام الدین

مرکز کے بڑے ذمہ داروں میں سے ہیں۔ اِس طرح مولاناؒ سے ملاقات کی سعادت مجھے حاصل نہ ہوسکی۔ اِس لیے اپنے آپ کو ان پر کچھ لکھنے کے لیے نااہل پاتا ہوں۔ اُمید ہے کہ معذرت قبول فرمائیں گے۔ البتہ ان شاءاللہ آپ کے کام سے اِستفادہ کروں گا۔

والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

(شیخ الحدیث ونائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی)

۶۔۶۔۱۴۳۵ھ

②

برادرِ عزیز مولانا سید زین العابدین صاحب

السلام علیکم

فقیر کی مولانا زبیر الحسنؒ سے صرف ایک ملاقات اور وہ چند منٹ کی ہے۔ مضمون لکھنا ممکن نہیں۔ اُمید ہے بندہ کی پیرانہ سالی اور مصروفیات کے پیش نظر محسوس نہیں فرمائیں گے۔

فقیر اللہ وسایا

(مدیر ماہنامہ لولاک ملتان وناظم شعبہ نشرواشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

③

محترم المقام جناب مولانا زین العابدین صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے، گراں قدر مکتوبِ گرامی موصول ہوا، یاد فرمائی اور نوازش پر شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازیں، آپ کے کام سے بہت خوشی ہوئی، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں کامیاب کریں۔ آپ کا مکتوب ماہنامہ القاسم میں شائع کریں گے، ان شاءاللہ۔ اللہ ہمت دے ہماری تو آپ پر نظریں ہیں۔ مرداں چنیں مے کنند۔

والسلام

عبدالقیوم حقانی

(مدیر ماہنامہ القاسم، مہتمم واستاذ الحدیث جامعہ ابوہریرہ، ڈائریکٹر القاسم اکیڈمی نوشہرہ)

۱۳/جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ، ۱۵/اپریل ۲۰۱۴ء

④

حسبی اللہ

کرم فرمائے محترم مولوی زین العابدین صاحب!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! والا نامہ سے عزت افزائی فرمائی، دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے جمیع مقاصدِ حسنہ میں آپ کی مکمل دست گیری فرمائے، عافیت و اِخلاص کے ساتھ۔

تعمیلِ ارشاد میں خود تو کچھ نہ لکھ سکا البتہ ایک مضمون نظر سے گزرا تو سوچا کہ یہ پیش خدمت کر کے بھی تو تعمیلِ ارشاد کی صورت ہوسکتی ہے۔ اس لیے اسے ہی قبول فرمالیں۔ اُمید ہے حسبِ سابق آئندہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔ عبدالرشید

۱۴۳۵/۶/۱۸ھ

جامعہ دارالعلوم کراچی

⑤

مکرمی مولانا زین العابدین صاحب زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ کو حضرت مولانا زبیرالحسن صاحب نوّراللہ مرقدہٗ کو قریب سے زیارت و ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است''، تبلیغی جماعت کے ذریعے سے دِین کی محنت کا کام الحمدللہ پوری دنیا میں ہورہا ہے اس کو بے اعتدالی سے بچانے کے لیے اور کام کا ولولہ اور شوق پیدا کرنے کے لیے اس خاندان کے اکابر کے حالات کی اِشاعت ضروری ہے۔ بندہ بھی حضرت نوّراللہ مرقدہٗ کے حالات کے مطالعہ کا مشتاق ہے، بندہ حضرتؒ کے حالات پر کچھ لکھنے والوں کی فہرست میں تو نہیں آسکتا، البتہ اُن کے حالات کا شوق سے مطالعہ کرنے والوں کی صف میں بیٹھا ہے، جب حضرتؒ کے حالات پر کتاب چھپے تو بندہ کو اُس کے خریداروں میں شامل فرمائیں۔ حق تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائیں۔ آمین

محمد طیب

(رئیس جامعہ اسلامیہ امدادیہ گلشن امداد ستیانہ روڈ فیصل آباد پاکستان)

⑥

محترم جناب مولانا زین العابدین صاحب زیدمجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری مرتب فرمارہے ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ہماری رشتہ داری بھی ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ میرے والدِ گرامی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے، اس لئے میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں اُن کی تواریخِ وفات قلم بند کروں۔ میرا ارادہ پہلے ہی سے تھا لیکن مصروفیات اور سال کا آخر ہونے کے سبب اسباق میں مشغولی رکاوٹ بنتی رہی۔ آپ کے گرامی نامے نے اس جذبہ کو پھر اُبھار دیا، آپ کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق کچھ تواریخ مرتب کردی ہیں۔ اُمید ہے آپ کی مرتب کردہ سوانح میں جگہ پائیں گی اور آپ کو پسند آئیں گی۔ میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوں اور آخرت میں ان اکابرین کا ساتھ میسر آجائے۔

خلیل احمد تھانوی

(استاذ حدیث جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور)

۲۸/اپریل ۲۰۱۴ء

اس کے علاوہ احقر نے مختلف اہلِ قلم اور اہلِ تعلق حضرات سے زبانی بھی مضامین کے لیے عرض کیا، متعدد بار رابطے بھی کیے، اور مجلّہ صفدر، ماہنامہ القاسم اور ہفت روزہ اخبار المدارس کے اربابِ انتظام کو اللہ جزائے خیر دے کہ ان حضرات نے بلا معاوضہ حضرتؒ کی سوانح کے لیے قلمی تعاون کے اعلانات بھی شائع کردیئے، جس سے بہت فائدہ ہوا، الحمدللہ اس حوالہ سے ہم بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے، کامیاب اِس اعتبار سے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بہت اُونچی تھی لیکن گوشہ نشینی کی وجہ سے لوگوں کو اُن کے حالات سے واقفیت نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ شروع شروع میں جب ہمیں خطوط کے جوابات موصول ہونا شروع ہوئے تو اکثر و بیشتر میں معذرت تھی کہ ہمیں حضرت مولاناؒ سے تعلق اور جان کاری نہیں رہی، جیسا کہ درج کیے گئے جوابات سے معلوم ہوا، تو اندازہ ایسا ہی ہورہا تھا کہ بمشکل دوسوصفحات تک کی

کتاب ہی تیار ہو سکے گی، لیکن جب مذکورہ بالا رسائل وجرائد میں اعلانات شائع ہوئے تو رفتہ رفتہ مضامین بھی آتے گئے اور سوانحی تفصیلی مضمون کے لیے معلومات بھی فراہم ہوتی رہی، اس کے علاوہ ہم نے اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارے، مختلف لائبریریوں میں اخبارات ورسائل کے پلندوں کو چھانا، اِنٹرنیٹ کے ذریعہ ہندوستانی رسائل وجرائد اور مختلف ویب سائٹوں تک رسائی حاصل کی، اکابرومشائخ کے تعزیتی بیانات کوسن کر اُن کے تأثرات منتقلِ قرطاس کیے۔

اس سب کے ساتھ ساتھ ہمارا مرجع مولانا محمد شاہد صاحب کی تصنیف ''دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث''، مولانا نور الحسن راشد صاحب کی تالیف ''احوال وآثار کا مولانا انعام الحسن نمبر'' رہا، چنانچہ اس ترتیب پر کام جاری تھا کہ معلوم ہوا ہندوستان سے مولانا محمود حسن حسنی ندوی (نائب مدیر پندرہ روزہ تعمیرِ حیات، لکھنؤ) نے ۲۲۴ر صفحات پر مشتمل مولانا زبیر الحسنؒ کا تذکرہ چھاپ دیا ہے، چنانچہ وہ کتاب بھی مولانا محمد شاہد صاحب کے ذریعے منگوالی گئی، بعض مقامات پر اس کتاب سے بھی ہم نے اِستفادہ کیا، اور جہاں جہاں اس سے کچھ بھی نقل کیا وہاں اس کا حوالہ دے دیا گیا، غرض جہاں جو کچھ مل سکتا تھا ہم نے حاصل کرنے کی اپنی سی کوشش کی اور پھر حاصل شدہ مواد سے تکرار ختم کر کے جب اُس کو ترتیب دِیا گیا تو صفحات سات صد سے بھی بڑھ گئے، فللّٰہ الحمد۔ بحمد اللہ مکمل کتاب کی ترتیب، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ بھی احقر نے خود ہی کی۔ اب یہ تو قارئین ہی فیصلہ کریں گے کہ حضرت مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مستعار کی تابناک تاریخ رقم کرنے میں ہم کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اگر کوئی کمی کوتاہی نظر آئے تو ''من ستر علی أخیہ المسلم ستر اللّٰہ عوراتہ یوم القیٰمۃ'' پر عمل فرمائیں۔

آگے جانے سے پہلے احقر اپنے ان محترم حضرات سے عقیدت مندانہ شکوہ ضرور کرے گا کہ جن کو خطوط بھی لکھے گئے مع جوابی لفافہ کے اور متعدد بار فون کے ذریعے رابطہ بھی کیا گیا اس کے باوجود ان حضرات نے کچھ بھی لکھنے سے گریز کیا، صرف معذرت نامہ اِرسال کیا اور بعضوں نے تو اس کی بھی زحمت نہیں فرمائی، حالانکہ انہی حضرات کے ایسی شخصیات پر بھی احقر نے مضامین دیکھے ہیں جن سے اُن کا کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن نہ جانے یہاں کیا عذر پیش آ گیا

تھا، پھر بعض حضرات تو ایسے بھی تھے کہ جن کے روزانہ اخبارات میں مضامین شائع ہوتے رہے اور احقر کے رابطہ کرنے پر کوئی نہ کوئی مصروفیت اُن کو یاد آتی گئی۔

بہر حال یہ بندہ کا محبت وعقیدت بھرا شکوہ ہے اُمید ہے کہ ایسے حضرات اس پر غور ضرور کریں گے لیکن محسوس نہیں فرمائیں گے کہ ؎

محبت ہی سے پائی ہے شفاء بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

جب کہ احقر ان حضرات کا شکریہ ضرور ادا کرے گا کہ جنھوں نے صرف ایک دو بار کے رابطے پر یا اِشتہار دیکھ کر ہی مضامین ومعلومات اِرسال کردیں۔ اور بالخصوص پاک وہند کے بعض نامور وہ اہلِ قلم جن کا کوئی ثانی نہیں، اُن حضرات نے احقر کے ایک بار عرض کرنے پر ہی باوجود اپنی مصروفیات کے کچھ ہی دنوں میں شاندار مضامین اِرسال فرمائے اور نہ صرف اپنے مضامین ارسال فرمائے بلکہ مزید مضامین کی تحصیل کا ذریعہ بھی بنے۔ حق تعالیٰ ان حضرات کو جزائے عظیم عطا فرمائے۔

ہم نے حتی الامکان تکرار کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے، مگر بسا اوقات ایک بات دعویٰ کے لیے دلیل کی حیثیت رکھتی ہے اس کو ختم کرنے سے مضمون کا ربط متاثر ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے تحریر کی جامعیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے، علاوہ ازیں بعض جگہوں میں کچھ اور وجوہات اس بات پر عمل درآمد سے مانع بنیں جن کا تذکرہ یہاں غیر ضروری ہے، اس لیے جس کسی قاری کو جہاں بھی کچھ تکرار نظر آئے، تو اس کو فائدہ سے خالی نہ سمجھے اور وہاں ہمیں معذور سمجھے کیونکہ اس کتاب کا کئی دفعہ بغور مطالعہ کیا گیا ہے، اور بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ کہیں کوئی جھول باقی نہ رہے۔ اُمید ہے قارئین ہماری رعایت رکھیں گے اور دعاؤں میں بھی یاد رکھیں گے۔

آخر میں ہم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ نسبتی، حضرت شیخؒ کے نواسے اور جامعہ مظاہر علوم کے ناظم حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی کے تہہ دل سے ممنون ہیں کہ جنھوں نے ہماری ہمت بندھائی، حوصلہ افزائی فرمائی، معلومات فراہم کیں اور مکمل کتاب پر نظر ثانی فرمانے کے بعد ابتدائی مقدمہ بھی تحریر فرمایا، اور نظر ثانی کرنے کے بعد کتاب کے ٹائٹل پر (جہاں ان کا نام ہے) لکھ دیا کہ ''اس (نام) کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ یہ کام احقر للہ فی اللہ کرنا چاہتا ہے تاکہ مولانا مرحوم کا کچھ حق مودت ادا ہو سکے''۔ یہ

ہمارے بزرگوں کی تواضع اور انکساری ہے، اس کا کچھ ذرّہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمادے۔ نیز حضرت مولانا انیس احمد مظاہری کے بھی جو حضرت مولانا سیّد محمد شاہد صاحب مدظلہٗ اور احقر کے درمیان واسطہ بنے رہے، حضرت مولانا محمد شاہد صاحب سے معلومات و مواد حاصل کر کے ہمیں فراہم کرتے رہے، کتاب کی تیاری میں بھرپور معاونت فرمائی یہاں تک کہ بعض کتب کی مکمل فوٹو اسٹیٹ تک ہمیں مہیا کی۔ اگر مولانا انیس احمد صاحب ہمارے ساتھ اس طرح تعاون نہ کرتے تو ہم اس سطح کی معلوماتی کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کرنے سے قاصر رہتے، اس لیے حضرت مولانا اس کتاب کی تالیف میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہیں، پھر آخر میں سب سے اہم مرحلہ ''اشاعتِ کتاب'' کا کام بھی اُنہوں نے اپنے سر لیا اور اپنے مکتبہ سے اس کو چھاپا، اس کے علاوہ مخدومِ مکرم حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب مدظلہٗ نے بھی مفید مشوروں سے نوازا، اپنی مصروفیات کے باوجود مضمون دیا اور آخر میں احقر کی خواہش پر ایک جامع مقدمہ سپردِ قلم فرمایا اور وہ تمام حضرات جنہوں نے اِس کتاب میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا، شکریہ کے مستحق ہیں حق تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے۔ فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ عنی احسن الجزاء۔

ہمیں اُمید ہے کہ اُن کے مریدین اور دعوت وتبلیغ سے وابستہ فیض یافتگان حضرت مولانا مرحوم کے دِینی وتبلیغی مشن کو اسی طرح جاری وساری رکھیں گے جس طرح حضرت مرحوم کی زندگی میں یہ کام چل رہا تھا اور جس کے لیے انہوں نے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب کے پڑھنے والوں کو دینی نفع سے بہرہ مند فرمائے، احقر کے لیے اس کو نجاتِ آخرت بنائے اور سعادت والی زندگی اور ایمان والی موت نصیب فرمائے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد واله واصحابه اجمعین

محمد زین العابدین
فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی
مدرس مدرسہ امام ابو یوسف شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی
شبِ جمعہ ۱۸؍شوال ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۴؍اگست ۲۰۱۴ء

مقدمہ

احیاءِ دین کی عالمگیر تحریک

از: حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس اقراء روضۃ الاطفال وخلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینیؒ

الحمد للّٰہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

تیرھویں صدی آخری سانس لے رہی تھی۔ مسلمانوں کی مغل حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا ہر طرف فرنگ کا راج اور اسی کا قانون، مرکزیت ختم ہو جانے کی وجہ سے ہر شعبۂ حیات زوال پذیر تھا۔ سب سے زیادہ ناگفتہ بہ حالت مذہب اور تعلیم کی تھی۔ پورے ہندوستان میں کفر و شرک، بدعات و رسومات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ عقائد کے پیچ وخم، شرک کی سرحدیں پار کر رہے تھے، رفض وتشیع اور بے دِینی کی ظلمتیں ذہنوں پر چھائی ہوئی تھیں، جاہل صوفیا، نام نہاد علماء اور گمراہ پیروں نے اِسلامی اعمال واخلاق کی اینٹ سے اینٹ بجا دِی تھی۔

دِینی شعور رفتہ رفتہ ختم ہوتا جا رہا تھا، بے راہ روی عام تھی، جہل و گمراہی کا دِلوں پر راج تھا، دل و دماغ کو انگریز وفرنگ کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم رائج کر دِیا گیا تھا، ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں اپنوں کی سازش اور غداریوں کی بناء پر سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ملک پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو چکا تھا۔ دِل کھول کر اُنہوں نے اِنتقامی کارروائیاں کیں۔ بے شمار لوگوں کو پھانسی دِی۔ توپ کے دہانے پر رکھ کر اُڑا دِیا گیا، سور کی کھالوں میں لپیٹ کر دریاؤں میں پھینک دِیا گیا، علماء کو سولی پر لٹکایا گیا۔ دیارِ ہند میں اُمتِ مسلمہ چکی کے دو پاٹوں میں پس رہی تھی۔ ایک طرف یہ ظلم و قہر اور جور وستم اور دوسری طرف دِین و مذہب اور عقیدہ پر مسیحی مشنریوں کی یلغار۔ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد ایک بار پھر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اِسلام اِس حملے کی تاب نہ لا سکے گا اور شاید سپر انداز ہو کر حالات سے صلح کر لے گا، کیونکہ اس وقت کے حالات کے پیشِ نظر کسی بھی اِنقلابی تحریک کا کامیابی سے ہمکنار

ہونا مشکل نظر آ رہا تھا۔ بلکہ اِنقلابی تحریک کا برپا کرنا تو درکنار مسلمانوں کو اپنے اِسلامی تشخص کو برقرار رکھنا اور اپنے اِسلامی ورثہ کا تحفظ کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ ان حالات میں کچھ اللہ والے جمع ہوئے، یہ وہی مجاہد تھے جو ولی اللہی فکر کے حامل تھے۔ ان حضرات نے اپنے دِین و مذہب اور اِسلامی ورثہ کی حفاظت کے لیے ایک مدرسہ کے قیام کی ضرورت کو محسوس کیا، ان حضرات کے دِل میں اس کا داعیہ خود ہی پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ پیدا کیا گیا تھا اور اس طرف غیبی اِشارات ہوئے تھے، جو دارالعلوم دیوبند کے نام سے معروف ہوا جس کا فیض آج تک عالمِ اسلام کے ہر ملک بلکہ پورے عالم میں جاری ہے۔

درحقیقت یہ صرف مکتب و مدرسہ نہیں تھا بلکہ اس کے پس منظر میں ملک گیر اِصلاح کا پروگرام پوشیدہ تھا اور جس لادِینی نظامِ حیات کو انگریز پورے ملک پر مسلط کرنے کی فکر میں تھا اُسے جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کی ایک جدوجہد تھی، یہ احیائے اِسلام اور قیامِ ملت کی عظیم الشان تحریک تھی۔ یہ اِنقلاب کا مرکز، مجددین اور مصلحین کے پیدا کرنے کا کارخانہ اور ان کی تربیت گاہ تھا۔ شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تجدید و احیاءِ دین کی جو تحریک گیارہویں صدی سے ہندوستان کو منتقل ہوئی تھی اور اپنے اپنے دور میں مجدد الف ثانیؒ، محدث دہلویؒ اور شہیدؒ بالاکوٹ جس امانت کے حامل تھے، درالعلوم دیوبند اس وراثت و امانت کا حامل تھا...... میں اسے بقائے اِسلام اور تحفظِ دین کا ذریعہ سمجھتا ہوں، دوسرے لفظوں میں آپ چاہیں تو کہہ سکتے ہیں، مجددین اُمت کا جو سلسلہ چلا آ رہا تھا دارالعلوم دیوبند اپنے دور کے لیے مجددین اُمت کی تربیت گاہ تھی، یہیں سے مجددِ اسلام حکیم الامت تھانویؒ نکلے، اسی سے دعوت و تبلیغ کی تجدیدی تحریک اُبھری، جس کی شاخیں چاردانگِ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں، یہیں سے تحریکِ حریت کے داعی تیار ہوئے، یہیں سے فرقِ باطلہ کا توڑ کیا گیا، یہیں سے محدثین، مفسرین، فقہاء اور متکلمین کی کھیپ تیار ہوئی، مختصر یہ کہ دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف یہ کہ نابغہ شخصیتیں تیار کیں بلکہ اِسلام کی ہمہ پہلو تجدید و احیاء کے لیے عظیم الشان اِداروں کو جنم دِیا۔"

(تحفۂ قادیانیت، ج۱، ص۱۲)

مدرسہ مظاہر علوم اسی دارالعلوم دیوبند کا عکسِ جمیل اور مقدس پرتو تھا۔ خاندان ولی اللہی

کے بعد حق و صداقت، علم و عرفان، صدق و صفا، علومِ دینیہ خصوصاً قرآن کریم و حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم و تدریس اور درس و افادہ کی خلافت حضرات علماء دارالعلوم دیوبند و مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے حصہ میں آئی۔

ان مراکز نے ملت کے ایسے غمگسار پیدا کیے جو ملت کے غم میں خود بھی روئے دوسروں کو بھی رلایا، جو اِسلام کی سربلندی کے لیے خود بھی تڑپے اوروں کو بھی تڑپایا۔ اس مرکز نے دِین کے ایسے سپاہی پیدا کیے جو دِین کی حفاظت کے لیے کفن بردوش ہو کر جانیں ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ عمل میں اُتر آئے، اُنہوں نے خود بھی قربانیاں پیش کیں اور دوسروں کو بھی قربانی اور جاں نثاری پر آمادہ کیا۔ اس تربیت گاہ سے تیار ہو کر نکلنے والوں نے مسلمانوں کے ذہنی جمود کو توڑا اُن کے عقائد درست کیے۔ اُن کے اعمال و اخلاق کی اِصلاح کی، جاہلوں اور گمراہوں کی جہالت و گمراہی سے مسلمانوں کو بچایا۔ جدوجہدِ آزادی میں حصہ لیا۔ آزادی کی شمع روشن کی۔ وقت کی اِستبدادی قوتوں سے پنجہ آزمائی کی۔ برٹش اِستعمار کے سحر و فسوں کو توڑا۔ اپنے دِین کی حفاظت کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دِی۔ صرف برٹش اِستعمار سے ہی نہیں ٹکرائے بلکہ اُن تمام فتنوں کا علمی عملی میدان میں مقابلہ کیا جو مسلمانوں میں پیدا کیے گئے۔ جن کے پیچھے انہی فرنگیوں کا ہاتھ تھا۔ انہی کی پشت پناہی سے وہ پروان چڑھتے تھے۔ انگریز مشنری، آریہ سماج، منکرینِ ختم نبوّت منکرینِ حدیث، دشمنانِ صحابہ، اہلِ بدعت کی تمام تر ترکنازیوں کے جواب میں علمی، لسانی جہاد اسی تحریکِ دیوبند کے فرزندوں اور خادموں نے کیا۔

انہی مراکز سے تعلیم یافتہ، خانقاہ رشیدیہ کے تربیت یافتہ اپنے وقت کے علماء و مشائخ کی شفقتوں کو سمیٹنے والے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو یقیناً اپنے زمانہ کے مجدد اور عظیم مصلح تھے نے جب اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا تو ہر طرف دِین سے دوری، عقائد کی خرابی، اعمال کے بگاڑ کو دیکھا اور دیکھا کہ لوگ شرک و بدعت اور جہالت و ضلالت کے بحرِ ظلمات میں ڈوبے ہوئے ہیں، تو اُن کے دِل پر چوٹ لگی اور وہ اُمت کی اِصلاح کے سلسلہ میں متفکر و پریشان رہنے لگے، جس کی وجہ سے اُن کے حساس دل میں ہر وقت ایک درد اور بے کلی کی سی کیفیت رہتی تھی، آپ نے محسوس کیا کہ عام دِین داری جو پہلے موجود تھی، اب ختم ہوتی اور سمٹتی

جارہی ہے، پہلے یہ عام دِین داری خواص تک اور مسلمانوں کی ایک خاص تعداد میں رہ گئی، پھراس کا دائرہ اس سے بھی تنگ ہوا اور اخص الخواص میں یہ دِین داری باقی رہ گئی پہلے جو خاندان اور قصبات وشہر رشد وہدایت کے مرکز سمجھے جاتے تھے اُن میں اِس قدر تیزی سے اِنحطاط آیا اور اِس قدر تنزل ہوا کہ اب اُن کی مرکزیت ختم ہوتی جارہی ہے، جہاں پہلے علم و عمل کی قندیلیں ہمہ وقت روشن رہتی تھیں اب وہ بے نور ہیں، دوسری بات یہ محسوس کی کہ علم چونکہ ایک خاص طبقہ تک محدود رہ گیا اِس لیے عام فضا یہ پیدا ہوگئی ہے کہ علم صرف چند لوگوں کے سیکھنے کی چیز ہے، اس کے لیے گھر بار وطن سب کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اِس لیے ہر ایک یہ کام نہیں کرسکتا، تیسری بات جو آپ نے محسوس کی وہ یہ کہ چونکہ علم دین محدود ہوگیا، اِس لیے دین لوگوں اور عوام الناس کے ذہنوں پر ایک ''ہوّے'' کی طرح مسلط ہے اور وہ اسے اِنتہائی مشکل چیز گردانتے ہیں، اُن کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ ترکِ دنیا دِین کا دوسرا نام ہے، اِس لیے وہ دِین سے مسلسل دور ہورہے ہیں اور دنیا میں اِس قدر مشغول ہوگئے ہیں کہ اس میں پھنس کر رہ گئے اور ستم یہ کہ اس دنیاوی زندگی پر وہ قانع ہوگئے اور صاف کہتے ہیں کہ ''اجی ہم تو دنیادار لوگ ہیں''۔

اِس لیے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ عوام الناس میں پھر سے دِین داری پیدا ہو، خواص کی طرح عوام میں بھی دِین کی تڑپ اور طلب پیدا ہو، ان میں بھی دِین کے سیکھنے اور سکھانے کا شوق وجذبہ انگڑائیاں لے، اس کے لیے وہ ضروری سمجھتے تھے کہ ہر ایک دِین سیکھے، کھانے پینے، پہننے اور دِیگر حوائجِ ضروریہ کی طرح اسے بھی اپنی ضروریات میں شامل کرے، یہ دِین اور اُس کی تعلیمات صرف چند افراد تک محدود نہ ہوں بلکہ ہر شخص اس میں حصہ لے اور یہ مدارس، مکاتب اور صرف خانقاہی نظام سے نہیں ہوگا کیونکہ ان سے تو وہ فیضیاب ہوسکتے ہیں جن میں پہلے سے طلب ہو اور وہ طالب بن کر خود مدارس ومکاتب اور خانقاہوں میں آئیں مگر ظاہر ہے ایسے بہت محدود لوگ ہوتے ہیں، اِس لیے مولانا رحمۃ اللہ علیہ ضروری سمجھتے تھے کہ اس دعوت وتبلیغ کے ذریعہ ایک ایک کے دروازے پر جاکر اس کی منتیں خوشامدیں کرکے اُن میں طلب پیدا کی جائے وہ اپنے گھروں اور اپنے ماحول سے نکل کر تھوڑا

ساوقت علمی ودِینی ماحول میں گزاریں تاکہ اُن کے دِل میں بھی سچی لگن اور دِین کے سیکھنے کی تڑپ پیدا ہو اور یہ کام اسی دعوت وتبلیغ کے انبیاء والے طریقہ سے ہوگا۔

اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ اس دعوت وتبلیغ سے جب عام فضا دِینی بنے گی، لوگوں میں دِین کی رغبت، اس کی طلب پیدا ہوگی تو مدارس وخانقاہی نظام اس سے کہیں زیادہ ہوگا بلکہ ہر شخص مجسم مدرسہ اور خانقاہ بن جائے گا۔ مرض الوفات میں جب امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لیے تشریف لائے تو اُن سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''شاہ صاحب! میں نے شروع میں مدرسہ پڑھایا (یعنی مدرسہ میں درس دِیا) تو طلباء کا ہجوم ہوا اور اچھے اچھے قابل استعداد طلباء کثرت سے آنے لگے۔ میں نے سوچا کہ ان کے ساتھ میری محنت کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ جو لوگ عالم مولوی بننے ہی کے لیے مدرسہ آتے ہیں، مجھ سے پڑھنے کے بعد بھی وہ عالم مولوی ہی بن جائیں گے اور پھر اُن کے مشاغل وہی ہوں گے جو عام طور سے اِختیار کیے جاتے ہیں، کوئی طب پڑھ کر مطب کرے گا، کوئی یونیورسٹی کا اِمتحان دے کر اسکول کالج میں نوکری کرے گا۔ کوئی مدرسہ میں بیٹھ کر پڑھاتا ہی رہے گا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر مدرسہ میں پڑھانے سے میرا دِل ہٹ گیا۔

اس کے بعد ایک وقت آیا جب کہ میرے حضرت نے مجھ کو اِجازت دے دِی تھی تو میں نے طالبین کو ذکر کی تلقین شروع کی اور ادھر میری توجہ زیادہ ہوئی۔ اللہ کا کرنا، آنے والوں پر اِتنی جلدی کیفیات اور احوال کا ورود شروع ہوا اور اِتنی تیزی کے ساتھ حالات میں ترقی ہوئی کہ خود مجھے حیرت ہوئی اور میں سوچنے لگا کہ یہ کیا ہورہا ہے اور اس کام میں لگے رہنے کا نتیجہ کیا نکلے گا، زیادہ سے زیادہ یہی کہ کچھ اصحاب احوال اور ذاکر وشاغل لوگ پیدا ہوجائیں گے، پھر لوگوں میں اُن کی شہرت ہوجائے گی تو کوئی مقدمہ جیتنے کی دعا کے لیے آئے، کوئی اولاد کے لیے تعویذ کی درخواست کرے، کوئی تجارت اور کاروبار میں ترقی کی دعا کرائے اور زیادہ سے زیادہ اُن کے ذریعہ بھی آگے کو چند طالبین میں ذکر وتلقین کا سلسلہ چلے، یہ سوچ کر ادھر سے بھی میری توجہ ہٹ گئی اور میں نے یہ طے کیا کہ اللہ نے ظاہر اور باطن کی جو قوتیں بخشی ہیں ان کا صحیح مصرف یہ ہے کہ ان کو اسی کام میں لگایا جائے

جس میں حضور ﷺ نے اپنی قوتیں صرف فرمائیں اور وہ کام ہے اللہ کے بندوں کو اور خاص طور سے غافلوں بے طلبوں کو اللہ کی طرف لانا، اور اللہ کی باتوں کو فروغ دینے کے لیے جان کو بے قیمت کرنے کا رواج دینا۔ بس ہماری تحریک یہی ہے اور یہی ہم سب سے کہتے ہیں یہ کام اگر ہونے لگے تو اب سے ہزاروں گنے زیادہ مدرسے اور ہزاروں گنی ہی زیادہ خانقاہیں قائم ہو جائیں، بلکہ ہر مسلمان مجسم مدرسہ اور خانقاہ ہو جائے اور حضور ﷺ کی لائی ہوئی نعمت اس عمومی انداز سے بٹنے لگے جو اس کے شایان شان ہے۔‘‘

(مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ۲۴۵)

اِسی لیے پورے زور شور سے اس کام کا داعیہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دِل میں پیدا ہوا، روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت اس کا امر ہوا، اور آپ نے پورے وثوق واعتماد اور توکل واخلاص کے ساتھ یہ کام شروع کیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عالمگیر تحریک جسے ظاہر میں لوگ صرف کلمہ ونماز کی تحریک کہہ کر اس کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کوئی معمولی تحریک نہیں بلکہ یہ اپنے اندر گہرائی رکھتی ہے اور یہ پورے دِین کے عملی زندگی میں نفاذ کی تحریک ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’مولانا کی دعوت بڑی عمیق اور اُصولی دعوت ہے، جو محض غلبہ حال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت وتوفیق کے ساتھ اُصولِ دین میں بہت گہرے غور و تدبر قرآن وحدیث کے عمیق مطالعہ وتفکر دین کے مزاج وطبیعت سے واقفیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرنِ اوّل کے طرزِ زندگی کے وسیع اور گہرے علم پر مبنی ہے اور وہ چیز منتشر اور غیر مربوط اجزا کا نام نہیں بلکہ مولانا کے ذہن میں اس کا ایک مرتب خاکہ ہے البتہ اس کے لیے ان کے نزدیک تربیت وتدریج بہت ضروری ہے۔‘‘

(مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت ۳۳)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اِس تحریک کے بارے میں فرماتے ہیں ’’حقیقت میں اس پورے نظام دعوت وتبلیغ میں بڑی ترقی وتنظیم کی گنجائش ہے اور اس میں زمانہ کے ساتھ چلنے اور مخالف دین تحریک اور دعوتوں کا مقابلہ کرنے اور عوام کے لیے اُن کا

بدل بننے کی بہترین صلاحیت ہے۔‘‘

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اس دعوت وتبلیغ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’تقسیم سے بہت پہلے انگریزوں کے راج میں اُن ہی کی شہ پر آریہ سماج کی تحریک ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی ایک تحریک شدھی سنگھٹن کے نام سے شروع ہوئی۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے بڑے زور سے اس کا مقابلہ کیا۔ علمائے دیوبند نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ کچھ دِن کے بعد تحریک سرد پڑ گئی۔ میوات کا علاقہ اس تحریک کا بڑا مرکز تھا۔ مختلف اِسلامی انجمنوں نے مبلغین ملازم رکھے۔ تحریک کے سرد پڑنے کے بعد اپنا بوریا بستر لپیٹ لیا۔ امام الہند حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ خاص اور مسترشد کے ذہن میں مستقل بنیادوں پر تبلیغ کا تصوّر آیا۔ اس زمانہ کے اکابر اور درد مندانِ ملت سے مشورے ہوتے رہے۔ پھر اس کو میوات کی تجربہ گاہ میں عمل کی کسوٹی پر رکھا گیا۔ آخر کار وہ مسلمانوں کی پستی اور دِین سے دوری کا ایک نسخۂ کیمیا ثابت ہوا۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے ایک کیفیت کے طور پر داعیہ تبلیغ کو وارد کیا اور اس کو ان کا حال بنا دیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کے بعد اُن کے فرزندِ عظیم یعنی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں علم وعمل اِخلاص وللّٰہیت اور اِسلام کے سارے اُصولوں کی یہ تحریک وسیع ہوئی، عجم سے نکل کر عرب گئی اِس طرح پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آ گئی۔ آج چین، جاپان، روس، ہنگری، برطانیہ، فرانس، امریکہ، ہندوستان، پاکستان کے مختلف شہروں میں تقریباً ایک لاکھ آدمی دِین اور اُس کی سر بلندی کے لیے متحرک ہیں۔ ہزاروں آدمی اِیمان ویقین اور اِخلاص وعمل کی دولت سے اپنے دامن بھر رہے ہیں۔ مخالفتیں بھی ہوئیں اور ہوں گی اپنے پرائے سب ہی اس میں حصہ لیتے ہیں، لیکن اس سیلِ بے کراں کے سامنے ان کی مخالفتیں پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ اِیمان ویقین، اِخلاص وعمل کا یہ کارواں رواں دواں ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نظرِ بد سے بچائے اور مسلمانوں کی اس آخری اُمید کو قائم ودائم رکھے۔

(ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ، نومبر ۱۹۸۵ء)

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ جل ذکرہٗ عالمین کا رب ہے اس کی ربوبیت کے کرشمے ظاہر ہیں لیکن اِتنے عجیب وغریب کہ عقل حیران ہے، جسمانی ربوبیت کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں، صرف روحانی ربوبیت کو دیکھئے کہ نبوّت ختم ہوچکی ہے، علماءِ امت کی مساعی اوّل تو ناکافی ہیں پھر جتنی کچھ ہیں وہ بھی کامیاب نہیں اور نئی نسل کی تباہی اور گمراہی کے لیے بیسیوں فتنے موجود ہیں، تھیٹر، سینما وغیرہ وغیرہ اخلاق کی قربان گاہ تھے ہی اب تو بے دِینی کے اِنتہائی غلبہ اور تسلط کی وجہ سے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بھی جو حال ہے وہ آپ کو معلوم ہے، اخبارات میں روزانہ اس کی خبریں آپ پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ وہ ممالک جو فحاشی اور بے حیائی کے مرکز ہیں، امریکہ برطانیہ وغیرہ ان ممالک سے مواصلات اور رسل ورسائل کی آسانی کی وجہ سے فتنوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا کرشمہ یوں ظاہر ہوا ہے کہ ان عالمگیر فتنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا یہ نظام جاری فرمادِیا، یہ وہ نظام ہے جو عالمگیریت چاہتا ہے، اس میں عالم بھی کھپ جاتا ہے اوران پڑھ بھی، امیر بھی اور غریب بھی، تاجر بھی اور صناع بھی، کالا بھی اور گورا بھی، مشرقی بھی اور مغربی بھی، اگر اس زمانے میں یہ تبلیغی نظام جاری نہ ہوتا تو گویا اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا کمال ظاہر نہ ہوتا، ورنہ ہمارے مدارس، تعلیمی ادارے، اسکول وکالج جتنے آدمی تیار کرتے ہیں وہ تو اس عالمگیر سیلاب کے لیے کافی نہیں تھے، یہ تبلیغ والے ایک گشت لگاتے ہیں، سیلاب کے طریقہ سے آتے ہیں اور دو چار پانچ دس آدمیوں کی ہدایت کا سامان بن جاتے ہیں، کہیں کسی کو امریکہ سے پکڑ لاتے ہیں، کہیں لندن سے، مصر کے صدر ناصر نے پانچ ہزار مبلغ بھیجے اور سالانہ کروڑوں روپیہ اُن پر صرف ہوتا ہے لیکن اُس سے پوچھئے کہ کتنے لوگوں کو صحیح مسلمان بنایا؟ ادھر تبلیغی نظام کی برکات آپ کے سامنے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کی ہدایت کے لیے یہی نظام ذریعہ بن گیا تو اللہ پاک نے تبلیغی جماعت کا جو نظام جاری فرمایا ہے یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کا ایک کرشمہ ہے، جو اللہ پاک نے اس اُمت کے اندر ظاہر فرمایا ہے تاکہ اللہ کی حجت پوری ہوجائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ رہے کہ میرے پاس فرصت

نہ تھی، اللہ نے یہ نظام ہی ایسا جاری فرمایا کہ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس میں کھپ سکتا ہے، اس نظام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دِیا کہ تمہارے ذمے اس پیغام کا پہنچانا ہے، اگر کسی کو ''لا اله الا الله محمد رسول الله'' یاد ہے وہ یہی دوسرے بھائی کو سکھادے، کسی کو سبحانك اللهم یاد ہے وہ سکھادے کیونکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یہ بھی یاد نہیں، تو اللہ رب العالمین کی ربوبیت کا جیسا مادی نظام ہے ایسا ہی تبلیغی جماعت کا وجود میرے نزدیک روح کی غذا اور آخرت کی تیاری کے لیے اللہ کا روحانی نظامِ ربوبیت ہے۔''

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھتے ہوئے تحریر فرمایا:

''نماز، روزہ، قرآن، اِنقیاد مذہب اور اِتباع سنت کا نام لینے اوران چیزوں کا تذکرہ کرنے سے ان چیزوں کے ساتھ عالمِ اسلام میں تمسخر اور مضحکہ و استحقاف کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رہتا۔ اُمورِ مذکور کی حرمت وعظمت کی طرف دعوت دینے ہی پر اس تبلیغ کی تحریک کا دارومدار ہے اور یہی اس کی بنیاد ہے کہ استحقاف سے تعظیم کی طرف قصائے عالم کے اِنقلاب کی کوشش کی جائے۔'' (مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت ۲۳۳)

یہی حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''آج خیر وشر، نیکی وبدی کا اِمتیاز تک باقی نہیں رہا، آج کے دور میں ہم سب مل کر یہ کام انجام دے لیں کہ اُمت خیر وشر کا اِمتیاز کرنے لگے تو بڑا کام ہوجائے۔ نمازوں کی تشکیل، زکوٰۃ کا نظام، روزہ، رمضان کا اہتمام، فریضہ حج کے آداب کی تکمیل اور تمام اخلاقی اور معاشی سدھار کا مسئلہ آگے کا مرحلہ ہے۔'' (سوانح یوسف ۲۷۶)

ایک موقع پر اِرشاد فرمایا:

''تبلیغ کا مقصد کسی خاص چیز کی اِشاعت نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے ہمیں ہر اس چیز کو زندہ کرنا ہے جس کو حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کی فلاح کے لیے لے کر آئے اور تدریجی طور پر ہم مسلمانوں کی اِستعداد کے مطابق عمل پر ڈالتے رہے۔ اس سب کی بنیاد اللہ کی رضا کے لیے گھر بار چھوڑنے کی عادت کو عمومیت دینا ہے۔ جتنی یہ چیز عام ہوجائے گی حق تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں عام طور پر نازل ہونی شروع ہوجائیں گی۔ (سوانح یوسف ۲۷۷)

البتہ اس کے لیے اُن کے یہاں ایک تربیت ہے۔ اُن کا فرمانا یہ ہے کہ لوگ گھروں سے نکل کر دِینی ماحول میں آ کر کچھ وقت صرف کریں تا کہ اُن میں دِین کی طلب پیدا ہو۔''

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالمِ دین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''مولوی جی! یہ کام قرنِ اوّل کا ہیرا ہے اس کے لیے اپنی جانیں قربان کر دو اور اپنا سب کچھ مٹا دو اس کے لیے جتنا زیادہ قربان کرو گے اتنا زیادہ پاؤ گے۔''

(مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ۱۴۵)

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں آپ نے تحریر فرمایا:

''جب تک تبلیغ کے لیے چار چار مہینے ملک در ملک پھرنے کو اپنی قوم میں جزوِ زندگی بنانے کی کوشش کے لیے پورے اہتمام کے ساتھ آپ کھڑے نہیں ہوں گے اس وقت تک قومیت صحیح دِین داری کا مزہ نہیں چکھے گی اور حقیقی اِیمان کا ذائقہ نصیب نہیں ہوگا۔'' (ایضاً ۹۵)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس کام کو دِین کی بنیاد و اساس سمجھتے تھے اور اُن کا یقین تھا کہ اس سے دِین کے تمام شعبوں کے احیاء میں اور دِین کے احکام کو عملی طور پر زندگیوں میں لانے میں مدد ملے گی اور اس دور میں یہی ایک واحد طریقہ تھا، جس سے بے طلبوں میں طلب اور غافلوں میں دِین کی تڑپ پیدا کی جاسکتی ہے۔ اِسی لیے اس پر آپ نے خوب محنت کی، اپنا سب کچھ قربان کر دِیا اسے اپنا دردِ دل بنا کر ہمہ وقت اسی کی فکر کی۔ پوری قوت اور پورے یقین سے اس کی دعوت دی۔ دعوت و تبلیغ کے علاوہ ہر بات ہر فکر سے وہ اپنے آپ کو آزاد کر چکے تھے، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو تڑپ، جو لگن، جو جذبہ، جو شوق و اِضطراب اور بے قراری تھی اس کا اندازہ اُن کے اس ایک خط سے لگایئے جو آپ نے ایک مدرسہ کے ذمہ دار کو تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے اس میں لکھا:

''میں کون سی قوت سے سمجھاؤں اور کون سی زبان سے بیان کروں اور اس کے علاوہ کون سی قوت سے اپنے دماغ میں بساؤں اور متیقن اور بدیہی امرِ معلوم کو معلوم اور مجہول کو معلوم کیونکر بناؤں، میرے نزدیک صاف صاف ان فتنوں کے دریائے اٹک اور ان ظلمات کی جمنا کے دھارے کو روکنے کی سدِ سکندری سوا میری والی تحریک میں قوت کے ساتھ اپنی قوت جہد کو اور اندرونی جذبات کو اور ہمت کے ساتھ جملہ مساعی کو متوجہ کر دینے

کے کوئی صورت نہیں۔ غیب سے اِس تحریک کی صورت کا نمایاں ہو جانا ہی صرف اس وبا کا علاج ہے، جیسا کہ عادتِ ازلیہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ وبا کے مناسب علاج بھی پیدا فرمایا کرتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں پیش کیے ہوئے علاج اور نعمت کا توجہ سے اِستقبال نہ کرنا کچھ بہتر نہیں ہوا کرتا۔''

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں آپ سے کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کس بے کلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔ میرے عزیز دوست! بات یہ ہے کہ اِس تحریک میں کھڑے ہونے سے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اُس کے قرب اور اُس کی نصرت اور اُس کا فضل و کرم کھلا اور کثرت سے نظر آتا ہے، وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اِس قدر بڑے مہمان کا اِستقبال اور اِکرام اور تشریف اس کے مناسب نہ ہو کر موجبِ حرمان و خسران و بدنصیبی نہ ہو۔''

مگر مولانا اِس غم اور سوز سے اندر ہی اندر گھلتے تھے، حتی الامکان شکایت زبان پر نہیں لاتے تھے، کسی کو اِلزام دینا مولانا کے مسلک اور اُصول کے خلاف تھا، بلکہ اگر غیر علماء میں سے کوئی ان حضرات کی سرد مہری کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ جب تم سے اِس کام کے لیے اپنے وہ مشاغل اور دلچسپیاں نہیں چھوڑی جاتیں جن کے متعلق خود تمہارا خیال ہے کہ وہ دنیاوی ہیں تو یہ حضرات اپنے مشاغل اور دلچسپیاں کیسے چھوڑ دیں جن کے متعلق ان کا یقین ہے اور حق ہے کہ وہ دِینی ہیں۔ تم سے اگر دوکان نہیں چھوری جاتی تو ان سے مسندِ درس کے چھوڑ دینے کی توقع کیوں کرتے ہوئے اور اس پر تمہیں اُن سے کیوں شکایت ہے۔''

(مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ۱۱۳۔۱۱۴)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت و تبلیغ کو مقصدِ زندگی بنا لیا تھا، اسی کے لیے سوچتے، اسی کے لیے تڑپتے، ہر وقت یہی دھن سوار رہتی اور اسی فکر میں آپ کے رات دِن گزرتے۔ عوارض تو شروع سے ساتھ لگے ہوئے تھے مگر اس درد و بے کلی اور اس تڑپ نے آپ کو کمزور کرنا شروع کر دِیا اور مستقل بیماری کی شکل اِختیار کر لی۔ ضعف بڑھتا گیا، یہاں تک کہ چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا دشوار ہو گیا۔

۸/ جولائی ۱۹۴۴ء کو بارش ہوئی ۔ بارش کی وجہ سے ہوا میں کسی قدر خنکی تھی ۔ آخری ایام میں چونکہ مرض کی شدت اور دِل کی حرارت سے گرمی زیادہ محسوس ہوتی تھی اِس لیے آپ کے اِصرار پر دیر تک چارپائی باہر رہتی جس سے نمونیہ ہوگیا اور آپ کی بیماری میں مزید اِضافہ ہوگیا، مرض بڑھتا ہی رہا، آپ پر غشی طاری رہنے لگی، جب کبھی ہوش آتا تو پوچھتے ''فلاں صاحب ہیں اُن سے پوچھو وہ اپنے علاقے میں کام کریں گے''، یہ چراغِ سحری تھا جو گل ہونے سے پہلے ایک بار تیزی سے بھڑکنا چاہتا تھا، ۱۰/ جولائی کی شام تھی وصیت کی کہ: علماء اِس کام کو اہمیت دیں اور اس میں اِشتغال رکھیں ۔

۱۱/ جولائی کی صبح کو پروانوں کا ہجوم تھا، محفل پر سناٹا طاری تھا، دِل ہی دِل میں ذکر ہو رہا تھا، شمعِ محفل بہت دِھیمے انداز میں روشنی دے رہی تھی، ہر ایک محسوس کر رہا تھا کہ بس اب محفل تاریک ہونے والی ہے، ڈاکٹر بیان دے چکا تھا کہ ایک ایک کر کے تمام اعضاء ماؤف ہو چکے ہیں، صرف قلب کی طاقت اُن کو تھامے ہوئے ہے، جسمانی قوت ختم ہو چکی ہے ۔ صرف روحانی قوت کے سہارے زندہ ہیں ۔

دِل کو بھی شاید کسی بات کا اِنتظار تھا، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس کام کے لیے اتنی محنت کی تھی جس کام کے لیے آپ نے آرام چھوڑ دِیا، جس کی وجہ سے آپ کی نیند اُڑ چکی تھی، جس نے آپ کو پگھلا کر رکھ دِیا تھا، جس کے غم میں آپ گھلتے رہے تھے، جس کی آگ آپ کے سینے میں دہکتی رہی تھی، کیا اسے اسی طرح بے آسرا چھوڑ جاتے؟ کیا آپ کا دِل یہ گوارہ کر لیتا کہ کوئی بندوبست کیے بغیر اپنی حرکت بند کر دے، نہیں! حرکتِ قلب اسی اِنتظار میں تھی ۔ اور اسی شخص کی تلاش میں تھی جو آپ کے بعد اس کام کو نہ صرف یہ کہ سنبھال لے بلکہ اُسے آگے بھی بڑھائے ۔

اور صرف حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے اہلِ دل اور اللہ کے نیک بندے جنہیں اِس کام سے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا وہ سب اسی فکر میں تھے، اسی فکر و پریشانی میں مبتلا مخلص دوست جن کو اس کام سے دِلی لگاؤ تھا اور وہ کئی دِن سے اسی پریشانی میں تھے کہ حضرت کے بعد اِس کام کو کون سنبھالے گا جب خود اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

تو کچھ دن قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا حالِ دل کہہ سنایا صرف اپنی پریشانی کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ بصد اصرار حضرت شیخؒ سے درخواست کی کہ آپ ہی ایک موزوں شخصیت ہیں اس کام کو سنبھالنے کے لیے اور حضرت شیخؒ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا:

''مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے سب اِس سوچ میں ہیں، لیکن یہ بات ایسی نہیں کہ ہم اور آپ اِس کا کوئی اِنتظام کر لیں اور وہ ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لیے مرتے مٹتے ہیں، یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا ۔ ان کے بعد بھی ان کے کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے اُمید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد ان شاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا ۔ مشائخ کے یہاں خلافت و اِجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور اِنتظامی شکل ہے ۔ خلافت و اِجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہوگئی ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ ان شاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا ۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہوا نظر نہیں آتا جس سے توقع کی جا سکے کہ اس کے ذریعہ اس بندہ کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا، لیکن اس بندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعتاً اس کی طرف منتقل ہوگئی ۔

ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ اِنتقال بہت غیر معمولی خارقِ عادت قسم کا ہوتا ہے ۔ حضرت چچا جان کے لوگوں میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور اُن کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا ۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ سے پوری اُمید ہے کہ وہ ان کے کام کو ضائع نہیں فرمائے گا، اِس لیے مجھے توقع ہے کہ غالباً یہاں دوسری شکل واقع ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی، پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا، اور پھر ان شاء اللہ یہ کام اسی سے لیا

جائے گا''۔ (سوانح یوسف:۴۰۲)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام میں سے چند معتمد علیہ حضرات کو اِجازت وخلافت سے سرفراز فرماتے ہوئے ان اکابر سے اِرشاد فرمایا کہ ان میں سے مشورہ سے جس کے متعلق طے ہوجائے میرے سامنے ہی اس سے بیعت کرادو۔

ان حضرات میں حافظ مقبول حسن صاحب، قاری داؤد صاحب، مولانا احتشام الحسن صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن اور مولانا رضاء الحسن کے نام تھے۔

حضرت شیخ نے یہ سن کر فرمایا کہ: ''حافظ مقبول صاحب کو نائب بنایا جائے کہ بہت پہلے سے اجازت یافتہ ہیں اور کافی عرصہ سے اِنہماک کے ساتھ ذکر وشغل میں مصروف ہیں''۔

''نہیں میری رائے میں تو صاحبزادہ مولانا محمد یوسف صاحب اس کام کے لیے زیادہ مناسب ہیں'' حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے اپنی رائے دیتے ہوئے فرمایا۔

دونوں رائے سن کر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اہلِ میوات جتنا مولوی محمد یوسف پر جمع ہوسکتے ہیں اور کسی پر نہیں ہوسکتے''۔

''بس تو پھر عزیز مولوی محمد یوسف کو متعین سمجھو'' حضرت شیخ نے ایک طرح سے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا۔

دِیگر اکابر کو اس کی خبر پہنچی تو اُنہوں نے بھی اس فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا:

''حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کے لیے ''القول الجمیل'' میں جو شرائط لکھی ہیں وہ سب الحمدللہ ''صاحبزادہ مولانا محمد یوسف صاحب'' میں پائی جاتی ہیں، ماشاءاللہ وہ عالم ہیں، متورع ہیں اور علومِ دینیہ میں مشغول ہیں''۔

یہ سن کر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بے قرار دِل کو قرار آگیا، انہیں اِطمینان نصیب ہوا اور اس کا اِظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر تم لوگوں کا یہی اِنتخاب ہے تو اللہ تعالیٰ اسی میں خیر و برکت فرمائے گا مجھے تم لوگوں کا یہ فیصلہ منظور ہے مجھے پہلے بڑا کھٹکا اور بے اِطمینانی تھی اب بہت اِطمینان ہوگیا، اُمید ہے ان شاءاللہ میرے بعد کام چلے گا''۔

۱۲؍جولائی کا دِن گزر چکا تھا، رات سر پر تھی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے بے چین دِل نے جب دیکھا کہ بندوبست ہوچکا ہے تو اس مسافر نے سفرِ آخرت کی تیاری شروع کر دِی۔

فجر کی اذان سے قبل حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے جان جاں آفریں کے سپرد کی اور یہ تھکا ہارا مسافر جسے کبھی سکون کی نیند نصیب نہیں ہوئی تھی آج وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ چہرے پر انوارات وتجلیات کی بارش تھی۔ اور عجیب طرح کا اِطمینان تھا جو ہر شخص محسوس کر سکتا تھا۔

فجر کی نماز کے بعد دھڑکتے دِلوں کے ساتھ، آہوں سسکیوں اور آنسوؤں کے درمیان حضرت مولانا صاحبزادہ محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی جانشینی عمل میں آئی، حضرت شیخ الحدیث صاحب نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عمامہ مولانا صاحبزادہ محمد یوسف صاحب کے سر پر باندھا اور اپنے پاس بٹھا کر بیعت لی جو اُن کی پہلی بیعت تھی، حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی تجہیز وتکفین کا اِنتظام ہو رہا تھا۔ پورے مرکز پر افسردگی چھائی ہوئی تھی، ہر شخص غم و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا۔ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجمع کو تسلی دیتے ہوئے مختصر تقریر کی۔ اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب تشریف لائے۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے جن پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا، چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، دِلِ حزین کے ساتھ: ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل'' والی آیت پڑھی اور اس کی تشریح انتہائی دل نشیں انداز میں فرمائی۔ خود بھی روئے مجمع کو بھی تڑپایا اور اپنی تقریر سے اُن کے دِلوں کو خوب گرمایا۔

اور ان سب میں نئی روح پھونک دِی جس سے افسردگی کی جگہ عزم وہمت نے لے لی۔

عصر ومغرب کے درمیان تدفین ہوئی۔ رات بڑی بے کلی میں کٹی فجر کی نماز حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب نے پڑھائی اور فجر کے بعد اُس مقام پر کھڑے ہوگئے جہاں اُن کے والدِ ماجد بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کھڑے ہوکر ایک عرصہ تک اپنی عرفانی اور ایمانی تقریروں سے لوگوں میں اِیمان وایقان کا جذبہ پیدا کرتے رہے تھے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی جب اُس مقام پر کھڑے ہوئے تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کر کے کتنی ہی آنکھیں نم ہوگئیں۔ کتنے دِل تڑپ اُٹھے کہ روزانہ یہاں اُن کا قائد، اُن کا پیشوا، اُن کا روحانی باپ کھڑے ہو کر اُنہیں دعوت وتبلیغ کے

لیے آمادہ کیا کرتا تھا مگر اب آنکھوں کو وہ نورانی چہرہ کہاں نظر آئے گا۔ اُن کے کان جس آواز کے عادی اور مانوس ہو چکے تھے وہ آواز اب کہاں کانوں میں پڑے گی۔ اور پھر ''حضرت مولانا محمد یوسف صاحب'' ان کی تو عمر بھی اتنی نہیں، نہ انہیں اس کام سے بہت زیادہ شغف رہا ہے کیا وہ اس مقام کا حق ادا کر سکیں گے۔ ان کے ناتواں کندھے اس بوجھ کو سہار لیں گے جو ان پر ڈال دِیا گیا ہے۔ اسی غم وحزن اور اُمید و یاس کی حالت میں لوگ سر جھکائے بیٹھے تھے۔

مگر جب مولانا محمد یوسف صاحب نے بیان شروع کیا تو سب سننے والے حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کیا یہ وہی مولانا یوسف ہیں جو اس سے قبل تھے۔ اس سے پہلے وہ زیادہ تقریر کیا ہی نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی تقریر کرتے تو وہ خالص علمی تقریر ہوتی تھی مگر آج تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ان کے قلب پر فیضانِ الٰہی کا نزول ہو رہا ہے، مضامین کی آمد کا عجب عالم ہے۔ آواز میں دبدبہ اور جوش ہے اور ایمان و یقین کا چشمہ سینے سے پھوٹ رہا ہے، ہر ایک یہی محسوس کر رہا ہے کہ مولانا محمد یوسف کی زبان سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بول رہے ہیں۔ اسی درد کا اِظہار ہو رہا ہے، ان کی باتوں میں وہی جذبہ، وہی بے قراری وہی اِضطراب پایا جا رہا ہے جو حضرت مولانا الیاسؒ کی باتوں میں ہوتا تھا۔ مولانا محمد یوسف نے مجمع کے سامنے اپنا دِل نکال کر رکھ دِیا اور اپنے اِیمان و یقین سے ان تمام لوگوں کے دِلوں میں ایک نیا عزم و حوصلہ پیدا کر دِیا جو کچھ دیر قبل حضرت مولاناؒ کے اِنتقال سے پژمردہ اور افسردہ بیٹھے ہوئے تھے۔

مولانا محمد یوسف صاحب جو علمی اِشتغال زیادہ رکھتے تھے مگر مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کے بعد اُن کی نسبت اِس طرح منتقل ہوئی کہ اسے ہر عام و خاص نے محسوس کیا اور مولانا محمد یوسف جو اس سے پہلے (دعوت وتبلیغ کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے تھے) اب ایسے تبلیغ و دعوت کے کام میں منہمک ہوئے کہ یہ کام اُن کا اوڑھنا بچھونا بن گیا۔ ہر وقت اسی کی فکر، ہر وقت اسی کے لیے کوشش و محنت اس کام کے لیے ہر کام بھلا دِیا۔ اپنے والد صاحب کا جنازہ اس وقت تک اُٹھانے نہیں دِیا جب تک لوگوں نے چلے کے لیے اپنے نام نہ لکھوا دیئے۔

اس دعوت کے ساتھ خصوصی تعلق بڑھتا گیا جس نے اِستغراق، خود فراموشی اور والہیت و جذب کی کیفیت پیدا کر دِی تھی۔ ان کو اپنے کام سے عشق تھا۔ سال کے بارہ مہینے اور مہینے کے

تیس دِن فجر کے بعد ڈھائی تین گھنٹے کی تقریر فرماتے اور پورے زور وشور سے اور اِنتہائی جذبے، لگن اور تڑپ کے ساتھ دعوت دیتے ہر تقریر میں سننے والا یہی محسوس کرتا کہ وہ آج ہی کہہ دینا چاہتے ہیں، اپنے درد دِل کا اِظہار ہی نہیں بلکہ اپنا دِل چیر کر سامنے رکھ دینا چاہتے ہیں۔

اِس معمول میں کبھی ناغہ نہ ہوتا، دھوپ، گرمی، سردی، ضعف، بیماری، سفر وحضر ہر حالت میں وہ اپنا فریضہ انجام دیتے، تقریر کے بعد مجلسی گفتگو ہوتی۔ اس میں بھی موضوع یہی دعوت کا کام ہوتا اور اس مجلسی گفتگو میں بھی اسی جوش وخروش کے ساتھ اپنی بات لوگوں کے دِلوں میں اُتارنے کی کوشش فرماتے، جماعتوں کے رخصت کرنے کا وقت آتا تو پھر اسی جذبہ کے ساتھ بھرپور انداز میں دعوت، اس کے لیے ہدایات، اور نصائح کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ہر مرتبہ سننے والے یہ محسوس کرتے کہ یہ شخص اپنی بات کا صرف ابھی بیان کر رہا ہے اس سے پہلے کبھی اسے بات کرنے کا موقع نہیں ملا، حالانکہ وہ دِن بھر اور روزانہ یہی دعوت دیتے اور اپنی بات لوگوں تک پہنچاتے تھے۔

سفر میں اُن کا یہ مجاہدہ اور مشقت بڑھ جاتی تھی۔ خصوصاً حرمین کے سفر میں تو اُنہیں اپنا ہوش ہی نہیں رہتا تھا۔ ہر وقت دعوت، ہر وقت اس کی بات، ہر وقت اس کی فکر، سفر میں نہ وقت کی تحدید تھی، نہ تقریروں اور بیانات کی تعداد، صرف بیانات روزانہ آٹھ آٹھ گھنٹے ہوتے، مجلسی گفتگو اس کے علاوہ جس کا موضوع بھی یہی دعوت وتبلیغ ہوتا تھا۔

معلوم یہ ہوتا تھا کہ اس شخص کو اُمت کی فکر اور اُس کے غم کے علاوہ نہ کوئی فکر ہے اور نہ کوئی غم اور یہ فکر اور اُمت کی اصلاح کا غم ان پر اس قدر طاری تھا جس نے ان میں ایک عجیب طرح کی بے قراری پیدا کر دِی تھی، کسی لمحے انہیں قرار نہ تھا، ہر وقت ایک سیمابی کیفیت طاری رہتی۔ اُن کے بیانات میں بھی یہ درد جھلکتا اور اُن کی دعاؤں میں بھی یہی سوز، یہی رقت اور یہ تڑپ نظر آتی وہ خود بھی اُمت کے غم میں روتے اور تمام حاضرین کو بھی رلاتے۔ سب کی ہچکیاں بندھ جاتیں، دعا کرتے کرتے آواز ساتھ چھوڑ دیتی، سینہ تھک جاتا، سننے والوں کو ترس آنے لگتا، اُن کی دعا کا محور بھی یہی دعوت کا پیغام اور اس کا عام کرنا ہوتا تھا۔ اسی اضطرابی کیفیت نے اُنہیں چین سے بیٹھنے نہیں دِیا اور وہ اپنا یہ درد، یہ اِضطراب لے کر قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر پھرتے رہے، دنیا کا کوئی گوشہ اُنہوں نے نہیں چھوڑا جہاں یہ آواز پہنچانے کی

کوشش نہ کی ہو، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی اِس بےقراری اور اِضطراب کا مکمل نقشہ تو کوئی بیان ہی نہیں کرسکتا مگر اس کی ہلکی سی جھلک دکھاتے ہوئے مولانا محمد ثانی حسنیؒ لکھتے ہیں:

''اِضطراب و بےقراری نے مولانا کی زندگی کے سارے گوشوں کو گھیر لیا تھا، اُن کی زبان کھلتی تو دِینی دعوت اور مسلمانوں کی زبوں حالی، کام کی ضرورت پر کھلتی، اُن کی آنکھیں ان افراد کو تلاش کرتیں جو اپنا عزیز وقت دِین کے لیے دینے آئے ہوں۔ اسی فکر میں سوتے بھی تھے اور جاگتے بھی تھے اور مہمان آتا تو یہی فکر پاتا۔ چائے بعد کی گفتگو گھنٹوں چلتی، آدھی آدھی رات تک اسی میں غلطاں و پیچاں رہتے، کسی کی بات سنتے تو ایک آہ سرد بھر کر اپنی بات کہنے لگتے، اکثر بےچین ہو ہو کر اِرشاد فرماتے: ''ہائے اللہ! میں کیا کروں!''۔

اور کبھی فرماتے: ''کاش دنیا کا کوئی خطہ ایسا مل جاتا جہاں اِسلام اپنے صحیح خدوخال کے ساتھ نظر آتا''۔

کبھی لبوں پر مسکراہٹ آجاتی مگر دِل اِضطراب و بےکلی سے چور چور ہوتا، معلوم ہوتا کہ دِل میں ایک آگ سی لگی ہے جس نے مولانا کے سارے جذبات واحساسات کو جلا کر راکھ کر دِیا ہے۔

بات کرتے کرتے آستین چڑھا لیتے، تھوڑی تھوڑی دیر بعد آہ بھرتے جو درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہوتی، اِضطراب و بےکلی نے ایک سیمابی کیفیت پیدا کر دِی تھی جنہوں نے قریب سے نہیں دیکھا اُن کو سمجھنا مشکل ہے۔ مولانا اِس دور میں اللہ کی ایک زبردست نشانی تھے اُنہیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درد و فکر کو سمجھنا آسان ہو جاتا تھا۔ (سوانح یوسف: ۲۷۴)

وہ شخص جو ہر وقت اُمت کی فکر میں رہتا تھا اور کبھی اپنی فکر نہیں کی جو شمع کی مانند خود پگھلتا رہا مگر مخلوقِ خدا کو روشنی پہنچاتا رہا۔ جس نے اپنا تن من دھن سب کچھ لوگوں کو ہلاکت سے بچانے، اُنہیں سیدھا راستہ دِکھانے، اُنہیں اپنے رب سے ملانے کی جدوجہد میں قربان کر دِیا، جس کے سینے میں ہمیشہ اُمت کا غم پلتا رہا، جو اُمت کی فکر میں سراپا درد بن گیا تھا، اسی اُمت کی فکر میں اس نے اپنے آپ کو بیماریوں کی آماجگاہ بنا لیا تھا۔ جس نے صرف اور صرف لوگوں اور

اُمت کی فکر میں اس وقت بھی اپنے گھر کی خبر نہیں لی جب اس کی محبت کرنے والی اہلیہ موت و زیست کی کشمکش میں تھی۔ اُنہیں اتنی فرصت ہی نہیں تھی کہ وہ اپنی اہلیہ کی خبرگیری اور تیمارداری کرتے، جو شخص اُمت کے غم میں راتوں کو روتا، بلکتا، تڑپتا تھا جو رات دِن یا تو اپنے بیان سے لوگوں میں اِیمانی حرارت پیدا کرنے کی کوشش کرتا یا پھر اپنے رب کے حضور ہاتھ اُٹھا کر، اپنی ناتوانی اور ضعف کا اِظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کی ہدایت، عافیت اور اُن پر رحمت وشفقت کی اپنے رب سے بھیک مانگتا اور اس قدر الحاح وزاری کرتا کہ سننے والے بھی اسی کیفیت و اثر میں ڈوب جاتے ان کی دعا کا کیا حال ہوتا تھا۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا ثانیؒ لکھتے ہیں:

''مولانا ہر خطاب کے بعد دعا فرمایا کرتے تھے، دعا بھی کیسی؟ اِتنی طاقت ور اور مؤثر کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ سب سے پہلے خدا کی صفات بیان فرماتے، اس کے بعد قرآن وحدیث کی دعائیں پڑھ کر اپنے ضعف و ناتوانی کا اِظہار فرماتے اور اِسلام اور مسلمانوں کی عافیت اور اُن پر رحمت وشفقت کی درخواست فرماتے اور فساد کے مٹنے اور مفسدین کی ہدایت یا ہلاکت کی اِلتجا کرتے اور ایک ایک کا نام لے لے کر خدا کے حضور عرض کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ خدا کا ایک برگزیدہ بندہ پورے دِل کی گہرائی اور یقین و اعتماد کے ساتھ دعا کر رہا ہے، ہزاروں کا مجمع ہر ہر جملہ پر آمین کہتا، ساری فضا ''آمین'' کی آواز سے گونج اُٹھتی، در و دیوار تھرا اُٹھتے، راہ گزرنے والا بھی مبہوت کھڑا رہ جاتا۔

سوائے مولانا کی دعا کے اور حاضرین کی آمین کے کوئی آواز دور دور تک نہ ہوتی، آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگتیں اور اِنسانوں کی چیخیں نکل پڑتیں، ہر سننے والا جوش ونشاط اور کیف وسرور میں ڈوب جاتا اور یہ یقین ہو جاتا کہ سینکڑوں فرشتے آمیں کہنے والوں کے ساتھ آمین کہہ رہے ہیں، دعا ختم ہوتی اور مجمع اسی طرح ساکت وصامت رہتا اور گھنٹوں دِلوں پر اثر رہتا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب حسنی ندوی کہتے ہیں:

''ماضی قریب میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے جانشین مولانا سید نصیرالدین کے متعلق بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ ان بزرگوں کی دعا کے وقت رحمتِ اِلٰہی جوش میں آتی نظر آتی، لوگوں پر ایک وارفتگی اور بےخودی کی کیفیت چھا جاتی اور بعضوں پر اِتنی رقت طاری ہو جاتی کہ وہ دِیوانہ وار جنگل کو نکل جاتے، یہی حال مولانا محمد یوسف صاحب کی دعا کی کیفیت، اس کے مضامین، آمد و جوش، رقت انگیزی اور تاثر کا تھا، جب مولانا

دعا کرتے تو حاضرین کا عجب حال ہوتا، خاص طور پر جب اُردو میں دعا کے الفاظ ادا
فرماتے تو آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آتا، دور دور سے رونے والوں کی ہچکیاں سننے میں
آتیں''۔ (سوانح یوسف)

آج یہی شخص بیمار ہے، اور بیماری اِنتہائی نازک صورتِ حال اختیار کرچکی ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر لوگوں کے دِل کیوں نہ تڑپ اُٹھتے اور اُن کے ہاتھ اپنے محبوب، اپنے قائد، اپنے رہنما کی صحت و عافیت کے لیے خود بخود کیوں نہ اُٹھتے۔ جس جس کو حضرت کی بیماری کی خبر ہوئی سب نے اپنے رب کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ یہ رات جو حضرت جی کی آخری رات ثابت ہوئی اِس طرح گزری کہ ہزاروں افراد جن کو اللہ نے درد و سوز عطا فرمایا تھا، جن کی دعاؤں میں اثر تھا رات بھر دعا کرتے رہے، رو رو کر اور تڑپ تڑپ کر انتہائی سوز و گداز کے ساتھ خوب آہ و زاری سے حضرت کی صحت و عافیت کے لیے دعائیں مانگتے رہے مگر حضرت جی کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ وہ اپنے حصہ کا کام کر چکے تھے۔ اِنتہائی ان تھک محنت کے بعد اب یہ تھکا ہارا مسافر آرام کرنا چاہتا تھا۔ اِس لیے تمام تدبیریں اور دعائیں حضرت کی زندگی میں ایک لمحہ کا اِضافہ نہ کرسکیں اور جانے والا جاتے جاتے بھی یہ درس دے گیا کہ موت و زندگی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ صحت و عافیت بھی اسی سے ملتی ہے وہ نہ چاہے تو کچھ نہیں ہوسکتا اِسی لیے اس کلمہ والی زندگی پر محنت کرو اور اپنے دِل میں یہ یقین بٹھا کر کہ سب کچھ اللہ کی ذات سے ہوتا ہے مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا اپنی زندگی اسی یقین کے مطابق بسر کرو۔

دِل کا دورہ تھا جس کا حملہ بڑی شدت سے ہوا تھا۔ مگر ڈاکٹر حضرات کی دواؤں سے وقتی طور پر افاقہ ہوا اور آپ نے کچھ گھنٹے سکون سے نیند بھی کی۔ صبح فجر کی نماز تیمّم کر کے اِشارے سے کمرے میں ہی پڑھی۔ نماز کے بعد کچھ دیر سو گئے۔

یہ چند گھنٹے قدرے سکون کے تھے مگر حضرت جی کو جیسے احساس ہو گیا تھا کہ بس اب آخری وقت ہے، اِس لیے بار بار اہلِ تعلق کے اِطمینان دِلانے اور تسلی دینے کے باوجود یہی فرماتے کہ فکر اس کی ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا''۔

اِس حالت میں بھی تبلیغی اور دعوتی کام کو اور زیادہ بڑھانے کے لیے نصیحتیں کیں، مولانا

انعام الحسن کاندھلوی کو کہا کہ: ''حیاۃ الصحابہؓ پر جو رقم لگی ہے اس کی زکوٰۃ ادا کردیجیے''۔

عین دوپہر کے وقت جب ظاہری آفتاب پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا، علم و عمل، زہد و تقویٰ اور اِیمان و یقین کا یہ آفتاب عالمتاب اپنی ضیاء پاشیوں سے ایک عالم کو منوّر کرتا ہوا غروب ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جنازہ بستی نظام الدین لایا گیا۔ جنازہ پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ سہارنپور سے پہنچے، نمازِ فجر کے وقت قبر کھودنا شروع کی، جنازہ رکھا ہوا تھا اور لوگ زیارت کے لیے اور نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کے لیے کھنچے چلے آرہے تھے۔ مجمع بڑھتا ہی جارہا تھا دوسری طرف مسجد میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے اور تشکیل کر رہے تھے۔ ۱۰ر بجے حضرت شیخ نے حضرت جی کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلوی صاحب سے اِجازت لے کر نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت جی کو اُن کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے پہلو میں مغربی جانب ۱۱ر بجے کے قریب سپردِ خاک کر دِیا گیا۔

آج ایک بار پھر یہی فکر دامن گیر تھی کہ دعوت و تبلیغ کا یہ عظیم کام جو صرف اللہ کے اعتماد، توکل، اِنتہائی بے سروسامانی اور کسمپرسی کی حالت میں شروع کیا گیا تھا اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے سوز دروں نے اس میں جان ڈالی اور یہ کام بڑھا اور پھر مولانا یوسف صاحبؒ نے دِن کا چین اور رات کا آرام قربان کر کے، اپنے یقین اور ایمان کی بدولت اور دعوت کے ساتھ اپنے اِنہماک و اِشتغال سے اُسے خوب پروان چڑھایا اور کام کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دِیا اب اِس کام کو کون سنبھالے گا اور یہ کام اپنی روح کے ساتھ کیسے جاری رہے گا؟۔

آج سے ۲۰، ۲۱ سال قبل بھی یہی فکر و پریشانی سامنے تھی اور آج پھر یہی سوال ذہنوں میں بار بار اُبھر رہا تھا مگر دونوں وقت کی صورتِ حال میں خاصا فرق تھا۔ اس سے قبل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی علالت اور شدتِ مرض کے دوران آپ کی وفات سے قبل یہ مسئلہ اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ سامنے آچکا تھا اور سوچنے والے بھی بڑے بڑے مشائخ اس وقت جمع تھے اور باہم مشورہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی حیات میں ہی جانشینی کا مسئلہ طے ہو چکا تھا، جس پر حضرتؒ نے اپنے اِطمینان کا

اِظہار کر دیا تھا مگر اِس مرتبہ تو صورتِ حال بالکل مختلف تھی، صورتِ حال کی نوعیت جداگانہ تھی۔ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی یوں اچانک سب کو حیران و پریشان چھوڑ کر عالمِ بالا کو سدھار جائیں گے، نہ ہی آپ کی بیماری کا عرصہ طویل تھا کہ پہلے سے سوچا جاتا اور غور وفکر کر کے مسئلہ کا کوئی حل تلاش کیا جاتا۔ صورتِ حال اِنتہائی نازک تھی کام کی رفتار اِنتہائی تیزی سے بڑھ رہی تھی صرف پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ عرب ممالک میں، یورپ و جاپان میں کام شروع ہو چکا تھا، ایسے نازک موڑ پر ضرورت تھی ایسی شخصیت کی جو اس تیز رفتار گاڑی کو سنبھال سکے اور صرف یہی نہیں کہ سنبھال سکے بلکہ اس گاڑی کو اسی رفتار سے آگے بڑھاتا چلا جائے۔ اور یہ کام وہی شخص سنبھال سکتا تھا جس میں وہی سوز و درد ہو جو امیرِ اوّل حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ میں تھا۔ وہی یقین، وہی اعتماد وتوکل ہو جو امیرِ ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ میں تھا۔ کام کو وہ خوب اچھی طرح سمجھا ہو، اس میں محنت وجد وجہد کا وہی جذبہ ہو جو ان دونوں حضرات کی زندگی کا حصہ تھا۔

سب کی نظریں اس شخص کی تلاش میں تھیں جو اس بارِ عظیم کو اُٹھا سکے اور امانت کا حق ادا کر سکے۔ اس کام کے سرپرستِ اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کا سایۂ شفقت ابھی تبلیغ والوں کے سروں پر قائم تھا اور وہ اپنی اس خوش بختی پر نازاں تھے کہ وہ اس عظیم الشان اِنسان کی شفقتوں و محبتوں، قیمتی مشوروں اور ہر نازک مرحلہ پر ان کی آراء سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اس موقع پر بھی اُنہوں نے دستگیری فرمائی اور ممتاز عالمِ دین، مشائخ کے صحبت یافتہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب کا نام امارت کے لیے پیش کیا۔

اِس پر مشورہ ہوا اور تقریباً سب نے حضرت شیخ کی رائے سے اِتفاق کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کی امارت وقیادت پر اِطمینان کا اِظہار کیا اور اِطمینان کیوں نہ ہوتا کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب شروع سے اِس کام سے وابستہ تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے تربیت یافتہ تھے، آپ کے معتمد خلیفہ تھے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ زمانۂ طالب علمی سے آخر وقت تک اِس طرح ساتھ رہے تھے کہ یک جان دو قالب کے مصداق تھے۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب سے حضرت

مولانا محمد یوسف صاحب اپنی زندگی میں ہر ہر کام میں مشورہ کرتے، آپ کی رائے کو اِنتہائی اہمیت دیتے، سفر وحضر میں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے، آخری سفر جس میں آپ کا اِنتقال ہوا اس میں بھی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی ہر وقت ساتھ رہے، کسی لمحہ اپنے سے جدا نہیں کیا، بلکہ حضرت جی نے آخری سانس بھی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کی گود میں لیا۔

اور صرف یہی نہیں کہ دونوں نے ایک ساتھ پڑھا، ایک ساتھ بیعت ہوئے، ایک ساتھ خلافت ملی اور دعوت وتبلیغ کا کام ایک ساتھ کرتے رہے، بلکہ دونوں کی رفاقت اِس قدر مضبوط و مستحکم تھی کہ دونوں کی شادی بھی ساتھ ہوئی، رخصتی بھی ساتھ ہوئی، اور شادی بھی ایک ہی گھر میں ہوئی، دونوں کا ولیمہ بھی ایک ساتھ ایک ہی مکان میں ہوا، دونوں نے حج بھی ساتھ کیے، یہی وجہ تھی کہ جب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کا جسدِ خاکی دہلی لے جانے کے لیے جہاز میں سوار ہوئے تو رفاقت کی جدائی دِل میں ایک ہوک بن کر اُٹھی اور بے ساختہ زبان پر یہ جملہ آ گیا کہ: ''سب کی جوڑی موجود ہے مگر میری جوڑی نہیں ہے''۔

اِس طرح ہر وقت ساتھ رہنے والا شخص آخر اس دعوت کے مزاج اور کام کو کیوں نہ سمجھتا اور اس میں بھی وہی تڑپ، وہی سوز، وہی درد، وہی لگن وہی جذبہ، کیوں نہ پیدا ہوتا جو ان حضرات میں تھا۔ اِسی لیے جب حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کا نام امارت کے لیے سامنے آیا تو سب کو اِطمینان ہوا اور ساری فکر اور پریشانی دور ہو گئی۔

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی میں اُولوالعزمی اور بلند ہمتی بھی بہت تھی، سال میں کئی کئی اسفار ہوتے، ہندوستان کے ایک ایک قریہ، ایک ایک بستی اور ایک ایک شہر کا دورہ کرتے، بیرون ملک کے متعدد اسفار ہوئے، سال بھر میں کتنے ہی اِجتماعات میں آپ شرکت فرماتے، بیماری اور ضعف کی حالت میں بھی یہ اسفار اور دِین کے لیے یہ عالی محنت مستقل جاری رہی۔ اس میں کبھی تخلف نہیں ہوا۔ پاکستان رائے ونڈ کے سالانہ عالمی اجتماع میں لازماً شرکت فرماتے۔ آپ کی اِسی بلند ہمتی اور اُولوالعزمی کا نتیجہ تھا کہ یہ کام پوری دنیا میں پھیلا اور کام اِس قدر آگے بڑھا شاید اس سے قبل اس کا اندازہ بھی نہ ہو۔

یہ بلند ہمتی صرف حضرت مولانا انعام الحسن کی ذات تک محدود نہیں تھی بلکہ دوسروں کو بھی

آپ اس کا درس دِیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ عبادت میں سستی ہوتی ہے اس کا علاج بتایئے آپ نے جواب میں فرمایا: بھائی ہمت اورعزم سے کام لو جب تم خود ہمت اور پختہ اِرادہ کروگے تو یہ سستی دور ہو جائے گی، شیطان کچھ نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حسن و جمال بھی خوب عطا کیا تھا، اِنتہائی حسین اور منوّر چہرہ تھا، جو اپنی طرف کھینچتا تھا جو شخص حضرت جی کو دیکھتا تو جی چاہتا کہ مسلسل دیکھتا رہے اور جوں جوں دیکھتا جاتا یہ کشش اور محبت بڑھتی جاتی۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ جب حضرت جی نظریں اُٹھا کر دیکھتے تو دیکھنے والے کی نظریں خود بخود جھک جاتیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک لمحہ کے لیے بھی حضرت کو دیکھنا ممکن نہ ہوتا۔ اس جاذبیت وکشش کے ساتھ یہ رعب بھی اِس قدر رکھا تھا۔ اللہ والوں کا دل مزکی و مصفا ہوتا ہے، دریافت ومجاہدہ، عبادت و ذکرِالٰہی سے اُن کا دِل اِس قدر صاف وشفاف ہو جاتا ہے کہ ماحول کے اثرات اُن کا دِل فوراً محسوس کرتا ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ: ''بھائی جب کسی کو میرے پاس لایا کرو تو پہلے اس سے اِستغفار کروالیا کرو جب تم ایسے ہی کسی کو لے آتے ہو تو میرے دِل کو تکلیف ہوتی ہے۔'' یعنی حضرت کا دِل اِس قدر صاف تھا کہ لوگوں کے گناہوں کے اثرات دِل پر پڑتے اور اس سے تکلیف ہوتی۔

حضرت شیخ نے مولانا الیاس صاحبؒ کے بارے میں بھی اسی طرح کی بات لکھی ہے کہ جب مولانا الیاس صاحبؒ کسی اجتماع یا عام تبلیغی جلسے سے واپس تشریف لاتے تو تین دِن کا اعتکاف کرتے یا پھر تین دِن رائے پور کی خانقاہ چلے جاتے اور فرماتے تھے کہ مجمع میں ہرطرح کے لوگ ہوتے ہیں، اگر یہ نہ کروں تو دِل پر ایک عجیب طرح کا اثر رہتا ہے۔ اور یہ تو تقریباً حدیث میں آتا ہے کہ لوگوں کے قریب کھڑے ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت میں خلجان ہوتا تھا۔

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے محبوبیت ومقبولیت عطا کی تھی، اسی محبوبیت ومقبولیت کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ سب لوگ آپ پر متفق تھے، کہیں کسی معاملے میں اِختلاف ہوتا یا اِنتشار ونزاع ہوتا مگر جب آپ کوئی فیصلہ فرماتے یا آپ کوئی رائے اِرشاد فرماتے تو سب آپ کی بات پر متفق ہوتے۔ یہی وجہ تھی مختلف خطوں اور مختلف اقوام میں، یہ

کام ہو رہا ہے اور مختلف الوان ومزاج کے لوگ اس سے وابستہ ہیں۔ ان حالات میں طبائع کے اِختلاف کی وجہ سے اِختلافات کا ہونا یقینی ہوتا ہے مگر یہ حضرت جی کی برکت اور آپ کی متفق علیہ شخصیت تھی کہ آپ سب کو جوڑ کر اور سب کو اپنے ساتھ ملا کر اِنتہائی حسن وخوبی سے سب کو لے کر چلتے رہے اور کام کو آگے بڑھاتے رہے، شاید اس کا اثر تھا کہ جب آپ کی وفات کی خبر ایک عالم نے سنی تو فوراً ان کے منہ سے نکلا ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ''، اللہ حضرت جی کی مغفرت فرمائے اور آئندہ خیر کا معاملہ فرمائے، حضرت جی نے بہت سے فتنوں کو دبایا ہوا تھا''۔ آپ کی اسی محبوبیت ومقبولیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کی وفات کی خبر آناً فاناً پوری دنیا میں پھیل گئی اور ہر دردمند اور فکرمند دِل کو رنجیدہ کر گئی اور آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے اور آپ کے آخری دِیدار کے لیے ایک کثیر تعداد لوگوں کی بستی نظام الدین میں جمع ہوگئی۔ جنازے میں کئی لاکھ کا مجمع تھا جس کا حال حضرت مولانا ابوالحسن ندویؒ نے بیان کیا ہے

''مولانا کے جنازے پر معتقدین اور محبین، کارکنانِ تبلیغ، اہلِ شہر، قرب وجوار بلکہ دور دراز کے شہروں (جن میں بمبئی، کلکتہ وغیرہ بھی شامل ہیں) کے مخلصین، معتقدین کارکنانِ تبلیغ کا ایسا اژدہام ہوا جو برسوں سے نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر بھی نہیں دیکھا گیا، راقم نے بمبئی میں پھر لکھنؤ میں اس اژدہام کے بارے میں تفصیلات سنیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ممالک غیر سے بھی لوگ جہازوں پر بلکہ چارٹرڈ پلین کرکے آئے۔ لوگ ان کی لاکھوں کی تعداد بتاتے ہیں۔ یہاں پر مولانا کے عزیز وقریب اور فردِ خاندان مولانا راشد کاندھلوی صاحب کے مضمون کا وہ حصہ نقل کیا جاتا ہے جو اُن کے رسالے احوال و آثار کے اس نمبر میں آیا ہے جو حادثہ کے فوراً بعد نکلا وہ ایک طرح سے شہادت عینی ہے۔

''تدفین اور نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے ہرطرف سے ہجوم امنڈ پڑے، ہمایوں کے مقبرے کے قریب نرسری پارک کے وسیع میدان میں نمازِ جنازہ ہوئی، مگر یہ نہایت وسیع میدان بھی آنے والوں کے لیے قطعاً ناکافی ثابت ہوا، چاروں طرف دور دور تک صفیں پھیلی ہوئی تھیں محتاط اندازوں کے مطابق ڈھائی پونے تین لاکھ افراد جنازے میں شریک ہوئے، فرطِ غم سے بے قابو غیرمعمولی ہجوم کی وجہ سے تمام اِنتظامات درہم برہم ہوگئے تھے، جس کی بناء پر کچھ غلط فہمی ہوئی اور جنازہ کی نماز بہت دیر سے مغرب کے بعد

ادا کی گئی اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر میں تدفین عمل میں آئی''۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے حضرت جی ثالث سے بہت کام لیا اور دعوت وتبلیغ کا جو پودا حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے لگایا تھا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اپنی محنت اور جدوجہد سے اسے تناور درخت بنایا تھا حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ نے نہ صرف یہ کہ اس درخت کی حفاظت کی بلکہ اس پر مزید محنت کر کے اسے ثمر آور بنا کر پوری دنیا میں اس کے ثمرات کو تقسیم کیا اور جو شمع حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے روشن کی تھی، جس کی حفاظت حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کرتے رہے ان کے بعد ان کی جلائی ہوئی شمع کی حفاظت فانوس بن کر حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کرتے رہے اور پورے عالم کے اکناف واطراف کو منوّر اور روشن کرتے کرتے اِس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کی وفات کے بعد جماعت کے اکابرین نے باہمی مشورہ سے کسی ایک فرد پر امارت کی ذمہ داری ڈالنے کے بجائے ایک دس رکنی مرکزی شوریٰ تشکیل دِی جو تمام عالم میں جماعت کے اُمور کی نگرانی بھی کرے گی اور باہمی مشورے سے معاملات طے کرے گی۔ اس مرکزی شوریٰ میں مرکز نظام الدین سے تین حضرات مولانا اظہارالحسن کاندھلوی، مولانا زبیرالحسن کاندھلوی اور مولانا سعد کاندھلوی کو لیا گیا، پاکستان سے حاجی عبد الوہاب اور حاجی افضل کو لیا گیا، مختلف ممالک سے بھی دِیگر حضرات کو لیا گیا، کسی ایک کو امیر متعین کرنے کے بجائے طے پایا کہ جس وقت مشورہ ہو اس وقت کسی کو امیر بنالیا جائے البتہ نظام الدین مرکز کے تین مذکورہ اکابر کو مرکز کے اِنتظامات سنبھالنے کی ذمہ داری دِی گئی۔

نظام الدین کو چونکہ پورے عالم کے لیے مرکز کی حیثیت حاصل ہے اور تمام دنیا کے تبلیغ سے وابستہ حضرات مرکز نظام الدین ہی کی طرف رجوع کرتے اور وہاں کے اکابر و ذمہ داران سے ہدایات لیتے ہیں اِس لیے اس شوریٰ میں مرکزی حیثیت نظام الدین سے وابستہ حضرات ہی کی رہی۔ شوریٰ کے اراکین بھی انہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے، اِس لیے مشہور ہوگیا کہ جماعت کی امارت ان تین حضرات کے سپرد کی گئی ہے۔

ان تینوں اکابرین میں حضرت مولانا محمد اظہارالحسن صاحب کاندھلوی عمر میں بھی بڑے

تھے اور رشتہ کے اعتبار سے بھی ان دونوں بزرگوں کے بڑے تھے کیونکہ مولانا محمد سعد صاحب کے تو وہ حقیقی نانا تھے اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے رشتہ میں ماموں لگتے تھے اور پھر وہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے براہِ راست تربیت یافتہ تھے، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ بھی کام کیا اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے معتمدِ خاص تھے، حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے انہیں نظام الدین کے مدرسہ ''کاشف العلوم'' کا متولی بنادِیا تھا اس لیے وہ ان دونوں (مولانا زبیرالحسن اور مولانا محمد سعد) کے سرپرست قرار پائے، لیکن مولانا اظہارالحسن صاحب مرکز نظام الدین میں ہی زیادہ مقیم رہے، اُن کے باہر کے اسفار بہت کم ہوتے تھے، حضرت مولانا محمد زبیرالحسنؒ اور حضرت مولانا محمد سعد ہی بیرون ممالک کے اسفار کرتے، تمام اِجتماعات میں شریک ہوتے اور ان میں بھی زیادہ مرکزی حیثیت مولانا زبیر الحسن کو ہی حاصل رہی۔ ہر اِجتماع میں آخری بیان اُن کا ہوتا اور اُن کی دعا پر اِجتماعات اِختتام پذیر ہوتے۔ اس کے علاوہ مولانا اظہارالحسنؒ، حضرت مولانا انعام الحسنؒ کے بعد کم وبیش ایک سال ہی حیات رہے اِس لیے عوام میں اور تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد میں مولانا زبیرالحسن صاحبؒ ہی امیر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے اور لوگ اُنہیں کو امیر سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

جو بھی صورتِ حال ہو ان حضرات نے جماعت کے کام کو آگے بڑھایا اور خوب بڑھایا اور اپنے پیشروؤں کے طریقۂ کار پر کاربند رہتے ہوئے جماعت کے کام کی نہ صرف نگرانی کی بلکہ اُسے سنبھالا دِیا اور اپنے آپ کو اس کام کے لیے وقف کیے رکھا خصوصاً مولانا زبیرالحسنؒ نے اپنی اِیمانی فراست، نورِ بصیرت اور باوجود متعدد عوارض وامراض کے اپنی حکمت ودانائی سے کام کو کمزور نہیں ہونے دِیا، اسے اِختلاف ونزاع کے مسموم تھپیڑوں سے بچائے رکھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ روزِ اول سے وہ اپنے اکابر کے زیرِ تربیت رہے خصوصاً حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی توجہات اور نگرانی نے انہیں کندن بنادِیا تھا۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وخدمات پر مشتمل ہے، اِس لیے حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں انہی الفاظ پر

اِکتفاء کرتا ہوں، تفصیلی حالات آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔

یہاں یہ بات بھی علم میں رہے کہ دس ارکان پر مشتمل جو مرکزی شوریٰ بنائی گئی تھی اس کے اکثر افراد اللہ کو پیارے ہو گئے اور اب حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کے بعد حاجی محمد عبدالوہاب صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب صرف دو افراد باقی رہ گئے ہیں۔ اکابرِ تبلیغ نے نامعلوم کیوں اس شوریٰ کی توسیع نہیں کی اور نئے ارکان کو نہیں لیا۔ واللہ اعلم بالصواب

برادرِ عزیز مولوی سید محمد زین العابدین صاحب (فاضل جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور مدرس مدرسہ امام ابو یوسف شادمان ٹاؤن کراچی) کو اکابر کے حالات جمع کرنے، اُن کی سوانح پڑھنے، اور مرتب کرنے کا خاص ذوق ہے، اس سے قبل جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ کے حالات پر مشتمل کتاب ''تذکرۃ العطاء'' مرتب کر کے شائع کر چکے ہیں۔ اور حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے حالات پر مشتمل ''سہ ماہی فغانِ اختر'' کا ایک ہزار صفحات پر مشتمل ''خصوصی نمبر'' مرتب کرنے میں اُن کا کلیدی کردار ہے، اس کے علاوہ بھی بزرگوں کے حالات جمع کرتے رہتے ہیں۔

تین ماہ قبل یہ میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنی اس خواہش کا اِظہار کیا کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ کام ہونا چاہیے۔ خصوصاً پاکستان کے مقتدر علماءِ کرام کے تاثرات اور ان کے مضامین اگر جمع کر لیے جائیں تو یہ ایک قابلِ قدر کام ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہندوستان میں اُن پر کچھ کام ہوا ہے اس سے بھی اِستفادہ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے ان کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا کہ کام تو بہت اچھا ہے لیکن بہت مشکل ہے مجھے یہ کام ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ اکابر کے پاس وقت نہیں اور ان کے پاس معقول عذر ہوگا کہ ہمیں ان سے زیادہ واقفیت نہیں اور تبلیغی جماعت کے اکابرین سے اِس سلسلہ میں کوئی تعاون ملنا مشکل ہے، ایک تو کسی شخصیت پر اِس طرح لکھنا کہ اس کے حالاتِ زندگی کے ساتھ اس کے اوصاف و کمالات کا بھی احاطہ ہو جائے اور ان کی خدمات و مساعئ جمیلہ کا بھی تذکرہ ہو جائے ایک مشکل کام ہے اور پھر اگر ان کے اوصافِ حسنہ، اخلاقِ جمیلہ اور ان کے ذاتی اوصاف و

کمالات پر اِخلاص کے ساتھ اِخفاء کا پردہ بھی پڑا ہوا ہو تو ان کے حالات پر کام کرنا مزید مشکل ہو جاتا ہے، ہر ایک کو یہ تو معلوم ہے کہ یہ حضرات جماعت کے ذمہ دار ہیں اور ان کی قیادت و سیادت میں پوری دنیا میں کام ہو رہا ہے مگر وہ اس کے لیے کس طرح تڑپتے ہیں، کس طرح بے قرار و مضطرب رہتے ہیں، کس کس انداز سے محنت کرتے ہیں، ان کے شبانہ روز کس طرح گزرتے ہیں یہ کوئی بتانے کے لیے تیار نہیں۔

ان حضرات کے حالات قلمبند کرنے، اور ان کی زندگی کی صحیح تصویر پیش کرنے میں وہ اکابر و احباب اور بزرگ حضرات زیادہ مفید اور کار آمد ہو سکتے تھے جو اُن کے ساتھ رہے، ان کے ساتھ کام کیا، ان کو جنہوں نے بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا، ان کی ایک ایک ادا، ایک ایک بات کو محفوظ رکھا، مگر ان تمام حضرات کی تربیت بھی انہیں بزرگوں کے ہاتھوں ہوئی ہے جو صرف اور صرف اپنے کام سے تعلق رکھتے ہیں، کسی کی مدح و ثنا اور ان کی توصیف و تعریف میں وقت صرف کرنے سے زیادہ ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ وقت بھی وہ اسی کام اور محنت میں صرف کریں، شہرت، دکھاوا، اخبارات کی خبروں میں آنا، رسائل و جرائد کی زینت بننے سے یہ حضرات کوسوں دور رہتے ہیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں محض اللہ کے لیے کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے کام اور محنت کو کسی شخصیت کے تابع نہیں سمجھتے، اِس لیے ان کی نظروں میں اِس طرح کے کام کی کوئی اہمیت نہیں، لہٰذا ان سے معلومات ملنا اور تعاون حاصل ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ میں نے کہا کہ میں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے والد مولانا انعام الحسن صاحبؒ پر ماہنامہ البنوریہ کا حضرت جیؒ نمبر شائع کرنے کے حوالے سے ان مراحل سے گزر چکا ہوں، اس لیے یہ کام بہت مشکل ہے۔ یہاں یہ شکوہ بھی کرنا چاہتا ہوں کہ اِخلاص و للّٰہیت اپنی جگہ لیکن بعض حضرات کے تأثرات سے اندازہ ہوا کہ وہ اس کام کو سرے سے بے فائدہ، مہمل اور اسے وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں، حالانکہ اکابر کے حالات ہمیشہ سے جمع کیے جاتے رہے ہیں، اکابر (بالخصوص تبلیغی اکابر میں سے حضرت شیخؒ) نے ہمیشہ اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس سے بھرپور فائدہ اُٹھایا اور کتنے ہی لوگوں نے اُن کی زندگی کے آئینہ کو سامنے رکھ کر اپنے

خدوخال کو درست کیا، بعض حضرات نے یہ بھی اِظہار کیا کہ حالات جمع کرنے والے صرف اپنے فائدہ اور مفاد کے لیے یہ سب کچھ کرتے ہیں اِس سوچ سے تکلیف اور دکھ ہوتا ہے۔

بہرحال! مولوی سید محمد زین العابدین صاحب نے ہمت نہیں ہاری مختلف حضرات سے رابطے کیے، اسی دوران حضرت مولانا انیس احمد مظاہری صاحب سے اُن کا رابطہ ہوا، اُنہوں نے مولانا کو ہمت دِلائی، اُن کے توسط سے مولانا محمد شاہد سہارنپوری صاحب سے رابطہ ہوا، اُنہوں نے نہ صرف یہ کہ حوصلہ افزائی کی بلکہ تعاون کا یقین دِلایا اور پھر اپنا وعدہ اِیفا کرتے ہوئے بھرپور قلمی تعاون بھی کیا۔ مولوی محمد زین العابدین صاحب نے مختلف اکابر کو خطوط لکھے، جہاں جہاں سے مواد ملا اُسے جمع کیا جس کی تفصیل عرضِ مؤلف میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

مولوی زین العابدین نے اِس کتاب کو آٹھ ابواب پر تقسیم کیا۔ بابِ اوّل دعوت وتبلیغ سے متعلق ہے، یہ ایک تفصیلی مضمون ہے جو مولوی زین العابدین نے خود تحریر کیا ہے اس مضمون میں اِسلام میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت، اس کا اسلوب، تبلیغی جماعت کا تعارف وپس منظر، تبلیغی جماعت کے اُمراء ودیگر اکابر وذمہ داران کے مختصر حالات جیسے اہم عنوانات کے ساتھ اکابر علماء کے تبلیغی جماعت کے بارے میں تأثرات اور اُن کی آراء بھی قلمبند کی ہیں اور انہی آراء کے ضمن میں بہت سے سوالات کے جوابات بھی دیئے ہیں جن میں تبلیغ ودعوت کے موجودہ طریقۂ کار پر اعتراضات کے جوابات بھی آگئے ہیں اور بہت سے شبہات کا اِزالہ بھی کیا گیا ہے، اس کے علاوہ دعوت وتبلیغ کا طریقۂ کار، اس کے اُصول اور اس کا منہج ومزاج کیا ہے اس پر گفتگو کی گئی ہے۔ آخر میں حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ایک بیان نقل کیا ہے جس میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت، کام کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مبلغین کو ہدایات دِی گئی ہیں، اس طرح یہ دعوت وتبلیغ سے متعلق ایک جامع مضمون تیار ہوکر تبلیغی جماعت کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہوگئی ہے۔

دوسرا باب حضرت مولانا محمد زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے یہ بھی مولانا زین العابدین صاحب کا مرتب کردہ تفصیلی مضمون ہے، اس میں مولانا نے خوب محنت کرکے

تفصیلی حالات قلمبند کیے ہیں۔ مولانا زبیر الحسنؒ کے خاندانی حالات، مولانا زبیر الحسنؒ کی پیدائش، تعلیم وتربیت، نکاح وغیرہ کا تذکرہ ہے، مولانا زبیر الحسنؒ کو قرآنِ کریم سے کتنا شغف تھا اور رمضان المبارک میں قرآنِ کریم سنانے کا اہتمام کرتے تھے اس کا تفصیلی ذکر ہے۔

حج وعمروں کی بھی اچھی تفصیلات جمع کی ہیں، آخر میں دعوت وتبلیغ سے متعلق مولانا زبیر الحسنؒ کی خدمات، اُن کے دعوتی اسفار، پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان اور بیرون ممالک کے اجتماعات کا بھی مفصل تذکرہ ہے، آخر میں مولانا کے غیر معمولی اوصاف وکمالات مثلاً تواضع، ذوقِ عبادت، زہد واِستغناء، خوش اخلاقی، متعلقین سے برتاؤ اور شفقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم کے درمیان کس طرح محبت واُلفت تھی، اس کا بھی محبت بھرا تذکرہ ہے۔ اِس طرح یہ بھی ایک جامع اور مفصل مضمون تیار ہوگیا مولانا کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔

البتہ ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کے تفصیلی حالات سے اجتناب کرکے اس کو اجمالاً ذکر کردیا گیا ہے، اس لیے کہ خاندانِ کاندھلہ کے متعدد اکابر کی سوانحوں میں وہ تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، اس کے متبادل کے طور پر بابِ اوّل ''دعوت وتبلیغ'' کے عنوان کے تحت تحریر کرکے مولانا زبیر الحسنؒ کے نانا (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ)، والد (حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ) اور تبلیغ کے دیگر اکابر حضرت مولانا الیاسؒ اور حضرت مولانا یوسفؒ وغیرہ کے تفصیلی حالات ذکر کیے گئے ہیں جب کہ والدہ ماجدہؒ کا تذکرہ حضرت مولاناؒ کے تذکرہ کے ابتداء میں تفصیلی آگیا ہے۔

تیسرا باب حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات وافادات پر مشتمل ہے۔

چوتھے باب میں اُن پیغامات وتأثرات کو جمع کیا گیا ہے جو حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر دیئے گئے تھے، اس میں ہندوستان وپاکستان کے قریباً اسی کے لگ بھگ علماء اور زعماء کے پیغامات شامل ہیں جن میں مہتمم دار العلوم دیوبند مفتی ابوالقاسم نعمانی، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا سید ارشد مدنی، مولانا سلیم

اللہ خان، مولانا سمیع الحق، حاجی عبد الوہاب، مولانا محمد سعد، مولانا محمد طلحہ کاندھلوی، مولانا شاہد سہارنپوری، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا عبید اللہ اشرفی، مولانا طارق جمیل دامت برکاتہم العالیہ جیسے اساطینِ علم کے تأثرات بھی شامل ہیں۔

پانچواں باب ان مقالات و مضامین پر مشتمل ہے جو حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لکھے گئے ہیں، اُن کی تعداد بھی خاصی ہے، لکھنے والی معروف شخصیات میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ (ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)، مولانا نور عالم خلیل امینی، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی، مولانا عبد الرشید بستوی، مولانا شفیق احمد بستوی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا محمد کلیم صدیقی، مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا محمد ازہر، مولانا عبدالقیوم حقانی، مفتی محمد سلمان منصورپوری، مولانا شمس الحق ندوی، مولانا محمد الیاس گھمن، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی اور مولانا محمد حسین صدیقی وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

چھٹے باب میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق عربی ادباء کی تحریروں کو جمع کیا گیا ہے۔ اخبارات وجرائد نے مولانا زبیر الحسنؒ کو جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اُسے ساتویں باب کا عنوان دِیا ہے۔ آخر میں آٹھواں باب ہے جس میں کچھ تعزیتی مکتوبات، منظوم خراجِ عقیدت اور تواریخ وفات شاملِ اشاعت ہیں۔ اِس طرح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ ایک جامع اور معلومات افزا کتاب مرتب ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف وناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو اُمتِ مسلمہ کے لیے نافع بنائے۔

آخر میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی تحریر کا ایک اِقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں، جو آپ نے اِقرأ ڈائجسٹ کے ''قطب الاقطاب نمبر'' کے لیے لکھی تھی۔ اس کتاب کو اسی تحریر کی روشنی میں پڑھا جائے تو اِن شاء اللہ یہ زیادہ سے زیادہ مفید ہوگی۔ حضرتؒ لکھتے ہیں:

''مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے جو حالات وسوانح لکھے جاتے ہیں اُن سے مقصود محض قصیدہ خوانی نہیں ہوتی اور نہ تاریخ میں اُن کا نام زندہ رکھنے کے لیے یہ زحمت اُٹھائی جاتی

ہے۔ اِس لیے کہ وہ ان تمام اُمور سے مستغنی ہیں اُنہیں بارگاہِ خداوندی سے ''یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية ۔ فادخلي في عبادي وادخلي جنتي '' کا مژدہ جانفزا مل چکا ہے اور وہ رحمت ورضوان کے ان مراتب علیا پر فائز ہیں جن کا تصوّر بھی اِس دنیا میں رہتے ہوئے کسی کے لیے ممکن نہیں جب کہ حدیثِ قدسی میں اِرشاد ہے: ''اعددت لعبادي الصالحين مالا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر''۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۴۹۵)

ترجمہ: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی اِنسان کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا۔

اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کے بعد اُنہیں اہلِ دنیا کی مدح وتوصیف کی کیا حاجت؟ وہ اس کے بھی محتاج نہیں کہ تاریخ میں اُن کا نام روشن رکھنے کے لیے رسالوں کے نمبر اور اخباروں کے ایڈیشن نکالے جائیں، کتابیں مرتب کی جائیں، اِس لیے وہ تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں، تاریخ خود اُن کی شخصیت سے رعنائی وزیبائی حاصل کرتی ہے، اور عشقِ الٰہی کی بدولت اُن کا نام جریدۂ عالم پر ثبت ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

آپ کہیں گے کہ پھر یہ ساری محنت کس کے لیے ہے؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ اُن کے لیے نہیں بلکہ خود لکھنے اور پڑھنے والوں کے لیے ہے۔

اہل اللہ کے تذکرے رحمتِ الٰہی کے نزول کا سبب ہے اور ان کے حالات وواقعات پڑھنے سے اُن کے ساتھ رشتۂ عقیدت ومحبت مستحکم ہوجاتا ہے اور اہل اللہ سے تعلق ومحبت وہ دولت ہے جس پر المرء مع من احب ''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہو۔'' اولئك قوم لا يشقى بهم جليسهم ''یہ وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔'' کی بشارت دِی گئی ہے، اہل اللہ کے انفاسِ قدسیہ مردہ دِلوں کی مسیحائی کا

کام دیتے ہیں، اُن کی زندگی کے واقعات اِنسانیت کے لیے مینارۂ نور ہوتے ہیں۔ اور اُن کا نقشِ قدم آئندہ نسلوں کے لیے جادۂ منزل بن جاتا ہے۔ ان کے حالات وکمالات کے مطالعہ سے سلیم الفطرت لوگوں میں اُن کا راستہ اپنانے اور اُن کا طریقۂ زندگی اِختیار کرنے کا شوق اور داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ ان کے حالات کے آئینہ میں اپنی زندگی کا جائزہ لینے اور اپنے اخلاق واعمال کو سنوارنے کی توفیق ہو جاتی ہے، بزرگانِ دین کے حالات و سوانح کے مطالعہ کا اہم مقصد یہی ہے۔ اگر ان اکابرین کے حالات پڑھ کر کسی شخص کے دل میں تعلق مع اللہ کی طلب پیدا ہو جائے تو اِن شاء اللہ محنت ٹھکانے لگ گئی۔

اکابر اہل اللہ سے محبت وتعلق کا ایک پہلو یہ ہے کہ اُن کے احسانات کو یاد رکھا جائے اور اُن کے لیے ایصالِ ثواب اور دعا و اِستغفار کا ہمیشہ اہتمام رہے۔ بزرگوں کی حیات میں اُن کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کو سعادت سمجھا جاتا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ:و ان ھدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم (رواہ البیھقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ ص ۲۰۶) ''زندوں کا ہدیہ مرنے والوں کے لیے دعا واستغفار ہے''۔

اِس لیے اپنے باتوفیق قارئین سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ وہ ان اکابر کی خدمت میں ان ہدایا کے پیش کرنے کا ہمیشہ اہتمام رکھیں گے اور یہ بھی خود اُن کی اپنی سعادت ہوگی۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقبول بندے ایسے ہیں کہ اگر دعا میں اُن کو شریک کرلیا جائے تو اس کی برکت سے خود اپنی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ یہ تو دعا و اِستغفار اور قولی وبدنی عبادات کے ذریعہ ایصالِ ثواب ہوا۔ اسی طرح صدقہ وخیرات، حج وعمرہ اور قربانی وغیرہ مالی عبادات کا ہدیہ پیش کرنے کا بھی اہتمام کیا جائے۔''

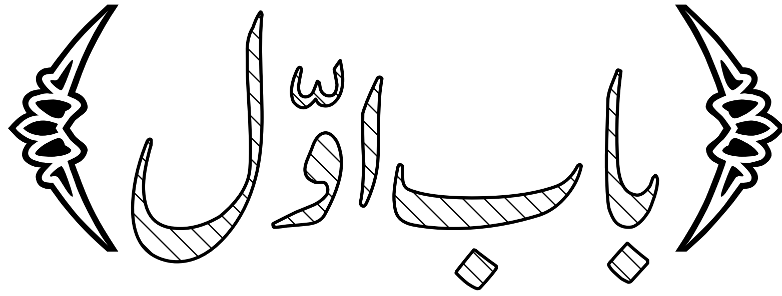
(ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ، دسمبر ۱۹۸۶ء ص ۲۹، ۳۰)

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

خالد محمود

نائب رئیس اقراء روضۃ الاطفال

۷ر شوال ۱۴۳۵ھ، ۴ر اگست ۲۰۱۴ء



دعوت وتبلیغ

❁ اسلام میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت وفضیلت

❁ تبلیغی جماعت کا آغاز، اس کے اُمراء وذمہ داران، محنت کا طریقۂ کار اور اعتراضات واشکالات کا ایک اِجمالی جائزہ

اسلام ایک دعوتی دِین:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَام ...الخ'' بے شک دِین اللہ کے نزدیک اِسلام ہی ہے۔ جب کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''قد جئتكم بالسمحة البيضاء ليلها و نهارها سواء''۔(سنن ابن ماجه، المقدمة، باب اتباع النبي صلى الله عليه و سلم، ص:۲۔قدیمی)۔یعنی میں تمہارے پاس ایسی آسان اور روشن شریعت لایا ہوں جس کے رات دن یکساں روشن ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ اور اس کے بعد حدیثِ طیبہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ دینِ اسلام ہی واحد ایسا دین ہے جس کو حق تعالیٰ نے ہر انسان کے لیے تا قیامت جامع ترین نظامِ حیات بنایا ہے۔ وہ ہر زمان ومکان میں ہر انسان کی دین ودنیا کی کامیابی کا ضامن ہے۔ وہ عبادات ومعاملات، اخلاق وسیاست اور حکومت وسلطنت کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ اس میں عبادت ومعاملات کے اجتماعی اور انفرادی مسائل، کلی اور شخصی معاشرت اور جرائم وجنگوں کے قوانین غرضیکہ دین ودنیا کے تمام ہی مسائل کا حل اور بندوں کے سارے معاملات کا اِنتظام و اِنصرام موجود ہے اور اِنسان کو جس جس چیز کی حاجت اور ضرورت ہے اُن سب کی تفصیل اس کے دامن میں سمٹی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ساری قوموں اور سارے زمانوں (حاضر ومستقبل) اور ان کے سارے معاملات کو محیط ہے، یعنی نزولِ قرآن سے لے کر قیامت تک۔ اسی لیے یہ بات فرمائی گئی ہے ''لو كان موسىٰ حياً لما وسعه الا اتباعي''۔(مشكوٰة كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب و السنة، الفصل الثاني، ج:۱، ص:۳۰۔ قديمى)

''اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا''۔

اور پھر اِسلام ایک دعوتی دِین ہے، جو سب کے لیے ہے اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ ایک ایسے دِین میں دعوت وتبلیغ کا فرائض کی فہرست میں سب سے اُوپر ہونا بالکل فطری بات ہے۔ اِسلام اکیلا ایسا دِین ہے جو اپنی دعوت میں زمان ومکان سے ماورا، رنگ ونسل سے بلند اور لسانی واقلیمی حدود وقیود سے پوری طرح آزاد ہے۔ وہ ہر اِنسان کو اُس کے خالق ومالک کی طرف بلاتا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب، قدیم ہوں یا اس کے ہم عصر، یا تو غیر دعوتی ہیں یا پھر ان کی دعوت نسلی، لسانی یا جغرافیائی حدود میں مقید ہے۔ بدھ ازم برہمنیت کی تعدیت اور ظلم

کے ردِعمل میں پیدا ہونے والی ایک تحریک ہے جو ایک مستقل مذہب کے لیے ضروری عناصر سے خالی ہے اور رہی عیسائیت تو وہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصریحات کے مطابق صرف بنو اسرائیل کے لئے تھی، جسے اُن کے متبعین نے اُن کی تعلیمات کے برخلاف عالمی بنانے کی کوشش کی ہے۔ صرف دِینِ اِسلام ہے جو عالمی ودائمی پیغام کا حامل ہے۔ اِسی لیے اس کے لانے والے رسول ﷺ کو ''رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن'' کا تاج اور ''لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً'' کی قبائے زیبا پہنا کر بھیجا گیا ہے اور اُنہیں بعثت کے بعد جو پہلا حکم دیا گیا ہے وہ دعوت وتبلیغ کا تھا۔ اے محبوب! ڈرانا شروع کیجئے ''قُمْ فَأَنْذِرْ'' (المدثر۲) اور اپنے اعزاء کو ڈرائیے ''وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ'' (الشعراء۲۱۴) اے رسول (ﷺ)! جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کیجئے ''يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ'' (المائدہ۶۷) اپنے رب کی طرف دعوت دیجئے ''اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ'' (النحل۱۲۵)

فریضۂ دعوت وتبلیغ، اس کی اہمیت اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں:

دعوت وتبلیغ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا مطالبہ حسبِ استعداد وعلم ہر ایک سے ہے ''ألا فليبلغ الشاهد الغائب''۔

(صحيح البخاری، كتاب المناسك، باب خطبة ايام منى، ج:۱، ص:۲۳۴، قدیمی)

اور جس کے پاس جو ہے اس سے اسی کی دعوت وتبلیغ مطلوب ہے ''بلغوا عني ولو آية'' (صحيح البخاری) دعوت وتبلیغ کی فرضیت پر صحابہ کرامؓ اور ائمہ اسلامؒ کا اجماع ہے۔ البتہ فرضیت کی نوع کو لے کر اہلِ علم میں اِختلاف ہے۔ کسی نے فرضِ عین مانا ہے تو کسی نے فرضِ کفایہ قرار دیا ہے۔ فرضِ کفایہ ماننے والے آیت کریمہ ''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (آلِ عمران۱۰۴) میں واردِ کلمہ ''مِن'' کو تبعیضیہ مانتے ہوئے اِستدلال کرتے ہیں کہ دعوت وتبلیغ کا مطالبہ صرف مسلمانوں کے ایک گروہ سے ہے نہ کہ سب سے۔ بہت سے علماء مفسرین نے اس مؤقف کو اِختیار کیا ہے۔ اُس کی تائید میں اور بھی دلائل ہیں جب کہ فرضِ عین ماننے والے ''مِن'' کو بیانیہ قرار دیتے ہیں، اُن کے نزدیک دعوت وتبلیغ اُمت کے ہر مکلّف فرد سے مطلوب ہے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اسی کو اِختیار کیا ہے۔ اُس کی تائید مذکورہ بالا دونوں احادیث سے

بھی ہوتی ہے، بلکہ خود اسی آیت کے آخری فقرے سے اُس کی توثیق ہوتی ہے جس میں الامر بالمعروف والنھی عن المنکر کرنے والوں میں کامیابی کو محصور کیا گیا ہے' جس کا واضح مطلب ہے کہ دعوت وتبلیغ سبھی سے مطلوب ہے۔ ایک دوسری آیت میں صاف طور پر اُمت محمدیہ کی ''خیریت'' کو دعوت وتبلیغ کے ساتھ مشروط کردیا گیا ہے۔ ''کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہ'' (آلِ عمران ۱۱۰) علماء کی رائے میں اِختلاف کا سبب نصوص کا ظاہری تعارض ہے۔ اور ان میں توفیق وجمع کی ایک صورت یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ دوسطحی ہے، یہ فرضِ عین بھی ہے اور کفائی بھی، چونکہ یہ حسبِ استطاعت وصلاحیت اُمت کے ہر فرد سے مطلوب ہے، لہٰذا اس حیثیت سے یہ فرضِ عین ہے اور اُمت کے أولی الأمر افراد سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے ماہرین ومخصصین کی ایسی جماعت تیار کریں جو ہر اعتبار سے اعلیٰ ترین اِستعداد کی حامل ہو تو اس حیثیت سے یہ عمل فرضِ کفائی ہے۔

جیسا کہ اوپر گزرا کہ دعوت وتبلیغ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اُمتِ اسلامہ کا ایک اہم فریضہ ہے، اس فریضہ کی طرف یہ آیتِ مبارکہ اِنتہائی واضح تعلیم دے رہی ہے:

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ (آلِ عمران ۱۱۰)

اس میں بتایا گیا ہے کہ اُمتِ اسلام دوسری اُمتوں کے لیے باہر لائی گئی ہے، اس اُمتِ مسلمہ کی پیدائش کا مقصد ہی یہ ہے کہ اَمم عالم کی خدمت وراہنمائی کرے، اور اُن میں خیر کی دعوت اور معروف (نیک کاموں) کی اِشاعت اور منکر (برے اور غیر شرعی عمل) کی ممانعت کرے اور اگر یہ اُمت اس فریضہ سے غفلت برتے تو وہ اپنی زندگی کے مقصد سے غافل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ پر ہر زمانہ میں یہ فرضِ کفایہ ہے کہ ایک جماعت اُمتِ مسلمہ میں سے دعوت اِلی الخیر وامر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کام میں مستقل مصروفِ عمل رہے، اور اگر تمام اہلِ اسلام نے اس فریضہ سے روگردانی وغفلت اِختیار کی تو ساری اُمت گناہ گار ٹھہرے گی اور اگر کچھ جماعات نے اِس فرض کو انجام دیا تو پوری اُمت کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جائے گا۔ مفسرین کرامؒ اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں:

پوری اُمت کی صلاح وفلاح وارشاد کے لیے یہی جماعت ذمہ دار ٹھہرائی گئی اور اس کے تین (۳/) فرائض قرار دیئے گئے۔

۱۔ پوری اُمتِ مسلمہ بلکہ ساری اِنسانیت کو خیر کی دعوت دینا۔

۲۔ منکر کی ممانعت وروک تھام کرنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا۔

دعوت وتبلیغ کی اہمیت کو اس بے پناہ فضیلت اور اجر وثواب سے بھی سمجھا جاسکتا ہے، جو اُس کے لیے مقرر کیا گیا ہے، صرف ایک آدمی کی ہدایت سرخ اونٹوں (حمر النعم) (صحیح البخاری) بلکہ پورا نظامِ شمسی (مما طلعت علیه الشمس) (المستدرك على الصحيحين) ملنے سے بہتر ہے۔

دعوت وتبلیغ اِنسان کے فکر وسلوک میں ہمہ جہتی تغیر پیدا کرنے کا نام ہے۔ جس کے ذریعے دینِ اسلام ہر ایک کی زندگی میں آئے گا، اس کی حاجت ہر ایک کو ہے اور ہمیشہ ہے، مسلم ہو یا غیر مسلم، نیک ہو یا بد، لہٰذا دعوت وتبلیغ کا تعلق بھی سبھی سے ہے۔ ہماری پژمردگی ومجبوری، پستی ومقہوری اور میدانِ حیات سے ہماری دوری کے جملہ اسباب میں ایک یہ بھی ہے کہ ہم اس جلیل القدر فریضے سے بیگانگی برت رہے ہیں۔ اگر ہم اللہ کے دِین کی مدد کریں گے تو وہ ہماری مدد فرمائے گا، یہ اس کا وعدہ ہے (اِن تَنصُرُ اللّٰہَ یَنصُرکُم) (سورہ محمد ۷)

انبیاء علیہم السلام اور افرادِ امت نے ہر دور میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا:

تبلیغ دین اور اس کی اشاعت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ ہر ایک نبی نے اپنی قوم اور اہلِ علاقہ کو بڑی حکمت ودانائی اور پرمغز نصیحت اور بصیرت سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایا، چونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزمان، خاتم الانبیاء اور پوری کائنات کا نبی بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کی دعوت کا دائرۂ کار بھی پوری کائنات کو بنایا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''قل یا ایھاالناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا'' آپ فرما دیجئے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ''وما أرسلناك الا رحمة للعالمين'' ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔

آپ ﷺ کے بعد اس دعوت اِلی اللہ کی محنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا، اُن کے بعد فقہاء، علماء، محدثین، مجاہدین، صوفیاء اور اہل اللہ رحمۃ اللہ علیہم سب نے اپنے اپنے زمانہ اور اپنے اپنے انداز میں اس دِین کی عالی محنت کو افرادِ اُمت تک پہنچایا۔

جب تک اور جس نسبت سے اُمت میں اِس جماعت کے افراد رہے، یہ فریضہ پورا ہوتا رہا، اور حدیث خیر القرون کے مطابق جماعتِ صحابہؓ، جماعتِ تابعینؒ، جماعتِ تبع تابعینؒ، کے بعد جب اس جماعت کے افراد گھٹ کر چند رہ گئے، پھر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ نے دِین حنیف کی حفاظت وصیانت اور حمایت واشاعت واحیاء کے لیے علماءِ حق، علماءِ دیوبند کو منتخب کیا، جنھوں نے دینِ متین کے تمام شعبوں میں تجدیدی، ہمہ گیر، ہمہ نوع، فقیدالمثال اور عدیم النظیر خدمات وکارنامے انجام دیئے جن کا اِحاطہ واِحصاء بلا مبالغہ ناممکن ہے۔

دعوت وتبلیغ کے فضائل:

جہاں تک دعوت وتبلیغ کی فضیلت کی بات ہے، تو عرض ہے کہ دعوت وتبلیغ ایک عظیم الشان کام ہے، بلکہ رسولانِ عظام علیہم السلام کے بھیجے جانے کا مقصد ہے، رسولانِ عظام علیہم السلام اس کام کے پیشواء ہیں، وہی حضرات دعوت وتبلیغ کے مشعلِ راہ ہیں، اور یہ اُن ہی کا پیشہ ہے، کیونکہ اللہ جل وعلا نے اُنہیں داعیانِ حق بنا کر بھیجا، اور اُنہیں مخلوق کا رہنما بنایا، دعوت وتبلیغ کی بلندی کے لئے یہی بات کافی ہے، اور اس کی قدر ومنزلت کے لئے یہی بہت ہے کہ یہ رسولانِ عظام علیہم السلام اور قیامت تک اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا پیشہ ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمادِیا کہ تمام رسولانِ عظام اسی عظیم الشان کام یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شیطان کی پرستش سے اِجتناب کی طرف دعوت کی غرض سے مبعوث فرمائے گئے۔

مطلب یہ ہے کہ وہ اسی لئے بھیجے گئے تاکہ لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں اور اس لئے کہ لوگ اسی کو عبادت کے ساتھ خاص رکھیں، ماسوا کی پرستش سے گریز کریں، لوگوں کو شیطان کی پرستش سے آزاد کرائیں، اور اُنہیں صرف ایک معبود برحق کی عبادت کی دعوت دیں۔

اللہ نے مزید بیان فرمادِیا کہ ”اللہ نے اُنہیں خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا، وہ فرمانبرداروں کو فتح وکامیابی، تائید وحمایت اور جنت وعزت کی خوشخبری دیتے

ہیں، اور نافرمانوں کو ناکامی، پشیمانی اور دوزخ سے ڈراتے ہیں۔“

اور اُن کے بھیجنے میں اتمامِ حجت، اور بہانے کا سدباب ہے، تاکہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا تو آیا ہی نہیں، لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان رسولانِ عظام علیہم السلام کو مبعوث فرما کر اتمامِ حجت فرمادِیا، بہانہ بازی کا راستہ بند فرمادِیا، مخلوق کی رہنمائی فرمادِی، حق کو بیان فرمادِیا، بندوں کو اسبابِ نجات کی رہنمائی کردِی، اور اسبابِ ہلاکت کو روشن فرمادِیا- اُن پر درود وسلام ہو- یقیناً وہ بہترین لوگ ہیں اور سب سے نیک تر مخلوق ہیں، اور لوگوں کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہیں، چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا: آپ (علیہ السلام) کو گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا اور داعئ حق بنا کر بھیجا، اس سے پتہ چلا کہ دعوت وتبلیغ کا کام، اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی رہنمائی کی ذمہ داری، اور اس کے منافی اور مخالف باتوں سے متنبہ کرنا ان کا مشن تھا، اسی طرح یہی شیوہ قیامت تک اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا ہے، وہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں، مقصدِ تخلیق کی طرف اُن کی رہنمائی کرتے ہیں، اور اسبابِ ہلاکت سے اُنہیں ڈراتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ اُن کا راستہ جس پر وہ گامزن ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت وتبلیغ ہے، اسی طرح ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی اسی کے پابند ہیں، مطلب یہ ہے اے محمد ﷺ!، اے ہمارے معزز رسول ﷺ! لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ یہی آپ کا اور آپ کے پیروکاروں کا راستہ ہے، اس سے پتہ چلا کہ پیغمبروں اور اُن کے پیروکاروں کا کام ہی اللہ کی طرف دعوت دینا ہے، اور وہی سوجھ بوجھ اور بصیرت والے لوگ ہیں۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی لوگوں کے لئے نمونہ ہیں، اور یہ حکم ساری اُمت کو ہے اِس لئے کہ یہ قاعدۂ شرع کی رو سے امر ونہی میں اُن کی اُمت اُن کے تابع ہے، سوائے ان چیزوں کے جن میں آپ ﷺ کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہو، لہٰذا دعوت وتبلیغ کا کام سب پر فرض ہے، اور سب کی ذمہ داری ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ دعوت میں اپنے محبوب نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلیں، اور اپنی اِصلاح کے ساتھ ساتھ لوگوں کی رہنمائی کریں، اور بندگانِ خدا کو اسبابِ نجات سے واقف کرائیں، اور اسبابِ ہلاکت سے اُنہیں بچائیں۔

قرآنِ کریم میں اِس حقیقت کی وضاحت ہے کہ ''وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ'' ''اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے سے بڑھ کر اچھی گفتگو والا کوئی نہیں ہے''، اِس میں دعوت وتبلیغ کی شدید سے شدید ترغیب اور اِنتہائی درجے کی تاکید موجود ہے؛ کیونکہ داعیِ حق سے بہتر کلام والا کوئی نہیں ہے، تو ایک مؤمن کو چاہیئے کہ اس مقام سے سرفرازی میں عجلت سے کام لے اور تاخیر نہ کرے، کیونکہ یہ تو رسولانِ عظام علیہم السلام کا مقام ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور اُس کے دِین کے رہبر ہیں، اور اُس پاک گروہ کے پیشوا، رہنما اور امام تو حضرت محمد ﷺ ہیں، اور یہی حضرات لوگوں میں سب سے اچھی گفتگو والے ہیں، یہی ائمہ دعوت و ہدایت ہیں، اور یہی اس آیتِ مبارکہ کے مصداق ہونے کے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ اللہ کی طرف دعوت وہدایت کے وہی اساس ونمونہ ہیں۔

حضورِ اکرم ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف روانہ فرمایا، تو اُن سے فرمایا کہ تم انہیں اِسلام کی دعوت دو، اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر فرض ہیں، ان کے بارے میں اُنہیں بتلاؤ، اور اللہ کی قسم [یاد رکھو] کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے کسی کو ہدایت دے دے، یہ تمہارے لئے سرخ اُونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ یہ حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک متفق علیہ حدیث ہے۔

آپ ﷺ نے قسم کھائی اور اگر آپ قسم نہ بھی کھاتے تب بھی سچے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کسی ایک شخص کا بھی ہدایت یافتہ ہوجانا کئی سرخ اُونٹوں سے بہتر ہے، اس سے یہ بات کھل کر واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت ایک عظیم الشان کام ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے، اس سے یہ حقیقت بھی آشکارا ہوتی ہے کہ دعوت و جہاد کا مقصد لوگوں کو قتل کرنا اور ان کے مال کو لوٹنا نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد اُن کی ہدایت اور اُن کو اُن کے باطل اُمور سے باہر نکالنا، اُنہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لانا ہے، اور اُنہیں چاہِ ضلالت اور رذالت کی گندگیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی اور تقویٰ کی بلندی تک پہنچانا ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: اور اللہ کی قسم، تمہارے ذریعہ سے کسی ایک انسان کو ہدایت مل جائے، یہ تمہارے لئے سرخ اُونٹوں سے بھی بہتر ہے۔

دعوت وتبلیغ کا عمل اِس اُمت کو اِس وجہ سے دِیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی

کی طرف نکالا جائے اور دعوت کے سامنے راستہ کھولا جاسکے، اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں اِسلام کا بول بالا ہوسکے، اِسی طرح اِس حدیث سے یہ بھی مستفاد ہے کہ ایک اِنسان کی ہدایت بھی کئی سرخ اُونٹوں سے زیادہ بہتر ہے، مطلب یہ ہے کہ اے محترم داعی! اے امیرِ دعوت! اگر کافروں میں سے ایک فرد بھی آپ کے ہاتھ پر ہدایت پاتا ہے تو اس میں بے پناہ بھلائی اور اس کی بڑی فضیلت ہے، بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ان سب سے بہتر ہے، کیونکہ دنیا تو فناء ہوجانے والی ہے، اور آخرت تو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، کیونکہ اس کی بھلائی اگرچہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، لیکن وہ باقی رہے گی؛ لہٰذا دنیا ومافیھا سے زیادہ بہتر ہوئی، اِسی لئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑے رکھنے بھر جگہ دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہوگی''۔

آپ ﷺ نے سرخ اُونٹوں کا تذکرہ اِس لئے فرمایا کہ سرخ اُونٹ عربوں کے نفیس ترین اور بیش قیمت مالوں میں شامل تھا، اِسی لئے اس کی مثال دی گئی، ورنہ مقصود تو یہی ہے کہ کسی ایک اِنسان کو ہدایت ملنا دنیا ومافیھا اور اس کی زائل وفانی ساز وسامان سے کئی درجے بہتر ہے۔

اور آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: جس نے نیکی کا راستہ بتایا اُس کے لئے بھی ایسا ہی اجر ہے جیسا اس پر عمل کرنے والے کے لئے ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس کی تخریج کی ہے، اِس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی دعوت دیتا ہے اور اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس کے لئے اس پر عمل کرنے والے کی طرح اجر وثواب ہے، درحقیقت یہ دعوت وتبلیغ کی بڑی فضیلت اور دعوت کے کام پر لگے لوگوں کے لئے بڑے شرف کی بات ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے ہاتھوں پر ہدایت پانے والے لوگوں کے اجر وثواب کے مانند ثواب سے اُنہیں نوازتا ہے، واہ! کیا ہی بھلائی ہے۔ واہ! کیا ہی فضیلت ہے، واہ! کیا ہی مقام ہے۔ اگر آپ اپنے اللہ کی طرف بلاتے ہیں، یا اپنے دینِ اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں یا اپنے نبی کریم ﷺ کی پیروی کی ترغیب دیتے ہیں، تو آپ اسی طرح کے ثواب سے بہرہ ور ہونگے جو اس دعوت کے ذریعہ عمل کرنے والا پائے گا، یقیناً یہ بڑی فضیلت کی بات ہے اور بہت اِمتیازی شان ہے، اس میں مبلغین کے لئے ترغیب وتاکید ہے کہ وہ دعوت میں

لگے رہیں اور اس پر صبر وتحمل سے کام لیں؛ کیونکہ اُنہیں تو اُن لوگوں کی طرح ثواب مل رہا ہے جو اُن کے ہاتھ پر اِیمان لاتے ہیں، لہٰذا تمام مسلمانوں کے لئے مناسب (لازم) ہے کہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں مستعدی سے کام کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں اور اس پر صبر کو لازم پکڑیں، اس میں اُن کے لئے بڑی بھلائی اور فضیلت ہے، اور حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے: جو کسی کو اچھے طریقہ کی طرف بلائے گا، تو اُسے اس طریقے پر چلنے والے تمام لوگوں کے ثوابوں کی طرح ثواب ملے گا، اور ہاں اس سے ان لوگوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور یہ تو بہت بڑی فضیلت کی بات ہے جو شخص نیکی کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا، تو اس کی پیروی کرنے والے سارے لوگوں کے ثواب کے برابر اُس کو ثواب ملے گا اور یہ اسی حدیث شریف کی طرح ہے جو پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ جس نے نیکی کا راستہ بتایا اس کے لئے ایسا ہی اجر وثواب ہے جیسا اس پر عمل کرنے والے کے لئے ہے۔

ان احادیث مبارکہ اور اُن کے ہم معنیٰ احادیث میں دعوت وتبلیغ کی ترغیب وتاکید ہے اور اس کی فضیلت کا بیان ہے اور یہ کہ اس کا اِسلام میں بڑا مقام ہے اور یہ رسولانِ عظام علیہم السلام کا مشغلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو اپنے دین کا داعی اور اس پر عمل کرنے والوں کو خوشخبری دینے والا اور نافرمانوں کے لئے ڈرانے والا بنا کر بھیجا، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اُن کے عمدہ طریقہ پر چلیں، اور اُن کے روشن طریقے پر مسلسل گامزن رہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا کام کریں اور اُس کے دِین کی خوشخبری عام کریں، اور اُس کی خلاف ورزی کرنے سے متنبہ کریں؛ کیونکہ یہ فضیلت تو اسی وقت حاصل ہوگی اور یہ بھلائی تو اسی وقت پروان چڑھے گی جب صبر سے کام لیں گے اور نیک نیتی کا سہارا لیں گے اور سچائی پر چلیں گے، اگر جذبہ صبر ماند پڑ جائے اور سچائی کمزور ہو جائے یا نیک نیتی ٹمٹما جائے، تو اس عظیم الشان کام پر اِستقامت اور ثابت قدمی نہیں ہوسکتی ہے، اور کما حقہ مقصد حاصل نہیں ہوگا، لہٰذا اس مشن میں اخلاص چاہئے، دکھاوا کرنے والا اس میں نہیں چل سکتا اور سختیوں کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتا ہے، اسے صبر کی ضرورت ہے، سستی اور کاہلی سے کام کرنے والا پوری پوری کامیابی حاصل نہیں کرسکتا ہے، لہٰذا اس میں اخلاص، صبر اور سچائی بے حد ضروری ہے۔

۱۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے دِین کی حفاظت کی، غرض ایک علاقے سے دوسرے علاقہ کی طرف ہجرت کی، خواہ ایک بالشت ہی سفر کیا ہو۔ تو اس نے جنت اپنے لیے لازم کر لی اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کا ساتھی بنے گا۔ (تنبیہ الغافلین)

۲۔ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے۔ اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے۔ اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دِل میں اس کو برا سمجھے اور یہ اِیمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔ (مسلم)

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو۔ ورنہ تمہارے قلوب بھی اس طرح خلط ملط کر دیئے جائیں گے جس طرح اُن لوگوں کے کر دیئے گئے اور تم پر بھی لعنت ہوگی جس طرح اُن پر یعنی بنی اسرائیل پر لعنت ہوئی۔ (ابوداؤد)

۴۔ فرمایا اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا اِرتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت یا قوم باوجود قدرت کے اُس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو اُن پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

آپ ﷺ کی حیات ہی میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اس دعوتی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے آپ ﷺ کے حکم سے اطرافِ عالم میں پھیل گئے تھے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ، حضرت معاذ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی یمن کو روانہ کئے گئے تھے، اور یہ حضرات وہاں دعوت کا کام انجام دیتے رہے، اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں واپس آئے تھے، اور حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما حجۃ الوداع میں واپس ہوئے تھے، پھر اُن کے جانشین حضرات نے وہاں دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا اور اِسلام کی اشاعت کا کام ہوتا رہا اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو عراق اور شام کے سفر پر نکلے اُنہوں نے وہاں دعوت اور اِشاعتِ اسلام کا کام کیا، اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شام، عراق، یمن اور مصر اُس کے علاوہ افریقہ کے شمال و

مشرق میں دعوت، جہاد، تعلیم اور تربیت کا فریضہ انجام دِیا، اس کے بعد پورے افریقہ اور روئے زمین کے مشرق ومغرب میں دعوتی کام چلتا رہا، یہاں تک کہ پیغامِ اسلام مشرق و مغرب کی آخری حدوں تک پہنچ گیا۔اورہنوز یہ محنت بفضلہٖ تعالیٰ جاری وساری ہے۔

دعوت وتبلیغ کے اسلوب:

دعوت وتبلیغ کے قرآنی اسلوب کے بعض اہم نکات یوں ہیں۔

(۱) قولِ حسن (بھلی بات) وقولو للناس حسنا (البقرہ ۸۳)

(۲) گفتگو وخطاب میں لینت ونرمی فقولا لہ قولا لینا (طٰہٰ ۴۴) واضح رہے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو جس مدعو سے نرم گفتگو کرنے کو کہا جارہا ہے، وہ فرعون جیسا باغی وطاغی ہے جب کہ آج ہم کا فرتو کجا مسلمانوں کو بھی اس کا مستحق نہیں سمجھتے۔

(۳) بصیرت ودانائی قل هذه سبیلی ادعوالی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی (یوسف ۱۰۸)

(۴) حکیمانہ پیشکش

(۵) ناصحانہ انداز ولب ولہجہ

(۶) جدال حسن (بشرطِ ضرورت)

مؤخرالذکر تینوں نکات کی جامع یہ معروف آیتِ کریمہ ہے ادع الی سبیل ربك بالحكمة و الموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن (النحل ۱۲۵)

(۷) تالیفِ قلب، اس میں قال وحال اور مال تینوں وسائل شامل ہیں۔

(۸) تیسیر وتبشیر، داعی کی پیشکش میں دِین سہل اور آسان ہونا چاہئے، اس کا انداز ڈرانے والا، نفرت پیدا کرنے والا، یا مایوس کرنے والا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ مدعو کے لیے اُمید وخوشی کے دروازے وا کرنے والا ہونا چاہئے۔داعی اعظم ﷺ کا فرمان ہے بعثتم میسرین (کتب الصحاح) اوریسرو و لاتعسروا و بشروا و لاتنفروا۔ (صحیح بخاری)

دعوت وتبلیغ کا نبوی اسلوب:

یہاں مناسب ہوگا کہ دعوت وتبلیغ کے نبوی اسلوب کا ایک نمونہ پیش کردیا جائے جو مذکورہ بالا بیشتر نکات کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور بولا کہ

یارسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اِجازت دیجئے، یہ سن کر لوگ اس پر چڑھ دوڑے اور اُسے ڈانٹنے اور خاموش کرنے لگے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے قریب کرو، تو وہ آپ کے قریب ہوا۔آپ نے اس سے فرمایا: کیا یہ چیز اپنے ماں کے ساتھ پسند کروگے؟ وہ بولا: ہرگز نہیں یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، تو آپ نے فرمایا: لوگ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ پسند نہیں کرتے ہیں۔ بعد ازیں اللہ کے رسول ﷺ نے بیٹی، بہن، خالہ اور پھوپھی کے حوالے سے یہی سوال کیا۔اس نے ہر بار پہلے جیسا ہی جواب دیا اور ہر بار نبی رحمت ﷺ نے اسے یاد دِلایا کہ سارے لوگ اسے پسند نہیں کرتے ہیں۔راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک کو اس کے سینہ پر رکھا اوراس کے لیے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کے گناہوں کو معاف فرما، اس کے دِل کو پاکیزگی عطا کر اوراس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما، اس کے بعد اسے زنا کا خیال بھی نہیں رہا''۔ (مسندِ احمد: ۲۱۷۰۸)

بعض روایت میں ہے کہ اس کے بعد اس نوجوان کے لیے زنا سے زیادہ کوئی شے نفرت انگیز نہیں رہی۔اس سلسلے میں مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے ہادیانہ اور داعیانہ سلوک کے واقعہ کو بھی ذکر کیا جاسکتا ہے جس کی تخریج امام بخاری، ترمذی اورابوداؤد وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ان واقعات میں ان حضرات کے لیے درسِ عبرت ہے جو مختلف فیہ مسائل کو لے کر لوگوں کو زجروتوبیخ اور تضلیل وتذلیل کو اپنے فرائضِ منصبی کا حصہ سمجھتے ہیں۔

دعوت وتبلیغ کی محنت المعروف ''تبلیغی جماعت'':

پچھلی صدی کے پُرآشوب دور میں جب متحدہ ہندوستان کے طول وعرض میں ایک طرف شرک و بت پرستی سے فضا میں گھٹن تھی اور دوسری طرف برطانوی اِستعمار کی وجہ سے برصغیر کا باشندہ آزادی سے محروم غلامانہ کرب واذیت سے کراہ رہا تھا، اس صورتِ حال سے مسلمان سب سے زیادہ متأثر تھے کہ اس خطے پر ایک ہزار سال تک حاکمیت کا دور گزارنے کے بعد شامتِ اعمال سے اب بدیسی لوگ قابض ہوگئے تھے، بدلے ہوئے حالات میں اُنہیں ہر طرف سے سیاسی، مادی، تعلیمی اور نفسیاتی یلغار کا سامنا تھا اوران سب عوامل کی وجہ سے اُن

کے لیے دِین و ایمان اور اپنی روایات و اقدار کے تحفظ کی طرف سے شدید خطرات درپیش تھے، باشندگانِ ملک کی اکثریت نے حالات سے دِل برداشتہ ہوکر استعماری طاقت کی پناہ میں عافیت سمجھی جب کہ ثروت اور وجاہت رکھنے والے لوگوں نے اپنے مرتبے اور زر وزمین کی خاطر بدیسی حکمرانوں کا ساتھ دِیا اور مغربی کلچر اپنانے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانے لگے، جس نے جس قدر ''رنگ'' قبول کیا اُسی درجے نوازا گیا، ملکہ برطانیہ کی طرف سے شاہی خطابات تقسیم ہوئے، بڑی بڑی جاگیریں الاٹ کی گئیں اور اہم واہم ترین شخصیت کے اعزازات دے کر شاہی دربار تک رسائی کے علاوہ اُونچے عہدوں پر فائز کیا گیا، انگریز کی حکمتِ عملی نے ایک طرف اپنی عسکری بالا دستی سے مسلم مزاحمت کو کچل دِیا جب کہ دوسری طرف خطے کے بااثر لوگوں کو مختلف ترغیبات سے اپنے ساتھ ملا لیا اور اس طرح جنوبی ایشیاء کے اس بڑے خطے پر اِستعماری پنجہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ دو ڈھائی سو سال پہلے کے حالات کا تصوّر کر کے دِل ہولنے لگتا ہے کہ اُس وقت کے مسلمان کرب و اذیت اور اِضطراب و بے چینی کے کس ہولناک تلاطم سے گزر رہے ہوں گے اور فاتح انگریز کی سفاکی و درندگی سے مسلمانوں میں دہشت وخوف کا کیا عالم رہا ہوگا یہ وہ وقت تھا کہ جب شہروں کے چوراہوں پر پھانسی کے پھندوں میں بے بس مسلمانوں کی لاشیں تڑپتی تھیں اور اُن کے آباد گھروں سے دھووں کے مرغولے اُٹھتے تھے۔

اس طرح کے حالات میں دِین کا نام لینا یا اُس کی دعوت وتبلیغ کا کام کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا، لیکن اُس وحشت زدہ ماحول میں بھی ٹوٹے ہوئے دِلوں کو جوڑنے کے لیے مولائے کریم کی محبت اور اُمت کی خیر خواہی سے سرشار مردانِ خدامست مایوس نہیں ہوئے اور اپنے اپنے دائرۂ کار میں مسلمان بھائیوں کو اِرتدادی اور زیغ وضلال کی آندھیوں سے بچانے کے لیے نئے عزم کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے، گو مختلف زمانوں میں اِستعماری طاقت کے خلاف مسلح جدوجہد بھی ہوئی لیکن تکوینی حالات کی بنا پر اُس میں کامیابی نہیں ہوسکی اور بالآخر ان ربانی علماء نے بوریوں پر بیٹھ کر اور گوشہ نشین ہوکر حکمت وتدبر کے ساتھ مسلمانوں کی تعلیم وتزکیہ کا کام شروع کیا۔

برصغیر پاک وہند میں قائم مدارس ومکاتب کا موجودہ نظام اُسی شجرۂ طیبہ کی میوہ دار

شاخیں ہیں جو اِنتہائی نامساعد حالات اور کسمپرسی کے عالم میں لگایا گیا تھا اور جس کی بدولت آج بحمد اللہ اس خطے میں اِسلام، اِسلامی تعلیمات اور تہذیبی وتاریخی اقدار وروایات کا تشخص قائم ہے۔

مرکز نظام الدین بھی دہلی ہندوستان میں آدم گری اور مردم سازی کی ایک ایسی مثالی تربیت گاہ تھی جس میں شریعت وطریقت کی روشنی میں اِتباعِ سنت اور اُس کی اِشاعت کی عملی مشق کرائی جاتی تھی۔

غرضیکہ اُس پُرفتن دور میں علمائے ربانیین نے ہر دِینی شعبے میں کام شروع کیا، مدارس و مکاتب بھی قائم ہوئے اور خانقاہوں کی بھی بنیادیں رکھ دی گئیں جن کے ذریعے حق تعالیٰ نے دینِ اسلام کو محفوظ رکھا، اسی دور میں ایک مردِ درویش، بزرگ عالمِ دین مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی دِینی حالت افسوس ناک حد تک ابتری کا شکار ہے، مسلمان اِسلام کا نام تو جانتے ہیں مگر اُن کو کلمہ اسلام ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا صحیح تلفظ تک نہیں آتا، جب کہ مدارس ومکاتب اور خانقاہوں کی طرف تو وہی نیک نفوس توجہ کررہے ہیں جن کے دل میں طلب ہے، لیکن بے طلبوں میں طلب پیدا کرنے کے لیے کوئی مؤثر شعبہ اور محنت نہیں، کیونکہ ان شعبوں سے وہی فیضیاب ہوسکتے ہیں جن میں پہلے سے دین کی طلب ہو۔ اور یہ طلب اسی دعوت والے طریقہ سے پیدا ہوسکتی ہے جو طریقہ اور راستہ انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا اور جس پر چلتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی مقدس اور فرشتہ صفت جماعت پوری دنیا پر اسلام کو غالب کرنے میں کامیاب ہوئی اور پھر جب اس دعوت وتبلیغ سے عام فضاء دینی بنے گی تو لوگوں میں دین کی رغبت اور اس کی طلب پیدا ہوگی اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ لوٹ آئے گی۔

لیکن یہ مسئلہ حل کیونکر ہو؟ اس کو سوچ سوچ کر وہ پریشان ہوتے تھے، کہ مسلمانوں کی عمومی اِصلاح اور تربیت کے لئے کس طرح کام شروع کیا جائے؟ آپؒ نے اس مقصد کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا، مقاماتِ مقدسہ میں نہایت عجز وانکسار اور خشوع وخضوع سے بارگاہِ الٰہی میں عرض ومعروض کیں، اس کے بعد آپ واپس ہندوستان آئے اور دعوت کا کام شروع کردیا۔ اس کے لیے آپ کا معمول تھا کہ آپؒ شہر کے بازاروں، گاؤں، قصبوں اور

کھیتوں میں جاتے اور وہاں موجود مسلمانوں کو دِین کی دعوت دیتے، اُنہیں مساجد اور تعلیم کے حلقوں سے جڑنے کی ترغیب دیتے تاکہ وہ اس طرح نماز، روزہ اور اِسلام کے بنیادی مسائل سیکھیں اور اس کے بعد اُن سے مطالبہ ہوتا کہ وہ ان بنیادی مسائل اور اِسلامی آداب کو سیکھنے سکھانے کے لیے اپنے خرچ پر مہینہ میں تین دن، سال میں چالیس دن اور عمر بھر میں چار ماہ کے لیے اس راہ میں نکلیں اور ہر ایک کے لیے اُصول بنادیا کہ اپنے خرچ پر نکلیں، سیاسی اُمور میں دخل اندازی سے دور رہیں اور اِجتہادی، فروعی اور فقہی مسائل کو نہ چھیڑا جائے اور ہر شخص نے جو بھی فقہی مسلک اِختیار کیا ہوا ہے اُس پر عمل کرے یا اس مسلک پر جو اس ملک میں رائج ہو اور پوری توجہ اور اہتمام سے ایمان ویقین، نماز و روزہ، علم و ذکر کرے اور مسلمانوں کے اکرام اور ان کے حقوق کا اِخلاص کے ساتھ خیال رکھے اور دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے۔

اس سلسلے میں جناب مولانا ابواللیث الحسنی کھگڑیاوی، فاضل دارالعلوم دیوبند اپنے مضمون ''ہندوستان میں دینِ اسلام کی دو عظیم تحریکیں؛ دارالعلوم دیوبند اور تبلیغ ودعوت'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

ہر چند کہ مشرق اسلامی کے اس علاقے میں بھی، جو مطلع اسلام، مہبط وحی الٰہی، بعثت گاہِ نبی اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دور افتادہ ہے، ماضی بعید سے ہی، اسلامی تعلیمات واحکامات پڑھنے، پڑھانے اور اسلامی تبلیغ ودعوت پھیلانے، اپنانے، آنکھوں سے لگانے، دل میں بسانے اور اس کی ہمہ گیر خدمتوں کا پرعزم حوصلہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے؛ چنانچہ دینی شعور اور اسلامی تہذیب وتمدن اور اس کے تحفظ وبقاء کے لیے اس روئے زمین پر دو اہم اسلامی تحریکوں میں ''تبلیغ ودعوت'' اور ''دارالعلوم دیوبند'' بلاتعیین رتبہ اسلامی دنیا کی عظیم تحریکیں ہے۔

دعوت وتبلیغ کی حقیقت وضرورت:

وہ مقدس ہستیاں، جو لوگوں کو تاریکی سے نور کی طرف، گمراہی سے ہدایت کی طرف، تنگی سے کشادگی کی طرف، ظلم و زیادتی سے عدل وانصاف اور حیوانیت وشیطانیت سے ہٹا کر انسانیت واعزازیت کی طرف نکالنے کے لیے پیدا کی گئی، ان

کا دعوتی مشن، فکری کڑھن اور اصلاحی لگن، وہی ہے، جس کو ہم آج دعوت وتبلیغ کے عنوان سے موسوم کرتے ہیں۔ یقیناً یہ دعوت وتبلیغ تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا طرۂ امتیاز ہے، اور پھر انسانی، طبعی، عقلی اور شرعی جملہ حیثیتوں سے بھی یہ ضروری ہے کہ عام خلائق کی صلاح وفلاح اور اس کی دنیوی واخروی بہبودی کے لیے فکر کی جائے اور اس بہبودی وہمدردی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس میں کسی جاہ طلبی اور عہدہ مقصود نہ ہو، تو اس میں اسی قدر نفع عام ہوگا، خیریت وہدایت بڑھے گی اور نہ جانے کس قدر پروردگار عالم کے یہاں انعام واکرام میں اضافہ ہوگا۔

وہ تبلیغ ودعوت، جو برسوں سے پژمردہ ہوگئی تھی، اسے اللہ نے صدر مدرس دار العلوم دیوبند شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ہی کے ایک شاگرد مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی محنت وکوشش کے نتیجے میں دوبارہ زندہ کیا، جو تقریباً تیرہویں صدی ہجری کا زمانہ ہے۔

(ص:۳۰، دارالعلوم دیوبند کے ماضی وحال سے متعلق کچھ ضروری باتیں وص:۴۲ علمائے دیوبند کون اور کیا ہیں؟)

تبلیغ ودعوت اور اس کی نشو ونما:

دعوت وتبلیغ کے متعلق خطیب العصر علامہ عبدالشکور صاحب دین پوریؒ نے یہ فرمایا: الیاس کی محنت ہے کہ جو لوگ فرض نہیں پڑھتے تھے آج ان کی تہجد قضا نہیں ہوتی، جن لوگوں کی نگاہیں غلط تھیں ان کی ادائیں بھی بدل گئیں، جن کی فضائیں ابر آلود تھیں آج روشن وتابناکی کی آسمان میں بدل گئیں۔ (ص:۱۱۳، خطبات دین پوری)

ہزاروں نہیں؛ بلکہ لاکھوں انسانوں نے اس مشرب سے سیرابی حاصل کی ہے اور کر رہے ہیں، اس جدوجہد کی برکت سے جو راہ راست سے دور تھے، جنھیں کلمہ تک یاد نہیں تھا، جو قرآن کی عبارتوں، حدیث کے ترجموں اور دین کی تعلیمات سے بے بہرہ تھے، آج جب وہ اس دعوتی تحریک سے جڑ گئے تو ان تعلیمات واحکامات کی حصول یابی کے بعد دوسروں تک بھی اسے منتقل کرنے کی فکر میں لگ گئے اور لگے ہی رہے، بالفاظ دیگر اللہ کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت واحکامات کو پہنچانے میں تن من دھن کی بازی لگا رہے ہیں اور لگاتے رہیں گے، یہاں تک کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صادق آجائے: (عن المقداد انّہ) یقولُ لا یَبقٰی علی ظھرِ الارضِ بیتُ حدرٍ او وَبرٍ الّا ادخلَہ اللّٰہُ کلمۃَ الاسلام یعنی اللہ کے نبی کا یہ دین ہر پکے اور کچے گھر میں داخل ہوجائے۔ (ص:۱۶،مشکوۃ شریف)

چنانچہ آج اس کا خوب خوب مشاہدہ ہورہا ہے، مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے یہ جماعت جو تیار کی ہے، اگر یہ اسی طرح ملک ملک، دیہات دیہات، شہر شہر، محلّہ محلّہ پھرتی رہی تو اِن شاء اللہ ہر گھر مسلمانوں، نمازیوں اور دین داروں سے بھر جائے گا، اللہ اللہ کی پکار، اسلام ہی اسلام کی صدا پوری دنیا میں گونجے گی۔

دارالعلوم دیوبند میں تبلیغی جماعت کی محنت:

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم ہے کہ ماشاء اللہ طلباء کے ساتھ بعض اساتذہ بھی ہر ہفتہ اللہ کے دین کی نشر واشاعت کے لیے قریہ قریہ پھرتے ہیں؛ بلکہ طلباء چھٹیوں اور رمضان کے موقع پر چلہ اور فارغ ہونے کے بعد ایک سال لگاتے ہیں، جس سے ان کے اندر دینی وعملی انقلاب آجاتا ہے؛ بلکہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ساری دنیا کو صراطِ مستقیم کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبی کی دعوت، جدوجہد اور قول وعمل کا سب سے بڑا محرک رضائے الٰہی پیدا ہوجائے، کوئی چیز اللہ کی رضاء کے سوا ان کے سامنے نہیں ہوتی کہ یہ ملے یا وہ ملے۔

(ماخوذ از کتاب ''دین کا نبوی مزاج اور اس کی حفاظت کی ضرورت'')

بلکہ وہ صحیح معنوں میں خلوص وللّٰہیت کا پیکر بن کر احکام خداوندی اور تعلیماتِ نبوی کو عام کرتے ہیں، ہدایت سے بے بہرہ لوگوں کو آبِ ہدایت سے سیراب کرتے ہیں، ان کی زندگی کے نوک وپلک درست کرنے میں دل وجان سے کوشش کرتے ہیں اور اخلاص واستقلال، توکل واعتماد اور زہد وتقویٰ کے ساتھ ہر غریب وامیر، چھوٹے، بڑے اور دین سے بے خبر اَن پڑھ لوگوں کو ایمان وہدایت کی دعوت پیش کرتے ہیں، اپنی دعا وتسبیح اور محنت وکوشش کے ذریعہ ان کی زندگی کو اطاعت وسنت سے آراستہ وپیراستہ کرتے ہیں۔

اگر ان کی زندگی کا قریب سے جائزہ لیا جائے تو ایسا معلوم ہوگا کہ یہ لوگ

درحقیقت صحابہؓ کی زندگیوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں، وہ اس منظر کی تاریخ دوہراتے ہیں۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)

دعوت وتبلیغ کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ:

آج جس تبلیغی تحریک کی سارے عالم میں صدائے بازگشت ہے اُس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے مایہ ناز شاگردانِ ذی وقار میں سے ایک شاگرد رشید ہیں، جن کے مجاہدوں، رِیاضتوں اور روحانیت واِخلاص سے اس تحریک کی ابتداء ہوئی۔ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نجیب الطرفین بزرگ تھے۔ اُن کا گھرانہ اُن خوش قسمت خاندانوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت ومحبوبیت سے خوب نوازا تھا۔ اس خاندان کی بنیاد کچھ ایسے صدق واِخلاص پر پڑی تھی کہ صدیوں تک یکے بعد دیگرے نسل درنسل اس خاندان میں علماء وفضلاء، اہلِ کمال، مقبولین اور اللہ والے لوگ پیدا ہوتے رہے۔ جہاں اس خاندان کے مردوں میں جذبہ دعوت، تقویٰ ونیکی، دِین کی اشاعت وترویج کا عام رِواج تھا، وہاں اُن کی عورتیں بھی دِین داری، عبادت گزاری، شب بیداری اور ذکر وتلاوت میں پیچھے نہ تھیں بلکہ اس خاندان کی عورتوں میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر اور احادیث کے مطالعہ کی عام عادت تھی۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی وِلادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی، آپ کا بچپن اپنے ننہیال کاندھلہ اور اپنے والد صاحب کے پاس نظام الدین میں گزرا۔

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے والد حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلویؒ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے قریب ایک عمارت میں رہا کرتے تھے، اس کے متصل ہی چھوٹی سی مسجد تھی جس کو بنگلہ والی مسجد کہا جاتا تھا، آپ کا قدیم آبائی علاقہ جھنجھانہ ضلع مظفرنگر تھا۔ پہلی اہلیہ کے اِنتقال کے بعد آپ نے حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے ہاں عقدِ ثانی کرلیا تھا اس وجہ سے کاندھلہ بھی وطن کی طرح ہوگیا تھا آپ کے والد مولانا اسمٰعیل کاندھلویؒ

ولی کامل اور والدہ محترمہ بھی ''رابعہ سیرت'' خاتون تھیں، جنہوں نے آپ کی پرورش وتربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی، خاندان کے دوسرے بچوں کی طرح آپ کے والدین نے آپ کو مکتب کی اِبتدائی تعلیم دلوائی اور قرآنِ کریم حفظ کروایا، چھوٹی عمر میں ہی قرآن مجید اور دینی علوم کی تعلیم احسن طریقہ سے امتیازی شان اور نمایاں انداز میں مکمل کر لی تھی، نیکی وتقویٰ کی صفات بچپن میں ہی آپ کے اندر نمایاں اور خاندان میں آپ کی شہرت ولی کامل کی تھی۔

۱۳۱۴ھ میں آپ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰؒ (والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ) کے پاس گنگوہ آ گئے جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ میں مقیم تھے اور بڑے بھائی سے پڑھنا شروع کیا اور حضرت گنگوہیؒ کی صحبت ومجالس کی دولت شب وروز حاصل رہی۔ ۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہیؒ دنیا سے رحلت فرما گئے اور اس طرح حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا تقریباً آٹھ برس کا عرصہ حضرت گنگوہیؒ کی صحبت میں گزرا، حضرت گنگوہیؒ بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کو بیعت کر لیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت ذکر کرتے ہوئے میرے دل پر بوجھ محسوس ہوتا ہے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر متفکر ہوئے اور فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اس قسم کی شکایت کی تھی تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ آپ سے کام لیں گے''۔

۱۳۲۶ھ میں حدیث کی تکمیل کے لئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے درس میں شرکت کے لئے دیوبند تشریف لے گئے، بخاری شریف اور ترمذی شریف کی سماعت کی، چونکہ حضرت گنگوہیؒ کی وفات ہو چکی تھی، لہٰذا حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ اور اِجازت پر مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ سے تعلق قائم کیا اور اُن کی نگرانی میں منازلِ سلوک طے کئے۔

چنانچہ ایک طرف آپ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ جیسے مجاہد عالم دین سے علوم قرآن وحدیث کی تکمیل کی، تو دوسری طرف آپ نے اپنے وقت کے قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے تصوف وسلوک کی منازل تیزی سے

طے کیں اور اس کی تکمیل شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ نگرانی کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ یوں آپ جامع شریعت وطریقت ہو گئے۔

۱۳۲۸ھ میں آپ نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تدریس شروع کی، لیکن ۳۴ھ میں بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ اور دو سال بعد دوسرے بڑے بھائی حضرت مولانا محمد کاندھلویؒ جو نظام الدین میں بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ کے ذمہ دار تھے، کے اِنتقال کے بعد اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ کی اِجازت اور مشورہ سے نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں قائم مدرسہ میں منتقل ہو گئے اور یہاں تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی، اس مدرسہ میں زیادہ تر علاقہ میوات کے رہائشی بچے پڑھتے تھے۔

نظام الدین مدرسہ کی ابتدائی تاریخ:

اس مدرسہ کی تاریخ آغاز یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلویؒ تلاش و فکر میں نکلے کہ کوئی مسلمان آتا جاتا نظر آئے تو اُس کو مسجد میں لے آئیں اور اُس کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ لیں، چند مسلمان نظر آئے، اُن سے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ اُنہوں نے کہا: مزدوری کے لیے! کہا: کیا مزدوری ملے گی؟ اُنہوں نے مزدوری بتائی، فرمایا: اگر اتنی مزدوری یہیں مل جائے تو پھر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اُنہوں نے منظور کر لیا، آپ اُن کو مسجد لے آئے اور نماز سکھانا اور قرآن پڑھانا شروع کیا، یومیہ مزدوری اُن کو دے دیتے اور پڑھنے اور سیکھنے میں مشغول رکھتے، اس کے بعد نماز کی عادت پڑ گئی اور یومیہ مزدوری چھوٹ گئی، یہ نظام الدین مدرسہ کی بنیاد اور ابتداء تھی، اس کے بعد دس، بارہ میواتی طالبِ علم برابر مدرسہ میں رہے۔ اور آج الحمدللہ وہاں دورۂ حدیث تک پڑھائی ہوتی ہے، گزشتہ کئی سالوں سے وہاں کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ (جن کے تذکرے کے لیے یہ کتاب تیار کی جا رہی ہے) تھے جواب ہم سے رخصت ہو گئے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔

میوات میں تعلیم واِصلاح کی ابتداء:

میوات دہلی کے جنوب کا ایک علاقہ ہے، مسلمان ہونے کے باوجود یہاں باشندوں کی دِینی حالت یہ تھی، جس کے جاننے کے لیے مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ کافی ہے:

''وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے رکھی تھی اس دور میں اور اس علاقہ میں جس کو اگر میں نبی کریم ﷺ کے بعثت کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ تشبیہ دے دوں تو بے جا نہ ہوگا''۔ نظام الدین میں منتقلی کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کو اُن کی دِینی حالت کی اِصلاح کی فکر لاحق ہوئی، حضرت مولاناؒ کے والد اور اُن کے بھائیوں نے اُن کی دِینی اِصلاح کا یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اُن کے بچوں کو نظام الدین کے مدرسہ میں تعلیم دے کر میوات میں اِصلاح و اِرشاد کے لئے بھیج دیتے تھے، لیکن حضرت مولاناؒ نے ایک قدم آگے بڑھانا چاہا کہ خود میوات کے اندر دِینی مکاتب و مدارس قائم کئے جائیں، چنانچہ لوگوں کی بڑی جدوجہد سے وہاں ایک مکتب قائم ہوا اور پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور سو سے زائد مکاتب قائم ہوئے، اُن کے اخراجات کی ذمہ داری حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے اپنے اُوپر رکھی تھی۔

میوات میں طلبِ دین کی عمومی تحریک:

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں میں عمومی جہالت کو دیکھ کر صرف ان مکاتب کے وجود سے مطمئن نہ ہوئے، کیونکہ ساری قوم کو ان مکاتب اور مدارس کے ذریعہ دِین کی ضروری تعلیم اور تربیت نہیں دی جاسکتی تھی اور نہ ہی سب اپنے مشاغل زندگی اور وسائل معاش چھوڑ کر اُن مدارس کے طالب علم بن سکتے تھے، اس وجہ سے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو عمومی اِصلاح کے لیے عمومی تحریک کی فکر لاحق ہوئی۔

۱۳۴۴ھ میں آپ اپنے شیخ و مرشد اور مربی حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفرِ حج پر گئے اور مشاعرِ حج اور حرمین شریفین کے مقدس مقامات پر نہایت عجز وانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے کہ اے اللہ! میرے لیے عام مسلمانوں میں دعوت کا راستہ کھول دے، اللہ نے دعا قبول کی اور اس کام کے لیے اُن کا سینہ کھول دیا۔

تبلیغی محنت کی اِبتداء:

حج سے واپسی پر حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دین کے لیے تڑپ و بے چینی اور درد و بے قراری دیکھنے میں نہیں آتی تھی، مسلمانوں کی دین سے دوری پر آپ انتہائی غمگین و پریشان اور اس فکر میں ڈوبے رہتے تھے کہ مسلمانوں کے اندر کسی طرح

دین دوبارہ زندہ ہو جائے۔ بسا اوقات اسی فکر میں آپ ''ماہی بے آب'' کی طرح تڑپتے، آہیں بھرتے اور فرماتے تھے ''میرے اللہ میں کیا کروں کچھ ہوتا ہی نہیں''۔ کبھی دین کے اس درد و فکر میں بستر پر کروٹیں بدلتے اور جب بے چینی بڑھتی تو راتوں کو فکر سے اُٹھ کر ٹہلنے لگتے۔ ایک رات اہلیہ محترمہ نے پوچھا کہ ''کیا بات ہے نیند نہیں آتی؟ کئی راتوں سے میں آپ کی یہی حالت دیکھ رہی ہوں۔'' جواب میں آپ نے فرمایا کہ! ''کیا بتلاؤں اگر تم کو وہ بات معلوم ہو جائے تو جاگنے والا ایک نہ رہے دو ہو جائیں''۔ اور صرف ایک آپ کی اہلیہ محترمہ ہی نہیں بلکہ آپ کے سوز و درد کا اندازہ ہر وہ شخص آسانی کے ساتھ لگا سکتا تھا جو آپ کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا اور باتیں سنتا تھا، آپ کا بس نہیں چلتا تھا کہ سب لوگوں کے دلوں میں وہی آگ پھونک دیں جس میں وہ عرصہ سے جل رہے تھے۔ سب اس غم میں تڑپنے لگیں جس میں وہ خود تڑپ رہے تھے، سب میں وہی سوز و گداز پیدا ہو جائے جس کی لطیف لمس سے آپ کی روح جھوم اُٹھتی تھی، جب ایک جاننے والے نے خط کے ذریعہ آپ سے خیریت دریافت کی تو آپ نے سوز و درد میں ڈوبے ہوئے قلم کے ساتھ جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ ''طبیعت میں سوائے تبلیغی درد کے اور خیریت ہے''۔

اور پھر مولانا محمد الیاس خود سراپا دعوت بن گئے، ''دعوت وتبلیغ'' والے کام کو لے کر بڑی دل سوزی کے ساتھ دیوانہ وار ''میوات'' کے ہر علاقہ میں پھرے ہر ایک کے دامن کو تھاما، ایک ایک گھر کے دروازہ پر دستک دی، کئی کئی وقت فاقے کیے، گرمی و سردی سے بے پرواہ ہو کر تبلیغی گشت کیے۔ اور جب لوگوں نے آپ کی حسب خواہش آپ کی آواز پر ''لبیک'' نہ کہا تو آپ بے چین و بے قرار ہو کر راتوں کو خدا کے حضور روتے گڑگڑاتے اور پوری امت کی اصلاح کے لیے دعا کرتے۔ اور پھر اپنی ہمت و طاقت، مال و دولت سب کچھ ان میواتیوں پر اور ان کے ذریعہ اس تبلیغی کام پر لگا دیا۔ اس دوران اپنے رفقاء اور ساتھیوں کو ایک خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ! تم غور کرو، دنیائے فانی میں کام کے لیے تو گھر کے سارے افراد ہوں اور اس دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے صرف ایک آدمی کو کہا جائے اور اس پر بھی نباہ نہ ہو تو آخرت کو دنیا سے گھٹایا، یا نہیں گھٹایا؟۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اپنے ایک مکتوب میں میواتی حضرات کو تحریر فرماتے

ہیں کہ ’’میں اپنی قوت و ہمت کو تم میواتیوں پر خرچ کر چکا، میرے پاس بجز اس کے کہ تم لوگوں کو قربان کر دوں کوئی اور پونجی نہیں ہے۔‘‘

اور پھر دنیا نے دیکھا کہ میواتی حضرات نے اپنے جان و مال اور زندگیوں کو اس کام پر قربان کر دیا۔۔۔اور پھر ایک ایک گھر سے ایک ہی وقت میں کئی کئی افراد دین کے کام کے لیے باہر نکلنے لگے۔۔۔اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ ابتداء میں یہی میواتی لوگ جن کو اپنے گھر اور گاؤں سے نکلنا مشکل تھا اب وہ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی محنت سے اس دعوت و تبلیغ کی فکر لے کر ملک ملک، شہر شہر دین کی خاطر پھرنے لگے۔۔۔

حضرت مولانا محمد الیاس کی یہ عالمگیر ’’احیائے اسلام کی تحریک‘‘ جسے ظاہر میں لوگ صرف کلمہ و نماز کی تحریک کہہ کر اس کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ کوئی معمولی کام اور تحریک نہیں، بلکہ یہ پورے دین کے عملی نفاذ کی تحریک ہے۔۔۔اس تحریک اور جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ خود اپنی اس تحریک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ’’میرا مدعا کوئی پا تا نہیں‘‘، لوگ سمجھتے ہیں یہ ’’تحریکِ صلوٰۃ‘‘ ہے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ہر گز تحریکِ صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ ہماری محنت کا ایک خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور ﷺ کا لایا ہوا دین پورا کا پورا سکھا دیں یہ تو ہماری تحریک کا مقصد، رہی تبلیغی قافلوں کی چلت پھرت، تو یہ اس مقصد کے لیے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت ہے۔ ہماری تبلیغی تحریک کا ایک خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے سارے کے سارے جذبات پر دین کے جذبہ کو غالب کر کے اور اس راستہ سے مقصد کی دعوت کو پیدا کرتے ہوئے اور اکرام مسلم کے اصول کو رواج دے کر پوری قوم کو اس حدیث کے مصداق بنایا جائے۔

ترجمہ: ’’تمام مسلمان ایک جسم و جان کی مانند ہیں‘‘۔ اور ہمارے تبلیغی کام میں اخلاص، صدقِ دل کے ساتھ اجتماعیت اور مل جل کر باہمی مشورے کے ساتھ کام کرنے کی بڑی ضرورت ہے اور اس کے بغیر بڑا خطرہ ہے....‘‘۔

غرض حضرت مولاناؒ کی تبلیغی محنت و جدوجہد اور مشقت و قربانی سے اور دین کے لیے ایک ایک کے پیچھے پھرنے، منتیں کرنے، سخت سست جملوں کو سہنے، حتیٰ کہ ماریں کھانا اور ان سب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا رنگ لایا، لوگ مسجد میں آئے، آپ نے بنیادی دین

سکھایا، نماز کی پابندی کرائی، دوسروں کو دعوت دینے کا طریقہ سکھایا اور دعوت دینے کے لیے تیار کیا، پھر دینی اجتماعات منعقد کئے اور لوگوں سے جماعتوں کا مطالبہ کیا، چنانچہ جماعتیں تیار ہوئیں اور مختلف علاقوں میں دین کی بنیادی چیز کلمہ اور نماز کی دعوت دینے لگیں اور اس محنت میں لوگوں کو اپنے ساتھ جوڑتی رہیں، عرصے تک میوات میں اس طرز پر کام چلتا رہا، رفتہ رفتہ میوات کی فضا بدلنے لگی اور دین پر عمل اور اُس کے لیے قربانی دینے کے اعتبار سے اُن میں پختگی آ گئی اور وہ اس کام کے لیے دوسرے مقامات میں بھی وقت دینے کے لیے تیار ہو گئے، چنانچہ اُنہوں نے دوسرے شہروں کاندھلہ، رائے پور، مظفر نگر، سہارن پور اور دہلی وغیرہ کی طرف رخ کر کے یہاں بھی اجتماعات منعقد کئے اور ہر طبقہ میں دین کی دعوت دی، ان اجتماعات کو اکابر اہلِ علم حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنیؒ اور دوسرے بڑے حضرات کی سرپرستی حاصل رہی۔

ان دوسرے شہروں میں محنت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے لوگ دین سے وابستہ ہو گئے، خصوصاً دہلی کے تاجروں نے دین داری میں بہت ترقی کی اور اُن کی زندگی، معاشرت اور اخلاق میں تغیر ظاہر ہونے لگا، زندگی میں تبدیلی آنے لگی اور دینی طور طریقے واضح ہونے شروع ہوئے، حتیٰ کہ بعض وہ تجار جو داڑھی رکھنے والے شخص کو اپنی دکان میں ملازم رکھنا پسند نہیں کرتے تھے اور نمازی آدمی کی ملازمت کو اپنے کاروبار میں حرج سمجھتے تھے، اُنہوں نے خود داڑھیاں رکھیں اور عین کاروباری مشغولیت کے وقت دکان کو چھوڑ کر نماز اور تبلیغی اعمال میں شریک ہونے لگے۔

باہر کی دنیا میں اس کام کا فیض:

جو تاجر حضرات دین سے وابستہ ہو گئے تھے، وہ جب دوسرے ممالک میں تجارت کی غرض سے جاتے تو وہاں بھی وہ اپنا مشن جاری رکھتے اور لوگوں کو اس دینی محنت سے متعارف کراتے، اسی طرح مولاناؒ سفر حرمین میں دوسرے ممالک سے آئے ہوئے مسلمانوں کو اس عمومی دعوت کے طریقہ کار اور اُس کے اچھے نتائج سے متعارف کرا کے اس کام کو اُن کے

ممالک میں شروع کرنے کی ترغیب دیتے، جس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ باہر کی دنیا میں اس محنت کا فیض پہنچ گیا اور وہاں سے ہندوستان میں جماعتیں آنا شروع ہوگئیں اور حضرت مولاناؒ کی زندگی میں ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بھی دعوت دی گئی۔ بالآخر ۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی طبیعت خراب ہونے لگی اور ۱۲/ جولائی ۱۹۴۴ء کو اِنتقال فرما گئے۔

نامور عالم حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تعزیتی شذرہ میں رقمطراز ہیں:

''افسوس ہے کہ ۲۱/ رجب ۱۳۶۳ھ کی صبح کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم بستی نظام الدین دہلی نے چند ماہ کی علالت کے بعد بستی نظام الدین دہلی میں اِنتقال فرمایا، وہ اِس عہد میں اُن نفوسِ قدسیہ کی مثال تھے جن کے دم قدم سے ہندوستان میں اِسلام کا چراغ روشن ہوا، اُن کا وجود اِس دعویٰ کی کہ ہندوستان میں اِسلام بادشاہوں کے تیغ و خنجر کے سایہ میں نہیں بلکہ بے نوا فقیروں کے فیوض و برکات کے زیرِ سایہ بڑھا اور پھلا پھولا ہے، سب سے زیادہ تازہ دلیل ہے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔

پایۂ تخت دہلی کے اِردگرد ہزاروں میواتی جن کی تعداد کم و بیش پچاس لاکھ تک پہنچ جاتی ہے، سینکڑوں برس کے شاہانہ جاہ و جلال اور رعب و ہیبت کے باوجود ایسے ہی نومسلم تھے جو اِسلام کے بجائے بت پرستی سے زیادہ قریب تھے اور ۱۹۰۷ء سے لے کر پچھلے آریہ فتنے تک اُن کے اِرتداد کا خطرہ ہمیشہ مسلمانوں کو دامن گیر رہتا تھا۔

حضرت مولانا نے نہایت خاموشی کے ساتھ صرف اپنے مخلصانہ سادہ طریق اور صحیح اُصول و دعوت کے ذریعہ پچیس برس کی انتھک محنت میں اُن کو خالص و مخلص مسلمانوں کی صورت میں بدل دِیا، جن کے ظاہر و باطن پر خاندانی مسلمانوں کو بھی رشک آتا ہے۔

مولانا نے اپنے بھائی کی جگہ بستی نظام الدین میں متوکلانہ اِقامت شروع کی، اِبتداء میں اُن کو بڑی تکلیفوں کا سامنا ہوا، مگر اُن کے پائے اِستقامت کو لغزش نہیں ہوئی، آخر اللہ تعالیٰ نے اُن کے کاموں میں برکت دِی اور اُن کو مسلمانوں میں حسنِ قبول عطا فرمایا۔

سب سے پہلے اُنہوں نے مکتب کو ترقی دِی، جو وہاں پہلے سے قائم تھا اور اُس کو مدرسہ کی سطح پر لے آئے، شروع سے اُن میں علمی کے بجائے عملی رنگ تھا، یہی گہرائی اُن کے کاموں میں بھی تھی، مدرسہ قائم کیا تو ہر طالبِ علم کا یہ فرض قرار دِیا کہ ہر نماز کے بعد

ایک طالبِ علم کھڑا ہو کر نمازیوں کے سامنے ایک مسئلہ بیان کردے، دوسرا ایک حدیث سنادے، تیسرا قرآن پاک کی کسی آیت کا ترجمہ اور مطلب بیان کردے، اِس طرح نمازیوں کا بڑا فائدہ ہونے لگا اور اسی سے اُن کی تبلیغی کوششوں کا آغاز ہوا۔

یاد ہوگا کہ تحریکِ خلافت کے شباب میں ۱۹۳۴ء میں آریہ تحریک نے زور پکڑا اور خصوصیت کے ساتھ ملکھانوں اور میواتیوں میں اپنا کام شروع کیا، میوات کا بڑا علاقہ ہے جو دہلی کے پاس سے لے کر راجپوتانہ کی ریاستوں تک پھیلا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اُس قوم کی آبادی پچاس لاکھ کے قریب ہوگی، اُن کا پیشہ کاشت کاری اور مویشی پالنا ہے، لیکن حد درجہ لڑاکے اور چوری، ڈاکہ اور قتل میں بدنام تھے، کہنے کو تو مسلمان تھے، لیکن نام بھی مسلمانوں کا نہیں اور کام بھی نہیں، مولانا نے یہ سمجھ کر کہ یہ سارا فساد اُن کی جہالت کے سبب ہے، میوات کے پورے علاقہ کا بڑی محنت سے دورہ فرمایا، میلوں پیادہ چل کر بیل گاڑی میں بیٹھ کر اور جہاں سڑک تھی، موٹر پر پورے علاقہ میں سال ہا سال پھرتے رہے، جگہ جگہ مسجدوں اور مکتبوں کا اِنتظام کیا، ہر جگہ وعظ کیا، لوگوں سے ملے، اُن کو اپنے سے آشنا کیا، اُن کو سمجھایا، اُن کو دِین بتلایا، کلمہ سکھلایا، جو جان چکے اور سیکھ چکے اُن کو آگے بڑھایا، اُن کو دوسروں کے بتانے اور سکھانے کا کام سپرد کیا، جو اہلِ نظر آئے، اُن کو ذکر و فکر کی تلقین کی، جو تعلیم کے قابل ہوئے اُن کو تحصیلِ علم پر مامور کیا، اِخلاص سے کام کرنے والوں کو آس پاس سے بٹورا، اُن کو اپنی طرزِ دعوت سے آشنا کیا اور اُن کو تھوڑی تھوڑی تعداد میں اِس شرط کے ساتھ کہ وہ کھانے پینے اور سفر کا کل خرچ اپنی جیب سے کریں گے، گاؤں گاؤں میں بھیجا اور اِس طرح میوات کی پوری سرزمین مخلص مبلغ سپاہیوں کا کیمپ بن گئی اور چند سال کے بعد ڈاکوؤں اور چوروں کا جرائم پیشہ گروہ نیک صالح اور دِین دار مسلمانوں کی جماعت بن گئی، یہ حضرت مولانا کی مساعیٔ جمیلہ کی وہ کرامت ہے جس کو پولیس کی سرکاری رپورٹ میں بھی صحیح مان لیا گیا اور جرائم پیشہ گروہ سے وہ خارج قرار دِیا گیا۔

مولانا کا طریقِ دعوت بالکل سادہ تھا، خود سادہ تھے، سراپا اِخلاص تھے، سراپا درد تھے، دِین کے سچے غم خوار اور مسلمانوں کے بدل خدمت گزار، اللہ پر متوکل، ایک دھن تھی کہ دِن رات اُن کو بے قرار رکھتی تھی، اُن کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا جو تھا وہ صرف

دِین کی خدمت اور مسلمانوں کی غم خواری اور اِصلاح کی فکر تھی، یہی اُن کی تقریر تھی، یہی اُن کی گفتگو اور اسی کا شب و روز ملنے جلنے والوں سے اعلان و اظہار۔

میں نے مولانا کا ذکرِ خیر مدت سے سن رکھا تھا، ہمارے مدرسہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے متعدد اساتذہ کرام جن کے سرخیل مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی تھے، کئی دفعہ بستی نظام الدین جا کر حضرت مولانا سے مل چکے تھے بلکہ ہمارے یہاں سے کئی سال سے متواتر طلباء کے وفود مولانا کے حلقۂ مبلغین میں داخل ہو کر خدمت کیا کرتے تھے اور واپس آ کر اپنے تأثرات بیان کرتے تھے، مگر خاکسار کو ذاتی طور پر نیاز کا شرف حاصل نہ تھا، اِتفاق دیکھئے کہ گزشتہ سال مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب ندوی نے حضرت مولانا اور اُن کے ساتھیوں کو لکھنؤ اور ندوہ میں قیام کرنے کی دعوت دِی، چنانچہ شعبان کی بیچ کی تاریخ اس کے لیے مقرر ہوئی، ادھر رجب کے شروع میں جولائی کی بیچ کی تاریخیں تھیں، خاکسار تھانہ بھون میں تھا کہ مولانا کی آمد کی اطلاع ملی اور تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ وہ واپس دہلی کے لیے اسٹیشن روانہ ہو گئے، مجھے بھی دہلی جانا تھا اور اسی گاڑی سے مولانا ظفر احمد صاحب کے ساتھ اسٹیشن آیا، دیکھا کہ ایک دبلے پتلے نحیف سے میانہ قد، بڑی داڑھی، کچھ کچی اور کچھ پکی، ہاتھ میں چھڑی، سر پر عمامہ، مگر وہ کبھی سر سے اُترا اور کبھی سر پر رکھا ہوا، اِسی طرح جسم پر لمبے کرتے کے اُوپر ایک عبا سا، مگر وہ بھی کبھی در بر اور کبھی باہر، ایک کمبل بچھائے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں، ہم دونوں بھی سلام کے بعد جا کر بیٹھ گئے وہ اور مولانا ظفر احمد صاحب تو مدت کے رفیق اور ایک دوسرے کے محبّ دوست تھے، مولانا نے فوراً اپنی تبلیغ کی تقریر شروع کر دِی اور اُن کو اپنے طریقِ دعوت کی توضیح بھی بیان فرماتے رہے اور وہ مجھ سے بالکل نا آشنا تھے اور میں اُن کے نام اور کام سے آشنا، مگر خود اُن کی حقیقت سے نا آشنا تھا، میں اُن کی باتوں کو چپ سنتا رہا، آخر میں یہ عرض کی کہ حضرت! ایسے لوگوں کو جو صرف دو چار دِن آپ کی صحبت میں رہے اُن کو تزکیہ اور تصفیہ کے بغیر مبلغ بنا کر بھیجنا کیونکر مفید ہو گا؟ فرمایا: مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ پڑھیئے، معلوم ہو جائے گا، دوبارہ عرض کی: میں نے اُن کو پڑھا ہے، مگر اُن سے تو اِس مشکل کا حل معلوم نہ ہوا، شاید مولانا کو کچھ اچنبھا سا ہوا، جناب مولانا ظفر احمد صاحب سے پوچھا یہ کون ہیں؟ اُنہوں نے میرا نام لیا تو خوشی سے اُچھل پڑے، کھڑے ہو گئے، سینہ سے لگایا اور مجبور کیا کہ انہی کے ساتھ انہی

کے ڈبہ میں سیکنڈ کلاس میں سفر کروں، میرا ٹکٹ بدلوایا اور اس وقت سے لے کر کاندھلہ تک برابر ڈیڑھ دو گھنٹہ بڑے جوش و خروش سے کلام فرماتے رہے، اُن کی زبان میں لکنت تھی، تقریر پر قادِر نہ تھے، تقریر بھی اُلجھی ہوئی ہوتی تھی، مگر جوش و خروش کا سمندر اُن موانع کے سارے خس و خاشاک کو بہائے لے جاتا تھا، تھوڑی گفتگو کے بعد۔

واہ ری تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا وہ بھی میرے دِل میں ہے

جسمانی کمزوری اور ضعفِ سینہ کے باجود اُن کے پھیپھڑے اُن کی پرزور تقریر اور پرجوش گفتگو کے تسلسل اور تواتر کے سبب ہر وقت اس طرح اُبھر اُبھر کر اُٹھتے تھے کہ مجھے تو ڈر لگتا تھا کہ کہیں یہ پھٹ نہ جائیں یا گلے کی رگیں جو بار بار پھول پھول جاتی تھیں وہ نہ پھٹ جائیں، یہ سب سہی مگر دریا اپنی روانی میں ہر خطرہ سے بے خبر اور ہر اُفتاد سے بے پروا تھا۔

حضرت مولانا نے اس اثناء میں جو کچھ فرمایا میں نے اپنی اِستعداد کے مطابق اُس کو پوری طرح سمجھ لیا، اِتنے میں کاندھلہ آیا اور وہ اُتر گئے مگر مجھ سے یہ وعدہ لے لیا کہ کل رات کو دہلی میں پھاٹک حبش خاں میں اُن کا تبلیغی جلسہ ہے میں اُس میں شرکت کروں چنانچہ شریک بھی ہوا اور تقریر بھی کی اور مولانا نے اس کی تصدیق و تصویب بھی فرمائی۔

میں اس سفر سے لوٹ کر جب لکھنؤ آیا، تو حضرت مولانا کے اہلِ تبلیغ مجاہدوں کی آمد لکھنؤ میں شروع ہو چکی تھی اور ندوہ کی مسجد میں اُن کا قیام تھا، اللہ اللہ کیا سادگی کی شان پائی، سادہ تکلف سے بری، شب زندہ دار، تہجد گزار، پچھلے پہر سے ذکر و فکر میں مصروف صبح کی نماز پڑھ کر اپنے کام کے لیے مستعد اور تیار۔

ایک دو روز کے بعد مولانا مع اپنے دوسرے رفقاء کے آئے اور ندوہ کے مہمان خانہ میں ساتھ ہی قیام فرمایا اور تقریباً ایک ہفتہ تک دِن رات ساتھ رہا، ہر گفتگو میں شریک اور ہر مجلس میں رفیق، جیسے جیسے ملتا جاتا تھا، اُن کی تاثیر بڑھتی جاتی تھی، مولانا کی تقریر گو اُلجھی ہوئی اور بیان ژولیدہ بدستور تھا، مگر میں نے جو دیکھا کہ جو آیا وہ اثر سے خالی نہ گیا۔

اُدھر کہتا گیا وہ اور اِدھر آتا گیا دِل میں
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوائے باطل میں

لکھنؤ میں کئی جلسے ہوئے اور بار بار تقریریں ہوئی، لوگوں نے مطلب سمجھا، شرکت پر

آمادہ ہوئے، کام کا آغاز ہوا، دِلی سے مبلغین لکھنؤ کے کوچہ کوچہ میں پھرے اور مسلمانوں کو کلمہ اور نماز کی تلقین کی، ایک ہفتہ کے بعد کانپور کی جانب کوچ ہوا، دو تین روز قیام رہا، خاکسار بھی ساتھ تھا، یہاں ہر وقت اُن کی صحبت اُٹھائی، اُن کی تقریریں بھی سنیں۔

اُن کے کام کو جانچا، اُن کی دھن کو دیکھا، ہر وقت مسلمانوں کی اِصلاح، دِین کی سربلندی اور اعلائے کلمہ کے لیے درگاہِ الٰہی میں دستِ نیاز دراز، آنکھیں پرنم، آواز دِل گیر۔

زیادہ دیکھنے والوں اور بار بار ملنے والوں کو تو خدا جانے کیا کیا ادائیں پسند ہوں گی لیکن مجھے اس تھوڑی سی ملاقات میں اُن کی تین ادائیں بہت پسند آئیں، صبح کی نماز کے بعد مقتدیوں کے رخ بیٹھ کر وہ کام کرنے والوں کو دِن کا کام سمجھاتے تھے اور بار بار اُن کی کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں فرماتے تھے، اُن دعاؤں میں لفظ 'اللہ' اُن کے دِل کی گہرائی سے نکل کر دوسروں کے دِلوں کی گہرائی میں گھر کر لیتا تھا، ''ہر چہ از دِل خیزد بر دِل ریزد''، مختلف اوقات میں اُن کی زبان سے کسی قدر یہ دعائے ماثورہ ''یا حی و یا قیوم۔ برحمتك أستغيث اصلح لی شانی كله و لا تكلنی الی نفسی طرفة عین (اے حی و قیوم خدا! میں تیری رحمت سے چاہتا ہوں کہ تو میری فریاد کو سنے، تو میری حالت کی درستی فرمادے اور ایک لمحہ کے لیے بھی مجھے میرے نفس پر نہ چھوڑے) نکلتی تھی اور اُن کے فقر و اِلتجا اِلی اللہ کی کیفیت کو ظاہر کرتی تھی، وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہتے تھے اور اُن میں کسی قسم کا اِمتیاز نہیں چاہتے تھے، وہ لکھنؤ سے کانپور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تھرڈ کلاس میں سوار تھے۔ اُن کے بعض معتقد فرسٹ کلاس میں سوار تھے، بھیڑ کا یہ عالم تھا کہ تھرڈ میں تو ہلنا، بلکہ اپنی جگہ سے نکلنا بھی مشکل تھا، سیکنڈ میں بیٹھنے کی جگہ تھی، مگر اندر جانے کی جگہ نہ تھی، فرسٹ میں گنجائش تھی ہر اسٹیشن پر کوشش کی گئی کہ مولانا نکل کر فرسٹ میں چلے آئیں، مگر منظور نہیں فرمایا، آخر کانپور کے قریب پہنچ کر ظہر کی نماز یا اور کسی ضرورت کی بناء پر اس درجہ میں داخل ہوئے۔

لکھنؤ کے قیام میں ایک دفعہ ایک دوست کے ہاں عصر کے وقت چائے کی دعوت تھی، پاس کوئی مسجد نہ تھی، اُن کی کوٹھی ہی میں نماز باجماعت کا سامان ہوا خود کھڑے ہو کر اذان دِی، اذان کے بعد مجھ سے اِرشاد فرمایا کہ نماز پڑھاؤ، میں نے معذرت کی تو نماز پڑھائی، نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے فرمایا ''بھائیو! میں ایک اِبتلا میں گرفتار

ہوں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نکالیں، جب سے میں یہ دعوت لے کر کھڑا ہوا ہوں لوگ مجھ سے محبت کرنے لگے ہیں، مجھے یہ خطرہ ہونے لگا ہے کہ مجھ میں اعجابِ نفس نہ پیدا ہو جائے، میں بھی اپنے کو بزرگ نہ سمجھنے لگوں، میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اِس اِبتلاء سے بسلامت نکال لیں، آپ بھی میرے حق میں دعا فرمائیں۔''

مجھے کبھی بستی نظام الدین جانے اور اُن کی مسجد میں قیام کرنے کا اِتفاق نہیں ہوا، مگر جانے والوں سے سنا کہ پچھلے پہر رات کا سماں بڑا مؤثر ہوتا تھا، دِن کے سپاہی رات کے راہب بن جاتے تھے، ہر طرف سے تہجد گزاروں اور ذاکروں اور تسبیح خوانوں کی آوازیں بلند ہوتی تھیں، کوئی سجدہ میں ہوتا تھا تو کوئی رکوع میں، کوئی گریہ و بکا میں تھا، تو کوئی دعاؤں میں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سچائی کا ایک آفتاب کیونکر متعدد ذروں کو اپنے پاس کھینچ کر روشن بنا دیتا ہے۔

مولانا کا جسمانی ضعف، پھر شب و روز کی یہ محنت اور دعوت کے کاموں میں ہمہ وقت کا یہ شدید اِنہماک اور آرام و راحت کی ہر تدبیر سے کامل اعراض نے ادھر اُن کو ضعیف بنا دِیا تھا، مہینوں سے پیچش اور اِسہال کا عارضہ پیدا کر دِیا تھا اور ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا، ہر علاج ناکام رہا، مگر اس حالت میں بھی کام کے اِنہماک اور دعوت کے جوش کا وہی عالم تھا، آخر میں یوں تو نشست و برخاست دشوار ہوگئی تھی، سہارے سے اُٹھتے بیٹھتے تھے، مگر اس حالت میں بھی نماز باجماعت کا اہتمام اخیر تک رہا، بلکہ فرض نماز کھڑے ہو کر ادا فرماتے رہے اور خدا جانے اس وقت اُن کے اندر کہاں سے طاقت آ جاتی تھی۔

اُس زمانہ میں جو لوگ اُن سے ملنے اور اُن کو دیکھنے گئے، سب نے اُن کی بڑی پرتاثیر کیفیتیں بیان فرمائی ہیں۔

۲۱/رجب ۱۳۶۳ھ (۱۳/جولائی ۱۹۴۴ء) کو وفات پائی اور اسی مقام بستی نظام الدین کی مسجد کے صحن کے باہر جنوبی و مشرقی گوشہ میں اپنے والد و برادر معظم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے۔

چپہ چپہ پہ ہے واں گوہر یکتا تہِ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

(ماخوذ: یادِ رفتگاں)

(مزید دیکھئے: سوانح حضرت مولانا محمد الیاسؒ، از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

دعوت وتبلیغ کے امیر ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ:

اِنتقال سے پہلے بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اپنے بعد اس کام کی سرپرستی کے لئے چند علماء کے نام دیئے تھے، جن میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (حضرت مولاناؒ کے صاحبزادے) کا نام بھی تھا، اِنتقال سے پہلے ہی علماء کے مشورہ سے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا نام طے ہوا۔ اور پھر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے نامور فرزند ارجمند اور لائق و فائق بیٹے حضرت العلامہ الشیخ المحدث محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت وتبلیغ کی اس تحریک کو جس عروج تک پہنچایا وہ کسی تعارف وتبصرہ وتائید کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ۲۵/ جمادی الاوّل ۱۳۳۵ھ مطابق ۳۰/ مارچ ۱۹۱۷ء بروز بدھ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور والدہ محترمہ مولانا رؤوف الحسنؒ کی خدیجہ سیرت صاحبزادی تھیں۔ دس سال کی عمر میں حافظ امام خان میواتیؒ سے قرآن شریف حفظ کیا، قاری معین الدین صاحبؒ سے تجوید سیکھی، ۱۱/ سال کی عمر میں والدِ ماجدؒ سے مدرسہ کاشف العلوم میں عربی پڑھنی شروع کی، ۱۳۵۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، اور ہدایہ اولین، میبذی اور دِیگر کتب پڑھیں، پھر جلالین، مشکوٰۃ شریف، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدرسہ کاشف العلوم میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ۱۳۵۴ھ میں جامعہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھیں، مگر بیماری کی وجہ سے تکمیل نہ کرسکے اور نظام الدین آکر بقیہ حدیث کی کتابیں والدِ ماجد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے پڑھ کر مکمل کیں، ۳/ محرم ۱۳۵۴ھ کو جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے سالانہ جلسے میں حضرت شیخؒ کی صاحبزادی ذکیہ صاحبہ سے نکاح ہوا، نکاح شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے پڑھایا۔ اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ اور ایک صاحبزادی اسماء خاتون آپ کو عطا فرمائے، آپ کی یہ اہلیہ ۱۵/ ستمبر ۱۹۴۷ء کو وفات پاگئیں، بعد ازاں حضرت شیخؒ کی دوسری صاحبزادی راشدہ صاحبہ سے آپ کا نکاح ہوا، جن کی وفات یکم جون ۱۹۹۶ء کو ہوئی، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے

جنازہ پڑھایا بعد ازاں اپنی پہلی دو ہمشیران ذکیہ و ذاکرہ کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔

۱۳۵۶ھ میں مولانا محمد یوسفؒ نے مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پہلا حج کیا، اس سفر میں جبلِ اُحد پر عربوں کے ایک اجتماع میں عربی زبان میں تقریر کی جو آپ کی عربی زبان میں پہلی دعوتی تقریر تھی، قصبہ نوح کے ایک اجتماع میں اپنے والدِ ماجدؒ کی موجودگی میں تقریر کی جو اُردو کی پہلی تقریر تھی، پھر اپنے والدؒ کے حکم پر میوات میں ایک چلہ لگایا، جو آپ کا پہلا چلہ تھا، پھر حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے ساتھ حضرت شیخؒ کے حکم سے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ ۱۲/ جولائی ۱۹۴۴ء کو حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اجازتِ بیعت دی، اگلے دن والد کی وفات ہوئی اور آپ کو جانشین مقرر کیا گیا۔

۲۶/ دسمبر ۱۹۴۷ء کو تقسیمِ ہند کے بعد کراچی کے ایک اجتماع میں شرکت کی، یہ تقسیم کے بعد پاکستان کا پہلا اجتماع تھا، ۱۹۵۵ء میں آپ نے دوسرا حج حضرت مدنیؒ کی سرپرستی میں کیا، ۱۹۶۴ء کو تیسرا حج حضرت شیخؒ کی سرپرستی میں کیا جو آپ کا آخری حج تھا، یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو مرکز لاہور شہر، بلال پارک مسجد میں بعد نماز مغرب آخری بیان کیا، ۲/ اپریل ۱۹۶۵ء کو بعد نماز جمعہ لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہا، رات کو جنازہ دہلی لایا گیا، اور ۳/ اپریل کو ۱۱/ بجے دن اپنے والد محترمؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے، لاہور میں نماز جنازہ مولانا محمد انعام الحسنؒ نے اور دہلی میں حضرت شیخؒ نے پڑھائی، حدیث کی مشہور کتاب معانی الآثار کی بے مثال شرح ''امانی الاحبار'' کے نام سے اور صحابہ کرامؓ کے حالات پر ''حیاۃ الصحابہؓ'' جیسی عظیم کتاب لکھی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تعزیتی شذرہ میں لکھتے ہیں:

''راقم سطور کو اپنی بے بضاعتی اور تہی دامنی کا پورا احساس ہے، لیکن یہ ایک تقدیری بات ہے کہ اس کو ممالکِ اسلامیہ کی سیاحت اور عالمِ اسلامی سے واقفیت کے ایسے ذرائع اور مواقع میسر آئے جو (بلا کسی تحقیر وتنقیص کے) اس کے ہم وطنوں اور ہم عمروں میں سے بہت کم اشخاص کو میسر آئے ہوں گے، دنیائے اِسلام اور بالخصوص ممالکِ عربیہ کے دِینی، علمی اور روحانی حلقوں کو بہت قریب سے دیکھنے اور برتنے کا اِتفاق ہوا، دورِ حاضر کی مشکل سے کوئی تحریک اور کوئی عظیم شخصیت ہوگی جس سے ملنے اور سعادت حاصل کرنے کی سعادت حاصل نہ ہوئی ہو۔

اِس وسیع واقفیت کی بنا پر (جو کسی کا ذاتی کمال اور سرمایۂ فخر نہیں) یہ کہنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ اِیمان بالغیب کی دعوت، دعوت کے شغف اور اِنہماک اور تاثیر کی وسعت و قوّت میں اِس ناکارہ نے اِس دور میں مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ہمسر اور مقابل نہیں دیکھا، یوں اُن کی نادرۂ روزگار شخصیت میں بہت سے ایسے کمالات پائے جاتے تھے جن میں اُن کا پایہ بہت بلند تھا، اُن کی اِیمانی قوت، اُن کا اعتماد وتوکل، اُن کی ہمت و جرأت، اُن کی نماز اور دعا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے اُن کی گہری واقفیت اور اُن کے حالات کا اِستحضار، اتباعِ سنت کا اہتمام، فہمِ قرآن اور واقعاتِ انبیاء علیہم السلام سے عظیم نتائج کا اِستخراج، دعوت وتصنیف کے متضاد مشاغل کو جمع کرنے کی قوت اور آخر میں اُن کی غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت، یہ سب اُن کی زندگی کے وہ پہلو اور نمایاں صفات ہیں جن کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور جس کے لفظ لفظ کی تصدیق وہ سب لوگ کریں گے جن کو اُن کی خدمت میں کچھ دِن رہنے کی سعادت یا کسی سفر میں رفاقت کا شرف حاصل ہوا ہے، اور اُن کی تعداد ہزاروں کی ہے، لیکن درحقیقت یہ سب اور اُن کے ماسوا اور بہت سے پہلو اُن کی سوانح اور سیرت کا موضوع ہیں اور ان میں سے بعض کمالات و اِمتیازات وہ ہیں جن میں اُن کے سہیم وشریک مل سکتے ہیں اور بعض شخصیتیں اُن میں اُن سے فائق بھی ہوسکتی ہیں، لیکن راقم نے اُن کے جن اِمتیازات کا یہاں اِنتخاب کیا ہے، اُن میں (اپنے محدود واقفیت وعلم میں) اُن کا کوئی سہیم وشریک اور اُن کا کوئی مد مقابل نظر نہیں آتا، والغیب عند اللّٰہ۔

جہاں تک پہلے عنوان کا تعلق ہے، ہم نے غیبی حقائق، اللہ کے وعدوں اور انبیاء علیہم السلام کی دِی ہوئی اِطلاعات پر اِیمان لانے اور اُن کے اعتماد و یقین پر اپنی زندگی کی کشتی کو چھوڑ دینے کی ایسی واشگاف، طاقتور اور بے لاگ دعوت کسی دوسری جگہ نہیں دیکھی، جس وقت وہ اللہ تعالیٰ ذات وصفات، اُس کی قدرت کن فیکون، اس کے بلا شرکت غیرے پورے نظامِ عالم کو چلانے، اسباب کی بے حقیقتی، خواص اشیاء اور اِنسانی تجربات کی بے اعتباری، محسوسات و مشاہدات کی تحقیر ونفی، احکامِ الٰہی اور نظامِ تشریعی کے سامنے نظامِ تکوینی کی سپر اندازی ومغلوبیت، اِیمانی صفات واخلاق اور اطاعت وعبودیت کے سامنے وسائل و ذخائر کی بے حقیقتی، حاملینِ نبوّت اور اہلِ ایمان و دعوت کا اربابِ اقتدار، اہلِ

حکومت اور سرمایہ داروں کے مقابلہ میں فتح وغلبہ، خدا کے وعدوں کی ابدی صداقت اور سنۃ اللہ کی ہمہ گیری کا مضمون اپنی پوری اِیمانی قوت اور اپنے والہانہ اندازِ بیان میں بیان فرماتے تو سننے والے اِتنی دیر کے لیے اس حواس و مادہ پرستی کی دنیا سے منتقل ہو کر ایمان بالغیب کی دنیا میں پہنچ جاتے اور اسباب ومسببات کا سلسلہ اور مقدمات ونتائج کا ربط و تعلق اِتنا بے کار و بے حقیقت نظر آنے لگتا تھا کہ ہم جیسے مدرسی لوگوں کو بعض اوقات اس کی فکر پیدا ہو جاتی تھی کہ کہیں یہ دعوت سننے والوں میں ترکِ اسباب اور تجرد و رہبانیت کا رجحان نہ پیدا کر دے، لیکن اس دورِ مادیت میں ''اسباب'' نے ''ارباب'' کی شکل اِختیار کر لی ہے اور ایک عالم کا عالم اپنی قسمت کو مادی اسباب اور اپنی ذاتی کوشش و قابلیت کے ساتھ وابستہ کر چکا ہے اور کسی دِینی دعوت وتحریک کو وہ قلندر صفت افراد نہیں مل رہے ہیں، جن کا عشق ''آتشِ نمرود'' میں بے خطر کود کر عقل کو ''محوِ تماشائے لبِ بام'' کر دے بلکہ اس تھوڑے سے اِیثار وقربانی کی جنس بھی نایاب ہوگئی ہے، جس کے اِیندھن کے بغیر کسی تحریک کی گاڑی دو قدم بھی نہیں چل سکتی، مادی ترقی اور مادی اقدار کی اہمیت و تقدس کی مسلسل اور پُر جوش تبلیغ وتلقین نے خود اِس اُمت کو متأثر کر لیا ہے، جس کی ساری طاقت اور ساری فتح کا راز اِیمان بالغیب کی قوّت، رضائے اِلٰہی کی طلب اور جنت کے شوق میں مضمر تھا، مسلمان نے ذرائع معاش کو اپنا رزّاق سمجھ لیا ہے۔

مادیت کی اِس وبائے عام کے دور میں مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی ایمان بالغیب کی اِس دعوت سے بعض اوقات سیکڑوں سامعین کے دِل اِیمان کے جذبے سے معمور اور قربانی کی لذت سے مخمور ہو جاتے تھے اور وہ اس کے اثر سے اِیثار وقربانی کے ایسے نمونے پیش کرنے لگے تھے، جن کو عقل ودلائل، حکمت ومصلحت اور علم وخطابت کی کسی بڑی سے بڑی طاقت سے حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا اور جن کی بنیاد پر یہ تحریک دنیا کے دور دراز گوشوں میں پہنچ گئی، ہزاروں آدمیوں نے جن میں ہر طبقے کے لوگ تھے، مہینوں کے لیے گھر بار چھوڑ کر دوسرے براعظموں کا سفر کیا، اور دعوت وتبلیغ کے راستے میں بڑی بڑی مشقتیں برداشت کیں، اُنہوں نے بڑی دریا دلی اور عالی ہمتی کے ساتھ اپنا وقت اور اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کیا، اگر خدا کو منظور ہوتا اور مولانا کی زندگی وفا کرتی تو وہ اِیمان بالغیب کی اس طاقت سے (جو اس دور میں مشکل سے کسی اور جماعت کو میسر آئی ہوگی)

معاشرے کی اِصلاح و اِنقلاب اور دنیا کے حالات میں تبدیلی کا اور زیادہ وسیع و عمیق کام لیتے اور افراد کی یہ قوّتِ ایمانی، اِجتماعی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتی، اُن کی ان مجالس میں کبھی کبھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مجالسِ وعظ کی جھلک نظر آنے لگتی تھی جن کی (غیر اللہ کی نفی سے لبریز) تقریروں نے ہزاروں دِلوں اور دماغوں پر گہری چوٹ لگائی، جس وقت آدمی اُن کے ان مواعظ کو (جو فتوح الغیب اور دوسرے مجموعوں میں محفوظ ہیں) پڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص پوری بے باکی اور قوّت کے ساتھ گرز چلا رہا ہے اور اس کی ضرب سے مادیت کے ہزاروں بت پاش پاش ہورہے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم جیسے لوگ جن کا دماغ اسباب و مسببات کے تعلق سے کبھی آزاد نہیں ہونے پاتا اور جو مادی سعی و جدوجہد کو بھی دِین و شریعت میں ایک مقام دیتے ہیں اور اِنسان کو اپنی سعی کا مکلّف و مامور سمجھتے ہیں اور جو اس عالمِ اسباب میں مسلمانوں کی پست ہمتی اور بے عملی کو اُن کے زوال کا ایک سبب قرار دیتے ہیں، وہ کبھی مولانا کے اس طرز کی کامیابی کے ساتھ نقل نہیں اُتار سکے اور اُن کے ذہن نے عین اُن مجالسِ وعظ میں بھی اپنا کام کرنا نہیں چھوڑا، لیکن ہم کو اس کا صاف اعتراف ہے کہ ان کی اس دعوتِ ایمانی نے وہ نتائج پیدا کیے جن سے ہماری ''متوازن و معتدل'' دعوتیں (جن کی عصرِ حاضر کے حقائق پر نظر ہے) قاصر رہیں، اور صاف اندازہ ہوا کہ ؎

لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

اُن کا دوسرا اِمتیاز اپنی دعوت کے ساتھ اُن کا ایسا شغف و اِنہماک تھا، جس کی مثال نہ صرف یہ کہ دِینی دعوتوں اور تحریکوں کے میدان میں نظر نہیں آتی بلکہ جہاں تک اس کوتاہ نظر کی نظر و واقفیت کا تعلق ہے کسی مادی و سیاسی تحریک کے داعیوں میں بھی وہ اِستغراق، خود فراموشی، والہیت اور جذب کی کیفیت نظر نہیں آئی، اُن کا یہ پہلو اِتنا نمایاں اور اِتنا حیرت انگیز تھا کہ جب تک کسی شخص کو کچھ عرصے اُن کی خدمت میں رہنے اور کسی سفر میں اُن کی معیت کا موقع نہ ملا ہو وہ بہتر سے بہتر تصویر کشی اور واقعہ نگاری کے بعد بھی اُس کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتا، چند دِن رہ کر آدمی اُن کی مشغولیت و اِنہماک اور اُن کے جذب و اِستغراق کو دیکھ کر مبہوت رہ جاتا تھا اور اُس کی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اتنی قوّت و تازگی کہاں سے آتی ہے اور اس کا سرچشمہ کیا ہے؟ عام حالات میں ''عشق'' اور خاص حالات

میں تائیدِ الٰہی اور نصرتِ غیبی کے سوا اس کی توجیہ نہیں ہوسکتی۔

معمولی بات یہ ہے کہ وہ فجر کی نماز کے بعد سال کے بارہ مہینے اور مہینے کے تیس دِن تقریر فرماتے، یہ تقریر ڈھائی تین گھنٹے سے کم نہ ہوتی، اس میں موسم کی سختی، دھوپ کی گرمی، صحت کی خرابی، مجمع کی کمی و زیادتی قطعاً اثر انداز نہ ہوتی، یہ مجاہدہ رمضان المبارک میں بہت بڑھ جاتا، جب کہ فجر کے بعد لوگوں کے سونے کا عام معمول ہے، رمضان میں اُن کی رات شب بیداری اور دعوت کے کام میں صرف ہوتی، اس کے باوجود فجر کی نماز کے بعد پوری قوّت، تازگی اور نشاط کے ساتھ تقریر فرماتے اور اسی قوّت کے ساتھ آخر میں دعوت دیتے، عام دنوں میں چائے کے دوران اور چائے کے بعد پھر گفتگو اور تقریر کا سلسلہ شروع ہوجاتا، عام طور پر وہ جماعتوں کو رخصت کرنے کا وقت ہوتا، وہاں تشریف لے جاکر پھر اسی طرح تقریر فرماتے اور ہدایات دیتے کہ معلوم ہوتا کہ ابھی تک خاموشی کی مہر لگی ہوئی تھی اور وہ اب ٹوٹی ہے، پھر اسی جذبے اور طاقت کے ساتھ دعا کرتے کہ معلوم ہوتا کہ نہ اس سے پہلے دعا کی ہے نہ اس کے بعد کریں گے، سب کچھ اسی دعا میں مانگ لینا ہے اور سب کچھ اسی دعا میں کہہ دینا ہے، اس کے بعد بھی مختلف تقریروں سے گفتگو اور خطاب کرنے کا سلسلہ جاری رہتا، پھر کچھ دیر تصنیف و تالیف کا کام کرتے، پھر کھانے کا وقت ہوجاتا، ظہر کے بعد پھر کوئی سبق پڑھاتے یا تصنیف و تالیف کا کام کرتے، ملنے جلنے اور ڈاک دیکھنے کا بھی سلسلہ جاری رہتا، کبھی بعد عصر اور بعد مغرب بھی کوئی تقریر ہوجاتی اور اس میں بھی تازگی اور جوش کا وہی عالم ہوتا، عشاء کے بعد (جو اکثر بڑی تاخیر سے ہوتی) سیرت کی کوئی کتاب یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا کوئی مجموعہ سنانے کا معمول تھا، کتنا ہی تھکے اور جگے ہوئے ہوں اور کیسی خستہ اور شکستہ حالت ہو، اس معمول میں حتی الامکان فرق نہ ہوتا، دیر رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا، سننے والے کو محسوس ہوتا کہ اس شخص نے دِن بھر آرام کیا ہے۔

ہم جیسے پست ہمتوں کے لیے نظام الدین کا دو روزہ قیام بھی سخت آزمائش اور مجاہدہ تھا، میرا خود حال یہ تھا کہ اکثر اپنے دِل سے خطاب کرکے کہتا ''بے ہمت! مولانا کے لیے ساری زندگی کا معاملہ ہے، تیرے لیے صرف دو دِن کا معاملہ ہے''۔ لیکن بہانہ جو اور سہولت پسند طبیعت اپنی صحت کی کمزوری اور مولانا کی عالی ظرفی کا سہارا لے کر کوئی گوشۂ

عافیت تلاش کر لیتی، اس وقت اگر کوئی تلاش کرنے والا تلاش کرتا تو خود زبانِ حال سے اس کو اپنا پتہ نشان اِس طرح دیتا کہ ۔

ہوگا کسی دیوار کے سایہ کے تلے میرؔ
کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

سفر میں تو یہ اِنہاک اور اِستغراق بہت بڑھ جاتا، پھر تقریروں کی تعداد، اُن کی مقدار اور اُن کے اوقات کی کوئی تحدید نہیں تھی، بعض دوستوں نے اندازہ لگایا ہے کہ آخر میں مجموعی طور پر آٹھ آٹھ گھنٹے بولنے کی نوبت آتی۔ (یہ اندازہ صرف تقریروں کا ہے، مجلسی گفتگوؤں کے اوقات اس کے علاوہ ہیں۔) اس میں بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہر بعد کی تقریر میں نئے سننے والوں کو یہ اندازہ ہوتا کہ بولنے والا اسی وقت بولنے کھڑا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس کو اپنے خیالات وجذبات کے اِظہار کا موقع نہیں ملا تھا، اب اسی موقع پر اپنا دِل کھول کر رکھ دینا چاہتا ہے، یہی ہر وقت کی دعا کی کیفیت ہوتی۔

مجھے حجاز کے آخری سفر میں حاضری کا موقع نہیں ملا، لیکن میں نے بالتواتر سنا ہے کہ وہاں یہ جوش وخروش اور جذبہ وانہماک اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ چکا تھا، مسجدِ نبویؐ میں صحنِ مسجد میں فجر کی نماز کے بعد تقریر شروع ہو جاتی اور دِن چڑھ آتا اور جن خوش قسمت آنکھوں نے تقریر کے آغاز میں گنبدِ خضرا پر چاندنی دیکھی ہوتی وہ دھوپ چڑھی ہوئی دیکھتے مجھے یاد ہے کہ بھوپال کے ایک اجتماع میں مولانا نے مغرب کے بعد پوری قوت اور اپنی تقریر کے عام پیمانے کے مطابق بسیط تقریر کی، تقریر کے بعد تشکیل ہوئی، پھر دعا ہوئی، مجھے اِطمینان تھا کہ اب اِس تقریر کے بعد آرام فرمائیں گے کہ خدا جانے کہ نکاح کی تقریب سے یا کسی اور تقریب سے پھر کچھ بولنا شروع کیا، طبیعت مطمئن تھی کہ چند منٹ میں اس کا سلسلہ ختم ہو جائے گا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد محسوس ہوا کہ مولانا میں نئی تازگی اور جوش آ گیا، پھر اس طرح تقریر ختم فرمائی کہ معلوم ہوتا تھا کہ دِن بھر خاموش رہے ہیں اور طبیعت جوش پر ہے۔

یہی حال دعا کا تھا، مولانا کی دعا کی کیفیت، اس کے مضامین، اس کی آمد اور جوش و خروش، اس کی رقت انگیزی اور اس کی تاثیر، مولانا کے ان خصائص میں سے تھی جن کی مثال دور دور دیکھنے میں نہیں آئی، جب دعا کرتے، حاضرین کا عجب حال ہوتا، خاص طور پر جب اُردو میں دعا کے الفاظ ادا فرماتے تو آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آتا، دور دور سے

رونے والوں کی ہچکیاں سننے میں آتیں، اس کی مثال ماضی قریب میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور اُن کے ایک جانشین مولانا سید نصیر الدینؒ کے حالات میں نظر آئی کہ بیان کرنے والوں نے بیان کیا کہ دعا کے وقت رحمتِ الٰہی جوش میں نظر آتی، لوگوں پر ایک وارفتگی اور بے خودی کی کیفیت ہوتی اور بعض لوگ دِیوانہ وار جنگل کو نکل جاتے، واقعہ یہ ہے کہ دعا کے وقت جو کیفیت لوگوں پر طاری ہوتی اور جو اثرات اُن کے دِلوں پر ہوتے، اگر کچھ دیر بھی باقی رہ جاتے تو لوگ دنیا کے کام کے نہ رہتے اور معلوم نہیں حالات میں کیا تبدیلی ہوتی، لیکن نظامِ عالم اسی طرح چل رہا ہے اور ہم ضعیف البنیان ہر چیز کا اثر وقتی طور پر لیتے ہیں۔

اُن کی تیسری اِمتیازی خصوصیت جس میں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے، اُن کی تقریروں اور صحبت کا وہ اثر ہے جو سامعین و حاضرین پر پڑتا، خاص طور پر ان سلیم طبیعتوں پر جن کا دل و دماغ دوسرے اثرات سے آزاد اور اُن کی طبیعتوں میں تسلیم و اِنقیاد کا مادہ غالب ہوتا، اُن کی کیمیا اثر صحبت اور اُن کی اِنقلاب انگیز تقریروں نے اِتنی زندگیوں میں تبدیلیاں پیدا کیں اور اِتنے دِلوں اور دماغوں کو متأثر کیا کہ جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ان صحبتوں اور تقریروں کے اثرات اتنے گہرے ہوتے کہ صورت، سیرتِ زندگی، معاشرت اور یہاں تک کہ سوچنے اور بولنے کا طریقہ بھی بدل جاتا، سیکڑوں آدمی ہیں جو ان کی زبان بولنے لگے اور ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اور جملے ان کو حفظ ہو گئے، کتنے اشخاص ہیں کہ جن کی دعاؤں میں ان کی دعاؤں کا رنگ آ گیا، کتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور امیرانہ زندگی رکھنے والے لوگ ہیں جن کی زندگی اور معاشرت سرتاپا مغربی اور رئیسانہ تھی اور وہ اب ایک درویش صفت مبلغ اور ایک فقیر منش اور جفاکش مجاہد نظر آتے ہیں اور جن کی گرانقدر تنخواہوں اور آمدنیوں کا بڑا حصہ تبلیغ و دعوت، رفقاء کی اِمداد و اِعانت اور جماعت کی نصرت پر خرچ ہوتا ہے، اور اُن میں اُن کے گھر والوں کا اور اُن کا اپنا وہی حصہ ہے جو ایک متوسط ملازم یا ایک اوسط درجے کے تاجر کا ہے، کتنی بڑی تعداد اُن رفقاء اور نیازمندوں کی ہے جن کی زندگی، جن کا ذوقِ عبادت، جن کا جذبۂ خدمت اور جن کی خشیت و اِنابت اور جن کی بے نفسی اور تواضع دیکھ کر اپنے وجود سے شرم آنے لگتی ہے، حقیقی علم تو علام الغیوب کو ہے، لیکن اُن کے اخلاص و اخلاق کو دیکھ کر اُن کی دِینی ترقی اور بلندی کا اندازہ ہوتا ہے، جو زندہ ہیں (خدا اُن کی زندگی میں برکت دے) اُن کے متعلق کچھ کہنا خلافِ

احتیاط ہے’’فان الحی لا یؤمن علیه الفتنة‘‘(یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں، فرمایا کہ دنیا سے چلے جانے والوں کی اِقتدا کرو، اِس لیے کہ جو زندہ ہے اُس کے بارے میں فتنے سے اِطمینان نہیں) لیکن جانے والوں میں سے متعدد اصحاب کے نام لیے جاسکتے ہیں، جو ہمارے دیکھتے دیکھتے کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور اُن کے حالات اِتنے رفیع ہوگئے جن کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

اُن میں سے میں صرف اپنے محبوب اور عزیز دوست حاجی ارشد صاحب مرحوم کا ذکر کروں گا جن کا (اپنے اعلیٰ عہدے اور ذمّہ داریوں کے ساتھ) اِخلاص وللّٰہیت، تعلق مع اللہ، دعوت کے کاموں میں اِنہماک و اِستغراق، اِیثار و قربانی کی کیفیت، تواضع و انکسار، خدمت کا جذبہ اور پھر اسی راہ کی قابلِ رشک موت اور شہادت برسوں دِل کو تڑپاتی اور اُن کی یاد تازہ کرتی رہے گی، جاپان میں اشاعتِ اسلام کے کام کا اِفتتاح اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مقدر فرمایا تھا، اور اہلِ حجاز بھی اُن کو عرصے تک یاد رکھیں گے، دنیا کے دور دراز ملکوں میں ایسے لوگ مل جائیں گے، جو مولانا کی چند روزہ صحبت اور دو ایک تقریروں کے سننے سے اِتنے متأثر ہوئے کہ اُن کی زندگی بدل گئی اور اُن کے اندر ایک خاص طرح کے اِیمان و یقین کی کیفیت، دعوت کی سرگرمی، دعا کا سلیقہ، نمازوں میں کیفیت اور اِیثار کی عادت پیدا ہوگئی، ایسے لوگ ہندوستان اور پاکستان کے باہر امریکہ، یورپ اور افریقہ کے براعظموں میں بھی ملیں گے۔

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

مولانا کی دعوت اور شخصیت اپنے پورے شباب اور عروج پر تھی، اُن کی ہمت کا طائرِ بلند پرواز کسی بلند سے بلند شاخ پر بھی آشیانہ بنانے کے لیے تیار نہ تھا، کوئی دور سے دور جگہ اُن کو دور، اور کوئی مشکل سے مشکل کام اُن کو مشکل معلوم نہیں ہوتا تھا، اُنھوں نے اپنی تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری اور اپنی طبیعت کی بے چینی اور بے تابی سے برسوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام ہفتوں اور دِنوں میں کرلیا، اپنے والدِ نامدار کے بعد نئے ملکوں میں جماعتوں کے جانے کے اِفتتاح کیا اور ساری دنیا کو گھر آنگن بنالیا، حج کا مسئلہ اُٹھایا (فریضۂ حج میں روح پیدا کرنے اور اُس کو دعوت وتبلیغ کا ذریعہ بنانے کا مسئلہ) اور اُس میں ایک نئی روح پھونک دِی اور دیکھتے دیکھتے حجاج کی تعداد اور اُن کی کیفیات میں

عظیم فرق پیدا ہوگیا، اِجتماعات، میوات کے محدود پیمانے سے نکل کر اِتنے عظیم اور وسیع بن گئے کہ بڑی بڑی سیاسی کانفرنسیں اور بڑے بڑے پبلک جلسے (مجمع کی کثرت میں بھی) اُن کے سامنے ماند پڑ گئے اور اُن کی وہ کثرت ہوئی کہ مولانا کے لیے نظام الدین کا قیام مشکل ہوگیا، تبلیغی تقریروں میں غیر مسلموں سے خطاب، حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ، موجودہ مادی زندگی پر تنقید اور فساد کے سرچشمے کی نشان دہی کے باب کا اِفتتاح کیا اور ان میں ایسی کشش پیدا کردِی کہ سیکڑوں کی تعداد میں غیر مسلم شریک ہونے لگے اور متأثر ہوئے، یہ سب کام بڑی طویل عمر چاہتے تھے، لیکن مولانا نے پچاس برس سے کم عمر اور اپنی ذمّہ داری اور دعوت کے صرف بیس (۲۰) سال کے اندر انجام دِیئے اور یہ سب منزلیں طے کرکے اپنے خالق سے جاملے۔

کام تھے عشق میں بہت، پر میرؔ
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

(پرانے چراغ حصہ سوم، از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

(مزید دیکھئے: سوانح حضرت مولانا محمد یوسفؒ، از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ)

صاحبزادہ حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ:

امیر ثانی دعوت وتبلیغ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ مشورہ سے امیر طے ہوگئے تھے، لیکن کچھ لوگوں کی جذباتی عقیدت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے پوتے اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے بیٹے حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ سے تھی۔ آپ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی بھرپور معاونت وتائید کرتے رہے، اور کسی موقع پر اِختلاف کی فضا کو پروان نہیں چڑھنے دِیا، آپ کے بیان کا انداز اور لب ولہجہ اپنے والد سے مشابہت رکھتا تھا، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات کے بعد مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد کی امامت وخطابت اور دِیگر ذمّہ داریوں میں آپ اُن کی نیابت کرنے لگے تھے، بڑے بڑے اِجتماعات میں آپ کا بیان ہونے لگا تھا، غرضیکہ آپ کی مختصر سی زندگی دعوت وتبلیغ کی محنت سے عبارت رہی۔

مولانا محمد ہارون بن مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ۲۳/رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ،

مطابق ۸؍نومبر ۱۹۳۹ء کی درمیانی شب میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے یکم شوال کو سہارنپور تشریف لائے۔

جب آپ ۵؍سال کے تھے تو دادا حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا اِنتقال ہوا اور جب ۲۵؍سال کے تھے تو والد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا انتقال ہوا، مرکز نظام الدین مدرسہ کاشف العلوم میں کلامِ پاک حفظ کیا، درسِ نظامی کی تکمیل جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں کی، بخاری شریف حضرت شیخ الحدیثؒ اور مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے پڑھی، پھر مدرسہ کاشف العلوم میں اُستاذ مقرر ہوئے اور عربی کتب پڑھانے لگے، ۱۹؍ستمبر ۱۹۶۱ء کو حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح خانقاہ رائے پور میں حضرت رائے پوریؒ کی موجودگی میں ہوا، اس نکاح سے اللہ نے آپ کو ایک بیٹا حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی اور دو بیٹیاں فاطمہ وعائشہ تین اولادیں عطا فرمائیں۔ مولانا ہارون موصوف نے پہلی بیعت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے کی پھر نانا جان حضرت شیخؒ سے بیعتِ ثانیہ ہوئی اور شیخؒ کی طرف سے خلافت بھی عطا ہوئی۔ شیخؒ نے آپ کو ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۹۱ھ (۲۰؍جون ۱۹۷۱ء) کو مدینہ منورہ میں اجازت دِی اور جو اِجازت نامہ لکھوایا وہ اُن کے اور تبلیغ سے متعلق پانچ مرکزی شخصیات کے نام ہے:

''مکرمان محترمان مولانا الحاج انعام الحسن صاحب، مولانا الحاج علی میاں صاحب، مولانا منظور صاحب نعمانی، مولانا منوّر حسین صاحب ومفتی محمود حسن صاحب مدفیوضہم۔

بعد سلام مسنون! تبلیغی مصالح کی بنا پر آج ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کو اقدام عالیہ میں عزیز مولوی محمد ہارون سلمہٗ کو میں نے توکلاً علی اللہ بیعت کی اِجازت دِی ہے، البتہ دِینی مصلحت اور تبلیغی مصلحت کی بنا پر اس کو یہ بھی کہہ دیا کہ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی حیات میں نظام الدین یا میوات میں کسی کو بیعت نہ کرے، حبِ جاہ اور حبِ مال سے بہت زیادہ احتراز کرے، اہلِ دنیا سے اُن کی دنیوی وجاہت سے تعلق نہ رکھے، دِینی مصالح کی بنا پر اِجازت میں تقدیم وتاخیر اکابر سے بھی منقول ہے اور بیک وقت کئی مشائخ کا ایک جگہ موجود ہونا بسا اوقات موجبِ ترقیات بھی ہوا ہے۔ تھانہ بھون میں حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحب اور حضرت مولانا شیخ

محمد صاحب بیک وقت ایک ہی مسجد میں مقیم رہے اور حضرت شیخ الہند اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دار العلوم دیوبند میں موجود رہے، میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کا بیک وقت موجود ہونا دونوں کے لیے موجبِ ترقی بنا، چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ، عزیز مولانا محمد یوسف صاحب اور قاری رضا حسن صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب اور حافظ مقبول صاحب کا بیک وقت نظام الدین میں قیام رہا۔

میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ان دونوں عزیزوں کے بیک وقت قیام کو دونوں کے لیے موجبِ ترقیات بنادے، لیکن زمانہ فساد کی طرف دوڑ کر چل رہا ہے، اِس لیے میں نے عزیز مولوی محمد ہارون کو یہ بھی کہہ دِیا ہے کہ مولانا انعام الحسن صاحب (اللہ تعالیٰ تادیر اُن کو زندہ اور سلامت رکھے) کی حیات میں نظام الدین اور میوات میں کسی کو بیعت نہ کرے اگرچہ مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کے زمانہ میں لوگ مولانا محمد انعام الحسن صاحب سے بیعت ہوتے رہے ہیں، چونکہ اِس ناکارہ کو بھی اپنی زندگی کا اعتبار نہیں، اِس لیے تم دوستوں کو بھی اس کی اِطلاع کرتا ہوں، نیز میرے جستی تنکہ (ٹین کا بکس) میں چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس نوّر اللہ مرقدہٗ کا وہ عمامہ ہے جو مجھے بیعت کے لیے دِیا تھا اسے عزیز مولوی محمد ہارون سلمہٗ کے حوالہ کر دِیا جائے کہ سیہ کار تو اس سے کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکا، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف سلمہٗ کو اس سے تمتع نصیب فرمائے۔ فقط والسلام محمد زکریا''۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلوی کو جوگوناگوں دِینی اِمتیازات و کمالات اور خاندانی وموروثی اوصاف وخصوصیات عطا فرمائی تھیں اس کی بنا پر آپ کے نانا حضرت شیخؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو آپ سے بڑی توقعات وابستہ تھیں، یہاں تک کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات کے بعد مولانا انعام الحسن صاحبؒ برابر اُنہیں اپنے ساتھ رکھتے اور کھانا وغیرہ اُن کے بغیر شروع نہ کرتے، یقیناً ان حضرات کا خیال تھا کہ آگے چل کر حق تعالیٰ صاحبزادہ مولانا محمد ہارون کاندھلوی سے ضرور دِینی دعوت واِصلاح کا بڑا کام لیں گے۔ لیکن مشیتِ ایزدی سے عالم جوانی ہی میں مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ کی وفات جمعہ ۳۰؍شعبان ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۸؍ستمبر ۱۹۷۳ء کو ہوگئی، مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ نے جنازہ پڑھایا اور مرکز نظام الدین کے عقبی حصہ میں اپنی والدہ مرحومہ کے پاس تدفین عمل میں آئی۔

(مزید دیکھئے: تذکرہ مولانا محمد ہارونؒ، از مولانا محمد ثانی حسنیؒ)

سرپرستِ تبلیغ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ:

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی ذاتِ والا صفات وہ شخصیت تھی کہ جس نے ہمیشہ تبلیغی کام کی سرپرستی فرمائی، بالخصوص حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ کی وفات کے بعد کے دونوں اُمراء حضرت مولانا یوسفؒ اور مولانا انعام الحسنؒ کا ہر مشکل وقت میں ساتھ دیا، عمدہ اور قیمتی نصائح سے نوازا، اپنے خلفاء اور متعلقین کو تبلیغی محنت میں جڑنے کی تلقین فرمائی اور مخالفت سے منع کیا، غرض دامے، درمے، سخنے، قلمے ہر طرح تبلیغی محنت کے دست و بازو بنے رہے، آپ کی سرپرستی سے بہت سے فتنے دبے رہے، حق تعالیٰ نے بڑی صفات سے نوازا تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کا نام نامی اسم گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں، آپ ایک متبحر عالم دین، وسیع النظر شیخ، بلند پایہ محقق اور علم حدیث میں اعلیٰ اور انفرادی شان رکھنے والے بے مثال محدث تھے۔ حضرت شیخ عالم اسلام کی وہ عظیم علمی وروحانی شخصیت ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، عرب وعجم اور یورپ وایشیاء میں آپ کو یکساں محبوبیت ومقبولیت عطا فرمائی، مختلف علوم وفنون پر دعوتی، تبلیغی، اِصلاحی علمی و تحقیقی عنوانات پر آپ کی تصنیفات وتالیفات ۱۰۰ر سے زائد ہیں جو اُردو عربی اور فارسی کے علاوہ دِیگر زبانوں میں ترجمہ ہوکر شائع ہوچکی ہیں۔ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''فضائلِ اعمال'' کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقبولیت عطا فرمائی ہے جو کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوسکی۔ پوری دنیا کے ہر ملک میں مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والی یہ کتاب اِنتہائی مقبول ہے، چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا جس میں یہ کتاب دنیا میں کہیں نہ کہیں پڑھی اور سنی نہ جارہی ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کے لیے ہدایت اور نیکی پر چلنے کا ذریعہ بنایا۔ جس طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سینکڑوں تصنیفات کے باوجود ''بہشتی زیور'' ان کی پہچان اور ہر مسلم گھر کی ضرورت بن گئی۔ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ''تعلیم الاسلام'' کتاب کو جس طرح مقبولیت ملی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو مایہ ناز تصنیف ''فضائلِ اعمال'' کے ذریعہ جو شہرت وعزت، اور مقام، مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوسکی۔

فضائل اعمال اور فضائل صدقات ہر دونوں کتب آپ نے اپنے چچا جان بانی تبلیغ

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے حکم پر تصنیف فرمائی تھیں، اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کا دعوت وتبلیغ کے کام سے کس درجہ کا تعلق تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۸ء کو ہندوستان کے علاقہ کاندھلہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے سگے چچا اور مربی تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اِبتدائی کتابیں ۸ر سال کی عمر تک گنگوہ کی خانقاہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ سے پڑھیں اور بقیہ علوم وفنون اور حدیث کی کتابوں کی تکمیل جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ سے کی۔ علوم باطنی کی تکمیل قطب الاقطاب حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ سے کی۔ یہاں تک کہ آپ اپنے وقت کے ایک بڑے محدث اور علوم باطنی کے بڑے مرشد بن گئے۔ ۱۹ر سال کی عمر میں حضرت شیخ درس وتدریس میں مصروف ہوئے، ۲۶ر سال کی عمر میں بخاری شریف اور حدیث کی دِیگر کتابوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ شروع فرمادیا۔ شیخ الحدیث کا لافانی لقب آپ کو آپ کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ نے عطا فرمایا تھا جو آپ کے نام کا قائم مقام بلکہ کتاب ''فضائلِ اعمال'' کی طرح آپ کی پہچان وشناخت بن گیا۔ آپ نے تقریباً ۵۰ر سال تک حدیث کی کتب پڑھائی ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے طویل عرصہ کے اِنہماک و مطالعہ سے جن کتابوں کو تصنیف وتالیف کیا اُن میں سے اُن کی اِنتہائی اہم کتاب ''اوجز المسالک شرح موطا لامام مالک'' ہے یہ کتاب ۶ر جلدوں میں پوری دنیا میں دِیگر کتب کی طرح مسلسل شائع ہورہی ہے۔ یہ کتاب بھی اُن کے علمی ودِینی تصنیفی کارناموں کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم وقلم میں ایسی برکت اور وسعت ودِیعت فرمائی تھی کہ لاکھوں بندگان خدا کی دِینی تربیت وذہن سازی اور اُن کے اخلاق وعقائد کی صحت ودرستگی آپ کے علم وقلم کے ذریعہ ہوتی چلی گئی۔

تحریک دعوت وتبلیغ کے گویا آپ سرپرست اور مرشد ومربی تھے، تبلیغ کے بڑے بڑے ذمہ داران کا اصلاحی تعلق آپ سے تھا اُن میں سے متعدد آپ کے خلفاء کی فہرست میں شامل

ہیں جن میں حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا سعید احمد خانؒ، حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ، مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہٗ، مولانا محمد احمد بھاول پوری مدظلہٗ، مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ وغیرہ معروف ہیں۔

شیخؒ کا تبلیغی محنت سے تعلق اور سرپرستی کے حوالے سے مولانا یوسف لدھیانویؒ لکھتے ہیں:

''دعوت و تبلیغ کا مبارک کام جو مجددِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ نے خاص اُصولوں پر شروع کیا اور جس نے لاکھوں اِنسانوں کی زندگیوں میں اِنقلاب برپا کیا۔ حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ روزِ اول سے اس کے سرپرست، مشیرِ خاص اور مرشدِ عام رہے، حضرتؒ آپ بیتی میں فرماتے ہیں:

''اُن کے یہاں تبلیغی سلسلہ میں بھی جب کوئی بات پیش آتی تو بے تکلف فرمادیتے کہ شیخ صاحب کے یہاں جب تک پیش نہ ہو اس وقت تک فیصلہ نہیں کرسکتا، میرے دہلی کے ہر سفر میں کئی کئی مسئلے ایسے ہوا کرتے تھے کہ جن کے متعلق سنتا تھا کہ وہ میرے مشورے اور منظوری پر رکے ہوئے ہیں۔'' (آپ بیتی ۱۷۸/۴)

حضرت مولانا محمد الیاسؒ حضرت شیخ کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے عزیز! اِس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطورِ اضطرار آپ کی خدمت میں دعا اور ہمت کا سائل ہوکر خط لکھتا ہوں۔ میرے عزیز! اس پر شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اس کے فروغ کا سبب ہے۔ نیز تمہاری اِس ہمت کا اِظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بندہ ناچیز کو اس تبلیغ کے اُصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے۔ حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

اللہ کو منظور ہوا اور جب کہ آثار ہیں یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی تو اِن شاء اللہ تمہاری یہ تصانیف اور فیوض ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ عرب و عجم کو سیراب کریں گے اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ میری اس میں دعا سے مدد کیجیو۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔''

(مولانا محمد الیاس اور اُن کی دینی دعوت ۲۲۶)

ایک اور گرامی نامے میں حضرت شیخ کو لکھتے ہیں:

''مجھے آپ اور حافظ (عبد اللطیف) صاحب کے خط کا خصوصیت سے اِنتظار رہتا

ہے۔ کیونکہ اصل بنیادِ تبلیغ کی اہمیت آپ کی متانت اور اِستقلال ہر دِل تسلیم کیے ہوئے ہے۔ باقی سب آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں۔'' (محبوب العارفین ۲۶)

بہرحال خورد ہونے کے باوجود حضرت شیخ نوّراللہ مرقدہٗ حضرت مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ کے مشیر اور تبلیغ کے سرپرست تھے، واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخؒ کی جو عظمت اور بزرگی اور جو قدر و قیمت حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے قلب مبارک میں تھی وہ بہت سے مریدانِ باخلاص کے دِلوں میں بھی نہیں ہوگی کیونکہ عظمت بقدرِ معرفت ہوا کرتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کے دور میں حضرت شیخؒ پر تبلیغ کی سرپرستی کا بار دوچند ہوگیا تھا۔ خود حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کو حضرت شیخؒ سے والہانہ محبت تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت شیخؒ اُن کی ہمہ وقت نگرانی و سرپرستی فرمائیں، حضرت شیخؒ نے اس دورِ ثانی میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے ساتھ ایسی شفقت و محبت کا معاملہ فرمایا کہ باید و شاید۔ اُن کی دل داری اور ہمت افزائی کی خاطر اپنی علمی مصروفیات کو قربان کردینے سے بھی دریغ نہیں فرمایا۔ الغرض حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے زمانے میں اپنی خوردی کے باوجود حضرت شیخؒ تبلیغ کے سرپرست تھے اور دورِ ثانی میں بزرگانہ حیثیت سے تبلیغ اور اہلِ تبلیغ کے مرشد و مربی اور سرپرستِ اعلیٰ رہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بعد حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کا دور شروع ہوا، اس دور میں بھی حضرت شیخؒ نے تبلیغ کی سرپرستی کا حق ادا فرمایا۔ جس کا ایک نمونہ وہ واقعہ ہے جسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے تحریر فرمایا:

''اس اصابتِ رائے کا نمونہ تھا کہ مولانا محمد یوسف صاحب کے اِنتقال پر باوجود ایک حلقہ کی خواہش و تقاضہ اور جذباتی تعلق کے اپنے لختِ جگر عزیز مولوی محمد ہارون کو اپنے والد اور دادا کا جانشین بنانے کے بجائے (جن سے اہلِ میوات کا جذباتی تعلق تھا) زمانہ کی نزاکتوں اور وقت کے فتنوں کے پیش نظر مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو جانشین بنایا جو مولانا محمد یوسف صاحب کے شروع کے شریکِ کار دستِ راست اور مشیر و معاون تھے اور جو اپنے فہم، تجربہ، علم و ہنر کی وجہ سے جماعت اور کام کی صحیح رہنمائی کرسکتے تھے۔ شیخؒ کے اس انتخاب اور فیصلہ پر ایک حلقہ نے احتجاج بھی کیا اور بعض عمائدِ دہلی نے شیخؒ کی

اِس رائے کوتبدیل کرنے کی کوشش کی، لیکن شیخؒ اس پر مضبوطی سے قائم رہے اور بعد کے تجربوں نے اور دعوت کی موجودہ ترقی، مقبولیت اور عالمگیر وسعت نے ثابت کر دِیا کہ یہ فیصلہ اور اِنتخاب صحیح وحق بجانب تھا۔'' (سوانح حضرت شیخ ۲۲۲)

الغرض حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اس تبلیغی کام کی ابتداء سے لے کر ہمیشہ اس کے پشت پناہ اور سرپرست رہے۔ تبلیغ کے خلاف کوئی فتنہ اُٹھا تو حضرت شیخ اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہوگئے، کسی نے کوئی علمی اشکال پیش کیا تو حضرت شیخ نے اس کے جواب میں قلم اُٹھایا۔ اکابر تبلیغ کی تربیت فرمائی اور ان کو ترغیب دے کر اس مبارک کام میں لگایا، چنانچہ آج تبلیغ کے اکابر اور ذمہ دار حضرات سب حضرت شیخ ہی کے ساختہ پرداختہ ہیں۔ تبلیغ کی علمی واصلاحی غذا حضرت شیخ کے رسائل وفضائل سے مہیا ہورہی ہے، اس لیے یہ تبلیغ کا مبارک کام حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ اور دیگر اکابر تبلیغ کے ساتھ حضرت شیخ کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہے۔ ان شاء اللہ تبلیغ کی تمام نقل وحرکت، ذکر وتسبیح، تلاوت ونوافل کا اجر وثواب حضرت شیخ کے نامہ عمل میں لکھا جارہا ہے۔ اس ضمن میں ہم نے حضرت شیخ کے مکتوبات وملفوظات سے چند اقتباسات جمع کیے ہیں جن سے تبلیغی کام کی عظمت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہ حضرت شیخ کی نظر میں دین کے تمام شعبوں کی اہمیت تھی اور آپ ان تمام شعبوں میں توازن واعتدال اور تعاون کے قائل تھے۔

تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت شیخ کے ارشادات:

① مولانا انعام الحسن صاحب کی برکات سے آج کل جہاں دین کا چرچا چل رہا ہے تبلیغی جماعت کی برکات سے چل رہا ہے۔ بہت سے خواب آوے مجھے حضور اقدس ﷺ کی پسندیدگی کے تمہاری جماعت سے مصافحے بھی ہوں۔ اللہ جل شانہ بہت ہی مدد کرے۔

② تبلیغ والوں کے ساتھ جوڑ رکھا کرو! یہ نہ سوچا کرو کہ وہ نہیں تعلق رکھتے تو ہم بھی نہ رکھیں۔ یہ ہماری ضرورت ہے کہ جماعت میں زیادہ سے زیادہ جوڑ ہو۔

③ مولانا انعام الحسن صاحب کے خط سے یہ معلوم ہوا کہ میری آمد کے بعد سے آپ کی خط وکتابت مولانا انعام الحسن صاحب سے زیادہ بڑھ گئی اور آپ دہلی کا ارادہ بھی

کررہے ہیں، مسرت ہوئی جب گنجائش ہو اور اسباب مساعد ہوں تو ضرور تشریف لے جاویں۔ تبلیغ کی جو بھی معاونت آپ فرماویں، دریغ نہ کریں۔

④ تمہیں تو معلوم ہے کہ میں اس کی بہت رعایت رکھتا ہوں کہ تبلیغی حضرات کو میرے کسی قول وفعل سے کوئی نقصان یا دقت نہ پیش آوئے تم بھی اس کی رعایت رکھنا کہ وہاں کے تبلیغی احباب کو تمہارے کسی قول وفعل وے کوئی شکایت نہ پیش آوئے۔

⑤ وہاں کی تبلیغی جماعت سے بھی خاص طور سے میل جول پیدا کرنا اور تبلیغی اجتماعات میں بہت اہتمام سے شریک ہونا۔

⑥ تبلیغی جماعت کی حرکت نفع بخش اور صدقہ جاریہ ہے اس کو دین کا کام سمجھ کر شرکت ضرور کریں۔ مولانا انعام الحسن صاحب کی آمد پر وقتاً فوقتاً وقت نکال کر ان کے اجتماعات میں ضرور شرکت کرتے رہیں۔

⑦ ایک صاحب کا خط آیا کہ تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ جماعت میں تیرا چلہ بہت ضروری ہے! اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جماعت میں میرے لیے قرض لے کر جانا اور مدرسہ میں نائب مقرر کر کے جانا جس کی پڑھائی پر اِطمینان نہیں تو یہ مناسب ہے یا نہیں؟ حضرت کے مشورہ پر عمل کروں گا۔

جواباً تحریر فرمایا کہ اگر مدرسہ کا انتظام تمہاری غیبت میں قابل اطمینان ہوجاوئے اور چلہ میں جانے کے لیے قرض کا اس طرح انتظام ہوجاوئے جن کی ادائیگی بسہولت ہوجاوے تب تو بہت مناسب بلکہ ضروری ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر ہرگز نہیں۔

⑧ نظام الدین میں عید کی نماز چچا جان کے زمانہ میں نہیں ہوتی تھی اس پر میں نے کہا کہ ہم نے تو سنا تھا کہ عید کے لیے جنگل میں جانا سنت ہے تو میں شہر میں کیوں جاؤں، تو میرے خاطر میں چچا جان نے پہلی دفعہ نظام الدین میں عید کی نماز پڑھی پھر شروع ہوگئی۔

⑨ تبلیغ کے خلاف سوال کرنے کے جواب دینے کے بارے میں ایک تبلیغی برادر کو خط میں تحریر فرمایا'' یکسوئی اور اِنہماک سے اپنے کام میں مشغول رہیں دوسرے سے مناظرہ اور اس پر تنقید اور اس کے ساتھ اُلجھنے کی ہرگز کوشش نہ کریں اگر کوئی کام پر اعتراض کرے تو ان سے کہہ دیں کہ مرکز سے مراجعت کریں ہم لوگوں کو معتمد علماء نے یہی

بتلایا ہے جن پر ہمیں اعتماد ہے، نیز درود شریف کی کثرت کا اہتمام کریں۔'' (سوانح حضرت شیخ)

حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ کے زمانہ امارت اور دوران سرپرستی شیخ تقسیم ہند کا واقعہ

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی وفات کے بعد گویا حضرت شیخ دعوت وتبلیغ کے سرپرست کی حیثیت رکھتے تھے، اسی دوران ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کا واقعہ پیش آ گیا یہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی امارت کا زمانہ تھا، اس خطرناک موقع پر حضرت شیخ نے جس سمجھداری، حوصلہ مندی اور واقعتاً بڑے پن کا ثبوت دیا وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جا چکا ہے، ہم یہاں صرف اس کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور یقیناً اس کے بغیر حضرت شیخ کے حالات تشنہ رہیں گے، چنانچہ زمانہ قریب کے مؤرخین نے اس حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

''شخصیتیں اپنے ظاہری ہیئت اور چہرے بشرے سے نہیں پہچانی جاتیں، بلکہ اپنے فکری اور عملی سرمایے کی بنیاد پر اپنی شناخت قائم کرتیں اور تاریخ کے صفحات میں اپنا نام درج کراتی ہیں۔

علمائے دین کی صف میں ممتاز اور برصغیر کے مشہور محدث شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے متعلق اگر میں یہ کہوں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو حالات حاضرہ پر درک حاصل تھا اور وہ پیچیدہ سیاسی معاملات میں بھی بڑی جچی تلی رائے دیا کرتے تھے، تو بے جا نہ ہوگا۔ شیخ الحدیثؒ سیاست کے کوچہ نورد تو نہ تھے، لیکن اپنے زمانے کے حالات اور سیاسی نشیب وفراز پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کا عصری شعور بالیدہ اور سیاسی بصیرت انتہائی پختہ تھی۔ جب کانگریس اور لیگ کے اختلافات نے اتنی شدت اختیار کرلی کہ اکابر کی پگڑیاں بھی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اچھالی جانے لگیں تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے الاعتدال فی مراتب الرجال (اسلامی سیاست) کے نام سے مختصر سا رسالہ لکھ کر سیاسی اِختلافات کی نوعیت اور اِختلافات کے حدود کی توضیح وتشریح کی۔ یہ کتاب عوام اور خواص دونوں میں بے حد مقبول ہوئی، اس کی مقبولیت اور اثر انگیزی کا یہ نتیجہ تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سفر وحضر میں اس کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ انھیں کانگریس اور لیگ کے درمیان کے اختلافات کے اسرار وغموض سے گہری

واقفیت تھی۔ دوقومی نظریہ کیا ہے، لیگیوں اور کانگریسیوں کا مطالبہ کیا ہے، وہ کن ریاستوں کو ایک آزاد وخود مختار اِسلامی ملک جب کہ کانگریسی سیکولر ملک کے طور پر ایک اسٹیٹ کا روپ دینا چاہتے ہیں اور قومیت و وطنیت کی سیاسی مبحث کیا ہے، یہ اور اس قسم کے سارے سیاسی تنازعات اور معاصر بحثوں کا تازہ مطالعہ رکھتے تھے۔ وہ میدان سیاست میں ہونے والی بے راہ روی، بے جا جوڑ توڑ اور بے اعتدالی کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھ کر نظر انداز کرنے کی روش کو قوم وملت کے لیے ناقابل تلافی نقصان سے بھی تعبیر کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس وقت کے نامور سیاست داں علماء سے گہرے مراسم رکھتے تھے اور اُنھیں اپنے نیک مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔ وہ مسلم لیگ کے حامی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور ایک قومی نظریے کے مبلغ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی دونوں سے رابطے اور مشاورت میں رہتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے عم محترم اور بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی وفات کے بعد اکثر پورا رمضان نظام الدین میں معتکف رہا کرتے تھے۔ جس سال تقسیم ہند کا لرزہ خیز واقعہ پیش آیا تھا اور پاکستان کا مبارک وجود اس زمین پر نمودار ہوا تھا، اس سال بھی حضرت شیخ الحدیث مرکز تبلیغ بنگلہ والی مسجد نظام الدین نئی دہلی میں رمضان المبارک کی مقدس ساعات گزارنے کے مقصد سے موجود تھے۔ اتفاق سے اس سال حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء اور اہل خیر حضرات نظام الدین کی بنگلہ والی مسجد میں رونق افروز تھے۔ حضرت شیخ الحدیث تقسیم ہند کے بعد بڑے پیمانے پر تبادلۂ آبادی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی خوں ریزی کے چشم دید شاہد رہے۔ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب قدر میں ۱۲ ربجے تقسیم ہند کا واقعہ رونما ہوا تھا، اور دہلی کے کوچ وبازار اور چوک چوراہوں پر قتل وخون کا وہ رقص کیا گیا کہ حضرت شیخ الحدیث عید کی نماز پڑھنے کے بعد اس ہمہ ہمی کے عالم میں اپنے وطن مالوف سہارنپور بھی نہیں جا سکے۔ اور یہ سلسلہ کچھ اس قدر دراز ہوا کہ انھیں نظام الدین میں تقریباً چار مہینہ خوف ودہشت کے سائے میں محبوس رہنا پڑا۔ انھوں نے دہلی میں رہ کر جو کچھ بھی دیکھا، اس کو اپنی

آپ بیتی میں ایک تاریخی وراثت کے طور پر بلاکم وکاست بیان کر دیا ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد رونما ہونے والی لوٹ مار، قتل وغارت گری اور انسانی جانوں کے اتلاف پر مؤرخین نے بھی خامہ فرسائی ہے، اردو ادیبوں اور قلم کاروں نے بھی اپنے فن کی وساطت سے روشنی ڈالی ہے، کئی ناول اور سینکڑوں افسانے پاک و ہند کے ادیبوں نے لکھے ہیں، لیکن ان واقعات کو پڑھنے کے بعد اس واقعے کی صحیح تصویر نہیں اُبھرتی، ظاہر سی بات ہے کہ ان میں سے اکثر تحریریں مشروط ذہن اور متعین دائرے میں رہ کر لکھی گئی ہیں، لیکن حضرت شیخ نے اپنی مشہورِ زمانہ آپ بیتی نمبر (۵) کے ساتویں باب تقسیم ہند میں جو کچھ اپنے مشاہدے اور ذاتی واقعات کی بنیاد پر لکھا ہے، اس پر ایمان نہ لانا علمی اور تاریخی بددیانتی کے مترادف ہوگا۔

یہ بات تاریخ کے اوارق میں درج ہے کہ حضرت شیخ کو دونوں کی طرف کی شدت پسندی سے سخت نفرت تھی، وہ جس طرح لیگیوں کے بے جا اصرار اور ایک دوسرے کی تفسیق وتضلیل پر خشمگیں ہوتے تھے، اسی طرح کانگریس کی منافقانہ اور مسلم مخالف پالیسیوں کو بھی مذمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ کانگریس کی طرف سے مسلمانوں کے تعلق سے برتے جانے والے امتیازات اور تعصّبات کی بناء پر لیگیوں کے مطالبے کو صحیح ضرور مانتے تھے، لیکن ان کے انداز اور احتجاج کے غیر اسلامی طور طریق کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سرگرم سیاست سے عدم تعلق کے سبب چونکہ کسی فریق کی طرف داری کے قائل نہ تھے، اِس لیے وہ اخیر تک اعتدال اور سیاسی توازن کا دامن تھامے رہے، اُن کا تعلق پاکستان کی تحریک اور متحدہ ہندستان کے حوالے سے اس وقت کے دو اکابر حضرت تھانوی اور حضرت مدنی دونوں سے تھا۔ کچھ لوگ اس فراق میں بھی رہے کہ انھیں بھی اس وقت کی سیاست کے شعلوں میں جھونک دیا جائے، مگر وہ اس میدان خارزار سے دور، سلوک وعرفان اور تقویٰ و طہارت کی محفل جمائے بیٹھے رہے کہ اس وقت کے حالات کی نزاکت کا مطالبہ یہی تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد تبادلۂ آبادی کا جاں گسل مرحلہ اور خوف ودہشت کے عالم میں سرحدوں کے پار جانے کی کماً اور کیفاً صحیح صورت اگر اس وقت کا کوئی شخص زندہ ہو تو بتا سکتا ہے۔ ورنہ اسے صرف تاریخ کی کتابوں میں پڑھا جا سکتا ہے۔ نظام الدین اسٹیشن سے ہر دن

مغرب کے بعد ایک اسپیشل ٹرین جایا کرتی تھی۔ نظام الدین کی مسجد ظہر بعد سے بھرنی شروع ہو جاتی تھی۔ ہر طرف آدمیوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ ہر طرف انسانی سر نظر آتے تھے اور ہر شخص بدحواسی کے عالم میں حیرت اور مایوسی کی تصویر بنا نظر آتا تھا۔ لیکن یہ ساری چہل پہل بس عصر تک کی مہمان ہوتی تھی اور عصر کے بعد پورا انسانی قافلہ اس طرح نظام الدین اسٹیشن کی طرف رواں دواں ہو جاتا تھا کہ سورج غروب ہونے تک، پوری مسجد بالکل خالی ہو جاتی تھی اور ہر طرف ہو کا عالم چھا جاتا تھا۔ آپ بیتی میں یہ لکھا ہے کہ ہر کسی کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور مانو حشر نشر کا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا تھا کہ اس دن آدمی کو اپنے بھائی، باپ اور بیوی اور اپنی اولاد تک کی فکر نہ ہوگی، بس اس کو اپنی جان کی فکر ستا رہی ہوگی۔ تقسیم ہند کے بعد کم از کم دہلی کے کوچہ وبازار میں یہی منظر تھا۔ نظام الدین اسٹیشن سے اسپیشل کے روانہ ہونے کے بعد وہاں کے پلیٹ فارم پر لاوارث شیر خوار بچوں کی ایک بڑی تعداد پائی گئی۔ دراصل اس وقت تمام تر تحفظاتی یقین دہانی کے باوجود اپنی جان اور مال کے حوالے سے بے یقینی کی ایک مہیب اور خوفناک فضاء قائم تھی۔ ہر طرف قتل، لوٹ مار اور عزت وآبرو کی پامالی کے مناظر چھائے ہوئے تھے۔ عدم تحفظ کا سایہ ہر شخص کے سر پر چھایا ہوا تھا، اس لیے وہ بدحواسی کے عالم میں صرف اپنی جان بچا لینے کو ہی غنیمت تصوّر کرتے تھے۔ آپ بیتی کی سطریں اسی سچائی سے پردہ اٹھاتی ہیں، شیخ کہتے ہیں: ''دونوں کی طرف کی ہوا اس قدر خراب تھی کہ جو پولس والے محافظ بن کر یہاں یا وہاں جاتے، تو پیش قدمی نہ سہی، مگر چشم پوشی خوب کرتے تھے۔ چنانچہ اسپیشلوں پر خوب حملے، لوٹ مار ہوتی۔ ۲۲/ستمبر کو جانے والا اسپیشل آٹھ دن میں لاہور پہنچا اور اس پر خوب قتل وغارت ہوا۔ گائے، بھینس، بکریاں، مرغیاں اپنے اپنے گھروں میں بلا کسی اِنتظام کے ویسے ہی چھوڑ جاتے تھے۔'' مستقبل کے تعلق سے بے یقینی کا سایہ اِس طرح تعاقب کر رہا تھا کہ لوگ خون پسینے کی کمائی سے خریدے ہوئے اپنے بیش قیمت سامان اونے پونے داموں فروخت کر کے نقل مکانی پر آمادہ تھے۔ حضرت بیان کرتے ہیں: ''دنیا کی بے ثباتی ہر شخص پر ایسی مسلط تھی کہ بڑے بڑے قیمتی قیمتی برتن تانبے، لوہے کے بہت ہی معمولی پیسوں میں فروخت ہوئے۔ دہلی میں نیلام ہوتے تھے اور تانبے کے برتن بلا

مبالغہ دوڈھائی آنہ سیر فروخت ہوئے۔ رئیس لوگ اپنی کاروں میں نظام الدین اسپیشلوں میں سوار ہونے کے لیے جاتے اور کار اسٹیشن پر چھوڑ کر ریل میں سوار ہوجاتے۔''

تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنی جان اور مال کے سلسلے میں ذہنوں پر ہر وقت خوف اور اندیشہ سوار رہتا تھا۔ ہند انتظامیہ نے فرقہ واریت کا چولا پہن لیا تھا اور وہ باجود سیکولر ہونے کے اکثریت حامی اور اقلیت مخالف ہوگئی تھی، اِس لیے مسلمانوں کی خانہ تلاشی کا عمل کبھی بھی شروع ہوجاتا تھا۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے فرو ہونے کے بعد ولیم ہنٹر نے جو یہ کہا تھا کہ ''ہندستانی مسلمان حکومت کے لیے موجبِ خطر اور باغی ہیں''، یہ اِلزام ہندستانی مسلمانوں کے ماتھے پر آج تک چسپاں ہیں۔ مسجد اور مدرسے جو پہلے فرقہ وارانہ اتحاد، محبت ویگانگی اور امن وسلامتی کے پیامبر تھے، یک لخت دشمن قرار دے دیے گئے اور مسجدوں اور مدرسوں کی تلاشی کا ڈرامہ شروع کر دِیا گیا کہ نئی اِنتظامیہ کو یہ شک تھا کہ مسجدوں اور مدرسوں میں فسادی پناہ لیے ہوئے ہیں اور وہاں بڑی مقدار میں اسلحے اور گولہ بارود رکھے ہوئے ہیں۔ بنگلہ والی مسجد کی جامہ تلاشی کا سلسلہ تقسیم ہند کے وقت سے ہی شروع ہوگیا تھا۔ اس وقت بھی وقفے وقفے سے بنگلہ مسجد کی تلاشی لی جاتی تھی، بلکہ کئی بار تو بلوائیوں نے اس مسجد پر حملہ کرنے کی بھی تیاری کر لی تھی، مگر نصرتِ خداوندی ان کے آڑے آئی اور بزرگانِ دین کی برکت کے طفیل یہ مسجد ان شرپسندوں کی نظروں سے محفوظ رہی۔ حضرت شیخ الحدیث بیان کرتے ہیں: ''تلاشی مکان کی اور مسجد بنگلہ کی اس زمانے میں خوب ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ بہت بڑی گورکھا فوج ہتھیاروں سے مسلح، نہ معلوم ان بیچاروں کو کیا غلط روایات پہنچی تھیں کہ وہ سب آئے، یہ سیہ کار مسجد میں تھا۔ وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن بین خلفھم سدا فاغشیناھم فھم لا یبصرون، یہ آیت اتنی کثرت سے زبان پر بے اختیار جاری ہوئی کہ تعجب ہوا۔ دس پندرہ آدمی اوپر نیچے چھتوں کی تلاشی لیتے رہے، مگر کسی چیز کو چھیڑا تک نہیں، معلوم نہیں کہ نظر نہیں آئی، یا کوئی اور بات پیش آئی۔ کئی مرتبہ نظام الدین کی مسجد بنگلہ (مرکز تبلیغ) پر حملے کی موثق روایات بھی سننے میں آئیں، مگر ہر مرتبہ اللہ جل شانہ نے اس قدر مدد فرمائی کہ مغرب کے وقت سے جو بارش اولوں کا زور شروع ہوتا تھا، تو سارے راستے مسدود

ہوجاتے تھے۔'' خدائی مدد پر مشتمل ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ایک فسادیوں کا ہجوم بھوگل کی طرف سے حملے کے لیے آیا، لیکن ایک دم ہی بھاگ گیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا بات پیش آئی۔ انھوں نے کہا کہ یہاں کے زندہ تو زندہ مردے بھی لڑتے رہتے ہیں اور مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ جب ہم مسجد بنگلہ کے قریب پہنچے تو قبروں سے مردے اٹھتے ہوئے نظر آئے۔ اس لیے ہم واپس ہوگئے۔'' بنگلہ والی مسجد پر حملے اور قبضے کا خوف اس قدر ذمے داروں میں سمایا ہوا تھا کہ وہ لوگ بار بار کے اصرار کے باوجود پرانی دہلی منتقل ہونے کے حامی نہ تھے۔ مولانا حفظ الرحمان صاحب نے جو اس وقت سیاسی حلقوں میں بڑا اثر ورسوخ رکھتے تھے، کئی بار چاہا کہ مرکز کے ذمے داران نظام الدین چھوڑ کر کسی محفوظ جگہ منتقل ہوجائیں، مگر مولانا محمد یوسف صاحب نقل مکانی کو بالکل تیار نہ تھے۔ صحیح کہا گیا ہے کہ ''وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے۔'' بیان کرتے ہیں۔: ''مولانا حفظ الرحمان صاحب کئی مرتبہ سرکاری ٹرک لے کر ہم لوگوں کو دہلی (پرانی) لے جانے کے واسطے نظام الدین پہنچے۔ مولانا محمد یوسف کی رائے منتقل ہونے کی بالکل نہ تھی۔ کہتے تھے کہ اگر اس کو خالی کر دیا اور اس پر پناہ گزینوں نے قبضہ کر لیا تو پھر یہاں منتقل ہونا مشکل ہوجائے گا۔''

تقسیم ہند کے بعد پاکستان آنے والے مسلم قافلوں پر تو شرپسندوں کی نظر تھی ہی، وہاں رہ جانے والے اور ہندستان کو ہی اپنا مستقل ملک تسلیم کرنے والے مسلمانوں کی جانوں پر بھی ہر وقت خطرے کی تلوار لٹکی رہتی تھی۔ دہلی اور آس پاس کے علاقے میں اس قسم کے واقعات آئے دن رونما ہوتے رہتے تھے اور اس علاقے میں چلنے والی ریل گاڑیوں اور اور بسوں نیز ذاتی گاڑیوں پر بھی شرپسند گھات لگائے رہتے تھے اور موقع ملتے ہی ان پر حملہ کر دیتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ تقریباً چار مہینے نظام الدین میں محبوس رہے، اس دوران ان کے گھر والوں کو ان کی فکر ستانے لگی تو وہ ان کی خبر لینے کے لیے دہلی آئے، لیکن اس کا کیا کیجیے کہ ان لوگوں کو راستے میں بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ شیخ الحدیثؒ کی زبانی سنیے: ''بھائی محمود اور مولوی عبدالمجید صاحب ۳ رشوال کو میری خبر لینے کے واسطے ساڑھے چار بجے والے ایکسپریس سے دہلی پہنچے۔ گھوراگھاری تو اس گاڑی پر بھی ہوئی اور ان کے ڈبے کو بھی فسادیوں نے گھورا

اورنعرے بھی لگائے۔ اس کے بعد جو گاڑی چھ بجے سہارن پور سے چلی، اس پر دوراله کے اسٹیشن پر قتل عام ہوا اوراس کے بعد سے سہارن پور تک دہلی کا راستہ بالکل بند ہوگیا۔‘‘

پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ شیخ کو سرگرم سیاست اور موقع پرست سیاست دانوں سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ وہ نہ تو کسی فریق کی حمایت کے قائل تھے اور نہ کسی فریق کی مخالفت ان کا مقصد تھا۔ اگر کوئی ان سے پاکستان جانے کی اجازت مانگتا، تو وہ کسی طرح مزاحمت یا مخالفت کا رویہ نہ اپناتے۔ اس کے برخلاف شیخ کے چچازاد اور عزیز داماد مولانا محمد یوسف صاحب اپنی رائے کو حضرت شیخ کی رائے پر موقوف رکھتے تھے، حضرت شیخ پر جب لوگوں نے مسلسل یہ دباؤ ڈالا کہ وہ بھی پاکستان چل چلیں تو انہوں نے اپنے دو بزرگ حضرت مدنی اور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کی رائے پر سب کچھ موقوف کر رکھا تھا۔ الغرض حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ حضرت شیخ پر بھی زور ڈالا جارہا تھا کہ ہندستان کے پرخطر حالات میں نہ رہیں اور پاکستان ہجرت کر جائیں۔ کوئی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے پاکستان نقل مکانی کرنے کا سوال رکھتا تو وہ سارا معاملہ شیخ پر چھوڑ دیتے، کہتے ہیں: ’’عزیز مولانا محمد یوسف صاحب کا ایک جواب تھا کہ اگر بھائی جی (شیخ) تشریف لے جاویں گے، تو میں بھی جاؤں گا، ورنہ نہیں۔ ان کی وجہ سے اس سیہ کار پر بھی ہر وقت یورش رہتی۔ دہلی اوراس کے علاوہ کے احباب ہر وقت مصر رہتے کہ یہ ناکارہ بھی جلد پاکستان جانے کا فیصلہ کرلے۔ اور میرا صرف ایک جواب تھا کہ میں جب تک اپنے دو بزرگ حضرت اقدس مولانا مدنی اور مولانا رائے پوری نوراللہ مراقدہما سے مشورہ نہ کرلوں، اس وقت تک کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا۔‘‘

پاکستان آنے والوں کا اصرار تھا کہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب پاکستان تشریف لے آئیں تاکہ پاکستان جانے والے مسلمانوں کے جم غفیر کی اِصلاح اوران کی باطن کی درستی کا کام کریں۔ کئی بار تو بعض مخلص دوستوں نے مولانا محمد یوسف صاحب اوران کے سارے متعلقین کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھی بنوا کر بھیج دیا کہ جب سارے مسلمان پاکستان جارہے ہیں اور دہلی اور یوپی کا علاقہ مسلم آبادی سے خالی ہوتا جارہا ہے، تو پھر اس بنجر زمین پر دعوت کا کام بارآور نہیں ہوسکتا۔ لیکن حضرت مولانا یوسف صاحب کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ

دعوت وتبلیغ اوراشاعتِ اسلام کے دوررس اور عالمگیر نتائج کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس جگہ کو نہ چھوڑا جائے، اگر ہند کو چھوڑ دیا گیا تو یہاں دعوت کا کام دوبارہ اُٹھ نہیں سکے گا۔

شیخ چار مہینے نظام الدین میں محبوس رہنے کے بعد ۱۷رنومبر ۱۹۴۷ءکو حضرت مدنیؒ کے سرکاری ٹرک پر مظفرنگر کے راستے سہارنپور کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں ہر جگہ کرفیو کا منظر تھا۔

سہارنپور پہنچ کر حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے درمیان مشورہ اور حالات حاضرہ پر بصیرت افروز بات چیت ہوئی، فرداً فرداً حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ الحدیث کی رایوں کو سننے کے بعد کہ یہ دونوں حضرات بھی متعلقین اوراحباب کے بے پناہ اصرار پر گومگو کی کیفیت کا شکار تھے اور پاکستان منتقلی کو مناسب اور ضروری خیال کررہے تھے، حضرت مدنی نے آبدیدہ ہوکر فرمایا: ’’ہماری اسکیم تو فیل ہوگئی، ورنہ نہ تو یہ قتل وغارت ہوتا اور نہ یہ تبادلۂ آبادی ہوتا۔ (حضرت مدنی کا فارمولا یہ تھا کہ صوبے سب آزاد ہوں، داخلی امور میں سب خودمختار، خارجی امور فوج، ڈاک خانہ وغیرہ سب مرکز کے تحت۔ مرکز میں ہندو مسلم سب برابر ہوں گے، ۴۵، ۴۵رفیصد، اور ۱۰رفیصد جملہ اقلیتیں) اب میں تو کسی کو جانے سے نہیں روکتا۔ اگرچہ میرا وطن مدینہ ہے اور محمود وہاں بلانے پر اِصرار بھی کررہا ہے، مگر ہندوستانی مسلمانوں کو اس بے سروسامانی اور دہشت اور قتل وغارت گری میں چھوڑ کر میں نہیں جاسکتا۔ اور جسے اپنی جان و مال، عزت وآبرو، دین اور دنیا یہاں کے مسلمانوں پر نثار کرنی ہو، وہ یہاں ٹھہرے اور جس کو تحمل نہ ہو وہ ضرور چلا جائے۔ حضرت مدنی کے ارشاد پر میں جلدی سے بول پڑا کہ میں تو حضرت کے ہی ساتھ ہوں۔ حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ تم دونوں کو چھوڑ کر میرا جانا بھی مشکل ہے۔‘‘

پاکستان تو بن گیا تھا اور جو مسلمان یہاں آگئے ان کا تو دنیا و دین محفوظ ہوگیا لیکن جو مسلمان ہند میں رہ گئے تھے ان کے لیے اگر یہ اکابر صحیح وقت پر ہندستان کی سرزمین پر ہی قیام کرنے کا فیصلہ نہ کرتے تو پورے ہندستان میں علم ودین اور دعوت وتبلیغ کے مراکز، خانقاہوں اور مدارس اسلامیہ کی کیا تاریخ ہوتی، اور وہاں رہ جانے والے مسلمانوں کے سروں پر کیسی کیسی قیامتیں گزرتیں، اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگرانھوں نے ان لمحوں میں خطا کی ہوتی،

تو ہندوستان علم دین اور دعوت وتبلیغ کے مراکز سے خالی ہوجاتا اور ہندستانی مسلمانوں کی دینی حالت ناگفتہ بہ ہوجاتی۔ آج جب کہ ہر طرف اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ مسخ کی جارہی ہے، ہمیں حضرت تھانوی، حضرت مدنی، حضرت رائے پوری، حضرت شیخ اور حضرت جی مولانا محمد یوسف جیسے تعمیری اور مثبت سوچ کے حامل قائدین کی کمی شدت سے محسوس ہورہی ہے۔''

بہر حال حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ وفات سے چند سال قبل ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے جہاں شاہ فیصل شہیدؒ نے آپ کو سعودی عرب کی شہریت بھی دِی۔ آپ نے مہاجر مدنی بن کر وہیں قیام کیا اور پوری دنیا سے آنے والے مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہی عشقِ نبوّت کا آفتاب و ماہتاب اپنی جلوہ افروزی دِکھا کر ۱۹۸۲ء میں مدینہ منوّرہ کی مقدس سرزمین میں ہمیشہ کے لیے لاکھوں مسلمانوں کو جنت کا راستہ دِکھانے کے بعد غروب ہوگیا، مدینہ منوّرہ کے جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی ہیں۔

(مزید دیکھئے: سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، از مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ)

حضرت مولانا صاحبزادہ محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم: پیدائش: ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ، ۲۸/ مئی ۱۹۴۱ء بروز شنبہ، بمقام نظام الدین نئی دہلی۔ اوّلاً قرآن پاک حفظ کیا، جو کہ نظام الدین اور سہارنپور دونوں جگہ ہوتا رہا، چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ چھ ماہ سہارنپور رہتی تھیں اور چھ ماہ نظام الدین اِس لیے جہاں قیام ہوتا تھا وہیں تعلیم ہوتی تھی۔ نظام الدین قیام کے دوران وہاں کے حفظ کے اساتذہ سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی، پھر تلك الرسل کا پارہ سہارنپور میں بڑے بڑے اکابر سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ صبح حضرت شیخؒ کی تصنیف کے وقت میں گھر کی چھت پر حضرتؒ سے پڑھتے، تیسرے گھنٹہ میں صدر مفتی جامعہ مظاہرِ علوم حضرت مفتی سعید احمدؒ سے دارالافتاء میں پڑھتے اور پھر حضرت الحاج حافظ صدیق احمد صاحب مرزاپوریؒ سے پڑھتے، بعد ازاں مکمل حفظ جناب الحاج حافظ صدیق صاحبؒ کے پاس ہی کیا۔ حفظ کا اِختتام ۱۶/ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹/ فروری ۱۹۵۶ء کو رائے پور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی مجلسِ مبارک میں ہوا، پہلی محراب ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء کو مسجد شاہ جی والی دہلی میں سنائی، ختم کے دِن کی آخری دو

رکعتیں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے سامنے اُن کے حجرہ کے پاس آکر پڑھیں وہیں ختمِ قرآن ہوا۔ ۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ (۵/ دسمبر ۱۹۵۶ء) کو سہارنپور میں فارسی تعلیم کا آغاز ہوا، یکم شعبان ۱۳۷۶ھ میں فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کی اِبتدائی تعلیم کے لیے نظام الدین گئے، وہاں حضرت شیخؒ کے حکم سے مختلف اساتذہ سے مسلسل چھ سال تعلیم حاصل کر کے ۱۳۸۱ھ میں واپس سہارنپور آئے، (اُس چھ سالہ قیام میں ہر ماہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ سہارنپور تشریف لاتے) اور جامعہ مظاہرِ علوم میں داخلہ لے کر شرح جامی، ہدایہ اولین، مقاماتِ حریری وغیرہ پڑھیں، دورۂ حدیث آپ نے ۱۳۸۳ھ میں مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں پڑھا، بخاری شریف آپ نے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ سے، ترمذی و مسلم حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ سے اور طحاوی شریف حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ دِینی تعلیم سے فراغت پا کر مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ اور مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی معیت میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے۔ اور پھر حضرت رائے پوریؒ کی وفات کے بعد اپنے والد حضرت شیخؒ کی سرپرستی میں رہ کر ذکر و شغل میں مستعدی کے ساتھ مصروف ہوئے۔ اس سلسلہ میں آپ خود لکھتے ہیں:

''حضرت رائے پوریؒ کے اِنتقال کے بعد حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ سے معمولات کے متعلق ایک مدت کے بعد مولانا منوّر حسین صاحب کے متوجہ کرنے پر ذکر کی اِجازت لی۔ حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے فرمایا:

''ہاں پیارے! ضرور شروع کرلے اور صبح کو جب میں اُوپر دارالتصنیف جاؤں گا تب پوچھ لیجئے''۔

دارالتصنیف میں خود اپنی جگہ بیٹھ کر طریقۂ ذکر بتلایا اور یہی تجدیدِ بیعت کے مترادف ہوگیا۔

جو باتیں دریافت طلب ہوتی تھیں خود پوچھ لیا کرتا تھا باقاعدہ سلوک کے ذیل میں خط وکتابت کی نوبت نہیں آئی۔ جس نوعیت کا تعلق میرے دادا جان نوّر اللہ مرقدہٗ کا میرے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے ساتھ رہا اسی طرح کا تعلق حضرت والد صاحب نوّر اللہ

مرقدہٗ کا میرے ساتھ رہا، اس قسم کے واقعات سے پوری آپ بیتی بھری پڑی ہے۔ البتہ میرے دادا جان نوّر اللہ مرقدہٗ کا معاملہ میرے والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ۱۸ر سال کی عمر میں ختم ہو گیا تھا، مگر میرے ساتھ یہ معاملہ ذرا لمبا چلا۔'' (حضرت شیخ اور ان کے خلفاء ۱۰۶)

ماہِ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ میں حضرت شیخؒ نے خلافت عطا فرمائی، اور وہ عمامہ آپ کے سر پر رکھا جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ نے حضرت شیخؒ کو اجازت کے وقت مدینہ طیبہ میں مرحمت فرمایا تھا۔ جب سے حضرت شیخؒ کے حجازِ مقدس کے اسفار شروع ہوئے اس وقت سے حضرت شیخؒ کی نیابت کرتے ہوئے بہت اہتمام سے مجلسِ ذکر اور رمضان میں حضرت شیخؒ کی طرز پر اعتکاف کرواتے رہے، جب حضرت شیخؒ کو اس کی اطلاع ہوتی تو مسرت اور خوشی کا اظہار فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔

پھر جب آپ کو اجازت مل گئی تو حضرت شیخؒ بیعت کے الفاظ آہستہ آہستہ کہلواتے اور آپ وہی الفاظ زور زور سے کہلواتے، پھر کچھ عرصہ بعد عورتوں کی بیعت آپ کے ذمہ کر دی اور وصال سے چند سال قبل مردوں کی بیعت کے لیے بھی آپ کو حکم ہوا کرتا۔

حضرت شیخؒ کی وفات کے بعد شوال ۱۴۰۲ھ میں اُن کی جگہ جامعہ مظاہرِ علوم کے سرپرست بنائے گئے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ بھی آپ سے بڑی محبت فرماتے، اُنہوں نے آپ کا نام پیر صاحب رکھ دیا تھا، بوجہ اس واقعہ کے کہ ایک مرتبہ آپ بچپن میں کتب خانہ پر بیٹھے حضرت شیخ کو دیکھا دیکھی بطورِ کھیل بچوں کو بیعت کر رہے تھے، اتنے میں حضرت مدنیؒ تشریف لے آئے، اور آپ کو بچوں کو بیعت کرتے دیکھ کر فرمایا ''مجھے بھی بیعت کر لیں'' آپ نے بلا توقف کہہ دیا ''آ جائیں''، اور حضرت مدنیؒ کو بیعت کر لیا، جب حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فرمایا ''طلحہ! تجھ سے چوک ہو گئی ایک چلہ ہی اُن سے مانگ لیا ہوتا''۔

''مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ پر شروع سے حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ اور حضرت شیخ کے یہاں تشریف لانے والے اکابر و مشائخ کی خاص نگاہِ شفقت تھی، اور بعض اوقات حضرت رائے پوریؒ نے اُن کی خاطر اپنے اسفار ملتوی فرما دیئے اور فرمایا کہ ''طلحہ نے مجھے روک لیا''۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اِنتظامی صلاحیت، توازن و اعتدال، تواضع اور خدمت کا جذبہ اور اِصابتِ رائے کا جوہر عطا فرمایا ہے، جو ان کی پدری میراث بھی ہے۔ حضرت شیخؒ کے سہارنپور میں رمضان گزارنے کے آخر میں وہی بڑے محرک تھے، شیخ سے تعلق رکھنے والوں اور جن سے شیخ کو تعلق تھا کے مراتب کو وہ دوسروں سے زیادہ پہچانتے ہیں اور اسی کے مطابق ان سے معاملہ کرتے ہیں، شیخ نے ان کی خصوصی تربیت فرمائی اور اِمکانی حد تک اُن کے اندر صاحبزادگی اور مخدومیت کی بو نہیں پیدا ہونے دِی، اِسی لیے اُن کے دوروں اور شیخ کے اہلِ تعلق میں جانے کو ہمیشہ ناپسند کرتے رہے اور وہ خود بھی اس سے محترز رہے، شیخ کے آخری زمانۂ قیامِ مدینہ میں اللہ تعالیٰ نے مع والدہ صاحبہ کے ان کو حضرت شیخ کے پاس پہنچا دِیا اور اُن کی خدمت کا پورا موقع دِیا، شیخ کی وفات پر اُنہوں نے اسی صبر و تحمل اور وقار و سکنیت کا مظاہرہ کیا اور دوسروں کے لیے باعثِ تقویت و تسلی بنے، جیسے خود حضرت شیخؒ اپنی زندگی میں تعزیت کرنے والوں کے لیے بن جاتے تھے۔''

(تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، محمود حسن حسنی ندوی)

دعوت و تبلیغ سے تعلق:

اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم خود تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے بارہا تبلیغی اجتماعات میں شرکت پر تحریری اور زبانی مسرت کا اِظہار فرمایا اور میرے اِجتماعات میں جانے پر اوروں کے نام خطوط میں بھی مسرت کے ساتھ دعائیں تحریر فرمائیں۔

حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے مدینہ طیبہ آ جانے کے بعد علاقہ کے ہر اس اِجتماع میں جس میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کی شرکت ہوئی بندہ کی شرکت بھی ضرور ہوئی، اس کے علاوہ دور دور کے اِجتماعات میں بھی شرکت رہی ہے۔''

(حضرت شیخ اور ان کے خلفاء ۱۰۶)

آپ کا نکاح مؤرخہ ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹ر ستمبر ۱۹۶۱ء کو حضرت رائے پوریؒ کی مجلس میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہٗ کی صاحبزادی سے پڑھایا، (اس مجلس میں تین نکاح ہوئے ایک آپ کا، دوسرا مولانا

ہارون صاحبؒ کا تیسرا مولانا عاقل صاحب کا) اس وقت تک کوئی اولاد نہیں، اس وقت جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور کے سرپرست اور خانقاہِ رشیدیہ خلیلیہ کے سجادہ نشین ہیں، تبلیغی کام کی بھی سرپرستی فرماتے ہیں، حق تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت باکرامت رکھیں۔

(مزید دیکھئے حضرت شیخ الحدیث اور اُن کے خلفاء، از مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ)

دعوت وتبلیغ کے امیر ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ:

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے خلیفہ مجاز، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے محبوب داماد اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے سفر وحضر کے رفیق حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ اس تحریک کے امیر بنے جن کے دورِ امارت میں چہار دانگِ عالم میں اس تحریک کے ذریعے اللہ نے دِین کو پھیلا دِیا۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ، مولانا اکرام الحسنؒ کے گھر میں ۱۸/ جمادی الاوّل ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰/ فروری ۱۹۱۸ء بروز بدھ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم کاندھلہ میں حافظ منگتو صاحبؒ سے حفظ کیا۔ اِبتدائی فارسی تعلیم اپنے نانا حکیم عبدالحمید صاحب سے حاصل کی۔ عربی کی اِبتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بستی نظام الدین میں حاصل کی۔ ۱۳۵۱ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور متوسط درجے کی کتابیں پڑھیں۔ جلالین، مشکوٰۃ شریف، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدرسہ کاشف العلوم میں مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احتشام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ۱۳۵۴ھ میں دوبارہ جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ مگر حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی بیماری کی وجہ سے تکمیل نہ کرسکے اور نظام الدین آکر بقیہ حدیث کی کتابیں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے پڑھ کر مکمل کیں، ۳/ محرم ۱۳۵۴ھ کو مظاہر علوم کے سالانہ جلسے میں حضرت شیخؒ کی صاحبزادی ذاکرہ صاحبہ سے نکاح ہوا، نکاح شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے پڑھایا۔ ۱۳۵۶ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پہلا حج کیا، پھر

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے ساتھ حضرت شیخؒ کے حکم سے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ ۱۹۴۴ء کو حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے دو روز قبل خلافت سے سرفراز فرمایا۔ پھر حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے امیر بنائے جانے کے بعد ہر وقت سفر وحضر میں ان کے ساتھ رہے، ۱۹۵۵ء میں حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی سرپرستی اور مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں دوسرا حج کیا۔ ۱۹۶۴ء میں حضرت شیخؒ اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے ساتھ تیسرا حج کیا۔ اپریل ۱۹۶۵ء میں تبلیغ کے عالمی امیر مقرر ہوئے اور ساتھ ساتھ مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث بھی، اور یہ ذمہ داریاں تادمِ آخر نبھاتے رہے، اسی دوران حیاۃ الصحابہؓ پر حاشیہ لکھا، بخاری کے ابواب وتراجم پر عرق ریزی سے کام کیا۔ ۱۹۶۷ء میں حضرت شیخؒ کے ساتھ چوتھا حج کیا، اس کے بعد ایک سال چھوڑ کر ہر دوسرے طاق سال، حج کا معمول بنایا، ۱۳۸۶ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے سرپرست منتخب ہوئے۔ ۱۰/ محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰/ جولائی ۱۹۹۵ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے محبوب صاحبزادے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جنازہ پڑھایا، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی وفات پر حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تعزیتی شذرہ میں لکھتے ہیں:

''بمبئی میں سکون وراحت کے ساتھ قیام تھا کہ محرم ۱۴۱۶ھ کی دسویں تاریخ کو (۱۰/ جون کی شب) میں ساڑھے تین بجے یہ عاجز غسل خانہ سے وضو کر کے نکلا تھا کہ اس نے دیکھا کہ بھائی اسمٰعیل منصوری (جو بمبئی کے قیام میں خاص رفیق اور معاون کار رہتے ہیں) ٹیلیفون کا ریسیور ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں، ایسے ناوقت ٹیلیفون لیے کھڑے ہونے پر دل ودماغ پر ایک دھکا سا لگا اور پوچھا کہ خیریت ہے؟ اُنہوں نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا ''حضرت جی (مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی) کا اِنتقال ہوگیا'' ایسا معلوم ہوا کہ دل ودماغ پر بجلی گری، راقم اور اس کے رفقاء اور خاص طور پر رفیقِ عزیز ومکرم مولوی معین اللہ صاحب لرزہ براندام اور ششدر رہ گئے، بعد میں معلوم ہوا کہ اس خبر کے آنے سے (جو غالباً جوگیشوری کے راستے سے پہنچی جہاں شہر کا بڑا تبلیغی مرکز ہے) دو ہی ایک گھنٹہ پہلے یہ حادثہ پیش آیا۔

۱۸/ جون کو دہلی پہنچے اور تعزیت کے لیے حاضری پر معلوم ہوا کہ رات میں تقریباً ڈیڑھ بجے قلب پر درد کا حملہ ہوا اور راستے میں موٹر یا ہسپتال پہنچ کر حادثہ پیش آیا، جہاں امراض قلب کے ماہر خصوصی ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب نے اس کی اِطلاع دی، صبر و رضا بالقضا کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، مگر اعصاب پر سخت اثر پڑا، دن میں اگرچہ بمبئ سے جماعتِ تبلیغ اور اہلِ تعلق کی اچھی تعداد تدفین میں شریک ہونے اور تعزیت کے لیے ہوائی جہازوں سے روانہ ہوگئی، لیکن یہ خاکسار اپنی صحت کی کمزوری اور معذوریوں کی بناء پر سفر نہیں کرسکا، اس نے اسی روز صبح کو ایک اِطلاعی اور تعزیتی پیغام لکھ کر بمبئ کے اُردو اخبارات کو اور فیکس کے ذریعے دہلی و لکھنؤ کے اخبارات کو بھیج دیا اور عزیز گرامی قدر مولوی محمد زبیر الحسن فرزند حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے نام لکھ کر حاجی عبد الکریم صاحب کے حوالے کیا۔ یہ پیغام تعزیت و اظہار تأثر جو اخبارات میں چھپا یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

"خاکسار تقریباً دو ہفتے سے بمبئ میں آرام اور بعض تحریری و تالیفی کاموں کی تکمیل کے لیے مقیم تھا کہ آج ۳۰:۳/ بجے کے قریب ٹیلیفون کے ذریعے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی امیر جماعتِ تبلیغ دہلی کی وفات کا اچانک علم ہوا، جو کچھ وقت پہلے عارضہ قلب میں وفات پا گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَO۔

مولانا کو اب رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا اور لکھا جائے گا، اس وقت عالم اسلام کی سب سے وسیع، مقبول، مؤثر اور محیر العقول تحریک و دعوت کے امیر و قائد اور داعی و مبلغ تھے، جس تحریک نے لاکھوں آدمیوں اور ہزاروں گھرانوں اور کنبوں میں دِینی و اِصلاحی اثرات پیدا کردیئے، ہزاروں بلکہ لاکھوں اِنسانوں کو وقت اور اپنے مشاغل اور مرغوبات کی قربانی دینے پر آمادہ کیا اور اُن کو دِین کی دعوت پہنچانے، دِین سے ضروری واقفیت حاصل کرنے اور اُس کے لیے قربانی دینے پر آمادہ کردیا، ممالک اِسلامیہ و عربیہ، ہندوستان، پاکستان، ترکی اور عرب ممالک سعودیہ عربیہ، خلیج مصر و شام، مراکش کے علاوہ یورپ و امریکہ، شمالی جنوبی افریقہ، روس ہر جگہ اُن کی جماعتیں اور قافلے نقل و حرکت میں رہتے ہیں اور اُس کے اثرات وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مولانا ایک ممتاز عالمِ دِین بھی تھے، جن کی تفسیر و حدیث و فقہ، نصابی کتابوں اور دِینی مآخذ پر گہری نظر تھی اور عرصے تک اُنہوں نے درس بھی دیا تھا، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت اور رفعِ درجات فرمائے اور اس مبارک تحریک و دعوت کو ان کا اچھا جانشین اور ذمہ دار عطا فرمائے جو اس کو سرگرم عمل رکھے۔

ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

تبلیغ کی عالمگیر اور اِنقلاب انگیز تحریک؛ اُس کی عظمت و وسعت اور اُس کے محیر العقول نتائج بانی تحریک اور داعی اوّل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ (جن کے حالات و سوانح پر خود راقم کی مفصل و مستند سوانح مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے نام سے موجود ہے) کے نائب و جانشین ان کے فرزند عالی مرتبت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ (م ۲/ اپریل ۱۹۶۵ء) ہوئے، جو اپنے جوش و اثر آفرینی اور مقبولیت میں اُن کے صحیح جانشین اور آیت من آیۃ اللہ تھے اور جو اگر اللہ کو منظور ہوتا اور اُن کو طویل حیات ملتی تو اس دعوت و تحریک میں مزید ترقیاں اور زمانے کے جائز اور قدرتی تقاضوں کی تکمیل کا سامان ہوتا اور خطرات اور چیلنجوں کے جواب و مقابلے کا سامان بھی کیا جاتا، وہ آخری دور میں غیر مسلموں کو بھی خطاب فرمانے لگے تھے اور عام اِنسانیت اور ملک کے مفاد میں بھی اُن کی زبان سے مؤثر اور مفید مضامین نکلنے لگے تھے۔

۲/ اپریل ۱۹۶۵ء، ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ کے بعد جب اُن کی لاہور میں وفات ہوئی اور بہ اِتفاق آرا حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی جو اُن کے رفیقِ کار اور داعی اوّل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے خاص معتمد علیہ اور تربیت یافتہ تھے، امیر منتخب ہوئے، اُن کے زمانۂ امارت اور قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت و کامیابی حاصل کی اور وہ دور دراز ملکوں میں پھیلی اور اُس نے اپنے اثرات دکھائے، اس میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کی اِستقامت، روحِ محافظت اور اس جذبے کو بہت دخل تھا کہ یہ دعوت اپنے اصل راستے اور

اِبتدائے کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے، اس لیے اُنہوں نے اس کو اُنہیں حدود اور دائرہ کار میں رکھا جو اِبتدا میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ نے مقرر کر رکھے تھے اور مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ بھی اپنے جوشِ خطابت اور ورودِ مضامین کے ساتھ بالعموم اُسی دائرے میں رہتے تھے۔

مولاناؒ کی سوانحِ حیات اور خدمات پر مستقل تصانیف اور مضامین لکھے جائیں گے اور اس تیز رفتار وطویل السفر کارواں کو اس منزل پر زیادہ ٹھہرنے اور اُس کا حق ادا کرنے کی اِستطاعت ومہلت نہیں اور نہ اس سے اس کا حق ادا ہو سکتا ہے، اس لیے یہاں پر اپنی رفاقت اور تعلق کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی خدمت میں ۱۹۳۹ء کے آخر سے جب سے حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کے فرزندِ گرامی اور بعد میں جانشینِ اوّل مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی اور اُن کے تربیت یافتہ مجاز ومعتمد اور فردِ خاندان مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی سے تعارف حاصل ہوا، کچھ علمی و کتابی ذوق، کچھ عمروں کے تقارب اور کچھ اُن دونوں حضرات کی کریم النفسی سے ایک ہی (بالائی) کمرہ میں قیام رہتا تھا اور علمی ذوق کے اِشتراک اور درس وتدریس کی مناسبت کی وجہ سے تبادلۂ خیال، بے تکلف گفتگو اور علمی مذاکرات رہتے تھے، یہ سلسلہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی وفات کے بعد تک جاری رہا، اس قیام اور تبادلۂ خیال اور مذاکرات کی بنا پر اس کا اندازہ ہوا کہ مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی اچھی علمی نظر اور فنون ودرسیات میں اُن کو ملکۂ راسخہ حاصل ہے، اُن سے بعض علمی مآخذ وشروحِ حدیث کی بعض تحقیقات ومعلومات کی نشان دہی بھی ہوئی، جن سے فائدہ بھی اُٹھایا گیا، اُن کی اخلاقی وخاندانی خصوصیات ومکارمِ اخلاق کا بھی تجربہ ہوا، الحمد للہ اُن سے نیاز مندانہ اور مخلصانہ تعلقات اخیر تک قائم رہے اور حاضری اور ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا، وہ اپنی صحت کی کمزوری، مختلف امراض و عوارض کے باوجود دور دراز کے بیرونی ممالک کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت فرمایا کرتے، حجازِ مقدس کے سفروں میں بھی جایا کرتے تھے، وہ دار العلوم ندوۃ العلماء

میں کئی بار تشریف لائے اور تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی، عام طور پر اُنہیں کی دعا پر اجتماع کا اختتام ہوتا تھا، رحمه الله و رفع درجاته۔‘‘

(پرانے چراغ حصہ سوم، از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

(مزید دیکھئے: دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالثؒ، از مولانا محمد شاہد سہارنپوری)

دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے سرپرست حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ:

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امارت چلانے کے لیے نظام الدین مرکز کی تین رکنی شوریٰ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ پر مشتمل بنائی گئی، اس شوریٰ کے سرپرست حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ قرار پائے۔

حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ مولانا رؤوف الحسن صاحبؒ کے گھر میں ۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۳/ ستمبر ۱۹۱۹ء کو بدھ کے دن مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ احیاء العلوم انصاری روڈ، مظفر نگر میں حافظ سعادت خاں صاحبؒ (اعمیٰ) سے ۱۲/ سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا، اُس کے بعد انگریزی کی اِبتدائی کتابیں ماسٹر مقصود صاحب سے گھر پر پڑھیں۔ پھر مدرسہ مرادیہ میں شرح جامی تک مولانا عبد الرؤوف صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی، مزید تعلیم کے لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے مشورہ سے مدرسہ کاشف العلوم تشریف لے گئے، ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ کاشف العلوم میں داخل ہوئے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حسنِ توجہ سے وہاں تعلیم کا بہت اچھا نظم تھا، مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں مختصر المعانی وغیرہ سے اسباق شروع ہوئے، اس وقت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی پڑھاتے تھے، اُن کے علاوہ اپنے برادرِ کبیر مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلویؒ، مولانا منیر الدین میواتیؒ، حضرت مولانا بہاریؒ اور حافظ مقبول حسن صاحب گنگوہیؒ سے پڑھا۔

مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا اظہار الحسن صاحبؒ کی تعلیم وتربیت کی اہتمام سے نگرانی فرماتے تھے، مولانا اظہار الحسن صاحبؒ کے علمی شوق، محنت اور عمدہ اِستعداد کی وجہ سے توجہ اور بڑھ گئی تھی، مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مولانا اظہار الحسن صاحبؒ کے مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین مرکز آنے کے کچھ عرصہ بعد بنگلہ والی مسجد کی امامت اُن کے حوالے کر دی

تھی، ساتھ ساتھ حضرت مولاناؒ کی ڈاک بھی لکھتے تھے۔

فروری ۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف لے گئے اور مولانا اظہار الحسن صاحبؒ وغیرہ متعدد طلباء کو جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور میں داخلہ کا مشورہ دے گئے، چنانچہ موقوف علیہ میں وہاں داخلہ ہوگیا، شعبان ۱۳۵۹ھ میں جامعہ مظاہرِ علوم سے ہی فاتحہ فراغ پڑھا اور دورۂ حدیث میں اِمتیازی نمبر حاصل کیے۔ دورہ کے بعد مظاہرِ علوم میں ہی ایک سال اور گزارا اور اِفتاء کی مشق کی اور فنون کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اِنٹر اور مولوی فاضل کے اِمتحانات دِیئے اور اعلیٰ نمبرات میں کامیابی حاصل کی۔ فراغت کے بعد کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر مستقل کوئی دِینی مصروفیت نہ رکھ سکے۔ البتہ مختلف اوقات میں اِنفرادی طور پر درسِ نظامی کے طلباء آپ سے پڑھتے رہے۔

اسی دوران نوح کا بڑا تبلیغی اجتماع آگیا جس میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے آپ کو اپنے بیان کا ترجمان مقرر کیا۔ پھر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی حیات میں ہی حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ میوات کا سفر کیا، پھر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ ہی ۱۹۴۳ء میں کراچی کا ایک تبلیغی سفر کیا۔ پھر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بے حد اصرار پر مدرسہ کاشف العلوم دہلی کی تدریس قبول فرمالی، اور وہاں حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے کئی کام آپ کے ذمہ رہتے، جن میں اسفار کی ترتیب اور گھریلو کام بھی شامل ہوتے۔ مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے امیر بننے کے بعد بالعموم اور مولانا ہارونؒ کی وفات کے بعد بالخصوص اُن کے بھی معاون بن کر رہے، اور اُن کی تدریس موقوف ہونے پر بخاری شریف کا درس شروع کیا، پھر مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ کی وفات کے بعد بخاری شریف کی دونوں جلدوں کی تدریس آپ سے متعلق ہوگئی۔

بنگلہ والی مسجد اور مدرسہ کاشف العلوم ایک وقف جائیداد ہے جس کا باقاعدہ ایک متولی ہوتا ہے، مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا محمد ہارون صاحبؒ اُس کے متولی تھے، پھر مولانا محمد ہارون صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخؒ کے حکم سے بنگلہ والی مسجد اور مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے متولی بھی حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحبؒ مقرر ہوئے۔

مولانا اظہار الحسن صاحبؒ کا اِصلاحی تعلق حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے تھا پھر حضرت شیخؒ

سے قائم کیا اور حضرت شیخؒ نے خلافت بھی عنایت فرمائی۔ متعدد لوگ مولانا محمد اظہار الحسن صاحبؒ سے بیعت بھی ہوئے۔ باوجود عمدہ اِستعداد کے آپ تصنیف وتالیف کی طرف توجہ نہیں دے پائے، لیکن پھر بھی اس حوالے سے آپ کی دو یادگاریں ہیں، ایک تو علامہ محبّ الدین طبری کی کتاب خلاصۃ السیر کے ترجمہ کا تکملہ اور دوسرا حیاۃ الصحابہؓ کے کچھ حصہ کا ترجمہ۔

آپ کا نکاح سادات خاندان میں سید مکرم علی صاحبؒ کی صاحبزادی شمس النساء صاحبہ سے ہوا، جن سے آپ کی اکلوتی اولاد زیب النساء ۹ رمئی ۱۹۴۰ء کو پیدا ہوئیں، ان کا ۱۹ رستمبر ۱۹۶۱ء کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا محمد ہارون صاحبؒ سے نکاح ہوا، ماشاء اللہ اس نکاح سے تین اولادیں ہوئیں، ① مولانا محمد سعد، ② فاطمہ، ③ عائشہ۔

تینوں کی شادیاں ہوچکی ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ تینوں صاحب اولاد ہیں۔

حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ جو بزرگی اور مرتبہ کے اعتبار سے مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد سعد صاحب دونوں ہی کے لیے محترم تھے، کیونکہ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ رشتہ میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ماموں ہونے کی حیثیت سے مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے لیے محترم جب کہ مولانا محمد ہارون صاحبؒ کے خسر ہونے اور مولانا محمد سعد صاحب کے نانا ہونے کی حیثیت سے مولانا سعد صاحب کے لیے محترم، پھر وہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے صحبت یافتہ، شاگرد، اُن کی نگرانی میں دعوت وتبلیغ میں بھرپور وقت لگانے والے اور اُن کے برادرِ نسبتی، مدرسہ کاشف العلوم کے شیخ الحدیث وناظم اور مرکز نظام الدین کے متولی بھی تھے، لہٰذا اُن کی ایک مرکزی حیثیت تھی، نظام الدین مرکز کے مشورہ میں بھی وہی روحِ رواں ہوتے تھے، لیکن حضرت جی کی وفات کے ایک سال اور کچھ ایام کے بعد مؤرخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، ۱۳ راگست ۱۹۹۶ء کو وہ مشورہ کی مجلس میں وفات پاگئے، یہاں حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کے واقعہ وفات کا تذکرہ ضروری ہے، چنانچہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ نے ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، ۱۳ راگست ۱۹۹۶ء کو فجر کی نماز کے فوراً بعد سنن ابی داؤد کا سبق پڑھایا، پھر ناشتہ کیا، ناشتہ سے فراغت کے تقریباً آدھ گھنٹے بعد روزانہ کے کام اور ذمہ داریاں تقسیم کرنے کے لیے مشورہ ہوتا

تھا، اس مجلس کے میر محفل مولانا ہی ہوتے تھے، اس میں شرکت کے لیے تقریباً سوا نو بجے اُوپر سے اُتر کر آئے، راستہ میں مولوی محمد سعد ملے، اُن سے مشورہ میں آنے کے لیے کہا وہ بولے میں آرہا ہوں، اس گفتگو کے بعد مولانا مشورہ کی جگہ پر تشریف لے گئے، مشورہ میں روزانہ آنے والے آہستہ آہستہ آرہے تھے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے، مولانا کی عادت تھی کہ مشورہ سے پہلے پرانے بزرگوں کے قصے وغیرہ سنایا کرتے تھے، اس دن بھی ایک قصہ سنایا، مولانا اظہار الحسن صاحب وہ قصہ سنا کر کہنے لگے ''پہلے ایسے لوگ ہوا کرتے تھے'' اس دوران مولانا عمر صاحب اور دوسرے رفقاء بھی مشورہ میں شرکت کے لیے حجرہ میں آگئے تھے، مولانا محمد عمر صاحب عموماً مولانا کی دائیں جانب بیٹھا کرتے تھے وہ آکر بیٹھ گئے تھے۔ مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کا سلسلۂ گفتگو جاری تھا، اس قصہ پر کچھ صاحبان ہنس بھی رہے تھے اور کچھ سوچ رہے تھے کہ مولانا محمد اظہار الحسن صاحب نے اچانک سر اُٹھایا سامنے کی طرف دیکھا اور بے ساختہ کہنے لگے ''آیئے، آیئے، تشریف لایئے!'' اور یہ کہہ کر دونوں ہاتھ اِس طرح آگے بڑھائے جیسے کسی معزز شخصیت سے مصافحہ کرنا چاہتے ہوں، ابھی دیکھنے والوں کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ مولانا اچانک بائیں طرف کو جھکتے چلے گئے، مجلس مشورہ میں بنگلہ دیش کے ایک بڑے ڈاکٹر موجود تھے وہ جلدی سے آگے آئے مولانا کو دیکھا اور خطرہ محسوس کیا، فوراً ہی اور بڑے ڈاکٹر باہر سے بلائے گئے، لیکن مولانا کی روح عالم بالا کو پرواز کر چکی تھی، یہ حادثہ بالکل اچانک اور چند لمحوں میں اِس طرح پیش آیا کہ سب دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے۔''

(سہ ماہی احوال وآثار، کاندھلہ ضمیمہ اشاعت خاص، مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ نمبر، ص: ۶۷۹ تا ۶۸۰)

آپ کے برادرِ صغیر حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم نے جنازہ پڑھایا۔ پھر حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے ساتھ ہی تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ کی وفات سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب ایک سرپرست سے محروم ہوگئے۔

(مزید دیکھئے سہ ماہی احوال وآثار کا ضمیمہ اشاعت خاص، بیادِ مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ)

دعوت و تبلیغ کی شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ:

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد مرکز نظام الدین اور جماعت کی امارت چلانے کے لیے جو شوریٰ بنائی گئی تھی، اس شوریٰ کے (حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کی وفات ۱۹۹۶ء کے بعد) ایک امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے نواسے اور اُن کے تربیت یافتہ خلیفہ مجاز اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے فرزند اور مجاز بیعت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ تھے، جنہوں نے بلا مبالغہ اپنے سابقہ اُمراء کی طرح دِین کی خاطر بے پناہ جدوجہد کی اور تبلیغی محنت کے ذریعے اس کام کو مزید وسعت دی، جن کے تفصیلی حالات ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں آرہے ہیں، اب اُن کی وفات کے بعد یہ بوجھ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے پڑپوتے، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے پوتے اور حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے صحبت یافتہ حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم کے کاندھوں پر ہے، حق تعالیٰ جل شانہ ان کو احسن طور پر عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حالیہ امیر حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ:

حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی ۸؍محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۰؍مئی ۱۹۶۵ء کو دہلی مرکز نظام الدین میں مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلویؒ کے گھر پیدا ہوئے، آپ کی بسم اللہ ۱۳۹۲ھ میں والد مرحوم مولانا محمد ہارونؒ نے اپنے آخری حج کے دوران حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندویؒ سے ریاض الجنۃ میں کروائی، آپ کی پیدائش سے ایک ماہ قبل آپ کے دادا حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی وفات ہو چکی تھی اور پیدائش کے آٹھ سال بعد آپ کے والدِ محترم مولانا محمد ہارونؒ بھی اِنتقال فرما گئے چنانچہ آپ کی پرورش و تربیت آپ کی والدہ اور نگرانی و سرپرستی آپ کے نانا حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ، حضرت شیخ اور حضرت مولانا انعام الحسنؒ نے فرمائی، ۱۹۸۵ء میں مدرسہ کاشف العلوم دہلی سے پڑھ کر فاضل ہوئے اور وہیں پر تا حال علمی و دِینی خدمات میں مصروفِ عمل ہیں، ماشاء اللہ آپ کا علم شستہ اور عمل پختہ ہے، جب اجتماعات میں خطاب فرماتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مولانا

محمد یوسفؒ پھر زندہ ہو گئے ہیں، علم وعمل، اِخلاص وللّٰہیت، تقویٰ وانابت، ذمہ دارانہ حیثیت اور جود وسخا میں اپنے آباؤ واجداد کے ثانی و پرتو ہیں، اس وقت دعوت وتبلیغ کے صفِ اوّل کے اکابر میں سے ہیں بلکہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کی وفات کے بعد اب ان کی جگہ پر ہیں، اور مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد کے متولی وناظم اور مدرسہ کاشف العلوم کے بھی متولی و ناظم اور استاذ الحدیث ہیں، حضرت مولانا محمد سلمان سہارنپوری صاحب (داماد حضرت شیخ و موجودہ ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) کی بڑی صاحبزادی بریرہ خاتون آپ کے نکاح میں ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ نے آپ کو تین فرزند محمد یوسف، محمد سعید اور محمد سعود عطا فرمائے ہیں۔

چونکہ آپ کے باپ، دادا اور پردادا سبھی اِس کام کے روحِ رواں رہے ہیں، اِس لیے اِس کام کی عظمت واہمیت اُن کے دِل ودماغ میں اس طرح جاگزیں ہے کہ جاگتے سوتے وہ اُسی کے داعی ومبلغ ہیں، حضرت مولانا محمد سعد صاحب نے موروثی طور پر اور اسی ماحول میں پروان چڑھنے اور اس کی قائد شخصیات کی صحبت اِختیار کرنے کی بنا پر دعوت کے مزاج و مذاق کو نہ صرف سمجھ لیا ہے بلکہ اپنے اندر سمولیا اور اپنے اُوپر طاری کر لیا ہے۔

آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندویؒ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے ہیں اور اس وقت حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم (سرپرست خاندان کاندھلہ ومرکز نظام الدین اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ) سے اِصلاحی تعلق ہے، جب کہ اجازت وخلافت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندویؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم سے رائے پوری سلسلہ میں حاصل ہے۔

حضرت مولانا عبیداللہ بلیاویؒ:

نظام الدین مرکز میں حضرت جی مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ جید علماء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد تھی، جنہوں اپنی زندگی کی ہر خواہش وضرورت کو دعوت وتبلیغ کی محنت پر قربان کر دیا تھا، اُن کے سامنے دنیا کا ہر نقشہ ہیچ تھا، دین کی عالی محنت میں اُن کے شب وروز گزرتے تھے۔ پھر کچھ اُن میں سے وہ بھی تھے، جن کو تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان اور

دِیگر ممالک میں کام کے لیے بھیج دِیا گیا تھا، ایسے حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے، جی تو یہی چاہتا ہے کہ اُن تمام ہی حضرات (کہ جنھوں نے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی صحبتیں اُٹھائیں یا حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانۂ امارت کی ابتدا سے ہی اس کام کے لیے وقف ہوگئے اور اسی کو کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہوئے) کا مختصراً تذکرہ کر دیا جائے، لیکن صفحات کی قلت اور دوسرا اُن تمام حضرات کے احوال ملنا بھی دشوار، اس لیے صرف پانچ ایسی شخصیات کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ جن کی زندگی کا سورج دعوت وتبلیغ کے پلیٹ فارم سے نصف النہار پر تھا، اور اُن کا صفِ اوّل کا راہنما ہونا مسلمہ تھا، اُنہی میں سے ایک حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ تھے، آپ جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے فارغ التحصیل ہوئے، جب آپ جامعہ مظاہرِ علوم میں زیر تعلیم تھے تو آپ اور حضرت مولانا سعید احمد خانؒ پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خصوصی نظر انتخاب پڑی تھی، اور دونوں حضرات نے اسی زمانے سے حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور تبلیغی محنت سے تعلق قائم کر لیا تھا، یہاں تک کہ فراغت کے بعد سب طرف سے آنکھیں بند کر کے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے قدموں آ پڑے تھے، حضرت کی ان پر شفقت واختصاص کی نظر تھی۔ خط وکتابت کا زیادہ تر کام مولانا عبید اللہ صاحبؒ کے ہی سپرد تھا، اور اہم موقعوں پر وہی بھیجے جاتے تھے، حضرت مولاناؒ کی علمی استعداد بہت اچھی تھی۔

۱۹۴۶ء میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے آپ کو حجاز کے قیام اور وہاں کے تبلیغی کام پر متعین فرما دیا، انہوں نے وہاں بڑے سلیقے، صبر وتحمل اور مجاہدے سے کام کیا، وہاں انہوں نے اپنے اخلاق وتواضع اور اہل دین واہل علم کے اکرام، حرم اور اہل حرم کے شایان شان احترام کی بنا پر عرب عوام کو کام سے روشناس اور ایک حد تک مانوس کر دیا تھا، اور بہت سے اہل علم اور واقف حضرات ان کی بے نفسی اور اخلاص کے معترف بلکہ گرویدہ ہو گئے تھے۔ اُس دوران اُن پر عسر وابتلا کے اوقات بھی گزرے لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی، پھر حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت شیخؒ کی خواہش پر حضرت مولانا علی میاںؒ بھی عربوں میں تبلیغی محنت اور کام کو بڑھانے کے لیے حجاز تشریف لے گئے، جہاں حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا علی میاںؒ نے مل کر عربوں میں خوب کام کیا۔
اُس تعلیم یافتہ طبقے میں بھی مولانا عبید اللہؒ اپنے کو اسی تبلیغی نظام اور دائرہ میں محدود رکھتے جس

کوانہوں نے مرکز نظام الدین میں اخذ کیا تھا، اور جس کی افادیت کا انہیں یقین تھا۔

اس طرح وہ کئی سال حجاز میں تبلیغی کام کے امیر رہے، پھر حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے مشورہ سے وہ مرکز تبلیغ نظام الدین بلا لیے گئے اور ان کے رفیق کار حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ حجاز میں جماعت کے ذمہ دار قرار پائے۔ اور انہوں نے اسی طرح اصول اور معیار کے ساتھ جس کی بنیاد حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ نے ڈالی تھی، دعوت و جماعت کی قیادت کی، یہاں تک کہ چند اسباب وحالات کی بنا پر ان کو بھی برصغیر ہند و پاک آنا اور اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانا پڑا۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ نے اصلاحِ نفس کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، اور کچھ ہی عرصہ میں وہاں سے اجازت بیعت دے دی گئی، چنانچہ آپ کا حضرت شیخ کے اجل خلفاء میں شمار ہونے لگا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ کے ساتھ ساتھ آپ بھی دعوت وتبلیغ کے صفِ اوّل کے رہنماؤں میں تھے، بلکہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ جب کہیں نظام الدین سے باہر تشریف لے جاتے، تو مولانا عبید اللہ صاحبؒ آپ کے قائم مقام قرار پاتے۔ یوں دیکھا جائے تو حضرت جی کے بعد بڑوں میں آپ ہی کا درجہ تھا۔

وہ پوری زندگی ہر حال میں ذکر وتہجد کے پابند رہے۔ مولانا عبید اللہ صاحبؒ عمر کے آخری حصہ میں بعض عوارض اور جسمانی فربہی کی وجہ سے نقل وحرکت سے تقریباً معذور ہو چکے تھے، لیکن ایسی حالت میں جب وہ دوسروں ہی کی مدد سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے تھے، ملک و بیرون ملک کے درجنوں سفر کیے، مرکز نظام الدین میں بھی وہ اپنے ارشادات و ہدایات سے واردین وصادرین کو مستفید فرماتے رہتے تھے۔

بالآخر دعوت وتبلیغ کی جدوجہد سے بھرپور زندگی گزار کر ۱۵/فروری ۱۹۸۹ء، مطابق ۸/ رجب ۱۴۰۹ھ کو صبح کے وقت اِنتقال فرما گئے، نظام الدین ہی میں جنازہ ہو کر پنج پیرا قبرستان میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ:

آپ ۵/ستمبر ۱۹۲۹ء بروز پیر رات ۱۲/ بجے پالن پور کے گاؤں گھٹامن میں ایک دین دار شخص جناب وزیر الدین صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتداءً اسکول کی تعلیم حاصل کی، جب کہ آٹھ سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد فوت ہوگئے۔ آپ کی والدہ بڑی نیک سیرت خاتون تھیں، انہوں نے ہی آپ کی تربیت کی اور دینی تعلیم دلائی۔

چنانچہ ۵/سال اسکول پڑھنے کے بعد جناب مولانا عبد الحفیظ جلال پوریؒ (یوپی) سے دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ ۱۹۴۴ء میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے امتحان لیا اور کامیاب قرار پائے، دار العلوم دیوبند میں تعلیم کے دوران ہی ۵/مئی ۱۹۵۰ء کو آپ کی شادی ہوگئی، تنگی وترشی اور مصائب ومشکلات غرض کئی نشیب وفراز گزارنے کے بعد ۸/اپریل ۱۹۵۶ء کو دیوبند سے فاتحہ فراغ پڑھا، دیوبند میں آپ نے بخاری شریف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی۔

زمانۂ طالب علمی میں آپ نے کئی بار امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی، بے حد ذہین وفطین تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ کی والدہ نے ایک موقعہ پر آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''دنیا اس کے قدموں میں آئے گی''۔

آپ نے اگست ۱۹۴۵ء میں پہلا چلہ لگایا، اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے بیعت ہوگئے، اس وقت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے آپ کو بھانپ لیا اور فرمایا کہ ''تمہیں تعلیم بھی حاصل کرنی ہے اور تبلیغ بھی کرنی ہے، تبلیغ میں اس قدر منہمک نہ ہونا کہ تعلیم کا نقصان ہو اور تعلیم میں بھی اس قدر مشغول نہ ہونا کہ تبلیغ کا نقصان ہو''، آپ نے اس نصیحت کے پیش نظر اپنے وقت کی ترتیب اس طرح بنائی کہ ہر ہفتہ میں چار گھنٹہ تبلیغ کے لیے فارغ کرتے اور ہفتہ بھر کے کاموں کی ترتیب ان چار گھنٹوں میں جما دیتے، اس طرح آپ کے دونوں مشغلے جاری رہتے، اس وقت دار العلوم دیوبند کیا پورے ہندوستان میں تبلیغ کا عمومی ماحول نہ تھا، اس لیے بعض طلباء آپ کا مذاق اُڑاتے تھے مگر آپ لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر تعلیمی اور تبلیغی دونوں کام انجام دیتے تھے۔ اُس وقت طلباء کا عمومی ذہن یہ تھا کہ تبلیغ میں

غبی لگتے ہیں یا ذہین لگ کر غبی بن جاتے ہیں، جب سہ ماہی امتحان کے نتائج برآمد ہوئے تو آپ دورہ حدیث میں اول نمبر سے کامیاب ہوئے، طلباء اس کے بعد آپ کے معتقد ہوگئے، آپ نے اس سے خوب فائدہ اُٹھایا اور تبلیغ کا کام خوب لیا۔ پھر ششماہی امتحان میں بھی اعزازی نمبرات حاصل کیے، بعد میں آپ نے اس حوالے سے بتلایا کہ ''میں پرچوں کے جوابات میں حاشیے اور شروحات کی بات کو بھی خوب لکھتا اس کے علاوہ ان احادیث کے جوابات میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے سنی ہوئی علمی باتوں کو موقع بموقع جوڑ دیتا اور یہ باتیں ممتحن کے لیے نئی چیزیں ہوتیں اس طرح سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات کے ساتھ نمبر دوم پر دورہ حدیث میں کامیاب ہوئے۔ پھر آپ نے تبلیغ میں چار ماہ لگائے۔ اس کے بعد حضرت جی کے حکم سے علی گڑھ اور خورجہ میں ایک چلہ لگایا۔ پھر حضرت جی کے حکم سے ایک سال کے لیے حجاز تشکیل ہوگئی جہاں خوب تبلیغی کام کیا۔

اس طرح حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ میں فکر یوسفی منتقل ہوئی، اور آپ کو امت کا وہی غم و درد عطا ہوا، جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو تھا، پوری زندگی اسی کام سے منسلک رہے، ہر طرح کی مصروفیات کو خیر باد کہہ دیا، حق تعالیٰ نے غیب کے خزانوں سے آپ کی کفالت فرمائی۔

وفات سے پہلے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے خلافت عطا فرمائی، بعد ازاں حضرت شیخ نے بھی اجازتِ بیعت دی۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی وفات کے بعد ہر موقع کے مرکزی بیانات آپ کے حوالے ہوئے، لوگ آپ کے بیان کے گرویدہ رہے، تین تین چار چار گھنٹوں کا بیان تو آپ کے لیے معمولی بات تھی، بیان میں پورے مجمع پر رقت طاری رہتی تھی، نظام الدین مرکز کا فجر کے بعد کا بیان مسلسل تیس سال تک فرمایا، حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے معاونِ خاص بن کر ہر موقع پر اُن کے ساتھ رہے، حضرت جی بھی آپ سے بے پناہ محبت فرماتے، پھر ۱۹۹۰ء میں عالمی شوریٰ کے رکن مقرر کیے گئے۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ کی وفات کے بعد آپ نظام الدین مرکز اور عالمی کام کے روحِ رواں اور سرپرست کی حیثیت رکھتے تھے اور واقعتاً حضرت

مولانا اظہار الحسن کاندھلوی صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی ہر موقع پر سرپرستی فرمائی، لیکن افسوس کہ ان دونوں حضرات کو حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ جیسی عظیم شخصیت کی سرپرستی زیادہ دیر تک میسر نہ آسکی اور حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ کی وفات کے محض ایک سال اور کچھ ایام کے بعد مؤرخہ ۲۱ رمئی ۱۹۹۷ء کو بارہ بجے اس دنیائے فانی سے اخروی سفر پر روانہ ہوگئے، نظام الدین مرکز ہی میں جنازہ ہوا اور حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحبؒ کے برابر تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا سعید احمد خانؒ:

آپ کا وطن کھیڑا افغان ضلع سہارنپور ہے، اغلب یہ ہے کہ ۱۳۲۵ھ کے بعد آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے ابتدائی طور پر میٹرک تک انگریزی اور عصری تعلیم حاصل کی، مگر حضرت تھانویؒ کی کسی کتاب کے مطالعہ سے زندگی کی کایا پلٹ گئی اور عصری علوم کے بجائے دینی تعلیم کے لیے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور وہاں ہی سے ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں دورہ حدیث سے فارغ ہوئے فراغت کے بعد تکمیل کی اور ایک سال مظاہر علوم میں ہی متفرق خدمات انجام دیں، جیسا کہ مولانا عبید اللہ صاحبؒ کے حالات میں عرض کیا کہ ان پر اور مولانا سعید احمد خان صاحبؒ پر زمانہ طالب علمی سے ہی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی نظریں تھیں، چنانچہ اس کے اگلے ہی سال مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی، آپ کی استعداد، لگن اور شوق کو دیکھ کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنی خصوصی توجہات سے نوازا، یہ انہیں کی توجہات کا اثر تھا کہ حضرت موصوف فنا فی التبلیغ ہوگئے اور انہیں دعوت وتبلیغ کے کام سے گویا عشق ہوگیا، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہو کہ دعوت وتبلیغ ان کی روح کی غذا تھی۔ وہ ہر حال میں اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کی فکر و سوچ میں مستغرق رہتے، وہ جسم و جان کے اعتبار سے نحیف و نزار تھے، مگر میدانِ عمل میں وہ کسی پہلوان سے کم نہ تھے۔ آخر عمر میں سہارے سے اُٹھائے جانے والے اس بوڑھے مردِ مجاہد کو جب منبر پر بٹھا دیا جاتا تو ان کی شیر کی سی گرج سے کوئی انہیں بوڑھا تصور نہ کرتا، اپنے کھانے، پینے اور پہننے کی کبھی پرواہ نہیں کی، نام و نمود اور ریا و

دکھلاوا کے لفظ سے ناآشنا تھے، اکابر اور معاصر علماء میں یکساں مقبول تھے۔ اپنے سے بڑوں سے عزت واحترام کے علاوہ اپنے چھوٹوں پر شفقت اور ہم عصروں کی توقیر وقدر دانی میں ممتاز تھے۔ آپ کے انہیں اوصاف وکمالات کے پیشِ نظر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ کو حجاز سے واپس بلا لینے کے بعد حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے عرب میں دعوت وتبلیغ کے کام کو مزید تقویت دینے اور وسیع کرنے کے لیے آپ کو حجاز مقدس بھیج دیا۔ آپ کی محنت وسعی اور آہ سحر گاہی کا ثمرہ تھا کہ عرب حضرات نہ صرف اس کام میں جت گئے بلکہ دیوانہ وار آپ پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے، آپ کو سعودیہ کی مستقل رہائش مل گئی مگر جب حکومت وقت نے ان کی رہائش منسوخ کی تو وہ مدینۃ الرسول چھوڑ کر پاکستان آگئے اور رائے ونڈ مرکز میں مقیم ہوگئے، مگر ان کی حرمین کی حاضری میں کبھی تعطل نہیں آیا۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی بنائی گئی عالمی شوریٰ میں آپ سرفہرست تھے، اور حضرت جیؒ کی وفات کے بعد آپ کا شمار بھی تبلیغ کے عالمی سطح کے رہنماؤں میں ہوتا تھا۔

سفر سلوک کے لیے آپ حضرت شیخؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آخری مرتبہ جب عمرہ کے لیے حرمین گئے تو مدینہ منورہ میں بیمار ہوگئے، بالآخر ۲۵/ رجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۵/نومبر ۱۹۹۸ء کو راہِ جنت کے تھکے ماندے مسافر کو آرام آگیا اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی اور وہیں جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ:

حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ میانوالی کے ایک گم نام گھرانے کے چشم وچراغ تھے، آپ ۵/ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۱۷ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی طور پر آپ نے اسکول کی تعلیم حاصل کی، قدرت حق نے آپ پر کرم کیا اور دینی تعلیم کی طرف متوجہ کردیا، آپ نے ۱۹۴۰ء میں دورہ حدیث جامعہ ڈابھیل سے کیا۔ جہاں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ایسے اکابر سے فیض یاب ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں حضرت شیخؒ سے بیعت ہوئے اور چند سال بعد خلافت عطا ہوئی، ۱۹۴۶ء میں تبلیغ میں ایک سال لگایا، پھر ۱۹۴۷ء میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے آپ کا حجاز کا سفر طے کردیا، جہاں ڈھائی سال تک عربوں میں کام کیا اور آپ کی امارت میں

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ ایسے اکابر نے اہل عرب میں تبلیغی جدوجہد کی۔ پھر مختلف عرب ممالک میں کام کرتے ہوئے ۱۹۵۰ء کو کراچی تشریف لائے اور ۱۹۵۱ء میں آپ کی شادی ہوگئی۔ ۱۹۵۴ء میں فیصل آباد کی مرکزی جامع مسجد کے امام وخطیب مقرر ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں پاکستان کے معروف ادارہ جامعہ دار العلوم فیصل آباد کی بنیاد رکھی، جس میں ہر سال ختم بخاری کے لیے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تھے۔

حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ کی شخصیت جماعت تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملک پاکستان کی بھی ایک سرکردہ اور لیڈرانہ شخصیت تھی، مختلف اسلامی تحریکوں میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا اور وقت کے حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کیا۔

آپ کی برکت سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنی عمر کے آخری حصہ میں دار العلوم فیصل آباد میں ماہِ مبارک کے اعتکاف کے لیے تشریف لائے اور یوں وطن عزیز شیخ کی برکتوں اور فیوض سے باریاب ہوا، یہ سارا کچھ حضرت مفتی صاحبؒ کی وجہ سے تھا۔

تبلیغی اجتماعات میں حضرت مفتی صاحبؒ کا مرکزی بیان ہوتا تھا اور آپ کے بیان میں پورا مجمع آپ کی مٹھی میں ہوتا، لاکھوں کا مجمع ہمہ تن گوش ہوکر آپ کا بیان سنتا، اس کے علاوہ سینکڑوں تبلیغی اسفار کیے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے چاروں بیٹوں کے نام یوسف رکھے۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ گویا پاکستان میں تبلیغی کام کے سرپرست تھے، مرکزی شوریٰ کے رکن تھے، حضرت شیخؒ کے اجل خلیفہ تھے۔

مفتی زین العابدین رحمہ اللہ کی کوشش سے اجتماعی شادی کا عجیب واقعہ

جناب مصطفیٰ صادق صاحب مرحوم مدیر روزنامہ وفاق لاہور لکھتے ہیں:

’’آج کل وقتاً فوقتاً اجتماعی شادیوں کا ذکر پڑھنے اور سننے میں آتا ہے لیکن بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ اجتماعی شادیوں کی ایک تاریخی روایت جو ہر لحاظ سے مثالی نوعیت کی روایت قرار دی جاسکتی ہے مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ نے قائم کی تھی۔

اجتماعی شادیوں کا یہ واقعہ عملاً رونما نہ ہو چکا ہوتا تو شاید اس پر یقین کرنا چنداں آسان نہ ہوتا۔ لیکن اسے قدرت کا کرشمہ کہیے یا حضرت مفتی صاحب کی کرامت اوران

کے مخلص دوستوں اور متعلقہ سرکاری حکام کی معاونت کا اعجاز قرار دیجئے کہ فیصل آباد کے چنیوٹ بازار کے باسیوں میں ایسی ۲۴/خواتین بھی تھیں جو مسلمان معاشرے پر سیاہ دھبوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ان خواتین کی کون سی مجبوریاں تھیں جو انہیں اس بازار میں لانے پر مجبور کر چکی تھیں۔اس کا دانشورانہ تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو تبلیغی مشن کا حصہ بناتے ہوئے اس مہم پر صَرف کرنے کا فیصلہ کیا کہ ان خواتین کے لئے مسلمان معاشرے کی شایانِ شان زندگی گذارنے کے مواقع فراہم کئے جاسکیں۔

چنانچہ اپنے دو اہم معانین مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اور خان شیریں گل کے ساتھ شبانہ روز مشوروں کے بعد اس وقت کے پولیس حکام کو اعتماد میں لیا گیا۔پھر بنفس نفیس مفتی صاحب اس گھر میں چلے گئے، اور پردہ میں رہ کر ان سے دعوت کی بات کی حیا اور پاکیزگی کا درس دیا، خود بھی آب دیدہ ہوئے، اور سننے والے بھی رونے لگے، ان خواتین کو چنیوٹ بازار سے نقل مکانی کے لئے آمادہ کرنے کے ساتھ ساتھ پیپلز کالونی میں اعلیٰ پائے کے چند مکانات کا انتظام بھی کر لیا گیا۔مرحلہ وار پروگرام کے مطابق جب تمام خواتین پیپلز کالونی میں اعلیٰ پائے کے چند مکانات میں قیام پذیر ہوگئیں تو حضرت مفتی صاحب کے تعاون سے بعض شرفا نے خاموشی کے ساتھ ان خواتین کے گھر بسانے کے مناسب انتظامات کی کوششیں شروع کر دیں۔اس دوران ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ جب ان خواتین کو ایک وسیع ہال میں جمع کیا گیا، مفتی صاحب نے اپنی اہلیہ سمیت بعض دوسرے دوستوں کی بیگمات کو بھی ان خواتین کے ساتھ میل جول کے لئے ذہنی طور پر تیار کیا اور انہیں مناسب مشورے بھی دیئے۔اس کے بعد وہ اہم ترین مرحلہ آتا ہے جو عملی طور پر مفتی صاحب زندگی بھر تبلیغ وارشاد اور توبہ واستغفار کے لئے جانے کہاں کہاں کیا کیا معرکے سر انجام دیتے ہوں گے لیکن آج کے اس معرکے کا اپنا ہی ایک مقام تھا۔کوئی دوسرا انہیں خود حضرت مفتی صاحب کی اہلیہ محترمہ کی روایت ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے توبہ واستغفار کے موضوع پر جو کچھ بھی فرمایا اس کے اثرات ایسے انمٹ اور نمایاں تھے کہ بس آنسوؤں کی لڑی تھی جس نے ہر آنکھ کو اشکبار کر رکھا تھا۔

داستان بہت طویل ہے، خلاصہ یہ کہ ایک ایک خاتون کی رخصتی کا اہتمام کیا گیا، نکاح اور رخصتی میں دلچسپی لینے والے شرفا نے انہیں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح رخصت کیا سوائے ایک خاتون کے سب کے نکاح ہوئے، اور کامیاب رہے۔’’

(ہفت روزہ اخبارالمدارس مفتی زین العابدینؒ نمبر ۱۰۵)

بالآخر تبلیغ ودعوت سے بھر پور زندگی گزار کر ۱۵/مئی ۲۰۰۴ء شام کو انتقال فرما گئے۔اور فیصل آباد ہی میں جنازہ ہو کر وہیں ان کی تدفین ہوئی۔(مزید دیکھئے ہفت روزہ اخبارالمدارس مفتی زین العابدینؒ نمبر)

حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم:

آپ ۱۹۲۳ء کو دہلی متحدہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اِبتدائی دِینی وعصری تعلیم حاصل کر کے اِسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور وہاں عصری علوم کی تکمیل کر کے تحصیل دار کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ابتداءً مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ ہوئے پھر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی حیات ہی میں تبلیغی کام سے منسلک ہو کر فنا فی التبلیغ ہو گئے، یہاں تک کہ نوکری بھی چھوڑ دی، اولاد کوئی تھی نہیں، اہلیہ کا کچھ عرصہ کے بعد اِنتقال ہو گیا، حق تعالیٰ نے ہر طرف سے آپ کو تبلیغ کے لیے عافیت عطا فرمادی، یوں آپ نے اپنے کو تبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔الحاج بھائی محمد شفیع قریشیؒ اور جناب الحاج بھائی محمد بشیرؒ کی رحلت کے بعد یعنی ۱۹۹۲ء میں پاکستان کے تبلیغی کام کے فعال امیر مقرر ہوئے۔

بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے قائم کیا اور خلافت سے سرفراز ہوئے اور ایک قول کے مطابق حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔ یوں اس وقت آپ ہر دو مشائخ کے پاکستان میں آخری خلیفہ ہیں۔ ۲۰۱۴ء میں عالمی سطح پر ۵۰۰/ با اثر شخصیات میں سے دسویں نمبر پر آپ کا نام آیا۔آپ کی قریب قریب ایک صدی پر محیط پوری زندگی دعوت وعزیمت سے عبارت ہے، آپ نے مروجہ طریق پر درس نظامی کی کتب نہیں پڑھی ہیں چنانچہ آپ باقاعدہ عالم نہیں کہلاتے لیکن جب مجمع عام میں بیان کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی عطا فرمایا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آپ سے ایسے ایسے دقیق مسائل مع اُن کی جزئیات کے سنے ہیں، جس سے یہی

اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کسی جید عالم ربانی سے کم بھی نہیں ہیں اور یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ تبلیغی جماعت میں یہ صفت آپ سے شروع ہو کر آپ پر ہی ختم ہوگئی ہے۔

بہر حال دعوت وتبلیغ کے اُمراء کے بعد ہمارے مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ، مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، مفتی زین العابدین صاحبؒ اور حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب اور ان جیسے دوسرے حضرات نے اس راہِ وفا میں جو تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور جو تنگی وترشی برداشت کی ہے اور جن مصائب ومشکلات سے گزرے ہیں، ہم جیسا اس کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا، اللہ کے دین کے لیے پورا پورا دن بھوکا پیاسا پیدل چل چل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور لوگوں کی باتیں، گالیاں سن کر ماریں کھا کر دین کی محنت ان پر کرنا ان حضرات کے لیے معمولی بات تھی۔ حق تعالیٰ ان حضرات کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے۔

حضرت حاجی صاحب اس وقت تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر ہونے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے عالمی کام اور عالمی امیر حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی کی سرپرستی کررہے ہیں۔ آپ کا ۱۹۴۷ء سے مستقل قیام رائے ونڈ مرکز میں ہوتا ہے۔

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب ندوی مدظلہٗ:

مولانا احمد لاٹ صاحب نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی اور تبلیغ سے وابستہ ہوئے، آپ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ، حضرت شیخ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی صحبتوں سے بھی فیضیاب ہوئے، اس وقت تبلیغ کے صف اول کے اکابر میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کے وصال کے بعد سے نظام الدین مرکز میں فجر کے بعد کا بیان اور اجتماعات کے مرکزی بیانات آپ سے متعلق کردیئے گئے۔ حق تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازیں۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات جنہوں نے اپنی زندگیوں کو علم وتبلیغ دین کے لیے وقف کردیا، اور مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں تعلیم وتعلم کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت میں اپنی زندگیاں کھپادیں اُن کا بھی یہاں مختصراً تذکرہ کردیا جائے جس کو ہمارے فاضل دوست جناب مولانا محمد سفیان بلند صاحب نے مرتب کرکے بھیجا ہے، اُن کے شکریے کے ساتھ نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔

اکابر علماء مدرسہ عربیہ رائے ونڈ

ازقلم: مفتی محمد سفیان بلند
مدرس مدرسہ عثمانیہ بہادرآباد کراچی

''اکابر علماءِ خمسہ رائے ونڈ مرکز کے اجمالی احوال ذکر کئے جاتے ہیں، تاکہ اُمتِ مسلمہ ان سے مستفید ہو کہ آج یہ حضرات موجود ہیں، کل کو ان کے جانے کے بعد کف افسوس ملتے نہ رہ جائیں۔ اس تحریر میں مدرسہ عربیہ رائے ونڈ مرکز کے اکابر علماءِ خمسہ کا مختصر تعارف ہے جن کی دینی وعملی خدمات اور تبلیغی واصلاحی کاوشوں سے پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں اس کام کو فروغ مل رہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد جمشید علی خان زیدمجدہم:

حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب مدظلہ العالی ۱۹۲۸ء میں قصبہ بھیائی تحصیل کیرانہ ضلع مظفرنگر یوپی (انڈیا) میں پیدا ہوئے، اِبتدائی عصری تعلیم پرائمری تک آبائی گاؤں میں ہی حاصل کی اور پھر حفظِ قرآن کے لیے دینی مدرسہ میں تشریف لائے۔

دینی تعلیم

حفظِ قرآن کے بعد درسیات کے لیے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفرنگر حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے زیرِ سایہ ابتدائی تعلیم فارسی، صرف ونحو، ادب، اُصولِ فقہ، شرح جامی، حسامی تک حاصل کی اور اسی مدرسے میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا، اس کے بعد علوم وفنون کی تعلیم کے لیے ایشیاء کی عظیم دینی درس گاہ مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں تمام فنون کی تکمیل کے بعد ۵۲۔۱۹۵۱ء میں دورہ حدیث میں شرکت فرمائی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امام الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور دیگر مشاہیرِ امت سے اکتسابِ فیض کیا۔

دعوت وتبلیغ سے وابستگی

دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد ۱۹۵۲ء میں پاکستان ہجرت فرمائی اور دارالعلوم

ٹنڈو الہ یار سندھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے زیرِ اہتمام اور دیگر اکابر علماء ومشائخ کے زیرِ سایہ اپنی تدریس کا آغاز فرمایا اور مسلسل بارہ سال تک اِنتہائی جانفشانی کے ساتھ علوم و فنون اور حدیث شریف کا درس دِیا۔ یوں تو آپ شب وروز درس وتدریس اور اِرشاد واِصلاح میں مصروف تھے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تحریک ’’مجلس صیانۃ المسلمین‘‘ میں شامل ہوکر ذمہ دارانہ حیثیت سے شریک ہوتے لیکن مسبب الاسباب کو آپ کی افادیت عام کرنا مقصود تھی، چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی اِیمانی تحریک کی جماعت دعوت وتبلیغ کے لیے دارالعلوم ٹنڈو الہ یار تک پہنچی، ایک دن دورانِ وضو تبلیغی جماعت کے ایک میواتی بھائی نے مسواک کے نہ ہونے کی وجہ سے آہ بھری، اس آہ نے مولانا کے دِل کو ایسا متاثر کیا کہ آپ تبلیغی کام کے ہو کر رہ گئے۔

چنانچہ آپ نے اس واقعہ کے بعد اپنے آپ کو رائیونڈ مرکز کی تبلیغی وتدریسی خدمات کے لیے وقف کر دِیا اور باوجود پیرانہ سالی اور ضعف واعذار کے ۱۹۶۴ء سے تاحال مرکز سے وابستہ ہیں۔ ۱۹۹۷ء تک آپ مختلف علوم وفنون اور تفسیر جلالین جیسی کتابوں کا درس دیتے رہے، ۱۹۹۷ء میں حضرت مولانا ظاہر شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۹۹ء میں جب مدرسہ عربیہ رائیونڈ میں دورۂ حدیث کا درجہ شروع ہوا تو آپ کے حصے میں بخاری شریف آئی اور یوں آپ صدر مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر بھی جلوہ افروز ہوئے۔

درس کا اہتمام اور کیفیتِ درس

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ۳۶ گھنٹے کے مسلسل سفر کے باوجود سبق کا ناغہ نہ فرماتے تھے، آپ بھی حضرت مدنیؒ کے تمام تلامذہ میں سے اکیلے اس سنت کو جاری رکھے ہوئے ہیں، آپ کا درس تمام حضرات کے دروس سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ مدرسہ عربیہ رائیونڈ کا نصاب ہی کچھ ایسے خطوط پر استوار ہے کہ اِبتدائی درجات میں ہی عبارت کا حل کرنا، مطلب بیان کرنا، مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا طلباء ہی کے ذمہ ہوتا ہے، لہٰذا آپ کے درس میں مشکل الفاظ وعبارت کے مطالب، اختلافاتِ ائمہ اور احناف کی وجہ ترجیح کا بیان کرنا طالبِ علم کے ذمہ ہی ہوتا ہے، تاہم کوئی تاریخی واقعہ یا کوئی علم ہیئت یا

سائنس یا علم جغرافیہ کا کوئی مسئلہ ہو تو آپ اِنتہائی شرح وبسط کے ساتھ عام فہم الفاظ میں وضاحت فرماتے ہیں۔

تلامذہ

سینکڑوں طلباءِ علومِ نبوّت نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا، آپ کے تلامذہ مشرق ومغرب، شمال وجنوب، عرب وعجم، روس وافریقہ میں اعلاءِ کلمۃ اللہ کی اِشاعت اور احیاءِ علوم نبویہ کے لیے مصروفِ عمل ہیں، غرض دنیا کے جس خطے میں بھی مدرسہ عربیہ رائیونڈ کا فاضل ملے گا، اس نے آپ سے ہی زانوئے تلمذ تہہ کیا ہوگا۔

اسفار

آپ کا وجودِ مسعود اگر مدرسہ کا دِل ہے تو آپ کا وجود تبلیغ کے لیے روح ہے، غرضیکہ آپ کی صلاحیتیں اور کاوشیں دعوت وتبلیغ کے لیے بھی ایسے ہی وقف ہیں جیسے کہ درس وتدریس کے لیے وقف ہیں، پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہر تقریباً سب ہی جگہ آپ دعوت کے کام کے لیے تشریف لے جا چکے ہیں اور افریقہ اور یورپ کے بعض ممالک اور عرب کے اکثر ممالک میں آپ کے تبلیغی اسفار ہو چکے ہیں۔

بیعت وخلافت

آپ کا بچپن حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے گھر میں گزرا اور یہ واقعہ آپ کے حوالہ سے مشہور ہے کہ ’’آپ کم عمری میں حضرت تھانویؒ کے مختلف پیغامات اُن کے گھر پہنچانے کے لیے حضرت کی دونوں اہلیاؤں کے پاس جاتے تھے، جب آپ بلوغت کی عمر کو پہنچے تو حضرت تھانویؒ کی بڑی اہلیہ نے آپ سے کہا کہ جمشید! اب تم بڑے ہو گئے ہو، لہٰذا اب نامحرموں سے پردہ کیا کرو، اور بتلایا کہ نامحرموں میں کون کون آتا ہے، تو جب مولانا جمشید صاحب گھر گئے تو باہر ہی سے والدہ کو کہا کہ بھابیوں سے کہہ دیں مجھ سے پردہ کرلیں، بھابیاں ہنسنے لگیں کہ ہم نے اس کو گودوں میں کھلایا اب یہ ہم سے پردہ کرے گا، لیکن مولانا باہر ہی کھڑے رہے اور والدہ سے کہا کہ میں واپس مدرسہ چلا جاؤں گا، گھر میں داخل نہ ہوں گا اگر انہوں نے پردہ نہ کیا، بالآخر چاروناچار مولانا کی ہدایت پر عمل ہوا تو گھر میں داخل ہوئے‘‘۔

حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ سے بیعت کی اور مجاز بیعت

بھی ہوئے ، ایسی عظیم ہستی کا وجود مسعود ہی ہم لوگوں کے لیے باعثِ خیر و برکت ہے۔

حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب زید مجدہم:

ابتدائی حالات و تعلیم

حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں بلاول میں پیدا ہوئے ، آپ کا تمام گھرانہ علم و عمل، تصوّف و طریقت سے وابستہ تھا، اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کا بچپن ہی سے علومِ نبوّت کے حصول کی طرف طبعی رجحان تھا، چنانچہ حصولِ تعلیم کے لیے ضلع گجرات منڈی بہاؤ الدین کے مشہور و معروف مدرسہ موضع ''انی شریف'' تشریف لے گئے اور حضرت مولانا سلطان محمود صاحب گجراتیؒ (سابق مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی) جیسی عظیم شخصیت سے اکتسابِ فیض کیا، اس زمانے میں ''انی شریف'' کے مدرسے کی علمی اِستعداد کا یہ عالم تھا کہ اس مدرسہ سے پڑھا ہوا طالب علم جب علمی تشنگی کے اِزالہ کے لیے دارالعلوم دیوبند جاتا تو اہلِ دار العلوم بغیر اِمتحان کے اس کو داخلہ دے دیتے کہ یہ ''انی شریف'' کے مدرسہ سے آیا ہے، اس مدرسہ میں کچھ رہائش کا بندوبست نہ تھا، جس کی وجہ سے آپ اپنے اُستاذِ محترم کے گاؤں سے چند میل کے فاصلے پر بستی کٹھیالہ شیخاں میں رات گزارتے تھے، روزانہ صبح سویرے اُستاذِ محترم کے گاؤں میں سبق پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے اور بلا ناغہ پیدل سبق پڑھنے جاتے اور مقررہ وقت سے پہلے اُستاذِ محترم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسی دوران درسی کتب کے ساتھ قرآن مجید بھی حفظ فرمایا، ایک ہی مرتبہ سبق یاد کر کے سنا دیتے تھے اور دورہ حدیث کی تقریباً تمام کتب حضرت مولانا سلطان محمود صاحبؒ ہی سے پڑھیں۔

خطابت و امامت

درسیات کی تکمیل کے بعد آپ راولپنڈی کی ڈی ایم ٹیکسٹائل ملز میں امام و خطیب کے عہدے پر فائز ہوئے اور وہیں درس و اِرشاد کا سلسلہ جاری فرمایا، یہ ٹیکسٹائل ملز زکریا مسجد تبلیغی مرکز راولپنڈی کے قریب واقع ہے، حضرت مولانا محمد خلیل صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ زکریا مسجد راولپنڈی نے آپ کو دعوت و تبلیغ کی طرف مائل کیا تو آپ نے تبلیغ میں سال لگایا،

پھر کچھ عرصہ کے بعد بیرون ممالک ڈیڑھ سال کے لیے تشریف لے گئے اور عرب ممالک اور دِیگر ممالک میں اپنے فیوض کو پھیلایا۔

تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں اِقامت اور تدریس کا آغاز ۱۹۷۱ء میں کیا اور یہیں مرکز میں تشریف لائے ، شروع میں کچھ عرصہ شعبۂ حفظ میں خدمات سرانجام دِیں پھر علوم وفنون کی کتابیں پڑھانی شروع کر دیں، تمام علوم وفنون کی کتابوں میں مشکل سے مشکل مقام کو حل کر کے آسان بنا کر پڑھانا آپ کے سبق کا وطیرۂ خاص ہے، بالخصوص علم منطق میں آپ کو خوب مہارت حاصل ہے، دورۂ حدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں شروع ہونے سے پہلے مولانا جلالین اور مشکوٰۃ شریف جیسی عظیم کتب پڑھاتے تھے، ۱۹۹۹ء میں جب دورۂ حدیث کا باقاعدہ آغاز کیا گیا تو آپ کو مسلم شریف اور ترمذی شریف پڑھانے کو دِی گئیں، باوجودیکہ آپ تبلیغی مرکز کی مصروفیات اور ذاتی اعذار اور پیرانہ سالی کے اِنتہائی اہتمام، جانفشانی اور لگن سے اسباق کا درس دیتے ہیں اور اسباق کی تدریس میں بیماری، تکلیف اور صحت کا اضمحلال کبھی بھی حائل نہیں ہوتا، حتیٰ کہ جس سال دورہ حدیث کا آغاز ہوا تو آپ کے جسم پر چنبل جیسا ناسور پھوٹا جس سے چلنا پھرنا دشوار ہوگیا تو آپ اس حالت میں بھی وہیل چیئر کے ذریعہ سبق کے وقت درس گاہ تشریف لاتے اور سبق پڑھاتے، آپ کے پاس بیٹھنے والا بھی بغیر بات کے مستفید ہوتا ہے، بقول مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدظلہم کے کہ جب بھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تو آپ کی خدمت میں حاضری دے دیتے ہیں تو سمجھ میں آجاتی ہے، ورنہ آپ کے سامنے عبارت پڑھنے سے سمجھ میں آجاتی ہے اور آخری درجہ یہ ہوتا ہے کہ آپ سے پوچھنا پڑتا ہے لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔

اِصلاحی تعلق

علمی اِنہماک کے ساتھ ساتھ تصوّف وسلوک سے بھی آپ کو شروع ہی سے لگاؤ تھا، اس کی باقاعدہ تربیت کے لیے سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ کامل حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانوی صاحبؒ سابق سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے بیعت کی، شیخ کے وصال کے بعد ان کے جانشین سیدی وسندی شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

سے وابستہ ہو گئے اور انہی سے مستفید ہوئے، یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کو خلافت سے نوازا اور تا حال آپ اس ذمہ داری کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب زید مجدہم:

حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب دامت برکاتہم ۷ر جنوری ۱۹۴۲ء کو پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع فیصل آباد کے نواح میں جناب الحاج محمد بشیر صاحبؒ (سابق امیر تبلیغی جماعت پاکستان) کے گھر پیدا ہوئے اور اِبتدائی عصری تعلیم یہیں مڈل اسکول میں حاصل کی۔

دینی تعلیم

حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب زید مجدہم نے آپ کو حضرت مولانا محمد احمد صاحب بھاولپوری انصاری دامت برکاتہم کے والدِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد فاروق نوّر اللہ مرقدہٗ کے پاس دِینی تعلیم کے لیے ''فقیروالی'' میں چھوڑا جہاں آپ نے فارسی سے مشکوٰۃ شریف تک حضرت مفتی صاحبؒ سے تقریباً چار سال کے عرصہ میں اِنفرادی اِستفادہ کیا۔

اس کے بعد مزید علمی تشنگی کو بجھانے کے لیے ۱۹۶۰ء میں جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے حدیث کی تکمیل کی، پھر حضرت شیخ ہی سے بیعت بھی ہوئے اور خلیفہ مجاز بھی ہوئے۔

اساتذہ کرام

آپ کے اِبتدائی کتب کے استاد مفتی محمد فاروق صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ہیں اور بخاری شریف آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ سے اور ابوداؤد حضرت مولانا اسعد اللہ سہارنپوریؒ سے اور ترمذی حضرت مولانا امیر احمد صاحبؒ سے پڑھی۔

تدریس

آپ ۱۹۶۳ء سے تا حال مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں، آپ کے درس کا انداز عام فہم، دلچسپ اور معیاری ہے، مشکل سے مشکل مسائل کو آسانی سے سمجھانے کا خداداد ملکہ آپ کو منجانب اللہ میسر ہے، مختلف فیہ مسائل میں ائمہ کے اِختلافات ومستدلات کو نہایت عام فہم انداز میں بیان فرماتے ہیں، آپ کے اندازِ درس کو الفاظ میں بیان

کرنا مشکل ہے، اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

تصنیف وتالیف

آپ نے باقاعدہ کوئی کتاب یا تحریر تصنیف نہیں فرمائی، البتہ دورۂ حدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں شروع ہونے سے پہلے جب آپ مشکوٰۃ شریف کا درس دیتے تھے تو آپ کے افادات کو قلم بند کر کے بعد میں ''التقریر الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع کر دِیا گیا جو کہ بہت ہی مقبول ہوئیں۔

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں دورۂ حدیث کے شروع ہونے کے بعد آپ کو ابوداؤد اور طحاوی شریف پڑھانے کے لیے دِی گئیں تو ابوداؤد کے اسباق کا خلاصہ ایک شاگرد نے قلمبند کر کے ''دروس ابوداؤد'' کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں مرتب کیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تقریر بخاری جن تین معتمد علیہ طلباء کی جمع کردہ تقریر سے لی گئی ہے، ان میں آپ کا نام اوّلاً ذکر کیا گیا ہے، تقریر بخاری میں خود شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے ''کلمات طیبات'' کے ذیل میں آپ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے کہ ''سب سے اوّل میرے مخلص دوست الحاج مولوی احسان الحق لائل پوری حال مدرس مدرسہ عربیہ رائے ونڈ ضلع لاہور جنہوں نے ۱۳۷۹ھ میں اس سیاہ کار سے بخاری شریف پڑھی''۔

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے حیاۃ الصحابہؓ عربی میں تالیف فرمائی، بعد میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بار ہا اِصرار اور حکم پر آپ نے حیاۃ الصحابہؓ کا اردو ترجمہ کیا جو کہ تمام تراجم میں سب سے زیادہ مقبول اور متداول ہے۔

تبلیغی خدمات

ویسے تو آپ کی زندگی ہی دعوت وتبلیغ کے لیے اِبتداء سے وقف ہے لیکن فراغت کے بعد سے ہی آپ اِس مبارک محنت سے جڑے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے آپ کو تبلیغی مرکز میں بھی وقتاً فوقتاً کئی ذمہ داریاں دِی گئیں مثلاً مستورات کے تبلیغی کام کی ذمہ داری، شعبۂ تشکیل کی نگرانی وذمہ داری اور مرکز میں شعبہ اِختلاط کی خدمات اور عشاء کے بعد حیاۃ الصحابہؓ کی تعلیم وغیرہ۔

پاکستان و بیرون ممالک میں بھی آپ کے کئی تبلیغی اسفار ہو چکے ہیں، ۱۹۶۱ء میں آپ ۱۹؍سال کی کم عمری میں مصر جانے والی جماعت کے امیر مقرر ہوئے، اسی سفر میں آپ کو بیت المقدس میں نماز پڑھانے اور بیان کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، دورانِ سفر آپ نے امام شافعیؒ اور امام طحاویؒ کے مرقد کی بھی زیارت کی، اس کے علاوہ یورپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا میں بھی آپ نے تبلیغی اسفار فرمائے۔

راقم نے اپنے مرشد عارف باللہ حضرت الحاج واصف منظور صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ سے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا یہ ملفوظ آپ کے بارے سنا کہ ''میرے خلفاء میں مولوی احسان نے تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ تینوں کو جمع کیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ آپ کے سائے کو تا دیر اُمتِ محمدیہ پر قائم رکھے، اور ہر شر اور فتنے سے آپ کو محفوظ فرمائے، آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا محمد جمیل صاحب زید مجدہم:

حضرت مولانا محمد جمیل صاحب مدظلہ العالی ۱۹۴۶ء میں خان پور کے قریب چک نمبر ۶۶ سہجہ میں پیدا ہوئے۔

اِبتدائی تعلیم

آپ کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے تھا، لیکن دینی شوق کی بناء پر والدِ محترم نے آپ کو حفظِ قرآن کے لیے ''جامعہ مخزن العلوم'' خانپور میں داخل کرا دیا، آپ کے حفظِ قرآن کی تکمیل کے تھوڑے عرصے بعد ہی والدِ محترم کا وِصال ہو گیا، والد صاحب کے اِنتقال کے بعد گھریلو ذمہ داریاں اور زراعت وغیرہ کا بوجھ آپ پر آ پڑا اور والد صاحب کی جدائی کا صدمہ بھی تھا، اسی اثناء میں ایک دوست نے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ والد صاحب کی جدائی کا صدمہ ہے، دوست نے عرض کیا کہ شہر میں تبلیغ والوں کا پروگرام ہے، وہاں شرکت کے لیے چلتے ہیں، آپ شرکت کی غرض سے دوست کے ہمراہ شہر تشریف لائے بیان کے بعد ارادوں کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے بھی چلہ کا ارادہ لکھوا دیا، وہاں سے گھر واپسی ہوئی، چند یوم ہی گزرے تھے کہ شہر کے ساتھیوں نے آپ کے کیے ہوئے ارادے کی بناء پر وصولی کے لیے

ایک جماعت آپ کے گاؤں بھیج دی، جماعت کے احباب آپ سے ملے تو آپ اس وقت زمین کی ہمواری کے لیے ہل چلا رہے تھے، مگر قدرت نے آپ کو اِنسانیت کی زرخیزی کے لیے قبول فرما لیا تھا، ساتھیوں نے بات کی کہ آپ نے اِرادہ لکھوایا تھا، اب آپ ہمارے ساتھ نقد چلیں، آپ نے عرض کیا کہ اللہ توفیق دے گا تو نکلوں گا، لیکن احباب کے اصرار پر سہ روزہ کے لیے جماعت میں تشریف لے گئے، ابھی تقریباً دو ہی دن گزرے ہوں گے کہ آپ چلے کے لیے تیار ہو گئے اور وہیں سے رائے ونڈ مرکز آئے اور تقریباً عشرہ گزرنے کے بعد چار ماہ کا پختہ اِرادہ کر لیا، گھر میں بھائیوں کو اِرسال نامہ لکھ بھیجا کہ چار ماہ کے بعد واپسی ہوگی، بھائیوں نے جواباً لکھا کہ سہ روزہ کے لیے گئے تھے اور چلہ کر دیا اور اب چار ماہ کا ارادہ کر رہے ہو، چلہ کے بعد جلدی واپس آ جاؤ، مگر آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا کام ہے، اور یہ تین چلہ کے بغیر سمجھ میں آنا مشکل ہے، چنانچہ تین چلے پورے کرنے کے بعد گھر واپسی ہوئی، چند ہی روز کے بعد بھائی، تایا اور چچاؤں کے مشورہ سے آپ کا عقدِ نکاح طے پایا۔

خروج فی سبیل اللہ کے دوران اپنے آپ پر ایسی محنت کی کہ علمِ الٰہی کے حصول کا شوق پیدا ہو گیا اور جامعہ مخزن العلوم خانپور میں داخلہ لے لیا، روزانہ تہجد کے وقت مدرسے میں جانا اور فجر مدرسے میں پڑھنے کے پابند رہے، اِبتدائی درسِ نظامی کی تعلیم کے دوران ہی آپ کو دوسرا صدمہ ہوا کہ آپ کی زوجہ محترمہ رحلت فرما گئیں، پھر عقدِ ثانی ہوا، اس کے بعد مزید تعلیم کے لیے جامعہ رشیدیہ ساہیوال تشریف لائے، جامعہ رشیدیہ میں آپ نے اُصولِ فقہ، علم معانی، علم تفسیر، علم فقہ اور علم اُصولِ حدیث کی تکمیل فرمائی اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں آپ روزانہ فجر مدرسے میں آ کر پڑھتے اور اساتذہ آپ کے حصولِ علم کے شوق سے بے حد متأثر تھے، پھر آپ علمِ حدیث کے لیے دوبارہ جامعہ مخزن العلوم خانپور تشریف لے گئے اور ۱۹۷۸ء میں مخزن العلوم خانپور سے ہی سندِ فراغت حاصل کی۔

زہد وقناعت

آپ نے سندِ فراغت ملنے پر سوچا کہ یہ سند ہی ملازمت کا ذریعہ بنے گی اور میں علمِ الٰہی کے ذریعے دنیا نہیں چاہتا، یہ سوچ کر سند پھاڑ دی کہ ''نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری''

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے رائے ونڈ مرکز کی اِمامت نصیب فرمائی اور مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے مدرس بنے جو پورے عالم میں مشہور ہے۔

مشہور اساتذہ کرام

آپ کے مشہور اساتذہ میں حضرت مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن سے بخاری اوّل پڑھی اور حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ جن سے بخاری ثانی پڑھی اور علمِ مناظرہ مولانا عمر حیات صاحبؒ سے پڑھا اور موطا امام محمدؒ اور موطا امام مالکؒ مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد

فراغت کے بعد مولانا اپنے گاؤں چک نمبر ۶۶ سہجہ میں تشریف لے گئے اور اپنے عزیز و اقارب پر دِینی محنت شروع کی اور اپنے بھائیوں کو بھی تبلیغ میں لگالیا، کچھ عرصہ کے بعد اس خیال سے کہ شہر میں رہ کر تبلیغ کا کام زیادہ ہوسکتا ہے، حضرت مولانا محمد احمد بہاولپوری دامت برکاتہم سے مشورہ کیا کہ شہر میں منتقل ہونا چاہتا ہوں تو حضرت نے صرف اِتنا فرمایا کہ کوئی نبی بھی دیہات میں نہیں آیا، آپ سمجھ گئے اور خانپور کے قریب ہی رہائش پذیر ہوگئے اور پھر کچھ عرصہ مرکز خانپور میں اِمامت کے عہدے پر فائز رہے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد رائیونڈ مرکز میں مہینہ کی ترتیب پر مقیم ہوگئے۔

مرکز میں مستقل امامت

جب مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے سابق امام حضرت مولانا حافظ سلیمان صاحبؒ اِنتقال فرماگئے تو آپ کو عارضی طور پر امامت کے لیے مقرر کیا گیا، آپ کی قرأت سے محظوظ ہوکر حضرت مولانا سعید احمد خان مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ آپ کو مستقل امامت کا منصب دے دِیا جائے، چنانچہ ۱۹۹۴ء سے لے کر ۲۰۱۱ء تک امامت کے عہدے پر فائز رہے، لیکن کچھ عرصہ سے پیرانہ سالی اور بیماری اور دِیگر اعذار کی وجہ سے کبھی کبھی ہی نماز پڑھاتے ہیں۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد آپ خانپور شہر بلال مسجد میں شعبہ حفظ کے مدرس رہے اور پھر جب تبلیغی

مرکز مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں ۱۹۹۹ء میں دورۂ حدیث کی اِبتداء ہوئی تو آپ کے حصے میں موطا امام محمدؒ اور موطا امام مالکؒ پڑھانا طے ہوئیں۔

آپ کے درس کی لذت تو شریکِ درس ہی بتا سکتا ہے، ائمہ کے اختلافات اور مستدلات اور خصوصاً احناف کی وکالت میں آپ کو خاصا عبور حاصل ہے، مشکل سے مشکل مسئلہ کو چٹکیوں میں سمجھانا اور ذہن نشین کروانا اور طلباء کے سوالات اور اعتراضات کا فی البدیہہ جواب دینا اور دورانِ درس پند ونصائح کرنا آپ کا خاص طرزِ عمل ہے اور علم حدیث آپ کا پسندیدہ موضوع ہے۔

اِصلاحی تعلق

دورانِ حفظ آپ حضرت شیخ الہندؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مفتی رفیع الدین صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور بعد میں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے باقاعدہ اِصلاحی تعلق قائم کیا اور بیعت ہوئے۔

تبلیغی مصروفیات

آپ نے ساری زندگی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کر رکھی ہے، لیکن مرکز میں بھی تعلیم، علماء وعرب میں بیان، مستوارت میں بیان اور دِیگر اعمال بھی آپ فرماتے ہیں۔

اس کے علاوہ ۱۹۸۴ء میں آپ نے کینیا اور ۲۰۰۰ء میں کویت، ابوظہبی اور جنوبی افریقہ کے اسفار فرمائے اور اندرونِ پاکستان بھی اکثر اضلاع میں آپ کے تبلیغی دورے ہوئے۔

آپ کا بیان اکثر قرآنی آیات اور احادیث اور صحابہ کرامؓ کے واقعات پر مشتمل ہوتا ہے اور اِنتہائی عام فہم اور روح پرور ہوتا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ آپ کی زندگی میں برکت دے اور آپ کا فیض تا دیر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب زید مجدہم:

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب زید مجدہم ۱۹۴۲ء میں پشاور کے مشہور قصبہ پبی کے نواح میں سرسبز وشاداب بستی امان کوٹ میں پیدا ہوئے، یہ بستی دریائے کابل کے کنارے پر واقع ہے، آپ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

عصری تعلیم

آپ نے عصری تعلیم قصبہ پبی میں حاصل کی، آپ کے والد کاشت کار تھے، آپ بھی عصری تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ والد کا ہاتھ بٹانے کے لیے زمینداری کا کام کرتے رہے، جس کی وجہ سے آپ میں اِبتداء ہی سے جفاکشی، مشقت برداشت کرنے کا جذبہ اور قوتِ عمل پیدا ہوگئی، اسی بناء پر آپ نے تبلیغ کے میدان میں اور تدریس کے میدان میں بھی خوب ترقی فرمائی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے دِینی شوق اور جذبہ عطا فرمایا تھا اور نماز پنجگانہ اور دِیگر دِینی اعمال سے بھی خصوصی شغف عطا فرمایا تھا۔

ملازمت

سکینڈری کا اِمتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے جی۔ٹی۔ایس میں ٹکٹنگ آفیسر کے عہدے پر ملازمت اِختیار کی، مگر اللہ رب العزت کو آپ سے اُمتِ مرحومہ کی ہدایت و رہنمائی کا کام لینا تھا تو اللہ رب العزت نے آپ کو دعوت وتبلیغ کے کام سے منسلک فرمادِیا، ۱۹۶۱ء میں چار ماہ تبلیغ میں لگانے کے بعد دعوت وتبلیغ کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ ملازمت کو خیرباد کہہ دِیا اور اپنے آپ کو پوری زندگی کے لیے مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں دِینی خدمات کے لیے پیش فرمادیا۔ آپ نے اپنا یہ واقعہ خود سنایا کہ ''میں نے پندرہ مہینہ میں تین دفعہ چار ماہ لگائے ہیں اور جب چوتھی دفعہ کا میں نے اِرادہ کیا تو حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم نے مجھے فرمایا کہ عبدالرحمٰن! اپنی مرضی سے نہ چلو، بلکہ حضرت جی سے مشورہ کرلو، چنانچہ اس وقت میرے رہبر ہوتے تھے کراچی والے مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ!، میں ان کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب سے مشورہ کرنا ہے وہ مجھے حضرت جی کے پاس لے گئے (اس وقت حضرت جی پاکستان آئے ہوئے تھے) جب ہم حضرت جی کے کمرہ میں داخل ہوئے تو وہ غسل خانہ میں غسل کررہے تھے، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کمرہ میں موجود تھے، تو مولانا محمد یحییٰ مدنی صاحبؒ نے فرمایا کہ ان سے مشورہ کرلو یہ بھی حضرت جی کی طرح ہیں، میں نے مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے سامنے اپنی پوری تفصیل رکھ دی، حضرت مولاناؒ نے فرمایا بیٹا! علم دین حاصل کرلو، پھر ساری زندگی تبلیغ میں لگالینا، مگر ابھی تمہاری عمر کم ہے،

پہلے یہ کرلو، چنانچہ میں نے آکر حضرت حاجی صاحب سے یہ بات عرض کی اور کہا کہ میں رائے ونڈ کے مدرسہ ہی میں پڑھوں گا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا ظاہر شاہ صاحبؒ کو کہہ دو، یوں میرا مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں داخلہ ہوا''۔

آپ نے مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں ابتداء سے درجہ مشکوٰۃ تک پڑھنے کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے دورہ حدیث کیا، آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ، حضرت مولانا ظاہر شاہؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد جمشید علی خان مدظلہٗ، حضرت مولانا نذر الرحمٰن مدظلہٗ اور حضرت مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ شامل ہیں۔

علمی شغف

آپ کا علمی شغف قابلِ رشک ہے شب وروز کے اوقات میں بہت کم وقت ایسا ہوتا ہے جو بغیر مطالعہ واسباق کے گزرتا ہو، ورنہ سارا دِن مسلسل اسباق ومطالعہ میں مصروف رہتے ہیں اور دورانِ درس دلنشین انداز، ہلکا پھلکا طنز ومزاح اور موقع بہ موقع اردو اور عربی اشعار سے سبق کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے اور سبق چاہے جتنا بھی لمبا ہوجائے، کسی وقت بھی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی اور ہمہ وقت سینکڑوں اشعار برنوکِ زباں ہوتے ہیں۔

رائے ونڈ میں دورۂ حدیث کی ابتداء کے بعد نسائی شریف اور ابنِ ماجہ آپ کے سپرد کی گئی، اس کے علاوہ مشکوٰۃ شریف اور دیگر درجات کے بھی کئی اسباق اور اب کچھ سالوں سے مسلم شریف بھی آپ کے ذمہ ہے۔

تبلیغی خدمات

ساری دنیا میں آپ کے کئی تبلیغی اسفار ہوچکے ہیں، ان میں مشرقِ وسطیٰ کی ریاستیں، یورپ کے کئی ممالک، بعض عرب ممالک اور ایشیا میں ترکی وغیرہ اور حرمین شریفین اور ہندوستان اور دِیگر کئی ممالک کے سفر شامل ہیں اور تقریباً ۳۵ رسال سے مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کی تدریس ونظامت کے ذمہ دار ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ جماعتوں کی ہدایات اور تعلیم اور کارگزاری اور علماء وعربوں میں بیان اور شبِ جمعہ کا بیان بھی کبھی کبھی آپ کا ہوتا رہتا ہے، ایک مرتبہ آپ نے خود بیان میں فرمایا کہ ''ابتدائی دور میں حضرت حاجی صاحب کا بیان چار

چار گھنٹہ کا ہوتا تھا اور میں بلا تکلف مسلسل اس کی عربی میں ترجمانی کرتا تھا اور یہ سلسلہ کئی سال جاری رہا''، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو صحتِ کاملہ نصیب فرمائے اور آپ کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور شاگردوں کو ان سے تادیر استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔'' (بشکریہ تحریر مولانا محمد سفیان بلند، مدرس مدرسہ عثمانیہ بہادر آباد کراچی)

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہٗ:

مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہٗ ایک مشہور مبلغ اور عالمِ دین ہیں، ان کے بیانات نے لاکھوں لوگوں کے دل بدل دیے، وہ دنیا بھر میں پاکستان کی پہچان ہیں، ان کی محنت سے اب تک بہت سے گلوکار اداکار اور کھلاڑی راہ راست پر آچکے ہیں۔ آپ کا بیان اپنے اندر بے پناہ تاثیر رکھتا ہے۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے ساتھ اسفار میں کئی براعظموں کا سفر کیا ہے، پوری دنیا میں اِسلام کے فرزندوں کے دِلوں کی دھڑکن ہیں۔

مولانا ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۳ر جون ۱۹۵۳ء کو میاں چنوں کے قصبہ تلمبہ کے قریبی گاؤں رئیس آباد کے ایک متمول زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم میاں اللہ بخش سہو مرحوم اپنے علاقے کے معزز و مخیّر آدمی تھے۔ شروع سے میاں اللہ بخش سہو صاحب کا رجحان دین داری کی طرف مائل تھا۔ بزرگوں سے تعلق اور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتے تھے۔

آپ نے اِبتدائی تعلیم لاہور کے ایک ماڈل اسکول اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف ایس سی پری میڈیکل کی اور پھر ایم بی بی ایس کے لیے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا۔ دورانِ تعلیم تبلیغی جماعت سے متأثر ہوئے اور سہ روزہ سے ہوتے ہوئے چار ماہ تک کا وقت لگایا۔ پھر مذہبی تعلیم کے حصول کا شوق لئے جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخل ہوئے، کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں داخلہ لیا، اور پھر (اس وقت تک رائے ونڈ میں دورہ حدیث شروع نہیں ہوا تھا) دورہ حدیث کے لیے دوبارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال تشریف لے گئے وہیں سے فاتحہ فراغ پڑھا۔

اساتذہ میں مولانا عبداللہ رائے پوریؒ، مولانا ظاہر شاہؒ، مولانا محمد جمشید علی خان، مولانا

نذر الرحمٰن، مولانا محمد احسان الحق اور مولانا عبدالرحمٰن مدظلہم وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

آپ نے پہلی بیعت حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے کی پھر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ جب کہ حضرت سید نفیس شاہ الحسینیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اور حضرت مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئی شہیدؒ سے اعزازی خلافت نصیب ہوئی۔

فراغت کے بعد آپ نے تبلیغ میں ایک سال لگایا، اور اس کے بعد بے شمار تبلیغی اسفار ہوئے، بعد ازاں آپ کو خواص میں تبلیغ کے لیے وقف کر دِیا گیا، ماشاء اللہ مولانا کو بولنے کا بڑا ملکہ اللہ نے دِیا ہے اور ان کی بات میں اثر بھی ہے، آپ کے بیانات سے نجانے کتنے لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں اس میں ملک و بیرون ملک کی معروف شخصیات شامل ہیں۔

آپ نے ۱۹۸۶ء میں تلمبہ میں ایک دِینی مدرسہ بنام ''مدرسۃ الحسنین'' کی بنیاد رکھی پھر ۱۹۸۹ء میں اس میں درجہ کتب کا آغاز ہوا۔ آج وہ مدرسہ ملک کے معیاری مدارس کی صف میں آتا ہے۔

بہرحال حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہٗ ایک جید عالم، کامیاب مبلغ اور زبردست واعظ ہیں۔ اس وقت مہینہ میں پندرہ دن رائے ونڈ مرکز میں اور دوسرے پندرہ دن تلمبہ کے مدرسہ حسنین میں ہوتے ہیں، اور ساتھ ساتھ تبلیغی اسفار بھی خوب ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ تادیر سلامت باکرامت رکھے۔

امارت:

تبلیغی جماعت میں کئی دہائیوں تک نظام امارت موجود رہا۔ امیر کو میوات کے افراد حضرت جی کہا کرتے تھے، پھر یہی لقب امیر تبلیغی جماعت کے لیے چل پڑا۔ اس میں تین امراء (حضرت جی) ہوئے ہیں:

① حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ
② حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
③ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ

شورائی نظام:

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات (۱۹۹۵ء) کے بعد دعوت وتبلیغ کے

اکابر علماء کرام نے متفقہ طور پر کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر شورائی نظام پر اِتفاق کیا جو آخری حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی حیات ہی میں بن گئی تھی، جس میں ہندوستان سے مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، میاں جی محراب صاحبؒ، مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ، پاکستان سے مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ، حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب، جناب الحاج محمد افضل صاحبؒ، بنگلہ دیش سے جناب الحاج بھائی عبدالمقیت صاحبؒ اور سعودی عرب سے حجاز کے امیر حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ شامل تھے، جب کہ عالمی مرکز نظام الدین کی انتظام کاری کے لیے تین رکنی شوریٰ مولانا محمد اظہار الحسن صاحبؒ، مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد سعد صاحب مدظلہٗ پر مشتمل بنائی گئی۔ اب دعوت وتبلیغ کا نظام شورائی ہے، البتہ چونکہ اُس دس رکنی اور تین رکنی شوریٰ میں سے حضرت مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ اور حضرت حاجی محمد عبد الوہاب صاحب مدظلہ ہی رہ گئے ہیں اس لیے اب یہ دو حضرات ہی امیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ وابستہ نامور شخصیات

نظام الدین مرکز سے وابستہ حضرات:

(۱) مولانا محمد ابراہیم ڈیولہ۔ (۲) مولانا محمد اسمٰعیل گودھرا۔ (۳) مولانا مستقیم بستوی۔ (۴) مولانا شوکت علی۔

رائے ونڈ مرکز سے وابستہ حضرات:

(۱) جناب الحاج محمد شفیع قریشیؒ (سابق امیر رائے ونڈ)۔ (۲) جناب الحاج محمد بشیرؒ (سابق امیر رائے ونڈ)۔ (۳) جناب الحاج میاں جی عبداللہؒ (اہم ذمہ دار رائے ونڈ)۔

(۴) حضرت مولانا محمد احمد بھاول پوری (شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ وخلیفہ مجاز حضرت شیخؒ)۔

(۵) حضرت مولانا محمد ظاہر شاہؒ (سابق شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)۔

(۶) حضرت مولانا محمد احمد بٹلہ (استاذ الحدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)۔

(۷) حضرت مولانا صاحبزادہ عبیداللہ خورشید (استاذ الحدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)۔

(۸) حضرت مولانا محمد فہیم (استاذ الحدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)۔

(۹) الحاج بھائی مشتاق صاحب۔ (مقیم رائے ونڈ مرکز، صحبت یافتہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ)

اس طرح ہر دور میں یہ کام علماء ومشائخ کی زیر سرپرستی وراہ نمائی میں چلتا رہا اور اُن کی تائید واعتماد اس کام کو حاصل رہا۔ دِین کی طرف منسوب کسی بھی کام کی کامیابی اور اُس کے اچھے نتائج وثمرات ظاہر ہونے کا راز اکابر اہلِ علم کی تائید اور اعتماد پر منحصر ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبلیغی جماعت جس کی اِبتداء میوات جو دِینی حالت کے اعتبار سے ایک پسماندہ علاقہ تھا، میں ہوئی تھی، آج پوری دنیا میں اُس کا فیض پھیل گیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں دورِ حاضر کے اکابر کے تأثرات:

۱...... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات:

تبلیغی جماعت کی افادیت وضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اصلاحِ نفس کے چار طریقے ہیں اور حسنِ اتفاق سے ''تبلیغ'' کے اندر یہ چاروں طریقے جمع ہیں، صحبتِ صالح بھی ہے، ذکر وفکر بھی، مواخات فی اللہ بھی ہے، دشمن سے عبرت وموعظت بھی اور محاسبہ نفس بھی ہے۔'' (تبلیغی کشکول)

۲...... محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے تاثرات:

تبلیغِ دین ودعوت الی اللہ!

''تبلیغِ دین ودعوت الی اللہ!'' کے عنوان کے تحت اپنی کتاب بصائر وعبر میں محدث العصر، مجاہدِ ملت، قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ رقم طراز ہیں:

''عرصۂ دراز سے اُمتِ محمدیہ سے ایک اہم تقصیر ہو رہی ہے اور خیر القرون کے بعد سے ہی اِس تقصیر کی بنیاد پڑ گئی تھی، یعنی ''تبلیغِ دین'' اور ''دعوت الی اللہ'' میں قابلِ حسرت کوتاہی ہو رہی ہے۔ دعوت وہدایت دینِ اسلام کا اساسی اُصول ہے، جب دعوت ناکام ہو اور اُس کی اِشاعت کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں تو ''جہاد وقتال'' کی نوبت آتی ہے۔ قرونِ اُولیٰ کے سلفِ صالحین گفتار سے زیادہ اپنے کردار سے یہ دعوت پیش کرتے رہے، قوتِ بیانی سے پہلے اخلاقی وایمانی قوت سے دعوت دیتے رہے۔ ہر ایک صحابیؓ سر سے پیر تک اِسلامی اخوت، اِسلامی مواسات اور اِسلامی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا، دنیا میں اِسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دِینی حسن وجمال اور حسنِ اخلاق کے کمال سے پھیلا، تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، صاحبِ انصاف وصاحبِ عقل وبصیرت مؤرخ اس

سے بے خبر نہیں۔ اگر مسلمان اس اہم فریضہ میں کوتاہی نہ کرتے تو شاید تمام عالم مسلمان ہوتا۔ تکوینی مصالح تو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے، تاہم دنیا کے مزاج میں کفر و اِسلام کے اِمتزاج سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن جہاں تک عقل اور اِسلامی اُصولوں کا تقاضا ہے، وہ یہی ہے جو کچھ عرض کیا جارہا ہے، چنانچہ اپنے اثرات کے اعتبار سے دیرپا اِسلام وہی رہا، جو دعوت و اِرشاد کے راستوں سے پھیلا ہے۔ اِسلامی فتوحات کے ادوار میں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہدِ میمون میں جو ممالک اِسلام کے زیرِ نگین آئے، وہ آج تک اِسلام پر قائم ہیں اور بعد میں سلاطینِ اسلام کی تلوار سے جو مسلمان ہوئے، وہ یکے بعد دیگرے اِسلام سے نکلتے جارہے ہیں۔ نیز یہ فرق بھی واضح ہے کہ قرونِ اُولیٰ کے مفتوحہ ممالک میں عقائد کی پختگی آج بھی باقی ہے، اگرچہ اعمال و اخلاق میں یورپ کی نقالی کا رنگ غالب ہے، اس کے برخلاف جو ممالک بعد میں سلاطینِ اسلام اور ملوکِ اسلام کے زورِ تلوار سے فتح ہوئے ہیں، اُن میں عقائد کی خامی واضح ہے، اگر کہیں اعمالِ ظاہری میں بظاہر پختگی بھی نظر آئے تو کریدنے کے بعد معلوم ہوگا کہ قلبی عقیدہ اِتنا کھوکھلا ہوچکا ہے کہ ایک دھکّے سے ختم ہوجاتا ہے۔ دراصل اِبتدائی دور کی فتوحات میں اِخلاص نمایاں تھا، اُنہوں نے اگر جہاد بھی کیا تو وہ بھی صرف اِس غرض سے تھا، ''لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا'' (تاکہ صرف حق تعالیٰ کا دِین غالب ہو) اِس لئے اُن فتوحات کی برکات سے مسلمانوں کے عقائد میں پختگی پائی جاتی ہے اور جو ملک بعد میں فتح ہوئے، اُن میں اِخلاص کا وہ درجہ نہ تھا، بلکہ ملوکیت اور شان وشوکت کی آمیزش تھی، اِس لیے وہ دینی تصلّب حاصل نہ ہوسکا۔ کہنا یہ تھا کہ دعوت و اِرشاد میں اُمت مقصّر رہی ہے اور آج جو نقشہ اِسلام اور مسلمانوں کا ہے، اسی تقصیر کے نتیجے میں ہے۔

تبلیغی جماعت اور اُس کے شاندار اثرات

حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی روح پر، جنہوں نے مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دِلایا اور اُس سبق یاد دِلانے میں ہی فنا ہوگئے، اگر کوئی فنافی اللہ، فنافی الرسول اور فنافی الشیخ کے مظاہر کو سمجھنا چاہتا ہو تو حضرتِ مرحوم کو دیکھ لے کہ کس طرح ''فنافی التبلیغ'' ہوگئے تھے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بس یہی فکر ہی دامن

گیر تھی، تمام زندگی اور تمام افکار و انفاس بس اِسی مقصد کے لئے وقف تھے۔ حق تعالیٰ نے اُن کی جانفشانی وقربانی، اِیثار و اِخلاص اور جدوجہد کو قبول فرمایا اور چاردانگِ عالم میں اُس کے ثمرات و برکات پھیل گئے، شاید روئے زمین کا کوئی خطہ ایسا باقی نہ رہا ہوگا، جہاں اُن کی جماعت کے قدم نہ پہنچے ہوں، ماسکو، فن لینڈ و اسپین سے لے کر چین و جاپان تک اُن قافلوں کی دعوت انبیاء علیہم السلام کے طریقِ دعوت سے بہت مشابہت رکھتی ہے، اس کا اِنتظار نہیں کہ لوگ خود آئیں گے اور دِین سیکھیں گے، بازاروں میں چل پھر کر اور گھر گھر لوگوں کے پاس پہنچ کر دعوت دِی جاتی ہے۔ اور زبان سے، حسنِ اخلاق سے اور اپنے طرزِ عمل سے دعوت دِی جاتی ہے، سر سے پیر تک اِسلامی مجسمہ بن کر اِسلام کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے، اِس لیے اس کا اثر یقینی ہوتا ہے۔

آج اُمت تقریر و تحریر کی محتاج نہیں، یہ بہت کچھ ہوچکا ہے، ضرورت عملی نمونہ پیش کرنے کی ہے، فصاحت وبلاغت کا دریا اُمت بہا چکی ہے، لیکن آج صرف سادہ عملی دعوت کی ضرورت ہے، الحمد للہ آج تبلیغی جماعت اس پر عمل پیرا ہے۔ بہرحال طبیب خود مریض کے پاس جاتا ہے، اُس کا اِنتظار نہیں کرتا کہ مریض طبیب کے پاس پہنچے تو علاج ہو، اگر یہ طریقہ عام ہوجائے اور اُمت کی اکثریت یا کم از کم بڑی کثرت اس مقصد کو شروع کردے تو توقع ہوسکتی ہے کہ اُمت کو نجات مل جائے اور بیڑہ پار ہوجائے، اگر اُمت پوری طاقت اِسی طرح اِصلاح ودعوت پر لگائے اور معاشرے کی اِصلاح ہوجائے تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ اِقتدار بھی انہی صالح ہاتھوں میں آجائے اور پھر جو کام سالوں میں ہوتے ہیں، وہ منٹوں میں ہوجایا کریں۔ بنیادی اُصول بھی یہی ہے کہ پہلے معاشرے کی اِصلاح کی جائے، اگر اِصلاح شدہ معاشرے کے افراد کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور ہو تو کامیابی یقینی ہے، ورنہ اُمت کا وہی حشر ہوگا جو آج ہو رہا ہے اور اکثریت کے جو نمائندے مسندِ حکومت پر براجمان ہیں، اُن کا ''صورت ببین حالش مپرس'' والا قصہ ہے، اس طرح بلاشبہ کچھ دیر تو لگے گی، لیکن قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں دس پندرہ سال کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ آج قوم کی کشتی جس خطرناک بھنور میں پھنس گئی ہے، روزنامہ اخبارات کے صفحات میں اس کو دیکھیے اور پڑھیے، حیرت واضطراب کی کوئی اِنتہاء باقی نہیں رہتی، لے دے کر ایک

عالمِ دین مسندِ حکومت پر متمکن ہوا، مگر شیطانوں کے لیے اس کا وجود بھی ناقابلِ برداشت ہے، خدا جانے کتنی مشکلات اُن کے لیے پیدا کی جارہی ہیں، کتنے روڑے اُن کے راستے میں اٹکائے جارہے ہیں، تمام ''شیاطین الانس والجن ''مقابلے پر سینہ تان کر کھڑے ہوگئے ہیں، الغرض جب تک معاشرے کی اِصلاح نہ ہوجائے، نقارخانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔

لندن میں بین الاقوامی تبلیغی اجتماع

لندن سے برادرم محترم مولانا مفتی عبدالباقی کا ایک مکتوبِ گرامی آیا تھا، جس میں بین الاقوامی تبلیغی اجتماع (لندن) کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے۔ اُوپر جو کچھ عرض کیا گیا، اس سے اس کی تائید ہوتی ہے، نامناسب نہ ہوگا، اگر اس کا اقتباس پیش کروں، وہ لکھتے ہیں:

''(۱): بین الاقوامی تبلیغی اجتماع ختم ہوچکا، تثلیث کے اس ملک میں توحید کی آواز عجیب منظر پیش کررہی تھی، ایسا معلوم ہورہا تھا گویا قرونِ اُولیٰ کے بچے بچائے لوگ (جن کی زندگی میں اِسلام کی جھلک نظر آرہی تھی) جمع ہوئے ہیں، اُن میں لمبی لمبی ڈاڑھیوں والے، لمبے لمبے کرتوں والے، پاجاموں والے، شلواروں والے، بڑی بڑی پگڑیوں والے تھے، جنہیں دیکھ کر ''گورے لوگ'' محوِ حیرت بھی تھے اور محوِ تماشا بھی۔

جب ہندوستان کا وفد لندن کے ہوائی اڈہ ''ہیتھرو'' بلڈنگ نمبر۳/ پر تشریف لایا تو قانونی کارروائی سے فراغت کے بعد سب سے پہلے امیر التبلیغ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم باہر تشریف لائے، نہ زندہ باد یا مردہ باد کے نعرے، نہ ہنگامہ، نہ شور وشر، کچھ بھی نہیں تھا، بلکہ اِنتہائی وقار اور خاموشی کے ساتھ، لبوں پر تبسم، چہروں پر طلاقت، اِطمینان اور سکون کی فضا میں معانقے ہوئے، مصافحے ہوئے اور پھر دعا شروع ہوئی، جس میں آہیں، سسکیاں اور پھر آخر میں دھاڑیں مار کر رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ تثلیث کے پرستار نیم عریاں لباس میں کیمرے تان کر کھڑے تماشہ کررہے تھے اور تماشہ دِکھا رہے تھے، اُن کو فوٹو اُتارنے سے منع کیا گیا، تاہم چپکے چپکے سے وہ کیمروں کو ہلاتے رہے، سرتاپا حیرت کے مجسمے بنے ہوئے تھے۔ چونکہ لندن ایئرپورٹ (ہیتھرو) پر ایک منٹ میں جہاز اُترتا ہے اور قریباً دوسرے میں اُڑتا ہے، اِس لیے مسافروں کا تانتا بندھا رہتا ہے،

مسافر آتے جاتے تھوڑی دیر کے لئے ضرور رُکتے، اِس لیے کہ منظر ہی ایسا تھا کہ ہر ایک کو دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔

(۲): مجمع مرکزِ تبلیغ لندن گیا اور پھر دوسرے دن اجتماع گاہ شیفیلڈ میں پہنچا، تین دن شیفیلڈ میں بڑی رونق رہی، خاص طور پر جب خیموں میں اور خیموں سے باہر میدان میں نمازوں کے لیے صفیں درست ہوجاتی تھیں تو اس منظر کو دیکھنے کے لیے محلِ اجتماع سے باہر فٹ پاتھوں پر انگریز مرد اور انگریز عورتیں کافی تعداد میں کھڑے ہوکر تماشہ کرنے لگتے، یہ روح پرور منظر اُن پر بڑا اثر انداز ہورہا تھا، اجتماع میں قریباً اڑتیس ملکوں کے وفود شامل ہوئے، جو آسٹریلیا کے علاوہ باقی چاروں براعظموں کے مختلف بولی بولنے والے، مختلف نسل ورنگ کے لوگ تھے، کینیڈا، امریکہ، افریقہ اور ایشیا اور یورپ، عرب وعجم۔ اِسلام کے عالمگیر دِین ہونے کا عملی نقشہ نظر آرہا تھا۔ قریباً بارہ سو آدمیوں نے چار مہینوں، چلوں اور کم وبیش وقت لگانے، دور اور دیر کے لیے نکلنے کو اپنے نام پیش کیے، بائیس جماعتیں بیرونی ممالک کے لیے تیار ہوگئیں اور پینتالیس اندرونِ ملک کے لیے۔

(۳): کینیڈا اور امریکہ سے آئی ہوئی جماعتوں میں قریباً پندرہ آدمی حاجی حسین احمد جاجبھائی کی مسجد میں (جہاں میرا قیام ہے) جہاز کی روانگی میں تاخیر ہونے کی وجہ سے بارہ دِن تک ٹھہرے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد یہ لوگ ٹرانسلیٹر (ترجمان) کے ذریعہ مجھ سے سوالات کرتے رہتے اور میں اُن کو جوابات دیتا رہتا، کبھی کبھی چار چار ترجمان ہوتے تھے، یہ سلسلہ رات کے ڈیڑھ بجے اور کبھی دو دو بجے تک چلتا تھا۔ اُنہوں نے مختلف موضوعات پر سوالات کئے، علمِ رمل، علمِ جفر، علمِ نجوم، قیافہ، پامسٹری، کہانت، اِلہام، وحی، عذابِ قبر، برزخ، دوزخ، جنت، علاماتِ قیامت، دجال، امام مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج ماجوج، دیدارِ الٰہی سے لے کر خوابوں کی تعبیرات تک سوالات کئے، چونکہ اُن میں اکثر نومسلم تھے، اِس لیے علم کے بہت پیاسے تھے، آخر میں اُنہوں نے کہا کہ نیویارک میں ہمارے اور بہت سے بھائی ہیں، جو اپنے سوالات کے تسلی بخش جوابات چاہتے ہیں، آپ ہمارے ساتھ نیویارک اور کینیڈا چلیں، بہت عذر پیش کیا کہ مجھے انگریزی نہیں آتی وغیرہ، ہاں اگر یہ میرے ترجمان میرے ساتھ جائیں تو کسی وقت آپ کے ہاں آنا ہوسکتا ہے، لیکن یہ لوگ بضد رہے، پھر یہ لوگ واپس چلے گئے، یہ اکثر کالے رنگ اور نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

(۴): ہم نے محمد علی کلے سے متعلق اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے محمد علی کلے کے بارے میں کسی اچھی رائے کا اِظہار نہیں کیا، کہنے لگے اُس نے آج تک پورا کلمہ نہیں پڑھا، ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، ''محمد رسول اللہ'' آج تک نہیں پڑھا اور اس نے آج تک نماز نہیں پڑھی اور بہت مال دار ہے، کبھی زکوٰۃ نہیں نکالی اور حج ابھی تک نہیں کیا، روزہ کا حال خدا کو معلوم ہے''۔

......کہنا یہ ہے کہ تبلیغی خدمات اور موجودہ طرز پر دِین کا جو کام ہو رہا ہے، بلا شبہ دِین ہے اور اہم جزو دِین ہے......۔

(الحمد للہ! تبلیغی جماعت کے اکابر کو ہمیشہ اس کا اہتمام رہا کہ اس کام میں عوام کا علماء سے جوڑ ہو، وہ اُن کی قدر و قیمت کو سمجھیں اور اُن سے اِستفادہ کریں، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ مختلف عنوانات سے بار بار اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا:

''ایک عامی مسلمان کی طرف سے بدگمانی بھی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے''۔

پھر فرمایا: ''ہمارے طریقۂ تبلیغ میں عزتِ مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہیں، ہر مسلمان کی بوجہ اِسلام کے، عزت کرنی چاہئے اور علماء کا بوجہ علم کے بہت احترام کرنا چاہئے''۔

ایک موقع پر فرمایا:

''ہمارے ساتھی جہاں بھی جاویں، وہاں کے حقانی علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں...الخ''۔

ایک صاحب کو تحریر فرمایا:

''علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پاسکتا ہے۔ میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے، یہ میرے لئے خسرانِ عظیم ہے''۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نوّر اللہ مراقدہما کی اس قسم کی بے شمار تصریحات ہیں۔ (تفصیل کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی تازہ تالیف ''دہلی کی تبلیغی جماعت پر عمومی اعتراضات اور

اُن کے مفصل جوابات'' ملاحظہ فرمائیے)

اس سے معلوم ہوا وہ تبلیغی ساتھی جو علماء کرام کی مساعی کو (بعض اس وجہ سے کہ وہ تبلیغی کام میں لگے ہوئے نہیں) قدر و منزلت کی نظر سے نہیں دیکھتے، وہ ناپختہ کاری کی وجہ سے دعوت کے مزاج سے ناآشنا ہیں یا بقول حضرت شیخ الحدیث دراصل وہ دعوت کے کام میں لگنے سے پہلے علمائے کرام سے بیزار تھے اور اس کام میں لگنے کے بعد بھی ان کی خو نہ بدلی، گویا طالبِ علم چور نہیں ہوتے، بلکہ بعض اوقات چور طالب علمی کرنے لگتے ہیں''۔)

(مدیر)

آج کل ایک سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ جو اربابِ علم ہیں، وہ صرف علم اور تعلیم پر قناعت کر کے بیٹھ گئے ہیں اور جو اربابِ عمل و اربابِ دعوت ہیں، وہ اپنے آپ کو علم اور علماء سے مستغنی سمجھتے ہیں، علماء کو میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت ہے اور اربابِ عمل کو علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی ساتھ قدم قدم پر اِخلاص کی ضرورت ہے۔ جب علم وعمل و اِخلاص تینوں باتیں جمع ہو جائیں گی تو اس کے بہترین نتائج و برکات ظاہر ہوں گے، مزید برآں سراپا اِخلاص بن کر بھی حق تعالیٰ کی توفیق و فضل کی ضرورت ہے، افسوس کہ مادیت کے اِس دردناک دور میں تمام دِینی اقدار ختم ہو گئے اور یہ سارے دِینی کلمات صرف بے معنیٰ الفاظ رہ گئے، مسلمانوں کے معاشرے میں اتنا شدید اِنقلاب آ گیا کہ تمام دِینی اِصطلاحیں مسلمانوں کی زندگی میں بے حقیقت الفاظ بن کر رہ گئے۔ اگر نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دورِ اوّل کے مسلمان زندہ ہو کر ہمارے دورِ حاضر کے نام لیوا مسلمانوں کی زندگیاں دیکھ لیں تو کیا فرمائیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے صحیح اِسلام پر قائم رکھے اور صحیح مسلمانوں کے خدوخال کی حفاظت فرمائے اور تقویٰ و طہارت کی حیاتِ طیبہ نصیب فرما کر فوز و فلاح کے مدارجِ عالیہ سے نوازے۔ آمین بحرمة النبی الامین علیه صلوٰت اللّٰہ و سلامه الی یوم الدین۔''

اگلے مضمون میں دعوت و تبلیغ سے متعلق حضرت بنوریؒ بصائر و عبر ہی میں تحریر فرماتے ہیں:

عالمگیر فتنوں کے مقابلے کے لیے تبلیغی جماعت کا وجود

ایک دفعہ مکی مسجد (تبلیغی مرکز، کراچی) جانا ہوا، میں کبھی کبھی وہاں چلا جاتا ہوں، وہاں تبلیغی حضرات نے مجھے پکڑ لیا اور کچھ بیان کرنے کی دعوت دِی، میں نے

سوچا کیا بیان کروں، بولنا مجھے آتا نہیں، خیر میں ان حضرات کے اِصرار پر بیٹھ گیا، ''الحمد لله رب العالمین'' کی آیت پڑھی، بس پھر کیا تھا، قرآن کی برکت سے سینہ کھل گیا، عجیب و غریب مضامین ذہن میں آئے، کوئی ڈیڑھ، دو گھنٹہ بیان ہوا، تفصیل تو مجھے اب یاد نہیں آرہی، کچھ مضمون یاد ہے، وہی اس موقع پر عرض کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا اللہ جل ذکرہ، عالمین کا رب ہے، اس کی ربوبیت کے کرشمے ظاہر ہیں، لیکن اتنے عجیب وغریب کہ عقل حیران ہے، جسمانی ربوبیت کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں، صرف روحانی ربوبیت کو دیکھیے کہ نبوّت ختم ہو چکی ہے، علماءِ اُمت کی مساعی، اوّل تو ناکافی ہیں، پھر جتنی کچھ ہیں وہ بھی کامیاب نہیں اور نئی نسل کی تباہی اور گمراہی کے لیے بیسیوں فتنے موجود ہیں، تھیٹر، سینما وغیرہ وغیرہ اخلاق کی قربان گاہ تھے ہی، اب تو بے دِینی کے اِنتہائی غلبہ اور تسلّط کی وجہ سے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بھی جو حال ہے وہ آپ کو معلوم ہے، اخبارات میں روزانہ اس کی خبریں آپ پڑھتے ہیں، اس کے علاوہ وہ ممالک جو فحاشی اور بے حیائی کے مرکز ہیں، امریکہ، برطانیہ وغیرہ ان ممالک سے مواصلات اور رسل و رسائل کی آسانی کی وجہ سے فتنوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا مظہر، تبلیغی جماعت

الغرض! ان حضرات کی برکت سے پوری بات ذہن میں آگئی، میں ان تبلیغی حضرات کے اِخلاص کا بڑا معتقد ہوں، اب بھی بعض مخلصین کی وجہ سے بول رہا ہوں، ورنہ مجھے بیان کرنا نہیں آتا، تو دِل میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا کرشمہ یوں ظاہر ہوا ہے کہ ان عالمگیر فتنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا یہ نظام جاری فرما دِیا، یہ وہ نظام ہے جو عالمگیریت چاہتا ہے۔ اس میں عالم بھی کھپ جاتا ہے، اور اَن پڑھ بھی، امیر بھی اور غریب بھی، تاجر بھی اور صنّاع بھی، کالا بھی گورا بھی، مشرقی بھی اور مغربی بھی، اگر اس زمانے میں یہ تبلیغی نظام جاری نہ ہوتا تو گویا اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کا کمال ظاہر نہ ہوتا۔

کیا ہمارے دینی مراکز کافی ہیں؟

ورنہ ہمارے مدارس، تعلیمی اِدارے، اسکول اور کالج جتنے آدمی تیار کرتے ہیں وہ تو اس عالمگیر سیلاب کے لیے کافی نہیں تھے، یہ تبلیغ والے ایک گشت کرتے ہیں، سیلاب کے طریقے سے آتے ہیں اور دو، چار، پانچ، دس آدمیوں کی ہدایت کا سامان بن جاتے ہیں، کہیں کسی کو امریکہ سے پکڑ لاتے ہیں، کہیں لندن سے، مصر کے صدر ناصر نے پانچ ہزار مبلّغ (تبلیغ کرنے والے افراد) بھیجے اور سالانہ کروڑوں روپیہ ان پر صَرف ہوتا ہے، لیکن ان سے پوچھیے کہ کتنے لوگوں کو صحیح مسلمان بنایا؟ ادھر تبلیغی نظام کی برکات آپ کے سامنے ہیں کہ ہزاروں، لاکھوں بندگانِ خدا کی ہدایت کے لیے یہ نظام ذریعہ بن گیا تو اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کا جو نظام جاری فرمایا ہے، یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کا ایک کرشمہ ہے، جو اللہ پاک نے اس اُمت کے اندر ظاہر فرمایا ہے، تاکہ اللہ کی حجت پوری ہو جائے اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ میرے پاس فرصت نہ تھی، اللہ نے یہ نظام ہی ایسا جاری فرمایا ہے کہ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس میں کھپ سکتا ہے، اس نظام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ سبق دیا کہ تمہارے ذمے اس پیغام کا پہنچا دینا ہے، اگر کسی کو ''لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' یاد ہے، وہ یہی دوسرے بھائی کو سکھا دے، کسی کو ''سبحانک اللّٰھم'' یاد ہے وہ سکھا دے، کیونکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو یہ بھی یاد نہیں۔

روح کی غذا، تبلیغی جماعت

تو اللہ رب العالمین کی ربوبیت کا جیسا مادی نظام ہے، ایسا ہی تبلیغی جماعت کا وجود میرے نزدیک روح کی غذا اور آخرت کی تیاری کے لیے اللہ تعالیٰ کا روحانی نظامِ ربوبیت ہے۔ یہ ایک ''مختصر متن'' ہے، جس کی شرح پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، اس لیے میں آپ حضرات سے یہی عرض کروں گا کہ آپ اس جماعت سے تعلق رکھیں، خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے، آپ دنیا کے اندر انقلاب پیدا کر دیں گے، فرض شناسی اور دِین پر چلنے کی ہمت آپ میں پیدا ہوگی اور اس کی وہ لذت، فرحت اور

مسرت آپ کو حاصل ہوگی کہ ؎

لذتِ ایں بادہ بخدا نشناسی تا نہ چشی

بوریا نشین فقیروں کا خزانہ

اور سچ پوچھیے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وہ لذت، وہ سرور اور وہ اطمینانِ قلب رکھا ہوا ہے کہ بے چارے بادشاہوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی کہ ان بوریا نشین فقیروں کے پاس سکونِ قلب کی کتنی بڑی دولت ہے، ان کا حال تو وہی ہے جو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے: وان جھنم لمحیطة بالکافرین (التوبۃ:۴۹) ترجمہ: ''اور بے شک جہنم محیط ہے کافروں کو''۔

آخرت میں تو جہنم ان کو گھیرے ہوئے ہوگی ہی، یہ دنیا بھی ان کے لیے سراپا جہنم بن کر رہ جائے گی۔

آخرت کی جاودانی زندگی کا حصول

تو اللہ جل ذکرہ نے تبلیغی جماعت کے ذریعے ہدایت کا سامان پیدا کر دیا ہے اور آپ کے لیے اپنی اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کی صورت پیدا کر دی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اس پر گام زن ہو جائیں، تاکہ ہماری زندگی درست ہو جائے، ہماری ساری زندگی آخرت کے لیے بن جائے اور ہمیں آخرت کی جاودانی زندگی نصیب ہو جائے''۔ (بصائر وعبر، از: حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ)

۳.....حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ کے تاثرات:

مشہور خانقاہی بزرگ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ کے تبلیغی جماعت کے بارے میں شاندار تاثرات:

''تبلیغ کا کام مبارک ہے، پسندیدہ ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ ہماری مسجد اشرف میں الحمدللہ خوب تبلیغی کام ہوتا ہے، ہر ہفتہ گشت بھی ہوتا ہے۔ ابھی ہمارے یہاں تبلیغی جماعت آئی تھی، فجر کے بعد اُن کی خاطر سے میں نے بیان کیا تھا۔ میرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی نے تبلیغی جماعت کے ایک اجتماع میں بیان فرمایا، جہاں ساڑھے تین چار لاکھ کا مجمع تھا چونکہ حضرت مولانا محمد

انعام الحسن صاحب کاندھلوی حضرت کے ساتھ پڑھے ہوئے ہیں، اِس لیے حضرت کو فوراً موقع دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جماعت قائم کی تھی کہ جو بیچارے دین سے دور ہیں اُنہیں دِین سے مانوس کرا کے اُن کا رشتہ علماء ومشائخ سے جوڑا جائے تاکہ وہ پورا دِین حاصل کرلیں۔ کراچی میں میری مسجد سے جماعتیں جاتی ہیں، ہردوئی میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی کی مسجد میں جماعتیں آتی ہیں، خود حضرت بارہا تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکز رائے ونڈ بھی گئے اور عالمی مرکز نظام الدین جاتے رہتے ہیں، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی اور حضرت دونوں ساتھ کے پڑھے ہوئے ہیں۔ بہت ہی نادان اور فتنہ پرور ہے وہ شخص جو مجھے تبلیغ کا مخالف سمجھتا ہے بلکہ ہم تو عوام کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کا عظیم الشان فائدہ

جس جماعت سے اِتنا بڑا عالمی فائدہ ہو رہا ہو اور سرورِ عالم ﷺ کی اُمت چمک رہی ہو، اس جماعت کی مخالفت کرنے والے سے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائیں بلکہ ایسے شخص کا خاتمہ خطرہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہے، کیونکہ اِس جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی بہت سی بشارتیں ہیں۔ میں تبلیغی جماعت کے تمام احباب کو کہتا ہوں کہ میں اس جماعت کو بہت مبارک سمجھتا ہوں لیکن اگر نماز میں سجدۂ سہو کا مسئلہ بتاؤں کہ نماز میں دو سجدے واجب ہوگئے ہیں وہ ادا کرو ورنہ نماز دُہرانی پڑے گی، تو کیا میں نماز کا منکر ہوں؟ اسی طرح میں تبلیغ کا بھی منکر نہیں ہوں، البتہ مسائل بیان کرتا ہوں کہ یہ غلطیاں ہو رہی ہیں لوگ اس بارے میں احتیاط کریں۔ اگر کسی تبلیغی جماعت والے سے کوئی بے اُصولی ہو جائے تو پوری تبلیغی جماعت کو متہم کرنا اور تبلیغ کی مخالفت کرنا کہاں جائز ہے؟۔

تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے

میں سمجھتا ہوں کہ دِینی اعتبار سے اجتماعی کام کرنے والی جماعتوں میں اس وقت سارے عالم میں تبلیغی جماعت بہترین جماعت ہے۔ تبلیغ کے اُصول بتانا تو واجب ہے لیکن جس بات سے تبلیغ کی حقارت، تبلیغی جماعت کی توہین یا اُن کا مذاق اُڑانا لازم آئے اُس کو

میں حرام سمجھتا ہوں۔ اگر اُن سے کچھ کوتاہی ہو جائے تو مرکز کو یا علمائے دِین کو اِطلاع کردو تاکہ اُس کی اِصلاح ہو جائے، لیکن اس طرح کا رویہ اِختیار نہ کرو جس سے معلوم ہو کہ یہ غیر ہیں۔ یہ ہمارے ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کون تھے؟ ہمارے ہی بزرگوں میں تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، تیس برس خانقاہ میں اُن کی خدمت میں رہے، اللہ تعالیٰ نے اُن سے اِتنا بڑا کام لیا کہ آج تبلیغی جماعت سے سارے عالم میں دِین پھیل رہا ہے۔

بعض پڑھے لکھے لوگوں کا دِل چاہتا ہے کہ ہم جماعتی حیثیت سے کام کریں، اُن کو میں تبلیغ میں بھیج دیتا ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اِس جماعت کو ہمارے لیے بہت بڑے فرضِ کفایہ کا ذریعہ بنا دیا، کیونکہ بعضوں کا مزاج اِتنا تیز ہے کہ وہ خانقاہوں میں آنے کے لیے تیار نہیں، کالجوں میں، فیکٹریوں میں، دکانوں پر سانپ کی طرح بیٹھے ہوئے ہیں یعنی مال پر فدا ہیں یہ جماعت اُن کو لے کر نکل جاتی ہے اس کی برکت سے بڑے بڑے افسران اور انگریزی داں نماز، روزہ ادا کرنے لگے اور سنت پر چلنے لگے۔ تو کسی کی ایسی تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تبلیغی جماعت کی مخالفت کرتے ہیں، میں تو حدود بیان کر رہا ہوں کہ ہم اُن کی خدمت کے قائل ہیں، اُن کی عزت کرتے ہیں۔

مبارک اور بے مثال جماعت:

میں تو یہ کہتا ہوں کہ تبلیغی جماعت بہت ہی مبارک جماعت ہے، دنیا میں اس جماعت کی مثال نہیں ہے، یہ سارے عالم میں کس قدر محنتیں کر رہے ہیں اللہ اُن کی محنت کو قبول فرمائے۔ میرے احباب میں جو لوگ اِس کام میں لگے ہوئے ہیں، میں خود اُنہیں تبلیغ میں جانے کی اِجازت دیتا ہوں، جو لوگ تبلیغ میں لگے ہیں، اُن میں بہت سے میرے خلیفہ بھی ہیں، میں نے بخل نہیں کیا کہ تبلیغ والوں کو خلافت کیوں دوں؟۔ وہ جب چلہ لگانے جاتے ہیں تو پوچھ کر جاتے ہیں پھر آ کر مجھ سے ملتے ہیں۔ تبلیغی جماعت سب سے اچھی جماعت ہے اور اس سے اُمت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے، اِسکول، کالج، یونیورسٹی کے لڑکے نیک بن رہے ہیں۔ اِصلاحِ اُمت کے لیے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔''

(ماخوذ علم اور علماء کرام کی عظمت، از: مولانا حکیم محمد اخترؒ، سلسلہ مواعظِ حسنہ نمبر ۴۷، ص: ۳۳، ۴۶، ۶۷، ۷۳، ۸۴)۔

دوسری جگہ تبلیغی احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری عمر پچھتر سال سے زیادہ ہوگئی ہے جو بات کہہ رہا ہوں خوب غور سے سن لو! جماعت میں اللہ کے لیے نکلو اور اللہ ہی کے لیے اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو، اپنے کو کچھ سمجھنا اور ناز کرنا کہ میں نے اِتنے چلے لگائے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ جو بندہ اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا وہ اللہ کی نظر میں اچھا ہوتا ہے اور جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، اللہ کے نزدیک ذلیل ہو جاتا ہے۔'' (سفر نامہ لاہور، از: مولانا حکیم محمد اخترؒ، ص: ۳۷)

چند ہدایات برائے احبابِ تبلیغی جماعت:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک تبلیغی دوست کو اِصلاح کے لیے مکتوب تحریر فرمایا، جس میں انہیں چند ہدایات فرمائی، جس میں اِصلاح کے متعلق اِرشاد فرمایا:

(۱) اِصلاح عام اُمت کے لیے یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔

(۲) قرآنِ پاک میں اپنے نفس کے بعد اپنے اہل وعیال کی اِصلاح کا اور اُنہیں دوزخ سے بچانے کا حکم منصوص ہے لہٰذا گھر والوں کا اوّلین حق ہے کہ اُن کی اِصلاح کی فکر کی جائے۔ لہٰذا پہلے اپنے گھر والوں کو اِس دعوت سے مستفید کیا جائے بعدہٗ دور دراز کی بستیوں پر توجہ ہونا چاہیے......۔ (تربیتِ عاشقانِ خدا، ج ۲، ص ۳۷)

اپنے خلفاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تبلیغی جماعت پر تنقید و تنقیص نہ کی جائے اور جو حضرات تبلیغی کام سے منسلک ہیں اُن کو بھی دِین کا خادم سمجھ کر اُن کا اِکرام کیا جائے''۔

۴......حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کے تاثرات:

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ سے ایک سائل نے ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں اُن کی رائے معلوم کرنا چاہی، اُس کے جواب میں حضرت مولاناؒ نے ''تبلیغی جماعت'' کے بارے میں جن جذبات کا اِظہار فرمایا ہے، اُس کا اِقتباس پیش کیا جاتا ہے:

''آپ نے ''تبلیغی جماعت'' کے متعلق پوچھا ہے، اُس کے بارے میں عرض ہے کہ

میں چند باتیں آپ سے عرض کردوں گا، آپ نتیجہ خود مرتب فرمالیں، وہ جماعت جس کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے رکھی، اس دور میں اور اس علاقہ میں کہ جس کو اگر میں نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے کے زمانہ کے ساتھ تشبیہ دے دوں تو بے جانہ ہوگا۔

پھر مولاناؒ کی انتھک محنتوں کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے کہ وہ لوگ جن کے بارے میں عقل سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ دِین کی طرف آئیں گے، وہ راہِ ہدایت کی طرف مائل ہوئے اور آج کل کے گئے گزرے دور میں اُن کی وِلایت میں شک کرنا محال ہے، جیسا کہ اس کی نظیریں ہمارے سامنے سینکڑوں نہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ شرابی، زانی، ڈاکو، چور، بدمعاش غرضیکہ معاشرے کے بدترین افراد کہ جن کا معاشرہ میں سوسائٹی کے گرے ہوئے طبقہ میں شمار ہوتا ہے، اُن کی زندگیوں میں اِنقلاب آیا اور پھر وہ ایسا اِنقلاب نہیں کہ اُس سے توبہ کرکے وہ کسی ذاتی مشغلہ میں مشغول ہوگئے، بلکہ صحیح اِنقلاب جس کا نام ہے ''اتباعِ سنت'' کہ وہ اس کا پورا پورا نمونہ بن گئے اپنی پوری پوری زندگیاں اس کے راستے میں ان لوگوں نے وقف کردیں ہیں، جس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے، بلکہ اس میں سراسر معاشرہ کی بھلائی ہی کا سوچتے ہیں اور ان کے دِل میں ایک تڑپ ہے کہ کسی طرح معاشرہ درست ہوجائے اور خلافتِ راشدہ جیسے آثار نمودار ہونے لگ جائیں۔ اور یہ اِخلاص ہی کا ثمرہ ہے، کیونکہ اس میں ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں، جہاں کہیں بھی جائیں، سروں پر خانہ بدوشوں کی طرح بستر اُٹھائے جارہے ہیں، نہ سردی کی پرواہ اور نہ ہی گرمی کی، راستے میں جو بھی تکالیف درپیش ہوں اُن کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے اپنے میں مگن ہیں، کسی سے پائی پیسہ تک نہیں مانگنا حتیٰ کہ اگر کسی جگہ کے مقامی رات گزارنے کی اِجازت نہ دیں تب بھی کوئی پرواہ نہیں، بس اپنا مشن جاری ہے، وہ یہ کہ معاشرہ درست ہوجائے اور حقیقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مصداق یہی لوگ ہیں''۔ (فتاویٰ بینات، کتاب العلم: ۲/۱۲۵، ۱۲۶)

۵......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے تاثرات:

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ روزنامہ جنگ میں ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' کے عنوان سے عوام الناس کے مسائل کا شرعی حل تحریر فرماتے تھے، تبلیغی محنت

کے حوالہ سے بھی حضرتؒ نے کئی سوالات، اشکالات اور اعتراضات کا قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دِیا تھا، چنانچہ اُس کا کچھ حصہ آپ کی کتاب ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' سے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، جس سے تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرتؒ کے جذبات کا اِظہار بھی ہوجائے گا اور اشکالات بھی حل ہوجائیں گے:

تبلیغ کی ضرورت واہمیت

س: میرا مسئلہ تبلیغ سے متعلق ہے، قرآن پاک کی آیت کا ترجمہ لکھتا ہوں: ''تم بہترین اُمت ہو، لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو، تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' دوسری آیت کا ترجمہ: ''اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے جو خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کام سے منع کرے، ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔'' ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ: ''جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے، اگر اس پر قدرت ہو تو اس کو ہاتھ سے بند کردے، اِتنی قدرت نہ ہو تو دِل میں برا جانے، اور یہ اِیمان کا بہت کم درجہ ہے۔'' ایک دوسری حدیث کا مفہوم ہے: ''تمام نیک اعمال جہاد کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں، اور تبلیغ دِین ایک سمندر ہے، اور جہاد، تبلیغ کے مقابلے میں پس ایک قطرہ ہے''، ''آیت اور حدیث'' کی روشنی میں ان کا جواب دیں۔

ج: آپ نے صحیح لکھا ہے، دِین کی دعوت دینا، لوگوں کو نیک کاموں پر لگانا اور برے کاموں سے روکنا بہت بڑا عمل ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنی اِصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کی فکر کرے اور بقدرِ استطاعت اُن کو نیکیوں پر لگائے اور برائیوں سے بچائے۔ آخری حدیث جو آپ نے لکھی ہے، یہ میری نظر سے نہیں گزری۔

کیا تبلیغی جماعت سے جڑنا ضروری ہے؟

س: جماعت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس کام میں جڑنے کے علاوہ بھی اِصلاح اور ایک مخصوص ذمہ داری بحیثیت حضور ﷺ کے ایک مسلمان اُمتی ہونے کے ادا ہوسکتی ہے؟ ایک مسلمان کے ذمے کیا ہے؟ وہ کیسے اپنی زندگی کا رخ صحیح کرے؟ اور ساری اِنسانیت کے لئے فکرمند کیونکر ہو؟

ج: جماعت بہت مبارک کام کر رہی ہے، اس میں جتنا وقت بھی لگایا جاسکے ضرور لگانا چاہئے، اس سے اپنی اور اُمت کی اِصلاح کی فکر پیدا ہوتی ہے، اور اپنے نفس کی اِصلاح کے لئے کسی شیخِ کامل محقق کے ساتھ اِصلاحی تعلق رکھنا چاہئے۔

طائف سے واپسی پر آنحضرت ﷺ کا حج کے موقع پر تبلیغ کرنا

س: کیا طائف سے واپسی پر آپ ﷺ کو تبلیغ سے روک دیا گیا تھا؟ اور آپ ﷺ صرف حج کے موقع پر ہی دِین کی تبلیغ کر سکتے تھے؟

ج: کفار کی جانب سے تبلیغ پر پابندی لگانے کی ہمیشہ کوشش ہوتی رہی، لیکن یہ پابندی آپ ﷺ نے کبھی قبول نہیں فرمائی، البتہ جب یہ دیکھا کہ اہلِ مکہ میں فی الحال قبولِ حق کی اِستعداد نہیں اور نہ یہاں رہ کر آزادانہ تبلیغ کے مواقع ہیں تو آپ ﷺ نے موسمِ حج میں باہر سے آنے والے قبائل کو دعوت پیش کرنے کا زیادہ اہتمام فرمایا، جس سے یہ مقصد تھا کہ اگر باہر کوئی محفوظ جگہ اور مضبوط جماعت میسر آجائے تو آپ ﷺ وہاں ہجرت کر جائیں۔

کیا نماز کی دعوت اور سنت کی تلقین ہی تبلیغ ہے؟

س: تبلیغ کے کیا معنیٰ ہیں؟ اور اُس کا دائرۂ کار کیا ہے؟ کیا نماز کی دعوت اور سنت کی تلقین ہی تبلیغ ہے؟ اگر کوئی شخص معاشرے کو سنوارنے کے لئے جد و جہد کرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ اِقتدار کے لئے ایسا کرتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ سنت پر عمل کریں تو دنیا قدموں میں خود بخود آجائے گی، حالانکہ مقصد اصلاحِ معاشرہ ہے اور معاشرے کو ان برائیوں سے بچانا مقصود ہے جو اُسے دِیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص یا جماعت کا یہ فعل کس حد تک اِسلام کے مطابق ہے؟ کیا یہ تبلیغ کی مد میں شامل ہے؟

ج: معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے، افراد کی اِصلاح ہوگی تو معاشرے کی اِصلاح ہوگی، اور جب تک افراد کی اِصلاح نہیں ہوتی، اِصلاحِ معاشرہ کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ پس جو حضرات بھی افراد سازی کا کام کر رہے ہیں وہ دعوت و تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔

تبلیغ کا دائرۂ کار تو پورے دِین پر حاوی ہے، مگر نماز دِین کا اوّلین ستون ہے، جب تک نماز کی دعوت نہیں چلے گی اور لوگ نماز پر نہیں آئیں گے، نہ ان میں دِین آئے گا اور نہ اُن کی اِصلاح ہوگی، اور ہر کام میں سنتِ نبوی (ﷺ) کو اپنانے کی دعوت، درحقیقت

پورے دِین کی دعوت ہے، کیونکہ سنت ہی دِین کی شاہراہ ہے، اِس لئے بلاشبہ نماز اور سنت کی دعوت ہی دِین کی تبلیغ ہے۔

تبلیغی اجتماعات کی دعا میں شامل ہونے کے لئے سفر کرنا

س: تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں وعظ ہوتا ہے، اور اِختتام پر بلند آواز سے دعا ہوتی ہے، ایک دعا مانگتا ہے اور باقی سب آمین کہتے ہیں، اس پر بڑے بڑے مصارف کرکے دور دراز سے لوگ سفر کرکے شریک ہونے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کو اجتماع کا اصل مقصد سمجھتے ہیں، اگر کوئی اس میں شریک نہ ہوا اور اُٹھ کر چلا جائے تو تصوّر کیا جاتا ہے کہ اس نے اجتماع میں شرکت ہی نہیں کی۔ بندہ بھی اس میں شریک ہونے کا بڑا آرزومند ہوتا ہے اور تلاوتِ قرآن سے اس کو زیادہ باعثِ ثواب سمجھتا ہے، کیا یہ نظریہ درست ہے یا نہیں؟

ج: تبلیغی جماعت کے اجتماعات بڑے مفید ہوتے ہیں اور ان میں شرکت باعثِ اجر وثواب ہے۔ اختتامِ اجتماع پر جو دعا ہوتی ہے، وہ مؤثر اور رِقت انگیز ہوتی ہے، اجتماع اور اس دعا میں شرکت کے لئے سفر باعثِ اجر ہوگا، اِن شاء اللہ۔ قرآنِ کریم کی تلاوت اپنی جگہ بہت اہم اور باعثِ ثواب ہے، دونوں کا تقابل نہ کیا جائے، بلکہ تلاوت بھی کی جائے اور اجتماع میں شرکت بھی کی جائے۔

عورتوں کا تبلیغی جماعتوں میں جانا کیسا ہے؟

س: عورتوں کا تبلیغی جماعتوں میں جانا کیسا ہے؟

ج: تبلیغ والوں نے مستورات کے تبلیغ میں جانے کے لئے خاص اُصول و شرائط رکھے ہیں، ان اُصولوں کی پابندی کرتے ہوئے عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا بہت ہی ضروری ہے، اس سے دِین کی فکر اپنے اندر بھی پیدا ہوگی اور اُمت میں دِین والے اعمال زندہ ہوں گے۔

کیا تبلیغ کے لئے پہلے مدرسہ کی تعلیم ضروری ہے؟

س: بعض لوگ کہتے ہیں کہ: ''یہ تبلیغ عالموں کا کام ہے، اس میں جو لوگ کچھ نہیں جانتے، اُن کو چاہئے کہ وہ پہلے مدرسہ میں جاکر دِین کا کام سیکھ لیں، بعد میں یہ کام کریں،

ورنہ اُن کی تبلیغ حرام ہے۔'' کیا یہ صحیح ہے؟

ج: غلط ہے، جتنی بات مسلمان کو آتی ہو، اُس کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ اور تبلیغ میں نکلنے کا مقصد سب سے پہلے خود سیکھنا ہے، اِس لئے تبلیغ کے عمل کو بھی چلتا پھرتا مدرسہ سمجھنا چاہئے۔

لوگوں کو خیر کی طرف بلانا قابلِ قدر ہے لیکن انداز تند نہ ہونا چاہئے

س: جناب! میں بذاتِ خود نماز پڑھتا ہوں اور دوسروں کو نماز پڑھنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ لیکن ہمارے ایک صوفی صاحب ہیں، اُنہوں نے مجھے منع فرماتے ہوئے کہا کہ: ''جناب! آپ کسی کو نماز کے لئے زیادہ سخت الفاظ میں نہ کہا کریں، کیونکہ آپ کے بار بار کہنے کے باوجود دوسرا آدمی نماز پڑھنے سے اِنکار کرے تو اِس طرح اِنکار کرنے سے آپ گنہگار ہوتے ہیں۔'' لیکن جناب! میرا مشن تو یہ ہے بھی اور تھا بھی کہ اگر میں کسی کو بار بار کہتا ہوں اور اگر آج وہ اِنکار کرتا ہے تو کوئی بات نہیں، شاید کل اُس کے دِماغ میں میری بات بیٹھ جائے اور وہ نماز شروع کردے۔ میں تو یہاں تک سوچتا ہوں کہ چلو آج نہیں تو میرے مرنے کے بعد میری آوازیں اُن کے کانوں میں گونجنے لگیں اور شاید پھر یہ نماز شروع کردیں۔ اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اُمید ہے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں میری پریشانی دور فرمائیں گے۔

ج: آپ کا جذبۂ تبلیغ قابلِ قدر ہے، بھولے ہوئے بھائیوں کو خیر کی طرف لانے اور بلانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، لیکن اندازِ گفتگو خیرخواہانہ ہونا چاہئے، سخت اور تند نہیں، تاکہ آپ کے اندازِ گفتگو سے لوگوں میں نماز سے نفرت پیدا نہ ہو۔

گھر بتائے بغیر تبلیغ پر چلے جانا کیسا ہے؟

س: بعض لوگ اپنا شہر یا اپنا ملک چھوڑ کر، اپنے اہل وعیال کو یہ بتائے بغیر کہ وہ کہاں جارہے ہیں؟ اور کتنے دِن کے لئے جارہے ہیں؟ چپ چاپ نکل جاتے ہیں، اور کسی مقام پر پہنچ کر اپنے گھر والوں کو بذریعۂ خط وغیرہ بھی کوئی اِطلاع نہیں دیتے، بلکہ اس اجنبی شہر یا ملک کے مسلمانوں کا کلمہ درست کرانے اور نماز کی تلقین کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اکثر اُن کے اہلِ خانہ کو اِس عمل سے پریشانی ہوتی ہے اور خرچ وغیرہ نہ ملنے کی وجہ سے شکایت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ لوگ اس طرح ۵، ۵ یا ۶، ۶ ماہ بلکہ ایک ایک سال باہر

گزارتے ہیں، اس کو وہ ''چلہ'' دینا کہتے ہیں، نیز خود بھی سمجھتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ جو جتنا لمبا چلہ دیتا ہے وہ اُتنا ہی کامل مسلمان بن جاتا ہے۔ یہ عمل کہاں تک درست ہے؟ اور کتاب وسنت کے مطابق ہے؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسے چلے دیئے ہیں؟ عربی میں چلے کو کیا کہا جائے گا؟ کیونکہ اُردو میں تو چلہ صرف چالیس دِن کا ہوتا ہے، وہ بھی پیر، فقیر اور روحانی عامل کسی وظیفہ وغیرہ پڑھنے کی مدت کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔

ج: ایسا بے وقوف تو شاید ہی دنیا میں کوئی ہو جو سال چھ مہینے کے لئے ملک سے باہر چلا جائے، نہ گھر والوں کو بتائے، نہ وہاں جاکر اِطلاع دے، نہ اُن کے نان ونفقہ کا سوچے، ایسی فرضی صورتوں پر تو احکام جاری نہیں کئے جاتے۔ جہاں تک دِین کے سیکھنے سکھانے کا عمل ہے، یہ مسلمانوں کے ذمے فرض ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دِین رحمۃ اللہ علیہم بھی ہماری طرح گھروں میں بیٹھے رہتے تو شاید ہم بھی مسلمان نہ ہوتے، نہ آپ کو سوال کی ضرورت ہوتی، نہ کسی کو جواب دینے کی۔ جوان بیبیوں کو چھوڑ کر جو لوگ چند ٹکے کمانے کے لئے سعودیہ، دبئی، امریکہ چلے جاتے ہیں اور کئی کئی سال تک نہیں لوٹتے، اُن کے بارے میں آپ نے کبھی مسئلہ نہیں پوچھا! جو لوگ دِین سیکھنے کے لئے مہینے دو مہینے، چار مہینے کے لئے جاتے ہیں، اُن کے بارے میں آپ کو مسئلہ پوچھنے کا خیال آیا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ گھر کے لوگوں کے نان ونفقہ کا اِنتظام کرکے آپ بھی چار مہینے کے لئے تو ضرور تشریف لے جائیں، اُس کے بعد آپ مجھے لکھیں، کیونکہ اس وقت آپ جو کچھ تحریر فرمائیں گے، وہ علیٰ وجہ البصیرت ہوگا۔

ماں باپ کی اِجازت کے بغیر تبلیغ میں جانا

س: اگر مکی مسجد گارڈن کراچی جائیں تو لوگ ''وہابی'' کہتے ہیں، اور دوسری طرف جانے سے ''بریلوی'' اور ''بدعتی'' ہونے کا خطاب ملتا ہے۔ میرے ناقص مشاہدے میں یہ بیچارے تبلیغی جماعت والے صحیح ہیں، اور میں ہر جمعرات کو جاتا ہوں، مگر یہ میری ناقص فہم میں نہیں آتا کہ ماں باپ بوڑھوں کی بھی رضامندی اور اُن کی بھی خدمت فرض ہے، میرا مطلب ہے، جب وقت ہے تو جاؤ، بہت سے تو ماں اگر بیمار ہے تو بھی چلے جاتے ہیں، میں

نے دو مرتبہ تین تین دِن لگائے ہیں۔ آپ براہِ کرم بتلائیے کہ اُن کی اِجازت کے بغیر ہم جماعت میں جاسکتے ہیں یا نہیں؟

ج: تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ نے صحیح لکھا ہے کہ یہ اچھے لوگ ہیں، اُن کی نقل وحرکت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں اِنسانوں کی زندگیاں بدل دِی ہیں، اِس لئے ان لوگوں کے ساتھ جتنا وقت گزرے سعادت ہے۔

رہا یہ کہ والدین کی اِجازت کے بغیر جانا جائز ہے یا نہیں؟ تو اُس میں تفصیل ہے۔ اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور کوئی دوسرا خدمت کرنے والا بھی نہ ہو، تب تو اُن کو چھوڑ کر ہرگز نہ جانا چاہئے، اور اگر اُن کو خدمت کی ضرورت نہیں، محض اِس وجہ سے روکتے ہیں کہ اُن کے دِل میں دِین کی عظمت نہیں، ورنہ اگر یہی لڑکا دوسرے شہر بلکہ غیر ملک میں ملازمت کے لئے جانا چاہے تو والدین بڑی خوشی سے اس کو بھیج دیں گے، کیونکہ دنیا کی قیمت اُنہیں معلوم ہے، دِین کی معلوم نہیں، تو ایسی حالت میں تبلیغ میں جانے کے لئے والدین کی رضامندی کوئی شرط نہیں، کیونکہ تبلیغ میں نکلنا درحقیقت اِیمان سیکھنے کے لئے ہے اور اِیمان کا سیکھنا اہم ترین فرض ہے۔

تبلیغی جماعت سے والدین کا اپنی اولاد کو منع کرنا

س: تبلیغِ دِین کا سلسلہ جیسا کہ آپ کو مجھ سے بہتر علم ہوگا، اگر ہم تبلیغی کاموں میں حصہ لیں لیکن گھر والے اس کام سے اِس لئے منع کریں کہ رشتہ داروں میں اُن کی ناک کٹ جائے گی، وہ کسی کو منہ دِکھانے کے قابل نہ رہیں گے کہ اُن کا لڑکا ''تبلیغی'' ہوگیا ہے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ کیا اِس مبارک کام کو چھوڑ دینا چاہئے؟

ج: تبلیغ کا کام ہرگز نہ چھوڑیئے، لیکن والدین کی بے ادبی بھی نہ کی جائے، بلکہ نہایت صبر وتحمل سے اُن کی کڑوی باتوں کو برداشت کیا جائے۔ یہ لوگ بیچارے دنیا کی عزت ومنصب کی قدر جانتے ہیں، دِین کی قدر وقیمت نہیں جانتے۔ ضرورت ہے کہ اُن کو کسی تدبیر سے یہ سمجھایا جائے کہ دِین کی پابندی عزت کی چیز ہے اور بے دِینی ذِلت کی چیز ہے۔

تبلیغ کرنا اور مسجدوں میں پڑاؤ ڈالنا کیسا ہے؟

س: تبلیغ کا کرنا کیسا ہے؟ اور تبلیغی جماعت کا بستروں سمیت مسجد میں پڑاؤ ڈالنے کے

متعلق کیا حکم ہے؟

ج: تبلیغ کے نام سے جو کام ہو رہا ہے، اُس کا سب سے بڑا فائدہ خود اپنے اندر دِین میں پختگی پیدا کرنا اور اپنے مسلمان بھائیوں کو رسول اللہ ﷺ والے طریقوں کی دعوت دینا ہے۔ تجربہ یہ ہے کہ اپنے ماحول میں رہتے ہوئے آدمی میں دِین کی فکر پیدا نہیں ہوتی، بیسیوں فرائض کا تارک رہتا ہے اور بیسیوں گناہوں میں مبتلا رہتا ہے، عمریں گزر جاتی ہیں مگر کلمہ، نماز بھی صحیح کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ تبلیغ میں نکل کر احساس ہوتا ہے کہ میں نے کتنی عمر غفلت اور بے قدری کی نذر کردی، اور اپنی کتنی قیمتی عمر ضائع کردی۔ اِس لئے تبلیغ میں نکلنا بہت ضروری ہے، اور جب تک آدمی اِس راستے میں نکل نہ جائے اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ چونکہ تبلیغ میں نکلنے سے مقصد دِین کا سیکھنا اور سکھانا ہے، اور دِین کا مرکز مساجد ہیں، اِس لئے تبلیغی جماعتوں کا خدا کے گھروں میں اِعتکاف کی نیت سے ٹھہر کر دِین کی محنت کرنا بالکل بجا اور درست ہے۔

کیا برائی میں مبتلا انسان دوسرے کو نصیحت کرسکتا ہے؟ نیز کسی کو اس کی کوتاہیاں جتانا کیسا ہے؟

س: میں ایک طالبِ علم ہوں، طالبِ علم ساتھیوں کی محفل میں شراب اور پھر خودکشی کا تذکرہ چل نکلا، میں نے توبہ کرتے ہوئے کہا کہ ''شراب'' اُمّ الخبائث ہے اور ''خودکشی'' حرام ہے، اس پر ایک طالبِ علم ساتھی نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نماز پڑھتے ہیں؟ میں نے شرمندگی کے ساتھ عرض کیا: نہیں! پھر اُنہوں نے مجھے احساس دِلایا کہ آپ داڑھی بھی مونڈتے ہیں؟ میں نے سرِ تسلیم خم کیا، اس پر موصوف فرمانے لگے کہ: ''جب آپ نماز (فرض ہے) ادا نہیں کرتے، جس کے متعلق سب سے پہلے پرسش ہوگی اور داڑھی بھی مونڈتے ہیں تو پھر حرام (شراب اور دِیگر معاشرتی برائیاں) جن کا درجہ بعد میں آتا ہے، اُن کے متعلق کیوں فکرمند ہوتے ہیں؟'' واضح رہے کہ موصوف خود بے نمازی اور کلین شیو ہیں۔'' مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرماکر ہم تمام دوستوں کی اُلجھن دور فرمائیں۔

س: کیا کوئی شخص جو خود ان کوتاہیوں اور گناہوں کا مرتکب ہو رہا ہو، کسی دوسرے شخص کی وہی کوتاہیاں گنوانے اور نصیحت کرنے کا حق رکھتا ہے؟

ج: کسی کو اس کی کوتاہیاں اور برائیاں جتانا، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ محض

طعن وتشنیع کے طور پر برائی کا طعنہ دِیا جائے، یہ تو حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، قرآنِ کریم میں اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ خیرخواہی کے طور پر اُس سے یہ کہا جائے کہ یہ برائی چھوڑ دینی چاہئے، یہ نصیحت کرنا ہے، جو بہت اچھا عمل ہے، قرآن و حدیث میں برائی سے روکنے کا جگہ جگہ حکم آیا ہے۔ رہا یہ کہ جو شخص خود کسی گناہ میں مبتلا ہو، کیا وہ دوسروں کو اس گناہ سے منع کرسکتا ہے یا نہیں؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے کو منع کرسکتا ہے، مگر دوسرے شخص پر نصیحت کا اثر اُسی وقت ہوتا ہے جب آدمی خود بھی عمل کرے، ایسا شخص جو خود گناہ میں مبتلا ہو، اگر دوسرے کو نصیحت کرے تو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ: ''بھائی! میں خود بھی گنہگار ہوں، اِس گناہ میں مبتلا ہوں، آپ خود بھی اِس گناہ کو چھوڑ دیں اور میرے لئے بھی دعا کریں کہ میں اِس گندگی سے نکل جاؤں۔''

س: کیا بے نمازی شخص کو وہ تمام حرام اور ممانعت اِختیار کرلینے چاہئیں جن کا درجہ بعد میں آتا ہے، اور جن سے وہ مکمل طور پر پہلو تہی کرتا ہے؟

ج: ایک جرم دوسرے جرم کے اور ایک گناہ دوسرے گناہ کے جواز کی وجہ نہیں بن جاتا۔ جو شخص دوسرے گناہوں سے بچتا ہے مگر نماز نہیں پڑھتا اُس کو یہ تو کہا جائے گا کہ: ''جب ماشاء اللہ آپ دوسرے گناہوں سے بچتے ہیں تو آپ کو ترکِ نماز کے گناہ سے بھی بچنا چاہئے'' مگر یہ کہنا جائز نہیں کہ: ''جب آپ ترکِ نماز کے گناہ سے نہیں بچتے تو دوسرے گناہوں سے کیوں پرہیز کرتے ہیں؟'' بات یہ ہے کہ جو دوسرے گناہوں سے بچتا ہے، مگر ایک بڑے گناہ میں مبتلا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو کسی دِن اس گناہ سے بچنے کی بھی توفیق عطا فرمادیں گے۔ علاوہ ازیں ہر گناہ ایک مستقل بوجھ ہے، جس کو آدمی اپنے اُوپر لاد رہا ہے، پس اگر کوئی آدمی کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس کے یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ دنیا بھر کی گندگیوں کو آدمی سمیٹنا شروع کردے۔

س: ناصح کا طرزِ عمل اور اندازِ نصیحت درست تھا یا غلط؟

ج: اوپر کے جوابات سے معلوم ہوگیا ہوگا، اُن کا طرزِ عمل قطعاً غلط تھا، اور یہ نصیحت ہی نہیں تھی تو ''اندازِ نصیحت'' کیا ہوگا؟۔

امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت

س: آج کل دعوت و تبلیغ کے نام سے مسجدوں میں جو محنت ہورہی ہے، اور اِس سلسلے میں جو اجتماعات ہوتے ہیں، اُن میں جڑنا یا شمولیت اِختیار کرنا فرض ہے یا اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کے علاوہ یہ کہ میں بہت سے علمائے کرام کی مجالس میں جاتا رہتا ہوں، لیکن اُنہوں نے کبھی چالیس دِن، چار مہینے یا اجتماعات پر زور نہیں دِیا بلکہ یہ حضرات اکابرین اِنفرادی اعمال پر اور زہد وتقویٰ پر زیادہ زور دیتے ہیں، میری رہنمائی فرمائیں کہ ایک مسلمان کو کس طرح مکمل زندگی گزارنا چاہئے؟

ج: دعوت و تبلیغ کی جو محنت چل رہی ہے، اُس کے دو رخ ہیں، ایک اپنی اِصلاح اور اپنے اندر دِین کی طلب پیدا کرنا، پس جس شخص کو ضروریاتِ دِین سے واقفیت، اپنی اِصلاح کی فکر اور بزرگوں سے رابطہ و تعلق ہو، اُس کے لئے یہ کافی ہے۔ اور جس شخص کو یہ چیز حاصل نہ ہو، اُس کے لئے اس تبلیغ کے کام میں جڑنا بطورِ بدلیت فرض ہے۔ اور دوسرا رخ دوسروں کی اِصلاح کی فکر کرنا ہے، یہ فرضِ کفایہ ہے، جو شخص اس کام میں جڑتا ہے، مستحقِ اجر ہوگا، اور جتنے لوگ اس کی محنت سے اِس کام میں لگیں گے، اُن سب کا اجر اس کے نامۂ عمل میں درج ہوگا، اور جو نہیں جڑتا وہ گناہ گار تو نہیں، اس اجرِ خاص سے البتہ محروم ہے، مگر یہ کہ اس سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہو۔

تبلیغ کا فریضہ اور گھریلو ذمہ داریاں

س: بعض حضرات سہ روزہ، عشرہ، چالیس روزہ، چار مہینے یا سال کے لئے اکثر گھربار چھوڑ کر علاقے یا شہر سے باہر جاتے ہیں تاکہ دِین کی بات سیکھیں اور سکھائیں، اکثر لوگ اس کو سنت اور کچھ لوگ اس کو فرض کا درجہ دیتے ہیں۔ ایک عالم صاحب نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے، نہ فرض، بلکہ یہ ایک بزرگوں کا طریقہ ہے، تاکہ عام لوگ دِین کی باتیں سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ اس کی حیثیت واضح فرمائیں۔

ج: دعوت و تبلیغ میں نکلنے سے مقصود اپنی اِصلاح اور اپنے اِیمان اور عمل کو ٹھیک کرنا ہے، اور اِیمان کا سیکھنا فرض ہے، تو اس کا ذریعہ بھی فرض ہوگا، البتہ اگر کوئی اِیمان کو صحیح کرچکا اور ضروری اعمال میں بھی کوتاہی نہ کرتا ہو تو اُس کے لئے فرض کا درجہ نہیں رہے گا۔

س: تبلیغ پر جانے والے کچھ حضرات گھر والوں کا خیال کئے بغیر چلے جاتے ہیں، جس سے اُن کے بیوی بچوں وغیرہ کو معاشی پریشانی ہوتی ہے اور اُنہیں قرض مانگنا پڑتا ہے۔

ج: اُن کو چاہئے کہ غیر حاضری کے دِنوں کا بندوبست کر کے جائیں، خواہ قرض لے کر، تاکہ بچوں کو پریشان نہ ہونا پڑے۔

س: اسی طرح کچھ حضرات اکثر اپنے گھر میں بتائے بغیر کچھ لوگوں کو مہمان بنا کر لے آتے ہیں، اور یہ ایک سے زیادہ مرتبہ ہوتا ہے، آج کل کے معاشی حالات میں گھر والے اس طرزِ عمل سے پریشان ہوتے ہیں اور لوگ اُن کے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں۔

ج: اس میں گھر والوں کی پریشانی کی تو کوئی بات نہیں، جس شخص کے ذمے گھر کے اِخراجات ہیں اُس کو فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔ غلط باتیں تو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں بھی مشہور کرتے رہے ہیں، عوام کی باتوں کی طرف اِلتفات کرنا ہی غلط ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟ وہ میں اُوپر ذکر کر چکا ہوں۔

س: اکثر لوگ اسی وجہ سے تعلیمی حلقوں میں جو کہ عشاء کی نماز کے بعد مسجدوں میں ہوتی ہیں، شرکت سے کتراتے ہیں، اور اپنے رشتہ داروں کو بھی روکتے ہیں، کیونکہ ان محفلوں میں سہ روزہ وغیرہ کی دعوت دِی جاتی ہے اور اُس پر زور دِیا جاتا ہے۔

ج: جو لوگ اُس سے کتراتے ہیں، وہ اپنا نقصان کرتے ہیں، مرنے کے بعد اُن کو پتا چلے گا کہ وہ اپنا کتنا نقصان کر کے گئے اور تبلیغ والے کتنا کما کر گئے!۔

تبلیغ اور جہاد

س: تبلیغ اور جہاد دونوں فرض ہیں، ترجیح کس کو دِی جائے گی؟ وضاحت فرمادیں۔

ج: جہاں صحیح شرائط کے ساتھ جہاد ہو رہا ہو، وہاں جہاد بھی فرضِ کفایہ ہے، اور دعوت و تبلیغ کا کام اپنی جگہ اہم ترین فرض ہے۔ اگر مسلمانوں کے اِیمان کو محفوظ کرلیا جائے تو جہاد بھی صحیح طریقے سے ہو سکے گا، اِس لئے عام مسلمانوں کو تو تبلیغ کے کام کا مشورہ دِیا جائے گا۔ ہاں! جہاں جہاد بالسیف کی ضرورت ہو، وہاں جہاد ضروری ہوگا۔

کیا تبلیغ میں نکل کر خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ گنا ہے؟

س: جو تبلیغ والے کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے اُوپر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ روپے صدقہ کرنے کے برابر ملتا ہے، اور ایک نماز پڑھنے کا

ثواب اُنچاس کروڑ نمازوں جتنا ملتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

ج: حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔

تبلیغی جماعت سے متعلق چند سوال

س: تبلیغی جماعت والے کیسے لوگ ہیں؟

ج: بہت اچھے لوگ ہیں، اپنے دِین کے لئے مشقت اُٹھاتے ہیں۔

س: تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نکلو، اللہ کے راستے میں ایک نماز کا ثواب اُنچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہے، لیکن میں نے سنا ہے کہ یہ ثواب جہاد فی سبیل اللہ میں ہے؟

ج: تبلیغی کام بھی جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔

س: تبلیغی حضرات کہتے ہیں کہ انفرادی عمل سے اجتماعی عمل افضل ہے۔

ج: اجتماعی کام میں شریک ہونا چاہئے، لیکن دوسرے وقت میں اپنے انفرادی اعمال کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

تبلیغی جماعت کا فیضان، ایک سوال کا جواب

ایک صاحب جو دس سال تک تبلیغی جماعت سے منسلک رہے تھے، پھر اُن کا دل ہٹ گیا، اُنہوں نے اس جماعت کے بارے میں چھ شبہات و اشکالات حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی خدمت میں پیش کئے تھے، حضرت شہیدؒ نے اس کا جو جواب دیا، اُس کا اِقتباس قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے:

"آپ کا یہ اِرشاد کہ تبلیغ والے کسی سوال کا جواب دینے کے بجائے ہاتھاپائی یا گالی گلوچ پر اُتر آتے ہیں، ممکن ہے آپ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہو، لیکن اِس ناکارہ کو قریباً چالیس برس سے اکابرِ تبلیغ کو دیکھنے اور اُن کے پاس بیٹھنے اور اُن کی باتیں سننے کا موقع مل رہا ہے، میرے سامنے تو کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور آپ کا یہ اِرشاد کہ تبلیغ والے چھ نمبروں سے نکلتے نہیں اور دِین کی دوسری مہمات کی طرف توجہ نہیں دیتے، یہ بھی کم از کم میرے مشاہدے کے تو خلاف ہے، ہزاروں مثالیں تو میرے سامنے ہیں کہ تبلیغ میں لگنے سے پہلے وہ بالکل آزاد تھے اور تبلیغ میں لگنے کے بعد اُنہوں نے نہ صرف خود قرآن کریم

پڑھا، بلکہ اپنی اولاد کو بھی قرآن مجید حفظ کرایا اور انگریزی پڑھانے کے بجائے اُنہیں دینی تعلیم میں لگایا، دینی مدارس قائم کئے، مسجدیں آباد کیں، حلال وحرام اور جائز وناجائز کی اُن کے دِل میں فکر بیدار ہوئی اور وہ ہر چھوٹی بڑی بات میں دینی مسائل دریافت کرنے لگے۔ بہت ممکن ہے کہ بعض کچے قسم کے لوگوں سے کوتاہیاں ہوتی ہوں، لیکن اس کی ذمہ داری تبلیغ پر ڈال دینا ایسا ہی ہوگا کہ مسلمانوں کی بدعملیوں کی ذمہ داری اِسلام پر ڈال کر نعوذ باللہ اِسلام ہی کو بدنام کیا جانے لگے، جس طرح ایک مسلمان کی بدعملی یا کوتاہی اِسلام پر صحیح عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہے، نہ کہ نعوذ باللہ اِسلام کی وجہ سے، اسی طرح کسی تبلیغ والے کی کوتاہی یا بدعملی بھی تبلیغ کے کام کو پوری طرح ہضم نہ کرنے کی وجہ سے ہوسکتی ہے، نہ کہ خود تبلیغی کام کی وجہ سے اور لائق ملامت اگر ہے تو وہ فرد ہے، نہ کہ تبلیغ۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ تقریباً دس سال تک تبلیغ سے منسلک رہے ہیں، مگر اب آپ کا دِل اُس سے ہٹ گیا ہے، یہ تو معلوم نہیں کہ دس سال تک آپ نے تبلیغ میں کتنا وقت لگایا، تاہم دِل ہٹ جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تبلیغ جیسے اُونچے کام کے لیے اُصولوں اور آداب کی رعایت کی ضرورت ہے، وہ آپ سے نہیں ہوسکی، اس صورت میں آپ کو اپنی کوتاہی پر توبہ واِستغفار کرنا چاہئے اور یہ دعا بہت ہی اِلحاح وزاری کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔"اللّٰھم انی اعوذبك عن الحور بعد الکور"۔" ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب"۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل۔تالیف مولانا یوسف لدھیانویؒ،تخریج: مولانا سعید احمد جلالپوریؒ)

۶......شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کے تاثرات:

حضرت مدظلہ نے فیجی آئی لینڈ کے شہر نادی (نینڈی) کے تبلیغی مرکز میں بروز جمعرات ۱۲ر ستمبر ۲۰۰۶ء کو بیان فرمایا تھا، اس بیان کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''جن علماء نے یہ کام شروع کیا، وہ علماء اپنے زمانے کے تمام اکابر کے نزدیک معتبر تھے، اُن کا علم بھی معتبر تھا، اُن کا تقویٰ بھی معتبر تھا اور اُن کا طریقۂ کار بھی معتبر تھا، یہ ساری کی ساری باتیں ٹھیک تھیں تو پھر ہم کیسے کہہ دیں گے کہ تبلیغ غلط ہے، نہیں! کئی لوگ کہتے ہیں اور اس طرح کہنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے، میں اپنا نقطۂ نظر بتارہا ہوں، میں تبلیغ کے کام کو بے حد مفید سمجھتا ہوں، تبلیغ کے کام کی وجہ سے لوگوں کی زندگی میں جو اِنقلاب آیا ہے اور

عالمی انقلاب، ہندوستان میں صرف نہیں آیا، پاکستان میں صرف نہیں آیا، یورپ میں صرف نہیں آیا، امریکا میں نہیں آیا، آپ کے آسٹریلیا میں صرف نہیں آیا، ہر جگہ آیا۔ اِتنے بڑے کام کو آنکھیں بند کرکے یہ کہہ دینا کہ غلط ہے، یہ صحیح نہیں، ٹھیک ہے کوتاہیاں ہوتی ہیں، ہمارے مدرسے ہوتے ہیں، ان مدرسوں کے اندر بھی کئی کوتاہیاں ہوتی ہیں، مزید کئی کوتاہیاں ہوتی ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ مدرسہ غلط ہے، اگر کوئی مبلغ آپ کے محلے میں رہتا ہے اور اس کی حرکتیں کچھ ایسی ہیں جو شایانِ شان نہیں ہیں تو یہ اس کی شخصی غلطی ہے، یہ تبلیغ کی غلطی نہیں ہے، تبلیغ نے اس کو یہ درس نہیں دیا''۔(ماہنامہ الفاروق ربیع الثانی:۱۴۲۸ھ ص:۵)

اسی طرح حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے ایک بیان میں فرمایا:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شرح صدر

''حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب دلی میں دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا تو بڑے شرح صدر کے ساتھ اِبتدا کی۔ اس کی بہت سی تفصیلات ہیں اور بہت سے اس کے جزئی واقعات ہیں۔ ایک واقعہ اُن کے شرح صدر کے تعلق سے میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ زاہدان (ایران کا ایک شہر ہے) میں ایک عالم مولانا عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ابھی پچھلے دنوں اُن کا اِنتقال ہوا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کام کا آغاز کیا اور زیادہ دِن نہیں ہوئے تھے، اس وقت میں مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھتا تھا اور کبھی کبھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے خیال سے نظام الدین تبلیغی مرکز جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ'' بھائی مولوی عبدالعزیز صاحب! جب ہماری جماعتیں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں زاہدان آئیں گی تو آپ ان جماعتوں کی نصرت کرنا۔'' مولانا عبدالعزیز صاحب فرماتے تھے کہ'' میں نے کہا، حضرت! زاہدان تو بہت دور ہے۔ آپ کی جماعت والوں کو تو دہلی والے مسجدوں میں گھسنے نہیں دیتے ، وہ زاہدان کیسے جائیں گے؟ اور ہم اُن کی کیسے نصرت کریں گے؟ عجیب سی بات ہے!'' تو مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ'' ان شاء اللہ! ضرور جائیں گی اور آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔''

یہ شرح صدر کی بات ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کو شرح صدر عطا فرمایا تھا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑی اِستقامت کے ساتھ اُنہوں نے اپنے کام کو جاری رکھا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُس میں خلوص عطا فرمایا اور وہ کام سارے عالم کے اندر پھیل گیا۔‘‘

۷......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے تاثرات:

یہاں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتابوں سے ان کے تاثرات مولانا رب نواز صاحب کے شکریہ کے ساتھ پیش کیے جارہے ہیں جنہوں نے اس کو مرتب کر کے ہمیں بھیجا ہے:

نکلتے سورج کے ملک فیجی میں تبلیغی جماعت

فیجی مشرقی زمین کا آخری علاقہ ہے وہاں ہر روز دنیا میں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے۔شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم (نائب رئیس دار العلوم کراچی) فیجی کے سفر نامہ میں وہاں کے مسلمانوں کے دِینی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’اِبتداء میں جو مسلمان یہاں آئے تھے وہ نماز، روزے اور دوسرے شعائر اِسلام کے فی الجملہ پابند تھے، اُنہوں نے یہاں مسجدیں بھی تعمیر کیں، لیکن چونکہ نئی نسلوں کی تعلیم وتربیت کا کوئی اِنتظام نہ تھا، اور ہندوؤں، عیسائیوں اور سکھوں کے ساتھ میل جول کثرت سے تھا، اِس لئے رفتہ رفتہ دِین پر عمل کے آثار ماند پڑتے چلے گئے۔بالآخر اللہ تعالیٰ نے تبلیغی جماعت کو یہاں دِین کے احیاء کا ذریعہ بنایا، پہلی بار زمبیا سے ایک جماعت (غالبًا ۱۹۶۷ء میں) یہاں آئی اور اُس نے لوگوں میں دِین کی طرف لوٹنے کا جذبہ پیدا کیا اور لوگ اپنے دِینی فرائض سے آگاہ ہوئے، مزید مسجدوں کی بنیاد رکھی گئی، مسجدوں میں بچوں کی اِبتدائی تعلیم کے لئے مکتب قائم ہوئے، یہاں تک کہ اب بفضلہٖ تعالیٰ ملک کے طول و عرض میں دِینی سرگرمیاں اہتمام کے ساتھ جاری ہیں‘‘۔(سفر در سفر، مفتی محمد تقی عثمانی، ص:۲۰)

البانیہ میں تبلیغی جماعت کا مرکز

مفتی صاحب ’البانیہ‘ کے سفر نامہ میں تبلیغی جماعت کے کام کو سراہتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’ترانا (Tirana) اس وقت البانیہ کا دارالحکومت ہے، یہاں ائیر پورٹ پر اُترتے ہی ہم شہر کے ایک مضافاتی محلے لیکناس (Lacnas) میں مسجد الباقر پہنچے، جہاں نماز عشاء ادا کی۔یہ مسجد شہر میں تبلیغی جماعت کا مرکز ہے، دنیا میں جہاں کہیں جانا ہوتا ہے، ماشاء اللہ!

تبلیغی جماعت کا کام ممتاز نظر آتا ہے اور اُس کے فوائد واضح طور پر محسوس ہوتے ہیں، الحمد للہ! البانیہ میں بھی تبلیغی جماعت (کے ذریعہ دِین) کا کام ہو رہا ہے، لیکن دوسرے مقامات کے مقابلے میں کئی وجوہ سے ابھی یہاں جماعت کی سرگرمیاں محدود اور کمزور ہیں اور ان کے اسباب کے ازالے کی کوشش ہو رہی ہیں۔میری آمد کے موقع پر جماعت کے وابستہ حضرات کا ایک مجمع مسجد الباقر میں جمع تھا۔عشاء کے بعد میں نے یہاں اردو میں خطاب کیا۔جماعت کے ایک سرگرم رکن مولانا اسماعیل صاحب البانیہ کے باشندے ہیں اور انہوں نے رائے ونڈ کے مدرسے میں تعلیم حاصل کی ہے اس لیے روانی سے اردو بولتے ہیں اور ماشاء اللہ بڑے معاملہ فہم اور زیرک عالم ہیں۔اس موقع پر اور اس کے بعد میرے پورے سفر میں ترجمانی کے فرائض انہوں نے ہی انجام دیئے۔‘‘ (سفر در سفر صفحہ ۱۵۴)

البانیہ میں تبلیغی کام کی ضرورت

البانیہ کے ایک چھوٹے سے شہر ’’کورچے‘‘ میں ایک قدیم مسجد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

’’بیشتر افراد چونکہ مسجد کے منتظمین میں سے تھے اس لیے میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ وہ روزانہ کچھ وقت لوگوں سے اِنفرادی ملاقاتیں کر کے اُنہیں مسجد میں آنے کی دعوت دِیا کریں اور اپنے شہر میں تبلیغی جماعت کے کام کو فروغ دیں‘‘۔(ایضاً ۱۶۱)

حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

’’ملک کی اکثریت دِین کی بنیادی باتوں سے نابلد ہے، شراب اور خنزیر کی کثرت ہے، عریانی اپنی اِنتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، بہت سے لوگ کلمہ طیبہ تک سے ناآشنا ہیں، ان حالات میں یقیناً یہ خطہ اِس بات کا مستحق ہے کہ عالمِ اسلام کی دِینی اور سماجی تنظیمیں ہنگامی بنیادوں پر یہاں اپنا زور صرف کریں۔البانیہ کے مختصر قیام کے دوران میں اِس نتیجے پر پہنچا کہ فی الحال یہاں ایک تو تبلیغی جماعت کے کام کو مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔‘‘(۱۶۴)

دعوت وتبلیغ کی محنت کی برکت سے دِینی اِنقلاب کا ایک قابلِ رشک واقعہ

لاطینی امریکہ کے سفرنامہ میں حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے ایک مسلمان جس کی زندگی میں تبلیغی جماعت کی برکت سے اِنقلاب آیا تھا، کا قابلِ رشک واقعہ تحریر فرمایا ہے:

’’تبلیغی جماعت کے کام نے جن زندگیوں میں اِنقلاب پیدا کیا، اُن کی ایک قابلِ

رشک مثال ہمارے سامنے اس وقت آئی، جب علی الصفی صاحب کے ماموں زاد بھائی صہیب صاحب سے ہماری ملاقات کرائی گئی، یہ نوجوان ''جماعت'' کے کام میں بہت سرگرم ہیں اور علی صاحب نے بتایا کہ ان کے والد مصطفیٰ احمد العرہ لبنان کے اُن مال دار لوگوں میں سے تھے جو برازیل میں آ کر دِین و مذہب سے بالکل بے تعلق ہوگئے تھے اور مغربی تہذیب کے تمام برے لوازم اُن کی زندگی میں موجود تھے، یہاں تک کہ وہ اپنی ان بری عادتوں کی وجہ سے مسلمانوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے تھے، اُن کے والد نے اُن کی اِصلاح کے لئے سختی اور نرمی کا ہر طریقہ آزمایا، مگر اُن کے اطوار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء کے قریب برطانیہ سے ایک تبلیغی جماعت آئی، اور اُس کے امیر نے کسی جگہ بیان کیا تو اس وقت اِتفاق سے یہ صاحب بھی وہاں موجود تھے، بیان کرنے والے صاحب کی شکل وصورت دیکھ کر اُنہوں نے دِل میں خیال کیا کہ شاید یہ کسی مسجد یا مدرسے کے لئے چندہ کریں گے، اِس لئے اُن کے دِل میں اُن کے لئے اچھے جذبات نہیں پیدا ہوئے، لیکن جب اُنہوں نے بیان کرنا شروع کیا تو نہ جانے کس دردمندی کے ساتھ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے کوئی پیسہ نہیں چاہئے، ہم اپنا پیسہ خرچ کر کے یہاں اِس لئے آئے ہیں کہ آپ کو اِس دِین کے حصول کی دعوت دیں جو حضور نبی کریم ﷺ لے کر تشریف لائے تھے، تو اُنہیں اپنے خیال پر ندامت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو مصطفیٰ العرہ صاحب کی زندگی بدلنی تھی، اُس کے بعد اُنہوں نے پورا بیان سنا اور اُنہی کے کہنے پر مصطفیٰ العرہ صاحب ۱۹۷۲ء میں پاکستان گئے اور جب لوٹے تو وہ ایک بالکل مختلف اِنسان تھے، جن لوگوں نے اُن کی پہلی زندگی دیکھی تھی، وہ اُنہیں نئے روپ میں پہچان نہیں سکتے تھے۔ پاکستان سے واپس آ کر اُنہوں نے پوری زندگی تبلیغی جماعت کے کام کو برازیل میں فروغ دینے کے لئے وقف کردی، اور مرتے دم تک اس خدمت میں مشغول رہے۔ ملک بھر میں جماعت کا کام جس طرح پھیلا، اُس میں اُن کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔'' (سفر در سفر۔از: شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی۔ص:۲۳۹)

فیجی میں تبلیغی جماعت کا مرکز

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فیجی کے سفرنامہ میں لکھتے ہیں:

''نادی کی مرکزی جامع مسجد میں جو تبلیغی مرکز بھی ہے، شبِ جمعہ کا اِجتماع تھا اس میں

میرے بیان کا اعلان ہو چکا تھا، چنانچہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے مجھے اس اجتماع سے بھی خطاب کا موقع ملا جو فیجی میں اِس سفر کے دوران میرا آخری خطاب تھا''۔ (سفر در سفر صفحہ ۳۱)

جزائر فیجی میں تبلیغی جماعت کا فیض

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہ فیجی کے حالات میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں پر ایک زمانہ ایسا گزرا ہے جس میں یہ دِینی راہنمائی نہ ملنے کی بناء پر عملی زندگی میں دِین سے دور ہوگئے تھے اور اس کا سنگین ترین مظہر یہ ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان شادیاں ہوگئیں۔ مسلمان لڑکیوں نے عیسائیوں سے شادی رچائی، اس بدترین صورتِ حال کے آثار ابھی تک باقی ہیں جو اس ملک کے مسلمانوں کا اِنتہائی تشویش ناک مسئلہ ہے۔

.... تاہم جب سے ملک میں تبلیغی جماعت کا کام شروع ہوا ہے ماشاء اللہ صورتِ حال میں نمایاں تبدیلی آئی ہے، مسلمانوں کے دِینی شعور میں اِضافہ ہوا ہے، تبلیغی مراکز ہر جگہ قائم ہوئے ہیں۔ میرے قیامِ فیجی کے دوران بھی پاکستان سے تین جماعتیں کئی کئی ماہ کے لیے ملک میں آئی ہوئی تھیں اور مختلف علاقوں میں اپنا فیض پھیلا رہی تھیں''۔ (سفر در سفر ۳۱)

فیجی میں تبلیغی جماعتوں کی مزید ضرورت ہے

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہٗ لکھتے ہیں:

''فیجی جانے والی تبلیغی جماعتوں اور وہاں کام کرنے والے علماء کو وہاں کی دِینی ضروریات پوری کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ اُنہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین''۔ (سفر در سفر صفحہ ۳۲)

نیوزی لینڈ میں تبلیغی جماعتیں

حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہٗ نیوزی لینڈ کے ایک ہوٹل کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اِس مہنگے علاقے میں بالائی منزل کو نماز کے لیے مخصوص کر کے اس ترکی نوجوان نے جس دِینی جذبے کا ثبوت دِیا وہ نہایت قابلِ قدر ہے۔ معلوم ہوا کہ تبلیغی جماعتیں بھی یہیں آ کر ٹھہرتی ہیں اور ان کی رہائش کے علاوہ کھانے پینے کا بھی یہاں اِنتظام ہے، الحمد للہ''۔ (سفر در سفر صفحہ ۸۲)

روس میں تبلیغی جماعت کی محنت

سویت یونین کے تار تار ہونے کے بعد اس کی ریاستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان ریاستوں میں سے ازبکستان وہ ریاست ہے جہاں مسلمانوں کی علمی تاریخ کے سب سے بڑے مراکز بخارا، سمرقند، ترمذ، فرغانہ اور تاشقند واقع ہیں اور ۱۹۹۲ء میں علماء کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کر چکا ہوں، مگر افسوس ہے کہ خواہش کے باوجود اس سفر کے حالات قلم بند نہیں کر سکا۔ الحمد اللہ! ان علاقوں میں تبلیغی جماعت نے اپنا کام بڑی محنت اور حکمت کے ساتھ پھیلایا ہے جماعت ہی کے ایک فعال رکن جناب جاوید ہزاروی صاحب نے اپنے بعض رفقاء کے تعاون سے کرغیزستان میں ایک دِینی مدرسہ بھی قائم کیا ہے۔'' (سفر در سفر صفحہ ۱۳۴)

کرغیزستان میں تبلیغی جماعت

روس کے ٹوٹنے کے بعد جو ریاستیں آزاد ہو کر مستقل ملک کی حیثیت اِختیار کر گئی ہیں ان میں ایک ''کرغیزستان'' ہے۔ حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہٗ ''کرغیزستان کا سفر'' میں لکھتے ہیں:

''مختار صاحب بیشکیک (یہ کرغیزستان کا دارالحکومت ہے، ناقل) کے ایک بااثر تاجر ہیں، جو یہاں تبلیغی جماعت کے کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اُنہوں نے اپنا مکان ہمارے قیام کے لیے خالی کیا ہوا تھا۔ اُن کے مکان پر پہنچے تو رات کے بارہ بج چکے تھے لیکن مقامی علماء اور معززین کا بڑا مجمع کھانے پر ہمارا منتظر تھا۔ ان حضرات سے دیر تک گفتگو رہی اور تقریباً ڈیڑھ بجے رات بستر تک پہنچنے کو نوبت آئی۔'' (سفر در سفر صفحہ ۱۳۶)

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہٗ مزید لکھتے ہیں:

''کرغیزستان کے موجودہ حالات میں یہ بات واضح ہے کہ عام مسلمانوں کے دِینی تحفظ کے لیے تبلیغی جماعت سے منسلک رہنے سے بہتر کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ اس لیے یہاں کے بعض ضروری مسائل کی وضاحت کے علاوہ میں نے اپنے خطاب میں اسی بات پر زور دِیا کہ تبلیغی جماعت کے نظم میں سرگرم حصہ لیں اور اس کام کو اپنے لیے نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر اِختیار کریں''۔ (سفر در سفر صفحہ ۱۴۰)

تبلیغی جماعت چہار دانگِ عالم میں

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی صاحب قدس سرہٗ (امیر ثانی) کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا، اُن کی پوری زندگی دعوت وتبلیغ میں گزری اور اُنہوں نے اپنی ان تھک جدوجہد سے تبلیغی جماعت کا کام چار دانگِ عالم میں پھیلا دِیا''۔ (تبصرے ۸۶)

حضرت مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

تبلیغی جماعت ... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمائی اور جو آج تک دنیا کے اطراف و اکناف میں اللہ کا پیغام پھیلا رہی ہے''۔ (تبصرے ۱۴۷)

غیر مسلم دنیا میں اِسلام کی نشر و اِشاعت

''حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ تبلیغی جماعت کے کام میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی ہے کہ آج شرق و غرب کا ہر خطہ اس کے فیوض سے سیراب ہو رہا ہے۔ خاص طور سے غیر مسلم دنیا میں اِسلام کی نشر و اشاعت میں جتنا کام اللہ نے اِس جماعت سے لیا ہے کوئی اور جماعت اس کی ہمسری نہیں کر سکتی''۔ (تبصرے ۱۴۶)

دِین کی قابلِ قدر خدمت

''تبلیغی جماعت بلاشبہ دِین کی قابلِ قدر خدمت انجام دے رہی ہے۔ اگر اس قابلِ قدر جماعت کے ذمہ دار حضرات ان چھ نمبروں میں ایک ''حقوق العباد'' کا اِضافہ بھی کر دیں اور اس کی تشریح و تبلیغ بھی اسی اہمیت کے ساتھ فرمائیں تو توقع ہے کہ اِن شاء اللہ اس سے بہت سے فتنوں کا سدِ باب ہو سکے گا اور جماعت کا کام بھی زیادہ مفید، مؤثر اور بے ضرر ہو جائے گا۔ یہ ہماری نہایت عاجزانہ گزارش ہے اُمید ہے کہ جماعت کے معزز اربابِ حل و عقد اس پر اہمیت کے ساتھ غور فرمائیں گے''۔ (تبصرے ۱۴۸)

عظیم الشان کارنامے اور عالمگیر نفع

''آج زندگی کا کون سا شعبہ ایسا ہے جو خامیوں اور کوتاہیوں سے خالی ہو، چنانچہ اس جماعت میں بھی بعض خامیاں پائی جاتی ہیں، خصوصاً بعض نو آموز عوام کا طرزِ عمل بعض اوقات اُلجھنیں پیدا کرتا ہے لیکن ان خامیوں کا علاج یہ ہے کہ ہمدردی و خیر خواہی کے ساتھ ان کی اِصلاح کی فکر کی جائے نہ یہ کہ ان معدودے چند کوتاہیوں کی بناء پر اس جماعت کے عظیم الشان کارناموں پر پانی پھیر دِیا جائے کیونکہ مجموعی حیثیت سے اس

جماعت میں خیر غالب ہے اور اس سے جو عالمگیر نفع پہنچ رہا ہے وہ اس دور میں اِنتہائی قابلِ قدر ہے''۔ (تبصرے صفحہ ۱۴۷)

پوری جماعت سے بدظنی درست نہیں

''شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم العالی نے اس کتاب (تبلیغی جماعت پر اعتراضات) میں کچھ ایسے ہی معترضین کے اعتراضات کا شافی جواب دِیا ہے جو تبلیغی جماعت کے بعض حضرات کی کچھ کوتاہیاں بیان کر کے پوری جماعت ہی سے بدظن ہیں۔ حضرت شیخ مدظلہم نے ہر اعتراض کا اِنتہائی متانت اور معاملہ فہمی کے ساتھ جواب دِیا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ رسالہ ان مُنصف مزاج حضرات کی تشفی کر سکے گا جو کسی وجہ سے تبلیغی جماعت کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوگئے ہیں''۔ (تبصرے صفحہ ۱۴۷)

تبلیغی جماعت اور دِین کی عظیم خدمت

''تبلیغی جماعت تنہا ایک ایسی جماعت ہے جس کے کام سے الحمدللہ دِل ہمیشہ خوش ہوتا ہے اور اس جماعت نے ایسی بڑی عظیم خدمت انجام دِی ہے جو کسی اور جماعت نے انجام نہیں دِی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے ذریعہ دِین کا کلمہ کہاں سے کہاں پہنچایا۔ ان کے اخلاص اور ان کے سچے جذبے نے اِس جماعت کو اب تک باقی رکھا ہوا ہے۔ اور اس جماعت کے پیغام اور دعوت کو اللہ تعالیٰ نے چار دانگِ عالم میں پھیلا دِیا ہے''۔

(تقریر ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۰)

طلباء تبلیغی جماعت میں شرکت کریں

''الحمدللہ ہم تو اپنے طلباء کو یہ ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ وہ تبلیغی جماعت میں جائیں۔ کیونکہ جماعت میں جانا خود اپنی اصلاح کے لیے بہت مفید ہے، اِس لیے کہ نیک لوگوں کی صحبت میسر آتی ہے۔ اس کی وجہ سے اپنی کوتاہیاں دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اِصلاحِ نفس کا موقع حاصل ہوتا ہے بلکہ دیکھا یہ ہے کہ یہاں مدرسے میں آٹھ سال پڑھنے سے بھی فضائلِ اعمال (عملوں کی فضیلتیں مراد ہیں نہ کہ کتاب، ناقل) کی اِتنی اہمیت دِل میں پیدا نہیں ہوتی جتنی ایک چلہ لگانے سے وہ اہمیت پیدا ہو جاتی ہے اور اعمال کی طرف توجہ ہو جاتی ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے اِس لیے ہم طلباء کو ترغیب دیتے

ہیں کہ وہ اس جماعت میں وقت لگائیں، بحیثیتِ مجموعی اِس جماعت پر خیر غالب ہے اور بحیثیتِ مجموعی اس جماعت سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور اس جماعت میں شرکت کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے ....'' (تقریر ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۵)

تبلیغی جماعت میں خیر غالب ہے

''کوئی شخص یہ نتیجہ نہ نکالے کہ میں تبلیغی جماعت کے خلاف ہوں، بہرحال میں نے آپ کو کھول کر بتا دِیا کہ تبلیغی جماعت میں خیر غالب ہے لہٰذا اس جماعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔'' (تقریر ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۶)

روس میں تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں

''اب سے تقریباً چھ ماہ پہلے ماسکو کے ایک مسلمان تاجر عبدالسلام صاحب تبلیغی جماعت کے سلسلے میں پاکستان آئے، اس دوران اُنہوں نے مجھ سے ملاقات کی اور بتایا کہ روس میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے لیکن علماء نہ ہونے کے برابر ہیں اب جب کہ روسی مسلمانوں کو کسی قدر مذہبی آزادی ملی ہے، دِینی مسائل میں اُنہیں رہنمائی کی ضرورت ہے ان کے بہت سے مسائل ہیں جن کا اندازہ برسرزمین ہی ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہماری فرمائش ہے کہ آپ کچھ دِنوں کے لیے روس آئیں وہاں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور اِصلاحی خطبات کے علاوہ نہ صرف ان مسائل کے سلسلے میں لوگوں کو مشورے دیں بلکہ کوئی ایسا مستقل نظام بھی سوچیں جس کے ذریعے مسلمانوں کی یہ ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ عبدالسلام صاحب میرے پاس تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن جناب عرفان صاحب کے ساتھ آئے تھے وہ اس سے پہلے جماعت کے ساتھ روس میں کافی وقت گزار چکے تھے، اُنہوں نے بھی عبدالسلام صاحب کی تائید کی اور یہ عندیہ ظاہر کیا کہ اگر میں اس سفر کے لیے تیار ہوں تو وہ بھی میرے ساتھ چلیں گے میں نے یہ دعوت قبول تو کر لی لیکن عملاً اس سفر کی نوبت اس سال عیدالفطر کے چھ دن بعد یکم نومبر ۲۰۰۲ کو آئی۔ تبلیغی جماعت کے دوسرے فعال رہنماء جناب جاوید ہزاروی صاحب جن کے ساتھ میں کرغیزستان کا سفر کر چکا تھا وہ بھی ساتھ جانے پر آمادہ ہوگئے۔'' (سفر در سفر ۱۲۲)

روسی زمین پر تبلیغی جماعت کا دفاع

''اس موقع پر میں نے ایک بڑی مضر غلط فہمی کا اِزالہ ضروری سمجھا۔ روس جیسے ممالک

جن حالات سے گزر رہے ہیں خاص طور پر ان ملکوں میں، میرے نزدیک تبلیغی جماعت کا کام سب سے زیادہ مفید ہے مگر اس علاقے کے علماء میں کچھ عرصے سے تبلیغی جماعت کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوگئی تھیں جن کی وجہ سے یہاں جماعت کے کام میں سخت روکاوٹیں پیدا ہوگئیں۔

بلکہ بعض جگہوں پر کام بالکل بند ہوگیا۔ وہ یہ تھی کہ یہاں شافعی مسلک کی اکثریت ہے اور نقشبندی سلسلۂ تصوّف سے بھی علماء وعوام صدیوں سے مانوس چلے آتے ہیں۔ کچھ جو شیلے سلفی نوجوانوں نے یہاں تقلید وتصوّف اور بہت سی رائج رسوم کے خلاف نہایت متشددانہ رویہ اِختیار کیا اور یہاں کے علماء پر گمراہی بلکہ شرک تک کے فتوے لگائے۔ انہی میں سے بعض نوجوان تبلیغی جماعت کے نام پر بھی کام کرنے لگے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان علماء نے تبلیغی (جماعت) کو بھی انہی متشددانہ نظریات کا حامل سمجھ کر اس کی مخالفت شروع کردِی۔

اس مجلس میں، میں نے تبلیغی جماعت کے بنیادی اصول اور اس کے طریقۂ کار کو واضح کیا اور بتایا کہ اگر چند افراد نے ان معاملات میں تشدد برتا ہے تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے اور اُسے کسی بھی طرح جماعت کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ جماعت کا بنیادی اُصول ہی یہ ہے کہ دِین کی بنیادی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ مجمع علیہ اُمور کی تبلیغ دعوت کو اپنے کام کا محور بنایا جائے اور اس قسم کی پُرتشدد کارروائیاں جماعت کے بنیادی اُصولوں ہی کے خلاف ہیں، الحمد للہ ان اُمور کی وضاحت کے بعد اُن کا ذہن صاف ہوا اور انہوں نے آئندہ جماعت کے ساتھ تعاون کا اِرادہ ظاہر کیا''۔ (سفر در سفر صفحہ ۱۸۰)

روس میں تبلیغی جماعت کا مرکز

روس کے مشہور دریا ''وولگا'' کے کنارے پر ایک شہر ''قازان'' نام سے آباد ہے حضرت عثمانی صاحب دام ظلہٗ اس شہر سے متعلقہ اپنی کارگزاری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عشاء کی نماز ہمیں شہر کی ایک اور مسجد بلونونی میں پڑھنی تھی اور وہیں میرے عوامی خطاب کا بھی اعلان تھا چنانچہ عشاء کے بعد یہاں میرا تقریباً ایک گھنٹے عربی میں خطاب ہوا قازان کے ایک نوجوان جن کا نام رستم تھا، ریلوے اسٹیشن سے میرے ساتھ تھے، اُنہوں نے مقامی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس مسجد میں بفضلہٖ تعالیٰ تبلیغی جماعت کا مرکز ہے اور

الحمد للہ اچھے انداز میں کام ہورہا ہے۔ میں نے خطاب کے دوران عام مسلمانوں کو جماعت کے کام میں شریک ہونے کا مشورہ دِیا۔ بعد میں بعض حضرات نے اس پر اپنے کچھ اشکالات پیش کیے جن کا جواب پاکر بحمداللہ وہ مطمئن ہوگئے''۔ (سفر در سفر صفحہ ۱۹۰)

ماسکو میں تبلیغی جماعت کی نصرت

''اگلی صبح نمازِ فجر ہم نے ٹرین ہی میں پڑھی اور ابھی سورج نہیں نکلا تھا کہ ٹرین ماسکو ریلوے اسٹیشن میں داخل ہوگئی۔ جناب ہارون صاحب مظفر نگر کے باشندے ہیں جو برسوں سے اپنی تجارت کے سلسلے میں ماسکو میں آباد ہیں اور تبلیغی جماعتوں کی نصرتوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اُنہی کے مکان پر پہلے بھی ہمارا قیام ہوا تھا اور اب بھی ہم اسٹیشن سے اُنہی کے مکان پر پہنچے جو دیسی طرز کا شاندار ناشتہ لیے ہمارے منتظر تھے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اور اُن کے گھر والوں کو یہ توفیق بخشی ہے کہ وہ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ نہ صرف ذاتی مہمانوں بلکہ دِین کے حوالے سے آنے والے تمام مسافروں کی دِل وجان سے خاطرداری کرتے ہیں''۔ (سفر در سفر صفحہ ۱۹۳)

روس میں ایک مرکزی اِدارہ ''الادارة الدينية'' قائم ہے اس کے سربراہ جناب مفتی عین الدین صاحب ہیں۔ یہ پورے ملک کے مفتی ہیں اور حکومتی سطح پر ملک بھر میں تمام دِینی سرگرمیوں کے نگران ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم دِینی سرگرمیوں کے حوالہ سے اُن کے تعاون کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مفتی صاحب نے اِس سلسلے میں ہرممکن تعاون کا یقین دِلایا اور بتایا کہ تبلیغی جماعتوں کے لیے وہ بذاتِ خود دلچسپی لے کر وِیزے کا اِنتظام کراتے رہے ہیں اور اِن شاءاللہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا''۔ (سفر در سفر صفحہ ۱۹۷)

تبلیغی نصاب کا جاپانی زبان میں ترجمہ

''جناب ابراہیم اوکوبو صاحب ایک جاپانی نژاد نومسلم ہیں جو دعوتِ دِین کے کام میں یہاں (جاپان میں) بڑے سرگرم ہیں ہر طبقہ خیال کے مسلمان اُنہیں بہت عزت واحترام سے دیکھتے ہیں، اُنہوں نے تبلیغی نصاب (فضائلِ اعمال) کا جاپانی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور آج کل فضائلِ صدقات کے ترجمے میں مصروف ہیں''۔ (سفر در سفر صفحہ ۲۰۷)

تبلیغی جماعت میں شرکت کی ترغیب

''عشاء کے بعد اِبینا کی مسجد میں میرے خطاب کا اعلان تھا، کافی دور دور سے لوگ اِس اِجتماع میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ میں نے سورۂ تکاثر کی بنیاد پر کچھ گذارشات پیش کیں، چونکہ جاپان میں زیادہ تر مسلمان تجارت پیشہ ہیں، اِس لیے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے روپے پیسے کی دوڑ کے جو خطرات بیان فرمائے ہیں اُن کی تفصیل عرض کی گئی اور حاضرین سے درخواست کی گئی کہ وہ کچھ وقت اپنے اور اپنے بچوں کے دِینی حالات کو بہتر بنانے میں صرف کریں اور اس کے لیے ایک تو تبلیغی جماعتوں میں شرکت بہترین راستہ ہے اور دوسرے روزانہ رات کو سونے سے پہلے گھر والوں کے ساتھ مل کر کسی دِینی کتاب کا مطالعہ کیا جائے، جس کے لیے تبلیغی نصاب، حیات المسلمین اور اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ بہترین کتابیں ہیں''۔ (سفر در سفر صفحہ ۲۰۸)

تبلیغی جماعت کے ذریعہ اِسلام کی نشر و اشاعت

''۱۹۵۶ء سے تبلیغی جماعت کے حضرات کی یہاں آمد شروع ہوئی اور ان کی مخلصانہ جدوجہد سے اِسلام کی نشر و اِشاعت میں بہت اِضافہ ہوا''۔ (سفر در سفر صفحہ ۲۱۰)

لاطینی امریکہ میں تبلیغی جماعت

''جن حضرات سے (برازیل میں) اس عشائیے میں ملاقات ہوئی، ان میں کئی حضرات بڑے متدین اور دِینی جذبے سے سرشار معلوم ہوئے اور اُنہوں نے اپنے اپنے تجربات سے آگاہ کیا۔ میری آمد کی خبر سُن کر ایک پاکستانی نوجوان فرحان ڈیسائی صاحب اپنے کچھ احباب کے ساتھ تین گھنٹے مسافت سے سفر کر کے وہیں پہنچ گئے۔ یہ حضرت تبلیغی جماعت کے ذریعے اس ملک میں دِین کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں اور اُنہوں نے بتایا کہ الحمدللہ جماعت کا کام یہاں سرگرمی سے جاری ہے''۔ (سفر در سفر ۲۳۲)

لاطینی امریکہ میں تبلیغی جماعت کا مرکز

''ایک اور مسجد جس میں ہمیں نماز پڑھنے کا موقع ملا، مسجد الملک عبد العزیز ہے جو سعودی تعاون سے تعمیر ہوئی ہے اور بڑی خوب صورت اور شان دار مسجد ہے اس کا رقبہ بھی بہت بڑا ہے... تبلیغی جماعت کا مرکز تو اگرچہ یہاں سے دور مسجد عمر بن الخطاب میں ہے

لیکن جماعتوں کی زیادہ تر آمد و رفت اسی مسجد الملک عبد العزیز میں ہوتی رہتی ہے اور اس وقت بھی وہاں مراکش سے ایک جماعت آئی ہوئی تھی''۔ (سفر در سفر صفحہ ۲۳۹)

مصر میں تبلیغی جماعت کے نمایاں آثار

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مصر کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ذرائع ابلاغ کسی ادنیٰ رورعایت کے بغیر علی الاعلان عریانی وفحاشی کی تبلیغ کر رہے ہیں لیکن دوسری طرف نوجوانوں میں دِین کی طرف لوٹنے کا ایک غیر معمولی جذبہ بیدار ہو رہا ہے اور مختلف حلقے اس سمت میں متواتر کام کر رہے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے آثار بھی ماشاءاللہ نمایاں محسوس ہوتے ہیں''۔ (جہانِ دیدہ صفحہ ۱۶۴)

جنوبی افریقہ میں تبلیغی جماعت کی چہل پہل

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، جنوبی افریقہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں مسلمانوں نے جو عالی شان اور خوبصورت مسجدیں تعمیر کی ہیں بہت سے مسلمان ملکوں میں ایسی صاف ستھری اور خوب صورت مسجدیں نہیں ملیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ یہ مسجدیں صرف ظاہری حسن کے اعتبار سے معیاری نہیں بلکہ بحمداللہ وہ نمازیوں سے آباد ہیں صرف عمر رسیدہ افراد نہیں بلکہ نوجوان اور نوخیز لڑکے بھی مسجدوں میں حاضر ہوتے ہیں، وہاں تبلیغی اجتماعات ہوتے ہیں، عشاء کے بعد تبلیغی نصاب کا اِجتماعی مطالعہ ہوتا ہے اور دِینی سرگرمیوں کی چہل پہل نظر آتی ہے''۔ (جہانِ دیدہ ۵۴۶)

۸...... شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہم کے تاثرات:

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر صاحب مدظلہ تبلیغ کے بارے میں تفصیلاً لکھتے ہیں:

''۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے کہ کراچی ایئرپورٹ پر ایک عرب اِسلامی ملک کے وزیر اوقاف سے میری ملاقات ہوئی، وہ پاکستان کی وزارتِ اوقاف کی جانب سے منعقدہ سیرت کانفرنس میں شرکت کے لیے اِسلام آباد جا رہے تھے، وزیر موصوف کے ساتھ دِینی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، حسنِ اتفاق کہیے کہ اسلام آباد جانے والی فلائٹ لیٹ ہوگئی تو ہماری ملاقات کی نشست بھی لمبی ہوگئی، یوں وزیر موصوف مجھ سے کافی مانوس ہوگئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ: کیا آپ مجھے تبلیغی جماعت، جس کا مرکز ہندوستان اور پاکستان میں ہے،

اور اس کے لائحہ عمل کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کر سکتے ہیں؟

اور اُنہوں نے مجھ سے فرمائش بھی کی کہ میں جماعت کے بارے میں اپنی رائے کا اِظہار کروں، اس کے ساتھ ہی اُنہوں نے مجھے اپنے ملک میں ہونے والی ایک اِسلامی کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دے دِی جو ایک ماہ بعد ہونے والی تھی۔ میں نے اُن کی دعوت قبول کر لی اور کہا کہ: جب میں کانفرنس میں شرکت کے لئے آؤں گا تو ان شاء اللہ آپ کو مطلوبہ معلومات پیش کردوں گا۔ (جو مندرجہ ذیل ہے)

تبلیغی جماعت کے بارے میں میری رائے!

میں سمجھتا ہوں کہ اِس جماعت کا کسی ملک میں جانا، وہاں کے عوام اور وہاں کی حکومت دونوں کے لیے باعثِ رحمت ہے، کیونکہ یہ جماعت ایک عام فرد اور شہری کی اِصلاح پر محنت کرتی ہے، تاکہ وہ ایک ایسا اچھا شہری بن جائے جو اپنے خالق کا وفادار، اپنے وطن اور اہلِ وطن کا خیر خواہ ہو، وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے وطن اور اہلِ وطن کو نقصان پہنچے، وہ چوری نہ کرے، کسی کو ناحق قتل نہ کرے، کسی کا مال نہ لوٹے، کسی کی عزت پر حملہ نہ کرے، جھوٹ نہ بولے اور نہ کسی کو دھوکا دے، بلکہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو حکومت اور عوام دونوں کے حق میں مفید ہیں۔

حکومتیں عام طور پر اِسلامی ہوں یا غیر اِسلامی، اپنی بگڑی ہوئی عوام سے نالاں ہوتی ہیں اور دہشت گردوں، چوروں، ڈاکوؤں اور منشیات اور مسکرات کے اِستعمال کرنے والوں کا شکوہ کرتی ہیں اور اُن جرائم کو روکنے کے لئے قوانین اور سزائیں وضع کرتی ہیں، لیکن اُن سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔

لیکن تبلیغی جماعت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ تعلیم وتربیت کے ذریعہ نوجوانوں کے نفوس میں ایسا ملکہ اور ایسی اخلاقی قوت پیدا کر دے جو اُنہیں ان جرائم کے اِرتکاب سے روکے اور ان جرائم سے دِلوں میں نفرت پیدا کر دے اور اُنہیں ایسی صفات اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتی ہے جن سے عوام اور حکومت دونوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے: ''اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ؟ قُلْنَا: لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

قَالَ: لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.'' (مشکوٰۃ،ص:۴۲۳)

ترجمہ: ''دِین خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: کس کے لیے؟ یا رسول اللہ! فرمایا: اللہ کے لیے، اُس کے رسول کے لیے، اُس کی کتاب کے لیے اور مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

یقینی بات ہے کہ جب فرد کی اِصلاح ہوگی تو اس سے پورے معاشرہ کی اِصلاح ہوگی، ملک میں امن وامان کی فضاء پیدا ہوگی، روحانی واخلاقی قدریں عام ہوں گی اور لوگ امن وامان کی زندگی بسر کریں گے۔

دیکھا جائے تو عموماً حکومتیں دو باتوں سے گھبراتی ہیں:

۱:۔ ایک یہ کہ باہر سے کوئی اجنبی آئے اور آکر ملک کی سیاست میں دخل اندازی کرے۔

۲:۔ دوسرا یہ کہ کوئی اجنبی باہر سے آکر عوام الناس میں اِختلاف پیدا کرے۔

ان دونوں باتوں میں حکومت کو اس جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ وہ سیاست میں دخل نہیں دیتی اور نہ ہی وہ عوام میں اِختلاف پیدا کرتی ہے۔

تبلیغی جماعت کا پاکستان اور ہندوستان میں مرکز ہے، جہاں اسے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لے، لیکن اس نے رضا کارانہ طور پر اپنا یہ حق چھوڑ رکھا ہے، لہٰذا جو جماعت اپنے ملک میں اپنا سیاسی حق اِستعمال نہیں کرتی، وہ دوسرے ملک میں کیسے سیاست میں حصہ لے گی، جہاں اسے اس کا حق ہی حاصل نہیں؟ لہٰذا کسی ملک کی حکومت کو اس جماعت سے کوئی سیاسی خطرہ نہیں۔

باقی رہا یہ کہ عوام میں اِختلاف پیدا کرنا اور اُن کی صفوں میں پھوٹ ڈالنا، تو اِس اعتبار سے بھی جماعت سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تبلیغی جماعت کا محور ہی دِین کی بنیادی باتیں اور ایسے اُمور ہیں، جن پر پوری اُمت کا اِتفاق ہے، وہ فروعی اور اِجتہادی مسائل کو نہیں چھیڑتی، جس سے اِختلاف پیدا ہونے کا اِمکان ہے۔

بطور مثال: ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت ایک مسلمان کو نماز کی دعوت دیتی ہے، جو کہ دِین کا ایک بنیادی ستون ہے اور جس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں، نیز وہ مسلمان کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنا تعلق مسجد سے جوڑے، اِس میں بھی کسی مسلمان کو کوئی

اِختلاف نہیں۔

اب اگر کوئی مسلمان نوجوان اُن کی بات مان لیتا ہے اور مسجد سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور نمازوں کی پابندی شروع کر دیتا ہے تو الحمدللہ! مقصد حاصل ہوگیا۔ اب تبلیغی جماعت کو اُس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ نوجوان اپنی نماز فقہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ میں سے کس کے مطابق ادا کرتا ہے، لہٰذا اِس اعتبار سے بھی کسی حکومت کو فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے اور سنتے ہیں کہ بہت سی اِسلامی اور غیر اِسلامی حکومتیں جنہوں نے اِس جماعت اور اِس کی دعوت کی حقیقت کو جان لیا ہے، اُنہوں نے اس کے لیے اپنے ملک کے دروازے کھول دیئے ہیں اور وہ اس کے لیے سہولتیں مہیا کرتی ہیں، نیز ان کی عوام بھی اپنے ملک میں اس کا اِستقبال کرتی ہے اور اسے دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں بعض شبہات اور اُن کا اِزالہ

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت میں عوام الناس کے ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں، علماء، طلباء، تاجر، ملازم، کسان اور مزدور وغیرہ۔ اب ان میں سے ہر ایک شخص تو ایسا نہیں ہوتا کہ جس کی کامل اِصلاح اور تربیت ہو چکی ہو، اِسی لیے بعض اوقات ان میں سے کسی سے کوئی نامناسب حرکت سرزد ہو جاتی ہے تو بعض جذباتی حضرات فوراً اس فرد کی اس غلطی کو جماعت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ اِنصاف کے خلاف ہے۔ اِنصاف یہ ہے کہ یہ غلطی اس فرد کی طرف منسوب کی جائے نہ کہ جماعت کی طرف، کیونکہ جماعت خود اسے غلط سمجھتی ہے۔

ایک اِسلامی ملک کے سفر کے دوران میری ملاقات ایک ایسے اِدارے کے ذمہ دار شخص سے ہوئی جو اِنسدادِ منشیات کا سربراہ تھا۔ اپنے اِدارہ کا تعارف کراتے ہوئے اُس نے کہا کہ ہمارا کام یہ ہے کہ قانون اور سزاؤں کے ذریعہ نوجوانوں کو منشیات وغیرہ سے روکیں۔

میں نے اس سے کہا کہ: یہ بہت اچھی بات ہے۔ ملک میں ایسے قوانین اور سزائیں ہونی چاہئیں جن کے ذریعہ لوگوں کو منشیات اور دِیگر جرائم سے روکا جا سکے، خصوصاً: اسکول

اور کالج کے طلباء کو جو مستقبل کا سرمایہ ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور راستہ بھی ہے جس کے ذریعہ نوجوانوں کو منشیات ومسکرات کے اِستعمال اور بے راہ روی سے روکا جا سکتا ہے اور ملک کو ان جرائم سے پیدا ہونے والی مشکلات سے بچایا جا سکتا ہے؟

چنانچہ اس کی صورت یہ ہے کہ ان نوجوانوں کو دِین کی راہ پر ڈال دِیا جائے اور اُن کے دِلوں میں اِیمان کی روح پیدا کی جائے، تاکہ وہ صالح شہری بن جائیں اور خود بخود بلا کسی قانون اور سزا کے خوف سے منشیات اور بے راہ روی کو چھوڑ دیں۔ نہ ان سے کسی کا ناحق قتل ہو، نہ کسی کا مال لوٹیں، نہ کسی کی عزت پر حملہ کریں اور نہ ہی حکومت اور عوام کے لیے مسائل پیدا کریں، بلکہ اپنے فرائض نہایت ذمہ داری اور پوری امانت داری سے ادا کریں۔

مزید میں نے اُن سے یہ کہا کہ: گزشتہ رات مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کے شہر کے تبلیغی مرکز میں جانے کا اِتفاق ہوا، جہاں نوجوانوں کا ایک بڑا مجمع تھا، جن کی اکثریت اسکول اور کالج کے اساتذہ اور طلباء کی تھی، اُن کے چہروں پر ایک نور اور وقار ہویدا تھا، جن سے یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ منشیات یا دِیگر جرائم کا اِرتکاب کریں گے۔

وہ صاحب کہنے لگے کہ: یہ بات بالکل صحیح ہے، ہم نے بھی دیکھا ہے کہ جو لوگ اس جماعت کے ساتھ جڑ جاتے ہیں، اُن پر صلاح وتقویٰ کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور وہ منشیات یا دِیگر جرائم سے دور بھاگتے ہیں۔ لیکن ہمیں جماعت سے دو شکوے ہیں:

۱:۔ ایک یہ کہ جب کوئی ملازم پیشہ شخص اُن سے متأثر ہو کر کچھ وقت اُن کے ساتھ لگاتا ہے، مثلاً: ایک چلہ۔ تو بعض مرتبہ یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ شخص چلہ لگانے کے بعد اسی جماعت کا ہو کر رہ جاتا ہے، اُسے نوکری کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ بیوی بچوں کی فکر۔ اِدھر دفتر والے پوچھ رہے ہیں، اُدھر گھر والے پریشان۔

۲:۔ اِسی طرح یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اسکول یا کالج کا جو طالب علم چھٹی کے دِنوں میں جماعت کے ساتھ نکل جائے تو وہ تعطیلات ختم ہونے کے بعد بھی جماعت کے ساتھ چلتا رہتا ہے اور وہ اسکول چھوڑ دیتا ہے، اُسے تعلیم کی فکر ہوتی ہے اور نہ والدین کی پرواہ۔

میں نے اُن سے کہا: بے شک اِس طرح کے اِکا دُکا واقعات ہمارے ہاں بھی پیش

آتے ہیں، لیکن یہ اِنفرادی کوتاہیاں ہیں، اُن کا جماعت کی پالیسی سے کوئی تعلق نہیں، لہٰذا ان کوتاہیوں کو ان افراد کی طرف منسوب کرنا چاہیئے نہ کہ جماعت کی طرف۔

اِس لیے کہ جماعت والے کسی ملازم پیشہ شخص یا طالب علم کو ہرگز نہیں کہتے کہ: تم اپنی ملازمت چھوڑ دو یا اسکول اور کالج کی تعلیم ترک کر دو اور جماعت میں لگ جاؤ، بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ: بھائی! رخصت کے ایام ہمارے ساتھ گزارو، پھر اِخلاص اور دیانت داری سے اپنا کام کرو۔

پھر میں نے کہا کہ: ہمارے جامعہ کی مسجد میں ہر ہفتہ جماعت کا اجتماع ہوتا ہے، جس میں طلبہ اور محلّہ کے لوگ بیٹھتے ہیں اور جماعت کے کسی بزرگ کا بیان ہوتا ہے، ہم نے آج تک کسی کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ وہ طلباء سے کہیں کہ تعلیم چھوڑو اور جماعت میں چلو، بلکہ وہ تو اُنہیں خوب پڑھنے اور محنت کی ترغیب دیتے ہیں، ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ جمعہ کی رات مدنی مسجد کراچی کے تبلیغ کے مرکز میں آ جایا کریں، کیونکہ اُس دِن چھٹی ہوتی ہے اور سالانہ چھٹیوں میں ایک چلہ لگا لیا کریں۔

اصل بات یہ ہے کہ معاشرے کے ہر طبقہ میں اِکا دُکا جذباتی افراد ہوتے ہیں، جن سے اِس طرح کے غلط تصرفات صادِر ہو جاتے ہیں، آخر آپ نے بھی تو ایسے ملازمین کا تذکرہ سنا ہوگا، جنہوں نے کسی دوسری وجہ سے جذبات میں آ کر ملازمت چھوڑ دی یا ایسے طلباء کا تذکرہ بھی سنا ہوگا جو اسکول یا کالج سے بھاگ گئے۔

لہٰذا ایسے تصرفات کی نسبت ان افراد کی طرف کرنی چاہیئے نہ کہ جماعت کی طرف۔ کیونکہ جماعت کی یہ پالیسی ہرگز نہیں۔ وہ صاحب میری اِس گفتگو سے کافی مطمئن ہوئے اور کہنے لگے کہ: واقعی عوام الناس کی اِصلاح کا یہی صحیح طریقہ ہے۔

بعض مرتبہ ذہن میں شبہات اِس لیے بھی پیدا ہوتے ہیں کہ اِنسان شرعی احکام اور آداب سے ناواقف ہوتا ہے۔

اِسی طرح کا ایک قصہ ہے کہ ایک عرب ملک میں مجھے ایک عرب نوجوان ملا، جب تبلیغی جماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ: یہ جماعت بہت اچھا اور مفید کام کر رہی ہے، مگر اس میں کچھ بدعات ہیں، جن پر مجھے اعتراض ہے!

میں نے اُس نوجوان سے کہا کہ: آپ مجھے کسی ایک بدعت کی نشان دہی کر دیجئے،

تاکہ میں جماعت کے ذمہ دار حضرات تک آپ کی بات پہنچا سکوں۔

کہنے لگے: جب کوئی جماعت دعوت کے لئے نکلتی ہے تو کہتے ہیں: یہ ہمارا امیر ہے، حالانکہ یہ بدعت ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اعتراض یا اشکال اس کی دِینی معلومات کی کمی کی وجہ سے ہے۔ اِس لیے میں نے اُس نوجوان سے پوچھا: آپ کہاں کام کرتے ہیں؟

کہنے لگا: میں وزارتِ اوقاف اور مذہبی اُمور میں کام کرتا ہوں۔

میں نے کہا: آپ کے دفتر میں کتنے ملازمین کام کرتے ہیں؟

کہنے لگا: اِتنے ملازمین کام کرتے ہیں، غالبًا بیس سے پچیس تک بتائے۔

میں نے پوچھا: کیا اُن ملازمین پر کوئی نگران بھی ہوتا ہے؟

کہنے لگا: ہاں! ایک مدیر ہوتا ہے جو اُن کی نگرانی اور نظم قائم رکھتا ہے۔

میں نے کہا: کیا وزارتِ اوقاف اور مذہبی اُمور میں یہ بدعت نہیں کہ یہ مدیر ہے، اور یہ موظفین ہیں؟

کہنے لگا: یہ بدعت نہیں، بلکہ یہ ایک نظام ہے، اور نظام کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا ذمہ دار شخص ہو جو سب کی نگرانی کرے، تاکہ نظام صحیح ہو۔

اس پر میں نے کہا: برادرِ عزیز! اگر آپ اپنے شہر اور اپنے دفتر میں ہوتے ہوئے، جہاں چند ملازم کام کرتے ہیں اور ہر شخص کا کام بھی متعین ہے، اپنی یہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ ایک ذمہ دار اور نگران ہو جو اُس نظام کو صحیح چلا سکے، تو آپ خود سوچیں کہ جب ایک جماعت جو دس پندرہ اِنسانوں پر مشتمل ہو، دعوت کے لیے سفر پر نکلی ہو، کیا اس کو نظام کی ضرورت نہیں ہوگی؟ کہ ان میں ایک شخص ایسا ہو جو سب کی نگرانی کرے، ان میں نظم قائم کرے اور ان کے حالات پر نظر رکھے۔ جب کہ سفر میں اس کی ضرورت زیادہ ہے، کھانا پینا، نماز پڑھنا، سامان کی حفاظت اور دعوت کی ترتیب وغیرہ اُمور مستقل منتظم کے متقاضی ہیں۔ آپ اس نگرانی کا نام امیر رکھ دیں یا مدیر، نام سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اُس نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ: آپ نے صحیح کہا، مجھے مسئلہ سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ پھر میں نے اُس سے کہا کہ: امیر بنانا نہ صرف جائز اور مباح ہے، بلکہ سنت اور آدابِ سفر میں سے ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دِیا ہے کہ: جب ہم جماعت کی شکل میں سفر کریں تو اپنے لیے ایک امیر چن لیا کریں۔

بعض عوام اور غیر علماء سے دورانِ سفر ایک یہ اعتراض بھی سننے میں آیا کہ: جماعت نے چھ نمبر متعین کر کے باقی دِین کے شعبوں کو چھوڑ دیا ہے، جب کہ دِین زندگی کے سب شعبوں کو شامل ہے۔

یہ اعتراض بھی لاعلمی پر مبنی ہے، بے شک دِین زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے، لیکن اُس کے ساتھ ساتھ تقسیم کار بھی ایک فطری اور شرعی قاعدہ ہے، چنانچہ جس طرح کچھ لوگ پڑھنے پڑھانے، کچھ جہاد اور کچھ دِیگر شعبوں میں کام کر رہے ہیں، ٹھیک اِسی طرح تبلیغی جماعت کے بزرگوں نے اپنی فراست اور تجربہ سے یہ چھ نمبر متعین کئے کہ ان سے افرادِ اُمت کی اِصلاح اور اُن کی زندگی میں اِنقلاب آئے گا، جب افرادِ اُمت کی تربیت اور اِصلاح ہوگی تو پھر وہ زندگی کے جس شعبے میں بھی جائیں گے، وہ دِین کے احکام پر چلیں گے۔ میرے سامنے ایک واقعہ اس کی واضح مثال ہے وہ یہ کہ:

ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے پاس ایک رکشہ والا آیا اور آپؒ سے رکشہ، ٹیکسی کے کرایہ کے بارے میں سوال کرنے لگا اور بعض ڈرائیور جو میٹر وغیرہ خراب رکھتے ہیں یا سواریوں کے ساتھ دھوکا بازی کرتے ہیں، اُن کے بارے میں پوچھنے لگا، حضرتؒ نے اُس کے سوالات کے جوابات دیئے اور فرمایا: بھائی! آپ اِتنے عرصہ سے رکشہ چلا رہے ہیں اور اب آپ کو حلال وحرام کا کیسے خیال آیا؟

کہنے لگا: حضرت جی! مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دِی اور میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جانے لگا، تو مجھے حلال وحرام کی فکر ہوئی، کیونکہ اللہ کا حکم ہے، حلال کماؤ، حلال کھاؤ، حلال کھلاؤ اور حلال خرچ کرو، اِس لیے میں نے یہ مسائل پوچھے ہیں تاکہ حرام سے بچوں۔

اس کے علاوہ امیر جماعت دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے ملفوظات اور خطابات میں جابجا اس کا ذکر ہے کہ جو حضرات علم میں لگے ہوئے ہیں، وہ بھی دِین کا کام کر رہے ہیں، جو جہاد میں لگے ہوئے ہیں، وہ بھی دِین کا کام کر رہے ہیں، میں آپ کو اِس کام میں لگنے کا کہہ رہا ہوں۔

بہرحال یہ چند شبہات اور اُن کے جوابات بطورِ نمونہ پیش کر دیئے ہیں، اگر کسی کو تفصیل معلوم کرنی ہو تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی کتابیں: ۱: تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور اُن کے مفصل جوابات، ۲: الاعتدال، ۳: فضائلِ تبلیغ، دیکھ لی

جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ میں اِس جماعت کو مخلص سمجھتا ہوں، جس کا فائدہ حکومت اور عوام دونوں کو پہنچ رہا ہے۔ (ولا ازکی علی اللّٰہ أحداً)

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تبلیغی جماعت ایک کھلی ہوئی کتاب ہے، جس میں کوئی چھپی ہوئی چیز نہیں، ہر شخص قریب سے اس کتاب کو پڑھ سکتا ہے، جس کو جماعت کے بارے میں شک وشبہ ہو، اُسے چاہئے کہ جماعت کے مراکز میں جائے، اُن کے اجتماعات میں شامل ہو اور اُن کے بیانات سنے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اُن کے ساتھ وقت لگائے اور دیکھے کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ اِسی طرح جماعت کے بڑوں سے ملے اور اگر کوئی اشکال یا اعتراض ہو تو اُن کے سامنے پیش کر کے تسلی بخش جواب حاصل کرے۔

یہاں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ کی دو شہادتیں نقل کر دوں:

۱:۔ پہلی شہادت ایسے نوجوان کی ہے، جس نے جماعت کے ساتھ غیر اِسلامی ملکوں میں وقت لگایا اور اس جماعت کے نیک آثار دیکھ کر اپنی رائے کا اِظہار کیا۔

۲:۔ دوسرے ایک عالم فاضل کی ہے، جس نے اپنے دوستوں کے ساتھ رائیونڈ کے سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع میں شرکت کی، اور وہاں جو کچھ دیکھا، اُس کی رپورٹ اپنے ملک کے بڑے عالم کو پیش کی۔

ایک عرب نوجوان کی شہادت کے سلسلہ میں عرض ہے کہ ۱۹۹۵ء میں امریکا کے ایک سفر کے دوران شکاگو کی ایک مسجد میں میری اُس سے ملاقات ہوئی۔

ہوا یوں کہ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک مسجد میں عشاء کی نماز ادا کی، مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، یہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی، نماز کے بعد کسی نے بتایا کہ یہاں عربوں کی جماعت آئی ہوئی ہے، ہم اُن سے ملنے کے لیے گئے، تعارف ہوا۔ جب امیر صاحب کو معلوم ہوا کہ ہمارا تعلق پاکستان سے ہے تو اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور الگ ایک جگہ بیٹھ گئے اور مجھ سے جماعت کے بارے میں سوالات کرنے لگے۔ میں نے اپنی معلومات کے مطابق اُن کو جوابات دیئے، تو کہنے لگے: یا شیخ! میرے ملک میں بعض لوگ اِس جماعت کے خلاف باتیں کرتے ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ میں نے ان ملکوں میں اس جماعت کے جو اچھے اثرات دیکھے ہیں، وہ اِس بات کی کھلی اور روشن دلیل ہے کہ یہ اہلِ حق

کی جماعت ہے۔

اس عرب نوجوان کا: ''اچھے اثرات'' کہنے کا معنیٰ یہ تھا کہ وہ اِسلامی مظاہر، جوان ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔یعنی باوجود اس کے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں، مگر اُن کا دِین کی طرف متوجہ ہونا، اپنے اور اپنی نئی نسل کے اِیمان و اِسلام کی فکر کرنا، اس کے لیے جگہ جگہ مساجد تعمیر کرنا اور مساجد میں قرآنِ کریم کی تعلیم کے لیے مکاتب کا اِجراء وغیرہ، یہ اسی کی برکت ہے کہ اب وہ مسلمان خود بھی مساجد میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لاکر مکاتب میں قرآنِ کریم کی اور دِین کے بنیادی مسائل کی تعلیم دِلواتے ہیں، جب کہ اس سے پہلے وہ مغربی تہذیب اور وہاں کی مادی زندگی پر اِس قدر فریفتہ ہو چکے تھے کہ اُنہیں دِین و اِیمان تک کا کچھ پتہ نہ تھا۔

اب جب کہ وہ جماعت کی محنت کی برکت سے دِین کی طرف متوجہ ہوئے تو اپنی مساجد کے لیے اِسلامی ملکوں سے علماء، ائمہ اور خطباء اور مکاتب کے لیے حفاظ اور قراء لائے، تاکہ وہ اُنہیں دینِ اسلام سکھائیں۔

ایک دوسری شہادت ایک بہت بڑے عالمِ دِین کی ہے، جن کا تعلق ایک عرب برادر ملک سے ہے اور وہ ہیں: فضیلۃ الشیخ صالح بن علی الشویمان حفظہ اللہ تعالیٰ جو خود بنفسِ نفیس رائیونڈ کے سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع میں شریک ہوئے اور پھر اُس کی رپورٹ اپنے ملک کے مفتی اعظم کو پیش کی، چنانچہ وہ رپورٹ ملاحظہ ہو:

پاکستان کی تبلیغی جماعت کے بارے میں فضیلۃ الشیخ صالح ابن علی الشویمان کی رپورٹ:

جواُنہوں نے ۱۴۰۷ھ میں پیش کی، یہ رپورٹ ایک کتاب ''**جلاء الاذهان عما اشتبه فی جماعة التبليغ بعض اهل الايمان**'' سے لی گئی ہے جو مختلف خطوط کا مجموعہ ہے، جسے محترم مولانا غلام مصطفیٰ حسن صاحب نے جمع کیا ہے اور مکتبہ محمدیہ ۸۶۔ وی: ا، کشمیر روڈ غلام محمد آباد، فیصل آباد نے چھاپا ہے:

''**بسم الله الرحمن الرحيم**

سماحة الوالد الكريم الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن باز الرئيس العام لادارة البحوث العلميه والأفتاء والدعوة والارشاد حفظه الله من كل سوء ووفقه وسدد خطاه آمين۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد!

میری رخصت ۱/۳/ ۱۴۰۷ھ کو شروع ہوئی اور میں ۳/۳/ ۱۴۰۷ھ کو علماء اور طلباء کی ایک جماعت کے ساتھ پاکستان کے سفر پر روانہ ہوا، ان علماء اور طلباء کا تعلق مملکت کی مختلف جامعات سے تھا، یعنی جامعۃ الاسلامیہ، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ اور جامعۃ الملک سعود وغیرہ۔

اِس سفر میں ہم نے عجائبات کا مشاہدہ کیا، جب ہم لاہور کے ہوائی اڈے پر پہنچے تو ہمارا اِستقبال ایک ایسی صالح نوجوانوں کی جماعت نے کیا، جن کے چہروں اور داڑھیوں سے علم اور اِیمان کا نور چمک رہا تھا۔

ہم ہوائی اڈے کی مسجد میں پہنچے، تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد ہم سب مل جل کر بیٹھ گئے، ہمارا تعلق مختلف ممالک سے تھا، اب ان میں سے ایک نوجوان اُٹھا اور اس نے ایسا بیان شروع کیا جو دِلوں کو کھینچ رہا تھا، پھر گاڑیاں آ گئیں اور ہمیں رائیونڈ (تبلیغی مرکز) لے گئیں، جہاں سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع منعقد ہوتا ہے، وہ خوبصورت اجتماع جسے دیکھ کر دِل میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور آنکھیں ڈر، خوشی اور اللہ کے خوف سے بارش کی طرح آنسو بہاتی ہیں، یہ اجتماع اہلِ جنت کے اجتماع سے مشابہ ہے، جہاں نہ کوئی شور وغل تھا اور نہ کوئی تکلیف، نہ کوئی فضول بات، نہ لاقانونیت اور نہ جھوٹ۔ صاف ستھرا ماحول، نہ کوئی بدبو اور نہ کوئی گندگی۔ ہر چیز ذہانت وسلیقہ سے ترتیب دِی ہوئی تھی۔ نہ ٹریفک پولیس، نہ عام پولیس اور نہ کوئی چوکیدار۔ جب کہ اجتماع میں آنے والوں کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ ہے۔

ایک فطری اور پاکیزہ زندگی ہے، جہاں ذکر اللہ کی فضا پھیلی ہوئی ہے، دِن رات ہر طرف علمی، محاضرات، دروس اور ذکر اللہ کے حلقے لگے ہوئے ہیں، بخدا! یہ ایک ایسا اجتماع ہے جس سے دِل زندہ اور اِیمان چمکتا ہے اور اس میں اِضافہ ہوتا ہے۔

کتنا بارعب اور کتنا خوبصورت اجتماع ہے جو آپ کے سامنے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی بولتی ہوئی تصویر پیش کرتا ہے۔ ہر طرف محنت، علم، ذکر، میٹھی گفتگو، خوبصورت اعمال، عمدہ اِسلامی حرکات اور اِیمان اور علم سے چمکتے ہوئے چہرے آپ کو ملیں گے۔ آپ اس اجتماع میں صرف توحید، ذکر، تسبیح وتحمید، تحلیل وتکبیر، قرآن کریم کی تلاوت، السلام علیکم، وعلیکم السلام و رحمة الله اور جزاکم الله خیراً جیسی باتیں سنیں

گے۔

آپ کی نگاہ ایسی چیزوں پر پڑے گی جن سے آپ کوخوشی ہوگی اور آپ کا دِل باغ باغ ہوجائے گا اور وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں کوتر وتازہ وزندہ کرنا ہے، جنہیں آپ ہر آن اور ہر وقت دیکھ کر لطف اندوز ہوں گے، یہ کتنا خوبصورت اور کتنا ہی عمدہ عظیم الشان اجتماع ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہاں آپ کو واضح طور پر قرآنِ کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا عملی نمونہ نظر آئے گا، کیا ہی خوب پاکیزہ اور سعادت مند زندگی ہے۔

میرے دِل میں بار بار یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش! اِس قسم کی دعوت کا اجتماع مملکت سعودی عرب میں بھی منعقد ہو، اِس لیے کہ ہر اچھے کام اسی مملکت کے ساتھ زیب دیتے ہیں اور اس لیے بھی کہ مرحوم ملک عبدالعزیزؒ کے اِبتدائی تابندہ دور سے لے کر مملکت ہمیشہ ہر عمل خیر میں آگے آگے رہی ہے۔

اِس عظیم اجتماع میں اکٹھے ہونے والے افراد جن کا تعلق دنیا کے مختلف ملکوں سے تھا، سب کی ایک شکل، ایک طبیعت، ایک بات اور ایک ہدف ہے، گویا وہ سب ایک باپ کی اولاد ہیں یا یہ سمجھیں کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ایک دِل پیدا فرمایا اور اُن سب میں تقسیم کر دِیا ہے۔

ان سب کا مقصد اور غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ دِین کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور مسلمان نوجوانوں کی اِصلاح کی جائے اور غیر مسلموں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کی جائے۔ تعجب ہے کہ ایسے صالحین کے خلاف جھوٹی خبریں پھیلانے والے کیوں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں؟؟؟

ان حضرات کے بارے میں شیخ عبدالمجید زندانی نے کیا خوب فرمایا ہے: ’’یہ تو آسمان کی مخلوق ہے جو زمین پر چل پھر رہی ہے۔‘‘

اس کے بعد کون ایسا دِل ہوگا جو ان کو برا بھلا کہے اور ایسی باتوں کی تہمت لگانے کی جرأت کرے گا جو ان میں نہیں ہیں!۔

میرا خیال یہ ہے کہ اِس جماعت کا ہدف اور مقصد بھی وہی ہے جو ہماری مملکت کا ہے اور وہ ہے: دنیا کے اِنسانوں کی اِصلاح اور زمین کے چپہ چپہ پر امن وامان کی ترویج، اب

آپ ہی بتائیں! کہ کون سی بات اُن کی قابلِ گرفت ہے؟؟

اب دوبارہ اجتماع کی طرف آیئے! عشاء کے بعد جب بیان ختم ہوتا ہے تو دائیں، بائیں نگاہ دوڑائیں تو آپ کو مختلف علمی حلقے نظر آئیں گے، اُن میں جس حلقے میں بھی آپ بیٹھیں گے، لطف اندوز ہوں گے اور وہاں سے کچھ نہ کچھ فائدہ اُٹھا کر ہی اُٹھیں گے، پھر جب سونے کا وقت ہوجاتا ہے اور چاروں طرف خاموشی اور سکون طاری ہوجاتا ہے تو آپ ان کو دیکھیں گے گویا جگہ جگہ ستون کھڑے ہیں اور نماز میں مشغول ہیں اور جب رات کا آخری وقت ہوتا ہے تو ان کو دیکھیں گے گویا شہد کی مکھیاں ہیں جو بھنبھنا رہی ہیں، ہر طرف آہ و بکا اور رورو کے ہاتھ اُٹھائے دعا کر رہے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ ان کے اور تمام مسلمانوں کے گناہ معاف فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے تمام مسلمان بھائیوں کو جہنم کی آگ سے بچائے اور سب لوگوں کو ہدایت بخشے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کریں۔

مختصر یہ کہ یہ ایک ایسا اجتماع ہے، جس میں ہر عالم اور ہر طالبِ علم کو آنا چاہئے، بلکہ ہر اُس مسلمان کو آنا چاہئے جو دِل میں اللہ کا خوف اور آخرت میں جنت کی اُمید رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے ذمہ دار حضرات کو جزائے خیر دے، اُن کو ثابت قدم رکھے، اُن کی مدد فرمائے اور اُن کے ذریعہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ۔

اب ان کے بارے میں سنیں جو اس اجتماع میں آنے والوں کی خدمت پر مقرر ہیں، وہ سب کے سب قرآنِ کریم کے حافظ ہیں، آٹا پیسنے والے کی زبان پر اللہ کا نام اور تسبیح وتکبیر جاری ہے، آٹا گوندھنے والے کی زبان پر اللہ کا نام، اَللّٰهُ أَكْبَر، سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جاری ہے، اور روٹی پکانے والے کی زبان پر بھی اللہ کا نام، اللہ کا ذکر، تسبیح، تحمید اور تکبیر جاری ہے اور یہ ہم نے اُس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، جب کہ اُن کو ہمارے آنے کی پیشگی کوئی اِطلاع نہیں تھی اور نہ ہی اُن کو پتہ چلا کہ ہم دیکھ اور سن رہے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اُن پر بصیرت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور اپنے ذکر کی توفیق دِی ہے، اور اُن کو وہ سیدھا راستہ دِکھایا ہے جس کی ہر مسلمان تمنا کرتا ہے۔

سَمَاحَةُ الشَّيْخ! حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اِس جماعت میں شامل ہوگا اور ان کی صحبت میں شامل ہوگا اور ان کی صحبت میں رہے گا وہ ضرور عملی طور پر داعی اِلی اللہ بن کر

رہے گا۔

کاش! میں جب جامعہ میں طالبِ علم تھا، اُس وقت سے اِس جماعت سے متعارف ہوتا تو آج میں دعوت اور تمام علوم میں علامہ ہوتا۔

بخدا! میرا ان کے بارے میں یہ اعتقاد ہے اور قیامت کے روز کہ: ''جس دِن مال، اولاد اور کوئی چیز کسی کے کام نہ آئے گی'' اگر جبار مجھ سے پوچھیں گے تو میں یہی جواب دوں گا۔

فَضِيلَةُ الشَّيخ! کاش! وہ تمام دعاۃ حضرات جو آپ کے مبارک شعبہ کے ماتحت کام کرتے ہیں، وہ اس اجتماع میں شریک ہوں، اور جماعت کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلیں اور اِخلاص اور دعوت کا انداز سیکھیں اور صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے اخلاق سیکھیں! اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کو حق دِکھائے اور اُس کی اِتباع کی توفیق دے اور رُشد و ہدایت کی رہنمائی فرمائے اور اخلاص اور صحیح اعمال کی توفیق دے اور ہمیں ہمارے نفس، خواہشات اور شیطان کے شر سے بچائے اور اپنے دِین کی نصرت فرمائے اور کلمۂ حق کو بلند کرے اور ہماری حکومت کو اِسلام سے عزت دے اور اِسلام کو اُس کے ذریعہ عزت دے اور وہی اُس کے ولی اور اس پر قادر ہیں۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ

صالح بن علی الشویمان

عنیزہ کے علاقہ میں

دعوت وارشاد کا نمائندہ''۔

اِس رپورٹ کے جواب میں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے اُن کو جو خط لکھا ہے اور جس کا نمبر ہے: ۱۰۰۷خ ۱۷۔۸۔۱۴۰۷ھ، وہ درج ذیل ہے:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبدالعزیز بن باز کی طرف سے (روحانی بیٹے) مکرم ومحترم فضیلۃ الشیخ صالح بن علی الشویمان کی جانب! آپ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک بنائے، آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد!

میں نے آپ کی رپورٹ جو آپ نے پیش کی ہے پڑھی ہے، جس میں آپ نے اپنے

اور اپنے ساتھ جانے والے علماء اور طلباء، جن کا تعلق الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ، جامعۃ الامام محمد بن سعود اور جامعہ ملک سعود وغیرہ سے ہے، اس اجتماع میں شریک ہونے کی تفصیلات لکھی ہیں، جسے تبلیغی جماعت نے رائیونڈ میں ربیع الاول ۱۴۰۷ھ میں منعقد کیا ہے اس رپورٹ کو میں نے پڑھا ہے اور اسے کافی وشافی پایا ہے، اس رپورٹ میں اس اجتماع کی ایسی باریک تصویر پیش کی گئی ہے، جسے پڑھنے والے کو ایک شوق پیدا ہوتا ہے اور رپورٹ پڑھنے والا ایسا محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ خود اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

مجھے اس سے بھی بہت خوشی ہوئی کہ آپ سب حضرات نے اس اجتماع سے بہت سے فوائد حاصل کئے اور ذمہ دار حضرات سے تبادلہ خیالات کیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، اور اس قسم کے اجتماعات زیادہ سے زیادہ ہوں اور ان سے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نفع دے۔

بے شک اس وقت مسلمانوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس قسم کی پاکیزہ ملاقاتیں ہوں، جن میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا تذکرہ ہو اور جن میں اِسلام کو مضبوط پکڑنے، اُس کی تعلیمات پر عمل کرنے اور توحید کو بدعات اور خرافات سے پاک رکھنے کی دعوت ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو، چاہے حاکم ہوں یا رعیت، اِس فرض کی کامل ادائیگی کی توفیق دے۔'' (ہفت روزہ ختمِ نبوّت کراچی، جلد ۲۷، شمارہ ۴۱)

۹......حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب دامت برکاتہم کے تاثرات:

صاحبزادہ مولانا مفتی فصیح الرحمٰن صاحب، مدرس جامعہ بنوری ٹاؤن رقمطراز ہیں:

''۱۵/ مارچ بروزِ جمعرات ۲۰۱۲ء کو استاذِ محترم حضرت مولانا محمد عادل صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا لطف اللہ عباسیؒ کے خلیفہ مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب کے ہاں حاضر ہوئے۔ حضرت خود ہی باہر تشریف لائے اور ہمیں اپنے مہمان خانہ میں بٹھایا۔ اُستادِ محترم نے درخواست کی کہ ساتھیوں سے کچھ بات ہو جائے، حضرت نے تواضعاً منع فرمایا، پھر کہنے لگے: مجھے تو بات کرنی نہیں آتی، لیکن اپنی ابتدائی زندگی کا قصہ سناؤں کہ کس طرح میرا پہلی مرتبہ تبلیغی جماعت میں وقت لگا اور اُس کے بعد کیا واقعات پیش آئے۔ اِس قصہ سے مقصود تبلیغی محنت اور اس کام کی حقیقت بتانا ہے۔

فرمانے لگے کہ اِبتداء میں میں صرف شبِ جمعہ کے لئے مکی مسجد جایا کرتا تھا، جہاں مختصر سا مجمع ہوتا تھا، یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے اور اس وقت تک ہماری مسجد (غفوریہ مسجد) میں تبلیغ کا کام شروع نہیں ہوا تھا، حضرات کو بڑی فکر تھی کہ کسی طرح اِس مسجد میں کام شروع ہو جائے، چنانچہ سہ روزہ کی جماعت ہماری مسجد میں تشریف لائی، جس میں الحاج بھائی محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق امیر تبلیغی جماعت کراچی) بھی تھے، دو دِن تک بیانات ہوتے رہے، لیکن مسجد سے کوئی بھی وقت لگانے کے لئے تیار نہیں ہوا، تیسرے دن بھائی امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا، بیان کے بعد مطالبہ شروع ہوا، لیکن کوئی تیار نہیں ہوا، آخر میں، میں نے نام لکھوایا، اِس نیت سے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ حضرات تین دِن سے مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن کہ تبلیغ کے کام کی نیت سے کوئی تیار نہیں ہو رہا ہے۔ اور پھر میرے ساتھ سترہ افراد وقت لگانے کے لئے تیار ہوئے اور ہماری تشکیل جامعہ فاروقیہ (شاہ فیصل کالونی کراچی) ہوئی۔

جامعہ فاروقیہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی زیارت ہوئی، اُن تین دِنوں میں میری عجیب کیفیت تھی اور ہر وقت ایسا لگتا تھا جیسے میں ہوا میں اُڑ رہا ہوں اور بے اِختیار رونا آتا تھا، ایک دفعہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے دریافت بھی فرمایا کہ کیوں روتے ہو؟ تیسرے دِن مشورہ میں میرا بیان طے ہوا، میں نے منع بھی کیا کہ مجھے بیان کرنا نہیں آتا، لیکن سارے ساتھیوں کا اِصرار تھا کہ آپ ہی بیان کرو گے۔ میں جب بیان کے لئے کھڑا ہوا تو ایک طرف حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم طلباء کو حدیث کا درس دے رہے تھے، حضرت مجھے دیکھتے ہی اپنا درس چھوڑ کر طلباء سمیت بیان میں تشریف لائے، میں سرتاپا پسینہ ہو گیا اور عجیب کیفیت ہو گئی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، لیکن اللہ نے مدد فرمائی اور کچھ بات کر لی۔

حضرت فرمانے لگے کہ ہمارے ایک ساتھی بھائی شمیم تھے، مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مرید تھے، اُن پر بہت زیادہ رقت طاری ہوتی تھی اور بے اِختیار روتے تھے، بیان کے بعد اُنہوں نے دعا کی اور پورا مجمع ان کے ساتھ بے اختیار رو رہا تھا، مسجد میں ایک عجیب کیفیت بن گئی تھی۔

تین دِن کے بعد ہماری واپسی ہوئی اور اُس کے بعد عجیب کیفیت تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آیا اِس کام میں شامل ہو جاؤں یا نہیں۔ شبِ جمعہ کو اِستخارہ کا اِرادہ کیا، غسل کیا

اور کپڑے دھوکر صاف کپڑے پہنے اور دو رکعت نفل پڑھ کر اِستخارہ کی دعا پڑھ کے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں عشاء کی نماز کے لئے مسجد جا رہا ہوں، راستے میں میرے ماموں (مولانا نجم اللہ صاحب کے والد) ملے جو ہمارے ساتھ جماعت میں بھی تھے، اُن کے پاس گاڑی تھی، مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: نماز کے لئے، اُنہوں نے کہا کہ میں نے بھی نماز نہیں پڑھی ہے، ساتھ چلتے ہیں، میں اُن کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گئے، سامنے دیکھتے ہیں تو بیت اللہ شریف نظر آتا ہے، میں بہت خوش ہوا اور یہ خیال آیا کہ میں ۱۹۷۲ء میں حج کے لئے آیا تھا تو حج کی وجہ سے کافی رش تھا، ابھی حج کا موسم نہیں ہے، رش نہیں ہوگا، تو زمزم کا پانی خود ڈول کے ذریعہ نکال کر خوب پیوں گا، اِس زمانہ میں ڈول کے ذریعہ بھی زمزم کا پانی نکالا جاتا تھا، جب ہم قریب گئے تو وہاں بہت زیادہ رش تھا اور بیت اللہ کے اِردگرد بڑا مجمع تھا، میں نے پوچھا کہ یہ مجمع کیوں ہے؟ ابھی تو حج کا موسم نہیں ہے تو کسی نے کہا کہ یہ تبلیغ والوں کا اجتماع ہے، میں نے کہا کہ میرا تو اِرادہ تھا کہ میں بہت زیادہ زمزم کا پانی پیوں گا، ابھی یہ لوگ یہاں جمع ہو گئے ہیں تو میں کس طرح زمزم پیوں گا؟ کسی نے کہا کہ تبلیغ والوں نے باہر زمزم کا پائپ لگایا ہے اور چار نل لگائے ہیں، آپ وہاں جا کر زمزم پی لو! میں جب وہاں آیا تو واقعی چار نل لگے ہوئے تھے اور چاروں طرف پانی بہہ رہا تھا اور اُس کے قریب دو حوض بھی بنے ہوئے تھے، ایک کا پانی گدلا تھا اور ایک کا پانی صاف شفاف تھا، میں نے دریافت کیا کہ یہ دو حوض کس لئے ہیں؟ تو بتایا گیا کہ جس حوض کا پانی گدلا ہے، اُس میں لوگ آکر صفائی حاصل کرتے ہیں اور پھر اُس کے بعد شفاف پانی والے حوض میں چلے جاتے ہیں، ہم نے زمزم کا پانی پیا، اُس کے بعد بیداری ہوئی۔ اس خواب کی تعبیر یہ ذہن میں آئی کہ بیت اللہ میں تبلیغ والوں کا اجتماع اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دعوت کا کام حضور ﷺ نے یہاں سے شروع فرمایا تھا اور باہر زمزم کے پانی کے چار نلوں کا ہونا اِس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ اِس کام کا فیض چاروں طرف پورے عالم میں پھیلے گا اور دو حوض ایک کا پانی گدلا اور ایک کا پانی صاف شفاف اِس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ جو شخص اِس کام میں لگے گا تو گناہوں کا سارا میل کچیل اُتر جائے گا اور صاف شفاف ہو جائے گا۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ: کچھ عرصہ بعد میں نے ایک دوسرا خواب دیکھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں نماز کے لئے مسجد جا رہا ہوں، جب مسجد پہنچتا ہوں تو وہاں بہت زیادہ رش ہوتا ہے، پوری مسجد بھری ہوئی ہے، باہر سڑک اور فٹ پاتھ پر بھی لوگ ہیں، پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں اور حضور ﷺ خود ہی نماز پڑھائیں گے، نماز ہوئی، اُس کے بعد اعلان ہوا کہ ابھی حضور ﷺ کا بیان ہوگا، میں مسجد کے اندر جانے لگا تو ایک صاحب نے کہا کہ آپ یہیں بیٹھ کر بیان سنیں، اندر نہ جائیں، ابھی اِنتشار ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو اندر جا کر سنوں گا، حضور ﷺ کی زیارت کے بغیر تو مجھے بیان سننے میں مزہ نہیں آئے گا، تو اُن صاحب نے اجازت دی اور کہا کہ آپ اکیلے ہی اندر چلے جاؤ، میں اندر گیا، حضور ﷺ کے پرنور چہرہ کی زیارت ہوئی اور آپ کی داڑھی مبارک کے بال ایسے چمک رہے تھے، جیسے سیم وزر کی تاریں چمکتی ہوں۔ حضور ﷺ بیان فرما رہے ہیں اور تبلیغی کام کے بارے میں اِرشادات اور ہدایات فرما رہے ہیں، پھر آخر میں فرمایا کہ آپ کو اِس کام میں ایسی جگہ جانا ہو، جہاں پانی نہ ہو تو تیمّم کرنا اور پھر حضور ﷺ نے عملی طور پر تیمّم کا طریقہ بھی سکھلایا، لیکن اس میں حضور ﷺ نے دونوں پاؤں پر بھی تیمّم کر کے دِکھلایا، میرے برابر میں دو عالم حضرات بیٹھے تھے، اُنہوں نے کہا کہ ہم نے تیمّم کا جو طریقہ کتابوں میں پڑھا ہے اس میں تو پاؤں کا تیمّم نہیں ہے؟ تو میں نے اُن سے کہا کہ ہمارے پڑھنے کا اعتبار نہیں ہے، جو صاحبِ شریعت فرما رہے ہیں اُس کا اعتبار ہے۔ بیان ختم ہونے کے بعد ہم نے حضور ﷺ سے مصافحہ فرمایا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور معمولی سواری پر بیٹھ کر تشریف لے گئے، اُس کے بعد بیداری ہوئی۔ حضرت نے یہ خواب سنانے کے بعد فرمایا کہ: حضور ﷺ کا پاؤں پر تیمّم کرنا اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اِس کام میں لگنے سے گناہوں سے پاکی حاصل ہوتی ہے، جس طرح تیمّم پاکی کا ذریعہ ہے۔

اس کے بعد حضرت مدظلہم نے اپنی ایک تشکیل کی کارگزاری سنائی کہ ہم NED یونیورسٹی کے ہاسٹل میں گشت کرنے گئے، ایک کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا، ایک نوجوان نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا کہ تم تبلیغ والے کسی کو معاف نہیں کرتے ہو۔ میرا کل پرچہ ہے، مجھے تیاری کرنی ہے، میں آپ لوگوں کو وقت نہیں دے سکتا ہوں، حضرت فرمانے لگے کہ میں نے اُس سے کہا کہ ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے، وہ دس منٹ وقت دینے پر خوشی سے راضی

ہوا، میں نے اُس سے کہا کہ ہم صرف پانچ منٹ بات کریں گے، اُس سے پانچ منٹ بات ہوئی کہ آپ اِمتحان کے بعد کچھ وقت لگا لیں، اُس نے کہا کہ بہت مشکل ہے، میں تین سال سے اپنے علاقہ کوئٹہ نہیں گیا ہوں، اِس سال میں نے اِرادہ کیا ہے کہ میں ضرور کوئٹہ جاؤں گا۔ میں نے اِصرار کیا کہ اِس سال وقت لگا لو، اگلے سال پھر اپنے علاقہ چلے جاؤ، لیکن وہ بظاہر اِس بات پر راضی نہیں ہوا، بات کرنے کے بعد ہم پھر چلے گئے۔

کچھ عرصہ بعد ہماری تشکیل کورنگی ہوئی، وہاں ایک مسجد گئے، تو ایک خوبصورت باشرع نوجوان نے نماز کے بعد تعلیم کرائی، تعلیم کے بعد وہ مجھ سے ملا، میں نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا، اس نے کہا کہ میں وہی لڑکا ہوں جس کو آپ نے کہا تھا کہ اس سال اپنے علاقہ نہیں جاؤ اور کچھ وقت لگا لو، اُس وقت تو میں تیار نہیں ہوا تھا، لیکن بعد میں میرے دِل میں بات آئی اور میں کوئٹہ جانے کے بجائے جماعت میں چلا گیا اور داڑھی بھی رکھ لی ہے اور ابھی میں جماعت میں چل رہا ہوں، اُس کے بعد حضرت نے دوسری کارگزاری سنائی کہ اُسی یونیورسٹی میں ایک سیاسی جماعت کا لیڈر بھی تھا، وہ تبلیغی جماعت والوں کو بہت تنگ کرتا تھا اور اُن پر اعتراضات کرتا اور اُن سے بے جا سوالات کرتا تھا، جماعت والوں نے مجھ سے کہا کہ اس شخص سے آپ بات کرلیں اور آپ اُن کے اعتراضات کا جواب دے سکتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے خود کچھ نہیں آتا کہ میں اُس کے اعتراضات کا جواب دوں، اللہ جو بات دِل میں ڈالے وہ اُس سے کرلیں گے۔ دو ساتھیوں کو ذکر میں بٹھایا اور اُس سے بات شروع کی، اس شخص نے اعتراضات شروع کر دیئے، سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ تبلیغ والے صرف اسی کام کو کام سمجھتے ہیں، باقی کاموں کو دِین کا کام نہیں سمجھتے ہیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے کہ یہی صرف دِین کا کام ہے، باقی بھی جتنے کام اور محنتیں دِین کی ہو رہی ہیں وہ بھی ہیں، البتہ دنیا میں اُصول اور تجربہ یہ ہے کہ اِنسان کسی کام میں اُس وقت تک صحیح طور پر کامیاب نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ اس کام کو اپنے اُوپر سوار اور غالب نہ کرلے، تبلیغ والوں نے اس کام کو اپنے اُوپر سوار اور غالب کیا ہے کہ یہی ہمیں کرنا ہے، اِس وجہ سے وہ اس میں کامیاب ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ باقی دِین کے کاموں کو دِین کا کام نہیں سمجھتے، اس کے بعد یہ صاحب وقت لگانے کے لئے تیار ہوئے اور بعد میں مستقل تبلیغی جماعت کے ساتھ جڑے رہے۔

حضرت نے یہ چند واقعات سنائے اور بھی کئی باتیں فرمائیں اور فرمایا کہ ان کے سنانے سے میرا مقصود اس کام کی حقیقت کو بتلانا ہے کہ یہ دنیا میں دِین کے پھیلانے کا ایک اچھا راستہ ہے، آخر میں مجلس برخاست ہوئی اور حضرت نے دعا فرمائی۔'' (ماہنامہ بینات جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ)

۱۰..... مفتی نذیر احمد قاسمی (صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم رحیمیہ بانڈی) کے تاثرات:

کتاب وسنت کے حوالے سے مسائل کا حل

دعوت کی محنت اللہ سے تعلق، نبی ﷺ کی اطاعت اور آخرت کی کامیابی کا سبب:

س: - دعوت وتبلیغ کی محنت جو پورے عالم میں ہورہی ہے، اس کے بارے میں ایک شخص نے اجتماع میں عام لوگوں میں کھلے طور ایک اشکال پیدا کیا کہ دعوت کی محنت میں جانے والے اپنا وقت ضائع کررہے ہیں اور یہ لوگ دربہ در ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ اُن پر کفر کا اِلزام لگارہے ہیں اور عام لوگوں میں تأثر پیدا کررہے ہیں کہ یہ دعوت کی محنت ''دین'' کے خلاف مہم ہے۔ اس بارے میں تفصیل سے واضح کریں۔ شبیر احمد لون کپوارہ، کشمیر

جواب: - دعوت وتبلیغ کی محنت پورے عالم میں جاری ہے اور یہ کروڑوں اِنسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنی ہے۔ اس کے عالمی اجتماعات جورائے ونڈ لاہور، بھوپال اور بنگلہ دیش میں ہر سال ہوتے ہیں۔ اُن اجتماعات میں شریک ہونے والے ساری دنیا کے داعیان دین اس کا برملا ثبوت ہے کہ یہ عالمی محنت ہے۔

اس محنت کے اہم مقاصد اللہ سے تعلق، توحیدِ خالص، رسول رحمت (ﷺ) کی حقیقی محبت اور اُن کی ایک ایک سنت اپنانے کی محنت، ہر طرح کی برائیوں سے مکمل پرہیز اور اجتناب، دین سے دور انسانوں کو دین سے قریب کرنے کے لئے اُن کے گھروں پر جا جا کر اُن کی منت سماجت کرکے دین سیکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا، دین کے لئے جان اور مال لے کر پھرنا، خود سنتوں کے مطابق زندگی گزارنا اور دوسروں کو بھی سنتوں کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے تیار کرنا نیز مسلمانوں کی کسی بھی دینی جماعت کی نہ مخالفت کرنا اور نہ اُن کے خلاف بیان یا تنقید کرنا۔ صرف اپنا کام مثبت طریقے پر کرنا۔ یہ دعوت وتبلیغ کی اس عالمی محنت کے نمایاں اوصاف ہیں۔

چنانچہ عمومی طور پر دیکھا جائے تو اس سے وابستگی کے بعد نوجوان باحیاء، پاک دامن اور تمام اُن جرائم سے اجتناب کرنے والے بن جاتے ہیں جن میں عموماً آج کے نوجوان مبتلا ہوجاتے ہیں۔ جو نوجوان دعوت کی اس محنت سے جڑ جاتا ہے وہ عموماً محفوظ رہتا ہے اور دوسروں کو بھی محفوظ رکھنے کے لئے محنت بھی کرتا اور آنسو بھی بہاتا ہے۔ ہر تبلیغی مرکز پر اس کا مشاہدہ ہوسکتا ہے۔

دعوت کے ساتھ جڑنے والا اگر ملازم ہوتا ہے تو عموماً وہ رشوت خوری سے محفوظ، کام چوری سے دور، اپنے عہدے کو اپنی ذات کے لئے استعمال کرنے کے بجائے خدمت خلق میں محور بننے اور اپنی ڈیوٹی اچھی طرح انجام دینے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ دعوت وتبلیغ سے وابستہ شخص تجارت کرتا ہے تو غیر شرعی چیزوں کی تجارت سے پرہیز کرتا ہے۔ خریدار کو دھوکہ دینے سے اور غلط قیمت وصول کرنے سے بھی پوری طرح پرہیز کرتا ہے۔ یہ عمومی مشاہدہ ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر چونکہ فرض ہے کہ وہ صحیح اسلامی عقائد اپنائے، تمام فرائض وسنن کو ادا کرے اور تمام حرام کاموں سے پرہیز کرے، آخرت کی ابدی زندگی کے لئے تیاری کرے اور یہ یقین رکھے کہ تمام انسانوں کی کامیابی اللہ کے احکام کو پورا کرنے اور رسول اکرم ﷺ کے طریقوں میں ہے۔ یہ عظیم حقیقت اپنی زندگی میں آجائے اور دوسرے بھی اس پر کھڑے ہوجائیں۔ اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ دعوت وتبلیغ کی محنت یہی ہے۔ اس میں نہ مسلکی نزاع ہے، نہ کسی کی نفی یا مخالفت اور نہ ہی تنقید یا کسی تحقیر وتشنیع۔

سب سے بہتر یہ ہے کہ اس کام کی اہمیت، افادیت اور حقیقت سمجھنے کے لئے خود اس کام کے ساتھ جڑ کر وقت لگائیں۔ پھر خود اندازہ ہوگا کہ ایمان میں اضافہ، اعمال کا شوق، سنت کی زندگی اپنانے کی فکر، گناہوں سے بچنے اور حرام کاموں سے دور رہنے کا حوصلہ پیدا ہوا یا نہیں۔ اللہ کا تعلق، ذاتِ رسالت کی محبت اُن کی اطاعت واتباع، آخرت کی فکر اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا جذبہ اُبھر گیا یا نہیں۔ اُمت کی بے دِینی اور گمراہی کے پھیلاؤ نے جو ماحول پیدا کیا ہے اُس پر غم کھانے، تڑپنے اور بلکنے کا مزاج، اپنے گناہوں پر استغفار اور آئندہ ہر طرح گناہوں سے اِجتناب کا عزم پیدا ہوا یا نہیں۔

اگر یہ کیفیات پیدا ہوگئیں اور اُمید قوی ہے کہ یہ جذبات واحساسات ضرور پیدا

ہو جائیں گے تو اُس کے بعد خود اپنے ضمیر سے پوچھ لیں کہ جماعت میں وقت لگانا مفید ہوا یا یہ صرف وقت کا ضائع کرنا ہوا۔

اس دعوت میں اِنفرادی اعمال میں قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ صبح وشام کی تسبیحات بھی بتائی جاتی ہیں اور اُن تسبیحات پر پابندی کرائی جاتی ہے۔ اُن تسبیحات میں ایک تسبیح درود شریف کی بھی ہے۔ یہ درود شریف صبح وشام تین تین سو اور کم از کم سو مرتبہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ یہ دِین کے خلاف یا درود کے خلاف محنت ہے یہ غلط فہمی ہے حکمت، نرمی اور حسنِ اخلاق سے اُن کو بھی سمجھانا چاہئے جو اس طرح کی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

کسی پر کفر کی تہمت لگانا نہایت خطرناک ہے۔ بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ جس نے کسی پر کفر کا حکم لگایا اگر وہ اس کا مستحق نہ تھا تو وہ کفر واپس اُس کہنے والے پر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ (بشکریہ روزنامہ کشمیر عظمیٰ، سری نگر)

۱۱...حضرت سیّد نفیس شاہ الحسینیؒ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ):

''ایک مرتبہ دورانِ گفتگو ایک صاحب بولے کہ حضرت (نفیس الحسینیؒ)! تبلیغی جماعت والے جہاد نہیں کرتے؟

اس پر چند لمحات خاموش رہ کر اپنے مخصوص لہجہ میں فرمایا ''وہ بھی جہاد کرتے ہیں، انگریز کی تہذیب کے خلاف جہاد کرتے ہیں، وہ اِس طرح کہ جماعت میں نکلنے والا تقریباً ہر شخص انگریز کی تہذیب کو ترک کر کے اِسلامی تہذیب کا عادی ہوجاتا ہے، پینٹ شرٹ کی جگہ شلوار قمیص اور چہرہ پر داڑھی، سر پر پگڑی یا ٹوپی آجاتی ہے، یہ بھی جہاد ہے۔'' (مجلس بیا بہ نفیسؒ ۲۹۶)

۱۲..شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی (امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت):

مولانا لدھیانوی صاحب کے یہ تاثرات بھی ہمیں مولانا رب نواز صاحب نے مرتب کر کے بھیجے ہیں، اُن کے شکریہ کے ساتھ نذرِ قارئین کیے جارہے ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً

تبلیغی جماعت کا واقعہ

محدثِ دوراں، مخدوم العلماء حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دام ظلہٗ فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانۂ طالبِ علمی میں تبلیغی جماعت کے ایک بزرگ ابو یونس مولانا عبد

العزیز صاحب رحمہ اللہ ٹنڈوالہ یار میں رہتے تھے اور بہت مستجاب الدعوات بزرگ مشہور تھے، اُنہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ ہم نے بنگال میں ایک اِجتماع منعقد کیا اور ایک جماعت اس اجتماع میں شرکت کے لیے جارہی تھی تو سورج غروب ہوگیا بارش ہونے لگی اور گہرے بادلوں کے اندھیرے کی وجہ سے وہ راستہ بھول گئے تو اس پریشانی کے عالم میں اُن کا امیر کہتا ''اللہ کی رحمت پر اُمید رکھو ہمت نہ ہارو!'' وہ امیر یہ الفاظ کہہ کر اُن کا حوصلہ بڑھاتا تھا اور اُس بارش میں وہ چل رہے تھے، تھوڑی دیر میں دیکھا کہ دو شخص آئے ان کے ہاتھوں میں گیس (لالٹین) تھا، وہ ان کے ساتھ شامل ہوگئے اور ان کو سیدھے راستے پر ڈال دیا اور چلے چلتے جب وہ اِجتماع کی جگہ کے قریب پہنچے تو اُن کو جگہ دِکھا کر واپس جانے لگے۔ جب واپس جانے لگے تو امیر نے اُن کو پکڑ لیا اور کہا کہ تم کون ہو جو اس مشکل وقت میں ہمارے کام آگئے؟ تو وہ کہنے لگے یہ آپ کی ہمت ہے۔ میں اللہ کی رحمت ہوں۔ اللہ نے ہمیں آپ کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ اب یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ہمت اور مدد کو ظاہری شکل میں مشکل کردیا اور ان کی ہمت اور اللہ کی رحمت ان کے لیے اللہ کی مدد کا ذریعہ بن گئی''۔ (خطبات حکیم العصر جلد۳ صفحہ ۱۱۶)

تبلیغی جماعت کے اثرات اطرافِ عالم میں

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''اب یہ جو تحریک اُٹھی تھی، دیوبند نے تبلیغ کے نام سے دنیا کے اندر اِیمان کو کس طرح سے تقسیم کیا ہے اور لوگوں کو پکڑ پکڑ کے اِیمان کی طرف کیسے لائے ہیں۔ اس کے نتائج آپ سب لوگوں کے سامنے ہیں اور خاص طور پر اس وقت کی محنت کی قدر وقیمت ہوتی ہے جب اِنسان یورپ میں جا کر دیکھتا ہے اور دوسرے ملکوں میں جاکے دیکھتا ہے۔ میں جس وقت اِنگلینڈ میں گیا، جاکے یہ مرکز دیکھے اور یہ اثرات دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہمارے بزرگوں کا فیض یہاں تک پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ دنیا کو کتنا اِیمان کا رستہ دِکھایا ہے اور کس طرح سے لوگوں کو جہنم سے بچانے کے لیے کوشش کی ہے۔ اس لیے میں درخواست کروں گا آپ سب حضرات سے کہ اس جماعت کے ساتھ وقت لگایا کرو، آیا کرو آ کے اِیمان سیکھو اور سیکھنے کے بعد دوسروں کو بھی ترغیب دے کے اس طرف

لانے کی کوشش کروتا کہ جس طرح سے ہم خود جہنم سے بچنے کی کوشش کریں اور دوسروں کو
بھی بچانے کی کوشش کریں تو آپ لوگ خود دنیوی کاروبار میں لگے ہوئے ہیں۔ دکانوں
پہ بیٹھتے ہیں، ملازمت ہے سارے کا سارا وقت ایسے ماحول میں گزرتا ہے جس میں دِین و
اِیمان کی بات کم ہوتی ہے یا ہوتی نہیں سرے سے۔ اِس لیے کچھ وقت نکال کر آپ اس
ماحول میں آجایا کریں اپنے ماحول کو چھوڑ دِیا کریں تو جس وقت آپ اِس ماحول میں
بیٹھیں گے اِیمان کی بات سنیں گے آپ کا اِیمان بھی تازہ ہوگا اور پھر دوسروں تک
پہنچانے کی توفیق بھی ہوگی تو جتنی نیکیاں وہ کرے گا ساری کی ساری آپ کے حصے میں بھی
آتی چلی جائیں گی۔ اِس لیے یہ اِلتزام عام آدمی کے لیے تو خصوصیت کے ساتھ ضروری
ہے کہ وہ وقت نکال کے آئیں تاکہ اِیمان سیکھیں، اِیمان کو مضبوط کریں اور پھر اس کو
آگے پھیلانے کی کوشش کریں''۔ (خطبات حکیم العصر جلد ۵ صفحہ ۷۰)

تبلیغی جماعت کی اہمیت وافادیت

حضرت لدھیانوی مدظلہٗ ہی فرماتے ہیں:

''آج اسی طرح سے دین نیا نویلا موجود ہے جس طرح سرورِ کائنات ﷺ کے
زمانے میں تھا۔ قرآن وہی ہے حدیث وہی ہے اور علماء کی مرتب کی ہوئی فقہ اسی طرح
سے چلی آرہی ہے تو اس کا علم حاصل کریں، علم حاصل کرنے کے بعد اِیمان کی تفصیل
جانیں۔ لیکن اگر بچپن میں یہ تفصیل نہ جانی سکے تو اب اس کلمے کو جاننے کا طریقہ یہی ہے
جو ہمارے بزرگوں نے ایک طریقہ جاری کر دِیا، مل بیٹھا کرو کچھ وقت اپنے گھر سے فارغ
کر کے اِس جماعت کے ساتھ گزارا کرو۔ یہ آپ کا کلمہ بھی صحیح کروائیں گے، یہ آپ کی
نماز بھی صحیح کروائیں گے اور آپ کے دِل میں دِین کی صحت پیدا کریں گے اور آپ کے
اندر اطاعت کا شوق بھی ہوگا۔ اگر آپ حضرات نے کچھ تفصیل اِس بارے میں جاننی ہو تو
آپ یہاں ڈاکو ولی اللہ بنتے ہوئے دیکھیں گے، فاسق فاجر لوگ یہاں اولیاء اللہ ہوتے
ہوئے دیکھیں گے، اِس لیے ان میں شامل ہونا، ان کے ساتھ بیٹھنا یہ دِین واِیمان کے
حاصل کرنے کی ایک بہت ہی اچھی صورت اور آسان طریقہ ہے۔ اِس لیے آخر میں، میں
یہ درخواست کرتا ہوں کہ زیادہ وقت نہیں دے سکتے تو جو جماعت کا طریقہ ہے جمعرات کو

لازماً پابندی کیا کرو اور اسی طرح کچھ نہ کچھ وقت نکالا کرو تین دن، دس دن، چلہ جو بھی
ہے آپ اس میں لگائیں تو چند دن ساتھ گزارنے کے بعد آپ کو خود احساس ہوگا کہ واقعتاً
اس مجلس میں بیٹھنے اور ان کے ساتھ چلنے پھرنے اور گھروں سے باہر نکلنے اور اچھی صحبت
میں رہنے سے یقیناً ایمان میں جلا پیدا ہوتی ہے ایمان میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ (ایضاً)

تبلیغی جماعت کی اہمیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی دام ظلہٗ فرماتے ہیں:

''یہ ہمارے تبلیغی جماعت والے جو آپ کو گھروں سے نکالا کرتے ہیں یہ اِسی لیے
نکالا کرتے ہیں کہ گھروں میں رہتے ہوئے آپ کا ایک ماحول بنا ہوا ہے اور اس ماحول
میں رہتے ہوئے آپ کو عادت بدلنی مشکل ہوتی ہے۔ جب اس ماحول سے آپ کو کاٹ
لیا جاتا ہے اور ایک اچھے ماحول میں لے جاتے ہیں تو چالیس دن کی خصوصیت ہے کہ اگر
وہ شخص چالیس دن تک یہ کام کرتا رہے تو اس کی عادت پڑ جاتی ہے، چالیس دن کے بعد
اِنسان کا مزاج بدل جاتا ہے۔ اِس لیے سہ روزہ، دس روزہ اور چلہ جو لگواتے ہیں اس
لیے لگواتے ہیں کہ اِنسان کو نماز کی عادت پڑ جائے گی، اپنے ماحول کو چھوڑ کر مسجد کے
ماحول میں آجائے گا۔ دعائیں یاد ہو جائیں گی، دعائیں کرنے لگ جائے گا۔ تو یہ برے
لوگوں کی اِصلاح کا بہترین طریقہ ہے۔ اِس میں یہی بات ہے کہ ماحول بدلا جاتا ہے
برے ماحول سے نکال کر ان کو اچھے ماحول میں لے آتے ہیں۔ جس کی بنا پر پھر اس پر
اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ اِس لیے ہمیشہ تعلق ان لوگوں سے رکھو تو آپ کو صحیح رہنمائی ملے
گی اور صحیح رہنمائی ملنے کے ساتھ پھر آپ کا اِیمان درست ہوگا''۔ (خطبات حکیم العصر ۸/۲۱۸)

ہر زبان میں تبلیغ کی محنت ہو رہی ہے

''دین کا پھیلاؤ تبلیغ سے ہے، تبلیغ کے ساتھ دین کا پھیلاؤ ہے کہ ہمارے اکابر کی
بنائی ہوئی اس جماعت نے اللہ کے فضل وکرم سے دنیا کی کوئی زبان ایسی نہیں جس زبان
میں تبلیغ نہ ہوتی ہو اور شاید دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں ہمارے یہ بستر اُٹھانے والے
درویش نہ پہنچے ہوں اور جا کے وہاں دین کی بات نہ پہنچائی ہو۔ اتمامِ حجت ہو گیا اور خشکی
کے آخری کناروں تک کیا سمندروں میں بھی یہ بات پہنچ گئی تو دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ

ہے''۔ (خطباتِ حکیم العصر جلد ۹ صفحہ ۲۳۸)

حضرت لدھیانوی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''مدارس اپنی جگہ اہم، تبلیغ اپنی جگہ اہم اور جہاد اپنی جگہ اہم اور یہ سارے شعبے اُمت کے اندر جاری ہوں گے تو اِن شاء اللہ دین کا غلبہ ہوگا اور ہو کے رہے گا، ان شاء اللہ تبلیغی جماعت والے بھی اپنے ہیں۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور برکت دے (آمین) ہر زبان میں ہر ملک میں الحمدللہ کام جاری ہے''۔ (خطباتِ حکیم العصر جلد ۹ صفحہ ۲۳۹)

تبلیغی جماعت والے جہاد کے مخالف نہیں

حضرت لدھیانوی صاحب دامِ ظلہٗ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ ہم اپنے ایک دوست کے ساتھ (وہ بھی موجود ہیں جن کے ساتھ ہم) آج سے کوئی پندرہ، سولہ سال پہلے جب افغانستان میں نئی نئی جنگ شروع ہوئی تھی ہم گئے تھے۔ تو ہم ہرات کے گورنر ہاؤس میں بیٹھے تھے، گورنر صاحب غالباً اُن کا نام احمد یار تھا جو بعد میں شہید ہو گئے وہ بھی بیٹھے تھے بعض مجاہد وہاں اور بیٹھے تھے اُنہوں نے یہ بات ذکر کی کہ تبلیغی جماعت والے ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بھائی ایسا نہیں ہے ہر آدمی کے نزدیک اپنے کام کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اور اس اہمیت کی بنا پر وہ ایسے لگتا ہے جیسے دوسرے کام کو اہمیت نہیں دیتا۔ ہر آدمی کے لیے جو کام وہ کرتا ہے اس کی اہمیت اس کے سامنے نمایاں ہے ایسے لگتا ہے جیسے اس کے علاوہ اس کو کوئی کام ہی نہیں''۔ (ایضاً)

تبلیغی جماعت ہر ملک میں کام کر رہی ہے

''جہاں تک دین کے پھیلاؤ کا تعلق ہے، تو دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے، دین پھیلتا تبلیغ کے ساتھ (ہے)، جیسے بستر ے اُٹھانے والے ہمارے مبلغینِ دین نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے اصول وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے پوری روئے زمین پر خشکی کے آخری کناروں تک، سمندروں کے کناروں تک اس دین کو پہنچادِیا، کوئی ملک اور کوئی جگہ آپ کو خالی نظر نہیں آئے گی جہاں یہ پہنچے ہوئے نہیں ہیں، یہ ہمارے بس کی بات نہیں جو کام یہ کر رہے ہیں یہ ہمارے بس میں نہیں ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں دین پہنچ گیا، یہ تبلیغ کی برکت ہے۔'' (خطباتِ حکیم العصر جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۳)

تبلیغ بھی اک اہم شعبہ ہے

''بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دین کے سارے شعبے اپنی جگہ اہم ہیں، ایک دوسرے کے خلاف نہ چلیں۔ جہاں جہاں جس کو مناسبت ہے (وہاں لگ جاؤ) تبلیغ سے مناسبت ہے تبلیغ میں لگ جاؤ، جہاد سے مناسبت ہے جہاد میں لگ جاؤ، مدارس میں پڑھنے پڑھانے کی صلاحیت ہے تو ادھر آ جاؤ''۔ (خطباتِ حکیم العصر جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۳)

تبلیغی محنت کے ثمرات

''تبلیغی جماعت کے اثرات دنیا کے گوشے گوشے میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں اور عوام الناس میں تبلیغی جماعت نے بہت شعور وادراک اور بہت دِینی حس پیدا کر دِی ہے بڑے بڑے بدمعاش اس تبلیغ کی برکت سے دِین دار اور پکے سچے نمازی بن گئے ہیں۔ اِس لیے میں آپ حضرات کو تلقین کرتا ہوں کہ آپ لوگ تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگایا کریں، لیکن طالبِ علم کے لیے ضروری ہے کہ دورانِ تعلیم نہ جائے بلکہ اپنے اسباق وغیرہ کو محنت اور ذوق، شوق سے پڑھے اور چھٹیوں کے دوران جماعت میں ضرور جایا کریں۔ کیونکہ جماعت میں عمل کی بہت عادت پڑتی ہے اور جب اِنسان کچھ وقت جماعت میں گزارتا ہے تو برے ماحول سے بھی کٹ جاتا ہے اور اچھے ماحول میں وقت گزار کر نیکی کی اُس کو ترغیب ہوتی ہے''۔ (مجالسِ حکیم العصر صفحہ ۱۰۱)

اب جب کہ دعوت وتبلیغ کے حوالہ سے دورِ حاضر کے کچھ علمائے حقانی کے تأثرات یہاں دیئے جا رہے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں وہ مضمون بھی لگا دیا جائے جو کہ آج سے دو سال قبل راقم نے ہفت روزہ ختم نبوّت میں لکھا تھا، جس کا پس منظر یہ ہے کہ ۲۰۱۲ء میں جب ان حروف کا راقم تبلیغی سال پر چل رہا تھا، اُس موقع پر مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ رائے ونڈ مرکز تشریف لائے تھے اور اکابرینِ تبلیغ سے ملاقاتیں فرمائی تھیں، راقم اُس موقع پر مولانا کے ساتھ ساتھ تھا اور اس کی مختصر روداد فوراً ہی قلمبند کر لی تھی، وہ ذیل میں دِی جا رہی ہے جو کہ ان شاء اللہ اس حوالہ سے فائدہ سے خالی نہ ہوگی، ملاحظہ فرمائیے:

تبلیغی جماعت اور اکابرینِ ملت (حاجی عبدالوہاب صاحب اور مولانا اعجاز مصطفیٰ کی ایک ملاقات):

دِین کی طرف منسوب کسی بھی کام کی حقانیت کی علامت اُس وقت کے علمائے ربانیین کا

اُس کام کی طرف متوجہ ہونا اور اُس کی حمایت کرنا ہے۔ تبلیغی جماعت کا کام عنداللہ مقبول ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر دور میں اس وقت کے علماء کرام اور مشائخِ عظام زیادہ سے زیادہ اس کام کی طرف مائل ہوئے اور ہنوز ہورہے ہیں۔

چنانچہ دورِ حاضر میں اکابرینِ اُمت اور زعماءِ ملت کا تبلیغی اجتماعات میں شریک ہونا، اکابرینِ تبلیغ سے ملنا اور رائے ونڈ مرکز آنے کا جس تیزی سے رجحان بڑھا ہے وہ اِس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے۔

۲۰۱۱ء کے کراچی اور رائے ونڈ کے عالمی اجتماع میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زرولی خان مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب وغیرہم حضرات وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے اور اکابرینِ تبلیغ بالخصوص امیر مرکزیہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہما اور حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب و حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب سے ملاقاتیں فرماتے رہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے امیر تبلیغی جماعت پاکستان حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم کے خصوصی رابطے رہتے ہیں جب کہ قائدِ جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم بھی حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی خدمت میں تشریف لاتے رہتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب بھی اس ضعف اور پیرانہ سالی سے پہلے خود بنفسِ نفیس اِن حضرات علماء کرام کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔

عرض یہ کرنا ہے کہ تبلیغ، جہاد، تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس صحابہؓ، خانقاہ، مدارس، ردِ فرق باطلہ یہ تمام دِین کے شعبے ہیں، ہمارے اکابرین کا دِین کے تمام شعبوں سے مضبوط تعلق رہا ہے اور یہ صرف ابھی کی بات نہیں بلکہ شروع سے ہمارے اکابرین کا یہ طرۂ اِمتیاز رہا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اپنی جگہ پائے کے مفسر اور محدث تھے، مزید براں ان حضرات کی مصروفیات

ایسی تھیں کہ سر اُٹھانے کی فرصت نہ ملتی تھی، بالخصوص حضرت بنوریؒ تو تحریکِ ختمِ نبوّت کی قیادت بھی کرتے رہے اس سب کے باوجود اِن حضرات کے کراچی مرکز مکی مسجد میں بیانات ہوا کرتے تھے۔ رائے ونڈ و بنگلہ دیش اجتماع میں حضرت تھانویؒ و حضرت شیخؒ کے خلفاء شریک ہوتے تھے اور بعض حضرات کے تو خطابات بھی ہوئے۔ قائدِ ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ باوجود مصروف سیاستدان ہونے کے اجتماعات میں تشریف لایا کرتے تھے، اسی طرح سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزیؒ، مفتی محمد جمیل خانؒ اور مولانا سعید احمد جلال پوریؒ رائے ونڈ کے اجتماعات میں تشریف لایا کرتے تھے۔

اپنے انہی اکابرین کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے ان اکابرین کے جانشین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ ۸/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۹/جون ۲۰۱۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نمازِ عصر عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لائے۔ راقم الحروف بھی اُس موقع پر وہیں تھا۔ چنانچہ نمازِ عشاء کے بعد (تقریباً دس بجے) تک حضرت کی خدمت میں حاضری رہی۔ سب سے پہلے حضرت مدظلہ علماء کرام کے بیان میں تشریف لے گئے جو کہ روز نمازِ عصر کے بعد ہوا کرتا ہے اور اُس دن حضرت مولانا محمد احسان الحق دامت برکاتہم بیان فرمارہے تھے بیان کے بعد ان سے ملاقات ہوئی، حضرت نے انتہائی شفقت کا معاملہ فرمایا، بعدازاں حضرت مولانا محمد جمشید علی خان صاحب دامت برکاتہم کے بیٹے مولانا صاحبزادہ عبیداللہ خورشید صاحب سے ملاقات ہوئی پھر نمازِ مغرب کا وقت ہوگیا۔

مغرب کی نماز مرکز میں پڑھنے کے بعد عالمی تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر مرکزیہ حضرت الحاج محمد عبدالوہاب دامت برکاتہم کے کمرے میں اُن کے پاس حاضری ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب سے مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ کا تعارف کرایا گیا کہ یہ ختم نبوّت کراچی کے امیر، حضرت لدھیانویؒ اور حضرت جلال پوریؒ کی جگہ ذمہ داری نبھا رہے ہیں، یہ بات سننا تھی کہ حضرت حاجی صاحب نے ۱۹۴۰ء سے لے کر ۲۰۱۲ء تک مجلسِ احرارِ اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علمائے اسلام اور عالمی تبلیغی جماعت سے متعلق پرانی یادوں کو تازہ کردیا۔

امیر شریعت حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، خطیب اسلام حضرت

مولانا احتشام الحق تھانویؒ، قائدِ ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، مجاہد تحریک آزادی مرزا غلام نبی جانبازؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے ایسے ایسے واقعات مع جزئیات کے سنائے، گویا وہ سارے بزرگ جن کا تذکرہ حاجی صاحب نے فرمایا وہ نگاہوں کے سامنے آکھڑے ہوئے، اُن واقعات سے اندازہ ہوا کہ حضرت حاجی صاحب؛ مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا محمد یوسفؒ کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جیؒ کے تو گویا عاشق ہیں، اس وقت ان کا انداز کچھ اس طرح تھا ''اُن کے فلاں جلسے میں تھا، فلاں موقع میں اُن کے ساتھ تھا، ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوّت میں شریک تھا، فلاں موقع پر انہوں نے یہ فرمایا، فلاں پر انہوں نے یہ فرمایا'' ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب کے دماغ کی اسکرین پر یہ تمام واقعات نقش ہیں۔

غرض حضرت حاجی صاحب کی گفتگو سے مولانا اعجاز مصطفیٰ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حاجی صاحب نے جن واقعات کا بطورِ خاص ذکر کیا ان میں سے چند ایک عرض کرتا ہوں:

☆...... امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا کہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیعت نہیں کرتا، شاہ جیؒ نے خانقاہ میں دھرنا دے دیا اور صبح سے مغرب تک بیٹھے رہے، مغرب کے بعد حضرت رائے پوریؒ نے بلایا اور توبہ کرائی اور ساتھ ہی خلافت بھی دے دی اور فرمایا: ''اب لوگوں کو توبہ کرایا کرو''۔

☆...... فرمایا کہ ختم نبوت کے ایک جلسے میں مولانا محمد علی جالندھریؒ نے تقریر فرمائی، وہ تقریر اِتنی جاندار اور جامع تھی کہ اُس کے بعد کسی تقریر کی ضرورت نہ تھی لیکن اس کے بعد شاہ جیؒ کی تقریر طے تھی، مگر شاہ جی نے تقریر نہ فرمائی اور فرمایا کہ اس تقریر کا تأثر قائم رہنا چاہئے۔

☆...... حاجی صاحب نے مولانا سے پوچھا کہ 'شاہ جیؒ کی سوانح کس کس نے لکھی ہے؟' مولانا نے بتایا: 'مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا سیّد محمد کفیل شاہ بخاری اور مولانا عبدالقیوم حقانی نے'، پھر پوچھا کہ 'آپ کا دفتر پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ پر ہے؟' مولانا نے عرض کیا 'جی ہاں!' پھر پوچھا کہ 'وہاں سے رسالہ نکلتا ہے؟' تو مولانا نے بتایا کہ 'دفترِ ختم نبوت کراچی سے ہفت روزہ ختم نبوت اور ملتان سے ماہنامہ لولاک نکلتا ہے'، حاجی صاحب نے فرمایا: ''لولاک تو فیصل آباد سے نکلتا تھا'' مولانا نے بتلایا کہ ''اب ملتان سے نکلتا ہے۔''

پھر حاجی صاحب نے فرمایا کہ لندن میں جو ختم نبوت کا دفتر ہے میں وہاں گیا تھا، اِس دفعہ کی برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنس ہوگئی؟ مولانا نے عرض کیا کہ ۲۴؍جون کو ہوچکی ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا: اس کی کچھ کارگزاری سناؤ؟ مولانا نے جواب دیا کہ حضرت! میں خود نہیں گیا تھا بلکہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم امیر مرکزیہ، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا مفتی خالد محمود اور دوسرے حضرات تشریف لے گئے تھے، میری مولانا اللہ وسایا صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی، اِس لئے مجھے علم نہیں ہے، تو حاجی صاحب نے شفقت سے مولانا کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا، مفتی خالد محمود صاحب کا نام سنتے ہی حاجی صاحب نے پوچھا ''یہ کون ہے؟'' مولانا نے عرض کیا ''مولانا عبدالمجید سکھرویؒ کے بیٹے ہیں''۔ ختم نبوت کی کانفرنس اور رسائل کے بارے میں پوچھنے سے اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب کو بھی ختم نبوت کے کام کی فکر لگی رہتی ہے اور پروگراموں اور کانفرنسوں کی کارگزاری معلوم فرمایا کرتے ہیں۔

بہرحال حضرت حاجی صاحب نے کئی ایک واقعات سنائے اور یہ ملاقات دو گھنٹے کے طویل وقت پر محیط رہی، حضرت حاجی صاحب اپنی دعوتی وتبلیغی مصروفیات کے باعث کسی کو اِتنا زیادہ وقت نہیں دیتے لیکن حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب کے ساتھ شفقت فرمائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان اکابرین کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے اور جو اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں ان کے درجات بلند فرمائے، دین کے تمام شعبوں کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین۔ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، جلد ۳۱، شمارہ ۳۴، ۸؍تا ۱۵؍ستمبر ۲۰۱۲ء)

یہاں تک تبلیغی محنت کے بارے میں بزرگوں کی تائیدات اور تأثرات کا طویل سلسلہ ختم ہوا، یہ سارا کچھ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تبلیغی جماعت ایک خالص دِینی، اِصلاحی اور دعوتی جماعت ہے جو شروع دِن سے لے کر آج تک علماء ومشائخ کی زیرِ سرپرستی اِنتہائی خاموشی اور اِخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اشاعتِ دین وتبلیغِ اسلام میں مصروف ہے، الحمدللہ یہ کام اور اس کی ترتیب قرآن وسنت سے ثابت، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مطابق اور ہر دور کے علماء کرام کی تائید سے مؤید ہے، اِس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اِس محنت کو (مع

دِین کی تمام محنتوں کے) دِین کے زندہ ہونے کا ذریعہ اور سبب سمجھے اور اپنی ذمہ داری تصوّر کرتے ہوئے دامے، درمے، سخنے، قلمے غرض کسی بھی طرح اِس کے ساتھ تعاون کرتا رہے۔

تبلیغ کا مقصد اُمتِ اجابت سو فیصد دین پر آجائے اور اُمتِ دعوت اِیمان والی ہوجائے:

دعوت وتبلیغ، دِین کی محنت کا ایک وسیع میدان ہے اور اِس میدان میں تبلیغی جماعت کا کام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ جماعت کی محنت کے اثرات کا مشاہدہ ہر ذِی شعور اِنسان کھلی آنکھوں کر سکتا ہے۔ یہ اِیمانی تحریک آج سے ۷۶ر سال پہلے ہندوستان سے اُٹھی تھی اور پھر جلد ہی ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے ہر علاقہ تک پہنچ گئی۔ ان دِین کے خادموں کا مقصد اور بنیادی دعوت یہ ہے کہ تمام اُمتِ دعوت اِسلام قبول کر کے اللہ جل شانہ کے سایۂ رحمت میں آجائے اور تمام اُمتِ اجابت یعنی اُمتِ مسلمہ میں اِیمان اور اسلام والی زندگی عام ہوجائے جس کی دعوت لے کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تھے۔ اور قرآن مجید میں جس کا مطالبہ اس آیت میں کیا گیا ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً (البقرہ ۲۰۸) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو...... داخل ہو جاؤ اِسلام میں پورے کے پورے''۔

بانی تبلیغ کی بتائی ہوئی ترتیب:

اِس سلسلے میں تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق کام کرتی ہے۔ ان کی دعوت کا محور دو باتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ تمام مسلمان چوبیس گھنٹے کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو حضور اکرم ﷺ کے طریقوں کے مطابق پورا کرنے والے بن جائیں۔ اور دوسری یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت کے صدقے نبیوں والا کام اب ساری اُمت کے ذمّہ ہے۔ پھر اس کے ذیل میں وہ دِین کی ۶ر مخصوص صفات کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ۶ر چیزیں اگرچہ پورا دِین ہرگز نہیں، لیکن اگر اُن کو سیکھ کر اُن پر عمل کیا جائے گا تو پورے دِین پر چلنے کی اِستعداد پیدا ہوجائے گی۔

چھ صفات اور محنت کی ترتیب:

بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے ابتدا ہی سے کچھ مخصوص باتیں عوام

الناس کے لیے طے کر دی تھیں کہ وہ جب بھی کسی کو دعوت دیں گے یا کہیں بھی بیان وغیرہ کریں گے، ان باتوں کے دائرہ میں رہیں گے، جو تبلیغی اِصطلاح میں ''چھ صفات یا چھ نمبر'' سے مشہور ہوگئیں، اُن چھ صفات میں سب سے پہلے کلمہ طیبہ اور اُس کے مفہوم ویقین کی دعوت ہے۔ یعنی اللہ کی وحدانیت اور بڑائی کی اتنی دعوت دِی جائے کہ دِل اللہ کی ذات سے متأثر ہو جائے اور غیر کے تأثر سے پاک ہو جائے، اس سے شرک کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح کلمے کا دوسرا جز رسول اللہ ﷺ کے طریقوں میں کامیابی کی اِتنی دعوت دِی جائے کہ سنتیں زندہ ہو جائیں اور بدعات کا خاتمہ ہو جائے۔ اِس بنیادی محنت کے بعد بالترتیب نماز، علم و ذکر، اِکرامِ مسلم، اِخلاص اور دعوت وتبلیغ کی دعوت دِی جاتی ہے۔ جماعت کے ساتھی اِن صفات کے علاوہ کوئی اور بات مثلاً کسی ''شیخ'' سے بیعت ہونے یا کسی حلقہ سے وابستہ ہونے یا کسی جماعت اور انجمن کا ممبر بننے کی نہ دعوت دیتے ہیں اور نہ منع کرتے ہیں، بلکہ کہا جاتا ہے کہ جس سلسلے سے چاہیں اِصلاحی تعلق قائم کریں۔ خود تبلیغی جماعت کے بانی اور اس کے اکابر کی نسبت کی بھی دعوت نہیں دِی جاتی کیونکہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''جہاں تک ہو سکے یہ کوشش کرو کہ دِین کی اس دعوت میں میری ذات اور میرے نام کا ذِکر بھی نہ آئے۔''

اس جماعت میں ہر شخص اپنا خرچہ خود اُٹھاتا ہے، اُن میں وہ بھی ہوتے ہیں جو لاکھوں خرچ کر سکتے ہیں اور آخرت کے اجر وثواب کی اُمید پر خرچ بھی کرتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا تو وہ سامان سر پر رکھ کر مہینوں کے لیے پیدل نکل پڑتے ہیں۔

کام کا طریقۂ کار:

جماعت:

جماعت اس تحریک کی ایک مخصوص اِصطلاح ہے، جو اس وقت استعمال کی جاتی ہے جب کئی افراد ایک مخصوص مدت کے لیے دین سیکھنے اور سکھانے کی خاطر اجتماعی شکل میں بڑوں کی ہدایت کے مطابق کسی جگہ کا سفر کرتے ہیں، ان کی تشکیل کی مدت عموماً تین دن، چالیس دن، چار ماہ اور ایک سال تک ہوتی ہے۔ یہ افراد اس دوران علاقے کی مسجد میں قیام کرتے ہیں۔

گشت:

کسی بھی جگہ کی تشکیل میں اپنے قیام کے دوران یہ افراد جماعت کی شکل میں نکلتے ہیں اور اُس محلّہ کے ہر عاقل بالغ مرد کو دِین سیکھنے کی دعوت دیتے ہوئے مسجد میں مدعو کیا کرتے ہیں۔اس عمل کو جماعت کی اِصطلاح میں ''گشت'' کہا جاتا ہے۔

تعلیم:

عموماً چاشت کے وقت، بعد ظہر اور بعد عشاء یا جماعت کے ساتھی مشورہ سے جو بھی وقت طے کریں، اُس وقت مسجد میں جماعت کے تمام ساتھی اور مقامی احباب ایک کونے میں مرتکز ہو جاتے ہیں اور کوئی ایک فرد فضائلِ اعمال کو مناسب آواز میں ساتھیوں کو سناتا ہے تاہم اس امر کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ نماز و تلاوت میں مشغول افراد کے انہماک میں خلل نہ پڑے۔

فضائل اعمال کی تعلیم کا مقصد: اس کتاب کی تعلیم کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔ ۱۔فضائل سن سن کر اعمال کا شوق پیدا ہو جائے۔۲۔علم اور عمل میں جوڑ پیدا ہو جائے۔۳۔مال سے ہٹ کر اعمال پر یقین بن جائے۔۴۔سب کے دل قرآن و حدیث سے اثر لینے والے بن جائیں۔

فضائل اعمال:

دعوت و تبلیغ کے بڑوں کی طرف سے جماعت کے ساتھیوں کے لیے قرآن پاک کی تلاوت اور مسنون تسبیحات کے ساتھ ساتھ اعمال کے فضائل سے متعلق کتاب جو فضائل اعمال کے نام سے موسوم ہے۔اس کے مطالعہ کی تاکید کی جاتی ہے، اس کتاب کا مطالعہ جماعتوں میں چلتے ہوئے اور مقامی مسجد میں تسلسل سے کیا جاتا ہے۔اور اس علاوہ منتخب احادیث، فضائل صدقات، حیاۃ الصحابہؓ کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

سالانہ عالمی اجتماعات:

رائے ونڈ اجتماع:

عام طور پر اکتوبر کے مہینے میں لاہور کے قریب رائے ونڈ میں تین روزہ سالانہ اجتماع کا

انعقاد کیا جاتا ہے جس میں نا صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے لاکھوں افراد شرکت کرتے ہیں۔ اس موقع پر یہاں ایک عارضی شہر آباد ہو جاتا ہے۔جس میں پاک و ہند کے جیدا کابرِ تبلیغ، مجمع عام سے خطابات فرماتے ہیں۔اور آخر میں دعا ہوتی ہے، پھر جماعتوں کی تشکیل ہوتی ہے۔

بنگلہ دیش اجتماع:

یہ بھی عام طور پر سال کے آخر میں منعقد ہوتا ہے۔اس اجتماع میں پورا بنگلہ دیش بلکہ پورے عالم سے مسلمانوں کا سمندر اُمڈ پڑتا ہے۔

بھوپال اجتماع:

یہ بھی سال کے آخر ماہ دسمبر میں منعقد ہوتا ہے جس میں ہند و بیرون ہند سے لاکھوں افراد شرکت کرتے ہیں۔ یہ اجتماع کئی سال قبل بھوپال کی مشہور مسجد تاج المساجد میں منعقد ہوتا تھا لیکن جگہ کے ناکافی ہونے کی بنا پر اسے شہر کے مضافات میں واقع ایٹ کھیڑی نامی جگہ میں منتقل کر دیا گیا۔اب اس اجتماع کا انعقاد تسلسل کے ساتھ اسی جگہ ہوتا ہے۔

مراکز تبلیغی جماعت:

بھارت؛ بنگلہ والی مسجد:

پوری دنیا میں بنگلہ والی مسجد تبلیغی جماعت کا اولین اور عالمی مرکز ہے۔ یہ مسجد دہلی میں بستی نظام الدین اولیاء میں واقع ہے۔اسی کے ساتھ قرآن وسنت کی مکمل تعلیم کے لیے مدرسہ کاشف العلوم واقع ہے۔جس میں نظام الدین مرکز کے اکابر علماء تعلیم دیتے ہیں۔

پاکستان؛ رائے ونڈ:

پاکستان میں تبلیغی جماعت کا مرکز یہیں واقع ہے۔جس کو نظام الدین مرکز کے بعد مرکزیت حاصل ہے۔اسی کے ساتھ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ ہے، جس میں رائے ونڈ کے علماء کرام اُمت کی قیادت کے لیے افراد تیار کرتے ہیں۔

کراچی مکی مسجد:

کراچی کے علاقے ایم جناح روڈ، صدر کے قریب واقع مکی مسجد کراچی میں تبلیغی جماعت کا سب سے بڑا مرکز ہے، جب کہ شبِ جمعہ کا اجتماع فیڈرل بی ایریا میں واقع مدنی

مسجد میں ہوتا ہے، جہاں ہر جمعرات کو بعد نمازِ مغرب کراچی کی سطح پر اجتماع ہوتا ہے جس میں اہل سنت کے جید علمائے کرام وعظ کرتے ہیں۔عوام کی ایک کثیر تعداد اس اجتماع میں شریک ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے کچھ اور مطالبے اور دِینی تقاضے:

حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے اس دعوت وتبلیغ والے کام کے طریقہ کار اور چھ اصولوں کے علاوہ کچھ مطالبے اور دینی تقاضے بھی رکھے ہیں، جس کے تحت اِس دعوت وتبلیغ والے کام کی محنت وترتیب اور مشورہ کے لیے روزانہ کم از کم ڈھائی گھنٹے وقت دینا، ذکر واذکار اور اعمال کی پابندی کرنا روزانہ دو تعلیمیں کروانا ایک مسجد میں اور ایک گھر میں، ہفتہ میں دو گشت کرنا، جس کے تحت کچھ وقت نکال کر اپنے ماحول میں ضروریات دین کی تبلیغ کے لیے باقاعدہ جماعت بنا کر ایک امیر اور ایک نظام کی ماتحتی میں اپنی جگہ اور قرب وجوار میں تبلیغی گشت کرنا، ہر مہینہ میں تین دن اس دعوت وتبلیغ والے کام میں لگاتے ہوئے اپنے شہر یا قرب وجوار کے علاقہ میں گشت کرتے ہوئے دوسروں کو بھی اس دعوت وتبلیغ والے کام پر نکلنے کے لیے آمادہ اور تیار کرنا، سال میں ایک ''چلہ'' یعنی چالیس دن اللہ کے راستہ میں دعوت وتبلیغ کے لیے لگانا، اور پھر وہ احباب جو نئے ہیں وہ چار مہینے (تین چلے) اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لگاتے ہوئے دین اور اس دعوت وتبلیغ والے کام کو سیکھیں اور پھر ساری زندگی اسی کام میں صرف کریں۔ بقول حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ''اس دعوت وتبلیغ والے کام کو کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے''۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعوتی سفر اور نقل وحرکت کے ایام کا ایک مکمل نظام الاوقات مرتب کیا، جس کے تحت یہ تبلیغی جماعتیں اپنا وقت گزارتی ہیں۔ایک وقت میں گشت، ایک وقت میں اجتماع، ایک وقت میں تعلیم، ایک وقت میں حوائج ضروریہ کا پورا کرنا اور پھر ان سارے کاموں کی ترتیب وتنظیم۔گویا کہ یہ تبلیغی جماعت ایک چلتی پھرتی خانقاہ، متحرک دینی مدرسہ، اخلاقی ودینی تربیت گاہ بن جاتی ہے۔حضرت مولانا محمد الیاسؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ کار میں دین کے واسطہ جماعتوں کی شکل میں گھروں سے دور نکلنے کو بہت زیادہ اہمیّت حاصل ہے، اس کا خاص فائدہ یہ ہے کہ آدمی اس کے ذریعہ اپنے

دائمی اور جامد ماحول سے نکل کر ایک نئے صالح اور متحرک دینی ماحول میں آجاتا ہے۔۔۔اور پھر اس دعوت وتبلیغ والے سفر اور ہجرت کی وجہ سے جو طرح طرح کی تکلیفیں اور مشقتیں پیش آتی ہیں اور در بدر پھرنے میں جو ذلتیں اللہ کے لیے برداشت کرنا ہوتی ہیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص طور پر متوجہ ہوتی ہے۔

بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ایک موقعہ پر فرماتے ہیں ''یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری، اپنی جماعت، اپنی قوم، اپنے وطن اور اپنی زبان کا حامی نہ تھا، مال وجائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کیا فرماتے ہیں؟۔۔۔امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں، جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کہیں قتل ہوتا تو ساری امت ہل جاتی اور تڑپ اٹھتی، اب ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں میں جوں نہیں رینگتی''۔

تبلیغی جماعت کی محنت انبیاء علیہم السلام کی محنت کے مشابہ:

اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو جماعت کی روز افزوں کامیابی اور ساری دنیا میں پھیلاؤ اسی حکمتِ عملی کی وجہ سے ہے کہ یہ کام انبیا کرام علیہم السلام کے طریقۂ دعوت کے بے حد مشابہ ہونے کی وجہ سے بے حد سادہ، آسان اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔اس کے علاوہ انبیا کرام علیہم السلام کی سنت میں تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی ہی اِصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دِین کے احیاء، تمام مسلمانوں کی اِصلاح اور دائرہ اِسلام میں بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے۔جماعت نے اپنے کام کو کسی ایک مخصوص طبقے تک محدود نہیں کیا، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں بے دھڑک دِین کی دعوت کے لیے محنت کی۔اِنتہائی معمولی شعبہ زندگی کے افراد سے لے کر اخص الخواص تک یکساں اِیمان واعمال کی آواز لگائی۔

تبلیغ والے ان لوگوں کے پاس بھی گئے جنہیں کبھی کسی نے اس نظر سے نہیں دیکھا کہ وہ بھی اللہ کے بندے اور حضور اکرم ﷺ کی اُمت سے ہیں۔ یہاں تک کہ خواجہ سرا اور ناچنے

گانے والوں کو بھی دعوت دی گئی! اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان گنت سعید روحوں نے اِس دعوت پر لبیک کہا اور یوں تبلیغی جماعت کو ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے داعی مل گئے، جو مختلف صلاحیتوں اور اِستعداد کے مالک تھے۔ یہ جماعتیں گویا چلتی پھرتی تربیت گاہیں و خانقاہیں ہیں۔ اس کے ذریعے کچھ بھی نہ ہو تو کم از کم دِین کے لیے تکلیفیں اُٹھانے اور اپنا مال دِین کے لیے خرچ کرنے کی عادت پڑتی ہے اور دوسروں کی اِصلاح ہو یا نہ ہو اپنی اِصلاح کی فکر ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض تبلیغی جماعت کا مقصد دِین کی طلب کو عام کرنا ہے، جس سے مدارس کو طلباء کثرت سے ملتے رہیں اور خانقاہوں کو ذاکرین ملیں اور ہر عام مسلمان کے دِل میں دِین کی اہمیت پیدا ہوتی چلی جائے۔

جماعت والے اپنی شہرت یا تشہیر کا کوئی ذریعہ بھی استعمال کرنا نہیں چاہتے:

اور انتہائی حیران کن بات تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں کروڑوں افراد تبلیغی محنت کے ذریعے دین سے وابستہ ہو چکے ہیں، لیکن روزِ اوّل سے لے کر آج تک ذرائع ابلاغ و نشر و اشاعت کے ذریعہ جماعتِ تبلیغ کی کوئی تشہیر نہیں کرائی گئی، جماعت کا کوئی اخبار نہیں نکلا، کوئی ماہنامہ جاری نہیں ہوا، کوئی دفتر و آفس نہیں بنایا گیا، کوئی ممبر سازی نہیں کی گئی، کوئی چندہ نہیں کیا گیا، کوئی جھنڈا نہیں بنایا گیا، کوئی ویب سائٹ نہیں لانچ کی گئی، کوئی چینل نہیں کھولا گیا، غرض کسی قسم کی کوئی تشہیر نہیں کی گئی اور کسی بھی نوعیت کی کسی سے بھی کوئی امداد نہیں لی گئی، شہرت و ریا اور نام و نمود کے تمام دروازے پہلے ہی دن بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ کر بند کر دیئے تھے کہ ''اگر میں اس جماعت کا کوئی نام رکھتا تو ''تحریکِ ایمان'' رکھتا لیکن یہ کوئی جماعت نہیں ہے، بلکہ لوگوں کے ایمان کی پختگی اور ان کو سو فیصد اللہ کے احکامات اور نبی ﷺ کی سنتوں پر لانے، پھر اس پر دوسروں کو لگانے کی ایک محنت ہے، جو درحقیقت نبی ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کا طریقہ کار ہے''۔

غرض صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرز پہ کام کرتے ہوئے، سنتوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، چہرہ نور کی طرح روشن اور اسلاف کی طرح رہتے ہوئے صرف ایک ہی بات ''اللہ سے ہوتا ہے، اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہوتا''۔ صبح شام اسی کی دعوت دی جاتی ہے۔

ماشاء اللہ تبلیغی جماعت کی کچھ خصوصیات یہ بھی ہیں کہ نہ ان کا کوئی خاص یونیفارم ہے، نہ ہی رکنیت فارم ہے، کسی بھی مسلک، کسی بھی قوم، کسی بھی ملک کا باشندہ اس محنت کے ذریعے اپنی اصلاح اور دوسروں کی فلاح کی محنت کر سکتا ہے، غریب یا امیر کی کوئی قید نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کے سارے اُمتی رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر اس جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں، نہ اشتہار نہ تصویر نہ مووی یہ سب کچھ بنانے کی اِجازت نہیں اور بڑے سے بڑے عالمی اجتماع میں اور تبلیغی جماعت کے بڑے سے بڑے عالمی مرکز میں بھی اسلحہ حفاظت کے لئے بھی نہیں رکھا جاتا، تبلیغی جماعت کے بڑے بڑے بزرگ اور علماء کرام کے ساتھ کوئی باڈی گارڈ اسلحہ والا نظر نہیں آئے گا یہی اللہ تعالیٰ پر بھرپور توکل ہے، اجتماعات اور مراکز میں ان کے جو چوکیدار مقرر کئے جاتے ہیں عوام کو راستہ سمجھانے اور استقبال کے لئے ان کے پاس بھی صرف بانس کے ڈنڈے ہوتے ہیں وہ بھی علامت کے طور پر تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ ان کی خدمت میں ہے، ایسی توکل والی کوئی جماعت آپ کو روئے زمین پر کہیں اور نظر نہیں آئے گی اور ان کا منشور مسلمانوں کے ایمان اور اخلاق و اعمال پر محنت کرنا ہے اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے مسلمانوں کو روشناس کروانا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو ہدایت ایمان اور اخلاق و عمل کی اخلاص کے ساتھ محنت کرنے والا بنائے۔ آمین

پھر آگے چلئے تو جماعت والے اپنی کارگزاریوں کی بھی بالکل شہرت نہیں چاہتے بلکہ اپنے کام کے لیے اخبار یا رسالہ نکالنے یا اشتہار و پمفلٹ کے ذریعہ اپنی بات پہنچانے کے وہ بالکل قائل نہیں!......مگر اس سب کے باوجود کام کا جو ثمر نکلا وہ سب کے سامنے ہے۔

یورپ اور افریقہ کے وہ علاقے جہاں پورے ملک میں چند مسجدیں ہوا کرتی تھیں، وہاں جماعت کی محنت کو اللہ نے قبول فرمایا اور آج سینکڑوں مساجد ہیں اور جماعت والے ساتھیوں کے ہاتھ پر آسٹریلیا اور افریقہ وغیرہ پوری دنیا میں ہزاروں ایسے لوگ دوبارہ دائرہ اِسلام میں داخل ہوئے، جو عیسائی اور قادیانی جماعتوں کے دجل و فریب کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے تھے، لیکن آپ نے کبھی ان کارناموں کے اِشتہار نہیں دیکھے ہوں گے، کیونکہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کام کا ڈھانچا اِخلاص کی بنیاد پر اُٹھایا تھا اور یہاں تک دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! اس کام کو کرامات کی بنیاد پر نہ چلایئے گا۔

اور اخلاص وللّٰہیت کو جماعت کی بنیادی واساسی شرط واصول قرار دیا تھا اور آج تک کام کا یہی اصول ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی رہے گا۔

غرض تبلیغی جماعت کسی نئے نظریہ یا کسی نئے مقصد کی داعی ہرگز نہیں، وہ تو صرف اپنی اور اُمت کی اِصلاح کے لیے محنت اور قربانی کی دعوت دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری تنظیموں اور انجمنوں کی طرح اِس تحریک کا کوئی دستور یا منشور نہیں، کوئی دفتر یا رجسٹر نہیں اور نہ ہی کوئی ممبر یا عہدیدار ہے، یہاں تک کہ اُس کا کوئی جداگانہ نام تک نہ رکھا گیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ نام ”تبلیغی جماعت“ ہم نے نہیں رکھا۔ ہم تو بس کام کرنا چاہتے تھے، اس کا کوئی خاص نام رکھنے کی ضرورت بھی نہ سمجھی تھی۔ پھر یہ اِتنا مشہور ہوا کہ لوگ کام کرنے والوں کو تبلیغی جماعت کہنے لگے۔“

کچھ ضروری وضاحتیں:

تبلیغی محنت اہلِ حق، طریقِ حق پر کر رہے ہیں اور مجموعی اعتبار سے اس پر خیر غالب ہے اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ تبلیغی محنت اور چلت پھرت بڑی مبارک ہے، کتنے لوگوں کی زندگیاں اس محنت کی برکت سے سنور گئیں، کتنے کفر وشرک کی ظلمات میں ڈوبے لوگ نورِ ایمان وتوحید کی دولت سے مالا مال ہو گئے، کتنے فاسق وفاجر لوگ نیک وصالح بن گئے، کتنے بے نمازی نماز کے پابند ہو گئے، کتنے بدعقیدہ خوش عقیدہ بن گئے، کتنے بے داڑھی لوگوں کے چہرے داڑھی کے نور سے چمک گئے، کتنے بدعات وخرافات میں مبتلا لوگ سنت کے نور سے منوّر ہو گئے، کتنے ہی افراد معاصی وگناہوں کی ظلمات سے نکل کر طاعات وعبادات کے خوگر ہو گئے، کتنے والدین کے نافرمان اپنے والدین کے فرماں بردار بن گئے، کتنے غافل لوگ عابد وزاہد بن گئے۔ غرض اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جا رہا ہے اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی چلی جا رہی ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں کے عقائد درست ہو رہے ہیں، لوگ تیزی کے ساتھ اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔ تبلیغی جماعت مخلوق کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر خالق کی بندگی وغلامی میں لانے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی پاکیزہ صفات وعادات کو اپنانے اور پیدا کرنے، صبح جاگنے سے لے کر رات سونے تک، کھانے پینے سے لے کر بیت الخلاء

تک۔ گویا کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک پوری زندگی میں دین لانے کی کوشش اور مخلوق سے کچھ نہ ہونے اور خالق ہی سے سب کچھ ہونے کا یقین دلوں میں پیدا کرنے میں مصروف ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس کام مین بھی جان ومال اور وقت یہ تین قیمتی چیزیں خرچ ہو جائیں تو وہ کام بھی قیمتی ہو جاتا ہے۔۔۔ تبلیغی جماعت بھی آج دعوت وتبلیغ کے اس مقدس کام میں جان ومال اور وقت لگا کر یہ کام پوری دنیا میں کرنے اور پھیلانے میں مصروف ہے۔۔۔

حاصل یہ کہ تبلیغی جماعت کی جدوجہد کے یہ وہ عمومی ثمرات ہیں جس کا کوئی جاہل ومعاند ہی انکار کر سکتا ہے، یقیناً اِتنے سارے فوائد کے ساتھ جماعت کے کچھ افراد سے کوئی غلطی وکوتاہی وبے ضابطگی بھی ہو سکتی ہے، لیکن اس کی وجہ سے پوری جماعت کو لعنت ملامت کرنا کہاں جائز ہے؟

اس ضمن میں ایک بہت اہم بات یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ تبلیغی کام اپنی اصل میں بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے اور ہر قسم کے آدمی اس میں آتے اور کام کرتے ہیں اور ہر ایک کی اِصلاح، اُس کی استعداد اور حوصلہ کے موافق ہوتی ہے۔ اس لیے کسی فرد یا جماعت سے کوتاہی اور غلو ظاہر ہو جانا بالکل قرینِ قیاس ہے، جسے جماعت کا اُصول یا اُس کے اکابر کی طرف منسوب کر دینا مناسب نہیں۔ دراصل ہدایات کو غور سے نہ سننے، اُصول کی پابندی نہ کرنے اور چھ نمبر سے بڑھ کر بیان کرنے سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

جماعت پر غیروں کی طرف سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں وہ تو اکثر نرے الزامات ہی ہوتے ہیں لیکن اپنے حلقوں میں جو خیر خواہی سے تبلیغی محنت پر اعتراض کیے جاتے ہیں وہ یا تو ناواقفیت کا نتیجہ ہوتے ہیں یا پھر عام تبلیغی افراد کے کسی انفرادی عمل کو دیکھ کر اس کو پوری جماعت کی طرف منسوب کر دِیا جاتا ہے جو ظاہر بات ہے کہ اُصولاً غلط ہے۔ اگرچہ فی نفسہٖ فکر وعمل کی کمی کوتاہی یا غلطی کا اِمکان بھی رہتا ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ اکابر اور جید علماء کی طرف سے جب کوئی اِصلاح کی کوشش کی گئی تو اُسے سنجیدگی سے لیا گیا اور اپنی اِصلاح کی گئی۔

اس لیے اہلِ علم اور بے علموں کو، نئے اور پرانوں کو، متقیوں اور غیر متقیوں کو، ذاکرین اور غافلین کو غرض ہر ایک پر یکسر تنقید کر دینا اور ایک وقت میں سب کو ایک ہی معیار پر جانچنا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں۔ کسی فرد سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو جماعت کا اُصول

نہیں قرار دینا چاہیے بلکہ نرمی سے اِصلاح کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔

ایک عام اعتراض تبلیغی کام کرنے والوں پر یہ کیا جاتا ہے کہ تبلیغی جماعت کو مسلمانوں کو درپیش کسی بھی اِنفرادی یا اِجتماعی مسئلہ سے خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی کوئی دلچسپی اور سروکار نہیں ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں مدیر الفرقان حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس کام کی بنیاد قرآن وحدیث سے حاصل ہونے والے اس یقین پر ہے کہ اس زمانہ میں اُمتِ مسلمہ کو سارے عالم میں جو اِجتماعی یا اِنفرادی مشکلات و مسائل درپیش ہیں، ان کا سببِ اصلی اور علۃ العلل یہ ہے کہ اُمت کی غالب اکثریت اس حقیقی ایمان بالغیب اور اس اِیمانی زندگی سے دور ہوگئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت کے لیے شرط ہے اور اس میں وہ خدافراموشی اور آخرت سے بےفکری آ گئی ہے جو پچھلے انبیا کرام علیہم السلام کی اُمتوں کے لیے سراسر تباہی کا باعث بنی۔ اور اُمت کی یہی حالت دوسری قوموں کے اِسلام کی طرف آنے میں اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ نیز یہ یقین بھی اس تبلیغی کام کی بنیاد ہے کہ آخرت کا مسئلہ اس دنیوی زندگی کے سارے مسائل سے لاکھوں درجہ زیادہ قابلِ فکر ہے مگر حالت یہ ہے کہ (اُمتِ مسلمہ کے) دنیوی مسائل کی فکر کرنے والوں کی تو کمی نہیں ہے لیکن آخرت کی فکر میں دوڑ دھوپ کرنے والوں کو دیکھنے کے لیے آسمان کی آنکھیں ترستی ہیں۔'' (تبلیغی جماعت اور جماعتِ اسلامی از مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

اِس لیے تبلیغی احباب سے یہ توقع رکھنا ہرگز مناسب نہیں کہ جماعت دعوت اِلیٰ اللہ کے میدان میں بھی کام کرے اور اس کے ساتھ ساتھ دِین و دنیا کے مختلف شعبوں میں بھی بھرپور کردار ادا کرے۔ ہاں دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کے لیے دعائے خیر کی جاتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ دراصل یہ تبلیغی کام اپنی اصل میں، دِین کے تمام شعبوں کا خادم ہے۔ دِین کے تمام شعبوں کے لیے رِجالِ کار مہیا کرنا تبلیغی جماعت ہی کی بدولت ہوا کرتا ہے۔ بے طلبوں اور دنیاداری کی دلدل میں گلے تک پھنسے ہوئے لوگوں کو نکال کر اور اُن کے دِل میں دِین کی طلب پیدا کر کے، دِین کے مختلف شعبوں سے وابستہ کرنے کی محنت کرنا اپنی نوعیت کا بڑا اُونچا کام ہے۔

تبلیغ سے متعلق مختلف سوالات پر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے برجستہ جوابات:

غرضیکہ تبلیغی محنت سے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں مختلف قسم کے اشکالات آتے رہتے ہیں، اُن کی تسلی کے لیے سوال وجواب پر مشتمل ایک گفتگو جو امیرِ ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک عرب شیخ کے مابین ہوئی اُس کو ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے:

''۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء میں کویت کے سفر میں ایک ممتاز عرب عالمِ دین آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، متعدد شیوخ اُن کے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک علمی و دِینی شخصیت ہونے کی بنا پر اُن کا پرتپاک اِستقبال و اعزاز فرمایا، کافی دیر تک یہ مجلس قائم رہی، اُس موقع پر کویتی شیخ نے مختلف النوع معاملات و مسائل پر حضرت مولانا سے سوالات کئے اور آپ صاف وشستہ عربی زبان میں ان کے جوابات دیتے گئے، یہاں شیخ کے سوالات اور حضرت مولاناؒ کے برجستہ جوابات پیش کئے جاتے ہیں:

س:...... آپ کی دعوت کیا ہے؟

ج:...... ہماری دعوت یہ چھ نمبر ہیں، کلمہ طیبہ، نماز، علم وذکر، اِکرامِ مسلم، اِخلاصِ نیت، تفریغِ وقت، پھر آپ نے ان نمبرات کی مختصر تشریح فرما کر ذکر میں تین تسبیح بتلائیں اور فرمایا کہ یہ حدیث میں وارد ہیں اور اِکرامِ مسلم کے ضمن میں فرمایا کہ گناہ گار کی ذات سے تو محبت کی جائے۔ لیکن اُس کے گناہ سے نفرت کی جائے۔

س:...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں ایک ترتیب ہے، وہ یہ کہ پہلے دعوت پھر ہجرت، پھر قیامِ دولت، پھر سلطنت، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ج:...... آپ کی دعوت دولت وسلطنت کے لئے نہیں، بلکہ خالص اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھی اور اسی کے لئے آپ نے ہجرت بھی فرمائی اور ضابطہ یہ ہے کہ جب دِین کا کام چلتا رہتا ہے تو خدائے پاک تدریجاً بلندی عطا کرتے ہیں، جس میں قیامِ سلطنت و دولت بھی آجاتی ہے۔

س:...... کفار اور مشرکین کے بارے میں آپ کا کیا مؤقف ہے؟ کیا اُن کو دعوت دینی چاہئے؟

ج:...... جب مسلمان عمل پر آجائیں گے تو پھر اُس وقت مسلمان ہی کفار کو دعوت دیں

گے۔اس وقت تو مسلمانوں کی بے عملی ہی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ایک غیر مسلم مسلمان ہوا، پھر مرتد ہوگیا کہ بس مسلمانوں سے تو ہماری ہی زندگی بہتر ہے۔

س:......کیا آپ ان کی حکومت لے لیں گے؟

ج:......نہیں! بلکہ ہم ان کو دعوت دیں گے کہ وہ اپنے مالک اور خالق کو پہچاننے والے بن جائیں۔

س:......کیا آپ نے کبھی زعماء کفار کو دعوت دِی ہے؟

ج:......نہیں!!

س:...... کیوں نہیں دِی، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے ملوک کو دعوت کے خطوط لکھ کر اُن کو دعوت دِی ہے؟

ج:......حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعوت اُس وقت دِی تھی جب کہ پندرہ سال بعد مسلمان، مسلمان بن چکے تھے۔

س:......مسلمانوں کے اندر جو جماعتیں ہیں، کیا اُن کے زعماء کو ایک امر پر جمع کرنے کی آپ نے کبھی کوشش کی ہے؟

ج:...... ہندوستان کے ایک عالمِ دین کا نام لے کر فرمایا کہ اُنہوں نے اِس کی بہت کوشش کی، لیکن مایوس ہوگئے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کے لئے ذکر وزاویہ بہتر ہے۔

س:...... کیا مسلمان بادشاہوں کو آپ نے دعوت دِی ہے؟ جیسے ابراہیم ادہم وغیرہ بادشاہوں کو نصیحت کیا کرتے تھے؟

ج:......نہیں! ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ حضور ﷺ کا ساتھ دینے والے کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نیچے کے درجے کے لوگ ہیں، اس پر اس نے کہا کہ پھر تو وہ اللہ کے سچے نبی ہیں، کیونکہ نبیوں کے تبعین شروع میں غریب لوگ ہی ہوتے ہیں، بڑے لوگ نہیں ہوتے۔

س:...... جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو قبیلہ اشہل کے لوگوں کو دعوت دِی تھی اور وہ مسلمان ہوگئے تھے۔

ج:......دعوت کا اصل میدان تو ضعفاء ہی بنیں گے، پھر تدریجاً دعوت اُن زعماء تک بھی پہنچ جائے گی۔

س:......آپ کے پاس صرف دعوت ہے یا اور بھی کچھ ہے؟

ج:...... دعوت بھی ہے اور دعا بھی ہے، دِن کو دعوت والا عمل کیا جائے اور رات کو اللہ جل جلالہ سے دُعا مانگی جائے۔

س:......اگر آپ کے پاس کوئی مظلوم آئے اور کہے کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے تو آپ کیا فرمائیں گے؟

ج:......حسبِ استطاعت اُس کی نصرت کریں گے، ورنہ کہیں گے کہ صبر کرے اور دعا کرے، کیونکہ مظلوم کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

س:......کیا جہاد ہونا چاہئے؟

ج:......اگر اِستطاعت ہو۔

س:......کیا اِستطاعت شرط ہے؟

ج:...... ہاں! اِستطاعتِ مادیہ اور اِستطاعتِ تائیدیہ دونوں ہونا ضروری ہیں۔

س:......اگر اِستطاعتِ تائیدیہ نہ ہو تو کیا جہاد کو روک دِیا جائے گا؟

ج:......نہیں! اگر صرف اسبابِ مادیہ ہوں گے تو جس کے پاس یہ زیادہ ہوں گے وہی جیت جائے گا، لیکن اگر مسلمان کے پاس مادی اسباب تو چاہے کم ہوں، لیکن اسبابِ تائیدیہ موجود ہوں تو بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی اُن پر غالب نہیں آسکتی۔

س:......کیا حال ہی میں بننے والے ایک ملک سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا ہے؟

ج:......کسی ایک مملکت کی خصوصیت نہیں، تمام اُمتِ مسلمہ میں ایک قسم کا اِضطراب ہے اور وہ اِضطراب ضعفِ ایمان کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے۔

س:...... یہودیت کے بارے میں احادیث شریفہ میں جو کچھ اُن کی حکومت اور غلبہ کے بارے میں آتا ہے، کیا وہ احادیث صحیح ہیں؟

ج:......جی ہاں، صحیح ہیں بلکہ یہاں تک احادیث میں آتا ہے کہ خیبر تک وہ پہنچ جائیں گے، اس کے بعد پھر یہودی قتل کئے جائیں گے، یہاں تک کہ پتھر بھی بولے گا کہ میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہوا ہے، ان سب احادیث کا تعلق علاماتِ قیامت سے ہے۔

س:......مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے بارے میں آپ کا کیا موقف ہے؟

ج:......"لا نجادلهم ولا نعارضهم ولا نباحثهم" نہ ہم ان سے مجادلہ ومعارضہ

کرتے ہیں اور نہ بحث ومباحثہ کرتے ہیں۔
س:......کیا آپ ان کے لئے دُعا کرتے ہیں؟
ج:......جی ہاں! دُعائے خیر کرتے ہیں۔
س:......اُن کے لیڈروں اور اُن کے اکابرین کو آپ دعوت کیوں نہیں دیتے؟
ج:......اس سے بحثیں بڑھیں گی، جب عملی فضا قائم ہو جائے گی تو خود بخود اس چیز کو سمجھ جاویں گے، عملی فضا کے بغیر بات سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔
س:......کیا احادیث میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا، اس کی کیا غرض ہے؟
ج:......جی ہاں! یہ حدیث میں ہے اور اس کی غرض اُمتِ محمد یہ مرحومہ کو تسلی دینا ہے۔
س:......کیا یہ غرض آپ نے کسی کتاب میں دیکھی ہے؟
ج:......نہیں! بلکہ ابھی سمجھ میں آئی ہے۔'' (دعوت تبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن، ۳۲۰/۳)

معاشیات کے ماہرین کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب:

اِسی طرح معاشیات کے ماہرین اس جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جماعت دنیا سے کاٹ دیتی ہے، اس بارہ میں یہ واقعہ لائقِ مطالعہ ہے:

''جنوبی ہند کے ایک ماہرِ معاشیات کسی کانفرنس کے سلسلہ میں دہلی آئے تو حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی سے ملاقات کے لئے مرکز بھی آئے اور دورانِ ملاقات یہ عرض کیا کہ ''حضرت! یہ کام بہت اچھا ہے، مجھے تو اس میں ابھی تک شرکت کی توفیق نہیں ہوسکی، اِس کام سے ہر جگہ اُمت میں دِین آرہا ہے، البتہ ایک بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ اِنسانوں کے لئے معاش کا مسئلہ ہے اور اس میں سب پریشان ہیں، خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، چھوٹی حکومتیں ہوں یا بڑی حکومتیں، یہاں تک کہ جس کو سپر پاور کہا جاتا ہے، اس کی بھی سمجھ میں کوئی حل نہیں آرہا ہے، اگر آپ کے یہاں اس کا کوئی حل ہو تو اِرشاد فرمائیں۔'' حضرت جی نے اُن کی بات سن کر بڑے سکون کے ساتھ فرمایا کہ ''اس کا حل صرف ہمارے ہی پاس ہے اور کسی کے پاس ہے ہی نہیں، اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک ہم ہی ایسے ہیں جو معاش کے مسئلے پر نہیں رو رہے ہیں، باقی ساری دنیا رو رہی ہے۔'' یہ ماہرِ معاشیات تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھے رہے اور پھر بڑے جوش سے بولے کہ ''حضرت! یہ آپ نے بالکل سچ کہا کہ آپ نہیں رو رہے ہیں، کیونکہ یہ تبلیغ

اِتنی بڑی عالمی تحریک ہے لیکن کبھی اس کے لئے کوئی چندہ نہیں مانگا گیا، لیکن وہ حل ہے کیا؟ وہ سمجھ آجائے!'' اس پر فرمایا کہ ''ہمارے پاس وہی حل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تھا، وہ یہ کہ اپنے نفس پر محنت کر کے اس کو تین چیزوں کے لئے راضی کرلو: ایک رہنے کے لئے جھونپڑا، دوسرے پہننے کے لئے چیتھڑا اور تیسرے کھانے کے لئے ٹکرا۔ پھر اس سے زائد جو کچھ اللہ دیں گے تو اس زائد کو لئے پھرو گے کہ اس کو کہاں خرچ کریں؟ لیکن اگر خواہشات کا وہی حال رہا جو آج دنیا والوں کا ہے کہ خواہشات کی ہر بلند سے بلند سطح پر پہنچ کر ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ'' کی آواز لگتی ہے تو خواہشات کا حل اللہ تعالیٰ نے جنت میں تو رکھا ہے اس زمین پر نہیں رکھا، یہاں اس لائن کا کوئی حل نہیں ملے گا، خواہ کتنی ہی ٹکریں کھاتے پھرو۔'' (دعوت تبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، ۴۲۷/۳)

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ:

تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کا جواب!

سوال: محترم مفتی صاحب! السلام علیکم! میں نے ایک شخص کو رائے ونڈ اجتماع میں جانے کی دعوت دی، مگر اس صاحب نے آگے سے جواب دیا کہ اگر مجھے چند سوالوں کا جواب ملے گا تو جاؤں گا اور ایک عدد سوالوں کی لسٹ تھما دی جس میں دس سوال ہیں۔ اب وہ سوال پڑھ کر میں خود بھی چکرا گیا ہوں، برائے مہربانی مجھے ان سوالوں کا قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ جواب دے دیں اب ان سوالوں نے مجھے کافی پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔

۱...فضائلِ اعمال کی جگہ قرآن پاک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس کیوں نہیں دیا جاتا جو کہ صحیح ترین کتب ہیں؟

۲...کل وقتی کارکنان امراء اور بیرون کے لیے وفود کا خرچہ کہاں سے آتا ہے۔ نیز اجتماع کا خرچہ کہاں سے آتا ہے۔ حالانکہ تبلیغی جماعت کوئی چندہ اکٹھا نہیں کرتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر جنگ سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مالی اعانت لی؟

۳...تبلیغی جماعت کے ساتھ کتنا وقت لگانے سے ایک مسلمان قرآن اور حدیث سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے؟

۴...مضبوطی ایمان کے لیے کتنا عرصہ درکار ہے؟

۵...عربوں کو ریاض الصالحین اور عجمیوں (پاکستانی، ہندوستانی وغیرہ) کو فضائل (فضائلِ اعمال، صدقات، حج، درود.....) کی کتابیں کیوں پڑھائی جاتی ہیں؟

۶...فضائلِ اعمال کا عربی ترجمہ کیوں نہیں ہوا؟

۷...کیا تبلیغی جماعت دیوبندیوں میں بھی ایک فرقہ ہے؟

۸...ترجمۃ القرآن سیکھنے اور سکھانے سے کیوں روکا جاتا ہے؟

۹...تبلیغی جماعت کا دعویٰ ہے کہ سب ٹھیک ہے تو تہتر میں سے کون سا فرقہ جنت میں جائے گا؟

۱۰...رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے لئے جماعتیں روانہ کیں، کیا تبلیغی جماعت نے کبھی اس سنت پر عمل کیا یا ان کا ابھی کلی دور ہی مکمل نہیں ہوا؟

۱۱...تبلیغی جماعت کے ارکان جہاد سے کیوں جی چراتے ہیں؟ حالانکہ ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ کشمیری، فلسطینی، عراقی، افغانی مائیں بہنیں مدد کے لئے پکار رہی ہیں۔ مسلمانوں کی عزت وناموس لٹ رہی ہے اور یہ حضرات لوٹا، بستر اُٹھائے تبلیغی مشن پر کیوں روانہ ہوتے ہیں حالانکہ یہ وقت ہتھیار اُٹھانے کا ہے؟ مسلمان مجاہد جہاں جاتا تھا وہاں اِسلام کی تبلیغ کا کام بھی کرتا تھا۔ تبلیغ کا یہ طریقہ کیوں نہیں اپنایا جاتا؟ جہاد فرض ہے چاہے ناگوار گذرے ''كتب عليكم القتال وهو كره لكم وعسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم وعسى ان تحبوا شيا وهو شر لكم والله يعلم وأنتم لا تعلمون'' (سورہ البقرہ 2/216)

ترجمہ: تم پر قتال فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار گذرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کو تم ناگوار سمجھو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ جزاک اللہ، سائل: حماد احمد

جواب: ۱...صورتِ مسئولہ میں فضائلِ اعمال حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی تالیف ہے یہ کتاب اُردو زبان میں لکھی گئی ہے، اس کتاب کے لکھنے کا مقصود یہ ہے کہ اعمال کے فضائل اور گناہ کے اِرتکاب پر وعیدوں کو بیان کیا جائے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اعمال کی اہمیت اور گناہوں سے بچنے کا شعور پیدا ہو کہ لوگ اعمال کرنے لگ

جائیں اور گناہوں سے اِجتناب کرنے لگ جائیں۔ اس کتاب کا مقصد احکام اور مسائل کو بیان کرنا نہیں ہے اِس لیے کہ اس کتاب میں احکام، مسائل کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا۔

اول: جماعتِ دعوت تبلیغ کا مقصود چونکہ لوگوں کو اعمال پر لگانا اور گناہوں سے بچانے کی کوشش کرنا ہے، احکام ومسائل بتانا نہیں، اِس لیے وہ اپنے تعلیمی حلقوں میں اسی کتاب کو سامعین کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ رہا قرآنِ کریم، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا درس تو چونکہ ان کتابوں میں احکام ومسائل بیان کیے گئے ہیں اور اس کے درس کے لیے علم کی ضرورت ہے یہ ہر تبلیغی کارکن کے پاس نہیں اور نہ ہی جماعتِ تبلیغ کا مقصود احکام کا بیان ہے بلکہ فضائل سن کر احکام سیکھنے کے لیے علماء کرام کی طرف رجوع کا مشورہ دیتے ہیں، اِس لیے اپنی مجلسوں میں ان کتابوں کا درس نہیں دیتے۔

دوم یہ کہ فضائلِ اعمال نامی کتاب میں جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ قرآن کریم کی آیتوں اور احادیثِ رسول جو مختلف کتابوں مثلاً بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہیں، ان سے لیے گئے ہیں، تو یہ قرآن اور حدیث سے ہٹ کر تو نہیں۔

۲...بیرونی یا اندرونی جماعتیں جو تبلیغِ دین کا کام کرتی ہیں یہ جماعتیں اپنے خرچے اور اپنے وسائل پر چلتی ہیں کسی سے تعاون نہیں یہی معاملہ اجتماع کا ہے۔ مسلمان باہمی تعاون سے اس نظام کو سنبھالتے ہیں اور اس کے اخراجات اُٹھاتے ہیں۔

۳...جیسے پہلے بتایا گیا ہے کہ اس جماعت کا مقصد ثواب کے کاموں کی ترغیب اور گناہ کے کاموں سے بچنے کی تلقین ہے، درس وتدریس، تعلیم وتعلم نہیں، اس لیے یہ سوال بے محل ہے، ہاں اس جماعت کے ساتھ جڑ جانے سے علمِ دین کے حصول کا جذبہ اس میں پیدا ہوتا ہے، اہلِ علم سے تعلق پیدا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے دِین کے بارے میں کافی حد تک معلومات ہوجاتی ہیں باقی قرآن وحدیث کا سمجھنا اِنسان کے اپنے فہم وفراست پر مبنی ہے، اگر اِنسان علمِ دین کے حصول میں لگ جائے، اور صاحبِ فہم وفراست ہو اور اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو تو وہ بہت جلد قرآن وحدیث کو سمجھنے لگ جاتا ہے، اِس کے لیے کوئی وقت یا زمانہ متعین نہیں۔

۴...اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں۔

۵...''فضائلِ اعمال'' چونکہ اُردو زبان جاننے والوں کے لیے لکھی گئی ہے، اس میں احادیث کا ترجمہ لکھا گیا ہے جب کہ ''ریاض الصالحین'' عربی زبان میں ہے اور اہلِ عرب عربی زبان کو آسانی سے سمجھتے ہیں اور دونوں کتابوں میں اعمال کے فضائل اور معاصی کے اِرتکاب پر وعیدوں کا تذکرہ ہے، اس لیے اہلِ عرب کو ''ریاض الصالحین'' اور اہلِ عجم کو ''فضائلِ اعمال'' سے تعلیم دِی جاتی ہے۔

۶... یہ تو اُمت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کرے، کوئی کرنا چاہے تو کسی کی طرف سے پابندی نہیں۔

۷...''تبلیغی جماعت'' یا دیو بند مکتبۂ فکر کوئی فرقہ نہیں ہے، اہل سنت والجماعت ہے جو کہ اہلِ حق کی جماعت ہے، دِین کی تبلیغ وترویج اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، اسی پر عمل پیرا ہیں۔

۸...آج تک اُنہوں نے نہ قرآن کریم کے سیکھنے سے روکا ہے اور نہ ہی اس کے ترجمہ وتفسیر سے، بلکہ جماعت دعوت وتبلیغ میں جڑنے سے قرآن کریم کے سیکھنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔علم دین کے احکام ومسائل سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے، پھر قرآن کریم، احادیث اور احکام ومسائل سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۹...کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ سب ٹھیک ہے، اگر یہ کہتے تو پھر دعوت وتبلیغ کا کام کیوں کرتے ،لوگوں کو برائیوں سے نکال کر خیر و بھلائی کی طرف کیوں لاتے ، ہاں دِین کی طرف راغب کرنے میں وہ اپنی حکمتِ عملی کے تحت میانہ روی اِختیار کرتے رہتے ہیں۔

۱۰...اوّل یہ کہ اس جماعت نے کسی کو منع نہیں کیا ہے اور نہ ہی ان کا یہ نظریہ ہے۔ کتنے افراد ایسے ہوں گے جو جہاد کے شعبے سے وابستہ ہوں گے۔

دوم یہ کہ دِین کے کئی شعبے ہیں تدریس، تبلیغ، جہاد وغیرہ ہر شعبہ اپنی جگہ صحیح ہے۔ ہر شعبہ کا اپنا کام ہوتا ہے، نہ تمام افراد تدریس سے وابستہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دعوت وتبلیغ سے اور نہ ہی جہاد سے لہٰذا یہ کہنا کہ جماعتِ دعوت وتبلیغ نے کوئی جماعت جہاد کے لیے روانہ نہیں کی ایک غیر معقول بات ہے۔

۱۱...اس کا جواب ہو گیا ہے۔

فقط واللہ اعلم   دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی''۔

(بشکریہ ویب سائٹ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی)

دارالافتاء دارالعلوم دیو بند کا فتویٰ:

49029:QuestionIndia

میں سعودی عرب میں رہتا ہوں اور دِین کی دعوت کا کام ہندوستان میں کرتا تھا، یہاں پر بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، اپنی طرف سے تین دِن یا چالیس دِن اور چار مہینے متعین کر کے جماعت میں جانا بدعت ہے؟ میری بیوی مجھے تین دِن جماعت میں جانے سے منع کرتی ہے کیونکہ اُسے اکیلے گھر میں رہنے سے ڈر لگتا ہے تو کیا مجھے جماعت میں جانا چاہیے؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

49029:Answer 03,2013Nov

فتویٰ:U-1434/12=M/1432-1432

دعوت وتبلیغ کا موجودہ نظام جس کے تحت لوگ دِین سیکھنے سکھانے کی غرض سے تین دِن، چلہ اور چار مہینے کے لیے جماعت میں نکلتے ہیں، اس کو بدعت کہنا جہالت یا تعصب ہے، احوال کی تبدیلی میں چلہ چار مہینہ کو دخل ہے، یہ بات قرآن وحدیث کے مضمون سے ثابت ہے، چنانچہ مادر رحم میں نطفہ کی تبدیلی کا مضغہ اور علقہ وغیرہ کی شکل میں چالیس دِن کے اندر واقع ہونا حدیث میں وارد ہے، پھر دِنوں کی تعیین محض اِنتظاماً ہے، جیسے مدارسِ عربیہ میں عالم بننے کے لیے آٹھ سال کا کورس ہوتا ہے، بہرحال اس نظام کو بدعت کہنا غلط ہے، جماعت میں چلے جانے سے بیوی کو اکیلے رہنے میں اگر ڈر لگتا ہے تو مناسب اِنتظام کر کے جائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیو بند

48181:QuestionIndia

جو غیر ایمان والے اللہ، رسول ﷺ اور آخرت کے بارے میں بالکل نہیں جانتے ہیں، وہ آدم وحوّا علیہما السلام کی اولاد اِنسانوں، جانوروں، پیڑ پودوں، مورتیوں اور نہ جانے کس کس کو اپنا خالق و مالک سمجھ کر اور پوج کر حالت کفر میں مر رہے ہیں، کیا آخرت میں اہلِ ایمان اُمتِ محمدیہ سے اِس سلسلہ میں پوچھ گچھ اور پکڑ ہوگی؟ (خصوصاً سازگار

حالات میں) براہِ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جوابات مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

48181:Answer 07,2013Nov

U-1435/1=B/1297-1699:IDFatwa

اگر حالات سازگار ہوں، ان غیر مسلموں کو تبلیغ کرنے پر قدرت حاصل ہو، یعنی فتنہ رونما ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو ان کو ہدایت کی باتیں بتانا ضروری ہے، اور یہی اصل تبلیغ ہے، اور اگر قدرت نہ ہو فتنہ وفساد، عزت و مال کے ضیاع کا اندیشہ قطعی ہو تو ہم مسلمانوں پر ان لوگوں کو ہدایت کی باتیں بتانا ضروری نہیں، اگر مسلمان اپنے دینی حالات درست کرلیں، تقویٰ وطہارت انابت الی اللہ کو اپنالیں، حقوق کی ادائیگی کرتے رہیں تو غیر مسلموں کے حق میں یہ اِنتہائی مؤثر اور خاموش تبلیغ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

47652:Question Pakistan

میں سعودی عرب میں کام کرتا ہوں اور میرے ساتھ روم میں ایک مسلمان ہے جو کہ میرا رشتہ دار بھی ہے۔ جب نماز کا ٹائیم ہو جاتا ہے۔ تو وہ نماز چھوڑ دیتا ہے اور کبھی پڑھتا ہے، مطلب یہ کے نماز پڑھتا ہے۔ اور نماز سے اِنکار بھی نھیں کرتا۔ لیکن پانچوں وقت نماز نہیں پڑھتا۔ اوراس کے ساتھ میرا کاروبار بھی شریک ہے۔ کیا ایسے شخص کے ساتھ کاروبار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے۔

47652:Answer 04,2013Sep

فتویٰ:1434/10=D/906-1153

جو شخص نماز کا پابند نہ ہو کاروبار کی شرکت اس کے ساتھ بھی کی جاسکتی ہے، البتہ مسلمان ہونے اور شریک ہونے کے تقاضے سے بطور خیر خواہی اسے نماز کے پابندی کی تلقین وتعلیم کرتے رہا کریں اور اللہ تعالی سے اس کے حق میں دعا بھی کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

حق تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے، اکابر ومشائخ کی تائیدات اور اعتراضات و اشکالات کے جوابات کے بعد اُمید ہے ہمیں تبلیغی محنت سے متعلق کوئی تشویش باقی نہ رہے گی۔

تبلیغی اجتماعات مسلمانوں کے اِتحاد و اِتفاق کے خوبصورت مظاہر:

زبان پر ذکرِ الٰہی کے انوار، آنکھوں میں شب بیداری کے آثار، پیشانیوں پر سجدوں کے نشان، کاندھوں پر بسترا، ایک ہاتھ میں ضروری سامان اور دوسرے ہاتھ میں تسبیح لیے بے شمار قافلے اپنے مخصوص انداز اور ترتیب سے آج پوری دنیا میں ملک ملک، شہر شہر، نگر نگر اور قریہ قریہ اپنے قدموں کو دینِ اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے اللہ کے راستہ میں بڑی دِل سوزی کے ساتھ گرد آلود کرتے ہوئے اُمت کے ایک ایک فرد کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان قافلوں کو آج کل عرفِ عام میں ''تبلیغی جماعت'' کہا جاتا ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں کوئی ایسا وقت اور لمحہ نہیں گزرتا جس میں تبلیغی جماعت کی نقل وحرکت پوری دنیا میں کہیں نہ کہیں جاری نہ ہو، رائے ونڈ میں منعقد ہونے والا سالانہ عالمی اجتماع حج کے بعد مسلمانوں کا دوسرا بڑا اجتماع ہوتا ہے، جس میں پوری دنیا سے لاکھوں مسلمان شرکت کرتے ہیں اور آخری روز ''اجتماعی دعا'' میں یہ تعداد مزید بڑھ جاتی ہے، اس لاکھوں کے مجمع میں مسلمانوں کا جو اِتحاد و اِتفاق نظر آتا ہے دراصل اسی تبلیغی جماعت کا مرہونِ منت ہے۔

اس پرفتن دور میں اس عالمی اجتماع کے اندر بھائی بھائی کی تکرار ہر زبان سے سن کر ہر شخص اِسلام کے اُس رشتۂ اخوّت میں کھو جاتا ہے، جس کا مظاہرہ انصارؓ نے اپنے مہاجرینؓ مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اور خاتم الانبیاء ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ منوّرہ پہنچے تو کفارِ مکہ کے مظالم سے اُجڑے ہوئے لوگ بھی آپ کے حکم سے ہجرت کر کے پہنچ چکے تھے۔ خاتم الانبیاء ﷺ نے انصارِ مدینہ کو جمع کیا اور کہا کہ یہ مسلمان بھائی اِسلام کے لیے لٹ کر آئے ہیں اور تمہارے تعاون کے طلب گار ہیں، کیا تم اِسلامی اخوّت کے رشتہ کو استوار کرو گے؟ انصارِ مدینہ نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں سنہرے الفاظ میں محفوظ ہے۔ یارسول اللہ! ہم نے اپنی زندگی آپ کے مبارک ہاتھوں میں دے دی، ہمارا سب کچھ آپ کا ہے حکم فرمائیے اخوت کا رشتہ قائم کیجئے اور پھر ہمارا طرزِ عمل دیکھئے ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے، رشتہ اخوت قائم ہوا، انصاری اپنے مہاجر بھائی کو لے کر گھر پہنچتا ہے گھر کا اثاثہ ایک جگہ جمع کر دیتا

ہے، گھر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور کہتا ہے:

''اے میرے بھائی، بھائی کا حق یہ ہے کہ اپنی تمام چیزوں کو برابر برابر تقسیم کرے، تم میرے اِسلامی بھائی ہو، یہ آدھا مال تمہارا، یہ آدھا گھر تمہارا، یہ آدھی زمین تمہاری، تم میری وراثت میں اسی طرح شریک ہو جس طرح میرا نسبتی بھائی۔''

اِیثار اور ہمدردی اپنی اِنتہا کو پہنچ گئی۔ اِنسانیت اور شرافت کی تکمیل ہوگئی، شیطان نے اپنے سر پر مٹی ڈال دی، یہ ایک آواز نے کیا جادو کر دیا، ان جاہل اور وحشیوں میں کیا اِنقلاب پیدا کر دیا، مال پر مرنے والے آج مال قربان کرنے لگے، جاہلیت شرمسار ہوگئی علم اور دِین کو بلندی عطا ہوئی، انصارِ مدینہ نے اپنے محبوب کی لاج رکھ لی۔ تاریخ کا وہ روشن باب لکھا کہ جس کی نظیر نہ کبھی پیش ہوئی اور نہ کبھی آئندہ پیش ہو سکے گی، ایک انصاری نے تو اِنتہا کر دی کہا کہ:

''اے مہاجر بھائی! یہ میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے ایک کو میں رخصت کرتا ہوں اور اس کو تیرے نکاح میں دیتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ میں رشتۂ اخوّت کو نبھا نہ سکوں، اخوت اسلامی کہیں میری وجہ سے شرمسار نہ ہو، تاریخ میرے اس رشتے پر اُنگلی نہ رکھے۔''

یہ رشتۂ اخوّت اپنا مظاہرہ بدر کے میدان میں پیش کرتا ہے، خاتم الانبیاء ﷺ اعلانِ جنگ فرماتے ہیں، شور ہو رہا ہے۔ انصارِ مدینہ کا سردار اُٹھتا ہے اور عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ! ہم آپ کے دائیں لڑیں گے، بائیں لڑیں گے، آگے لڑیں گے، پیچھے لڑیں گے جب ہم ختم ہو جائیں تو ہمارے مہاجر بھائی اپنی جانیں قربان کریں گے۔ ہماری جانیں آپ پر اور ان بھائیوں پر قربان۔

یہ رشتۂ اخوّت اپنا تاریخی کردار اُحد کے میدان میں پیش کرتا ہے، جنگ اپنے عروج پر ہے، ہر مسلمان شہادت کے جذبہ سے سرشار مصروفِ جہاد ہے، ہر شخص کی کوشش ہے کہ آج وہ غازی اور فاتح بن کر نکلے یا شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو، کامیابی مسلمانوں کے قدم چوم لیتی ہے، ایک صحابیؓ اپنے ایک چچازاد بھائی کو ڈھونڈنے نکلتے ہیں، کیونکہ وہ نظر نہیں آرہے پتہ نہیں شہادت کی سعادت سے نوازے گئے یا زخمی ہو کر مدد کے طالب ہیں، ایک جگہ پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بھائی زخموں سے چور پڑا ہے، فوراً پانی پیش کرتے ہیں، چھاگل گلے سے اُتار کر

منہ کی طرف لے جاتے ہیں کہ پیاس کی آگ بجھائیں، منہ کے قریب چھاگل پہنچتی ہے کہ قریب پڑا ہوا بھائی کراہ کر پانی طلب کرتا ہے، فوراً منہ سے ہٹا کر کہتے ہیں کہ اس بھائی کو دو، یہ زیادہ ضرورت مند ہے، اس کو زیادہ احتیاج ہے، چچازاد بھائی، بھائی کے جذبۂ ایثار کو سراہتے ہوئے دوسرے مسلمان بھائی کی طرف چھاگل لے جاتا ہے اور اُس کے منہ سے لگاتا ہے تاکہ وہ پانی پییں، اتنے میں تیسرے زخمی کی آہ کی آواز آتی ہے، فوراً چھاگل منہ سے نکال کر کہتے ہیں: اس بھائی کو دو یہ زیادہ ضرورت مند ہے۔ اِیثار کی اِنتہا ہوگئی خودغرضی اور نفس پرستی کا لفظ ہی دنیا سے اُٹھ گیا، کون سی قوم، یہ مثال پیش کرے گی؟ اخوّت کا یہ مظاہرہ کس مذہب میں نظر آئے گا؟ آہ کی آواز سن کر بھائی کے حکم کے مطابق تیسرے زخمی کے پاس پہنچ کر چھاگل منہ کی طرف لے جاتے ہیں، تو بھائی اپنی آرزو اور خواہش میں کامیاب ہو جاتا ہے اور شہادت کا منتظر شہید ہو جاتا ہے، دوسرے بھائی کے پاس لوٹتے ہیں کہ اُسے پانی پلائیں تو وہ بھی اپنے آقا کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں، حقیقی چچازاد کے پاس پہنچتے ہیں رحمت کے فرشتے اُس کی روح کو بھی اُٹھا کر علیین کی طرف لے جاتے ہیں۔ رشتۂ اخوّت کی انہی مثالوں سے لبریز مناظر آپ کو تبلیغی اِجتماعات میں نظر آئیں گے۔

وہاں بزرگوں کی جادو بھری باتیں ہر آنے والے کو مسحور کر دیتی ہیں اور ہر شریکِ اجتماع فرد وہاں ''بھائی بھائی'' کی تکرارِ دلکش میں مگن ہو جاتا ہے۔ بزرگوں کے منہ سے پھول جھڑتے ہوئے ہر شخص کے دِل میں اِنقلابی جذبہ پیدا کر دیتے ہیں اور ہر فرد کا دِل چاہنے لگتا ہے کہ یہ بزرگ اسی طرح موتی بکھیرتے رہیں، اور ہر ایک کی زبان پر یہ بات آجاتی ہے کہ ان بولنے والوں نے یہ خوبصورت باتیں کہاں سے سیکھیں؟ ان کے دل میں یہ جذبہ کیسے پیدا ہوا؟ ان سب باتوں کا ایک ہی جواب ملتا ہے کہ یہ باتیں اللہ والوں کی اسی محنت سے سیکھی ہیں، جس کا ہر وقت آوازہ بلند کیا جا رہا ہے، جس کا ہر بیان کے بعد مطالبہ کیا جا رہا ہے اور جس کے لیے یہ اجتماع منعقد کیا گیا ہے، اور ہر ایک بھائی میں یہ جذبہ اسی محنت سے حاصل ہوا ہے اور اب بھی (اس اجتماع میں) اسی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، سوچنے والے سوچتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ وطنِ عزیز میں یہ محبتیں تو ہمیں کہیں نصیب نہ ہو سکی تھیں؟ یہ تو ہمارا خواب تھا جو

شرمندۂ تعبیر نہ ہوا، یہ تو ہماری آرزو تھی جو تکمیل کو نہ پہنچ سکی، یہ تو ہماری خواہش تھی جو آخری خواہش کی طرح دم توڑ بیٹھی، ہم نے کئی سال اسی بستی کے خواب میں غلامی کے زخم سہے، ہم نے اسی بستی کے خواب میں اپنی ماؤں اور بہنوں کو قربان کیا، اسی بستی کے لئے کتنی ہی مسلمان خواتین کی عزتیں لوٹی گئیں تھیں، اسی بستی کے لئے ہم بے وطن ہوئے تھے، لیکن ایسی بستی تو میری نظر میں نہیں اور نہ ہی میں نے اس بستی کے بارے میں سنا، ہم تو اس ملک میں آکر اپنے اس کردار کو بھی چھوڑ بیٹھے جو ہمارے اِسلام نے ہمیں عطا کیا تھا، ہم اس اِسلام سے بیگانے ہوگئے، جس کے دشمن بھی معترف تھے، ہم نے تو اپنے اُس اللہ کو بھی چھوڑ دیا، جس کے نام پر ہم نے اپنے بھائیوں کو یہ ملک بنانے کی دعوت دِی تھی، ہم اس کلمہ کو بھول گئے جس کو ہم آزادیٔ پاکستان کے لئے اِستعمال کرتے تھے، ہم کلمہ کے پہلے اور دوسرے حصے کی ایک ایک تعلیمات کو چھوڑ بیٹھے، ہم اللہ کا نام تک بھول گئے، کاش کہ یہاں کے لوگ اللہ والے ہوتے تو ہماری دنیا میں اِنقلاب ہوتا، پھر یہ کون سی اللہ والوں کی بستی ہے، یہ کون سی محنت ہے؟ جس کے ذریعے محبتیں ہی محبتیں پھیل رہی ہیں اور نفرتیں دور ہورہی ہیں، اصل اِسلامی مملکت نظر آرہی ہے، یہ کون سے اللہ والے ہیں؟ یہ کوئی خواب تو نہیں، یہ کوئی تاریخی قصہ یا کوئی واقعہ تو نہیں، پاکستان میں تو کوئی ایسی جگہ نہیں، کہیں یہ بھی ایسا ہی دھوکا تو نہیں جیسے قیامِ پاکستان کے وقت دِیا گیا تھا، جو تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے وقت دِیا گیا تھا، ہم کب تک اِسلام کے نام پر دھوکا کھاتے رہیں گے، لیکن نہیں، یہ چہرے تو نورانی ہیں، یہ زبانیں تو پاک ہیں، یہ زبانیں جھوٹ نہیں بول سکتیں، یہ صورتیں دھوکا نہیں دے سکتیں، یہ چہرے غلط بیانی نہیں کرسکتے، واقعتاً ہر شریکِ اجتماع اِن خیالات میں مگن ذہنی جنگ میں مصروف ہوتا ہے۔

بلکہ بہت سے لوگ تو سکون کی تلاش میں چند دِن کے لئے ان اللہ والوں کے اجتماعات میں آتے ہیں، اللہ والوں کے پاس بیٹھتے ہیں، اللہ والوں کی باتیں سنتے ہیں، پھر اپنے آپ کو تمام تکالیف سے دُور پاتے ہیں، اور محسوس کرتے ہیں کہ ایک دِلی سکون حاصل ہورہا ہے، ان کی صحبت میں بیٹھ کر اپنا مقصود حاصل ہورہا ہے۔

اِسٹیشن آتے ہی جو؛ ان اجتماعات پر پہنچنے کا پہلا زینہ ہوتا ہے آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیا؟ ہر طرف سے مخلوق ٹوٹی پڑی ہے، چاروں طرف لوگ ہی لوگ اور سر ہی سر نظر آرہے ہیں، لیکن نہ قلیوں کا شور ہے اور نہ ہی خوانچہ فروشوں کی آوازیں بلکہ ہر شخص اپنا سامان سر پر اُٹھائے نہایت ہی نظم وضبط اور محبت کے جذبہ سے سرشار چلا جارہا ہے، نہ کوئی دھکم پیل ہے اور نہ ہی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش، ہر شخص وقار اور متانت کا پیکر ایک ہی انداز میں ایک ہی طرف رواں دواں ہے، سڑکیں لوگوں سے اٹی پڑی ہیں، لیکن کوئی شخص راستہ کی رکاوٹ نہیں بن رہا، پنڈال پہنچتے ہی شامیانوں کا ایک وسیع وعریض سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جو حدِ نگاہ تک پھیلا ہوتا ہے، شامیانے لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوتے ہیں، ہر شخص اپنی جگہ مطمئن اور پُرسکون، لیکن نئے آنے والے یہ ضرور سوچتے ہیں کہ آج تک اِتنا بڑا مجمع اِس قدر منظّم نہیں دیکھا تھا، نہ رضا کار ہیں جو لوگوں کو مختلف جگہوں پر بٹھائیں اور نہ ہی کوئی اِنتظامیہ یا پولیس کا آدمی ہے جو لوگوں کی ترتیب برابر کرتا ہے، ہر شخص مطمئن اور ذہنی جذبات سے سرشار اپنے اپنے کام میں مصروف ہے، ہر شخص ایک دوسرے کے لئے اِیثار اور ہمدردی کا پیکر بنا ہوا، ہر شخص کو خواہش کہ اس کی کسی حرکت سے کسی کو تکلیف نہ ہو ہر شخص اپنے آپ پر دوسرے کو فوقیت دے رہا، سب لوگ اپنی اپنی جگہیں بنا کر اِطمینان سے بیٹھے۔ مختلف مقامات سے لوگ جماعتوں کی شکل میں آئے ہوئے، نئے آنے والوں نے تو زندگی بھر ایسا منظر نہ دیکھا تھا اور نہ ہی اس ماحول کے عادی تھے، کیا تصوّر اور خیالات لے کر گھر سے نکلے تھے اور یہاں پہنچ کر ہر چیز نئی ہے ہر چیز توقع اور تصوّر کے خلاف ہے، ذہن یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو اپنے ذاتی اِخراجات کے ساتھ تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں، یہ تصور نہیں تھا کہ ایک راحت میں پلا ہوا نوجوان دِین کی سربلندی اور اُس کی اشاعت کے لئے پتھریلی زمین پر بڑے اِطمینان وسکون سے بیٹھا ہوا ہوگا، کہاں دنیا اور گھر کی راحتیں اور کہاں اس زمین کی مشقتیں، لیکن آنکھوں کا دیکھا ہوا منظر کیسے جھٹلا سکتا ہے، ان اجتماعات میں ایسے نازک اور محنت سے عاری چہرے صاف نظر آتے ہیں، جنھوں نے گھر میں کبھی خود مٹکے سے پانی لے کر بھی نہیں پیا ہوگا، لیکن یہی لوگ اس جگہ ایسے مصروفِ عمل نظر آتے ہیں جیسا کہ اُن کا

زندگی بھر کا یہی کام ہو، ہر جماعت کے ساتھ اُن کا ایک امیر ہوتا ہے جس کی اِطاعت کرنا ہر شخص اپنے ذمہ ضروری سمجھتا ہے، حالانکہ اُس امیر کو کسی حکومت نے مقرر کیا ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی قوتِ حاکمہ ہوتی ہے، خود ہی تمام بھائی اپنی سہولت اور سب سے بڑھ کر سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے مشورہ کر کے اپنی اپنی جماعتوں کے امیر مقرر کر لیتے ہیں اور رضا کارانہ بنیاد پر اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

تین دِن ہر ایک وہاں گزارتا ہے اور وہیں اُن اللہ والوں کی زیارت ہوتی ہے جنہوں نے ان نوجوانوں کی زندگیوں میں اِنقلاب پیدا کیا۔

نئے لوگوں کے ذہنوں میں اوّل اوّل یہ سوال بھی کلبلانے لگتا ہے کہ اس جگہ پر کھانے پینے کا کیا اِنتظام ہوگا؟ اِنسانی ضرورتیں اور حاجتیں کس طرح پوری کریں گے؟ لاکھوں کے اس اجتماع میں تو وضو کرتے کرتے ہی نمازوں کے اوقات ختم ہو جائیں گے۔ اتنے میں نظر آتا ہے کہ جس جماعت کے ساتھ وہ آیا تھا اسی جماعت کے امیر نے اپنے چند لوگوں کو کچھ کہا اور وہ تمام ساتھی ہنستے کھیلتے کھانا پکانے میں مشغول ہو گئے، ایک ساتھی نے برتن دھونے اپنے ذمہ لے لئے، ایک ساتھی نے سبزی کی خریداری اپنے ذمہ لے لی اور اس کی آنکھیں اس وقت مزید حیرت سے پھٹی رہ گئیں کہ جب اس نے اپنے امیر کو دیکھا کہ وہ سبزی کاٹ رہے ہیں، گویا کہ پہلے دِن جن لوگوں کی کام کی ذمہ داری تھی اُن میں امیر جماعت بھی شامل تھے۔

اگر کسی نئے آنے والے نے کسی کو کچھ سخت سست کہہ بھی دیا تو بجائے اس کے کہ وہ برا مانے اور وہ اس بولنے والے کو لتاڑے، لیکن یہ کیا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کا نور اور زیادہ پھیل گیا اور جواب میں کہنے لگا کہ ''بھائی مجھے معاف کرنا میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی''۔ یہ جواب سن کر وہ شخص سامنے والے کو جب دیکھتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے کہ خوبصورت کڑیل نوجوان اور اس کے چہرے پر سنتِ رسول، سر پر ٹوپی اور جسم پر صلحاء کا لباس؛ قمیص اور شلوار، تو بے اِختیار پوچھ اُٹھتا ہے کہ بھائی! آپ نے کس مدرسہ سے دینی تعلیم حاصل کی ہے؟ سامنے والا جواب دیتا ہے کہ بھائی! آپ کو غلط فہمی ہوئی، میں کسی مدرسہ یا دینی اِدارہ کا پڑھا ہوا نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے دِینی علم حاصل کیا ہے، میں تو میڈیکل کالج کا طالب علم ہوں اور آخری سال کا اِمتحان دے کر ہاؤس جاب کر رہا ہوں اور

یہ واقعہ ہے کہ میری یہ حالت، میری یہ جاذبیت، میری یہ کشش اور میری یہ محبت، سب انہی اللہ والوں کی صحبت، اس دِینی محنت اور اُن کی ہدایت کا کرشمہ ہے ورنہ میں بھی آپ کی طرح ان علماءِ کرام اور دِین داروں سے اس طرح برگشتہ تھا اور میں بھی پاکستان سے اسی طرح بے زار تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا، اللہ والوں کی صحبت اور اُن سے تعلق نے میری آنکھیں پھیر دیں، اب میں ہمہ تن اسی میں مشغول ہو گیا اور یہی میرے سکون کا راز ہے، میں تمام پریشانیوں اور بیماریوں اور ذہنی دباؤ سے نجات پا گیا، مجھے میری منزل مل گئی، میرے دِل کو قرار آ گیا، میرا ذہن ٹھہر گیا، ہمارے درمیان وہ رشتۂ اخوّت قائم ہو گیا، جس کی مجھے آرزو تھی، میں اِسلام کا مبلغ بن گیا، کیونکہ اِسلام میرے دِل میں گھر کر گیا، میرے دِل میں اِسلام و ایمان کی محبت قائم ہو گئی، میری بگڑی بن گئی، میری سمت تبدیل ہو گئی، میرا رخ صحیح ہو گیا، میرا قبلہ و کعبہ درست ہو گیا اور میرا ذہن تبدیل ہو گیا کہ پوری دنیا میں یہی ملکِ پاکستان تو ایک ملک ہے جہاں اس قدر آزادی سے دِین کا کام ہو رہا ہے، ورنہ ذرا بتلایئے تو سہی پورے عالم میں کون سی جگہ ایسی ہے جہاں ہر ہر دِینی شعبہ آزاد ہو؟ نہیں، ہرگز نہیں، ملکِ عزیز دنیا میں مسلمانوں کے لیے جنت ہے، حق تعالیٰ اس کو قائم و دائم رکھے، اور مکمل اِسلامی نظام بھی ہمیں عطا فرمائے۔ آیئے آپ بھی ہمارے ساتھ چند دِن کے لئے چلیں، چند لمحات آپ بھی اس کی لذت سے سرشار ہوں، کچھ عرصہ آپ بھی اس کے مزے لوٹیں، آپ کو خود اپنی زندگی میں اِنقلاب نظر آئے گا، آپ کو خود بخود اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی کا احساس ہوگا، اللہ والوں کی نگاہیں اور نبی پاک ﷺ کی یہ محنت آپ کی زندگی میں اِنقلاب پیدا کر دے گی، آپ نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہوگا! تاریخ میں ہمیشہ اللہ والوں کا اسی طرح ذکر موجود ہے کہ بڑے سے بڑا سرکش اُن کے دربار میں آیا اور چند لمحے اُن کی فیضِ صحبت سے باریاب ہوا، مُصلح بن کر نکلا، بڑے بڑے گناہ گار، ولی اللہ بن کر نکلے، آپ ہمارے ساتھ چلیئے تھوڑا سا وقت دیجئے آپ کا دل پُرسکون نہ ہو تو ہمیں کہئے گا اس لذت سے ایک مرتبہ جو آشنا ہو گیا، اس کے سامنے دنیا کی تمام لذتیں بے کار ہو جاتی ہیں۔ اس نوجوان کی آواز کیا تھی، ایک جادو تھا، ایک جذبہ تھا، ایسا جذبہ جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد دِلا دی۔ اسلاف کی کہانیوں کا منظر آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا۔

اب ہر فرد بھائی بن گیا، ہر شخص خادم بن گیا، اخوّت و بھائی چارے کا ایسا مظاہرہ دیکھا جس نے آنکھوں کو جھٹلایا، یہ محبت کیسے پیدا ہوگئی یہ تعلق کہاں سے جڑ گیا، چند لمحے قبل کوئی واقفیت نہ تھی، زندگی میں کبھی ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھی تھی، چند لمحے قبل تفکرات اور سوچ کی دنیا میں گھرا ہوا شخص پرسکون ہوگیا اور روحانیت محسوس کرنے لگا، ذکر اللہ کی برکات سے قلب منوّر ہونے لگا، اللہ اکبر کی صداؤں نے زندگی کا رخ تبدیل کردیا، وہ دِل جو سکون کی تلاش میں عرصے سے سرگرداں تھا پُرسکون ہوگیا، زندگی میں ایک ٹھہراؤ محسوس ہونے لگا، چند لمحے کی کیفیت نے ذہنی خیالات کو یکسر بدل ڈالا۔

اور حقیقتاً یہی مناظر ہر تبلیغی تشکیل پر، ہر تبلیغی جوڑ اور ہر تبلیغی اجتماع پر آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور وہ واقعات روشن کردیتے ہیں کہ جو بچپن میں اِسلامیات کی کتابوں میں پڑھے تھے اور جس میں اپنے آقا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس طرح کا کردار موجود تھا اور جن واقعات کو اب تک افسانے اور تاریخی قصوں کی مبالغہ آرائی سمجھا جاتا تھا۔ کاش ہر مسلمان کی زندگی اس نہج پر گزرنے لگے تو ہماری عظمتِ رفتہ پھر بحال ہوسکتی ہے، کاش ہمارے حکمران اور اِنتظامیہ کے افراد بھی ایک مرتبہ یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں تاکہ ان کو پتہ چلے کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل اگر ہوسکتی ہے تو ان اللہ والوں کے طرزِ عمل کو اپنانے سے ہوسکتی ہے۔ کاش جس طرح یہ اِجتماعات شریک ہونے والوں کی زندگیوں کے لئے اِنقلاب کا باعث ہوا کرتے ہیں، اسی طرح پاکستان بلکہ سارے جہان کے ہر نوجوان کے شب و روز میں دِینی اِنقلاب آجائے اور ہر ایک کی آنکھیں بھی اس طرح کھل جائیں جس طرح اس اجتماع میں شریک ہونے والوں کی کھل جاتی ہیں، ہر ذہن کی اسی طرح اِصلاح جائے، جس طرح وہاں شریک اذہان کی ہوا کرتی ہے، حق تعالیٰ عملی محنت کی توفیق عطا فرمائے، ان اللہ والوں کی جماعت کے بارے میں تو لوگ عجیب عجیب پراپیگنڈے کرتے ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ ان کے قریب بھی مت جانا، یہ لوگ اِنتہا پسند ہیں، یہ لوگ وہابی ہیں، یہ لوگ جادوگر ہیں، یہ لوگ قدامت پسند ہیں، یہ ترقی کے دشمن ہیں، یہ تو آدمی کو ہر چیز سے بیگانہ کردیتے ہیں، یہ پراپیگنڈے اور یہ باتیں اس وقت بالکل غلط معلوم ہوتی ہیں جب آدمی ان کے ساتھ وقت لگاتا ہے، یہ تو اسی طرح کی باتیں ہیں جس طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان

کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے بارے میں لوگ کرتے تھے، لوگ تو ان کو بھی قدامت پسند اور تفریق کرانے والا کہتے تھے، لیکن کھلی آنکھوں جب تبلیغ والوں کی محبت اور اِسلام پر عمل کرنے کے مظاہرے دیکھے جاتے ہیں، تو حقیقت سامنے آجاتی ہے، کہ ہم تو اِیثار کے نام سے ناآشنا تھے، مادیت اور مال کی محبت نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا، لیکن یہاں کی تو دنیا ہی نرالی ہے، ہر شخص عمل کا پیکر اور اِسلام کی تصویر نظر آتا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کام میں لگنے کے بعد کوئی دنیا کے کسی کام کو ترک بھی نہیں کرتا۔ ڈاکٹر، انجینئر، اہل صنعت و حرفت، مزدور، ملازم پیشہ، تاجر، مال دار، غریب، کارخانہ دار، بڑے بڑے افسر سب ایک ہی جماعت میں اور ایک ہی صف میں بیٹھے ہیں اور علماء کرام اُن کی سرپرستی کررہے ہیں، جگہ جگہ حلقے لگے ہوئے ہیں، کہیں نماز سکھائی جارہی ہے، کہیں کلمے ٹھیک کرائے جارہے ہیں، کہیں صحابہ کرامؓ کے اِیمان افروز واقعات بیان کئے جارہے ہیں، ہر ایک مصروف ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوجاتا ہے سب لوگ نماز کی تیاری میں مصروف ہوجاتے ہیں، وضو وغیرہ کا اِس قدر معقول اِنتظام کہ اِتنا بڑا مجمع اپنی ضروریات وغیرہ اور وضو سے بآسانی فارغ ہوکر نماز میں شامل ہوجاتا ہے، نماز سے فارغ ہوکر کھانے کی تیاریاں ہوتی ہیں، یہاں بھی کچھ ساتھیوں نے اپنے اپنے ذمہ کچھ کام لیے ہوئے ہوتے ہیں، وہ کھانا لگانے میں مصروف تھے کہ امیر نے سب کو اپنی طرف متوجہ کرکے حلقہ بنایا اور ایک ساتھی کو کہا کہ تم کھانے کے آداب بیان کرو، اس نے بڑے اچھے طریقے سے کھانے کے آداب بیان کئے، یقیناً نئے آنے والوں کے لیے یہ سب باتیں نئی ہوتی ہیں، اور حیرت کے ساتھ ایک قسم کی خوشی بھی ہوتی ہے کہ بہت سی باتیں معلوم نہیں تھیں اب ہورہی ہیں، عصر کے بعد ایک اللہ والے تقریر کرتے ہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد سب لوگ منبر کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جاتے ہیں، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نورانی شکل منبر پر نمودار ہوئی، سر پر عمامہ، سفید کپڑوں میں ملبوس یہ کوئی فرشتہ ہیں، چہرے سے نور برس رہا ہے، نظریں جھکی ہوئی ہیں، مکمل متانت و وقار کی تصویر، پھر اُنہوں نے اِنتہائی دلنشیں انداز میں خطبہ پڑھا اور بیان کرنا شروع کیا، بول کیا رہے تھے معلوم ہوتا تھا، منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں، جیسے جیسے وہ بیان کرتے جاتے ہیں لوگوں کے دِل

اُن کی طرف کھنچتے چلے جاتے ہیں، صرف انہی کی کیا بات، یہاں تو ہر ایک کے چہرے سے نورانیت ٹپکتی ہے، یہاں کے لوگوں کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے، واقعتاً یہ اللہ والوں کی بستی ہے اور یہی اصل دِین کی تبلیغ کا کام اور محنت ہے۔

کس قدر عمدہ تقریر ہے، نہ کسی کے خلاف کوئی بات، نہ کسی پر کیچڑ اُچھالا، نہ کسی کو بُرا بھلا کہا، بس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں۔ صحابہ کرامؓ اور بزرگوں کے قصے، جب تقریر شروع ہوئی تو نئے لوگوں کا خیال یہی تھا کہ یہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح دوسروں پر طعن کریں گے۔ اعتراضات کی بارش ہوگی، مگر بعد میں خود اپنے اِس خیال پر شرمندگی ہوئی کہ ہم نے یہ کیوں سوچا؟

عشاء کی نماز کے بعد سونے کی تیاریاں ہوئیں، اس وقت بھی سونے سے متعلق اپنے پیارے نبی ﷺ کے طریقے کے مطابق آداب بتائے گئے، اس طرح تین دِن گزر گئے۔

آخری دِن لوگوں کا مجمع بہت زیادہ ہوتا ہے اور جوق در جوق لوگ چلے آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اِنسانوں کا ایک سیلاب ہے جو ہر طرف سے بڑھا چلا آرہا ہے، کیونکہ وہ دعا کا دِن ہوتا ہے، دعا سے پہلے جماعتوں کی تشکیل اور اُن کی ہدایت ہوتی ہے اور اُن کو رخصت کیا جاتا ہے۔

دعا کا کس قدر رقت انگیز منظر ہوتا ہے بیان سے باہر ہے، ہر شخص اللہ کی طرف متوجہ، رو رو کر اور گڑگڑا کر بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ پھیلائے دعائیں کر رہا ہوتا ہے، پوری اُمت کی ہدایت کے لئے، مسلمانوں کی فلاح کے لئے، اِسلامی معاشرے کے قیام کے لئے، ہر ایک کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہوتا ہے، اور یہ دعا اوّل اوّل بانی تبلیغ حضرت جی مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ فرماتے تھے، ان کی وفات کے بعد امیر ثانی حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اپنے مخصوص انداز میں اللہ کے سامنے گڑگڑاتے تھے، پھر امیر ثالث حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے اور ان کے بعد سے اب تک ہمارے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ (امیر شوریٰ) یہ ذمّہ داری نبھاتے تھے، افسوس کہ اب وہ بھی ہم سے رخصت ہوگئے، دعا سے فارغ ہوتے ہی ہر ایک اپنا اپنا سامان سمیٹ کر اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتا ہے، بہت سے لوگ اللہ کے راستے میں تشکیلوں پر نکل جاتے

ہیں، جو اس اجتماع کا اصل مقصد ہوتا ہے کہ ایک جگہ جمع ہوکر سب دِین کی فکر کریں اور یہ سوچیں کہ ہم اور ہمارے دوسرے بھائی کیوں اِسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں؟ کیا ایسا عمل کیا جائے کہ ہم سب اِسلام کے قریب آجائیں، ہمیں ایک دِینی ماحول مہیا ہوجائے، اس غرض سے جماعتیں ہر شہر اور ہر بستی میں جاتی ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو مسجدوں میں لاکر ایک دوسرے کو اِیمان و یقین کی باتیں بتاتی ہیں، وہ جماعتیں دعا والے دِن مختلف علاقوں کی طرف روانہ ہوجاتی ہیں۔

اور کچھ بھائی گھروں کو لوٹ آتے ہیں، گھروں کو لوٹنے والوں میں جو پہلے دنیا دار تھے جب گھر لوٹتے ہیں تو اکثر و بیشتر اُن کے خیالات بدل چکے ہوتے ہیں، اُن کے احساسات کی دنیا میں اِنقلاب آچکا ہوتا ہے، وہ پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں، جھوٹ وغیرہ ہر بری چیز سے اِجتناب برتنے لگ جاتے ہیں، دِین کی طرف میلان بڑھتا چلا جاتا ہے۔

کاش کہ ہر مسلمان اپنی زندگی کا رخ اسی طرح تبدیل کرلے اور اپنے اندر اِنقلاب پیدا کرلے، تاکہ ایک صحیح اِسلامی معاشرہ قائم ہو اور پاکستان بلکہ پورے عالم میں اِسلامی نظام کے نفاذ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو۔

رائے ونڈ کے اس ''عالمی تبلیغی اجتماع'' میں لاکھوں افراد کی شرکت کے باوجود یہاں کوئی جھگڑا، فساد، ہنگامہ، گالم گلوچ نظر نہیں آئے گا بلکہ ہر شخص اخلاص وللّٰہیت کا پیکر اور عاجزی وانکساری کا مجسم نظر آئے گا۔۔۔ تبلیغی اجتماع میں ملکی، سرحدی، صوبائی امتیازات، قومی لسانی تعصّبات اور گروہ بندیاں سب یہاں خاک میں مل جاتے ہیں یہاں سب بحیثیت مسلمان، امیر وغریب، حاکم ومحکوم، پنجابی و پٹھان، بلوچی وسندھی، گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی، رنگ ونسل کے اختلافات سے بے نیاز ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے اور سجدہ ریز ہوکر پوری دنیا کے مسلمانوں کی اصلاح، امت کے ایک ایک فرد کو جنت کی طرف لے جانے، غلبہ اسلام، خلافت راشدہ کے مقدس نظام کے عملی نفاذ، کشمیر وعراق، افغانستان وفلسطین، شام اور صومالیہ سمیت دیگر ملکوں کے مظلوم مسلمانوں کی آزادی وکامیابی وطن عزیز کی سالمیّت و استحکام اور دین کے لیے محنت کرنے کی دعا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔'' وہ لمحات جو اللہ والوں کی صحبت میں گزر جائیں وہ لمحات قیمتی ترین، متاعِ حیات، دنیا

میں کامیاب زندگی گزارنے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جاتے ہیں‘‘۔

تبلیغی اجتماع اور امت کی ذمہ داریاں:

جناب احمد جمال نظامی اپنے کالم میں رائے ونڈ اجتماع سے متعلق لکھتے ہیں:

’’قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں جناب الحاج میاں جی محمد عبداللہ صاحب میواتی رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی جماعت کے اجتماع کے لئے رائے ونڈ میں اپنی ذاتی جگہ وقف کردی۔ اس وقت اجتماع میں صرف ۱۰۰ر سے کچھ زائد افراد شریک ہوتے تھے، بعد ازاں ۱۹۸۵ء میں تبلیغی ساتھیوں نے سندر روڈ پر ۱۵۰ر ایکڑ اراضی خرید لی۔ کئی سالوں سے وطن عزیز میں تبلیغی اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور اس میں ملکی وغیر ملکی لاکھوں افراد شرکت کر رہے ہیں۔ تبلیغی اجتماع میں اس مرتبہ بھی لاکھوں افراد نے شرکت کی جن سے خطاب کرتے ہوئے تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر حاجی محمد عبدالوہاب، مولانا طارق جمیل، مولانا محمد احسان الحق، مولانا احمد لاٹ اور دیگر نے بڑی فکر انگیز باتیں کیں۔ انہوں نے کہا کہ دنیا دار العمل اور عمل کی جگہ ہے، یہاں جو کچھ بونا ہے وہی آگے جا کر کاٹنا ہے۔ دین کیا ہے، دین کی سمجھ بوجھ کے لئے دین کے ماحول کو اپنانا ہوگا۔ اپنے گھروں کو چھوڑ کر دنیا میں بسنے والی انسانیت کی ہدایت کے لئے محنت کرنا ہوگی۔ دین کی تبلیغ صرف تبلیغی جماعت کا کام نہیں ہے بلکہ جس نے کلمہ پڑھ لیا ہے اس پر یہ ذمہ داری آن پڑی ہے کہ وہ کلمے کی محنت عام کرے۔ تبلیغ کا کام عام کام نہیں اس کام کے لئے اللہ رب العزت نے سوا لاکھ انبیاء کرام کو دنیا میں بھیجا۔ آقائے کائنات حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر نبوت کے دروازے مقفل کر دیئے۔ حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہے ان کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا لہٰذا اب امت کی ہدایت کا کام ہر امتی نے کرنا ہے۔ یہ کام نبیوں والا کام ہے اس کی عظمت و رفعت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لوگوں کی باتیں بھی سننا پڑیں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے دعوت کے کام میں مصائب و آلام برداشت کئے۔ مکہ کی وادیوں میں جو مظالم ڈھائے گئے اس کو برداشت کرتے ہوئے اپنی امت کی نجات کی دعائیں مانگیں۔ امت کی نجات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مضمر ہے۔ انسانوں کو غلیظ ماحول سے نکالنے کی ذمہ داری پوری امت پر عائد ہوتی ہے۔ دنیا اور آخرت کی تمام تر

برکتیں دعوت وتبلیغ کے کام میں پوشیدہ ہیں۔ حاجی محمد عبدالوہاب کا کہنا بالکل درست ہے کہ فضول خرچی، اسراف اور بے حیائی کے باعث امت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ مولانا محمد احسان الحق نے امت سے درست مطالبہ کرتے ہوئے انہیں بہترین سمت متعین کی ہے کہ توحید اور ختم نبوت کی سربلندی کے لئے کام، ٹکراؤ اور تصادم کی بجائے پیار اور فہم وفراست کا راستہ اختیار کیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتلاؤں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید لیکن ان کو اللہ کے ہاں اتنا اونچا مقام ملے گا کہ قیامت کے دن نبی اور شہید بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ نور کے خاص منبروں پر ہوں گے اور پہچانے جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، یارسول اللہ (ﷺ) وہ کون لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کے خیر خواہ بن کر زمین پر پھرتے ہیں، میں نے عرض کی یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنائیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب کیسے بنائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ لوگ اللہ کے بندوں کو ان کاموں کا حکم دیں گے جو کام اللہ کو محبوب اور پسند ہیں اور ان کاموں سے روکیں گے جو اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ وہ بندے جب ان کی بات مان کر اللہ کے پسندیدہ کام کرنے لگ جائیں گے تو یہ بندے اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں ان دونوں کو کب چھوڑ دیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ بنی اسرائیل میں کیا خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے نیک لوگ دنیا کی وجہ سے فاجر لوگوں کے سامنے دینی معاملات میں نرمی برتنے لگیں اور دینی علم بدترین لوگوں میں آ جائے اور بادشاہت چھوٹوں کے ہاتھوں لگ جائے تو پھر اس وقت تم زبردست فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تم فتنوں کی طرف چلو گے اور فتنے بار بار تمہاری طرف آئیں گے۔ اللہ

تعالیٰ غفور ورحیم ہے اور اس کے ہاں ہر وقت بخشش اور مغفرت کے دروازے کھلے رہتے ہیں لیکن آج ہمارے معاشرے میں کسی شخص کے عیب، برائی اور گناہ کو دیکھ کر اس کی اصلاح کرنے کی بجائے تہمت کے بازار کو سرگرم کردیا جاتا ہے اور پھر افواہ سازی کی صنعت ایسے پیداواری سکت بڑھاتی ہے کہ چھوٹا چور بڑا ڈاکو بن کر سامنے آتا ہے حالانکہ مسلمان پر بہتان باندھنے کی دین میں بہت کڑی سزائیں متعین کی گئی ہیں۔ لہٰذا آج ہم جن پستیوں، گمراہیوں کا شکار ہیں ہم سب کو سکہ محمدی چلاتے ہوئے فوری طور پر اپنے خالق و مالک سے توبہ کرلینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سچے دل سے کی گئی توبہ کو کبھی رد نہیں کرتا جب کوئی مسلمان سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو آسمان پر چراغاں کردیا جاتا ہے۔ سب فرشتے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ یہ چراغاں کس خوشی میں کیا گیا ہے تو انہیں بتایا جاتا ہے کہ آج ایک بندہ اپنے رب کی طرف لوٹ آیا ہے اور اس نے اپنے خالق و مالک سے صلح کرلی ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے خالق و مالک کو راضی کریں خود بھی توبہ کریں اور دوسروں کو بھی توبہ کروائیں۔ کیونکہ اس وقت ختم نبوّت کے صدقے یہ کام تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور دین کی تبلیغ ہی وقت رواں میں دراصل کشتی نوح کی مانند ہے۔'' (بشکریہ روزنامہ نوائے وقت کراچی اداراتی صفحہ۴، ۱۳ نومبر ۲۰۱۳ء)

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امیر ثانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیان نقل کردیا جائے (جو انہوں نے مؤرخہ ۱۷/۱۱/۱۹۶۱ء، بروز جمعہ بعد صلوٰۃ الفجر، حرم نبویؐ میں فرمایا تھا) جس میں اُنہوں نے یہ واضح فرمایا ہے کہ تبلیغی جماعت کسی بھی علاقے میں جاکر کیسے دِین کی محنت کرے گی، اور واقعہ یہ ہے کہ ہمارے وہ بھائی جنہیں دعوت وتبلیغ کی محنت سے متعلق کسی بھی قسم کی اُلجھن رہتی ہے وہ اس بیان کو بغور پڑھیں، پوری ذمہ داری سے یہ بات عرض کی جارہی ہے کہ وہ ساری اُلجھنیں کافور ہوجائیں گی اور تبلیغی محنت کی پوری ترتیب خود حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سامنے آجائے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اللہ کے راستے میں جانے والی جماعتوں کو ہدایات (بیان حضرت مولانا محمد یوسفؒ):

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔''(توبہ:۱۱۹)

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔''(آلِ عمران:۱۰۲)

سارے انسانوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں

میرے بھائیو! تمام قلوب مسلمانوں کے اور غیر مسلموں کے اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں، جونسے دل کو جب چاہیں پلٹ دیں، جو کچھ دلوں میں ہے اُس کو نکال دیں اور جو کچھ دلوں میں نہیں ہے ڈال دیں، اگر دِلوں میں ایمان کو ڈال دیں تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا، اگر ہدایت دیں تو ہدایت کو کوئی نکال نہیں سکتا۔ اگر کفر وضلالت ڈال دیں تو کوئی ولی بھی ہدایت نہیں دے سکتا، اس واسطے حضور ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے:

''یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک یا مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک۔''

ترجمہ:''اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو دین کی طرف پلٹ دے، اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔''

بعضوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:''تمام اِنسانوں کے دِل اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جس کے دِل کو چاہتے ہیں پلٹ دیتے ہیں۔''

دِل کی مثال

بعض احادیث میں دل کی مثال بیان فرمائی، جیسا کہ کسی میدان میں یا جنگل بیابان میں کوئی پتا پڑا ہوا ہو جب ہوا چلتی ہے تو کبھی اِدھر کبھی اُدھر، جماؤ نہیں ہے، اسی لئے اس کو قلب کہتے ہیں، آپ ﷺ نے دعا کی وجہ یہ بتائی کہ اس لئے مانگے کہ اللہ اس کو نہ پلٹ دے، دِین سے غیر دِین کی طرف، طاعت سے غیر طاعت کی طرف۔

اللہ جس کے دِل کو جب چاہیں پلٹ دیں

چاہے کوئی منکر خدا ہو حق تعالیٰ شانہ جس کے دِل کو جب چاہیں اپنی طرف پلٹ دیں گے، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایمان مثال ہے اس کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے مارنے اور ستانے میں ابوجہل سے بھی نمبر اوّل تھے، لیکن اللہ نے اُن کو مسلمان کیا پھر اِسلام کو عروج اُن سے بخشا۔

جب مشرکین سے تنگ آکر ہجرت کے لئے مسلمان نکلنے لگے تو بنو عدی نے بھی جو مسلمان ہوگئے تھے ہجرت کی تیاری کی، یہ بنو عدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک گھر میں پہنچے، خاوند بازار گئے ہوئے تھے گھر میں ہجرت کی تیاری ہو رہی تھی کہنے لگے کہ: اے ام عبداللہ! تم بھی چلنے لگیں؟ کہنے لگیں جب تم ہمیں اللہ کی عبادت کرنے نہیں دیتے ہر وقت پیٹتے ہو، مارتے ہو تو ہم پردیس میں مارے مارے پھیریں گے، جب کہیں جگہ مل جائے گی اللہ کی عبادت کریں گے، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ کہا کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو خاوند آ گئے اور بیوی نے کہا اگر تھوڑی دیر پہلے آ جاتے تو دیکھتے کہ عمر کتنا نرم تھا۔

خاوند نے کہا، کیا تیرا یہ خیال ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا؟ کہنے لگیں آج تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا، کہا کہ آل خطاب کا گدھا تو مسلمان ہو سکتا ہے لیکن عمر مسلمان نہیں ہو سکتا گویا ناممکن ہے کہ عمر بن خطاب مسلمان ہو جائے۔

حضور ﷺ کی دعا

حضور ﷺ نے دعا فرمائی، اللہ نے دِل کو پلٹا اور اِسلام کی دولت عطا فرمائی۔

سمجھنے کی بات

ایک بات سمجھ لو، اگر بات دِل میں بیٹھ جائے، اگر اِستقامت کے ساتھ دعوت دِی جائے تو ایسے ایسے فرعون مسلمان ہوں گے کہ تم تصوّر نہیں کر سکتے، کچھ آدمیوں پر مشقتیں آتی ہیں، وہ گڑگڑاتے ہیں تو اللہ پاک اُن کی دعاؤں پر زندگیوں کے رخ کو پھیر دیتے ہیں، شرک وکفر سے اِیمان کی طرف۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! اِسلام کو شوکت دے عمر بن خطابؓ یا عمرو بن ہشام کے اِسلام سے۔

ابوجہل کا اعلان

چنانچہ ایک موقع پر ابوجہل نے اعلان کیا کہ جو حضور اقدس ﷺ کا سر لائے گا تو اس کو ۱۰۰/اونٹ اِنعام میں دیئے جائیں گے، عمر نے کہا: ضامن بنا! اُس نے ضامن بنایا، عمر تلوار لے کر چل دیئے، راستے میں وہی ملے جن کا تذکرہ ابھی کیا، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہا آج ختم کرنے جا رہا ہوں، وہ تھے تو مسلمان ڈر گئے، کہنے لگے کہ بنی ہاشم سے کیسے مطمئن ہو گئے، اتنی بات کہنا تھی جوش میں آ گئے، کہا تو بھی بے دِین معلوم ہوتا ہے، تلوار اُٹھائی مارنے کا اِرادہ

کیا، اُنہوں نے کہا کہ اپنے گھر کی خبر لو کیا ہو رہا ہے؟ تیسرے بہنوئی اور بہن مسلمان ہو گئے، دارِ ارقم کے بجائے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ گئے، وہاں تعلیم ہو رہی تھی، حضرت خباب رضی اللہ عنہ تعلیم کروا رہے تھے، قرآن سیکھا جا رہا تھا، دروازہ پر پہنچ کر آواز دِی، حضرت خباب رضی اللہ عنہ چھپا دیئے گئے، قرآن کا ورقہ کھلا رہا، سعیدؓ سے پوچھا کہ کیوں بے دِین ہو گئے اور یہ کہہ کر مارنے لگے، بہن آگے آ گئیں اور کہا کہ اگر تیرا مذہب حق نہیں تو ہم کیا کریں، ہاں ہم مسلمان ہو گئے، جوش میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہن کو بھی خوب پیٹا، خون میں لت پت ہو گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام ان کی بہن کی وجہ سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاتب تھے لکھنا جانتے تھے، پڑھنا بھی، ورقہ پر نظر پڑ گئی، اُٹھانے لگے تو بہن نے کہا کہ عمر تو ناپاک ہے، غسل کرایا قرآن پڑھا تو کہنے لگے یہ تو بہت اچھی بات ہے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ باہر آئے اور کہا: عمر مسلمان ہو جا، حضور اکرم ﷺ نے کل ہی دعا کی ہے تیرے لئے، اکثر روایات میں یہی ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اِتنا پیٹا کہ میں سمجھا کہ میری بہن مرگئی، پھر میں بستر پر جا کر لیٹ گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میری بہن قرآن پڑھ رہی ہے، قرآن سنا اور اللہ نے میرے دِل کو پلٹ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اِسلام تکلیفوں میں کچھ بندوں کا اللہ سے مانگنے کا نتیجہ ہے، کچھ آدمیوں کو تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، جب وہ تکلیفیں اُٹھاتے ہیں جو بندگانِ خدا کو اللہ سے وابستہ کرنے کے لئے ہیں، اللہ کو اُن کی مشقتوں کی برداشت، پسند آ جاتی ہے تو اُن کی دعاؤں پر حق کی طرف لوگوں کے دِلوں کو پھیر دیتے ہیں۔

اسلام ملک و مال سے نہیں قربانی سے پھیلے گا

باطل مذہب چیزوں سے پھیلتے ہیں، حقانی مذہب چیزوں سے چلا نہیں کرتے، پیسے سے جو مذہب چلے گا وہ کبھی حق نہیں ہوگا، مذہب وہی ہے جو کچھ بندوں کی مشقتوں کے بعد قربانی کے بعد پھیلتا ہے اصل کام یہ ہے کہ تبلیغ میں نکل کر اپنے آپ کو ایسا مسلمان بنانا کہ ہمارے اور دوسروں کے قلوب اللہ کی طرف پھر جائیں، دوسروں سے ہم نہیں منوائیں گے وہ تو جب اللہ دِل پلٹیں گے، جب وہ قربانی دیں گے اور اُن کے دِلوں میں اِضطراب پیدا ہوگا، دِین دار

بننے کے لئے بھی قربانی دینی پڑے گی۔

شیطانی گھاٹیاں

حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ: شیطان آدمی کے اور اِسلام کے درمیان بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تو اِسلام لایا تو یہ نقصان ہوگا، وہ نقصان ہوگا تیرا مال چھن جائے گا، جب آدمی مسلمان ہوجائے تو وہ مسلمان کے اور ہجرت کے درمیان بیٹھ جاتا ہے، اگر تو نے گھر چھوڑا تو تیرا سارا کاروبار ٹھپ ہوجائے گا، گھر کا نظام بگڑ جائے گا، آج جب ہم مسلمانوں سے گھر چھوڑنے کو کہتے ہیں تو شیطان کہتا ہے کہ تمہاری اِقتصادیات فیل ہوجائیں گی، تمہاری زندگیوں کے مزے ختم ہوجائیں گے۔ فرمایا: جب آدمی ہجرت کرجائے تو شیطان مہاجر کے اور مجاہدہ کے درمیان بیٹھ جاتا ہے، ہماری تعلیم بھی تو مجاہدہ ہے، تعلیم کے اور ہجرت کے درمیان بیٹھ جاتا ہوگا، کتنے اعلان کرو کتنی ترغیب دو پھر بھی لوگ نہیں آتے، آدمی گھر چھوڑے ہوئے ہے مگر وہ کام نہیں کررہا، جس کے لئے ہجرت کی ہے وہ جو مجاہدہ کا ایک نقشہ ہے تو شیطان بیٹھ جاتا ہے درمیان میں اور اُس پر چلنے نہیں دیتا، حضور ﷺ نے تین منزلیں بتائیں ہیں، الحمدللہ پہلی گھاٹی سے ہم نکلے ہوئے ہیں، مسلمان ہونے کا شرف رکھتے ہیں، مسلمان ہونے کے بعد کی شیطان کی جتنی چوکیاں ہیں، اُس میں ہم سب ہیں، اپنی خواہشات کے نقشوں میں جو ہم بیٹھے ہوئے ہیں، شیطان ہمارے درمیان بیٹھا ہوا ہے، شیاطین مسلمانوں کی ہجرت کے درمیان میں بیٹھے ہوئے ہیں، جو ہمت کرکے اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل جائے تو شیطان اُس کو چھوڑے گا نہیں کیا پٹی پڑھاتا ہے، ابھی ناشتہ نہیں کیا ابھی یہ تکلیف ہے۔ آپ ﷺ اور صحابہؓ اللہ کے راستے میں نکل کر چوبیس گھنٹے کیا کرتے تھے؟ اُن کا مقصد تھا: کفر و شرک ٹوٹے توحید کی جڑیں قائم ہوں، شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے کہ وہ نقشہ قائم ہی نہ ہو۔

اِخلاص کی اس کام میں بہت اہمیت ہے

آگے اس کی کوشش ہوگی کمر تھپکنے کی، تیرے کیا کہنے ایسا تو کوئی کام نہیں کررہا جیسا تو کررہا ہے تو تو شام میں، ترکی میں، مصر میں، شرق، اُردن میں کودتا پھرتا ہے، اب آنا شروع

ہوا کبر، تا کہ جو کچھ ہوا؛ مجاہدہ کیا، ہجرت کی، اِسلام میں داخل ہوا، نماز اچھی طرح پڑھتا ہے، خدمت خوب خوب کرتا ہے، ہر اعتبار سے ان سب پر پانی پھیر دے تو تو اُصولی مشورہ بھی کرتا ہے، ذکر بھی پابندی سے کرتا ہے، تہجد بھی پڑھتا ہے، پینترا بدل بدل کر آئے گا، شکل بدل کر آئے گا، بھائی بالکل ٹھیک ہے تم نے بہت بڑا قدم اُٹھایا، تو تو ان سب سے اچھا کام کرتا ہے، آدھی رات کو تہجد پڑھتا ہے، جب یہ سمجھے کہ میں اچھا ہوں، یہیں سے جماعت بٹ گئی، ہر ایک کے دل میں حب جاہ، حب دنیا، ملک کا جذبہ بڑھ جائے گا، جب ہر شخص یہ کہے گا کہ میں سب سے بڑا ہوں، جہاں کام کرنے والوں کے دِلوں میں ایک دوسرے سے بڑا ہونے کا جذبہ آ گیا تو حب جاہ کی جڑ جم گئی، اقدار کی تخم ریزی ہوگئی، شیطان چلاتے چلاتے ایسے راستے پر لے آتا ہے کہ چلے تھے دنیا چھوڑنے کے لئے اور موت آئی دنیا کی محبت پر، آخرت مطلوب و مقصود نہ رہی، یہ کسی مکان بنانے کی ترتیب میں مرا، قرض نہیں مل رہا تھا، سود لے کر قرض لیا اور مکان بناتے ہوئے مرگیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو اِرشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''اللہ کے راستہ میں نکلنے والے مجاہد کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ کون اُن کی رضا کے لئے جہد کرتا ہے، اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو روزہ رکھنے والا، رات کو عبادت کرنے والا، اللہ کے خوف کی وجہ سے اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والا رکوع سجدہ کرنے والا ہو۔''

دِین کی محنت کے اِنعامات شیطان کے توڑ کے بعد ملتے ہیں

اِسلام میں داخلہ سے پہلے تو شیطان کی چوکی نہیں ہے، لیکن اِسلام میں آجانے کے بعد شیطان کی جتنی چوکیاں ہیں وہاں شیطان کہے گا کہ تمہاری زندگی میں نقصان آئے گا، دِین کی محنت کے جتنے اِنعام ہیں، قرآن میں پڑھو، یہ اِنعام شیطان کے توڑ کے بعد ملتے ہیں:

''اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ''۔

ترجمہ: ''شیطان ڈرا رہا ہے فقر سے اور اللہ خوشخبری دے رہے ہیں، اِیمان پر مغفرت اور اپنے فضل کی اور جو دِل پھٹ گئے ہیں، اِسلام کی طرف موڑ کر اللہ تمہاری عداوت کو محبت

میں بدل دیں گے۔عزت کے بلندی کے۔''

عزت کے، بلندی کے، غنی کے، جو اللہ کے وعدے ہیں وہ دین کی محنت پر ہیں، اللہ اس کی طرف متوجہ کررہے ہیں اور شیطان دنیا کے بازاروں کی طرف متوجہ کررہا ہے، ہم تو خوانچہ والے ہیں، خواہ لاکھوں روپے کمارہے ہوں، اس سے زیادہ مسلمان کی حیثیت نہیں، جب وہ کما کر کھائیں، حضور اکرم ﷺ جو محنت لے کر آئے ''ہجرت اور نصرتِ دِین'' یہ جس محنت کا عنوان ہے، اگر یہ عمل ہمارا خدا کے یہاں مقبول ہوجائے گا، تو اللہ کے ہاں سے جو دروازے کھلیں گے، وہ تھوک کے ہوں گے، اُس وقت تمہاری دعائیں قبول ہوں گی اور مسلمان کی زندگی کا رخ اللہ کی طرف پھر جائے گا۔

شیطان کی اوّلین کوشش تو یہی ہے کہ تم ''ہجرت اور نصرتِ دین'' اِختیار نہ کرو اور جب تم ہمت کر کے نکلنے شروع ہوگئے تو اب وہ کوشش کرے گا کہ تمہاری اِس محنت کے اثرات و کیفیات کو ضائع کردے۔

اللہ کے راستے میں نکلنا ہجرت کی نقل اُتارنا ہے

تم جو اللہ کے راستے میں نکل رہے ہو تو ہجرت کی نقلیں اُتار رہے ہو، ہجرت کی دو قسمیں ہیں: (۱) ہجرت باتہ، (۲) ہجرت بادیہ۔ ہجرت باتہ یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے لئے اپنی وطنیت کو چھوڑ کر مدینہ آگئے، اور اُن کا معاشرہ بدل گیا، ایسا وطنیت کا اِنتقال ہوا کہ دِین کے لئے جب جہاں کے لئے کہا گیا اُسی وقت نکل کھڑے ہوئے، کبھی حالات کو نہ دیکھا، حکم کی تعمیل کی خواہ سامان ہوا یا نہ ہوا، کھانے کو ہوا یا نہ ہوا، ایک دفعہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم اللہ کے راستے میں جارہے ہیں کھانے کو کچھ نہیں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے، اگر تم کہو تو میں کہیں سے لے کر تمہارے کھانے کا اِنتظام کردوں اور اگر کہو تو تمہارے لئے قوت کی دعا کردوں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم تو اللہ سے قوت چاہتے ہیں، آپ ﷺ نے قوت کی دعا فرمائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پورا سفر ہوا، اللہ نے ضعف سے محفوظ رکھا تو ہجرت باتہ یہ ہوئی کہ اپنا گھر چھوڑا ہے تو پوری زندگی کی ترتیب بدلنی پڑے گی۔

نیت کے بقدر ہجرت کے اثرات ہوتے ہیں

ہجرت کے اثرات نیتوں کے ساتھ ہوتے ہیں، اس میں نیت کا درست ہونا نہایت

ضروری ہے، جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوئی تو اُس کی ہجرت دنیا کے لئے اور مال کے لئے کہی جائے گی، جو ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سامنے رکھ کر کی، اُس کی ہجرت ہجرت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو وطنیت کا اِنتقال ہوا، دِین کے احیاء کو مدنظر رکھ کر اپنی ترتیب بدلی جہاں کہا چلے گئے، نہ جان کی پرواہ کی، نہ مال کی پرواہ کی۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک پرچہ دِیا اور فرمایا کہ فلاں جگہ پہنچے بغیر اس کو نہ پڑھنا، کچھ پتا نہیں کیا لکھا ہے اور کہاں جانا ہے، چار پانچ روز بعد اُس جگہ پہنچے پرچہ پڑھا فرمایا: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' سنوں گا اور مانوں گا، لکھا تھا، فلاں جگہ جاؤ، طائف اور مکہ کے درمیان پڑ جاؤ اور دیکھنا یہ تیرے ذمہ ہے کہ ساتھیوں پر جبر نہ کر، ساتھی اگر کوئی ساتھ نہ جائے تو اکیلا چلا جائے، فرمایا کہ حضور ﷺ نے یوں لکھا ہے سب تیار ہوگئے، وہاں چلے گئے، کچھ لوگ آرہے تھے، لڑائی ہوئی قتال ہوا، حضور ﷺ ناراض ہوئے کہ میں نے قتال کے لئے تھوڑی بھیجا تھا، اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حمایت میں آیتیں نازل ہوئیں:

''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ ط قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ ط وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ م بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔''

اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ڈر یہ ہے کہ ہمیں اِس محنت کا ثواب ملے گا یا نہیں اللہ پاک نے فرمایا: ملے گا ضرور ملے گا۔ اصل گناہ تو لوگوں کو اِسلام سے روکنا اور وہاں سے نکالنا ہے۔

ہجرت بادیہ کے ساتھ دِین کی حیات وابستہ ہے

دوسری ہجرت؛ ہجرتِ بادیہ ہے، گاؤدیوں کی ہجرت، گھٹیا درجہ کی ہجرت؛ کہ اپنی وطنیت کو منتقل نہ کرنا لیکن جس وقت کہا جائے جب تمہیں نکالا جائے تو تم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکل کھڑے ہو، فرق وطنیت اور وطنیت کے منتقل نہ کرنے کا ہے اب بھی اس ہجرت کے ساتھ دِین کی حیات وابستہ ہے۔

اب جو تم باہر نکل رہے ہو تو یہ ہجرتِ بادیہ ہے، ہجرت سے ہجرت کا دروازہ کھلے گا،

ہماری ہجرت کے بعد اگر یہ صحیح ہے تو رحمت کے دروازے کھلیں گے، ایک ہجرت کا دروازہ یہ ہے کہ لوگ معاصی کو چھوڑ کر طاعت کی طرف، یہودیت اور مجوسیت کو چھوڑ کر محمد ﷺ کے طریقہ پر آجائیں، غفلت کو چھوڑ کر ذکر پر آجائیں اور کفر کو چھوڑ کر اِسلام پر آجائیں، ہجرت سے ہجرت کا دروازہ کھلتا ہے، اگر تمہاری محنت اِتنی بڑھیا ہے کہ خدا کو پسند آگئی تو لوگ کفر کو چھوڑ کر اِسلام پر آئیں گے، اگر تمہاری ہجرت کمال کو پہنچے گی تو کفار حکومتیں اور مشرک حکومتیں یہ بھی اِسلام کی طرف آئیں گی، یہ گاؤدی ہجرت ہے، چاہے چھ مہینے لگاؤ پھر بھی ثانی ہے، اکمل و اعلیٰ جب بنے گی، جب تم بیٹھ کر یہ سوچو گے کہ کچھ آدمی فلاں علاقہ میں مستقل ڈال دیئے جائیں، کچھ فلاں علاقہ میں تو ہجرتِ بادیہ بھی ہوسکتی ہے، ترتیب بدل کر چلنا تو ابھی آتا نہیں، ہجرتِ بادیہ کے لئے بھی کسی سے کیا کہیں؟ حال تو یہ ہے کہ کانٹا چبھنے پر رک جائیں، پیٹ کے درد پر رک جائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نزع کی حالت میں چھوڑ کر نکلے ہیں، ہاتھ کٹ گیا، رک نہیں گئے، بلکہ اُسے پاؤں سے پکڑ کر الگ کر دیا، احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیروں کو اپنی کمروں پر لے رہے ہیں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تیروں کو اپنے سینہ پر لیتے ہیں، اُحد سے فراغت پر دیکھا گیا تو اُن کے ستر زخم تھے، ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہیں، سارے تیروں کو اپنی کمر پر لے رہے ہیں، کچھ آدمیوں کو ایسا بننا ہوگا کہ دِین کے تحفظ کے لئے اُن کا وہ قدم اُٹھ رہا ہو جو اُن کے لئے اس وقت ضروری ہے نہ اُن کو سردی روکے نہ گرمی، نہ بھوک و پیاس اور نہ مال و اولاد کی محبت، پھر اللہ تعالیٰ اُن کی دعاؤں پر جو وہ قربانیاں دے کر مانگیں گے بڑی بڑی انانیتوں کو منوا کر دِکھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب راستہ دِین کی محنت کے لئے نکلنا ہے

اللہ کے راستہ میں جان و مال کو لے کر نکلنا اللہ کو بہت پسند ہے، حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے افضل شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''وہ شخص ہے جو اللہ کے راستہ میں جہد کرتا ہو' امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی مجلس میں فرمایا: سب سے افضل کون ہے؟ کسی نے کہا: بہت نمازیں پڑھنے والا، کسی نے کہا بہت غلام آزاد کرنے والا، کسی نے کہا بہت روزہ رکھنے والا، کسی نے کہا بہت صدقہ خیرات

دینے والا اور کسی نے کہا کہ خود امیر المؤمنین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاؤں اللہ کے نزدیک افضل کون ہے، فرمایا: وہ جو اپنے اُونٹ پر مشکیزہ باندھ کر اللہ کے راستے میں جان دینے کے لئے پھرتا ہے، اُس کو اِس بات کا اندیشہ نہیں کہ کوئی اس کو مار دے گا، نہ کھانے کی ترتیب، نہ حفاظت کی ترتیب، یہ آدمی اُن سب سے افضل ہے اور یہ آدمی عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے بھی افضل ہے۔

ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں اللہ کے راستے میں جانا چاہتا ہوں، یرفع سے کہا کہ اُسے بیت المال میں پہنچادے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس آدمی کا ذوق دیکھنا چاہتے تھے وہ بیت المال میں لے آیا تو سونے چاندی کو دیکھ کر کہنے لگا کہ: اے اللہ! عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرما کہ جو آدمی مرنا چاہتا ہو، اُس کو سونے، چاندی سے کیا کام، مجھے تو ایک اُونٹ چاہئے اور کچھ پانی، یرفع نے آکر عرض کیا کہ یوں کہتا ہے: فرمایا: بلاؤ اور پھر خود اُونٹ کھول کر لائے، لاٹھی اپنے ہاتھ سے رکھی، مشکیزہ اپنے ہاتھ سے لٹکایا، تلوار لٹکائی، فرمایا: اللہ کا نام لے کر تشریف لے جائیے، ایک علاقے کی طرف روانہ فرمایا، اُس نے دعائیں مانگیں اور اُس علاقے کی طرف چل دیئے، پیچھے پیچھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ چل رہے ہیں، محض اِس لئے کہ کسی وقت یہ اپنی دعاؤں کو ختم کرلے تو پھر میرے لئے بھی دعا کرے، آخر میں دعائیں مانگتے ہوئے اُس نے کہا کہ اے اللہ! اس عمر (رضی اللہ عنہ) کی بھی مغفرت فرما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ باغ باغ ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پرکھ لیا تھا کہ اِس وقت اس کی دعائیں قبول ہیں۔ اسی طرح ایک عورت شعر پڑھ رہی تھی، حضور ﷺ کی محبت میں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت دیر تک روتے رہے، پھر عرض کی اے بڑی بی! اپنی دعا میں مجھے بھی شامل کرلو اُس نے ایک شعر اور شامل کرلیا کہ اے اللہ! عمر (رضی اللہ عنہ) کی مغفرت فرما۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں پر ملکوں کے نقشے پلٹے

تو میرے دوستو! ایک قربانی دیتے دیتے صحابہؓ کی حالت اِس سطح پر پہنچ گئی تھی کہ اُن کی قربانیوں پر اور دعاؤں پر ملکوں کے نقشے پلٹ گئے، قوموں کی قومیں اِسلام میں داخل ہوئیں۔

اللہ کے راستے میں کیوں جا رہے ہیں؟

اب اللہ کے راستے میں جا رہے ہو، آج مسلمانوں کا سارا پیسہ باطل پر خرچ ہو رہا ہے، آج ظلم ہو رہا ہے، اِنصاف نہیں ہو رہا، اِنصاف کیا تھا، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب ؓ اور صحابہ کرام ؓ دِین کی خاطر بھوکے رہے تھے، دِین کی خاطر پٹتے تھے، اُن کو معلوم تھا کہ تکلیف کیسی ہوتی ہے، اِس لئے بوریہ پر اِنصاف کیا کرتے تھے، اور یہاں ایک ایک کروڑ کی بلڈنگ بناتے ہیں، اِنصاف کرنے کے لئے، پہلا ظلم تو یہی ہے کہ اِنصاف کرنے والے صاحبزادے موٹر میں جا رہے ہیں تا کہ گرد نہ لگے (ایئر کنڈیشن کمروں میں بیٹھے ہیں) اِسلام کی زندگی سراسر مجاہدوں کی زندگی ہے، تعیش کی زندگی نہیں ہے، اس زندگی کو سیکھنے کے لئے اللہ کے راستہ میں جا رہے ہو، جہاں بھی جاؤ لوگوں کے ساتھ آسانی کا برتاؤ کرو اور اُن کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کرو، خوشخبریاں سناؤ اور نفرت نہ دِلاؤ، گناہوں پر ایسا مت ڈراؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو کر دِین سے دور ہو جائیں۔

چار چیزوں میں اپنے وقت کو گزارنا ہے

شیطان کی دوسری کوشش یہ ہے کہ تمہیں محنت میں ناقص کرے، اس کی کوششوں کا توڑ یہ ہے کہ چند باتوں کو قابو میں رکھو، مضبوطی سے پکڑلو، جس طرح نماز میں چار چیزیں ہیں، یعنی قیام میں ہو، رکوع میں، سجدہ میں، قعدہ میں ہو، یعنی انہی کی طرف آتے جاتے ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دعوت، تعلیم، نماز، اللہ کا ذکر یہ چاروں ہیں اصل، ان کی دو دو صورتیں ہیں: اجتماعی وانفرادی، یا ہم اجتماعی طور ان چاروں میں رہیں، اگر اجتماعی طور پر نہ ہوں تو انفرادی طور پر ہم ان میں رہیں۔

دعوت میں چار چیزیں

دعوت کا اِنتظام اجتماعی بھی چلے گا انفرادی بھی، گشت؛ خصوصی بھی، عمومی بھی، انفرادی دعوت بھی ہے کہ جب امیر کسی اجتماعی عمل سے چھٹی دے دے تو چھٹی کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح اسکول کے بچے کو چھٹی مل جاتی ہے، اب ساتھی آرام کر رہے ہیں، تم جاگ رہے ہو، ایک آدمی مسجد میں آیا، اُس کو دعوت دو، اُس کا اِکرام کرو، کام سمجھاؤ، کفر کی زندگی پیٹ سے بھرتی ہے اور ہماری زندگی دِل سے، چھ گھنٹے سونے کے اور دو گھنٹے کھانے پینے کے لئے نکال

کر سولہ گھنٹے اِس کام کے سمجھئے، سولہ گھنٹے ہم اِس کام میں لگے ہوئے ہوں، اِیمان کی بات سننے سے اِیمان میں قوت آتی ہے، جب ہم یہ سمجھیں گے کہ آسمان والا یقین ہمیں مل گیا تو جب دعوت دِی جائے گی تو ہم سوئیں گے، چاہے کتنا کہتے چلے جائیں، جو کچھ کہا جا رہا ہے سمجھیں کہ ہمارے لئے کہا جا رہا ہے اور ثانیاً یہ کہ ہم محنت اس لئے کر رہے ہیں کہ اگر ہماری محنت اللہ کو پسند آ جائے گی تو اللہ اوروں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے گا، جماعت والے ڈرتے رہیں کہ کہیں منافقت اُن کے اعمال میں نہ آ جائے، صحابہ کرام ؓ ہمیشہ اپنے اعمال سے ڈرتے تھے کہ کہیں منافقت پیدا نہ ہو جائے، ایک دن حضرت عمر ؓ نے حضرت حذیفہ ؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ: ''خدا کی قسم! یہ تو بتا دو کہ میں منافقوں میں سے تو نہیں ہوں؟'' حضرت حذیفہ ؓ نے فرمایا: نہیں تم نہیں ہو۔ حضرت عمر ؓ اِنتقال کے وقت اِنتہائی زخمی تھے، بے ہوش تھے، کسی نے کہا: ''الصلاة أمير المؤمنين'' آنکھیں کھول کر فرمایا: ''اس دِین میں کوئی خیر نہیں، جس میں نماز نہیں'' حضرت ابن عمر ؓ سے فرمایا: میرا سر زمین پر ڈال دے، اُنہوں نے پنڈلی پر رکھ لیا تو ڈانٹا زمین پر ڈال دے، رو رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اے عمر (ؓ)! ساری دنیا تیرے پاس ہو اور اللہ اِس بات پر راضی ہوں کہ میرے سے فدیہ لے لیں اور میری مغفرت فرما دیں تو میں اِس پر تیار ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ تسکین دے رہے ہیں: ''اے عمر (ؓ)! تمہاری مغفرت ہوگی اور تم جنت میں جاؤ گے'' فرمایا: ابن عباس (ؓ)! میں امیر المؤمنین بن گیا تھا، پھر بھی تم میری تعریف کرتے ہو، کیا خدا کے سامنے کہہ دو گے؟ کہا: ہاں! فرمایا کہ کل قیامت میں اللہ نے پوچھا تو کہہ دوں گا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا بھائی کیا کہتا ہے میں اس کا حسنِ ظن لے کر آیا ہوں۔ تو میرے بھائیو! جو اِنسان بھی اِیمان کی بات کرتا ہو سب بیٹھ کر سکون سے سنیں اور اگر خود بیان کرو تو اپنے یقین آنے کی نیت کرلو۔

خصوصی وعمومی گشتوں کے ذریعہ اللہ کی طرف بلانا

خصوصی گشتوں اور عمومی گشتوں میں جس جگہ آپ جا رہے ہیں، اللہ کی طرف بلانے کے لئے جا رہے ہیں، سب سے پہلا مسئلہ اپنا ہے، اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ خود اپنا

دِل غیر اللہ کی طرف پھر رہا ہو، اِس واسطے چھانٹ چھانٹ کر غریبوں کے پاس جاؤ، عمومی گشت عوام کے اندر، خصوصی گشت میں جو علماء کرام، مشائخِ عظام اور دنیا کے لحاظ سے بڑوں میں ہوگا، بہت ہی احتیاط سے جائیں، تین آدمی، ایک متکلم، آپ اِس طرح جائیں کہ جس بڑے کے پاس جارہے ہیں نہ اُس کی بڑائی کا یقین ہو، نہ اُس کے گھر کا، نیچے نگاہ رہے اُس کے نقشوں پر نہ پڑے، نقشہ دِل میں نہ آئے، بیوی بچوں پر نگاہ نہ پڑے، نیچی نگاہ ہو، مکھی کی مثال: ''وہ جو مسلمان نقشوں پر ہے وہ تو ہے شہد اور جو اُس کے اطراف میں ہے وہ شہد کی مکھیاں ہیں'' نیچی نگاہ، موت کا تصوّر، اللہ کا دھیان، اللہ کا ذکر، متکلم کی طرف توجہ، دونوں طرح کے گشتوں میں دھیان لگانا، اللہ کی طرف اور دِل کے یقین سے یہ دعا مانگنا کہ خدا کرے وہ دِن آئے کہ ہمارے دِل سے دنیا کا نقشہ اور چیزوں کا تأثر نکل جائے، ہمیں ایسا آتا نہیں، سیکھنے کے واسطے جارہے ہیں، اندر کی کیفیت ہر ایک خود ہی اپنی اپنی دیکھے، اگر چیزوں کا تأثر پڑا ہے تو اللہ سے ڈرے اور اللہ سے مانگے کہ اے اللہ! اپنی ذاتِ عالی سے ہونے کا یقین عطا فرمادیں، خصوصی گشت میں مطالبہ علماء سے یہ ہوگا کہ زیارت کے لئے آئے ہیں، دعائیں کرانے کے لئے آئے ہیں۔ حسبِ موقع کہیں گے کہ اپنے شاگردوں کو ساتھ لگادیں، اکابر ہوں یا مشائخ یہ نہ کہو کہ دِین مٹ رہا ہے، چلو چار مہینے کے لئے، کہیں خالی زیارت ہے، کہیں دعاؤں کے لئے عرض کرنا ہے، ہم ضعیف ہیں خود ہماری بات میں کمزوری ہے، دعائیں مانگ لو کہ اے اللہ! یہ زیارت سبب بن جائے، اُن کے دِین کی دعوت کی طرف آنے کا، تمہاری سرپرستی کا، جہاں دیکھو کہ کارگزاری سے رغبت ہوتی ہے تو سنادو جہاں رغبت نہ ہو وہاں سنانا معتبر نہیں۔

دعائیں کرکے چلو

جہاں سے چلو دعا کرکے چلو، شہر میں داخل ہو تو دعا مانگ لو، کام کے درمیان ذکر و دعا کے لئے مسجد میں آدمی چھوڑ دو، کام سے فارغ ہو تو پھر دعا مانگو، دِن کے کام کے لئے رات کو بھی خوب دعا مانگو، جب شہر میں نکلو مجتمع رہو کہ چلو تم مسجد کے حساب میں جارہے ہو، شام والے، مصر والے مسجدوں میں جائیں گے، ہمارا پورا سفر مساجد کی آبادی کے لئے ہے، جب

مسجد میں داخل ہو تو داخلہ کی دعا پڑھ لو، اعتکاف کی نیت کرلو اور مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لو، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بازاری اختلاط سے اپنے آپ کو بچاؤ، مسجد کی زندگی راست بازی کی زندگی ہے، جہاں جاؤ صحیح ہو کر چلو، اِس طرح مجتمع ہو جاؤ کہ تمہاری ہیئت (صورتوں) سے پتا چل جائے کہ یہ اِمتیازی لوگ ہیں، نگاہیں نیچی، ذکر کرتے ہوئے، بازار کی آوازیں تمہارے کانوں میں نہ پڑیں، نہ بازار کی چیزیں آنکھوں میں گھسیں، ہمیں یہ آتا نہیں ہے، اِس کی نیت کرکے جاؤ یہ بات ہمارے میں آجائے، اپنا جائزہ لیتے رہو کہ جس طرح آنا چاہیے تھا آیا نہیں، جتنا کیا، شکر کرو اور نہ کیا تو ندامت ہو۔

مشورہ سے کام کیا جائے

جاتے ہی مشورہ، تعلیم کا نظام اور خصوصی گشت کا سلسلہ شروع کردیا جائے، خدمت کے لئے ساتھی مقرر کردیئے جائیں، سادگی کھانے میں، لباس میں، سواری میں اِختیار کی جائے، قربانی کے ساتھ وقت گزارا جائے کہ اللہ کو پسند آجائے۔

عمومی گشت

عمومی گشت میں ایک دو آدمی مسجد میں ذکر اور ایک ساتھی مجمع سے بات کرنے کے لئے چھوڑ دو، باقی ساتھی مقامی احباب کے ساتھ گشت پر جائیں اور ایک ساتھی کو متکلم بنالو اور دو دو پانچ پانچ کو متوجہ کرکے کلمہ کے مفہوم کی بات کریں، حضور اکرم ﷺ کلمہ کی دعوت دیتے تھے، ہمیں بھی ہر جگہ کلمہ کی بات کہنی ہے۔ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اللہ نے ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی اپنے حکموں کو حضور ﷺ کے طریقے پر پورا کرنے میں رکھی ہے، اگر ہم نے حضور ﷺ کے طریقے اِختیار کئے اور دِین پر عمل کیا تو اللہ ہمیں کامیاب کریں گے اور اگر اللہ کے احکامات اور حضور اکرم ﷺ کے طریقے اِختیار نہیں کئے تو ہم خسارہ میں رہیں گے، نماز کو بھی نقد مسجد میں لانے کا عنوان بناسکتے ہو، بھائی اللہ کا سب سے بڑا حکم نماز ہے، اذان ہوگئی، مسجد میں چلو، موقع محل کی بات ہے، محنت کرتے رہو گے تو کھلتی جائے گی کہ کس سے کس طرح بات کرنی ہے۔

بیان

نماز کے بعد اعلان کیا جائے اور بیان کرنے والا ساتھی مختصر سنتیں پڑھ کر فوراً کھڑا ہو جائے۔ جب تم نے گشت کیا اب نماز پڑھنے کے بعد سنتوں میں لگ گئے، سلام پھیر کر دعا مانگی تو دیکھا کہ سب مسجد خالی، سارا گشت رکھا رہ گیا، شاید ان علاقوں میں جہاں جہاں تم جا رہے ہو، مختصر سنتوں کی بھی نوبت نہ پڑے، اگر وہ دو منٹ میں سنتیں پڑھتے ہیں تو تم ایک منٹ میں پڑھ لو، ایک اِس دروازے پر ایک اُس دروازے پر تم میں سے کھڑا ہو جائے اور حکمت سے بصیرت اور خوشامد سے مقامیوں کو بیان میں بٹھائیں، زبردستی نہ کریں، بات کرنے والا پہلے سے طے ہوا گر طے نہ ہو تو امیر فوراً کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہو کر لوگوں کو متوجہ کرے اور ساتھیوں میں جس کو چاہے کھڑا کر دے۔ ہماری محنت سبب کے طور پر ہے محنت صحیح کر کے اور مناسب تشکیلیں کر کے اب دعائیں مانگو، اِس کام کا نفع اِتنا نہیں جتنا تم نے یہاں دیکھ لیا، کیا خبر کہ ان لوگوں کے دِلوں میں یہ بات بیٹھ جائے، اِس وقت اعذار کی وجہ سے نہ نکل سکتے ہوں کیا خبر جن تک دعوت پہنچی تم سے اچھا کام کرنے والے آئندہ یہ ہو جائیں، اپنے لئے اور اُن کے لئے حق کی طرف پھرنے کی دعائیں خوب مانگیں، نمازیں پڑھ کر خوب مانگیں اگر اللہ ہمیں نہ لگاتا تو ہم کیسے لگتے، اللہ ہر چیز پر قادر ہیں، تم ہر عمل سے پہلے اللہ سے مانگ لو کہ: اے اللہ! یہ دِین کی محنت صحیح طور پر اُصولوں کے ساتھ کرنے کی سعادت عطا فرما، کوشش اِس بات کی کرو کہ جہاں تم دعوت دو، لوگ تمہارے ساتھ لگ جائیں اور کچھ دِن تمہارے ساتھ رہ کر اِس کام کی عملی مشق کرلیں، اپنے ملک میں لانے کے بھی مطالبے ہوں گے اور اُس علاقہ میں بھی ساتھ رہنے کے، ۲۴ رگھنٹے ساتھ نہ دیں تو کمائی کے اوقات کے علاوہ وقت میں ساتھ ہوں۔

اُصولوں کا تذکرہ کرتے رہو

اُصول کب کھلیں گے جب ان اُصولوں کا تم مذاکرہ کرتے رہو گے، ہر جگہ اِس بات کی کوشش کریں کہ وہاں کے لوگ تمہارے ساتھ خصوصی وعمومی گشتوں، تعلیم وغیرہ میں شریک ہوں، جزویات نہیں چھیڑیں گے، کوئی اِختلافی بات نہ کریں گے، جو چیز کرو مقامیوں کو اُصول

سمجھا دو کہ اس طرح کیا جائے، اللہ مجھے اور تمہیں بھی توفیق دے کہ جس طرح محتاج کہتا ہے اِس طرح بات کریں، ہماری حاجت ہے کہ لوگ دِین کی طرف آئیں تا کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے، چار دِن، پانچ دِن، آٹھ دِن کے لئے ساتھ لو اور اُن کی خوب خدمت کرو اور کام سمجھاؤ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف

حضور اکرم ﷺ نے باہر کے علاقہ والوں سے پوچھا کہ تم نے میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو کیسا پایا؟ عرض کیا بہترین بھائی پایا، رات کو ہمارے خادم تھے، کھلاتے تھے، پلاتے تھے، بسترے دیتے تھے اور خود زمین پر سوتے تھے اور صبح کو ہم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کی تعلیم دیتے تھے، اور حضور اکرم ﷺ جیسا ہم نے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا، ایسا تو ہم نے کہیں کسی کو نہیں پایا، پھر حضور ﷺ سے جو کچھ سیکھا ان سے سنتے تھے، کوئی التحیات، کوئی سورۂ فاتحہ، کوئی ایک سورۃ، کوئی دو سورتیں سناتا اور جو سنتیں سکھائی گئی تھیں سناتا تھا۔

ہم ان طریقوں پر کام کو چلانا چاہتے ہیں، جن طریقوں پر اِسلام پہلے پھیلا، اپنے بستروں میں اُن کو شریک کرو، کھانے میں شریک کرو، اُن کے دِلوں کو لیا جائے، خدمت سے مخدوم کا دِل ہاتھ میں آجاتا ہے۔ کسی کام کو وجود میں لانے کے تین طریقے ہیں: (۱) زور، (۲) زر، (۳) زاری۔

نبیوں کا کام زاری سے چلتا ہے تم زاری والا معاملہ کرو۔ اپنے علاقے میں کام کرنے سے لے کر دو تین دِن اور چوبیس گھنٹے تک کی دعوت دی جائے، اِختلاف نہ چھیڑے جائیں، مقامی لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ کون نمازی ہے اور کون نمازی نہیں، اِسی لئے مقامی کو رہبر بنایا جاتا ہے، سارے اُصول اُسے سمجھا دیئے جائیں کسی کی تنقیص نہ کی جائے، حالاتِ حاضرہ پر کوئی تبصرے اور تذکرے نہ کئے جائیں، بیان کے بعد مطالبہ ہو اور پھر سب ایک دوسرے سے بات کریں وہ یہ کہے کہ میں کاروباری ہوں، اب تقریر نہ کرو عذر کا جواب دلجوئی سے دو اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ہم بھی کاروباری ہیں، ہمارے بھی بیوی بچے ہیں، اِس طرح سے نہ کہو کہ اپنی بڑائی سامنے آئے۔

الدال علی الخیر کفاعلہ

آپ نے کہیں دعوت دِی، لوگوں کے دِل میں بات آ گئی سیکھا سکھایا، بچوں کو بھی تعلیم دِی اور اِسلامی زندگی بن گئی، آپ کے دو گھنٹوں کی دعوت پر ایک اِسلامی زندگی پچاس سال تک اُن کی چلتی رہی تو اللہ نے آپ کو دو گھنٹوں میں بہت بڑی قیمت دے دِی، دعوت میں محسوس نہیں ہوتا کہ بہت کر رہا ہے، لیکن حقیقت میں بہت کر رہا ہوتا ہے، آپ نے پانچ منٹ بات کی کہ ایک آدمی نے پچاس سال کی زندگی اِیمانی و اِسلامی گزار دی، آپ نے پچاس سالہ زندگی کا ثواب پانچ منٹ میں لے لیا، تمہیں مجموعہ کا ثواب ملے گا، اگر اس آدمی کی وجہ سے لوگ دِین میں آ گئے، تمہیں ہر خیر کے کام پر اس دعوت کو مقدم رکھنا ہے، جب دعوت بڑی چیز ہے تو اس کو بڑا ہی سمجھیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: آج تم مجھ سے دِین کی باتیں سنتے ہو، کل تم سے دِین کی باتیں سنی جائیں گی، پھر اُن لوگوں سے دِین کی باتیں سنی جائیں گی، جن لوگوں نے تم سے دِین کی باتیں سنی تھیں (لہٰذا تم خوب دھیان سے سنو اور ان کو بعد والوں تک پہنچاؤ پھر وہ لوگ اپنے بعد والوں تک پہنچائیں اور یہ سلسلہ چلتا رہے)۔

اللہ نے دعوت موسیٰ علیہ السلام کو دِی: ''اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا'' اُنہوں نے بنی اسرائیل کو دِی اور ختمِ نبوت کے حساب میں ہمیں مل گئی، یہ تو حضور اکرم ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی تو اُمت کو مل گئی اور جتنے عمل ہیں اُن کے لئے جتنی قربانی درکار ہے، اُن سب سے زیادہ 'دعوت' کے لئے قربانی درکار ہے، اِتنا سامنے رہے کہ دعوت میں اوّل مخاطب اپنے آپ کو بناؤ، اپنی دعوت سے اپنے کو مستثنیٰ نہ سمجھو۔ چوتھی دعوت کی شکل ہے کہ امیر صاحب نے چھٹی دے دِی، ایک آدمی بھی مسجد میں آ جائے تو تم دعوت دو یہ انفرادی دعوت ہے۔

تعلیم میں چار چیزیں

اِسی طرح تعلیم اجتماعی بھی ہے اور انفرادی بھی۔ تعلیم کے چار جزو ہیں: ایک نوعیت یہ ہے کہ تعلیم میں سب اکٹھے ہو کر فضائل کی کتابیں سنیں اِس طرح کہ ترغیبیں دِل میں اُتر جائیں، دِل میں اُترنے کی نیت کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات سنیں، ترغیبات جب دِل میں اُتریں گی

تو عمل پر آئیں گے، اگر توجہ سے سننا آ جائے تو عمل کے وقت اس عمل کی قیمت اللہ ہمارے سامنے لے آئیں گے، ہمارا دھیان کتاب کی طرف رہے، ذکر کرنا اخلاق والا بننا آسان، مجاہدہ بھی آسان، اِخلاص پر آ جانا بھی آسان، اگر تعلیم میں ترغیبات دِل میں اُتر جائیں، اس وقت سننے کا موضوع ہے بولنا نہیں، اگر بولنا نہ آئے دِل میں اُتر جائے تو عمل کی توفیق دے دیں گے، خدا تمہیں موقع دیں تو خالی وقت میں حدیث یاد کر لیا کرو، لیکن اس وقت کا موضوع صرف سننا ہے، اللہ کی عظمت اور بڑائی کی آیات، فضائل کی احادیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تقویٰ وخشیت کے واقعات سنیں تو اللہ کا ڈر ہمارے اندر پیدا ہو جائے اور عمل کا شوق پیدا ہو جائے۔

تعلیم میں دوسری چیزیں سورۂ فاتحہ اور چند سورتوں کا سیکھنا اور سکھانا۔ تیسرے چھ نمبروں کا مذاکرہ اور چوتھے یاد کرنا، جس میں مسائل کا سیکھنا، نمازوں کا سیکھنا اور سکھانا، آداب کو سیکھنا، روزمرہ کی دعاؤں کو سیکھنا شامل ہے جو انفرادی ہوں گے اجتماعی تعلیم میں نہیں۔

نماز میں چار چیزیں

اِسی طرح نماز میں چار چیزیں: حال کی نمازوں کی ادائیگی، قضا نمازوں کا ادا کرنا، سنتوں کا اہتمام اور نوافل کی ادائیگی۔

ذکر میں چار چیزیں

(۱) ذکر میں قرآن کی تلاوت، (۲) اذکارِ مسنونہ، (۳) اذکارِ مشائخ اگر کسی سے بیعت ہوں، (۴) دعائیں۔

اگر سولہ گھنٹے یومیہ ایسے گزر جائیں تو اس راستہ کی دعائیں اللہ کے ہاں خوب چلیں گی، خدا کے راستے میں قربانی ایک عمل ہے، اگر یہ صحیح ہو جائے گا تو اللہ راضی ہو جائیں گے، طالب وہ ہے جو ایک طرف محنت کرے اور پھر دوسری طرف خوب اللہ سے مانگے۔ باقی چھ گھنٹوں میں بھی سوچنے کی بات ہے، شیطان سولہ گھنٹے میں بننے نہیں دے گا۔

چار چیزیں کم کرنے کی ہیں

شیطان سے تحفظ کی صورت یہ کہ چار چیزوں کو موضوع کے طور پر کم کرو: (۱) سونا کم، اِتنا کم نہیں کہ دماغ خراب ہو جائے، عمومی اوسط چھ گھنٹے سونے کے، (۲) دوسرے کھانے پینے میں وقت کم خرچ کرو، (۳) تیسرے پیشاب پاخانہ میں وقت کم خرچ، (۴) اور چوتھے آپس

کی بات چیت میں وقت کم خرچ ہو، اس میں شیطان غیبت، بہتان اور دنیا کے تذکرہ لے آتا ہے، اِس واسطہ چار چیزیں کم کی جائیں، ایسا نہ ہو کہ پیشاب کرنے چلے، دکان دیکھی وہاں سے پینسل لی، ہوٹل دیکھا تو چائے پینے بیٹھ گئے، یعنی گئے تھے پیشاب کرنے اور آدھے پونے گھنٹے بعد واپس آئے، کوئی صاحب چائے پی رہے ہیں، کوئی مٹھائی کھا رہے ہیں، اب تم یہ بتاؤ کہ پیشاب کہاں ہوا، سیدھی بات ہے، چاہے کھانا پینا ہے، تو کہئے کہ فلاں بات کو جانا ہے، امیر اِجازت دے تو جائیے، پیشاب پاخانہ میں اِس طرح وقت خرچ ہو، جس طرح معتکف وقت خرچ کرتا ہے، مشغول آدمی پیشاب پاخانہ سے پانچ منٹ میں آئے گا اور فارغ آدمی آدھے گھنٹے میں آئے گا۔

وقت فرصت ہے کہاں، کام بہت باقی ہے

ہم فارغ نہیں ہیں، آج دِین مٹ رہا ہے، تہجد گزاروں کی اولادیں ناچنے گانے والے بن رہے ہیں، یہ وقت ہمارا فرصت کا نہیں ہے، یہ جو تمہیں کام بتایا ہے اُس سے خدا کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی، جب ایک وقت تم نے اللہ کے لئے دے دیا، تو کیا ہم اِس کے لئے زیادہ اپنے کو دعوت والے اعمال میں مشغول قرار نہ دیں، صحیح طریقے سے یہ وقت گزرے گا، قیمتی بنے گا، اللہ کو پسند آئے گا، تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری دعائیں خوب قبول کریں گے۔

کھانا کم سے کم وقت میں کھاؤ، درمیان میں دنیا کی باتیں شروع نہ ہوں، ہاں اگر کھانے میں دو چار آدمی ہوں، جن کو بلایا ہے تو دعوت بن جائے گی، اِس زمانے میں لوگ بولنے کی بہت مشق کرتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وصیت فرمائی کہ زبان کو قابو میں رکھو، حضور ﷺ نے دعا دِی کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ پر رحم فرمائیں جو اچھی بات کرے یا خاموش رہے اور زبان کی لغزشوں سے بچ جائے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ جس طرح بولنا سیکھا جائے اسی طرح چپ رہنا بھی سیکھا جاتا ہے، اس راستے میں نکلنے کے بعد ہمیں اپنے بولنے کی بھی صحیح مشق کرنی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنسانوں کے تذکروں سے بلائیں آتی ہیں اور اللہ کے ذکر سے بلائیں دور ہوجاتی ہیں، جو ضروری باتیں ہیں وہ مستثنیٰ ہیں اور موضوع کے طور پر اِس دعوت والے کام میں باقی نہیں، یہاں دِل بہلانے کے لئے باتیں نہیں ہیں، عمل پر آنا ہے، دِل ہی کے ذوق کو بدلنے کے لئے

ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، تو چار عملوں کو زیادہ کرنا: دعوت، تعلیم، نماز اور ذکر اور چار کو کم کرنا ہے: کم کھانا، کم سونا، پیشاب اور پاخانہ میں کم وقت خرچ کرنا اور کم بات چیت کرنا۔

چار چیزیں بالکل نہیں کرنی

اور چار کو بالکل چھوڑنا ہے، سوال، اشراف، اسراف اور بلا اجازت کسی کی چیز کا استعمال، یہ اگر چار چیزیں قابو میں آجائیں تو تمہارے کام اسلاف کے تابع بن جائیں۔

سوال اور اشراف

اِنسان میں اللہ تعالیٰ نے مادۂ طلب رکھا ہے اگر رخ اللہ کی طرف چلا جائے تو دعا اور اگر اِنسانوں کی طرف تو سوال یا اشراف، مسجد میں گئے یہ دعوت کردے، اندر مادۂ طلب پک رہا ہے، یہی کچھ دے دے، میں اپنے واسطہ تھوڑی کہہ رہا ہوں دوسروں کے لئے کہہ رہا ہوں، پہلے تو آدمی دوسروں کے لئے سائل بنتا ہے، پھر بعد میں اپنے لئے سوالی بن جاتا ہے، مادۂ طلب کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف متوجہ کردے، جب بھی ایسے حالات آئیں اللہ کی طرف متوجہ ہو کہ اے اللہ! ہمارے کھانے کا اِنتظام کردے، سواری کا اِنتظام کردے، خدائے پاک نے تمہاری طلب کسی کے جی میں ڈال دِی اور اُس نے تمہاری خوشامد کی تو یہ بہت پاک ہوگا، کیونکہ تمہاری طلب اللہ کی طرف تھی، آخر میں اُس کی دلجوئی کے واسطہ کہ دِین کے کام میں لگے گا اُس کی دعوت قبول کرلو، یاد رکھو! ہماری وجہ پاک نہیں، اللہ کی وجہ پاک ہے، دعا جب تک دعا رہے گی جب تمہارے اور خدا کے درمیان رہے، اگر دِکھا کر مانگو گے تو یہ دعا نہ رہے گی، اندر کی دعا اصل ہے، دِل دِل میں مانگو۔

اسراف

اسراف کیا ہے؟ آدمی میں حق تعالیٰ شانہ نے زیادہ کی طلب کا مادہ رکھا ہے، اگر اپنے ہی اُوپر یہی خرچ ہوجائے تو اسراف اور دوسروں پر ہو تو سخاوت، اسراف کے درجات بنیں گے، ایک آدمی چٹنی روٹی کھا رہا تھا، سالن کھانے لگا تو اسراف ہوگا، ایک آدمی چار کھانے کھا رہا تھا، دو کھانے لگا تو اسراف نہیں ہوگا، آج دنیا میں اسراف کا نظام قائم ہے، بس جو کچھ ہے اپنی زندگی پر لگالو دوسرے چاہے فاقہ سے ہوں، ہم ایسا کہتے ہیں کہ آدمی کے سامنے

آخرت رہے، حضور ﷺ کی زندگی تمام زندگیوں کے امام کی زندگی ہے، اماموں کے امام کی زندگی ہمارے سامنے رکھی گئی ہے، علو سے، کبر سے ہماری حفاظت ہوجائے گی، اگر اُن کی زندگی سامنے رکھیں گے، نیت کرو کہ یہاں تک پہنچنا ہے، کرو اِتنا جتنا کر سکتے ہو، دس کھانے کھاتے ہوتو ساڑھے نو کر دو، کم کرتے چلے جاؤ، نیت کرو کہ ایک اپنے پر لگاؤں گا تو نو اللہ کے راستے میں دوں گا، ہر ایک آدمی کا ذوق ہوا کرتا ہے، عمل تعلق رکھتا ہے، اِستعداد سے محبت تعلق رکھتی ہے اندر سے، ہوتا نہیں ہے اگر محبت نہیں، اِستعداد نہیں تو اس محبت پر مل جائے گا، اس واسطے اس راستہ میں نکل کر یہ بات طے کر لی جائے کہ اسراف سے نکل کر محمد ﷺ کی قناعت کی زندگی پر آنا ہے اور جتنی سادگی ہو سکے غذا میں، مکان میں، رہائش میں، اِختیار کی جائے۔

بغیر اِجازت کسی کی چیز کا اِستعمال

اور کسی کی چیز بلا اِجازت اِستعمال نہ کرو، ساتھی نے ٹھہرنے کے لئے مکان دِیا ہے، مکان کی چیزوں کو بغیر پوچھے اِستعمال نہ کرو، ساتھی اگر اِجازت دے بھی دیں تو اُن کی چیزوں کو اُن کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے اِستعمال کرو، آپ اندازہ لگائیے کہ اپنی اس چیز کی اس کو کب ضرورت ہوتی ہے، جس وقت وہ پانی لیتا ہے تو اس وقت اس کے گلاس سے پانی نہ پیو، اس کی چیزوں کے اندر اعتدال پیدا کرو، اِجازت کے بعد اس کی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی چیز کا اِستعمال کیا جائے، یہ ہے حسنِ معاشرت، کسی کے ساتھ تو لوگ جانا چاہتے ہیں اور کسی کے ساتھ نہیں جانا چاہتے، اس کی وجہ یہی ہوتی ہے، یہ زندگی اولوالعزمی سے آئے گی، اس میں صبر برداشت اور عفو و درگزر رہے۔ یہ ''ادفع بالتی ھی احسن'' والی زندگی ہے، دوسرا آپ کے ساتھ بے عنوانی کرے تم اُس کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ۔ یہ چار چیزیں بچنے کی ہیں: سوال، اشراف، اسراف اور بغیر اِجازت کسی کی چیز کا اِستعمال۔

خدمت گزاری اس میں بھی چار چیزیں ہیں

اس سے اِنسان کا ''میں'' ٹوٹتا ہے، اس میں بھی چار چیزیں ہیں: (۱) اپنی خدمت، (۲) اپنے ساتھیوں کی خدمت، (۳) امیر کی خدمت، (۴) جو محتاجِ خدمت نظر آئے اُس کی

خدمت، اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عاصم سے فرمایا کہ: رافع اور اِسلام کا ساتھی بن جا، قوموں کی خدمت کر، خدمت سے مخدوم کا دِل ہاتھ میں آجاتا ہے، آپ لوگوں کی خدمت کرنے والے بن جائیں، پھر اللہ تعالیٰ لوگوں کے دِلوں میں آپ کی خدمت کا جذبہ ڈال دیں گے، جب یہ خدمت کرتا ہے تو اس کا بہت بڑا تحفظ ہے، ساتھیوں کی بھی خدمت، امیر کی بھی خدمت اور جو محتاجِ خدمت ہو خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ خدمت گزاری سے اِتنے اُونچے درجے پر پہنچے ہیں، لوگوں کو کھانا کھلاتے اور سلاتے اور دِل و جان سے مدد کرتے۔ اِس موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

منت منم کہ خدمت سلطاں ہمی کنی
منت از وشناس کے در خدمت گزاشت

اپنے آپ کو خادمیت کے رخ پر ڈالو

اس راستے میں نکلنے کے بعد اپنے آپ کو خادمیت کے رخ پر ڈالا جائے، مخدومیت کے رخ پر نہ ڈالا جائے، خدا تمہیں بھی توفیق دے اور مجھے بھی حضرت طلحہؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ روزانہ ایک مکان میں جاتے ہیں، تحقیق کی کیوں جاتے ہیں؟ اُن کے جانے کے بعد گئے، دیکھا ایک بڑھیا نابینا، بہت بوڑھی ہے، پوچھا یہ آدمی تیرے ہاں کیوں آتے ہیں؟ کہنے لگی کہ: میرا پاخانہ صاف کرتے ہیں، کپڑے دھوتے ہیں، یہی میری خبر رکھتے ہیں اور کوئی نہیں، حضرت طلحہؓ رونے لگے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قصہ پہلے سنا چکا ہوں۔

امیر اور مامور کا تعلق ٹھیک ہونا ضروری ہے

اگر اِس طرح کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کریں گے، اِسلام کے عروج کی شکلیں اُس وقت وجود میں آئیں گی جب امیر اور مامور کا تعلق ٹھیک ہوگا، اس کام میں امیر اور مامور والے اُصولوں کی بہت اہمیت ہے: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا'' امیر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کہے اِدھر جا، یہ کہے اُدھر تو جا، امیر صاحب مامورین کو لے کر

اِدھر اُدھر پھریں گے، کچھ کام نہ کرسکیں گے، اجتماعیت میں بہت بڑی طاقت ہے، دنیا کے پاس اسلحے کی طاقت ہے اور ہمارے پاس اجتماع کی طاقت، امیر مشورہ کرکے کام کرے، اگر وہ بغیر مشورہ کے کام کریں گے تو یہ اُن کی کوتاہی ہوگی اور اگر امیر نے کوئی حکم دِیا تو نہ ماننا بہت بڑی کوتاہی ہوگی، جب مشورہ ہوجائے تو امیر شرح صدر کے بعد جو فیصلہ کرے اُس کو ماننا ضروری ہے، اعتراض امیر پرنہیں کرنا چاہئے، اگر ہماری رائے کے خلاف فیصلہ ہوتو جان لینا چاہئے کہ امیر نے جوبھی فیصلہ دِیا ہے، اُس میں خیر ہے میرے نزدیک ایک تو اِخلاص اس میں بہت زیادہ اور دوسرے جوڑ۔

حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں کہ تم میں جو شخص اپنے امیر کی ایسی بات دیکھے جو اُسے ناگوار ہو تو اُسے چاہئے کہ اُس پر صبر کرے، چونکہ جو شخص مسلمانوں کی جماعت (یعنی اجتماعیت) سے بالشت بھر بھی جدا ہوا (اور توبہ کئے بغیر) اسی حالت میں مرگیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ ان موٹی موٹی باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔

ہم مخلوق ہماری محنت مخلوق

اور یہ بات ذہن میں رہے کہ ہم مخلوق، ہماری دعوت، دعائیں مخلوق اور مخلوق سے کچھ ہوتا نہیں اور اگر اللہ کو ہماری محنت پسند آ گئی تو اللہ پاک سب کچھ کردیں گے، اللہ چاہیں تو امریکا کو پلٹ دیں، جتنی جھلک حضور ﷺ کی ہماری زندگی میں آئے گی اُتنا ہی زندگی کا رخ اللہ کی طرف پھرے گا اور اللہ کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ ہوگی۔ فللّٰہ الحمد و المنۃ''۔

(یہاں حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا بیان اختتام پذیر ہوا)۔

تبلیغی محنت کا ہم سے مطالبہ:

خلاصہ یہ ہے کہ اِس تبلیغی محنت کا قیام ومقصد لوگوں کی زندگیوں میں عملی اِسلام کو لانا ہے، لوگوں کے دِلوں پر محنت کرکے اُن کے قلوب کو معرفتِ الٰہی سے روشناس اور سنتِ نبوی ﷺ کا پیرو بنانا ہے۔ اللہ سے سب کچھ ہونے کے یقین کی محنت اور غیر اللہ سے اللہ کی مرضی اور اِرادہ کے بغیر کچھ نہ ہونے کی محنت کی صدا بلند کرنا ہے۔ اپنے دِینی ودنیوی اُمورہائے زندگی کو منشائے خداوندی کے تابع کرکے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی محنت، اپنی اِصلاح اور

دوسروں کی اِطلاع کی آواز لگانا ہے، دعوت اِلی اللہ کے بول اِس قدر بولنا کہ قلبِ سلیم عشق الٰہی سے منوّر ہوجائے۔ سنتِ رسول (ﷺ) کو دائمی بنانا، اپنا ہر عمل حکمِ خداوندی اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے تابع کرکے زندگی گزارنا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اُمتِ مسلمہ کی زندگی کی فکر اور پوری دنیا میں اِسلام کو پھیلانے کی محنت۔

چنانچہ یہ مبارک محنت ہم سے یہی مطالبہ کرتی ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کیجئے، اپنی زندگیوں کو عبادات سے لے کر معاملات تک نبی ﷺ کے طریقہ کے مطابق بنایئے، اپنی زندگیاں تبلیغِ دین کے لیے وقف کیجئے، اپنی سوچ وفکر کو اصلاحِ انسانیت کے لئے صدقہ کیجئے، عوام الناس پہلی فرصت میں چار ماہ اور علماء کرام ایک سال لگا کر دعوت وتبلیغ کے کام کو سیکھیں (علماء کرام کا علم اپنی جگہ اُس کی حقیقت، ضرورت اور اِفادیت سے قطعاً اِنکار نہیں، لیکن اس وقت عمومی طور پر پھر پھر کر بے طلبوں میں طلب پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور عوام کے مقابلہ میں علماء کرام کے لیے زیادہ وقت یعنی ایک سال اس وجہ سے رکھا گیا کہ جس کے پاس مال جتنا زیادہ ہوتا ہے اُس کو زکوٰۃ بھی اتنا ہی زیادہ ادا کرنا پڑتی ہے۔) اور واپس آکر اپنے مقام پر مسجد کو آباد کریں، اپنی فکر اور اِصلاح کے ساتھ ساتھ محلّہ، گلی، بازار میں ہر فرد کی فکر میں لگ جایئے۔ آپ کے دعوت اِلی اللہ کے چند بول لوگوں کی زندگیاں بدل سکتے ہیں، تو کیوں نہ ہم اِصلاح کے اِس سفر میں شریک ہوں، آیئے اور اس حکمِ خداوندی کو ادا کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

علماء کرام سے درخواست

بہرحال افراط وتفریط سے بچنے کے لیے اکابر تبلیغ کی یہ خواہش ہے کہ یہ کام علماء کرام کی سرپرستی میں ہو، کیونکہ جتنا علماء کرام اِس مبارک کام کی سرپرستی اور نگرانی کریں گے اُتنا ہی کمی بیشی دور ہوکر اعتدال قائم ہوگا اور شکایات کم ہوں گی۔ یوں تو الحمد للہ کام اس مخصوص ڈھنگ میں شروع بھی ایک جید عالم اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگرد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا اور شروع ہی سے اکابر علماء کرام کی تائید ونصرت بھی اِس تبلیغی کام کے ساتھ رہی۔ مثلاً حضرت رائے پوری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہم اللہ تعالیٰ اور پھر ان اکابر کے خلفاء کرام غرض سب کی پشت پناہی اس جماعت کے ساتھ رہی، جیسا کہ اُوپر گزرا۔

اِس لیے علماء کرام سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ اپنے درس وتدریس اور دوسری علمی مشغولیت کے ساتھ اپنے محلوں کی جماعتوں میں جڑتے رہیں۔ اور سال کی چھٹیوں میں تھوڑا بہت وقت فارغ کر کے جماعت کے ساتھ ایک چلے کے لیے چلے جائیں تو اِن شاء اللہ جماعتوں میں جو ہر قسم کے عامی مسلمان ہوتے ہیں، اُن کی نگرانی، اِصلاح اور تربیت ہوتی چلی جائے گی۔ اب جماعتیں تو بے شمار ہیں مگر کام کی نگرانی کرنے والے یعنی علماء کرام کم ہیں۔ اِس وقت بھی صرف اندرون ملک میں کم وبیش پندرہ بیس ہزار جماعتیں اِیمان واعمال سیکھنے سکھانے میں مشغول ہوں گی اور میری معلومات کے مطابق چند ہزار علماء کرام اِس وقت اندرونِ ملک سال لگا رہے ہیں۔ یوں اگر ایک عالم ایک جماعت میں ہو تو باقی تین چوتھائی جماعتیں علماء کرام کی صحبت سے محروم ہیں۔

تبلیغی جماعت کے ساتھ اہلِ علم طبقہ کی شمولیت کی اہمیت

''آپ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ) نے اپنے نزدیک اس کا فیصلہ کرلیا تھا کہ جب تک اہل علم اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوں گے اور اس کی سرپرستی نہ کریں گے اس وقت تک اس اجنبی دعوت اور اس نازک کام اور لطیف کام کی طرف سے (جس میں بڑی دقیق رعایتیں اور نزاکتیں مطلوب ہیں) اطمینان نہیں کیا جا سکتا، آپ کو اس کی بڑی آرزو تھی کہ ''اہل'' اشخاص اس کام کی طرف توجہ کریں اور اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کو اس کام کے فروغ میں لگائیں، جس سے اسلام کے درخت کی جڑ شاداب ہوگی، پھر اس سے اس کی تمام شاخیں اور پتیاں سرسبز ہوجائیں گی''۔

اہلِ علم کے لیے طرزِ محنت

اس سلسلہ میں آپ علماء سے صرف وعظ وتقریر ہی کے ذریعے اعانت نہیں چاہتے تھے، بلکہ آپ کی خواہش اور آپ کا مطالبہ علمائے عصر سے سلفِ اوّل کے طرز پر اشاعتِ دین کے

لیے عملی جدوجہد اور دربدر پھرنے کا تھا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب (نوّر اللہ مرقدہ) کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''عرصہ سے میرا اپنا خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعتِ دین کے لیے خود جا کر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لیے گشت نہ کریں اس وقت تک یہ کام درجہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ عوام پر جو اثر اہلِ علم کے عمل وحرکت سے ہوگا وہ ان کی دھواں دھار تقریروں سے نہیں ہوسکتا، اَسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے جو کہ آپ حضرات اہلِ علم پر بخوبی روشن ہے۔''

طلباء کرام کے تبلیغ میں اشتغال کی حیثیت

درس وتدریس سے تعلق رکھنے والے بعض بزرگوں کو شبہ تھا کہ تبلیغ واصلاح کی اس کوشش میں مدرسین اور طلباءِ مدارس کا اشتغال، ان کے علمی مشاغل اور علمی ترقی میں حارج ہوگا، لیکن آپ جس طرح اور جس منہاج پر علماءِ مدارس اور طلباء سے یہ کام لینا چاہتے تھے وہ درحقیقت علماء اور طلباء کے علوم کی ترقی اور پختگی کا ایک مستقل انتظام تھا، ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں:

''علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دینِ پاک فروغ اور ترقی پا سکتا ہے، میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے یہ میرے لیے خسرانِ عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے، علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہے، بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ مسلمان جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے''۔

طلباء کے لیے زمانہ طالبِ علمی میں محنت کرنے کا طریقہ

حضرت مولانا الیاسؒ چاہتے تھے کہ اس تبلیغی کام ہی کے ضمن میں طلباء اپنے اساتذہ ہی کی نگرانی میں اپنے علوم کے حق ادا کرنے کے لیے نافع ہوں، ایک گرامی نامے میں لکھتے ہیں:

''کاش کہ تعلیم ہی کے زمانہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اساتذہ کی نگرانی میں مشق ہو جایا کرے تو علوم ہمارے نفع مند ہوں، ورنہ افسوس کہ بے کار ہو رہے ہیں، ظلمت اور جہل کا کام دے رہے ہیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون''۔ بہرحال اپنی اس دعوت کو

اعلیٰ علمی و دینی حلقوں میں پہچانے کے لیے آپ نے جماعتوں کا رخ دینی مرکزوں کی طرف کیا۔ (مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، مکتبہ دینیات)

علم میں ترقی کا طریقہ

علم کی طرف ترقی کے لیے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے نزدیک دوسری شرط یہ تھی:

''یاد رکھو! کوئی عالم علم میں ترقی نہیں کر سکتا جب تک وہ جو کچھ سیکھ چکا ہے دوسروں تک نہ پہنچائے، جو اس سے کم علم رکھتے ہیں اور خصوصاً اُن تک جو کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں، میرا یہ کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے ''مَن لا یَرحم لا یُرحم'' بر دیگراں پاش کہ حق برتو پاشد، کفر کی حد تک پہنچے ہوؤں تک علم پہنچانا اصل علم کی تکمیل ہے اور ہمارا فریضہ ہے اور جاہل مسلمانوں تک علم پہنچانا مرض کا علاج ہے۔''

(مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت مکتبہ دینیات)

صحابہ کرام کا حصولِ علم کے لیے طریقِ کار

''فرمایا: مدینہ منورہ میں علوم دینیہ کا کوئی مدرسہ بھی نہ تھا، اگر ہوتا تو بھی وہ (مدینہ والے) اس کے باقاعدہ طالبِ علم نہیں بن سکتے تھے اور دین کی ضرورت، مسائل و احکام اور مسائل کے علم سے بے بہرہ نہیں تھے، یہ علم ان کے پاس کہاں سے آیا؟ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرکت وحضوری پر زیادہ جاننے والوں کے پاس بیٹھنے اور اہلِ دین کی صحبت و اختلاط اور ان کی حرکات وسکنات کو بغور دیکھنے، سفروں اور جہاد میں رفاقت اور بروقت اور برموقعہ احکام معلوم کرنے اور دینی ماحول میں رہنے سے، اس میں شبہ نہیں کہ اس درجہ اور معیار کی بات آج حاصل نہیں ہو سکتی، لیکن اس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی کچھ نہ کچھ صورت انہی راستوں سے آج بھی پیدا کی جا سکتی ہے''۔

(مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت مکتبہ دینیات)

دینی خدام کو ایک قیمتی وصیت

ایک مرتبہ امیر ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سفر میں جاتے وقت ایک وصیت فرمائی، مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں لوگ جمع ہو گئے اور حضرت نے باقی

لوگوں کو بھی اہتمام سے جمع فرمایا اور مختصر وصیت فرمائی جو اس دور میں دِین کا کام کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے اور سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے، دِینی تحریکوں اور دِینی خدمات سے وابستہ لوگوں میں پیدا ہونے والے اکثر امراض کے لیے نسخۂ تریاق ہے جو وصیت آپ نے فرمائی اُس کا مفہوم تقریباً یہ تھا کہ:

''سوچو! محاسبہ کرو کہ جو کام تم دِین کا کر رہے ہو، رسماً تو نہیں کر رہے ہو، عادتاً تو نہیں کر رہے ہو، مجبوراً تو نہیں کر رہے ہو، نام کے لیے تو نہیں کر رہے ہو، دام کے لیے تو نہیں کر رہے ہو اور تم جو لوگوں کو جوڑ رہے ہو، کسی تحریک سے جوڑ رہے ہو، کسی تنظیم سے جوڑ رہے ہو، کسی ذاتِ خاص سے جوڑ رہے ہو یا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ذات سے جوڑ رہے ہو''۔

یہ مختصر اور جامع وصیت فرما کر آپ سفر میں تشریف لے گئے اور پاکستان جا کر اسی سفر میں وِصال فرمایا، بعد میں لوگوں کو احساس ہوا کہ مجدد یقین اور امیر کی یہ وصیت صرف عمومی حکم کی تعمیل میں نہیں بلکہ وہ سفر آخرت پر جاتے وقت اپنے رفقاء کو خصوصاً اور اُمتِ مسلمہ اور دِینی کام سے وابستہ لوگوں کو عموماً فرما کر گئے ہیں۔

ہم لوگ بہت سی عبادات اور طاعات اور دِینی خدمات رسم کے طور پر بھی کرتے ہیں، مجبوراً بھی کرتے ہیں، کیا کیا جائے ایک اِدارے سے وابستہ ہیں، تحریک سے جڑے ہوئے ہیں، حلیہ اور پہچان بن گئی ہے، دِینی کام کرنا ہی ہے۔ عادتاً بھی کرتے ہیں، بعض خدمات اور طاعات کی عادت ہے۔ نام کے لیے کرتے ہیں۔ شہرت ہوتی ہے، لوگوں میں اعتقاد بڑھتا ہے، واہ واہ ہوتی ہے، اِس لیے خدمت اور عبادت کرتے ہیں۔ دام کے لیے کرتے ہیں کہ کچھ مشاہرہ مل جائے گا، لوگ معتقد ہو جائیں گے تو ہدایا آئیں گے وغیرہ.......... اِخلاص اور اللہ کی رضا کے متوازی یہ عوامل ہیں، جو دِینی کاموں پر لگے رہنے پر مجبور کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان عوامل کے اثر سے کوئی کام ہرگز دِین دار نہیں ہو سکتا۔ یقیناً آج کے حالات میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ وصیت لوحِ قلب پر لکھنے اور اس کے پس منظر میں محاسبے کی ضرورت ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ یہ وصیت نقل کرنے سے مقصد کسی کی نیت پر حملہ نہیں بلکہ صرف اپنی اِصلاح اور دوسروں کی فکر ہے کہ تصحیحِ نیت سے اِن شاء اللہ جس دِینی خدمت سے بھی وابستہ

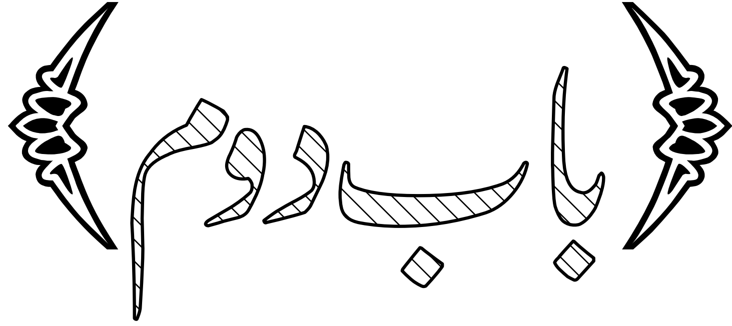
ہیں، اُس کا پورا فیض اُٹھا سکیں گے، اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوں گے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔

تمام دِینی شعبوں سے وابستہ بھائیوں سے درخواست:

آخر میں دِین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے محترم ساتھیوں سے گزارش ہے کہ بے شک اپنے متعین شعبے میں خوب جم کر کام کریں، مگر اپنا محاسبہ کرتے رہیں، اپنی اِصلاح کی فکر کرتے رہیں اور دوسرے شعبوں کی کمی ہرگز دِل میں نہ لائیں۔ کیونکہ شیطان ذہن میں یہ ڈالتا ہے کہ بس ہمارا کام ہی اصل ہے، دِین کے دوسرے کام معاذ اللہ کم تر ہیں۔ ایسا سمجھنا بہت خطرے کی بات اور فتنہ کی چیز ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اللہ ربّ العزت کی منشا ہے کہ جس سے اپنے دِین کا جو چاہے کام لے۔ اِس لیے تقابل کی بجائے تعاون کی راہ اپنائیں اور اپنے دائرۂ عمل میں رہتے ہوئے دوسرے شعبوں کے ساتھیوں کے ممنون ہوں کہ دِین کے دوسرے کام جو ہم اپنے شعبہ کی مشغولیت کی وجہ سے نہیں کر پا رہے، ہمارے بھائی اِس کام کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اِس نقطۂ نظر سے دوسرے شعبوں کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کرنا، بقدرِ اِستطاعت اُن کے ساتھ تعاون کرنا اور دعاؤں میں اُن کو یاد رکھنا، ان شاء اللہ آپ کو دِین کے سارے شعبوں میں کام کرنے کا اجر دِلوائے گا اور اس کے ساتھ اُمت میں جوڑ کی شکل پیدا ہو کر اِجتماعیت پیدا ہو گی جو اُمتِ مسلمہ کی اِس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں اور پوری اُمت کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔



حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

حیات و خدمات

دعوت وتبلیغ کی موجودہ شوریٰ کے اہم ذمہ دار حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ:

راقم الحروف کی رائے میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کی ابتداء میں دعوت وتبلیغ کی محنت کو سمجھنے کے لیے گزشتہ ذکر کردہ تفصیل ضروری تھی، اس لیے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اتنے اونچے مرتبہ تک اسی فریضے کی ادائیگی اور اس محنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر ہی پہنچے تھے، گویا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس دینی محنت کے تابع ہوئے، اور یہ محنت متبوع، تو تابع متبوع کے پیچھے ہوا کرتا ہے، چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا، حق تعالیٰ ہم سب کو موت تک اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

موجودہ وقت میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اُس عالمی تحریک کے ۳؍ ذمہ داروں میں سے ایک تھے، جس کی وسعت نے پورے جہان کو اپنے دامن میں سمو لیا ہے، اس حوالہ سے جہاں کوئی مسئلہ اُٹھتا تھا مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات مع اپنے دوساتھیوں مولانا محمد سعد اور حضرت حاجی عبدالوہاب سمیت جمیع مسلمانوں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی تھی، وہ ہر مشکل وقت میں مسلمانوں کے لیے لائحۂ عمل طے کرتے تھے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اللعالمینی کے سلسلہ میں تواتر کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ آپ کی شفقت وعنایت کسی خاص فرد یا جماعت کے لیے مخصوص نہ تھی، بلکہ آپ کی شفقت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ ہر صحابیؓ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مجھ ہی سے محبت وشفقت فرماتے ہیں ایک حقیقی وارث نبی کی حیثیت سے یہ بات مولاناؒ کے ہر خادم کو محسوس ہوتی تھی کہ ہر وہ شخص جو مولاناؒ سے باضابطہ رسماً اِصلاحی تعلق نہیں رکھتا تھا جب بھی حاضر خدمت ہوتا تھا تو اس کو واپسی پر اس طرح لوٹنا ہوتا تھا کہ یہ خیال ہوتا کہ مولانا دنیا میں سب سے زیادہ مجھ ہی سے شفقت اور تعلق کا اِظہار فرماتے ہیں۔

ابتداء آفرینش ہی سے اللہ رب العزت نے آپ کی پاکیزہ طبیعت میں ورع وتقویٰ ودیعت رکھا تھا، گویا آپ کی تخلیق جبلی طور پر ورع وتقویٰ پر ہوئی تھی۔

اس فرشتہ صفت برگزیدہ انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا، حسن ظاہر اور حسن باطن دونوں ہی سے خداوند قدوس نے آپ کو حظ وافر عطا فرمایا تھا، دیکھنے

والا چہرۂ انور کی طرف دیکھتا ہی رہ جاتا وہ اپنی نشست میں شاہ وقت معلوم ہوتے، سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ واشاعت کے انوار وبرکات ان کی ذات عالی مرتبت میں جلوہ گر تھے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مستجاب دعا ان کو لگی ہوئی تھی، ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ''اللہ اس شخص کا چہرہ سرسبز وشاداب فرمائے جو میری بات سنے اور دوسروں تک پہنچا دے''۔ اُن کے چہرے اور اسار یر وجہ پر یہ شادابی کور باطن بھی روز روشن کی طرح دیکھ سکتا تھا۔

احیاء لیل اور شب بیداری کے بھی بچپن ہی سے عادی تھے، تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔

حضرت مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کیا تھے؟ ''ایک انسان تھے''، مگر ہزاروں انسانوں کی جانیں ان پر فدا تھیں، ''ایک عالم دین تھے''، مگر علماء کی پوری جماعت ان پر قربان تھی، ''ایک روحانی بزرگ اور سلسلہ زکریاؒ کے چشم وچراغ تھے''، مگر اولیاء کرام کا پورا طائفہ ان پر فریفتہ وگرویدہ تھا، سچ فرمایا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرنے لگتے ہیں تو فرشتوں، انسانوں اور دیگر مخلوقات کو بھی حکم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس سے محبت کریں۔ جو لوگ چشم بینا رکھتے ہیں وہ گواہی دیں گے مولاناؒ کی رحلت سے پوری دنیا یتیم ہوگئی، ان کی ذاتِ گرامی قحط الرجال کے اس دور میں بہت اہمیت کی حامل تھی اُن کی موت پوری دنیا کی موت ہے، اُن کا جانا ملتِ اسلامیہ کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

جہل ولاعلمی کی گھنگھور گھٹاؤں میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ سیرت وسنت اور علم وروحانیت کا چراغ لے کر نکلے، پوری دنیا میں ان کے ضوفشاں چراغ کی روشنی پہنچی۔ جس کی بنا پر وہ اہلِ اسلام کی نگاہوں میں ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے، یادوں کی شمعیں کبھی گل نہیں ہوتی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت نہ صرف پاک وہند بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لیے موجبِ افتخار تھی، آپ کا شمار دنیائے اسلام کے ان چند گنے چنے رہنماؤں میں ہوتا تھا، جو اُمتِ مسلمہ کے اِتحاد کی علامت ہیں، آپ کی ہستی میں خلوص وشفقت، عظمت ووقار، حلم وعفو، عزم وہمت، عجز وفروتنی، صبر واستقلال غرض یہ کہ شریعت وطریقت کے تمام جوہر کچھ اس طرح یکجا ہوگئے تھے کہ ایک فرد میں ان خصوصیتوں اور کمالات کا اجتماع مشکل ہی سے ہوتا ہے، آپ کو دیکھ کر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی خصوصیات کا نقشہ سامنے آجاتا تھا، غرض یہ کہ آپ کی ذاتِ والا صفات اس آخری دور میں اپنے اسلاف کرام کی طرح مجموعہ کمالات تھی، آپ کی شخصیت مبارکہ میں خداوند قدوس نے مختلف تنوع واوصاف حسنہ کو سمیٹ کر رکھ دیا تھا، آپ کی ذات بہ نفس نفیس انجمن بن گئی تھی، آپ بیک وقت بزم علم وعرفان کی شمع روشن اور محفل ارشاد و ہدایت کے صدر نشین، میدانِ علم کے شہ سوار، غرض علم وعمل کی جملہ خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ شخصیت آپ کا وجود گرامی بن کر رہ گیا تھا، اس ابر کرم سے ہر طالب تحقیق بقدر استعداد فیض یاب اور تشنہ کام معرفت بقدر ظرف و پیمانہ سیراب وشاداب ہوتا تھا لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع وفروتنی، انکساری وخاکساری، سادگی وبے نفسی اس سارے کمالات کے لیے پردہ پوش بن کر ظاہر میں نگاہوں کو دھوکہ ڈالے رکھتی تھی۔

آپ اپنے والد ماجد حضرت جیؒ کی طرح سرگرم رہتے تھے، بسا اوقات آپ کی شخصیت عظیم کا سمجھنا دشوار وناممکن ہوتا تھا، علوم ومعارف کے وہ خزانے جو قدرت نے آپ کے اندر محفوظ کیے تھے اور تحقیق وتدقیق کے وہ جواہر عالی جو آپ کی فطرت میں ودیعت تھے بہت کم ظاہر ہوتے، بہت ہی کم چمکتے اور ان کی جودت نگاہوں کو خیرہ کرسکتی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی خلوص کی ایسی برکتیں کہ آپ کی سیدھی سادھی باتیں بھی ہزاروں قلوب پر رقت طاری کردیتی تھیں اور دلوں کی گہرائیوں میں اُتر جاتی تھیں اور آپ کے ایک مخلصانہ اشارے پر انسان اپنی زندگی بھر کی بری عادتیں چھوڑنے پر آمادہ ہوجاتا تھا اور آپ کی مشفقانہ شفقت اس کی کایہ پلٹ کر اس کو بہت جلد راہ راست پر لے آتی تھی، یہی انسان کے خلوص کی کھلی دلیل اور بین ثبوت ہے اور انسان کے علم وعمل کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ اس کا اثر دوسروں تک پہنچے یعنی خود ایک آفتاب علم وعمل بن کر اپنی شعاؤں سے دوسروں کو بھی منوّر کرے اس کا مدار اس کی اپنی روحانیت پر ہے جب اپنے صحیح علم وعمل سے خود اس کے قلب میں روحانیت کا چراغ روشن ہوجاتا ہے تو پھر اس کا عکس مقابل پر پڑے بغیر نہیں رہتا اور اس کا ماحول بھی مستفید ہوجاتا ہے اور یہی ایک دلیل اور سند بن جاتی ہے اس کے صفائے قلب اور نورانیت روح کی جو ایک بیش قیمت انعام خداوندی ہے علم وعمل والے کے لیے اور یہی عند اللہ اس کی مقبولیت کی دلیل بھی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ آپ کے روحانی فیوض کی شعائیں آج بھی ہندوستان سے گزر کر دیگر ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں، گویا آپ جہاں ایک طرف علوم وفنون میں اس دور میں ایک عظیم محدث کے درجے پر فائز تھے تو دوسری طرف میدانِ طریقت اور خانقاہ تصوف کے جنید وشبلی تھے، چنانچہ جس طرح آپ کے علمی فیوض سے فیض یافتگان کی تعداد بے شمار ہے اسی طرح آپ کے روحانی فیوض سے فیض پانے والوں کی تعداد شمار وحساب سے خارج ہے، وہ مریدین اور متوسلین جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کی ہدایات پر کاربند ہوکر سچے دین دار پابند صوم وصلوٰۃ اور ذاکرین کی یاد تازہ کررہے ہیں ان کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہے۔ جس نے بھی ایک دفعہ آپؒ کے دستِ مبارک پر سچی توبہ کرلی پھر اس کی زندگی کا رنگ ہی بدل جاتا تھا، مولاناؒ تشریف لے گئے لیکن ان کے انوار وبرکات سے تابناکی ملتی رہے گی۔

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدہ سے بوئے عرفانی نہیں جاتی

بلاشبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی پورے ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش بلکہ سارے عالمِ اسلام کے لیے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی تھی شب وروز اُن کے فیوض وبرکات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اِنتہائی ضعف وپیرانہ سالی کے باوجود اُمتِ مسلمہ کی اِصلاح کی فکر برابر دامن گیر رہتی تھی، اپنے متعلقین ومریدین اور داعیین کی خبر گیری، مدرسہ کاشف العلوم کے سلسلہ میں ذمہ داران مشورہ کو مفید مشورے، علماء وطلباء کو پند ونصائح، اِصلاح منکرات کے سلسلہ میں رات دن فکر مندی، اِلحاد وبے دینی کے اُبھرنے والے فتنوں پر اِنتہائی تشویش اور اُن کے سدباب کے لیے تجاویز ورہنمائی کا سلسلہ آخری سانس تک الحمدللہ جاری رہا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ، سادگی اور تواضع میں سلفِ صالحین کی یادگار تھے جن کا لمحہ لمحہ رضائے الٰہی کا پابند ہوکر آخرت کی تیاری میں گزرتا تھا اور جن کی دعاؤں کا بہترین سایہ پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے رحمتِ خداوندی کا باعث تھا جن کا نفس وجود ہی اُمت کے لیے خیر وبرکت کا وسیلہ تھا، برصغیر کے علماء وصلحاء میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی اس وقت ایسی تھی کہ مختلف نقطہ ہائے نظر کے علماء بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل، تقویٰ وتقدس،

جہد وعزیمت اور ملتِ اسلامیہ کے لیے اُن کے دردِ دِل کے معترف تھے اور جن کی ذات مشکلات میں بڑے علماء اور مدارس اسلامیہ کے طلباء کے لیے مرجع بنی ہوئی تھی آج پوری علمی و دینی برادری اس عظیم سایہ سے محروم ہوگئی۔

جن کا سایہ سر پہ تھا ایک سایۂ بالِ ہما
آج ہم سے وہ مبارک سائباں جاتا رہا

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں اسلاف اکابر بالخصوص اپنے والد ماجد حضرت جی مولانا محمد انعام الحسنؒ کی سچی یادگار تھے آپ کے دل میں اُمت کی اِصلاح وخیرخواہی کا زبردست جذبہ موجزن تھا، خالص علمی ذوق، زہدوتقویٰ، توکل وقناعت، ہرایک سے ہمدردی وخیرخواہی کا معاملہ، اِخلاص ومحبت، حق گوئی و صاف گوئی اور لایخاف فی اللہ لومۃ لائم کی شان بے نیازی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز اوصاف تھے، اسی طرح اسلام کی سرفرازی، اعلاء کلمۃ اللہ، محبتِ الٰہی، تقویٰ وطہارت، عشق نبویؐ، اتباع سنت نبویؐ یہ ایسے بدیہی کمالات قدرت نے آپ کے اندر ودیعت کررکھے تھے کہ جن کا اِنکار کوئی ذی ہوش اور منصف مزاج شخص نہیں کرسکتا، چنانچہ انہیں محاسن وکمالات کی وجہ سے ہمارے حضرت مولاناؒ ہرطبقہ کے لوگوں میں نہایت عزیز تھے، جہاں بھی تشریف لے جاتے ہرجگہ مولاناؒ کے اِردگرد کثیر لوگ جمع رہتے اور حلقۂ تعارف وسیع ہوتا جاتا، عوام وخواص کے قلوب میں مولاناؒ سے صرف عقیدت ہی نہ تھی بلکہ بے اِنتہا محبت بھی تھی لگتا تھا کہ بشارتِ نبویؐ فیوضع لہ القبول فی الارض کی وہ کھلی تصویر ہیں، حتیٰ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ زادھما اللہ عزا و شرفا میں بھی یہی مقبولیت دیکھنے میں آئی کہ وہاں کے مقامی اور غیر مقامی علماء وصلحاء حضرات کا بڑا مجمع مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو گھیرے رہتا تھا، ہرایک کا بڑا اعزت وتکریم کا معاملہ حضرت مولاناؒ سے رہتا تھا اور مولاناؒ کا بھی ان تمام سے عجیب مشفقانہ حسنِ سلوک تھا۔

اور وہ اِس دور میں اُن چنیدہ علماء، صلحائے اُمت اور داعیانِ حق کے سلسلے کی آخری کڑی تھے جنہیں برصغیر کے عوام وخواص میں یکساں مقبولیت اور اعتماد واستناد حاصل تھا، وہ خلقِ خدا کی دِینی آرزوؤں کا مرکز، علمائے عظام کی جائے اُمید، دعاۃ ومصلحین نیز اِتباعِ

سنت، دِین کی عملی تعلیمات کے حصول، عقیدے کی درستگی اور تعلق مع اللہ کی مضبوطی اور استحکام کی لگن اور تڑپ رکھنے والوں کا مرجع تھے، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ گوناگوں خوبیوں کے مالک ایک عظیم انسان تھے۔ اور ظاہر بات ہے کہ اس میں اُن کے گھر کا ماحول، اُن کے والدین کی تربیت، اُن کے آباءواجداد کی شرافت وبزرگی کا بڑا عمل دخل تھا، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح شروع کرنے سے پہلے مختصراً اُن کے اباءواجداد اور والدین کا تذکرہ کردیا جائے۔

سلسلۂ نسب اور خاندانی امتیاز:

ہندوستان کے عربی النسل خاندانوں میں کاندھلہ میں مقیم سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھنے والا حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کا خاندان اپنی دِینی وجاہت اور علمی مقام اور اس دورِ آخر میں اپنی دعوتی وتبلیغی خدمات اور تصنیفی وتحقیقی کارناموں سے پورے عالم اسلام میں مشہور ومعروف ہے۔

والد ماجد کی طرف سے آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے:

(حضرت مولانا) محمد زبیر الحسن کاندھلوی بن (حضرت جی ثالث مولانا) محمد انعام الحسن کاندھلوی بن (مولانا) اکرام الحسن کاندھلوی بن (مولانا) رضی الحسن بن (مولانا حکیم) محمد ظہور الحسن عرف محمد ابراہیم بن (مولانا) محمد نورالحسن بن (مولانا) ابوالحسن بن (حضرت مولانا الحاج مفتی) الٰہی بخش کاندھلوی بن (مولانا) محمد عرف شیخ الاسلام بن حکیم قطب الدین بن حکیم عبدالقادر بن (مولانا) محمد شریف بن (مولانا) محمد اشرف (مولانا) جمال محمد (مولانا) نور محمد عرف بابن شاہ بن (مولانا) قاضی بہاءالدین بن (مولانا) شیخ محمد بن قاضی کریم الدین مذکر بن امام تاج الدین مذکر بن امام حاج بن قاضی ضیاء الدین محمد بن عمر بن عوض بن ابوجعفر محمد بن عبداللہ عمویہ بن سعد بن حسین بن قاسم بن قاسم بن نضر بن قاسم بن محمد بن عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن قاسم بن محمد بن امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (رحمہم اللہ)۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے یہ ہے:

(حضرت مولانا) محمد زبیر الحسن کاندھلوی بن ذاکرہ صاحبہ بنت (حضرت شیخ الحدیث مولانا) محمد زکریا کاندھلوی بن مولانا الحاج محمد یحییٰ کاندھلوی بن مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی۔

والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ:

چونکہ آپؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے اور آگے بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں ضمناً والد ماجدؒ کا تذکرہ آتا جائے گا، اس لیے یہاں آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کا ذکر خیر قدرے تفصیلی کیا جاتا ہے۔

والدہ ماجدہ محترمہ ذاکرہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا:

آپ حضرت شیخ کی دوسری صاحبزادی ہیں، حضرت شیخ آپ کی وِلادت کے موقع پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ کی معیت میں حرمین شریفین میں قیام پذیر تھے، یہ شریف حسین کی بادشاہت کا زمانہ تھا، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ گرفتار کر کے مالٹا بھیجے جا چکے تھے اور اُن کے رفقاء حضرت سہارنپوریؒ وغیرہ مشتبہ نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔ ١٠/صفر ١٣٣٩ھ، ٢٢/اکتوبر ١٩٢٠ء میں آپ کی سہارنپور تشریف آوری ہوئی، اِس آمد سے تقریباً ٣/ماہ پیشتر آپ تولد ہو چکی تھیں۔

غالب انداز وقیاس کے مطابق ذی الحجہ ١٣٣٨ھ، اگست ١٩٢٠ء آپ کی تاریخِ ولادت ہے، اپنی بڑی ہمشیرہ کی طرح آپ کی تعلیم وتربیت حضرت شیخ کی زیرِ نگرانی ہوئی، خاندانی دستور کے مطابق قرآنِ پاک، ترجمہ، تفسیر اور دِینیات پر مشتمل کتابیں اپنے والدین ماجدین سے پڑھیں، یہ زمانہ حضرات اکابر ثلاثہ یعنی امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ کے فیوض و برکات اور اُن کے ذریعے رشد وہدایت اور صلاح وفلاح کے عمومی پھیلاؤ کا تھا اور گویا بیک وقت تین آفتاب وماہتاب تھے، جو اپنی تابانی اور ضوفشانی کے نصف النہار پر تھے۔ حضرت شیخ کی تمام صاحبزادیاں کثرت کے ساتھ حضرت شیخ کے توسط سے اِن اکابرِ ثلاثہ کی خدمت میں اپنی صلاح وفلاح کے لیے زبانی وتحریری طور پر دعا اور توجہات کی درخواست کرتی رہتی تھیں۔

اِس نوع کے متعدد خطوط ہیں، ان میں سے چار پیشِ خدمت ہیں:

ایک موقع پر سیدہ ذاکرہ صاحبہ (والدہ مولانا زبیر الحسنؒ) نے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کو ماہِ مبارک میں خصوصی دعاؤں کے لیے خط تحریر کیا تو حضرتؒ نے جواباً تحریر فرمایا:

"اہلیہ مولوی محمد انعام الحسن نے بست رمضان میں دعا کے لیے خط لکھا، اس کی سعادت اور صلاحیت سے مسرت ہوئی، اللہ اس کو اپنے مقربین میں شامل فرمائے، میں اس کے لیے اور اپنے سب جگر گوشوں کے لیے دعا کرتا ہوں اور وہ سب بھی مجھے دعاؤں میں شامل رکھیں، اس سے تاکید کر دیں کہ تبلیغ کے نمبروں کا ہمیشہ دھیان رکھا کرے اور اس کے واقفوں سے پوچھتی رہا کرے اور ناواقفوں کو بتلاتی رہا کرے اور خود ان کو سوچتی رہا کرے"۔

اسی طرح حرمین شریفین سے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

"ذکیہ، ذاکرہ، عطیہ کو اپنے قرآن شریف اور اپنے چھوٹوں کے صحیح کرنے میں کوشش چاہیے اور ہر وارد وصادر سے تبلیغی اُصول پر خود پابند رہتے ہوئے جم کر تذکرہ کرنا چاہیے"۔

ایک تیسرے مکتوب میں اِس طرح پند ونصائح فرماتے ہیں:

"ذکیہ وذاکرہ کا ایک ایک خط آیا، میری بچیوں! تمہارے لیے دعا کیوں نہ کروں؟ لیکن لکھنے پر زیادہ نوبت آتی ہے، لیکن بچیوں حسب ونسب اور دنیا کی زیب وزینت کوئی چیز کام آنے والی نہیں، سوائے حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی چیزوں (یعنی قرآن کی تلاوت اور اس کے مضمون سے اثر لینا، نماز کو خشوع وخضوع کی حفاظت کرتے ہوئے اُس میں جی لگانا، تنہائیوں میں ذکر میں مشغول رہنا اور ہر امر میں حضرت محمد ﷺ کے اِتباع کی کوشش کرتے رہنا) پر پابندی کے سوا اور کوئی چیز کام آنے والی نہیں، یہی بڑا قیمتی سرمایہ ہے، اللہ مجھے اور تمہیں نصیب کرے۔ زیادہ کیا لکھوں، خوش رہو اور آباد رہو، ہمارے واسطے وظیفہ لگا کر اوروں سے بھی وظیفہ لگوا کر دعائیں لگائے رکھیں"۔ فقط محمد الیاس

چوتھا مکتوب

"ذکیہ، ذاکرہ، شاکرہ، راشدہ، خالدہ کو دعوات۔ میں تاکید کر کے آیا تھا کہ صبح کی نماز کے بعد قرآن شریف اور سب نمازوں کو اوّل وقت پڑھنے کا اہتمام سے رواج ڈالیں۔ اپنے دوستوں اور اپنے خاندان کاندھلہ، مظفر نگر، سہارنپور تحقیق کے بعد تحریر فرمائیں کہ اس کا اہتمام کر دِیا گیا یا نہیں؟ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تو بوجہ اپنے ضعف اپنے نفس کی خباثت سے محفوظ نہ رہ سکا، مگر میرے احباب میں اس کی خباثت سے محروم اور چوکنا رہنے کا اہتمام پیدا ہو جاوے، جس کے اُصول تین ہیں:

(۱) عبادت کو خشوع و خضوع، دھیان سے ادا کرنا۔
(۲) صبح و شام کچھ کچھ طریقے کے مطابق اوراد مقرر کیے ہوں۔
(۳) اور خلق اللہ سے اپنے آپ کو واقعی حقیر اور چھوٹا سمجھ کر تواضع و خاطر سے پیش آنا اور دنیا کو جو واقعی رفتنی گزاشتنی اور فانی ہے۔اس سے دِل سرد ہو کر اللہ کی رضا کے واسطے تیاری کرتے رہنا۔ فقط بندہ محمد الیاس عفی عنہ

اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ گھر کے ایک فرد کی طرح، مودت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے، تقریباً تمام صاحبزادیوں کی شادی میں حضرت رائے پوریؒ کی طرف سے نیا عُمدہ لحاف مرحمت فرمایا جاتا تھا اور بیماری و علالت کی اِطلاع ملنے پر خود تشریف لاتے یا بذریعہ خط عیادت و مزاج پرسی فرماتے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں تھا، تقریباً تمام صاحبزادیوں کے نکاح حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے پڑھائے ہوئے ہیں۔

نکاح:

عمر کے سولہویں سال ۳/محرم الحرام ۱۳۵۴ھ مطابق ۷/اپریل ۱۹۳۵ء میں مظاہر علوم سہارنپور کے سالانہ جلسہ کے موقع پر سیدہ ذاکرہ صاحبہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے عقد میں آئیں، حضرت مدنیؒ نے نکاح پڑھایا، تقریباً ایک سال بعد ۱۲/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ، مطابق ۳/جون ۱۹۳۶ء کو حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کے گھر میں رُخصتی ہوئی۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا عاشق اِلٰہی میرٹھیؒ اور حضرت شاہ رائے پوریؒ بھی اس موقع پر سہارنپور تشریف فرما تھے، رُخصتی کے بعد آپ پہلی مرتبہ ۲۰/ربیع الاول ۱۳۵۵ھ میں اپنے خاوند حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کی معیت میں کاندھلہ گئیں۔

کاندھلہ کا طویل قیام:

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کاندھلہ پہنچنے کے بعد طویل علالت میں مبتلا ہو گئے اور اُن کی تیمارداری کی وجہ سے سیدہ ذاکرہ صاحبہ کا کاندھلہ میں طویل قیام رہا۔

چونکہ اِسی دوران حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دِیگر اکابر نیز بہت سے اہلِ تعلق خاندان کے افراد رحلت فرما گئے تھے، اُن سب کے ساتھ تقسیمِ ہند اور اس

کی آڑ میں ہیبت ناک و خوفناک خونی بارش، کفر کے اِسلام پر پے در پے حملے اور اُس کے نتیجے میں مساجد و مدارس اور خانقاہوں کی زبردست تباہی و بربادی، جماعتِ تبلیغ کے ساتھ معاندین اور اہلِ کفر کی چیرہ دستیاں، مختلف علاقوں میں اُن کی جابجا گرفتاریاں یہ سب وہ چیزیں تھیں جس کی بناء پر حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ شدید بیمار ہو گئے۔

یہ طویل علالت جو ضعفِ قلب، بے چینی و اِضطراب اور تأثرات کا اِشتداد و اِنتشار اور اُس سے پیدا ہونے والی جسمانی کمزوری کے مختلف پہلو اور شکلیں لیے ہوئے تھی، سال ہا سال تک دامن گیر رہی، والدِ ماجد حضرت مولانا اکرام الحسنؒ نے اس موقع پر بڑی دِل سوزی و جانکاہی کے ساتھ ہمہ وقتی تیمارداری فرماتے ہوئے اپنی تمام توانائیاں صرف فرما دیں۔

حضرت شیخؒ اپنی تمام توجہاتِ عالیہ کے باوصف، حضراتِ اکابر بالخصوص حضرت رائے پوریؒ کو اس طرف متوجہ فرماتے، مولانا انعام الحسنؒ کے مرض اور اُس کی مختلف بدلتی ہوئی کیفیت سے بذریعہ خطوط رائے پور اِطلاع فرما کر حضرتؒ کو دعاؤں کے لیے تحریر فرماتے رہے۔

ایک موقع پر حضرت شیخؒ نے مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی اس علالت کے روحانی و معنوی اسباب پر حضرتِ اقدس رائے پوریؒ سے مشورہ لینے کے لیے یہ خط تحریر فرمایا:

''بحضرتِ اقدس ادام اللہ ظلال برکاتہ

بعد سلام مسنون!

کئی دن سے حاضری کو دِل چاہ رہا ہے، مگر مہمانوں کا کچھ ہجوم سا رہا، اِن شاء اللہ میوات سے واپسی پر حاضری کا قصد ہے، جس لیے اس وقت حاضری کا قصد کر رہا تھا وہ مولوی محمد انعام الحسن کے خطوط ہیں، دو خط اُن کی بیماری کے متعلق ہیں اور ایک خط اُن کے حالات کے متعلق ہیں، اُن تینوں خطوط کا جواب حضرتِ اقدس اگر تحریر کرا دیں تو اِن شاء اللہ اُن کے لیے مزید ترقی کا سبب ہوگا، بچیاں سب بخیر ہیں، سلامِ مسنون عرض کرتی ہیں اور طالبِ دعا بھی، حضرت سے اُن کے لیے صلاح و فلاح کی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ فقط والسلام محمد زکریا ۲۷/جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ''۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا:

''از احقر عبد القادر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت! کیا عرض کروں، حضرت معلوم نہیں کیا سمجھ رہے ہیں، معلوم نہیں کیا دنیا سے الگ ہورہا ہے، احقر میں نہ عقل ہے، نہ سمجھ ہے، نہ دِیانت ہے، نہ خلوص، ملفوف میں جو حضرت نے بھیجا ہے اُس کو خوب غور سے پڑھا۔

یہ حالت آثارِ ذکر معلوم ہوتے ہیں اور بہت مبارک، مگر چونکہ اعضاء بہت ضعیف ہیں، اِس وجہ سے وہ مرض کی صورت پر آگئے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اُن کو اپنے شیوخ سے واقعی محبت ہے اور اس کی یہ کیفیت ہے اور دونوں نسبتوں کا فرق وہ خود محسوس کرہی رہے ہیں۔ مبارک ہو ان کو، باقی احقر کے خیال میں تو یہی ہے، اگر اعضاء طاقتور ہوتے تو سنبھال لیتے، باقی علاج سے غفلت نہ ہو، علاج ضرور کرنا چاہیے۔ فقط احقر عبدالقادر

ازرائے پور، ۱۹/جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ"۔

اِسی طرح ایک دوسرے گرامی نامے میں تحریر فرمایا:

"مولانا مولوی محمد انعام الحسن صاحب کی بیماری کے متعلق دعا ہے کہ اگر ظاہری ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ شفا نصیب فرمائیں اور اگر روحانی ہے تو اُس کا نتیجہ خدا کرے گا تو اچھا نکل آوے گا۔ مکتوب ازرائے پور، محررہ ۲۹/محرم ۱۳۶۶ھ"۔

اِس علالت کی وجہ سے دو سال سے زائد کاندھلہ میں مسلسل قیام کے بعد آپ حضرت حافظ فخر الدینؒ کے ساتھ ۹/جمادی الاول ۱۳۶۸ھ، مطابق ۱۰/مارچ ۱۹۴۹ء میں دہلی واپس تشریف لائے اور ذاکرہ صاحبہ اپنے دوسالہ قیام کاندھلہ کے بعد واپس سہارنپور آئیں۔

قیامِ کاندھلہ کے اس طویل عرصہ میں حضرت شیخؒ نے جس انداز سے سیدہ ذاکرہ صاحبہ مرحومہ کو صبر وتحمل وخود اعتمادی وعالی حوصلگی، تیمارداری کی اہمیت اور اُس کی نزاکت کی تلقین فرماتے ہوئے تقسیمِ ہند کے مصائب کو نمونۂ عبرت قرار دے کر آہ وزاری، عجز واِنکساری، تسلیم ورضا، تبتّل واِنقطاع اور اعمالِ حسنہ ومسنونہ اور اوراد ووظائف میں مشغولیت بلکہ اپنے آپ کو اس میں محو ومستغرق کردینے کا جو انتہائی لطیف واعلیٰ سبق دیا وہ سب "ہر چہ از دوست میرسد نیکو است" کی توضیح وتشریح ہے اور اس کا اندازہ درج ذیل مکاتیب سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

مکاتیب شیخؒ بنام صاحبزادی ذاکرہ (والدہ مولانا محمد زبیر الحسنؒ)

(۱) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات آں کہ تمہارا دستی خط پہنچا، تم نے جتنی بھی اپنی پریشانی اور بے چینی لکھی وہ ساری صحیح اور مجھے خود اس کا اندازہ ہے، مگر جو چیز اِختیار کی نہ ہو اُس میں بجز صبر کے کیا کیا جائے؟ یقیناً تمہیں میرے ملنے کا بھی تقاضہ ہوگا اور بچیوں کے ملنے کا بھی، مگر اوّل تو مولوی انعام الحسن کی ضرورت سب پر مقدم ہے کہ اُس کا تم کو اِن شاء اللہ بہت اجر ملے گا، دنیا کی جدائی تو بہت تھوڑے دِن کی ہے، مرنے کے بعد کام ہی کیا ہے، ملاقاتیں ہی کرنا ہے، دوسرے ابھی تک راستے بھی ایسے نہیں کہ عورتیں سفر کرسکیں، ماموں لطیف غریب رات بھر اسٹیشن پر پڑا رہا، دوسرے دِن صبح کو یہاں آیا، مجھے خود بھی وقت درپیش ہے، اگرچہ میرے لیے یہ حضرات سہولت سے پہنچانے کا وعدہ کرتے ہیں، مگر مجھے اِطمینان نہیں، ویسے بھی میرے لیے سفر بہت مشکل تھا، اب تو اور بھی مشکل ہوگیا۔

اِس وقت بابو اعجاز اور ماموں لطیف کے ساتھ دِل چاہتا تھا کہ چلا چلوں، مگر اس وقت بخار نے گڑبڑ کردِی، اب بھی کوئی ساتھی تلاش کررہا ہوں جو مجھے عورتوں کی طرح لے جائے اور لے آئے، اِن شاء اللہ تمہارے اِنتظار کی وجہ سے جلد ہی کوشش کروں گا۔

تم نے لکھا کہ "زندگی کے سانس کس طرح پورے کروں" یہ لفظ ناشکری ہے، اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، ایسے زمانہ میں جب کہ ساری دنیا سردی کے زمانہ میں بغیر کھائے، پیئے، بغیر کپڑوں کے پاؤں چل کر جنگلوں میں گزر رہی ہے، اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے بڑی راحت عطا فرمارکھی ہے، ایسے وقت اپنی کسی تکلیف یا پریشانی پر کوئی ایسا لفظ ہرگز زبان سے یا قلم سے یا دِل میں بھی نہ آنا چاہیے، اللہ جل شانہ کا بہت شکر ہر وقت ادا کرنا چاہیے، خارش یہاں سب کو ہورہی ہے۔

اس سے بڑی خوشی ہوئی، تم نے لکھا کہ اب تو مرنے کا فکر ہر وقت سوار رہتا ہے، یہ بہت اچھی بات ہے، اگر بیماری وغیرہ یا خاوند کی خدمت کی وجہ سے وظیفہ نہ ہوسکے تو کوئی مضائقہ نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کا اِرادہ اور کوشش رہنی چاہیے، زکوٰۃ کا حساب ضرور رکھنا چاہیے اور کہیں یادداشت لکھنا چاہیے کہ اِتنا دِیا گیا اِتنا باقی ہے، پرانہ گوٹا بیچنا آج کل بہت مشکل بھی ہے اور اُس کے دام بھی نہ آئیں گے، عزیزہ رقیہ وطیبہ سے دعوات، والدہ فرید سے سلام مسنون کہہ دیں۔ فقط والسلام محمد زکریا، بقلم خود ۱۶/محرم ۱۳۶۶ھ

(۲) عزیزہ ذاکرہ سلمہا! بعد دعوات

تمہارے خط کا جواب تو پہلے لکھ چکا ہوں، پہنچ گیا ہوگا، تمہاری پریشانی کا اکثر خیال رہتا ہے، اگرچہ پریشانی کی کوئی بات نہیں، بیماری وغیرہ عوارض آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اللہ جل شانہ کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے، چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، بندہ کا کام صبر وشکر سے خیر کی دعائیں مانگتے رہنا ہے، متفکر ہونے کے بجائے اللہ جل شانہ سے بار بار دعا کرتی رہا کرو کہ اس کا نفع بہت زیادہ ہے، اگر ظاہر میں دعا قبول ہونے کے آثار نظر نہ آتے ہوں، جب بھی ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دعا قبول نہیں ہوتی، وہ تو اِن شاء اللہ ضرور قبول ہوتی ہے، اس کے اثرات جس صورت میں بھی ظاہر ہوں اور چاہے ہماری نگاہ میں نہ بھی ظاہر ہوں، آپا امۃ الدیان، طیبہ، اہلیہ مولوی مصباح، عابدہ اور جو گھر میں ہوں سب سے سلام مسنون کہہ دیں، یہاں بحمد اللہ خیریت ہے۔ عزیز معاذ سلمہٗ کو دعائیں۔ فقط والسلام

محمد زکریا، ۳؍ربیع الاول ۱۳۶۶ھ

(۳) عزیزہ ذاکرہ سلمہا! بعد دعوات وافرہ وسلام مسنون

تمہارا لفافہ پہنچا، تم نے لکھا کہ میں دو خط لکھ چکی ہوں مگر مجھے جواب نہیں ملا، لیکن مجھے تمہارا کوئی خط ایسا یاد نہیں جس کا میں نے جواب نہ لکھا ہو، تمہاری پریشانی ایسی چیز نہیں جس سے میں بے فکر یا بے خبر ہوں، مگر خالی فکر سے کیا ہوتا ہے، ہر چیز اللہ جل شانہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے، اسی سے تم بھی مانگتی رہو، میں بھی دعا کرتا ہوں۔

ذکیہ کی طبیعت واقعی بہت خراب ہے اور کمزوری بھی بہت ہوگئی، حق تعالیٰ شانہٗ صحت عطا فرمائے۔ تم نے لکھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ بجز اس کے کہ روتی رہوں، یہ بڑی عجیب بات لکھی، بھلا رونے سے کیا فائدہ؟ بجز اس کے کہ اپنے آپ کو بھی ہر وقت رو کر بیمار بنانا اور کیا ہوسکتا ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ سخت لفظ لکھا کہ ''میٹھی نیند سو رہوں'' اِس لفظ سے بڑی حیرت ہوئی، اوّل تو کسی کو کیا خبر کہ میٹھی نیند سونا ملے گا بھی یا نہیں، دوسرے یہ تو بی جی ایک نہ ایک دِن سب کو پیش آنا ہے، جو وقت دنیا میں اللہ کا نام لینے کا مل جائے وہ بہت غنیمت ہے، اس کے علاوہ یہ تو بڑی ناشکری کی بات ہے تم اِتنا سوچو کہ آج دنیا میں کون ایسا ہے جو پریشان نہیں، کسی کو کم کسی کو زیادہ، ہم اپنے اعمال کی وجہ سے پریشان ہیں، نوعیت کا فرق ہے، آخر دنیا میں آج ایسے بھی لاکھوں آدمی ہیں جن کو کھانا، پینا بھی میسر نہیں، ہر وقت جان کا خطرہ ہے کہ کدھر

سے آکر گولی لگ جائے، کب گھر میں آگ لگ جائے، دِن ہو تو رات کا اِطمینان نہیں، جب دنیا میں ایسی پریشانیاں ہیں، لوگ گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں، دوسرے شہروں اور جنگلوں میں پڑے ہیں، اس کے مقابلہ میں تمہاری ہماری پریشانی تو کچھ بھی نہیں، دقتوں میں اپنے سے زیادہ لوگوں کو سوچ کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، کوئی لفظ ناشکری کا ہرگز دِل میں نہ لانا چاہیے اور اپنی حالت کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کر کے اس سے عفو اور عافیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

رمضان المبارک کی بالکل فکر نہ کرو، بیمار خاوند کی خدمت نوافل عبادات سے بھی بہت افضل ہے اور جب اِس وجہ سے وہ ترک ہوں تو اِن شاء اللہ اس کا ثواب مستقل ملے گا، اِتنا تو سوچو کہ اللہ جل شانہٗ نے تمہیں ساری عمر بڑی راحت اور بے فکری سے رکھا، اگر کچھ دِن کے لیے کوئی پریشانی لاحق ہوگئی جو دنیا کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، تو اس کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ کے تمام احسانات کو فراموش کر دینا حالانکہ اس وقت بھی دنیا کے اعتبار سے بڑا احسان ہے بڑی ناشکری ہے۔ معاذ کو پیار۔ فقط محمد زکریا، ۸؍شوال ۱۳۶۶ھ

(۴) عزیزہ ذاکرہ سلمہا! بعد دعوات

آج ۱۹؍شوال جمعہ کی صبح تک تمہاری ہمشیرہ کی طبیعت پرسوں سے کل اور کل سے آج بہتر ہے، حق تعالیٰ شانہٗ صحت عطا فرمائے، میں ابھی تک یہاں پڑا ہوا ہوں اور ابھی نہ معلوم کب تک رہنا پڑے، شہر کی حالت خراب بلکہ خطرات بڑھتے ہی جا رہے ہیں کرفیو روزانہ پہلے سے زیادہ اور آنے والی گاڑیوں میں حوادِث اور بھی زیادہ، حق تعالیٰ شانہٗ ہم پر رحم فرمائے۔

میں عید کے بعد ہی چلا جاتا تو اِتنا حرج نہ ہوتا، بڑے اوقات ضائع ہو رہے ہیں، ایک خط اس سے پہلے تائی مسعودہ کے لفافہ میں بھیجا ہے اور اس کے ساتھ ایک دعا بھی تم سب کے پڑھنے کے لیے بھیجی تھی، اس کو اہتمام سے یاد کر کے سب کی سب پڑھ لیا کرو اور بہت اہتمام سے اِستغفار کی کثرت رکھا کرو، عزیز مولوی محمد انعام الحسن اور سعید کی خیریت کا اِنتظار رہے۔

فقط والسلام محمد زکریا، ۱۹؍شوال ۱۳۶۶ھ

(۵) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات آنکہ میں نے ان دو ماہ میں تقریباً چالیس خط تمہیں لکھے، مگر بالکل پتہ نہیں چلا کہ کوئی پہنچا یا نہیں پہنچا، شروع میں تو روزانہ ایک لفافہ لکھتا تھا اور یہاں سے ڈاک بند تھی، اِس لیے کسی پاکستان جانے والے کو دے دیتا کہ کسی اِسٹیشن پر ڈال دے، پھر جب دہلی کی آمد

ورفت شروع ہوگئی تو دہلی ڈلوانے شروع کیے، تمہارا صرف ایک لفافہ مجھے ملا، جس میں سعید مرحوم کی بیماری کی زیادتی لکھی تھی اور وہ بھی اِنتقال کی خبر سے پانچ دِن بعد ملا، اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری بہنوں کو کہاں پہنچاؤں، تم وہاں اکیلی اور یہ سب تمہیں ہر وقت یاد کرتی ہیں اور کوئی جگہ اِطمینان کی نہیں ہے، کئی دِن سے میں بھی اور سب بچیاں خوب اِستخارہ کررہے ہیں، مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا، کاندھلہ کا کچھ حال معلوم نہیں کہ کیسا ہے، تار کا جواب نہ آنے سے فکر ہے۔

تمہاری ہمشیرہ کا ایک وصیت نامہ اُس کے اِنتقال کے بعد ملا تھا، جس کی نقل تمہارے پاس اِرسال کی تھی، خدا جانے پہنچی یا نہیں، اِس لیے اب پھر نقل کرتا ہوں، ایک ضروری بات یہ ہے کہ اب خط نظام الدین کے پتہ سے نہ لکھیں، دفتر جمعیۃ کے پتہ سے لکھیں، پتہ مولوی احتشام الحسن صاحب لکھ دیں گے۔ فقط والسلام محمد زکریا، نظام الدین ۴؍ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ

(۶) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات آنکہ تم کم سے کم یہ ضرور گنتی رہو کہ میرے کتنے خطوط پہنچے، مجھے جواب کا تقاضہ نہیں ہے، لیکن اس کا خیال ضرور ہے کہ تمہاری اِس پریشانی میں کم سے کم میرے خطوط ہی پہنچتے رہیں، لیکن یہ میں بار بار لکھتا رہتا ہوں کہ اگر ذکر میں کثرت سے مشغول رہو اور خوب کثرت سے تسبیحیں پڑھا کرو تو آخرت میں سب کچھ ملے گا، دنیا میں بھی اس سے بڑا سکون اور چین ملتا ہے، عزیز معاذ سلمہٗ اور اُس کی بہن کو دعا، آپا دودن سے اور آپا بلقیس سے سلام مسنون۔ فقط والسلام محمد زکریا، یکم شعبان ۱۳۶۷ھ

(۷) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعواتِ صالحہ تمہارا خط عامرہ کے ہاتھ اخیر رمضان میں پہنچا تھا اُس وقت تو جواب لکھنا مشکل تھا، خیال تھا کہ عید کے دِن لکھ دوں گا، مگر اُس دِن ملنے والوں کا بہت ہجوم رہا، دوسری کو حضرت رائے پوری تشریف لائے اور تیسری کو میں خود اُن کے ہمراہ رائے پور چلا گیا، پانچ کو وہاں سے واپسی ہوئی، آج تمہارا دوسرا خط پہنچ گیا، تم نے پہلے خط میں دعا کو بہت زور سے لکھا، اُس کے متعلق تمہیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں، مجھے تمہاری پریشانی کا خود بھی بہت فکر و خیال رہتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ کی حکمتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں اپنا کام اس سے دعا کرنا ہے

اور جو چیز اُس کی طرف سے پیش آئے اُس پر صابر وشاکر رہنا، تم جو کچھ کررہی ہو وہ سب بھی تو آخرت کے لیے ہے، پھر اُس کا قلق کیوں کرتی ہو کہ رمضان اچھی طرح نہیں گزرا، شوہر کی خدمت اور اُس کی تیمارداری بھی تو اللہ اور آخرت کا کام ہے، البتہ یہ اِرادہ اور نیت رکھا کرو کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے دنیا دِکھاوے کو نہیں ہے۔

تم نے آج خط میں مجھے بلانے کا لکھا ہے، تمہاری وجہ سے میرا دِل خود کاندھلہ آنے کو چاہتا ہے، مگر اب سفر اِس قدر مشکل ہوگیا کہ میرے جیسے کی تو بالکل ہمت نہیں ہوتی، شعبان میں جب کاندھلہ سے واپس آیا ہوں تو اِتنی تکلیف راستہ میں ہجوم کی وجہ سے ہوئی کہ بہت دیر تک حرکت کی بھی جگہ نہیں ملی اور ابھی تو مجھے آئے ایک مہینہ ہی گزرا ہے، ایسی جلدی جلدی اگر تم حکم نامہ لکھوگی تو بڑی دِقت ہوگی، ایسی جلدی جلدی آنا تو بہت مشکل ہے، معاذ کی بیماری سے قلق ہے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اب وہ اچھا ہے، پانچ روپے تمہاری عیدی کے ارسال ہیں، تین تمہارے اور ایک ایک معاذ اور اُس کی بہن کا۔ فقط والسلام محمد زکریا، ۷؍شوال ۱۳۶۷ھ

(۸) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد سلامِ مسنون۔ تمہارا پرچہ پہنچا، تمہاری اِتنی طویل مفارقت اور تمہاری پریشانی کا مجھے خود بھی خیال لگا رہتا ہے، مگر مقدرات میں کیا چارہ ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کوئی صورت پیدا فرمادیں۔ رات کو ڈرنے کی خبر سے حیرت ہوئی، معلوم ہوتا ہے تمہیں باوجود میرے تقاضے کے تسبیح وغیرہ پڑھنے کا وقت نہیں ملتا، رات کو سوتے وقت الحمد شریف، آیت الکرسی، چاروں قل مع بسم اللہ کے پڑھ کے سویا کرو، تعویذ بھی اِرسال ہے، اس کو گلے میں ڈال لو اور اگر تمہیں منزل یاد ہو تو ایک مرتبہ روزانہ بعد مغرب پڑھ کے اپنے اُوپر اور اپنے دونوں بچوں پر دم کرلیا کرو۔

شاکرہ نے تو میرے متعلق نہ معلوم کیا لکھ دیا، میری طبیعت اللہ کے فضل سے بالکل اچھی ہے، گرمی دانے اوّل نکلے پھر اُن میں خارش ہوکر پھنسیاں ہوگئی تھیں، جو دو ہفتہ رہیں اور پاؤں کی پھنسی زیادہ دِن رہی، جس سے چلنے میں تو دِقت نہ ہوتی تھی لیکن جوتا پہننا مشکل ہوگیا، اب وہ بھی سب اچھی ہوگئیں۔

حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری کو خط لکھنے کا مد میرے یہاں نہیں ہے، آمد ہر دو کی اکثر ہوتی رہتی ہے، پچھلے ہفتہ بھی دونوں کی یکے بعد دیگرے ہوئی تھی، کل رات حضرت مدنی

پھر چند گھنٹہ کے واسطے آرہے ہیں، اِن شاء اللہ سلام و پیام پہنچادوں گا، آپا دو دن کی خدمت میں سلام مسنون، عزیزان معاذ وخولہ کو دعا و پیار۔ فقط والسلام محمد زکریا، ۳/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ

(۹) عزیزہ ذاکرہ سلمہا! بعد دعوات

تمہارا خط پہنچا تمہیں یقین شاید نہ آوے مگر مجھے اکثر تمہاری پریشانی کا خیال لگا رہتا ہے، مگر جتنا مشکل تمہارا آنا ہے اُس سے زیادہ مشکل میرا ہے، میں اس وقت دہلی جارہا ہوں اور دو دِن ابھی جانے میں باقی ہیں مگر آج ہی سے سہم چڑھ رہا ہے کہ بخار کی سی کیفیت ہے، تمہارے بار بار بلانے سے شرم بھی آتی ہے، مگر تم خود سوچو کہ تمہارے پاس کا بیٹھنا تو بہت تھوڑی دیر کا ہے اور میرے کم از کم دو دن تو آنے جانے میں اور دو دن پہلے سہم میں اور دو دن بعد کے تکان میں، اِس لیے میرے چار دن خرچ ہوں گے اور تکلیف علیحدہ، اس کے باوجود میں تمہارے خیال سے اکثر اِرادہ کرتا ہوں، تمہیں اِس وجہ سے نہیں لکھتا کہ تمہیں اِنتظار شروع ہو جائے گا، مگر تم خود ہی اگر یہ ساری دقتیں سوچ کر تجویز کرلو کہ دنیا کی جدائی بہت تھوڑے دن کی ہے اور مرنے کے بعد کام تو کچھ نہیں ہوگا، ملاقاتیں ہی ملاقاتیں ہیں، ہمیں زندگی کے دن اسی طرح بہت معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ ہم خواب میں بہت لمبی چوڑی داستان دیکھتے ہیں مگر آنکھ کھلنے کے بعد سارا قصہ ذرا سا معلوم ہونے لگتا ہے، تم میرے آنے جانے کا خیال نکال کر ہر وقت اپنے جانے کی تیاری میں لگی رہو، یہ دِل جو خواہ مخواہ میری یاد میں لگتا ہے اتنی دیر اللہ تعالیٰ ہی کی یاد میں کیوں نہ لگے جس سے دِین و دنیا دونوں کی چین ہو، عزیز ہارون سلمہٗ کی کھانسی بدستور رہے، باقی سب اچھے ہیں، معاذ وخولہ کو پیار۔ فقط محمد زکریا، مظاہر علوم ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ

(۱۰) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات آنکہ میں دہلی آگیا، جانے سے دو دن پہلے بخار کی سی حرارت رہی اور ایک ہفتہ وہاں قیام تجویز تھا، مگر چار دن بعد ہی واپس آگیا، اب واپسی کو دورات ڈیڑھ دن گزر چکا مگر سر میں چکر ہے، تمہارے تقاضے پر بہت دل چاہتا رہا کہ کاندھلہ کا راستہ اِختیار کروں مگر بالکل ہمت نہ ہوئی، لیکن بہرحال تم سے ملنے کو تو آنا ہی پڑے گا، جب بھی ہمت اور موقع ہو۔

ایک شخص نے بچوں کے نام سے کچھ دام دیئے تھے، اس میں کچھ اپنی طرف سے ملا کر تین روپے اِرسال ہیں، تمہارا، معاذ کا، خولہ کا ایک ایک ہے، عزیز معاذ سلمہ کے لیے کچھ دال

سیل وغیرہ بھی اِرسال ہے، یہ اس کو عزیزان ہارون وطلحہ سلمہما کی طرف سے دے دینا۔ بعض اوقات تو اچھی خاصی یاد آتی ہو، مگر بی جی بہت زور سے اپنے آپ کو اِس پر جمالو کہ ملنے ملانے کے لیے دوسرا عالم ہے، جہاں کام تو کچھ ہوگا نہیں خالی اوقات ملاقات ہی میں گزریں گے، یہاں کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو، بہت تھوڑی ہے، اس میں جتنا بھی زیادہ سے زیادہ کام کرسکو غنیمت سمجھو، خاوند کی اِطاعت اور تیمارداری محض اللہ کے واسطے کرو کہ یہ خود بھی ثواب کی چیز ہیں، بھائی اکرام الحسن صاحب، آپا دو دن سے سلام مسنون۔

فقط والسلام محمد زکریا، مظاہرِ علوم ۵/محرم ۱۳۶۸ھ

(۱۱) عزیزہ ذاکرہ سلمہا! بعد دعوات صالحہ

تمہاری خیریت کئی دن سے معلوم نہیں ہوئی اِس وجہ سے اِنتظار اور خیال لگا رہتا ہے، تم اگر پریشان نہ ہوتی تو اِنتظار نہ ہوتا، مگر تمہاری تنہائی اور پریشانی سے اکثر فکر رہتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں خوش وخرم رکھے، دنیا کا فکر اور رنج چاہے کتنا ہی زیادہ ہو وہ بھی بہرحال ختم ہونے والا ہے اور ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے یہاں اِتنا اجر وثواب ہے کہ اس کو دیکھ کر لوگ تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچی سے کتری جاتیں، اِس لیے ہر قسم کے فکر وقلق کو محض اللہ کے لیے بشاشت سے برداشت کرو اور اکثر اوقات کسی نہ کسی چیز کے پڑھتے رہنے میں خرچ کیا کرو، ہاتھ سے اگر کام کرو تب بھی زبان سے بلا گنے درود شریف، استغفار، سوئم کلمہ کثرت سے پڑھتی رہو۔ معاذ اور خولہ کو پیار۔ فقط والسلام محمد زکریا، مظاہرِ علوم ۱۷/صفر ۱۳۶۸ھ

(۱۲) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات آنکہ تمہارا پرچہ پہنچا، خیریت سے مسرت ہوئی، مولوی انعام الحسن صاحب کے متعلق حافظ صاحب کے جو خطوط آرہے ہیں وہ تو اِطمینان کے آرہے ہیں، خدا کرے اب بیماری کا قصہ ختم ہی ہوگیا ہو، بچیاں ابھی تک آئی نہیں لیکن تجویز اُن کے آنے کی روزانہ ہوتی رہتی ہے، اِن شاء اللہ ایک دو روز میں آنے کی ہو ہی جائے گی۔

تمہارے آنے کی خبر سن کر مسرت ہوئی، لیکن ایک تو بھائی محمود کا سوچ ہے کہ اُن کو بڑی دِقت ہوگی، معلوم نہیں کیا تجویز ہے دوسرا فکر عزیز معاذ سلمہٗ کا ہے کہ وہ غریب ہوش سنبھالنے کے بعد سے مجھ سے تو جدا ہی رہا، یہاں کسی سے مانوس نہیں، اس کا دل یہاں کس طرح لگے گا،

میں نے پڑھنے کے واسطے جو کہا تھا اب تو مجھے بالکل یاد نہیں رہا کہ میں نے کیا کہا تھا، جب ہی تقاضہ کر کے لکھوالیتیں، اب تمہارے آنے کے بعد ہی اِن شاء اللہ لکھوں گا، ممکن ہے کہ ساری بات کہنے سے یاد آجائے، آپا دودن اگر ہوں تو سلامِ مسنون کہہ دیں، تم نے اُن کا کوئی حال نہیں لکھا کہ کہاں ہیں اور کیا تجویز ہے۔ فقط والسلام محمد زکریا، ۱۹/ جمادی الاوّل ۱۳۶۸ھ

(۱۳) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات آنکہ تمہارا خط پہنچا، صحت کے مژدہ سے مسرت ہوئی، لیکن پریشانی سے قلق ہوتا ہے، اس میں شک نہیں کہ پریشانی صحیح ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اِس وقت کوئی ایسا ہے جو پریشان نہیں؟ تم اپنی پریشانی کے اوقات میں اس کو ضرور سوچا کرو کہ اِس زمانے میں اور اس وقت میں کتنی عورتیں ایسی ہیں جن کا کوئی سہارا کسی قسم کا نہیں، دردر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں، تمہارے لیے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کوئی ایسی پریشانی نہیں، اللہ کے شکر سے راحت سے اپنے گھر بیٹھی ہو، رہا مولوی محمد انعام الحسن صاحب کی بیماری کا قصہ، وہ یقیناً پریشانی کی چیز ہے، مگر یہ ایسی پریشانی تو نہیں جیسی ان مصیبت والی عورتوں کو پیش ہے۔

اللہ کا شکر ہر حال میں کرنا چاہیے، ناشکری کا شائبہ بھی نہ آنا چاہیے اور اپنی حالت پر شکر کرتے ہوئے زیادتی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ تمہیں دنیا کے حالات معلوم نہیں ہیں، کیسی کیسی آفتیں آج کل آرہی ہیں، آپا ہی کو دیکھو بے چاری کیسی بے گھر پریشانی میں دِن گزار رہی ہے، خاوند اولاد والی ہو کر بے بس پڑی ہے، آپا ہی کو سوچو، غریب کتنے دِن سے پریشانی میں مبتلا ہے، تمہیں اللہ کا شکر ہے اِس قسم کی کوئی پریشانی تو نہیں، تم کسی کے کہنے سننے کی پرواہ مت کیا کرو، کوئی کسی کے متعلق کہتا ہے وہ درحقیقت اپنے ہی کو کہتا ہے، تم میری نصیحت مانو، اپنے پڑھنے میں ہر وقت مشغول رہا کرو۔

مولوی محمد انعام الحسن صاحب کی خدمت تو خود دِین ہے، اس کے بدلہ کی دنیا میں کوئی اُمید نہ رکھو، اس کا بدلہ تو جو کچھ ہے وہ آخرت میں اِتنا زیادہ ہے کہ اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاؤ گی۔ شاکرہ، راشدہ بدستور بیمار ہیں، مگر میں تو آج کل اِس خیال میں ہوں کہ یہ بیماری بھی غنیمت ہے، خدانخواستہ اور کوئی پریشانی اِس سے زیادہ ہوتی تو کیا ہوتا، اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب پر رحم فرمائے، آپا دودن کی خدمت میں بعد سلامِ مسنون کہہ دیں کہ تمہاری پریشانی کی خبر

سن کر بے حد قلق ہوتا ہے، اللہ جل شانہٗ تم سب پر اور ہم سب پر فضل فرمائے، جو کچھ بھی ہو رہا ہے اپنے اعمال اس سے بہت زیادہ کے مستحق ہیں، اللہ ہی رحم فرمائے، حنان، معاذ کو دعا اور خولہ کو پیار۔ فقط والسلام محمد زکریا، ۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۶۸ھ

(۱۴) عزیزہ ذاکرہ سلمہا! بعد سلام مسنون ودعواتِ صالحہ

تمہارا پرچہ بھائی اکرام صاحب کی معرفت پہنچا تھا، اس میں تو کوئی جواب طلب بات نہ تھی اور لڑکیوں کا کام بھی اسی پر تھا، اِسی لیے میں نے اُسے گھر میں دے دِیا تھا، اِس وقت وہ میرے سامنے بھی نہیں ہے۔

اِس وقت عشاء کے بعد بھائی اکرام صاحب نے اپنے کل کے جانے کا اِرادہ ظاہر کیا، اِس لیے تمہارے اِنتظار کے خیال سے یہ مختصر پرچہ لکھ رہا ہوں، تمہاری خیریت کا ہر وقت اِنتظار رہتا ہے اور تمہاری پریشانی اکثر میرے لیے بھی پریشانی کا باعث بن جاتی ہے، مگر اللہ جل شانہٗ جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے، تمہارے بلانے کا بھی اکثر تقاضہ رہتا ہے مگر مولوی محمد انعام الحسن صاحب کی بیماری کے حال کا مرحلہ بھی ایسی چیز ہے کہ اس میں اِصرار وتقاضہ کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، ویسے جب بھی بھائی اکرام صاحب آتے ہیں، اُن سے بیماری کا تذکرہ آتا رہتا ہے، مگر تم سے مجھے یہ شکایت ضرور ہے کہ اب تک بھی تمہیں میرا یا اپنی بہنوں کا خیال آتا رہتا ہے، بی جی سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنے دِل کو ہٹا کر صرف اللہ جل شانہٗ سے تعلق پیدا کریں، اور جو رنج یا تکلیف یا پریشانی کبھی ہو صرف اُسی پاک ذات سے کہو وہ ہر چیز پر قادِر ہے اور اُس کے بغیر اِرادہ کے کسی کے کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا، سب کے دِل بھی اُس کے قبضہ میں ہیں اور ساری دنیا کی راحت وآرام اُسی کے اِرادہ کے تحت میں داخل ہیں، تم جب سوچوں میں پڑ جاتی ہو تو پریشانی بڑھے گی، ہر چیز کا علاج صرف اللہ سے کہنا ہے، سجدہ میں پڑ کر مانگو، رو کر مانگو اور بس یہی دِین دنیا کی کمائی کا ذریعہ ہے اور دنیا وآخرت کی راحت اسی میں ہے، یہ خط آپا دودن وآپا دھنو وآپا طیبہ کو بھی دِکھا دینا اور سب کو سلام، عزیز معاذ کو خولہ کو دعا وپیار۔ فقط والسلام محمد زکریا، شب ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ

(۱۵) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات آنکہ تمہارا خط پہنچا، خیریت سے مسرت ہوئی، تمہاری پریشانی کا اکثر خیال لگا

رہتا ہے، اِسی وجہ سے باوجود بالکل ہمت نہ ہونے کے میں آنے کا اِرادہ تو ضرور کرتا ہوں، مگر اِتنی جلد ہی شاید نہ آسکوں، کچھ ایسی مجبوریاں سی درپیش ہیں، اِن شاء اللہ کوشش کروں گا۔

مولوی انعام صاحب کی علالت کے متعلق میں کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ میں تو تمہارے تقاضہ کے بغیر دعا کرتا ہوں اور مدینہ کے ہر خط میں مبلغین کو دعا کے واسطے لکھتا رہتا ہوں۔

یہ خیال کے کسی نے کچھ کرادِیا صحیح نہیں، اور اگر اس کا خیال ہو تو اس کے لیے منزل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں وہ خود پڑھ لیا کریں تو اچھا ہے، مولوی محمد انعام الحسن صاحب اور آپا دودن سے سلامِ مسنون، معاذ وخولہ کو دعوات۔ فقط والسلام محمد زکریا، شب ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ

(۱۶) عزیزہ ذاکرہ سلمہا!

بعد دعوات، تمہارا پرچہ پہنچا، تم سے ملنے کو میرا بہت دِل چاہتا رہتا ہے، بالخصوص تمہاری پریشانی کی وجہ سے، مگر میں سب بیماروں سے بڑھ کر اپنے کو سمجھنے لگا، اب بالکل سفر کی ہمت نہیں ہوتی، رائے پور بھی اِس سال میں صرف ایک مرتبہ جانا ہوا حالانکہ وہاں کے سفر میں کوئی دقت بھی نہیں ہے، دعا البتہ تمہارے لیے کرتا رہتا ہوں، رمضان کے متعلق ابھی تک کوئی بات طے نہیں ہوئی میری بالکل جانے کی ہمت نہیں پڑتی، اس کے باوجود عزیز مولوی محمد یوسف صاحب کا تقاضہ ہے کہ اور بچیوں کا لانا لے جانا اور بھی مشکل ہے، کاندھلہ رمضان گزارنے پر میں راضی نہیں کہ وہاں کوئی حافظ نہیں، اب دیکھیں جو مقدر ہو، تمہیں گئے ہوئے بہت دِن ہوگئے، مگر مولوی محمد انعام الحسن صاحب کی وجہ سے تمہیں بلانے کو بھی دِل نہیں چاہتا، اللہ ہی اپنے فضل وکرم سے سہولت کی صورتیں فرمادیں عزیز معاذ سلمہٗ کو دعا خولہ کو پیار۔ فقط محمد زکریا

محترمہ ذاکرہ صاحبہؒ (والدہ مولانا زبیر الحسنؒ) کا ایک مکتوب اپنے والد (حضرت شیخؒ) کے نام:

مخدوم مکرم جناب والد صاحب دام مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا والا نامہ موصول ہوا، شدید اِنتظار کے بعد ہم سب آپ کے والا نامہ کے اِنتظار کے ساتھ ساتھ آپ کی تشریف آوری کی خبریں سن رہے تھے، لیکن جب جناب کی تشریف آوری نہ ہوئی تو پریشانی ہوئی، اِس عرصہ میں والا نامہ بھی کوئی موصول نہیں ہوا تھا، جس کی وجہ سے طبیعت ہر وقت پریشان رہتی تھی اور یہ گمان بھی ہوگیا تھا کہ شاید ہم سے کچھ ایسی تقصیر ہوگئی

جس کی وجہ سے آپ ناراض ہوگئے اور ہمیں اس کا پتہ بھی نہ چلا ہو، اس کے بعد پھر تائے صاحب کے نام آپ کا والا نامہ آیا، اُس میں بھی ہمارا کوئی ذکر نہیں تھا جس کے سبب بالکل ہی اپنی تقصیر کا یقین ہوگیا۔

اب آپ کے والا نامہ سے تمام دِل کی خلش دور ہوئی، کئی روز سے طبیعت بے حد گھبرارہی تھی اِسی لیے یہ خیال تھا کہ آپ کی تشریف آوری پر یہ گھبراہٹ کچھ کم ہوجائے، بھائی یوسف صاحب کا بھی بار بار اِصرار تھا کہ تم وہاں (سہارنپور) جانے کے بجائے بھائی جی کو یہاں بلالو، یقیناً آپ کو اِتنی جلدی جلدی دومرتبہ سفر کرنا گراں ہوگا، اِس لیے جب آپ کو سہولت ہو تشریف لے آئیں، ہماری وجہ سے آپ پریشان نہ ہوں، مجھے تو خود بھی اس کا خیال رہتا ہے کہ ہماری وجہ سے آپ کو زیادہ پریشانی اُٹھانی پڑتی ہے۔

حضرت مولانا رائے پوری اور حضرت مولانا مدنی سے بھی سلام کے بعد دعا کی درخواست کردینا، معاذ کے والد کی طبیعت پہلے کی بہ نسبت بحمداللہ کچھ بہتر نظر آتی ہے آپ بھی خاص طور سے اُن کی صحت کے لیے دعا فرماویں۔ فقط ذاکرہ

سفرِ حج:

والدہ مولانا زبیر الحسنؒ نے زندگی میں ایک ہی حج کیا، اس قافلہ میں خاندان کی بہت سی مستورات کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مع اپنی مستورات واطفال نیز حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ وحضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ شریک تھے۔

شیخ نے اپنے روزنامچہ میں اس پورے سفر کی تفصیل اس طرح قلم بند فرمارکھی ہے:۔

''آج ۱۰/شوال المکرّم ۱۳۷۴ھ/۲/جون ۱۹۵۵ء ۷/بجے صبح محمد زکریا، برادر اکرام، عزیز محمد زبیر الحسن سلمہ مع اپنی ماں وخالہ کے، حکیم یحییٰ، حکیم الیاس مع اپنی زوجات واولاد کے نیز والدہ حسن دہلی روانہ ہوئے اور وہاں سب (علاوہ محمد زکریا) باضافہ عزیز محمد طلحہ سلمہ مع اپنی ماں بہنوں کے، عزیز محمد ہارون سلمہ مع اپنی دادی کے، عزیز مولوی محمد افتخار الحسن سلمہ مع اپنی ماں بہن کے، وسیم مع اپنی والدہ کے، حکیم عین الحسن، عزیزان مولانا محمد یوسف ومولانا محمد انعام الحسن صاحبان اور مولوی عبید اللہ وغیرہ کے قافلہ ۱۴/شوال دوشنبہ کی شام کو دہرہ ایکسپریس سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے اور ساڑھے ۶/بجے صبح بدھ کو بمبئی پہنچے، منگل کی شام کو اسی گاڑی سے حضرت مدنی مع اپنے اہل وعیال ساڑھے ۱۰/

بجے بمبئی روانہ ہوئے، محمد زکریا ۱۷/شوال صبح ۶/بجے کی گاڑی سے سہارنپور واپس آ گیا، ۲۱/شوال دوشنبہ کی صبح سے سامان جہاز پر پہنچنا شروع ہوا، ۱۰/بجے یہ سب سوار ہونا شروع ہوئے، ۵/بجے شام محمدی جہاز سب کو لے کر چلا، ۲۹/شوال ۲۱/جون کا چلا ہوا تار از بمبئی قاری معید بدھ کو ۱۱/بجے دوپہر ملا کہ محمدی جہاز جدہ پہنچ گیا، بدھ کی شام کو ۵/بجے برادر اکرام صاحب کا تار ۹/بجے صبح کا دِیا ہوا ملا کہ ہم سب بخیریت جدہ پہنچ گئے۔

منگل ۲۱/جون کی صبح کو ساڑھے ۸/بجے یہ سب جدہ پہنچے، جملہ اعزاء اسی شام کو بعد عشاء لاری سے مکہ مکرمہ چلے گئے، بھائی سلیم، بھائی محمود، حکیم یامین وغیرہ اپنی کار میں لاری کے ساتھ گئے، عزیزان مولانا محمد یوسف ومولانا انعام الحسن جدہ میں تبلیغی مشاغل کی وجہ سے ٹھہرے، حضرت مدنی بدھ کی صبح کو ہوائی جہاز سے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے۔

۶/ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ میں حضرت مدنی مع اہل وعیال وسید محمود وغیرہ ہوائی جہاز سے مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرمہ پہنچے اور اسی تاریخ میں شمیم ابن مولوی سلیم کا نکاح بھی بھائی ضیاء الدین مرحوم کی لڑکی سے مکہ مکرمہ میں عزیز مولانا محمد یوسف صاحب نے پڑھایا۔

۲۳/ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ، ۱۳/اگست ۱۹۵۵ء کی شام کو مولانا محمد یوسف صاحب مع رفقاء مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے اور دوشنبہ کو مدینہ منوّرہ پہنچے۔

حضرت مدنی ۲۷/ذی الحجہ ۱۷/اگست چہارشنبہ کی صبح کو اِسلامی جہاز سے بمبئی پہنچے اور اسی دن شام فرنٹیئر سے روانہ ہوکر جمعہ کی شب میں مظفرنگر اُترے اور شب میں ۲/بجے دیوبند پہنچ گئے۔

مولانا یوسف مع مستورات ۴/صفر ۱۳۷۵ھ، ۲۲/ستمبر پنجشنبہ کی صبح کو جدہ سے روانہ ہوکر ۳۰/ستمبر جمعہ کی صبح کو بمبئی پہنچے، اہلِ بمبئی نے ایک اہم اجتماع قرار دے رکھا تھا اس لیے اس میں شرکت کے بعد ۱۳/اکتوبر دوشنبہ کی شام کو دہرہ ایکسپریس سے چل کر ۵/کی صبح کو دہلی پہنچے۔

وفات:

آپ کو وفات سے چند سال قبل مختلف امراض لاحق ہوگئے تھے، اختلاجِ قلب اور ذیابطیس کی وجہ سے جسمانی ضعف عمر کے ساتھ بڑھتا چلا گیا، یکے بعد دِیگرے دونوں آنکھوں کے آپریشن بھی موتیابند کی وجہ سے ہوئے، جن میں ایک آنکھ کا آپریشن تو وفات سے تقریباً ۲/ماہ قبل ہی ہوا تھا، ان تمام تکالیف اور امراض کا اثر بھوک اور نیند پر بھی ہوا کہ دونوں برائے

نام رہ گئیں، چونکہ گھٹنوں میں درد کی بھی شکایت رہتی تھی اِس لیے چلنا پھرنا بھی ختم ہوکر آہستہ آہستہ بستر تک محدود ہوگئی تھیں، پنج وقتہ نماز کے لیے چوکی تک جانا جب دشوار ہوا تو نمازوں کی ادائیگی میں سہولت کے خیال سے پلنگ کے بجائے ایک بڑے تخت کو ہی آرام اور اُٹھنے بیٹھنے کے لیے منتخب کرلیا تھا اور اسی پر آخر وقت تک پنج وقتہ نماز اور یومیہ اوراد و وظائف کے معمولات پورے کرتی رہیں۔

بعد نمازِ فجر تلاوت قرآن پاک، بعد نمازِ ظہر حصنِ حصین اور شب میں نماز تہجد کا اہتمام اِس علالت میں بھی پورے طور پر رہا، اِنتقال سے ہفتہ عشرہ قبل طبیعت زیادہ ناساز رہی، کم و بیش ۲۴/گھنٹہ قبل سکوت اور اِنقطاع کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

اِسی حالت میں ۲۳/مارچ ۱۹۸۸ء مطابق ۵/شعبان ۱۴۰۸ھ صبح ۷/بجے نظام الدین دہلی میں وفات پائی۔ ساڑھے تین بجے حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ نے نظام الدین مرکز سے متصل عمارت چونسٹھ کھمبے میں نمازِ جنازہ پڑھائی اور مرکز کی پچھلی عمارت میں تدفین عمل میں آئی کہ اسی جگہ آپ کی بڑی ہمشیرہ ذکیہ صاحبہ، اہلیہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، اہلیہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ بھی آرام فرما ہیں۔

محترمہ ذاکرہ صاحبہ (والدہ مولانا زبیر الحسنؒ) حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے عقد میں آنے کے بعد تقریباً ۵۴/سال حیات رہیں، اس میں ابتدائی چند سال تو حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کی علالت کی وجہ سے قصبہ کاندھلہ میں گزرے اور پھر ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۴۹ء سے آپ کا مستقل قیام اپنے شوہر نامدار کی معیت میں مرکز نظام الدین دہلی میں ہوا، اس زمانے میں گھر کی بزرگ اور بڑی ہونے کی حیثیت سے اہلیہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ موجود تھیں اور اُن کے دم قدم سے گھر میں اعمال واذکار کی بہاریں تھیں اور پھر کچھ ہی وقت گزرنے پر حضرت شیخؒ کی دوسری صاحبزادی محترمہ راشدہ صاحبہ بھی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے رشتۂ زوجیت میں آکر نظام الدین دہلی منتقل ہوگئیں، اِس طرح بیک وقت وہاں حضرت شیخؒ کی دو صاحبزادیوں کے اجتماع سے مستورات کے دعوتی و اصلاحی کاموں کو مزید تقویت ملی، یہ دونوں بہنیں روزانہ بعد ظہر حلقۂ مستورات میں ہونے والی کتابی تعلیم میں خود شامل ہوکر ''فضائلِ اعمال'' سناتیں اور اس میں مذکورہ احادیث ومضامین کی

سادہ الفاظ میں توضیح وتشریح کرتی جاتی تھیں، نیز اس اجتماعیت سے قرب و جوار بالخصوص علاقہ میوات سے آنے والی چھوٹی بچیوں کی دِینی تعلیم اورقرآن شریف پڑھانے کی جوایک قدیم روایت چلی آرہی تھی، اس میں بھی نمایاں اِضافہ ہوا اور بلا مبالغہ اہلیہ مولانا محمد الیاسؒ اوراُن دونوں بہنوں کے ذریعہ سینکڑوں بچیوں کوقرآن شریف کی دولت اور دِینی تعلیم کی نعمت حاصل ہوئی۔ دِینی تعلیم میں فضائلِ اعمال کے ساتھ بہشتی زیوراورتعلیم الاسلام بھی پڑھاتیں اوران آنے والی مستورات کواوراد و وظائف اورتسبیحات وتلاوت و درودشریف وغیرہ بھی سکھلاتیں۔اسی طرح مرکز نظام الدین دہلی میں ان دونوں بہنوں اورسہارنپور میں حضرت شیخؒ کی بقیہ صاحبزادیوں کا بڑی فکر و ہمت کے ساتھ ایک معمول یہ بھی رہا کہ مصائب وفتن یا کسی خاص مقصد کے لیے مختلف ختمات کا بڑا اہتمام کرتی تھیں، جن میں درود شریف، حصنِ حصین اورکلام پاک کے ختمات کوخصوصی اہمیت حاصل تھی۔

حضرت مولانا محمد زبیرالحسنؒ کے اخوان واخوات:

مولانا زبیرالحسن صاحبؒ کے دو بھائی محمد انوار الحسن، محمد معاذ الحسن اور دو بہنیں خولہ خاتون اورصادقہ خاتون ہیں۔اب اُن میں سوائے محترمہ صادقہ خاتون (اہلیہ محترمہ مولانا سیدمحمد شاہدسہارنپوری صاحب دامت برکاتہم) کےسب ہی جوارِرحمت میں جاچکے ہیں۔

بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے رشتہ داری اورآپ کا عظیم خاندان:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قریبی رشتہ تھا، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ بی حمیرہ مولانا حکیم رضی الحسنؒ سے منسوب تھیں اورحضرت مولانا حکیم رضی الحسنؒ، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی پردادا تھے، اس اعتبار سے مولانا الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ بی حمیرہ آپ کی حقیقی پردادی ہوئیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پردادا مولانا حکیم رضی الحسن کاندھلویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگردِرشید اور حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (والد بزرگوار شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ) کے ہم درس تھے انہوں نے حضرت گنگوہیؒ کی تقریر بخاری وترمذی بڑے اہتمام سے نقل فرمائی تھی۔آپ کے دادا مولانا اکرام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے

پوریؒ کے بااختصاص مرید اور جامعہ مظاہرعلوم کے رکن شوریٰ اورشعبہ جائداد کے نگران تھے۔

خاندان کی عظیم بزرگ شخصیت حضرت مولانا مظفرحسین کاندھلویؒ کی پوتی کا نکاح حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلویؒ (والدحضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ اورحضرت مولانا محمد الیاسؒ) سے ہوا تھا (یہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کا دوسرا نکاح تھا) اور یہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی والدہ ماجدہ مولانا اکرام الحسنؒ (والدمولانا محمد انعام الحسنؒ) کی حقیقی نانی تھیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ (جن کی صاحبزادی ''محترمہ ذاکرہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا'' مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ تھیں، جن کے حالات گزشتہ صفحات میں گزرے۔) آپ کے نانا ہیں، اور نانی مولانا رؤوف الحسن کاندھلویؒ کی دوسری صاحبزادی (ہمشیرہ مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ، مولانا اظہارالحسن کاندھلویؒ اورمولانا افتخارالحسن کاندھلوی مدظلہ) ہیں، جب کہ آپ کے والدحضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی سلسلہ نامور عالم دین حضرت مولانا محمد اظہارالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احتشام الحسن رحمۃ اللہ علیہ اورجید حافظ حدیث، مفسر قرآن بزرگ صوفی مولانا افتخارالحسن کاندھلوی مدظلہ سے بھی جاملتا ہے۔یہ تینوں بزرگ سگے بھائی ہیں ان کے والدکا نام مولانا رؤوف الحسنؒ تھا جومولانا نورالحسنؒ کے پوتے تھے اورمولانا نورالحسنؒ، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں پشت کے دادا ہیں۔اس اعتبار سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین تھے، آپ کے والداوروالدہ دونوں کا خاندان علماء وصلحاء کا دین دار اورتقویٰ دار خاندان تھا۔

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش:

آپ کی پیدائش ۱۰/جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ۳۰/مارچ ۱۹۵۰ء کو بروزِ پنج شنبہ صبح ساڑھے پانچ بجے ہندوستان کے مردم خیز مقام سہارنپور؛ اپنے ننھیال میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے دولت کدہ پرہوئی۔دولت کدۂ شیخؒ کے بارے میں مولانا اللہ وسایا لکھتے ہیں:

''قارئین یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا مکان ہے، آج ہم وہاں ہیں جہاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ،

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ سے لے کر مولانا محمد ہارونؒ و مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ تک، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ سے لے کر مولانا سید اسعد مدنیؒ تک، غرض برصغیر کی کوئی اہم دینی وعلمی شخصیت ایسی نہیں جس نے یہاں قدم نہ ٹکائے ہوں۔ (ماہنامہ لولاک مارچ ۲۰۱۴ء)''۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن ہی سے علمی، دینی اور روحانی ماحول عطا فرمایا تھا اور بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا جس کی وجہ سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے اس شعر کا مصداق تھے۔

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

ایسے مبارک نورانی ماحول اور بابرکت جگہ میں آپ نے آنکھیں کھولیں پھر بوجہ فطری خداداد صلاحیتوں کے بچپن ہی سے دِین آپ کی رگ رگ میں سرایت کر گیا اور آپ کے قلب میں حبّ خداوندی اور حبّ نبوی ﷺ کا تخم جم گیا، جو برابر پھلتا پھولتا اور پروان چڑھتا چلا گیا۔ اور آغاز زندگی ہی سے بزرگوں کے فیوض و برکات کی تحصیل شروع ہوگئی۔

آپ کی پیدائش سے ۶ر سال قبل دعوت وتبلیغ کے بانی و امیر اوّل حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سفرِ آخرت فرما چکے تھے اور اب اُن کے عظیم فرزند حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی امارت اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی سرپرستی میں یہ محنت اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھی، گویا کہ آپ کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وصحبت کا موقع میسر نہ آسکا، البتہ اُن کے صاحبزادے حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کی سرپرستی میں آپ نے عمرِ عزیز کے پندرہ سال گزارے تھے۔ جس کا فیض آگے چل کر لوگوں نے دیکھا۔

ابتدائی تعلیم وتربیت وقت کے مشائخ کے ذریعے:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے زیرِ نگرانی پہلے حفظِ قرآن کریم کی اِبتدا کی، اس وقت اُن کی عمر صرف ۵ر سال تھی، اُن کے حفظِ قرآن کی

ابتدائی تقریبِ سعید خانقاہ قادریہ قصبہ رائے پور میں حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کی مجلس بابرکت میں ۵ر ربیع الاول ۱۳۷۴ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۵۵ء بروزِ شنبہ کو انجام پائی، وہاں حضرت رائے پوریؒ نے ان کی بسم اللہ کرائی اور ان کے لیے خیر وبرکت کی دعا فرمائی۔ یہ رسم ہندوستان کے نیک اور شریف گھرانوں میں رائج رہی ہے۔ اس مجلس میں آپ کے نانا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، آپ کے دادا حضرت مولانا اکرام الحسنؒ، حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور والد مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ بھی موجود تھے۔

گویا حضرت رائے پوریؒ سے بسم اللہ کرائے جانے کے ذریعے عمارت کی پہلی اینٹ بنیاد کی شکل میں رکھ دی گئی تھی، اور بنیاد جتنا مضبوط ہوتی ہے عمارت اتنا ہی عمدہ اور دیرپا تعمیر ہوتی ہے، بعینہ یہی صورت حال مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئی، کہ حضرت رائے پوریؒ کی رکھی گئی بنیاد نے انہیں اس درجہ تک پہنچایا جہاں بڑے بڑے لوگ اپنی پوری زندگی کی جہد وعزیمت سے بھی نہیں پہنچ پاتے۔ یعنی وہ عالم اسلام کے قائد جیسے مرتبے پر فائز ہوئے اور آج ان کی وفات پر پورا عالم غم منا رہا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم:

جب اُن کو قرآن مجید پڑھانے کے لیے بٹھایا گیا اور حفظِ کلام پاک شروع کیا تو بہت کم عمری ہی میں کلام پاک مکمل حفظ کر لیا۔ مولاناؒ نے قرآنِ کریم مولانا حافظ صدیق احمد مرزا پوریؒ سے حفظ کیا، جو اُن سے پہلے مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کا حفظ مکمل کرا چکے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے گھر کے ایک کمرہ میں اُن کا قیام ہوتا تھا وہیں تعلیم دیتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت شیخؒ کے دوسرے نواسہ مولانا محمد شاہد صاحب بھی حفظ کرتے تھے، اہلِ خاندان میں سے مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری آخر تک اور مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی تعلیمی مراحل کے بعض مواقع میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شریک رہے۔

قرآن مجید ان کو بہت اچھا یاد تھا اور وہ بہترین مخارج کے ساتھ بکثرت تلاوت کرنے والے تھے، بالخصوص ماہ رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں نوافل میں خوب پڑھتے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے یہاں تین پارے شروع میں سنا کر دس روز میں ختم کرنے کا معمول

تھا، جو بعد میں بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین میں جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اُن کے متعلق یہ بات بھی مشہور ہے کہ دہلی سے سہارنپور کے راستہ میں جس کی مسافت دو سو کلومیٹر ہے، قرآن مجید مکمل کر لیتے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے نہایت متیقظ، بیدار مغز، دِین دار اور تقویٰ دار تھے، دِین کا ذوق اور اہلِ دِین کی محبت گویا فطری طور پر اُن کے اندر موجود تھی، شروع ہی سے نماز روزہ کے پابند، بلکہ تہجد گزار تھے، دین اور اہلِ دین کی طرف میلان ورجحان طالب علمی کے دور میں بھی بہت تھا، اُن کا دل ودماغ ہمیشہ دین کی تعلیم سے مانوس اور اسی کی طرف راغب رہا۔ یہ اصلاً اس کا اثر اور نتیجہ تھا جو آپ کو ابتدا ہی سے قدرت سے بطورِ عطیۂ خاص سوز عشق اور تعلق مع اللہ نصیب ہوا تھا۔

توفیقِ الٰہی کی ہم رکابی:

فضلِ خداوندی اور اپنے والد بزرگوار کی دعاؤں کے صدقے ہمیشہ توفیقِ الٰہی اُن کے ہم رکاب رہی اور روزِ اوّل ہی سے علومِ شرعیہ میں پختگی اور مہارت کے ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری اور تعلق مع اللہ کی استواری میں ہمہ تن لگے رہے، چنانچہ وہ جہاں ایک طرف محنتی طالبِ علم تھے وہیں دوسری طرف تہجد گزار اور پنج وقتہ نمازوں کے پابند بھی تھے۔

عمر کا پندرہواں سال ''حضرت جی ثانیؒ'' کی وفات:

ابھی آپ کی عمر پندرہ سال تک ہی پہنچی تھی کہ حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی صحبت سے محرومی ہوئی، یعنی اس تحریک کا موجودہ قائد جس کی آگے چل کر آپ کو قیادت کرنا تھی رخصت ہوا۔

حضرت جی کی وفات کے بعد آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کو مشورہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے امارت کے لیے مقرر کیا اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ اُن کی معاونت کرتے رہے۔ اور خود سب سے پہلے منبر پر تقریر کر کے لوگوں سے کہا کہ ''بزرگوں نے حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کو امیر مقرر کر دیا ہے، یہ میرے والد مرحوم کے سفر و حضر کے رفیق اور مجھ سے زیادہ کام کو سمجھنے والے ہیں، لہٰذا سب ان سے بیعت ہو جائیں، مجھے بزرگوں کا فیصلہ من وعن

قبول ہے''۔ یہ کہہ کر گویا اختلاف کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی، اللہ اللہ! کیسا اخلاص تھا ان لوگوں میں، اور کیسی طاعت و محبت جو آج چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے، اسی اخلاص کی برکت ہے کہ آج تک یہ محنت نبی ﷺ اور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق پر اسی طرح گامزن ہے، جیسے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ چھوڑ کر گئے تھے۔

اعلیٰ تعلیم:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حفظِ قرآن کے بعد گھر پر ہی عربی درجات کی مختلف اِبتدائی کتابیں پڑھیں، اِس لیے کہ گھر پر والدین اور اعزہ واقرباء کی قربت اور اُن کے زیرِ سایہ شفقت کسی مدرسہ سے کم نہ تھی، یہی وجہ تھی کہ اِبتدائی فارسی وعربی پڑھنے کے لیے باقاعدہ کسی مدرسہ میں داخلہ لینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

پھر فارسی وعربی کی بڑی کتابیں ہدایۃ النحو وکافیہ تک مختلف اساتذہ سے پڑھیں، اور ۱۵ر شوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۶رفروری ۱۹۶۶ء کو جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، یہاں آپ نے شرح جامی اور شرح وقایہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، اور پورے ۶رسال مختلف علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرتے رہے، شعبان ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں مظاہرِ علوم ہی سے فراغت پائی۔ آپ نے بخاری ومسلم حضرت مولانا محمد یونس مدظلہٗ سے پڑھی، ترمذی شریف حضرت مفتی مظفر حسینؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا، ابوداؤد اور نسائی حضرت مولانا محمد عاقل صاحب سے اور طحاوی شریف کی چند حدیثیں حضرت مولانا اسعد اللہؒ سے پڑھیں، پھر حضرت مولانا اسعد اللہؒ کی علالت کے بعد طحاوی بھی آخر تک حضرت مفتی مظفر حسینؒ سے پڑھی۔

اساتذہ کرام:

غور کیا جائے تو آپ کے اساتذہ میں آپ کے معلمِ اوّل حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، آپ کے نانا حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ سمیت آپ کے محبوب اساتذۂ حدیث حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ رحمہم اللہ اور حضرت مولانا محمد یونس جون پوری و حضرت مولانا محمد عاقل مدظلہما ایسے تمام ہی بافیض و باتوفیق علماء ومشائخ نظر آتے ہیں جن

سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کم وبیش کسبِ علم وفیض کیا ہے۔

مشاہیر ہم درس:

دورۂ حدیث میں آپ کے ممتاز اور مخصوص رفقاء میں حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری، شیخ الحدیث مولانا وسیم احمد سنسارپوری، مولانا ثمیر الدین، مولانا ثناء اللہ ہزار یباغی، مولانا حبیب اللہ چمپارنی اور مولانا ظہیر انور بستوی شامل ہیں۔

۱۹۷۳ء؛ حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ کی وفات:

وہی مردِ قلندر جس نے بزرگوں کے فیصلہ سے سرموانحراف کرنا گوارا نہ کیا تھا، مؤرخہ ۲۸ر ستمبر ۱۹۷۳ء کو عالم جوانی میں رختِ سفر باندھ کر عقبٰی کے سفر کو چلا گیا۔ اُن کی وفات سے حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا غم ایک بار پھر تازہ ہوگیا۔ اس وقت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۲۳ر سال کی تھی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دوستی اور محبت کا بڑا تعلق تھا اگرچہ وہ عمر میں دس سال بڑے تھے، لیکن حضرت رائے پوریؒ سے بیعت میں ساتھ، مرکز نظام الدین دہلی میں ایک ساتھ قیام، سہارنپور میں حضرت شیخ کے یہاں ایک ساتھ قیام اور حضرت شیخ کے ہی زیرنگرانی راہِ سلوک طے کرنے اور پھر مجاز ہونے اور تبلیغی جہد مسلسل اور مدرسہ کاشف العلوم میں تدریس میں شریک کار ہونے کی وجہ سے آپس میں بڑا تعلق ومحبت اور اتحاد فکر اور یگانگت تھا، دونوں کی والدہ حقیقی بہنیں تھیں، اور دونوں کے والدین کا نکاح ایک مجلس میں ایک ہی مہر پر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے پڑھایا تھا۔ اس طرح مولانا محمد ہارونؒ کی وفات کا سانحہ دوسروں کے ساتھ ساتھ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بھی ایک صدمہ تھا لیکن یہ حق تعالیٰ کی طرف سے آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزار کر کندن بنایا جارہا تھا۔

قرآن کریم سے شغف اور ایک رات میں پورے قرآن کی تلاوت:

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب قدس سرہٗ کے لڑکے مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے سہارنپور قرآن پاک سنایا، ۲۹ر رمضان دہلی میں گئے، مولانا عشاء کے بعد پہنچے، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے فرمایا کیا ارادہ ہے؟ کہا جو آپ فرمائیں،

فرمایا چلو مصلے پر! چنانچہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب مصلے پر پہنچ گئے اور صبح سحری کے قریب تک پورا قرآن پاک پورا کر کے مصلے سے ہٹے، اسی بقیہ رات میں سارا قرآن پورا کر کے ہٹے‘‘۔ (ملفوظات از: حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ، جلد۳، ص۲۷۴)

اس سلسلہ میں مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

’’حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ رمضان المبارک میں تراویح میں سنانے والا سپارہ، تراویح سے پہلے جن مختلف حفاظ کو سنایا کرتے تھے ان میں صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب بھی شامل تھے۔‘‘ (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث ار۳۴۷)

’’حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب چونکہ اپنے کمرہ میں اوّل وقت تراویح پڑھتے تھے، اس وجہ سے جلدی فارغ ہوجاتے تھے چنانچہ اس کے بعد اہتمام سے مسجد کا مائک کھلوا کر مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی تراویح سنتے تھے۔‘‘ (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث ار۳۴۹)

اس سے اندازہ لگالیا جائے کہ حضرت جی اور ان کے صاحبزادہ مولانا زبیر الحسن کو قرآن کریم سے کس قدر شغف تھا۔ کلام اللہ سے کس قدر تعلق تھا۔ اللہ سب کو عطا فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انداز کا بیان:

ایک پرانے بزرگ ساتھی نے بتایا کہ جب ہم ساٹھ کی دہائی میں مرکز نظام الدین گئے، تو حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کو دیکھا کہ وہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کی طرح کا بیان کرلیتے تھے۔

(لیکن شوریٰ کی ذمہ داری آنے کے بعد تو آپ کا لب ولہجہ بیان وانداز بالکل اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کی طرح کا ہوگیا تھا کہ فرق محسوس نہ ہوتا تھا)۔

فراغت کے بعد کی مصروفیات (درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ):

فراغتِ تعلیم کے بعد عالمی تبلیغی مرکز حضرت نظام الدین پہنچ کر اپنے والدِ ماجد حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی زیرتربیت رہتے ہوئے علمی ودعوتی مشاغل میں مصروف و منہمک اور سفر وحضر میں برابر اپنے والدِ ماجدؒ کی نگاہِ تربیت میں رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے نانا جان حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے اور مدرسہ کاشف العلوم میں

تدریس بھی شروع فرمادی۔ مدرسہ کاشف العلوم کے درجہ عربی ابتدائی میں حمد باری، پنج گنج، میزان الصرف، نورالانوار اور درجہ وسطیٰ میں کنز الدقائق، الادب المفرد، ریاض الصالحین وغیرہ پڑھانے کے بعد فن حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف پڑھائیں۔

منصبِ شیخ الحدیث:

پھر بخاری شریف کا درس شروع کیا اور حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کے اِنتقال ۱۹۹۶ء کے بعد وہاں کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، اس طرح قریباً ۲۰؍سال صحیح بخاری کا درس اُنہوں نے دیا اور آخر تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس سلسلہ میں مزید ملاحظہ ہو

’’مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین جو حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی متوفی (۱۳۱۵ھ) کا قائم کردہ تھا اور وہاں ان کے جانشین اور فرزند اکبر حضرت مولانا محمد کاندھلویؒ اور پھر فرزند سوم حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ خدمت انجام دے چکے ہیں، فرزند دوم حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (والد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحبؒ) نے مظاہر علوم کی خدمت کو اختیار کیا تھا، مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، مولانا محمد یوسف کاندھلوی، مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی، مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی، مولانا عبید اللہ بلیاوی، مولانا محمد یعقوب سہارنپوری، مولانا ابراہیم ڈیولہ، مولانا الیاس بارہ بنکوی، مولانا محمد ہارون کاندھلوی اور پھر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے وہاں تدریسی خدمت انجام دی، حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کی وفات کے بعد جو کہ مدرسہ کاشف العلوم کے ناظم اور شیخ الحدیث تھے، یہ ذمہ داری دو لوگوں میں تقسیم ہوگئی، مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی ناظم مدرسہ قرار پائے اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کو منصب شیخ الحدیث عطا ہوا اور صحیح البخاری کی ایک جلد برابر ان کے پاس رہی......۔ (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از محمود حسن حسنی ندوی، ۸۲)

نکاح واولاد:

۲۵؍شوال ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵؍جنوری ۱۹۶۹ء کو مولانا حکیم محمد الیاس صاحب سہارنپوریؒ کی صاحبزادی اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی نواسی اور حضرت مولانا سید

محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی کی ہمشیرہ محترمہ طاہرہ خاتون سے آپ کا نکاح ہوا۔

آپ کے نکاح کی تفصیل حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی آپ بیتی میں ذکر فرمائی ہے، مناسب ہوگا اگر اسے یہاں نقل کر دیا جائے، حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں:

’’شوال ۸۸ھ میں عزیزان الحاج مولانا انعام الحسن صاحب مد فیوضہم، و مولوی محمد ہارون سلمہ وغیرہ کا تو تبلیغی قانون کے موافق کہ ہر تیسرے سال حج کو جانا ہے، سفرِ حج متعین تھا اور اس ناکارہ کے حج کا مسئلہ ہمیشہ ہی بیم ورجاء میں رہتا ہے۔ اللہ کا لطف و احسان، فضل و کرم اور حرمین کے اعزہ واحباب کا اصرار ہمیشہ حاضری پر زور دیتا رہتا ہے اور میری بداعمالیاں، سیئات مانع بنتی رہتی ہیں، اس وقت بھی میرے حج کا مسئلہ بیم ورجاء میں تھا۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے مجھے دہلی سے لکھا کہ اگر آپ کا اِرادہ سفرِ حجاز کا ہوگیا ہو، تو عزیزان مولوی محمد زبیر الحسن اور مولوی محمد شاہد سلمہما کا نکاح پڑھتے آویں۔ میری شرکت کی وجہ سے تاخیر نہ کریں، آپ کی شرکت میری شرکت کا نعم البدل ہے۔ لیکن اس وقت تک اس سیہ کار کا سفر پختہ نہ ہوسکا تھا اور بعد میں خود مولانا انعام الحسن صاحب نے مرکز نظام الدین کی بعض ضروریات کی بناء پر میرا سفر ملتوی فرمادیا تھا اور مولانا علی میاں صاحب بھی میرے سفر کے اِلتوا میں اور یہاں کی ضروریات میں مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمنوا تھے۔ اس ناکارہ کا سفر ملتوی ہوگیا تو مولانا انعام الحسن صاحب الوداع کے لیے تشریف لائے، اُن کی آمد پر حکیم ایوب صاحب کی رائے ہوئی کہ دارالطلباء جدید کی دارالحدیث کا اِفتتاح بھی اس وقت ہوجاوے۔ چنانچہ ۲۵؍شوال ۸۸ھ یوم چہارشنبہ کی صبح کو اوّل اِس سیہ کار نے بخاری شریف کا سبق شروع کرایا، جس کی تجویز تو پہلے سے مولانا محمد یونس صاحب کے متعلق ہوچکی تھی مگر اُن کا بھی اِصرار تھا کہ بسم اللہ یہ ناکارہ کراتا جاوے، چنانچہ بخاری شریف کی بسم اللہ کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب نے دونوں نواسوں (عزیزان مولوی محمد زبیر الحسن اور مولوی محمد شاہد سلمہما) کا نکاح دونوں نواسوں کی بہنوں سے ’’مہر فاطمی‘‘ پر پڑھ دیا، خیال تو یہ تھا کہ رخصتی بھی اس وقت کرادیں، مگر چونکہ طلبِ علم میں مشغول تھے، مولانا انعام الحسن صاحب کا خیال ہوا کہ مبادا رخصتی تعلیم میں حارج ہو، میں نے تو کہا بھی کہ آپ کا اور مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کا تو طالب

علمی میں نکاح ہوا اور طالب علمی ہی کے زمانے میں رخصتی ہوئی تھی۔ مگر مولانا انعام الحسن صاحب نے یوں کہا کہ دور بدل گیا! اور صحیح کہا۔ عزیزان محمد زبیر اور محمد شاہد سلمہما کے نکاحوں کی عجلت بھی ان عزیزوں اور دوستوں کو اس خیال سے تھی کہ شاید اس ناکارہ کے امراض کی کثرت اور اعذار کی وجہ سے حجاز سے واپسی کی نوبت نہ آوے۔ شادیاں تو اللہ کے لطف وکرم سے، اُس کے فضل واحسان سے ساری، ایسی سہولت اور آسانی کے ساتھ ہوئیں کہ اللہ دوستوں کو بھی نصیب فرماوے، جہیز کا قصہ بھی کسی کے ساتھ پیدا نہ ہوا''۔

(آپ بیتی ۳، یادِ ایام ۲، ص ۱۵۵، مطبوعہ معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد کراچی)

اس نکاح سے حق تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیاں اور تین بیٹے مولانا محمد زہیر الحسن صاحب، مولانا صہیب الحسن اور مولانا خبیب الحسن عطا فرمائے۔ صاحبزادوں میں پہلے مولانا محمد زہیر الحسن صاحب ہیں، جو کہ اپنے والدِ ماجد کا عکسِ جمیل ہیں۔ نیز والدِ ماجدؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں عربی وفقہ کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔ اور تقریباً ۱۹؍سال سے والدِ ماجدؒ کے ساتھ تبلیغی تقاضوں کی وجہ سے پورے عالم میں سفر فرماتے رہے ہیں۔ اب والدِ ماجدؒ کی نیابت کے لیے اِجتماعات میں خطبۂ نکاح وبیان کی ذمہ داری اُن کے سپرد کردی گئی ہے، یہاں ''ماہنامہ بانگِ حرا، لکھنؤ'' کے حوالہ سے یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ:

''آپ کی وفات کے بعد تبلیغی کام میں آپ کے رفیقِ کار، مخلص دوست اور عزیز بھائی مولانا محمد سعد کاندھلوی کی رائے سے مشورہ میں طے پایا کہ مرکز کے نظام میں مغرب کے بعد کی دعا کا عمل صاحبزادہ مولانا محمد زہیر الحسن صاحب کو دیا جائے، اس سے پہلے یہ کام مولاناؒ انجام دیتے تھے، اس طرح ان کی اولاد نے ان کی ذمہ داریوں میں نیابت شروع کردی ہے، اور یہ جہاں مولانا کی روح کے لیے اک قابلِ تسکین امر ہے وہیں اہلِ مرکز کے لیے بھی ایک خوش آئند بات ہے۔ اللہ کرے کہ شمع سے شمع جلتی رہے، اور اصلاح وارشاد کا یہ سلسلہ قائم رہے۔ آمین''۔ (شمارہ اپریل ۲۰۱۴ء)

اور ماشاء اللہ مولانا زہیر الحسن صاحب والدِ ماجدؒ کی طرح بہت ہی بااخلاق، ملنسار، خاموش طبع اور نہایت ہی ذہین وفہیم ہیں۔ اللہ رب العزت مزید ترقیات سے نوازے اور ثبات نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ اُن کا نکاحِ مسنونہ مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری

مدظلہٗ کی صاحبزادی سے ہوا ہے۔ دوسرے مولوی صہیب الحسن اور تیسرے مولوی خبیب الحسن ہیں یہ حضرات بھی ماشاء اللہ بہت ہی بااخلاق، ملنسار، خاموش طبع اور ذہین وفہیم ہیں اور مدرسہ کاشف العلوم میں درس وتدریس سے جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کا مولانا محمد شاہد صاحب کی بھانجیوں سے نکاح ہو چکا ہے۔ ماشاء اللہ تینوں عالمِ دین اور صاحبِ اولاد ہیں۔

جب کہ صاحبزادیوں کے عقد بالترتیب مولانا محمد جعفر فرزند حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ اور مولانا سید محمد نعمان ابن مولانا سید محمد سلمان سہارنپوری مدظلہ اور مفتی سید محمد صالح فرزند مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ سے ہوئے ہیں۔

رمضان المبارک اور تراویح کا اہتمام:

حق تعالیٰ شانہ نے اس اُمت کو رمضان المبارک جیسا بابرکت مہینہ عطا فرمایا' جس میں فرائض کا ثواب ستر گنا اور نوافل کا ثواب فرائض کے برابر قرار دیا گیا' جسے نزولِ قرآن کے شرف سے مشرف فرمایا گیا' جس کا ایک ایک لمحہ کبریت احمر قرار دیا گیا' جس میں جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جانے اور جہنم کے بند کردیئے جانے کا مژدہ سنایا گیا' جس میں سرکش شیاطین کے قید کردیئے جانے کی خوشخبری سنائی گئی۔

رمضان المبارک کا مہینہ سال کے تمام مہینوں سے افضل وارفع ہے اور اس میں تراویح کا عمل سنتِ مؤکدہ کی حیثیت رکھتا ہے، آنحضرت ﷺ خود بھی رمضان کا اہتمام فرماتے اور اُمت کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک ایسی رات... شبِ قدر... ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے... یعنی اس ایک رات میں عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ملتا ہے... اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے دنوں کا روزہ فرض اور راتوں کی عبادت نفل قرار دی ہے، جو شخص اس مہینہ میں ایک نیک عمل کے ذریعہ قربِ خداوندی کا طالب ہو، وہ ایسا ہی ہے جیسے دیگر مہینہ میں فرض ادا کرے... یعنی نفل کا ثواب فرض کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے... اور جو شخص کوئی فریضہ بجالائے، وہ ایسا ہے جیسے دیگر مہینوں میں ستر فرض ادا کرے... یعنی

رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر گنا ہوتا ہے.....۔

اے لوگو! یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب اور بدلہ جنت ہے اور یہ لوگوں کے ساتھ مواساۃ اور خیر خواہی کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو آدمی اس مبارک مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے، اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اُسے جہنم سے آزادی کا پروانہ ملتا ہے، اور روزہ دار کے ثواب میں کمی کئے بغیر افطار کرانے والے کو بھی اسی کے بقدر اجر سے نوازا جاتا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ اسلافِ اُمت اور اکابرینِ ملت، خصوصاً مشائخ دیوبند رمضان المبارک کی ساعتوں سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے تھے، چنانچہ اُن کی زندگیوں کا جائزہ لیا جائے تو اُن کے رمضان کے معمولات عام زندگی سے ہٹ کر رشکِ ملائک ہوتے تھے، وہ اس تلاش وجستجو میں رہتے تھے کہ ہمارے اکابر واسلاف رمضان المبارک کے قیمتی لمحات کو کس طرح گزارتے تھے؟ اور رمضان المبارک میں اُن کے کیا معمولات ہوتے تھے؟ وہ کتنا سوتے تھے؟ کتنا جاگتے تھے؟ ان کا نوافل، عبادات، تلاوت اور ذکر واذکار و تراویح کا کیا معمول ہوتا تھا؟ ان کی تراویح اور تہجد میں کیا انداز ہوتا تھا؟ وہ عام دنوں کی طرح کھاتے پیتے تھے یا رمضان میں ان کا معمولِ غذا بدل جاتا تھا؟ وہ متعلقین سے میل جول کتنا رکھتے تھے؟ غرض رمضان المبارک کے چوبیس گھنٹے کی زندگی کس طرح گزارتے تھے؟ چنانچہ اس سلسلہ میں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، بلکہ ہمارے زمانہ کے بالکل قریب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کا رسالہ ''آپ بیتی'' اور ''اکابر کا رمضان'' مطالعہ کیا جائے تو اس سلسلہ کی کچھ جھلکیاں نظر آجائیں گی۔

ہمارے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی کیفیت بھی رمضان المبارک میں کچھ ایسی ہی ہوتی تھی، مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت مولانا انعام الحسنؒ کے دور سے ہی رمضان المبارک کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا، اعمال و اشغال اور اعتکاف کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی تھی، مولانا انعام الحسن صاحبؒ، مولانا اظہار الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ کی وفیات کے بعد

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی یہ رونق پوری آب وتاب کے ساتھ برقرار رہی، اور آپ نے بھی اپنے بزرگوں کی طرح مرکز میں اعتکاف کی فضا قائم رکھی بلکہ اس میں اضافہ ہی کیا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ تراویح میں قرآن کریم سنانے کا بطورِ خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے، اور یہ سلسلہ قرآنِ کریم حفظ کر لینے کے بعد سے وفات سے کچھ عرصہ قبل تک جاری رہا، آپ نے دس سال کی عمر میں قرآنِ کریم حفظ کر لیا تھا اور پندرہ سال کی عمر سے تراویح میں سنانے اور عشرہ اخیرہ میں مسنون اعتکاف میں بیٹھنے کا معمول بنا لیا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تراویح سے متعلق حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جب سے اس ناکارہ کا رمضان دارِ جدید میں منتقل ہوا ہے، اسے تراویح میں ۳/ پارے روز سننے کا معمول ہے تاکہ ہر عشرہ میں ایک قرآن ہو سکے اور جو لوگ ایک عشرہ کے لیے آتے ہیں اُن کا قرآن ناقص نہ رہے، میرا تراویح کا مستقل امام عزیز سلمان ہے جو ماشاء اللہ بہت اچھا پڑھتا ہے اور یاد بھی خوب ہے اور نمازی اس سے خوش بھی بہت ہیں لیکن قرآن بعض وجوہ سے کوئی دوسرا بھی پڑھ دیتا ہے۔ ۱۳۹۱ھ میں حضرت ناظم صاحب کے حکم سے پہلا قرآن قاری احمد گورا مدرس تجوید مدرسہ نے پڑھا اور ۱۳۹۰ھ میں عزیز زبیر نے ایک قرآن پڑھا''۔ (آپ بیتی ۷ص ۹۶)

مولانا محمود حسن حسنی ندوی اپنی کتاب ''تذکرہ مولانا زبیرؒ'' کے صفحہ ۹۳/ پر لکھتے ہیں:

''مولانا زبیر الحسنؒ نے مرکز نظام الدین کی بنگلہ والی مسجد میں قرآن مجید تراویح میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے تراویح میں قرآن مجید سنانا بند کرنے کے بعد سنانا شروع کیا تھا، مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے پہلے حضرت مولانا محمد یوسفؒ سناتے تھے، اور اطمینان سے پڑھتے تھے، ایک پارہ دو گھنٹہ میں ہوتا تھا، مولاناؒ کو جب اعذار کی وجہ سے سنانا دشوار ہو گیا تو ان کے خلف الرشید مولانا محمد ہارونؒ نے سنایا۔ ۲۹/ویں شب میں یہ ختم ہوتا تھا، باقی مختلف کمروں اور مختلف مقامات پر اور نوافل میں سنانے کا جو حال بیان کیا جاتا ہے اس سے پوری شب منوّر رہتی اور پورے ماہ ایک جشن کا سماں بندھ جاتا''۔

یہاں ہم مولانا زبیر الحسنؒ کی حیاتِ مستعار میں گزرے ہوئے ماہِ مبارک کا ایک مختصر سنہ وار نقشہ پیش کرتے ہیں جس کو مولانا محمد شاہد صاحب نے اپنی کتاب میں تفصیلاً ذکر کیا ہے:

''رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء: حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس رمضان کی تفصیلات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح لکھتے ہیں:

''ماشاء اللہ معتکفین کی مقدار امسال بھی کافی ہے، جماعتوں کی آمد و رفت رخصت و واپسی بھی خوب ہے۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب زاد مجدہم، عزیزی مولوی حافظ محمد ہارون سلمہ، عزیزی حافظ محمد زبیر الحسن سلمہ اور حافظ خالد سلمہ کے علاوہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم اور عزیزی حافظ مولوی اجتباء الحسن سلمہ، عزیزی مولوی حافظ محمد سلمہ اور اکثر اہل مدرسہ اور احباب معتکف ہیں۔ مولانا محمد عمر صاحب دام مجدہم اور منشی بشیر احمد صاحب، مولوی رحمت اللہ صاحب بمبئی، بھوپال، میسور، حیدر آباد، نظام آباد، ناگپور، میوات و یوپی وغیرہ کے احباب ہیں، سب ہی سلام مسنون عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔''

یہ رمضان حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا آخری رمضان تھا جس میں حضرت جی نے اپنی حیاتِ مستعار کا آخری اعتکاف فرمایا تھا جب کہ حضرت جی کے ساتھ مولانا زبیر الحسنؒ نے اس اعتکاف میں شامل ہو کر اپنی زندگی کے پہلے مسنون اعتکاف کی سعادت حاصل کی۔

رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء: حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے وصال کے بعد پہلا رمضان ہونے کی بنا پر تمام عوام و خواص کے قلوب پر غم و حزن کا ایک خاص اثر رہا اور ان کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی یاد نے بے چین کیے رکھا۔

امسال مرکز کی مسجد میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے قرآن پاک سنایا، مولانا زبیر الحسن صاحب نے یہ رمضان سہارنپور کیا اور دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں تراویح پڑھائی۔

رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء: حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اس سال تراویح زنانہ مکان میں پڑھائی، مولانا محمد ہارون صاحب نے مرکز کی مسجد میں اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے اِبتدائی دو عشرے سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں گزار کر دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں کلام پاک سنایا، ۲۳/رمضان کو مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نظام الدین چلے گئے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے اِختتامِ رمضان پر حضرت شیخ کو ذیل کے گرامی نامہ میں مولانا زبیر الحسن صاحب کی تلاوتِ کلام پاک کی اِطلاع اس طرح تحریر فرمائی:

''مخدوم و مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ جل شانہ کے محض فضل و کرم سے رمضان المبارک بخیر و خوبی ختم ہو گیا، اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرماوے۔ رات عزیز حافظ محمد زبیر الحسن سلمہ نے پورا ایک قرآن شریف ختم کیا، دس پارے تراویح میں سنائے اور بیس پارے نفلوں میں۔ آٹھ بجے شروع کیا تھا، اور رات کو ڈھائی بجے فراغت ہو گئی، ۲۹/کی شب میں تراویح کا قرآن کریم اور نفلوں کا دونوں ختم کر دیئے تھے۔ چاند نہ ہونے سے پھر اس نے شروع کیا اور الحمد للہ پورا قرآن پاک ہو گیا۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ سلام مسنون۔

محمد انعام الحسن غفرلہ''۔

رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء: مولانا انعام الحسن صاحب نے تراویح مرکز کی مسجد میں پڑھائی، مولانا ہارون صاحب نے ابتدائی دو عشروں میں نل والی مسجد میں اور مولانا زبیر الحسن صاحب دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں سنا کر تیسرے عشرہ میں نظام الدین چلے گئے۔

رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء: حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے تراویح گھر میں پڑھائی، مولانا محمد ہارون صاحب نے بستی کی مسجد میں، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد بن سلیمان جھانجی نے اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے یہ رمضان سہارنپور کیا اور حسب معمول دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں کلام پاک سنایا۔

رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء: اِمسال حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے گھر میں، مرکز کی مسجد میں مولانا یعقوب صاحب، نل والی مسجد میں مولانا محمد ہارون صاحب اور حجرہ میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے قرآن پاک سنایا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء: امسال حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے گھر میں، مرکز کی مسجد میں مولانا یعقوب صاحب، نل والی مسجد میں مولانا محمد ہارون صاحب اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے پہلے عشرہ میں مولانا عبید اللہ صاحب کے کمرہ میں پھر سہارنپور مسجد دار الطلبہ جدید آکر (معتکف حضرت شیخ) میں قرآن پاک سنایا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء: امسال حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نے

گھر میں کلام پاک سنایا، نل والی مسجد میں مولانا ہارون صاحب نے اور مولانا زبیر الحسن صاحب نے پہلی مرتبہ مرکز کی مسجد میں تراویح پڑھائی۔ مولانا زبیر الحسن کے پہلی مرتبہ مرکز کی مسجد میں قرآن سنانے کی مزید تفصیل مولانا عبدالسلام صاحب اپنی بیاض میں لکھتے ہیں:

''آج بنگلہ والی مسجد میں ختمِ قرآن ہے، مولوی محمد زبیر الحسن صاحب نے اس سال پہلی مرتبہ بنگلہ والی مسجد میں تراویح میں قرآن پاک سنایا، اب بعد تراویح حضرت جی دامت برکاتہم مسجد کے بیچ کے دروازہ میں تشریف لائے اور کھڑے ہوکر بات شروع فرمائی...... بیان کے بعد آپ نے طویل دعا فرمائی...''۔

رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء: امسال حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نے گھر میں کلامِ پاک سنایا اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں تراویح پڑھائی۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب حضرت شیخ کی طلب وخواہش پر ۶/رمضان کو سہارنپور پہنچے اور تین دن میں ایک کلام پاک تراویح اور ایک نوافل میں سنا کر ۹/رمضان کو دہلی واپس ہوگئے۔

حضرت شیخ کی خدمت میں مولانا انعام الحسن صاحب کی آمد اس سال ۱۵/رمضان، ۲۴/اکتوبر ۱۹۷۲ء منگل کو ایک یوم کے لیے ہوئی، مولانا عمر پالن پوری صاحب اور مولانا زبیر الحسن ہمراہ تھے، مولانا اظہار الحسن صاحب اس سے قبل دس رمضان کو تشریف لا چکے تھے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء: صاحبزادہ حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پہلا رمضان ہونے کی بنا پر تمام عوام وخواص کے قلوب پر غم و حزن کا ایک خاص اثر رہا اور ان کو حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد نے ستائے رکھا۔ فطری طور پر یہ پورا رمضان زبردست غم وحزن کی کیفیات کے ساتھ پورا ہوا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مبارک مہینہ حرمین شریفین میں گزارا، اس سانحہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر حزن وملال کی زبردست کیفیت طاری ہوئی، لیکن صبر وتفویض کا پیکر بن کر دعا میں مشغول ہوگئے۔

امسال حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے گھر میں قرآن پاک سنایا، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں تراویح پڑھائی۔ ۱۹/رمضان ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۵/اکتوبر ۱۹۷۳ء کو حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب ایک دن کے لیے سہارنپور تشریف لائے، حضرت شیخ اس آمد ورفت کے متعلق روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''آج ۱۱/بجے صبح مولانا انعام الحسن صاحب، مولوی محمد عمر صاحب، عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ، بابو ایاز کے ساتھ اپنی گاڑی میں سہارنپور مولانا منوّر کے تقاضے پر کہ پہلے سے وعدہ تھا کہ ایک دن رمضان میں آئیں گے، اور عزیز مولوی محمد ہارونؒ کے اِنتقال کی وجہ سے اور مؤکد ہوگیا تھا، شب کو قیام کر کے دوسرے دن علی الصباح حکیم جی کی مسجد میں صبح کی نماز پڑھ کر واپس چلے گئے۔''

۲۷/رمضان کی شب میں حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی طویل دعا ہوئی جس کی کیفیت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اپنی یادداشت میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''آج رات کتاب کے بعد حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ کی ایسی عجیب وغریب اور طویل وعمیق دعا ہوئی، کہ سابقہ آٹھ سال کے ایام میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، اکثر کے دل موم کی طرح پگھل گئے، مانگنے کا جو حق تھا اسی طرح مانگا۔''

رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء: حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اس سال گھر میں تراویح پڑھائی، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے قرآن پاک سنایا، یہ مہینہ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا بیماری میں گزرا، چنانچہ حضرت شیخ کو لکھتے ہیں:

''مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل دو پہر دو بجے عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ مع اہلیہ بخیر پہنچ گیا، یہ بندہ اپنے ابتلا میں مبتلا ہے... والسلام محمد انعام الحسن، جمعہ ۱۷/رمضان المبارک۔''

اسی سال حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب باوجود ضعف وعلالت کے مسجد میں آخری عشرہ میں معتکف ہوئے، آپ کے ساتھ مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد اظہار الحسن، مولانا سعید احمد خان صاحب اور مولانا محمد زبیر الحسن بھی مرکز کی مسجد میں آپ کی خدمت میں رہے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء: امسال بھی حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے قرآن پاک گھر میں سنایا، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے سنایا اور مولانا زبیر الحسن نے پہلا عشرہ حضرت شیخ کی خدمت میں گزار کر معتکف شیخ میں قرآن سنایا اس ختم قرآن پاک کی دعا بھی حضرتؒ کے حکم سے مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے ہی کرائی۔

حضرت شیخ لکھتے ہیں:

’’عزیزم زبیر کو ختم قرآن کے بعد شدت سے بخار ہو گیا‘‘۔ (آپ بیتی ۷، ص:۱۱۷)

رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء: امسال بھی حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے قرآن پاک گھر میں سنایا اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے اوّل کے دو عشروں میں مرکز کی مسجد میں اور آخری عشرہ میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے معتکف میں سینکڑوں معتکفین اور ہزاروں کے مجمع کو قرآن سنایا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ لکھتے ہیں:

’’۱۳۹۶ھ میں پھر ہندوستان کا سفر پیش آیا، جو ۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ کو شروع ہو کر ۲۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ کو اختتام پذیر ہوا، اس سفر میں بھی رمضان المبارک دار الطلباء جدید میں گزرا، عشرہ اولیٰ میں مولوی سلمان صاحب نے، ثانیہ میں مولوی خالد نے اور ثالثہ میں مولوی محمد زبیر الحسن صاحبزادۂ مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے قرآن شریف ختم کیا، بیرون ممالک سے ممتاز اہل تعلق آئے تھے، راقم سطور اور اس کے رفقاء بھی تین شب کے لیے حاضر ہوئے۔‘‘ (سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ، از: مولانا ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ ص:۱۵۰)

اسی ماہِ رمضان میں حضرت شیخ نے پہلی مرتبہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے گھر پر میٹھے چاول کا ایک کنستر بھیجا اور پھر اس کو ایک معمول بنا لیا، حضرتؒ کی وفات کے بعد صاحبزادہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے اس تسلسل کو برقرار رکھا اور باقاعدگی سے صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی خدمت میں یہ تحفہ بھیجتے رہے۔

مولانا انعام الحسن صاحب کا یہ پورا مہینہ علالت میں گزرا، جس کی بنا پر سہارن پور تشریف آوری نہ ہو سکی، تاہم مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب اور مولانا زبیر الحسن کی ۱۸/ رمضان ۱۴/ستمبر ۱۹۷۶ء کو خدمت شیخ میں آمد ہوئی، روز نامچہ شیخ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں:

’’آج دو پہر کو مولوی محمد عمر صاحب، عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ اور حلیم مکی آئے، مولانا انعام الحسن صاحب اپنی علالت کی وجہ سے نہ آ سکے۔ مولوی محمد عمر صاحب نظام الدین کے خالی ہونے کی وجہ سے بدھ کی صبح کو ساتھ بجے چلے گئے، عزیز مولوی محمد زبیر نے دو رات خالی ہونے کی وجہ سے محمد زکریا کے کہنے پر گھر میں ایک قرآن ختم کیا۔‘‘

رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء: حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے

امسال بھی گھر میں تراویح سنائی، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے قرآن سنایا اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے اپنے کمرہ میں تراویح ادا کی، راقم سطور (مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ) نے ۱۲/اور ۱۳/ رمضان کی شب نظام الدین میں گزاری اور ایک شب تراویح مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی اقتدا میں ادا کی اور دوسری شب میں خود پڑھائی۔

اس ماہ بھی حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی طبیعت شدید علیل رہی، صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن اس علالت کی اطلاع حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اس طرح دیتے ہیں:

’’مخدوم معظم مکرم ومحترم حضرت اقدس نانے ابا جی صاحب زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو، الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں، حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت پہلے کی بہ نسبت اچھی ہے، پرسوں شنبہ کی شام سے الحمد للہ بخار نہیں ہے، نیند بھی پرسوں رات تو خوب گہری آئی، باقی کل رات آنکھ کھلتی رہی اور لگتی رہی، علاج حکیم عبد الجبار صاحب جو قدیم معالج ہیں اُن کا چل رہا ہے، ضعف اور اضمحلال خوب ہے، قیام میرے حجرہ میں ہے، وہیں نماز وغیرہ پڑھتے ہیں، تین آدمی مستقل اعتکاف میں بٹھا رکھے ہیں، اور بھی جملہ احباب آپ دونوں بزرگانِ دین کی صحت کے لیے ہر وقت دعا میں مشغول رہتے ہیں، حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام مسنون۔

فقط محمد زبیر الحسن، دہلی بنگلہ والی مسجد۔‘‘

۱۱/ رمضان ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۷/ اگست ۱۹۷۷ء کو مولانا محمد اظہار الحسن صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، جناب الحاج بھائی ابراہیم عبد الجبار صاحب کراچی اور مولانا محمد سلیمان جھانجی حضرت شیخ کی خدمت میں دو شب گزارنے کے لیے تشریف لائے، مولانا عبید اللہ صاحب نے یہ مہینہ دہلی وسہارنپور میں مشترکہ طور پر گزارا۔ موصوف مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور جناب الحاج کرامت اللہ صاحب کی معیت میں دوسری مرتبہ ۲۵/ رمضان ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۰/ستمبر ۱۹۷۷ء میں آ کر ۲۷ کو واپس ہوئے۔

اسی رمضان میں حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی صاحبزادی عائشہ خاتون نے ۲۷/رمضان کو پہلا روزہ رکھا، حضرت شیخ رحمہ اللہ روز نامچہ میں ذکر فرماتے ہیں:

"آج عزیزہ عائشہ بنت ہارون کا پہلا روزہ ہے، جس کی بہت لمبی دعوت مولانا انعام الحسن صاحب نے مستورات کی، کی۔ دہلی سے بریانی کی بھی کئی دیگیں آئیں۔"

حضرت شیخ نے اس تقریب کے موقع پر پچاس روپے عزیزہ موصوفہ کو دہلی بھجوائے۔

اسی رمضان میں صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اپنی آنکھ کے آپریشن کے سبب ہسپتال میں داخل ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"۱۲/شعبان، ۳۰/جولائی کو عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ دوسری آنکھ کے آپریشن کے سبب ہسپتال میں داخل ہوا، بارہ کی صبح کو آپریشن ہوا"۔

جب کہ ایک آنکھ کا آپریشن ایک ماہ قبل ہی کرایا تھا، جس کا ذکر مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ نے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"......عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ الحمد للہ بخیر ہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اس کی ایک آنکھ کا مرحلہ تقریباً پورا فرما دیا ہے اور نتیجہ بہتر سے بہتر برآمد ہوا ہے۔ ان شاء اللہ لکھنے پڑھنے میں اب سہولت ہوگی"۔ (احوال وآثار مولانا انعام الحسن نمبر ۴۰۰)

رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء: اس سال حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب حرمین کے سفر پر ہونے کی وجہ سے تراویح میں قرآن نہیں سنا سکے، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے گھر پر قرآن سنایا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء: اس سال حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے گھر پر قرآن پاک سنایا اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں۔

رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء: اس سال بھی مولانا انعام الحسن صاحب نے گھر پر قرآن سنایا اور مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں، جس کا اختتام ۲۷/رمضان کو ہوا، مولانا انعام الحسن صاحب نے بڑے تضرع وعاجزی کے ساتھ پون گھنٹہ دعا کرائی۔

اس ماہ رمضان میں حضرت شیخ دار العلوم فیصل آباد پاکستان، مفتی زین العابدین صاحبؒ کے یہاں تشریف لے گئے رمضان میں وہیں تشریف فرما رہے وہیں اعتکاف فرمایا۔

رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء: اس سال بھی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے گھر پر تراویح میں قرآن پاک سنایا اور مولانا زبیر الحسن نے مرکز کی مسجد میں۔ یہ رمضان

حضرت شیخ نے احباب کی دعوت پر جنوبی افریقہ میں گزارا۔ (اور یوں محبتوں کی تکمیل ہورہی تھی، کسے معلوم تھا کہ بہت جلد حضرت شیخ کی سرپرستی کا یہ گھنا سایہ ہمارے سروں سے ہٹنے والا ہے، اور اگلا رمضان آنے سے پہلے ہی حضرت شیخ سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے۔ از مؤلف)۔

رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء: یہ ماہِ مبارک ایسے وقت میں آیا کہ قطبِ عالم حضرت شیخ الحدیثؒ کی یکم شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴/مئی ۱۹۸۲ء کو وفات ہوچکی تھی، حادثہ کا زخم بالکل تازہ تھا، اس لیے فطری طور پر قلوب مغموم اور گھائل تھے۔ صاحبزادہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی مدظلہ نے یہ مہینہ مدینہ منوّرہ میں گزارا، جس کی وجہ سے آستانہ خلیلیہ رشیدیہ سہارنپور بالکل سونا سونا رہا، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب بھی دو ہفتہ کے لیے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے اور والدہ مولانا محمد طلحہ سے تعزیت فرما کر پند و نصائح فرمائیں اور پھر جنت البقیع مزارِ شیخ پر تشریف لے گئے۔ دو ہفتہ بعد دہلی واپس ہوئے اور گھر میں ہی تراویح سنائی، صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں قرآن سنایا، ۲۷ویں شب کو ختم قرآن ہوا حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے طویل دعا فرمائی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء: حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے سال ہا سال کے معمول کے مطابق گھر اور مولانا محمد زبیر الحسن نے مرکز کی مسجد میں تراویح پڑھائی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء: چونکہ اس سال سے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب مستقل جدید عمارت کی بالائی منزل کے کمرہ نمبر ۶/ میں منتقل ہوگئے تھے چنانچہ آپ نے وہیں مولانا محمد سلیمان صاحب کی اقتدا میں تراویح ادا کی، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے زنانہ مکان میں تراویح پڑھائی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء: ۱۹/رمضان کو حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، حافظ کرامت اللہ صاحب، حافظ نعمت اللہ صاحب کی معتکفِ شیخ آمد ہوئی، ایک دن قیام کے بعد یہ حضرات دہلی واپس ہوئے۔

رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء: حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے سال ہا سال کے معمول کے مطابق گھر اور مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں تراویح پڑھائی۔ ۲۹ویں شب کو ختمِ قرآن ہوا مولانا انعام الحسن صاحب نے طویل دعا فرمائی۔

۱۷؍رمضان کو حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی ایک شب کے لیے معتکف شیخ آمد ہوئی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء: اس سال حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے جدید عمارت کی بالائی منزل کے کمرہ نمبر۶؍ میں (جہاں آپ مستقل قیام پذیر تھے) مولانا محمد یعقوب صاحب کی اقتدا میں تراویح ادا کی، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے تراویح پڑھائی۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اس ماہ کے معمولات اپنے ایک مکتوب میں راقم سطور (مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ) کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''اس سال یہاں پر ہجوم بھی خوب ہے، روزانہ تقریباً تیس چالیس جماعتیں روانہ ہورہی ہیں، والد صاحب مدظلہ صبح ساڑھے دس بجے اُوپر سے تشریف لاکر جماعتوں کو رخصت اور بیعت وغیرہ کرنے کے بعد نیچے حجرہ میں ہی لیٹ جاتے ہیں اور مغرب بعد افطار وغیرہ سے فارغ ہوکر اُوپر جاتے ہیں عصر کے بعد حسبِ معمول گھر میں جاتے ہیں۔

آج سے یہاں اعتکاف شروع ہورہا ہے، پچاس کے قریب ان شاء اللہ معتکفین ہوجائیں گے۔ محمد زبیر الحسن، دہلی بنگلہ والی مسجد۔''

۱۸؍رمضان کو حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی ایک شب کے لیے معتکفِ شیخ سہارنپور آمد ہوئی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء: اس ماہ رمضان کے آغاز سے ٹھیک پچیس یوم قبل ۵؍شعبان، ۲۳؍مارچ ۱۹۸۸ء کو حضرت شیخ کی صاحبزادی ذاکرہ صاحبہ (جو کہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی اہلیہ محترمہ اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی والدہ محترمہ تھیں) کا سانحہ وفات پیش آچکا تھا اور اس حادثہ پر رنج وغم اور اس کی المناک کسک ابھی پورے طور پر باقی تھی کہ ماہِ مبارک کی شروعات ہوگئی۔ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے امسال تراویح اپنے بالائی کمرہ میں ادا کی، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مسجد میں اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب نے گھر میں قرآن پاک سنایا۔

رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء: حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے امسال تراویح اپنے بالائی کمرہ میں ادا کی، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب نے

مسجد میں اور مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب نے گھر کی بالائی منزل میں قرآن پاک سنایا۔

رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء: حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب نے امسال تراویح اپنے بالائی کمرہ میں ادا کی، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مسجد میں اور گھر میں مولانا عبدالرحیم صاحبزادہ مولانا عبیداللہ بلیاویؒ نے قرآن پاک سنایا۔

۱۳؍رمضان کو مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب کا گرامی نامہ صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب کے نام آیا کہ معتکف شیخ میں ختمِ قرآن کے موقع پر دعوتی وتبلیغی بیان اور دعا کے لیے مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولانا احمد لاٹ صاحب کو بھیجا جارہا ہے، چنانچہ ۱۴؍رمضان کو یہ تینوں حضرات پہنچے مولانا احمد لاٹ صاحب کا بیان ہوکر دعا حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی صاحب نے کروائی۔

عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن (فرزند مولانا زبیر الحسنؒ) اور مولوی محمد صالح سلمہما (فرزند مولانا محمد شاہد) نے امسال پہلی مرتبہ تراویح مدرسہ کاشف العلوم کے درجہ حفظ میں سنائی۔

مولانا زبیر الحسن صاحب کے سب سے چھوٹے بیٹے خبیب اور بھانجی سمیہ نے امسال ۱۱؍رمضان کو پہلا روزہ رکھا، مولانا انعام الحسن صاحب نے معمول کے مطابق روزہ کشائی کا اہتمام فرمایا اور دونوں بچوں کی دل داری فرماتے ہوئے روپے بھی عنایت فرمائے۔

رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء: مولانا انعام الحسن صاحب نے امسال تراویح اپنے بالائی کمرہ میں ادا کی، مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں اور مولانا سعد صاحب نے گھر کی بالائی منزل میں قرآن پاک سنایا۔ ۲۹؍ویں شب کو مولانا زبیر الحسن صاحب نے مسجد میں قرآن ختم کیا، مولانا انعام الحسن صاحب نے بہت ہی گریہ وزاری کے ساتھ دعا فرمائی۔

امسال مولوی زہیر اور مولوی صالح سلمہما نے بالائی منزل کے کمرہ ۴؍ میں کلامِ پاک سنایا۔

رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء: مولانا انعام الحسن صاحب نے امسال تراویح اپنے بالائی کمرہ میں ادا کی، اور امسال عزیزان مولوی زہیر الحسن اور مولوی صالح سلمہما نے بالائی منزل میں مولانا انعام الحسن صاحب کو کلامِ پاک سنایا۔ مولانا زبیر الحسن کاندھلوی صاحب نے مرکز کی مسجد میں اور مولانا محمد سعد صاحب نے گھر کی بالائی منزل میں قرآن پاک سنایا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب، راقم سطور (مولانا محمد شاہد سہارنپوری

مدظلہٗ) کے نام اپنے ایک مکتوب میں اس ماہ کے حالات اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''ابھی تک روزہ رمضان الحمد للہ اچھے گزر رہے ہیں، بندہ مسجد میں پڑھ رہا ہے، عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن اور مولوی محمد صالح حضرت جی کے یہاں، عزیز حافظ محمد صہیب ہمایوں مقبرہ کے قریب ایک مسجد ہے عرب سرائے کے نام سے اس میں سنا رہا ہے، عزیز حافظ محمد صہیب کا تو ۲۴/۲۵ر کو ختم ہوگا اور عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن اور مولوی محمد صالح کا اور میرا ابھی ۲۸/۲۹ر تک چلے گا، پرسوں سے ایک پارہ کر دیا، حضرت جی مدظلہٗ العالی کی طبیعت اچھی ہے، روزہ رمضان الحمد للہ خیریت سے پورے ہو رہے ہیں، البتہ شوگر کی کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے ضعف رہتا ہے۔

محمد زبیر الحسن، دہلی بنگلہ والی مسجد ۱۱ر رمضان ۱۴۱۲ھ۔''

۱۶/۱۷ر رمضان المبارک کی دو تراویح راقم الحروف (مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ) نے بھی عزیزان کی اقتدا میں ادا کی، معمول یہ تھا کہ اول دس رکعتیں عزیز مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ پڑھاتے اور بعد کی مع وتر عزیز مولوی محمد صالح سلمہ پڑھاتے، ۲۸ر کی شب میں عزیزان کا اور ۲۹ر کو صاحبزادہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب کا ختم ہوا، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب نے دونوں کی دعا کروائی۔

رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء: امسال عزیز مولوی محمد صہیب سلمہ نے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب کو کمرہ میں کلامِ پاک سنایا، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب اپنے عوارض کی بنا پر تراویح نہیں سنا سکے، چنانچہ مرکز کی مسجد میں مولانا عبد الرحیم بن مولانا عبید اللہ نے اور مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب نے گھر میں تراویح پڑھائی۔

رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء: امسال عزیزان مولوی زہیر الحسن اور مولوی صالح نے حضرت جی کو کلامِ پاک سنایا اور مولانا زبیر الحسن نے مرکز کی مسجد میں سنایا دونوں جگہوں میں ۲۷ر کو ختم ہوا، حضرت جی نے دونوں دعائیں کرائیں مولانا زبیر الحسن صاحب لکھتے ہیں:

''تراویح کی ترتیب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر مسجد میں بندہ کا طے ہوا ہے، حضرت جی کے یہاں عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن اور مولوی محمد صالح سلمہما اور گھر میں مولانا محمد سعد صاحب پڑھ رہے ہیں، مولوی صہیب سلمہ ہمایوں مقبرہ کے قریب والی مسجد میں پڑھ

رہے ہیں، حضرت جی مدظلہٗ الحمد للہ خیریت سے ہیں، رمضان والی ترتیب شروع ہوگئی ہے اور اس وقت ۱۱ر بجے آٹھ مہینے کے بعد دعا کے لیے نیچے تشریف لے آئے ہیں، اور حسبِ معمول افطار سے فارغ ہو کر اُوپر تشریف لے جائیں گے۔

محمد زبیر الحسن، دہلی بنگلہ والی مسجد۔ یکم رمضان ۱۴۱۴ھ۔''

رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء: امسال عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن اور حافظ محمد خبیب الحسن سلمہما نے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحب کو کلامِ پاک سنایا اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب نے مرکز کی مسجد میں سنایا جس کا اِختتام ۲۹ر کو حضرت جی کی دعا سے ہوا، اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی نے گھر میں سنایا۔ امسال عزیز حافظ خبیب سلمہٗ کی یہ پہلی محراب تھی۔'' (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۱، ص:۳۰۶ تا ۳۵۰ بتلخیص)

یہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا آخری رمضان تھا، اس کے بعد بھی تا معذوری مولاناؒ تراویح مرکز نظام الدین کے مصلّٰی پر سناتے رہے۔ اور جب اعذار کی وجہ سے یہ معمول تراویح جاری نہ رکھ سکے تو حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم نے یہ ذمہ داری لے لی اور ان کے پڑھنے کا انداز اپنے باپ دادا حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلویؒ اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ جیسا ہے خوب اِطمینان سے پڑھتے ہیں جس میں وقت زیادہ لگتا ہے، جب کہ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ قدرے تیز پڑھتے تھے۔

اس کے علاوہ بعد معذوری آپ بھرپور انداز میں مختلف حفاظ کی باری لگا کر نوافل میں قرآن کریم سنتے تھے، جس میں تیز رواں اور اچھا پڑھنے والے کو پسند فرماتے تھے۔

مولاناؒ کے رمضان المبارک کے معمولات کا خلاصہ مولانا عبدالسلام خطیب ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے ایک مشاہدہ کے طور پر اس طرح تحریر کیا ہے:

''مرکز کی مسجد میں تراویح سنانے کا معمول، بڑی اچھی تلاوت، آواز بڑی عمدہ اور صاف سننے والوں کا جی چاہتا تھا کہ آپ پڑھتے ہی رہیں ع

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

تراویح کے بعد آپ کی مجلس ہوتی تھی، آپ کمرہ میں تشریف فرما ہوتے، پہلے عرب حضرات تشریف لاتے، تھوڑی دیر دسترخوان پر بیٹھتے، کچھ پوچھنا ہوتا تو پوچھتے اور اُٹھ

جاتے، پھر دوسرے حضرات آکر مولانا کے خوان نعمت سے مستفید ہوتے، اس وقت آپ لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے، اس سے آپ کی علمی گہرائی اور نصوص شریعت پر نظر کا لوگوں کو اندازہ ہوتا، بعض حضرات نے تصوّف کی گہری اصطلاحات کے متعلق پوچھا، تو آپ نے ان کو عملی اُمور کی طرف متوجہ فرمایا، ایک عرب مہمان نے جو اپنے اعتبار سے دعوت کی محنت کی ترتیب پر چل رہے تھے، عرض کیا: میرے والد مجھ کو منع کرتے رہتے ہیں، میرے مقابلہ میں میرے دوسرے بھائی کو ترجیح دیتے ہیں، تو آپ نے منع فرمایا کہ ''آپ اپنے والد کا احترام کریں، اُن کی خدمت کریں اور کبھی اُن کے منع کرنے پر مہینے کے تین دن نہ لگائیں، پھر دوسرے ماہ اُن سے کہیے کہ ابو! میں نے آپ کے منع کرنے پر گزشتہ ماہ وقت نہیں لگایا تھا آپ اجازت دیں تو کچھ وقت لگالوں!''، اسی طرح ایک ہندوستانی نوجوان آئے اور کہنے لگے کہ: حضرت! میں اپنے والد سے دس دن یا اس سے کم وبیش کی اجازت لے کر نکلا تھا، لیکن میں نے چلہ پورا کرلیا ہے، اب چار ماہ پورے کرنا چاہتا ہوں، مولانا فوراً ناراض ہوگئے اور ذرا سخت لہجہ میں فرمایا ''پہلے گھر واپس جا کر اپنے والدین سے معافی مانگو اور اُن سے کہو کہ میں چند دِن کی اجازت لے کر گیا تھا اور چلہ پورا کیا، اب آپ حضرات کی اجازت ہو تو میں چار ماہ پورے کرلوں؟''، اس طرح کی آپ کی تربیت تھی اور اپنے کارکنوں کی عملی رہنمائی کی کہ اپنے جوش وجذبات اور مجاہدات وقربانیوں کو شریعت کے تابع رکھیں، شریعت کے نصوص واحکامات اصل ہوں اور باقی سب اس کے ماتحت ہوں۔

اسی طرح جماعتوں کی روانگی کے موقع پر جب آپ دعا ومصافحہ کے لیے تشریف لاتے تو جماعت میں نکلنے والے احباب کو رات کے اعمال پر بڑی تاکید سے متوجہ فرماتے اور فرماتے کہ ''بھائیو! دن میں کرنے والے کام تو آپ نے سن لیے، اب رات کے کام سنیے، رات میں اُٹھ کر تہجد پڑھیں، خوب اپنے تعلق کو اللہ سے مضبوط کریں، اللہ سے خوب لو لگائیں''، وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اپنی دعاؤں میں تمام مدارس و مکاتب اور خانقاہوں، دِینی اداروں اور کاموں نیز تمام مسلمانوں کے مسائل کے حل اور سب کے لیے عفو و عافیت ومغفرت کی دعائیں مانگتے تھے۔

مولانا کا پورا وقت اپنے جسمانی عوارض ومسائل کے باوجود اُمتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود کی فکر میں گزرتا تھا، دور دراز کے خوب دعوتی اسفار بھی کیے، آپ کے ساتھ کام کرنے والے افراد آپ کے اوصافِ حسنہ اپنے ساتھیوں کی دلجوئی، آپ کی ظرافت و محبت اور آپ کی صفاتِ صالحہ کے ہمیشہ مداح ومعتقد رہے''۔ (بشکریہ ماہنامہ بانگِ حرا لکھنؤ، اپریل ۲۰۱۴ء)

حج اور عمرے:

حج اِسلام کا پانچواں رکن، اس کی اہم ترین عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ حج جانی و مالی عبادتوں کا امتزاج اور مجموعہ ہے۔ حج سفری صعوبتوں کی تعب اور مشقتوں کا حامل ہے، اسی لئے اس کو جہاد کا مماثل کہا گیا ہے۔

دیکھا جائے تو حج اپنے احکام، ارکان، اعمال، افعال، مناسک اور عبادات کے ساتھ ساتھ طاعتِ محض، امتثالِ مجرد، بے چوں و چرا حکم الٰہی بجالانے، اس کے ہر حکم اور مطالبہ کے آگے سر جھکانے اور انقیاد وتسلیم کا نام ہے۔ حج کے افعال واعمال مظاہر عشق ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے افعال واعمال عقل وفہم میں آئیں یا نہ آئیں، انہیں ادا کیا جاتا ہے، چنانچہ تمام انبیاء کرام، صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء، صلحاء، عارفین امت اور اہل ذوق ومحبت نے بھی ٹھیک اسی طرح انہیں بے چوں چرا ادا کیا، اور ہونا بھی یہی چاہیے، کیونکہ عبدیت کی شان اور اس کا طرۂ امتیاز یہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک آدمی اپنی عقل وفہم، ذوق و مزاج اور پسند وناپسند کو حکم الٰہی پر قربان کرنا نہ سیکھے یا جب تک اس میں یہ جذبہ پیدا نہ ہو، وہ حج نہیں کرسکتا۔

اس لیے کہ کسی کی عقل وفہم اور ذوق ومزاج میں یہ کیونکر آسکتا ہے کہ ایک خوش حال اور فارغ البال انسان اپنے گھربار، عیش، آرام، راحت، سکون، لباس، پوشاک اور زیب و زینت کی ساری شکلوں کو قربان کرکے کفن کی سی دو چادریں لپیٹ کر دیوانہ وار عشقیہ ترانہ: ''لبيك اللّٰهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك'' کہتے ہوئے گھر سے نکل پڑے، یہاں تک کہ اسے اپنی بیوی، بچوں، گھربار، دکان، مکان، عیش، آرام، عہدہ، منصب، حکومت واقتدار تک کی کوئی پرواہ نہ رہے، صرف یہی نہیں، بلکہ بے آب وگیاہ وادی اور سنگلاخ خطہ میں واقع ایک چار دیواری کے گرد دیوانہ

وار چکر لگاتا پھرے۔

دلائل و براہین اور شواہد و آثار بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ''نحن اقرب الیه من حبل الورید''... ہم اس کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں... اسی طرح وہ اپنے بندے کی دور و نزدیک سے سنتا اور قبول کرتا ہے، کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ: ''واذا سئلك عبادی عنی فانی قریب، اجیب دعوة الداع اذا دعان''... میرے بندے آپ سے میرے بارہ میں پوچھتے ہیں؟... انہیں بتلاؤ... کہ میں قریب ہی ہوں، میرا کوئی بندہ جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا اور پکار کو سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں...

اب سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے بلکہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے اور اپنے بندے کی ہر صدا کو ہر جگہ سے سنتا، جواب دیتا اور قبول کرتا ہے، تو عقل کہتی ہے کہ پھر گھر بار، بیوی بچوں اور وطن و ملک سے دور کیوں جایا جائے؟ اور اپنی یہ کیفیت کیوں بنائی جائے؟ اور اس کے لئے اتنے مصارف کی قربانی کیوں دی جائے؟

مگر عشق کہتا ہے: نہیں! ہمارے مالک کا بلاوا اور ہمارے خالق کا حکم اور محبوب و معشوق کی چاہت ہے، اس لئے ہم اپنے رب کے بلاوے پر ضرور جائیں گے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ''واذن فی الناس بالحج یأتوك رجالا و علیٰ کل ضامر یأتین من کل فج عمیق۔'' (الحج: ۲۷)

ترجمہ: ''اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پاؤں چل کر اور سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلے آئیں راہوں دور سے''

اسی طرح ان کا فرمان ہے: ''ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا، ومن کفر فان الله غنی عن العالمین۔'' (آل عمران: ۹۷)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے، جس شخص کو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو، اور جس نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ بے شک تمام جہانوں سے بے نیاز ہے''۔

لہٰذا عاشق ان احکام و اوامر کے امتثال و بجا آوری کے لیے سب کچھ قربان کر کے اپنے خالق و مالک کی رضا جوئی کے لئے نہ صرف چل پڑتا ہے، بلکہ معشوق نے جو کیفیت و ہیئت

بنا کر آنے کا مطالبہ کیا، اس کے اپنانے کو بھی اپنے لئے سرمایہ عزت و افتخار سمجھتا ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عام حالات میں کوئی مہذب انسان اور باحیاء مسلمان اپنا پسندیدہ لباس اتار کر کفن کی دو چادروں کے ساتھ کسی سنجیدہ محفل و اجتماع میں جانا تو درکنار، گھر سے باہر نکلنا بھی گوارا نہیں کرتا، مگر جب کسی حاجی کو اپنے محبوب کی جانب سے اس طرز لباس کو اپنانے کا حکم ملتا ہے تو وہ اپنے خلقی، طبعی اور ذوقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر اس کو نہ صرف اپناتا ہے بلکہ اس کو مایہ افتخار سمجھتے ہوئے اپنے گھر، وطن اور ملک کے بجائے دنیا بھر کے بڑے اجتماع میں جانے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور بالفعل اس میں پہنچ بھی جاتا ہے۔

یہ بھی اسی انقیاد و تسلیم کی برکت ہے کہ حاجی کے سفرِ حج کے ایک ایک قدم پر نیکیوں کے انبار لگتے ہیں اور اس کے گناہوں کے مٹانے اور درجات کی بلندی کا سامان ہوتا ہے۔

مانا کہ حج و عمرہ پر جانے والوں کو ہر ہر قدم پر پانچ پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں، پانچ سو گناہ معاف ہوتے ہیں، پانچ سو درجے بلند ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کو حرم کی ایک ایک نیکی پر لاکھ کا اجر ملتا ہے اور بیت اللہ میں ہر وقت نازل ہونے والی ایک سو بیس رحمتوں میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں، چالیس نماز پڑھنے والوں اور بیس دیکھنے والوں کے حصے میں آتی ہیں، تو عقل کا تقاضا ہے کہ ہر وقت بیت اللہ میں رہتے ہوئے اس کا طواف، اس میں نماز اور اس کی طرف دیکھنے کی سعادت حاصل کی جاتی رہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آٹھ ذوالحجہ کو بیت اللہ کو خیر باد کہہ کر منیٰ کی سنگلاخ وادی میں چلے جانے، وہاں ایک رات گزار کر ۹ر ذوالحجہ کو عرفات جانے اور وہاں سے واپسی پر مزدلفہ کے لق و دق صحرا میں رات گزارنے کا حکم ملتا ہے، اور ۱۰ر سے ۱۲ر ذوالحجہ تک منیٰ میں موجود جمرات پر سنگ باری کا حکم ہوتا ہے، آخر کیوں؟

مگر اس کے برعکس عشق کہتا ہے، نہیں، نہیں!: ''مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' جب تک بیت اللہ میں رہنے کا حکم تھا، وہی عبادت تھی، اب جب اس کو چھوڑ کر منیٰ، عرفات اور مزدلفہ جانے کا حکم ہوا تو اب یہی سب سے بڑی نیکی ہے، اس لئے کہ سب سے بڑی نیکی اور عبادت اللہ کا حکم بجالانا ہے، احرام باندھنا، بیت اللہ میں آنا، اس کا طواف کرنا یا اس میں نماز پڑھنا بھی اس لئے عبادت ہے کہ اللہ کا حکم ہے، کوئی عمل اس وقت تک عبادت و اطاعت نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اس کے پیچھے اللہ کا حکم نہ ہو۔

اس لئے حاجی اور ہر مسلمان عقل کے تقاضے کے برعکس یہی کہتا اور سمجھتا ہے کہ ہمیں ایک لاکھ نیکی کی نہیں، ہمیں اللہ کی رضا کی ضرورت ہے، اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے تو ایک لاکھ نہیں ایک کروڑ بھی عطا فرما دیں گے، اور اگر ان کی نافرمانی کی گئی اور وہ راضی نہ ہوئے تو بیت اللہ کے سو حج بھی نجات کے لئے ناکافی ہوں گے۔ الغرض نیکی وثواب: بیت اللہ کی زیارت، اس کے طواف اور ان میں نمازیں پڑھنے میں نہیں، بلکہ اللہ کا حکم بجالانے میں ہے۔ اس لئے جب تک اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا طواف کرنے، اس میں نمازیں پڑھنے اور اس کی طرف دیکھنے کا حکم دیا تھا وہ عبادت تھی، اب جب اس نے وہاں سے دور ہو جانے کا حکم دیا تو نیکی اور ثواب اس دور ہو جانے میں ہی ہے۔

الغرض حج عشق ومحبت اور اِنقیاد وتسلیم کا نام ہے، اس کو عقل وفہم اور ادراک وشعور کے پیمانوں سے نہیں ناپا جاسکتا، اور نہ ہی اس پر اللہ تعالیٰ کی عطا وعنایات بے پایاں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم عبادت اور عاشقانہ رمز کی قدر دانی اور منشائے خداوندی کے مطابق اسے بجالانے کی توفیق بخشے۔ آمین

ہمارے حضرت مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا حج بھی ایسا ہی ہوتا تھا وہ اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے اس عمل کو بجالاتے تھے، اس میں مشقت اُٹھاتے تھے اور عبادت و اعمال میں خوب خوب مجاہدے کرتے تھے اور سفرِ حج میں حج کے تمام اعمال کو سنت کے مطابق کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ ودعوت کے عمل کو بھی جاری رکھتے تھے۔ یوں کئی گنا اجر وثواب سمیٹ کر واپس لوٹتے تھے۔

۱۹۷۱ء میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا حج کیا، جس میں حضرت شیخ، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ہارونؒ اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ بھی ساتھ تھے۔

دوسرا حج ۱۹۷۲ء میں کیا جس میں حضرت شیخ، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ہارونؒ، حضرت مولانا سعید احمد خانؒ اور حضرت الحاج محمد عبدالوہاب بھی شریک تھے۔ حج سے فراغت پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ واپس ہندوستان تشریف لے آئے، جب کہ مولانا محمد ہارون ومولانا محمد زبیر الحسن صاحبان حضرت شیخ کے ساتھ مدینہ منوّرہ واپس تشریف لے گئے، حضرت شیخ نے ۵۰/ یوم مدینہ منوّرہ میں قیام فرما کر مع مولانا محمد

ہارون ومولانا محمد زبیر الحسن صاحبان کے ہندوستان مراجعت فرمائی، اسی قیامِ مدینہ منوّرہ میں حضرت شیخ نے حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلویؒ کو اجازتِ بیعت عطا فرمائی تھی۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں:

''۱۴/ اپریل ۱۹۷۱ء کو حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)، مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی (رحمۃ اللہ علیہ) اور مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (رحمۃ اللہ علیہ) ۴/ بجے شام سعودی جہاز میں جدہ سے کراچی پہنچے۔ کراچی اُترتے ہی عصر کی نماز پڑھی، دعا کی اور اسی جہاز سے بمبئی روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں سب اہلِ خانہ کو میں کراچی لے کر گیا تھا۔ کیونکہ عزیزان مولوی محمد ہارون اور مولوی محمد زبیر الحسن سلمہما نے مدینہ طیبہ میں وعدہ لیا تھا کہ تینوں بچوں کو کراچی لاؤ گے۔ مگر مقدر سے دونوں صاحبزادے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ مدینہ طیبہ ہی میں رہ گئے اور حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا قیام بھی کراچی میں نہ ہو سکا۔ ۱۱/ مئی ۱۹۷۱ء کو کراچی سے فون آیا کہ ڈھاکہ اجتماع جانے کے لیے صرف آپ ہی کی سیٹ ملی ہے۔

چنانچہ لائل پور (فیصل آباد) سے ہوائی جہاز میں کراچی اور کراچی سے ۱۲/ مئی ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ پہنچا اور اجتماع میں شرکت کی۔ اور ۲۲/ کو ڈھاکہ سے کراچی واپس آیا۔ ان دنوں یہ سفر چھ گھنٹوں میں آنا اور چھ گھنٹوں میں جانا ہو رہا تھا۔ ۲/ جون ۱۹۷۱ء کو حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اور عزیزان مولوی محمد ہارون اور مولوی محمد زبیر الحسن سلمہما پی آئی اے سے بوقتِ عصر کراچی پہنچے۔ چونکہ آگے کے۔ ایل۔ ایم۔ سے دہلی کی سیٹیں تھیں۔ اس لیے جمعرات کو مکی مسجد میں رہے اور جمعہ ۴/ جون ۱۹۷۱ء کو صبح ۱۱-۳۰ بجے کراچی سے دہلی روانہ ہو گئے۔''

(ہفت روزہ اخبار المدارس مفتی زین العابدین نمبر، از مفتی زین العابدین صاحب کی ڈائری، ص: ۳۱)

آپ کا تیسرا حج ۱۹۷۳ء میں ہوا، اس حج میں بھی آپ حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ، مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، مفتی زین العابدینؒ، مولانا محمد بن سلیمانؒ اور حضرت مولانا افتخار الحسن ومولانا محمد شاہد کے ساتھ شریک ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ وہمشیرہ بھی تھیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''مولانا انعام الحسن صاحب بمبئی سے بذریعہ طیارہ ١٠؍ذی قعدہ، ٤؍دسمبر منگل کو دہلی کے لیے روانہ ہوئے اور اسی دن عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ، صوفی افتخار الحسن، ماسٹر محمود صاحب، عزیز مولوی محمد زبیر الحسن کی اہلیہ اور ہمشیرہ کو لے کر بحری جہاز سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ (آپ بیتی ۷، ص:٣٤، ٣٥)

اس وقت حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منوّرہ میں مقیم تھے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بیماری نیز بعض اعذار کی وجہ سے حج کا اِرادہ نہیں تھا، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نے شیخ سے ملاقات اور عیادت کے لیے مدینہ پاک آنے کا ارادہ کیا، حضرت شیخ نے منع بھی فرمایا، مگر حضرت جی مدینہ پہنچ ہی گئے، ١٦؍دسمبر کو مدینہ منوّرہ روانہ ہوئے، حضرت مولانا زبیر الحسن، حضرت مولانا پالن پوری اور حضرت مفتی زین العابدین بھی ساتھ تھے، حضرت شیخ لکھتے ہیں:

''مولانا انعام الحسن صاحب کو مکہ پہنچ کر محمد زکریا کی بیماری اور حج کو نہ جانا معلوم ہوا تو انہوں نے زکریا کی عیادت کے لیے مدینہ آنے کا ارادہ کیا، زکریا نے شدت سے اصرار سے بار بار منع کرایا، مگر وہ ٢٢؍ذی قعدہ یک شنبہ کو عصر کے بعد مدینہ پہنچ گئے۔ عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہٗ، مولانا محمد عمر صاحب اور مفتی زین العابدین صاحب بھی ہمراہ تھے، چونکہ مدرسہ میں قیام کی جگہ نہ تھی، اس لیے یہ حضرات بعد عشاء کھانے کے بعد مسجد نور چلے گئے، پیر کو صبح کو پھر آئے اور بعد ظہر کھانے سے فراغ پر پھر مسجد نور چلے گئے اور عصر کے بعد پھر آئے اور عشاء کے بعد گئے۔'' (آپ بیتی ۷، ص:٣٥، ٣٦)

اس سفر میں حضرت جی کا جدہ سے سوڈان جانے کا خیال تھا مگر ویزا نہ ملنے کی وجہ سے سوڈان کا سفر نہ ہوسکا۔ ٢٦؍فروری کو بمبئی کے لیے روانہ ہوئے، ٢٧؍فروری کو بمبئی آ گئے۔ چونکہ مولانا زبیر الحسن اور اُن کے اہلِ خانہ بھی اس حج میں شریک تھے اور وہ سب بحری جہاز سے بمبئی واپس آ رہے تھے، حضرت جی نے طے کیا کہ مولانا زبیر الحسن کا جہاز آنے تک بمبئی میں قیام کریں گے اور ان سب کے ساتھ دہلی واپس ہوں گے ایسا ہی ہوا۔ چار دن بمبئی میں قیام کیا اور اطراف میں کئی جگہوں پر تبلیغی اِجتماعات ہوئے مولانا زبیر الحسن کے بحری جہاز سے بمبئی پہنچنے کے بعد حضرت جی اپنے صاحبزادے مولانا زبیر الحسن اور اُن کے اہلِ خانہ کے ساتھ بمبئی سے ریل کے ذریعہ دہلی روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت نظام الدین مرکز دہلی پہنچ گئے۔

آپ کا چوتھا حج ١٩٧٤ء کو حضرت شیخ، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ کی سرپرستی اور مولانا سیّد محمد شاہد کی معیت میں ہوا، اس حج میں بھی آپ کی اہلیہ محترمہ ہمراہ تھیں۔

آپ کا پانچواں حج ١٩٧٥ء کو حضرت شیخ، حضرت جی، مولانا عمر پالن پوری صاحب کی سرپرستی اور مولانا شاہد سہارنپوری کی معیت میں ہوا، امسال کے رائے ونڈ اجتماع میں شریک ہوکر براستہ کراچی جدہ روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ مولانا زکریاؒ اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں:

''١٥؍ذی قعدہ، ٢٠؍نومبر جمعرات بعد مغرب حاجی فریدالدین صاحب کی گاڑی میں مکی مسجد سے کراچی کے مطار پر آئے، محمد زکریا اور مولانا انعام الحسن صاحب مدفیوضہم کی گاڑی حاجی صاحب کی مساعی سے طیارہ تک پہنچ گئی اور وہیں اوّل وقت نماز عشاء پڑھی اور پھر جہاز کے اگلے حصہ کی ایک سیٹ پر محمد زکریا، عزیزان مولوی محمد زبیر الحسن اور مولوی محمد شاہد سلمہما اور دوسری سیٹ پر مولانا انعام الحسن صاحب، مولوی عمر صاحب اور سلیمان جھانجی بہت اِطمینان سے بیٹھ گئے اور جانے والوں نے الوداعی مصافحہ و معانقہ کیا۔ مطار جدہ پر یہ معلوم ہوکر کہ ڈاکٹر ظفیر اور عزیز سعدی دونوں طیارہ پر آ گئے ہیں، بہت اِطمینان ہوا اور پھر رابطہ کی گاڑی میں جو عزیز سعدی کی مساعی سے آئی تھی؛ محمد زکریا، مولانا انعام الحسن صاحب، مولوی حبیب اللہ اور اسمٰعیل سعدی کے گھر پہنچ گئے۔

عزیزان مولوی محمد زبیر الحسن اور مولوی محمد شاہد سلمہما سامان کے ساتھ کسٹم سے ہوکر بعد میں پہنچے۔ مولانا انعام الحسن صاحب سعدی ہی کے مکان میں سو گئے۔ اگلے دِن نماز جمعہ پڑھ کر مولانا انعام الحسن صاحب سمیت صولتیہ پہنچے، بھائی سلیم صاحب اُوپر کمرہ میں تھے، محمد زکریا نے زور سے کہا کہ ''آپ اُتریں گے تو مجھے تکلیف ہوگی اِس لیے عشاء کے بعد کھانے پر ملاقات ہوگی۔''

مولانا انعام الحسن صاحب کی پہلی شب تو سعدی کے یہاں گزری، جمعہ کے بعد صولتیہ میں آرام کیا۔ عزیز شمیم کے کمرہ میں جو میرے دِیوان کے سامنے ہے اُن کا قیام رہتا ہے، مولانا انعام الحسن صاحب نے جمعہ کے دِن مغرب کے بعد طواف کیا اور عشاء کے بعد سعی اور دِیوان میں کھانا کھا کر مسجد حفائر چلے گئے، یہی اُن کا مستقل معمول رہا کہ

عشاء کے بعد مسجد حفائر چلے جاتے اور صبح کو وہیں تبلیغی مشورہ ہوتا اور ظہر حرم میں پڑھ کر مدرسہ صولتیہ آجاتے۔ حج کے لیے مسجد حفائر میں جانا محمد زکریا ہی نے طے کیا تھا، چنانچہ عربی پانچ بجے منیٰ کے لیے روانہ ہوکر پونے آٹھ بجے منیٰ پہنچے، وہاں تین کمرے کرایہ پر لے رکھے تھے، سب سے بڑا کمرہ بھائی غلام دستگیر کے لیے مع اُن کی مستورات کے تھا، دوسرا کمرہ میرے لیے اور تیسرا کمرہ مولانا انعام الحسن صاحب کے لیے، محمد زکریا کی قربانی کے جانور میں مولوی محمد عمر صاحب، عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ، عزیز مولوی محمد شاہد، مولوی حبیب اللہ، اسمٰعیل، سلیمان جھانجی شامل تھے اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے جانور میں قاضی صاحب، مولوی یوسف تتلا وغیرہ تھے، مکی مرزوقی کو اللہ تعالیٰ بہت جزائے خیر دے کہ اس نے ایک خیمہ میرے اور ایک مولانا انعام الحسن صاحب کے لیے مستقل قائم کررکھا تھا، اسی میں رہے، قربانی کے بعد میرا حلق مولوی حبیب اللہ نے کیا اور مولانا انعام الحسن صاحب اور عزیز مولوی محمد زبیر الحسن کا صوفی عثمان نے، عزیز شاہد نے آپس میں ساتھیوں سے حلق کرانا پسند نہیں کیا اس لیے وہ دوریال میں حلاق سے کرا کر آئے۔''

چھٹا حج: سابقہ حج کی طرح یہ حج بھی اِجتماع رائے ونڈ میں شرکت کے بعد ہوا۔ حضرت شیخ کی سرپرستی، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی ہمرکابی اور حضرت مولانا عمر پالن پوری صاحب کی معیت میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب ۵/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۷ء بروز بدھ، امرتسر کے راستہ سے رائے ونڈ و کراچی ہوتے ہوئے ۱۶/ذی قعدہ کو جدہ پہنچے اور وہاں سے مکہ پہنچ کر حج کے افعال شروع کیے، عرفات میں قیام اور وہاں صبح سے شام تک ہونے والے اعمال کے متعلق مولانا زبیر الحسن صاحب اپنے ایک مکتوب میں شیخ کو لکھتے ہیں:

''۴/بج کر ۴۰/منٹ پر منیٰ سے روانہ ہوکر ۵/بج کر ۳۵/منٹ پر یعنی ۴۵/منٹ میں بخیریت مکی مرزوقی کے خیمہ میں پہنچے وہ ہمارے اِنتظار ہی میں بیٹھے تھے، ایک بڑا سا خیمہ نماز اور دعا کے لیے لگا رکھا تھا، اُس میں سامان وغیرہ اُتارا اور سب جمع ہوئے اور پورے دِن کا نظام بنا۔

کھانا کھانے کے بعد ۴۵/منٹ کے قریب قیلولہ اکابرین نے کیا، نماز ظہر پڑھنے کے بعد مولانا محمد عمر صاحب کا اردو میں چالیس منٹ کا بیان ہوا اور حضرت جی مدظلہ کی

بڑی رقت آمیز دل دہلا دینے والی دعا ہوئی، حضرت جی مدظلہ کا تو اِرادہ تھا کہ دعا بھی مولانا محمد عمر صاحب لمبی سی کرادیں، مگر قاضی جی اور بعض دوسرے احباب کے اِصرار پر منظور فرمالیا، الحمدللہ دعا کے بعد کوئی طبیعت پر تکان یا کوئی اثر کسی قسم کا نہیں ہوا، یہ دعا ۴۰/منٹ کے قریب ہوئی، اُس کے بعد سب حضرات اِنفرادی طور پر اوراد و ظائف اور دعا و درود میں مشغول ہوگئے، پھر اذانِ عصر ہوکر ۱۵/منٹ بعد نماز عصر ہوئی اس کے بعد پھر سب ساتھی رونے دھونے میں مشغول ہوگئے، غروب کے بعد سامان رکھ کر اِستنجاء و وضو سے فارغ ہوکر عرفات سے روانہ ہوئے، الحمدللہ خوب سکون و اِطمینان و راحت سے پون گھنٹہ بعد بخیریت مزدلفہ مسجد مشعر حرام کے قریب پہنچے، جگہ بھی خوب اچھی تھی، پانی بھی قریب تھا، اوّلاً مغرب بعدہٗ عشاء پڑھ کر کھانا کھایا اور تھوڑی دیر حضرت جی مدظلہٗ نے اس رات کی فضیلتیں سنائیں۔ محمد زبیر الحسن ۱۱/ذی الحجہ دوشنبہ از منیٰ۔''

تکمیلِ حج کے بعد حضرت جی تو مع احباب و رفقاء کے ہندوستان تشریف واپس ہوگئے، لیکن مولانا زبیر الحسن اس موقع پر ہندوستان نہ آکر شیخ کے ساتھ مدینہ منوّرہ چلے گئے تھے اسی سفر میں آپ کو یکم ربیع الاوّل کو شیخ نے اجازتِ بیعت مرحمت فرمائی اور پھر ۳۰/ربیع الاوّل، یکم مارچ کو دہلی واپس ہوئے۔

ساتواں حج: اِجتماع رائے ونڈ میں شرکت اور حج و زیارت کے قصد سے مولانا زبیر الحسن صاحب، حضرت جی کی سرپرستی، مولانا پالن پوری صاحب کی ہمرکابی اور مولانا شاہد کی معیت میں ۳/ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۶/ستمبر ۱۹۷۹ء کو دہلی سے بذریعہ طیارہ روانہ ہوکر لاہور رائے ونڈ اور کراچی ہوتے ہوئے، ۷/۱۷کتوبر اتوار کو جدہ پہنچے اور حج کی ادائیگی فرمائی۔ اسی سفر میں مقامِ بدر کی بھی زیارت کی۔ مولانا شاہد حضرت شیخ کی خدمت میں مدینہ منورہ ٹھہر گئے۔ مولانا محمد زبیر الحسن اختتام سفر کی تفصیلات مولانا شاہد صاحب کو اس طرح لکھتے ہیں:

''عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے تم بخیر ہو، الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں، گزشتہ پیر کو تم سے مسجد نور مدینہ منوّرہ میں رخصت ہوکر ایئر پورٹ پر پہنچے، راستہ میں الحمدللہ کسی قسم کی کوئی تفتیش چیکنگ وغیرہ نہیں ہوئی، مدینہ منوّرہ کے ایئر پورٹ پر سب سے پہلے ہم ہی لوگ پہنچے اور جہاز میں سوار ہوئے۔ مدینہ منوّرہ چھوٹنے پر بہت ہی حسرت ہے، جہاز میں بندہ نے اور حضرت

جی نے بہت کوشش کی کہ کہیں سے حرم شریف ہی کی زیارت دور سے ہو جائے مگر افسوس وہ بھی نہ ہوئی۔ ۳۵ رمنٹ پرواز کے بعد جدہ پہنچ کر بھائی شجاع صاحب کے مکان پر پہنچے۔ بھائی سعدی صاحب حلیم وحشیم بھی وہیں پہنچ گئے سب نے کھانا کھایا، آرام کیا، چونکہ ہم لوگوں کی سیٹیں جدہ سے بمبئی کے لیے جمعرات کی تھیں، اس لیے خیال ہوا کہ اتنے دن جدہ میں رہنے کے بجائے مکہ مکرمہ میں گزارے جائیں، لیکن کچھ دیر بعد پروفیسر عبدالرحمٰن سعودی ایئر لائن کے دفتر سے آئے اور بتلایا کہ کل ایک سعودی جہاز بمبئی جارہا ہے اُس میں بہت سی سیٹیں خالی ہیں، چنانچہ مشورہ میں اُسی سے جانا طے کرلیا گیا اور مطار کے لیے روانہ ہوگئے جدہ سے وضو کر کے چلے تھے، اس لیے طیارہ میں نمازِ ظہر پڑھ کر کھانا کھایا۔ ہندوستانی وقت کے مطابق رات کے پونے آٹھ بجے ہمارا جہاز بمبئی پہنچا، حضرات بمبئی ایئرپورٹ پر موجود تھے، دعا کرا کر مرکز کھوکا بازار کی مسجد میں پہنچے، پرانوں کے مجمع میں حضرت جی مدظلہٗ اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے، جمعرات کی شام کو بمبئی کی جامع مسجد میں اِجتماع ہوا، جمعہ کی صبح میں مولانا محمد عمر صاحب کے گھر جا کر ناشتہ کیا اور پھر وہاں سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک اِجتماع میں گئے، شام کو بعد مغرب جماعتوں کی روانگی اور حضرت جی مدظلہٗ کا بیان ہو کر دعا اور مصافحہ ہوئے۔ ہفتہ کی صبح کو ۶ ربجے کے جہاز سے دہلی روانہ ہوئے اور دو گھنٹہ میں بخیریت دہلی ایئرپورٹ پر اُترے، مطار پر خوب مجمع تھا، وہاں کے حالات کا بہت ہی شدت سے انتظار ہے، بالخصوص مولانا سعید احمد خان صاحب کی طرف بہت ہی خیال لگا ہوا ہے خدا کرے حرم نبوی میں امن وامان ہو۔‘‘

(مکتوب محررہ ۱۹ رمحرم ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ ردسمبر ۱۹۷۹ء)

اس خط سے مولانا زبیر الحسنؒ کا مدینۃ الرسول سے محبت وعقیدت کا بھی بخوبی پتہ چلتا ہے کہ ان کو اپنے نبی ﷺ کے مسکن سے کیسا عشق تھا، کہ جاتے جاتے بھی اس کی زیارت کی تمنا ہے۔

حرمین شریفین سے حضرت جی اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی یہ واپسی بڑے نازک موقع پر ہوئی تھی سانحہ حرم مکہ مکرمہ کی بنا پر تحقیق وتفتیش اور دار وگیر بھی زوروں پر تھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ جو اس وقت بڑی پامردی اور ہمت واِستقلال کے ساتھ مدینہ منوّرہ میں قیام فرما کر تمام احوال وواقعات کا مشاہدہ فرمارہے تھے، بہت ہی متفکر اور بے چین تھے اس فکر اور بےچینی کا کچھ اندازہ ایک مکتوب کی ان چند سطور سے لگایا جاسکتا ہے:

’’مولانا انعام الحسن صاحب! بہت ہی دعاؤں کی ضرورت ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھتا، مولوی سعید احمد خان صاحب بعد عشاء روز آتے ہیں اور چپ چاپ بیٹھ کر چلے جاتے ہیں، مجھے اُن پر بہت ترس آتا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہو رہا ہے؟ میں تم سے اور مولانا محمد عمر صاحب سے خاص طور پر پوچھتا ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تبلیغ والوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہے۔ محمد زکریا، ۲۱ رجنوری ۱۹۸۰ء از مدینہ منوّرہ۔‘‘

آٹھواں حج: حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ نے یہ حج حضرت جیؒ کی سرپرستی میں ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں کیا، ۱۶ رستمبر کو رائے ونڈ اِجتماع میں شرکت کے لیے دہلی سے پاکستان گئے اور وہاں سے فارغ ہوکر ۲۶ رستمبر کو کراچی سے دوبئی اور ابوظہبی وغیرہ تشریف لے گئے اور یہاں چند روز قیام کے بعد ۲ راکتوبر کو جدہ پہنچے اور حج کے اعمال شروع کیے، مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اپنی ہمشیرہ کو ایک مکتوب میں اس سفر کا حال لکھتے ہیں:

’’۱۶ رستمبر کو تم سے روانہ ہوکر دس یوم پاکستان میں قیام کے بعد ۲۶ رستمبر کو کراچی سے دوبئی کے لیے روانہ ہوئے، ۶ ریوم امارات میں قیام کے بعد ۲ راکتوبر جمعہ کی صبح کو سعودی طیارہ سے روانہ ہو کر تین گھنٹہ بیس منٹ کی پرواز کے بعد جمعہ کی اذان سے قبل اللہ پاک نے حجازِ مقدس کی سرزمین پر اُتارا۔ نمازِ عصر اوّل وقت پڑھ کر بھائی سعدی صاحب کی گاڑی میں مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور مغرب سے پہلے یہاں پہنچ گئے۔ شیخ ابا جی سے ملاقات ہوئی، صبح سے اِنتظار میں تھے، بہت خوش ہوئے خوب سینے سے لگایا، بعدِ مغرب بھائی سعدی صاحب کے مکان پر کھانا کھایا وہیں شب میں آرام کیا۔ ۴ ردن مکہ قیام کے بعد ۸ رذی الحجہ کی صبح کو منیٰ پہنچ گئے۔ ۱۱ رکو مکہ مکرمہ آکر طوافِ زیارت کیا۔ ۱۳ رذی الحجہ میں بعد عصر رمی کر کے مکہ مکرمہ آ گئے الحمد للہ حج بہت ہی عافیت وسہولت اور راحت کے ساتھ ہوا۔ محمد زبیر الحسن از مکہ مکرمہ۔‘‘

تاریخی اعتبار سے یہاں یہ اِنکشاف بھی بے حد اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت شیخ کے روزنامچہ میں سب سے آخری اندراج حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے اسی سفر کا ہے، پھر اس کے بعد نصف صدی سے زائد احوال وواقعات پر مشتمل اس عجیب وغریب روزنامچہ میں کسی اور چیز کا اندراج نہیں ہے۔ یہ اندراج ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

’’آج ۹ رمحرم، ۵ رنومبر جمعرات میں الحاج مولانا انعام الحسن صاحب مدفیوضہم مع

عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ، مولانا محمد عمر صاحب و رفقاء کے فجر کی نماز کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔'' (روزنامچہ جلد چہارم ص:۱۵۹)

چار یوم مکہ مکرمہ قیام کے بعد حضرت جیؒ، حضرت شیخؒ کی معیت میں جدہ سے کراچی ہوتے ہوئے ۱۵ر محرم کو دہلی واپس ہوئے، وہاں سے ۴ر صفر، ۲ر دسمبر کو حضرت شیخؒ اور ۹ر صفر، ۷ر دسمبر کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور آئے، حضرت شیخؒ کی ہندوستان میں یہ آخری آمد تھی۔

نواں حج: اس سفر کا آغاز ۷ر شوال ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۶ر جون ۱۹۸۵ء کو دہلی سے ہوا۔ مولانا زبیر الحسن؛ حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا احمد لاٹ اور مولانا سلیمان وغیرہ کی رفاقت میں دہلی سے مذکورہ تاریخ کو ہانگ کانگ کے لیے روانہ ہوئے اور جاپان، امریکہ انگلینڈ کے اِجتماعات میں شرکت کے بعد ۳۰ر جولائی کو حرمین شریفین پہنچے، اس سفرِ حج میں حضرت جی کے حکم سے مولانا محمد عمر پالن پوری نے کلام پاک حفظ کرنے کا آغاز فرمایا اور حضرت جی نے مسجد نبوی میں ابتدائی آیات پڑھوا کر خیر و برکت کی دعا فرمائی، (۱۹۸۷ء کے حج میں حضرت پالن پوری کا کلام پاک حفظ ہوگیا تھا اور مسجد نبوی میں ختم قرآن کی مختصر تقریب منعقد ہوئی تھی) مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ۶ر ستمبر کو دہلی واپسی ہوئی۔

دسواں حج: اس حج مبارک کے لیے مولانا زبیر الحسنؒ ۲۶ر شوال ۱۴۰۹ھ مطابق یکم جون ۱۹۸۹ء جمعرات کو دہلی سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے، اس سفر میں حضرت جی سرپرست اور بقیہ رفقاء میں مولانا عمر پالن پوری، مولانا احمد لاٹ اور مولانا محمد سعد کاندھلوی وغیرہ تھے۔

جب جدہ پہنچے تو مطار پر اہلِ تعلق بڑی تعداد میں موجود تھے، حضرت جی نے طویل دعا کروائی اور پھر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ مولانا زبیر الحسن صاحب مولانا سید محمد شاہد صاحب کے نام اپنے مکتوب میں اس سفر کے احوال اور عمرہ وغیرہ کی تفصیلات اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''جمعرات کی صبح کو ساڑھے نو بجے تم سے رخصت ہوکر ائیر پورٹ پہنچے اور جملہ مراحل سے فراغت کے بعد ۱۱ر بجے جہاز پر سوار ہوئے، ٹھیک ۱۲ر بجے جہاز نے پرواز شروع کی اور پانچ گھنٹے کی پرواز کے بعد بہت آرام سے جدہ مطار پر اُترے اور ڈیڑھ گھنٹے میں جدہ سے مکہ مکرمہ اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے، دلی سے چلنے کے ایک گھنٹے کے بعد ظہر کی نماز سے قبل احرام باندھا اور نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کرلی تھی، بھائی عمار، مولانا احمد

لاٹ صاحب ۱۱ر آدمیوں کا قافلہ جہاز سے اُترنے کے بعد بس میں بیٹھ کر دوسری جگہ چلے گئے تھے، ہمارا سامان، بستر، بکس سب اُن کے ساتھ چلا گیا تھا۔ ان حضرات کو فراغت میں کافی دیر لگی۔ یہ رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہنچے، ہم لوگوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی، ساتھی عصر کے بعد ملاقات کے لیے آتے رہے، مغرب کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا، عشاء کی نماز قیام گاہ ہی میں پڑھی اور پھر کھانا کھا کر عمرہ کے لیے حرم گئے اور ایک گھنٹے کے اندر طواف وسعی سے بہت آرام واطمینان سے فراغت ہوگئی۔ قیام گاہ پر آکر حلق کرایا، پھر آرام کیا، یہاں آکر ڈاکٹر محسن کے ذریعے حافظ کرامت اللہ کے یہاں فون کرادیا تھا کہ ہم لوگ خیریت سے پہنچ گئے جس کی اِطلاع آپ سب کو ہوگئی ہوگی، کل جمعہ کی نماز حرم شریف میں پڑھی، گرمی یہاں پر خوب شدید ہے بغیر ائیر کنڈیشن کے رات دن کاٹنا شدید مشکل ہے، کل جمعہ کے دِن عشاء کے بعد ہم لوگ حضرت جی مدظلہٗ کے ساتھ بھائی سعدی صاحب کے گھر گئے تھے، پہلی منزل پر والدہ عثمان اور ان کی نانی سے ملاقات ہوئی بات تو کچھ نہیں ہوئی، چپ چاپ سب بیٹھے رہے، بھائی شمیم، زعیم، حشیم، حلیم اور والدہ تمیم اور والدہ سلیم یہ سب بھی آگئی تھیں یہ بیٹھی رہیں، اس کے بعد دوسری منزل پر گئے، وہاں پھوپھی طاہرہ موجود تھیں، گھر میں واقعی بھائی سعدی صاحب کے نہ ہونے سے بے رونقی سی چھائی ہوئی ہے، سب ہیں مگر رونق نہیں ہے، اللہ ہی رحم فرمائے، والد صاحب مدظلہٗ پر ایک آدھے دن تو خوب تکان رہی لیکن جو سہم اور فکر تھا وہ الحمدللہ عمرہ کے بعد ختم ہوگیا، نیند رات کو بھی آجاتی ہے اور فجر کے بعد بھی آجاتی ہے اور آج دن میں بھی آگئی تھی مگر ضعف اور کمزوری خاصی ہے۔ ظہر اور عصر میں تو گرمی کی وجہ سے حرم جانے کی ہمت نہیں ہوتی، مغرب کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے تشریف لے جاتے ہیں اور عشاء کی نماز کے بعد تشریف لاتے ہیں، عشاء کی نماز کے بعد کھانے سے فارغ ہوکر ہاتھ کی گاڑی پر طواف بھی کرکے آتے ہیں''۔ (اقتباس مکتوب محررہ ۳ر جون ۱۹۸۹ء)

گیارہواں حج: حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کا یہ سفرِ حج سعودی ائیر لائنز سے ۲۵ر شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۷ر اپریل ۱۹۹۳ء کوشنبہ میں دہلی سے شروع ہوکر ۲۱ر ذی الحجہ مطابق ۱۱ر جون جمعہ کو دہلی مرکز پر ختم ہوا۔ اس سفر میں حضرت جیؒ بحیثیتِ سرپرست اور

باقی رفقاء میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری، حضرت مولانا احمد لاٹ مدظلہم اور مولانا سلیمان وغیرہ تھے۔ جب کہ حرمین پہنچنے کے بعد حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ، حضرت مولانا سعید احمد خانؒ اور بھائی ابراہیم عبدالجبارؒ بھی ساتھ ہوگئے تھے۔

چونکہ ایک عرب شیخ غسان نے حضرت جی اور حضرت مولانا زبیرالحسن کا عربیہ پر طواف وغیرہ کا اِجازت نامہ بنوا رکھا تھا اور اس اِجازت نامہ میں یہ بھی تھا کہ تقبیل حجر اسود میں مساعدت کی جائے۔ اس لیے حرم شریف کی پولیس اور مراقب خود ہی حضرت جی اور حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کے لیے اہتمام کرتے اور جگہ بنا کر ملتزم اور حجر اسود تک پہنچاتے۔ (اس اجازت نامہ کی اصل آج بھی مولانا شاہد سہارنپوری صاحب کے پاس موجود ہے۔) اسی سفرِ حج میں حضرت شیخ کے خادم خاص وخلیفہ مجاز جناب الحاج صوفی محمد اقبال صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی کو متعدد کتب ہدیہ میں پیش کیں۔

اس سفر کے احوال اپنے روزنامچہ میں مولانا محمد شاہد صاحب مدظلہ اس طرح لکھتے ہیں:

''۱۷/۱۸/شنبہ: آج صبح حضرت جی مدظلہ نے مولانا محمد زبیرالحسن صاحب، مولوی سلیمان اور احقر کی موجودگی میں سنایا کہ کسی شخص کو خواب میں زیارت ہوئی، یہ فرمایا کہ مولوی انعام الحسن سے کہنا کہ ہم اس مرتبہ حج تمہارے ساتھ کریں گے، حضرت جی مدظلہٗ یہ خواب سنا کر خوب روئے۔

۲۰/۱۹/ بدھ: حضرت مفتی محمود حسن صاحب کے متعلق مولوی سلیمان جھانجی نے خیریت معلوم کی تو احقر نے بتلایا کہ پلاسٹر دوبارہ لگا ہے، اس پر حضرت جی مدظلہٗ فرمایا کہ میں تو مفتی محمود حسن، مولانا ابرارالحق، مولانا صدیق اور مولانا علی میاں چاروں کے نام لے کر دعا کرتا ہوں کہ اب تو یہی بڑے رہ گئے۔

آج عصر بعد شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ وغیرہ ملاقات کے لیے آئے، شیخ عوامہ حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''**صفحات فی ادب الرائی**'' حضرت جی مدظلہ کو ہدیہ کی جس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

''سماحة العلامة الاجل البارع حامل راية الجمع بين العلم والدعوة الى الله تعالىٰ فى هذا العصر سيدى الشيخ محمد انعام الحسن حفظه الله تعالىٰ وامتع المسلمين به۔ من راجى دعواته محمد عوامه۔ مدينة المنوره ٢٨/١١/١٤١٣ه۔''

بارہواں حج: ۲۶/شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹/مارچ ۱۹۹۵ء بدھ کی صبح کو حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحبؒ؛ حضرت جیؒ کی سرپرستی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی ہمرکابی اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، حضرت مولانا احمد لاٹ، حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری مدظلہم وغیرہ کی رفاقت میں حج کے لیے روانہ ہوئے، اس سفر میں آپ کے صاحبزادے مولانا محمد زہیرالحسن اور مولانا محمد صہیب بھی شریک تھے، یہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کا آخری سفرِ حج تھا، جب کہ مولانا سعید احمد خان صاحبؒ بھی اس کے بعد ایک دو دفعہ ہی یہ سعادت حاصل کر سکے ''پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی''۔

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحبؒ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسنؒ کی وفات کے بعد سے تاحیات ہر اسلامی طاق سال میں حج کی سعادت حاصل کرتے رہے، تا آں کہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (اندازاً آپ کے حج کی تعداد ۲۰/تک معلوم ہوتی ہے)۔

عمرے:

آپؒ کا سب سے پہلا عمرہ ۱۹۷۵ء میں حضرت جیؒ کی سرپرستی میں ہوا، اس سفر میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا محمد صالح جی (افریقہ) اور حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ وغیرہ ساتھ تھے۔

اسی سفر سے واپسی میں جب کراچی ائیرپورٹ پر اُترے، تو محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے ملاقات ہوئی، حضرت علامہ بنوریؒ کے والد حضرت مولانا محمد زکریا بنوریؒ کی تازہ وفات ہوئی تھی، چنانچہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحبؒ نے حضرت علامہ بنوریؒ سے تعزیت کی اور دعا کروا کر مکی مسجد کراچی تبلیغی مرکز پہنچے، رات مختصر بیان بھی ہوا۔

دوسرا عمرہ: حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحبؒ اپنی طویل یادداشت میں اس عمرہ کی آمد

ورفت کی تفصیل اس طرح قلمبند کرتے ہیں:

’’آج ۲۶؍شعبان ۱۳۹۸ھ مطابق ۲؍اگست ۱۹۷۸ء میں اذان فجر سے قبل مولانا ملک عبدالحفیظ کی گاڑی میں حضرت جی مدظلہٗ، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا سعید احمد خان صاحب اور محمد زبیر حفائر سے روانہ ہوئے، نماز فجر تنعیم میں بامامت زبیر ادا کی گئی اور فوراً روانہ ہوئے، بدر میں ناشتہ اور غسل کیا، کپڑے بدلے اور مدینہ منوّرہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ۵؍بجے عربی، مدینہ منوّرہ زادھا اللّٰہ شرفاً و تعظیماً میں اللہ پاک نے داخلہ کی سعادت سے نوازا، ظہر سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھا، ظہر بعد حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی، ۴؍رمضان (۹؍اگست) بدھ میں صبح نماز فجر کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا اور بقیع میں حاضر ہوئے اور ۲؍بجے عربی مولانا ملک عبدالحفیظ کی گاڑی میں روانہ ہوکر بدر تھوڑی دیر ٹھہرے اور چھ بجے بخیریت مسجد حفائر مکہ مکرمہ پہنچے، لوخوب شدید تھی، ظہر بعد آرام کیا، ۱۱؍بجے عصر پڑھی، حفائر ہی میں روزہ رکھا، مغرب بعد حرم شریف گئے، عشاء سے قبل طواف کیا، پھر تراویح کے بعد سعی کی اور مسجد حفائر آ گئے۔‘‘

۵؍رمضان سے ۷؍رمضان تک حضرت جی مع مولانا محمد زبیر الحسن مکہ مکرمہ رہ کر آٹھ کی صبح میں جدہ آئے، بھائی انوار کریم صاحب کے مکان پر قیام ہوا، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی اقتدا میں تراویح یہیں ادا کی گئی، ۹؍رمضان کو جدہ سے چل کر ایک دن کراچی مکی مسجد ٹھہرتے ہوئے ۱۱؍رمضان بدھ کو افطار سے چند منٹ پہلے مرکز نظام الدین واپس پہنچے۔

تیسرا عمرہ: حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کا یہ عمرہ ۱۳۹۹ھ میں ہوا، اس سفر عمرہ میں حضرت شیخ، حضرت جی، حضرت مولانا صاحبزادہ محمد طلحہ صاحب کاندھلوی مدظلہٗ وغیرہ حضرات شریک تھے، واپسی براستہ کراچی ہوئی، اس کی تفصیل مولانا زبیر الحسن صاحب لکھتے ہیں:

’’یکم رجب میں نماز فجر اوّل وقت مسجد خلیل میں پڑھ کر مطار جدہ روانہ ہوئے اور وہاں سے کراچی پہنچے۔ ۲؍رجب میں صبح ۹؍بجے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کے مدرسہ (جامعہ بنوری ٹاؤن) میں گئے وہاں دارالحدیث میں مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا اور اس کے بعد حضرت جی مدظلہٗ نے بیان فرما کر دعا کرائی، ۱۱؍بجے وہاں سے حافظ فرید الدین صاحب کے مکان پر جا کر کھانا کھایا اور واپس مکی مسجد پہنچ کر آرام کیا۔

۳؍رجب (۳۰؍مئی) میں دو بج کر بیس منٹ پر بھائی یوسف صاحب رنگ والوں کی گاڑی میں مکی مسجد سے روانہ ہوکر مطار پہنچے، مطار پر حضرت جی مدظلہٗ کی دعا ہوئی، پونے چار بجے طیارہ نے پرواز کی، سوا پانچ بجے پالم ہوئی اڈے پر بخیریت اُترے، بھائی کرامت، بھائی نعمت، بھائی سلامت اور صدیقہ اور محمد صالح کسٹم ہال میں موجود تھے، پہلے نماز عصر پڑھی پھر باہر میدان میں آکر حضرت جی کی دعا ہوئی۔ بہت بڑا مجمع اِستقبال کے لیے موجود تھا، مغرب سے قبل اللہ تعالیٰ نے بخیریت اپنے مستقر بنگلہ والی مسجد پہنچا دیا۔ الحمد للّٰہ الذی بعزتہ و جلالہ تتم الصالحات‘‘۔

چوتھا عمرہ: حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کا یہ عمرہ ۱۴۰۲ھ میں ہوا، اس سفر عمرہ میں چوتھا دن تھا کہ حضرت شیخ کا سانحۂ ارتحال پیش آ گیا، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، اس سفر میں حضرت جی، حضرت مولانا سعید احمد خان وغیرہ حضرات شریک تھے، اس کی تفصیل حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ایک مکتوب میں اپنے بچوں کو لکھتے ہیں:

’’عزیزات عاتکہ، صدیقہ، محمد صالح وجمیع امہات وخالات سلمکن اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس سفر میں بس عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ نے ایک ہی خط لکھا اور دوسرا خط لکھنے کی نوبت نہیں آئی، الحمد للہ ہم سب ہفتہ ۴؍جون کو مدینہ منوّرہ خیریت سے مغرب کے وقت پہنچ گئے، مغرب کی نماز مطار پر پڑھی اور عشاء کی حرم شریف میں ....۔

ہفتہ کو مدینہ منوّرہ سے مکہ مکرمہ جانا ہوگا اور ۱۸؍جون کو دہلی سیٹیں کرانے کا فون کر دیا تھا، مکہ مکرمہ جا کر پختہ پتہ چلے گا، اللہ جل شانہ خیر وخوشی کے ساتھ ملائے ......۔

سب کی خدمات میں سلام کہہ دیں۔ دعا خوب کرتی رہیں۔

محمد انعام الحسن غفرلہ، مسجد نور۔‘‘ (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۱، ص:۴۰۷ تا ۴۸۳ بتلخیص)

ان عمروں کے علاوہ بھی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عمروں کے متعدد اسفار ہوئے، یہاں ضرورتاً وتبرکاً صرف چند عمروں کا تذکرہ کر دیا گیا۔

اصلاح وارشاد اور اجازت وخلافت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ایک حصہ وہ ہے، جس کا تعلق باطنی کیفیات سے ہے، جن کو ہم

اِخلاص واحتساب، صبر وتوکل، زُہد واِستغناء، ایثار وسخاوت، رُوحانی کیفیات اور اِیمانی وقلبی فضائل وصفات سے تعبیر کرسکتے ہیں اور یہ باطنی کیفیات ان ظاہری اعمال کے ساتھ لازم وملزوم ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہر جگہ خواہ قیام وقعود ہو یا رُکوع وسجود، خانگی معاملات ہوں یا دعوت وتذکیر کے حالات، گھر کا ماحول ہو یا دعوت کا میدان ہو، یہ باطنی کیفیات اور قلبی صفات ہر جگہ نظر آتی ہیں، اور ان باطنی کیفیات کی ظاہری اعمال میں وہی حیثیت ہے جو جسمِ انسانی کے لیے رُوح کی اور ظاہری ڈھانچے کے مقابلے میں دِل کی۔ اسے بجا طور پر فقہِ باطن کہا جاتا ہے۔

انہی باطنی کیفیات کو قرآنِ کریم میں ''وَیُزَکِّیْھِمْ'' اور احادیث میں ''اِحسان'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تزکیۂ نفوس اور سلوک واحسان کی نسبت کے حاملین حضرات صوفیاءِ کرام ہیں، جنہوں نے اس نسبتِ اِحسانی کی پاسبانی کی، قلوب کے تصفیہ وتزکیہ، اِصلاح اور سیرت سازی کا محیر العقول اور گراں قدر کارنامہ انجام دیا۔

اس تزکیہ واحسان نے جب باقاعدہ ایک فن اور علم کی حیثیت اختیار کرلی تو اس کا مستقل نام علمِ تصوّف پڑ گیا۔ اگر ہم ان اِصطلاحی الفاظ سے بالاتر ہوکر بنظرِ اِنصاف دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ تصوّف، تزکیہ واحسان یا فقہِ باطن کا دُوسرا نام ہے، اس سے علیحدہ کوئی چیز نہیں، کیونکہ تصوّف سے مراد یہی تزکیۂ نفس ہے کہ انسان بُرے اخلاق سے پاک وصاف ہوکر اچھے اخلاق سے آراستہ ہوجائے۔

اصل بات یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے زمانے میں تو آپ ﷺ کے فیضِ صحبت اور آپ ﷺ کی نظرِ کرم سے ایک لمحے میں قلوب کا تزکیہ ہوجاتا تھا، اور کیفیتِ اِحسانی پیدا ہوجاتی تھی، اور وصول الی اللہ ہوجاتا تھا، لیکن جیسے جیسے زمانۂ رسالت سے بُعد ہوتا گیا، دِلوں میں اِضمحلال اور کیفیتِ اِحسانی میں ضعف آتا گیا، اسی لئے بعد میں آنے والے علماء، صلحاء، اتقیاء اور صوفیائے کرام نے اس کے لئے محنت ومجاہدہ، ذِکر واذکار، مراقبہ ومحاسبہ اور اس طرح کے اعمال تجویز کئے تاکہ کیفیتِ اِحسانی پیدا ہو، ورنہ یہ تمام چیزیں مقصود بالذات نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''ایک مرتبہ دس بجے صبح کو میں اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا، مولوی نصیر نے اُوپر جاکر کہا کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی آئے ہیں، رائے پور جارہے ہیں، صرف مصافحہ کرنا ہے، میں نے کہا: جلدی بلادے، مرحوم اُوپر چڑھے، اور زینے پر چڑھتے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا کہ: رائے پور جارہا ہوں، اور ایک سوال آپ سے کرکے جارہا ہوں، اور پرسوں صبح واپسی ہے، اس کا جواب آپ سوچ رکھیں، واپسی میں جواب لوں گا، ''یہ تصوّف کیا بلا ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟'' میں نے مصافحہ کرتے ہوئے جواب دیا: ''صرف تصحیحِ نیت'' اس کے سوا کچھ نہیں، جس کی اِبتدا ''انّما الأعمال بالنیات'' سے ہوتی ہے اور اِنتہا ''أن تعبد اللہ کأنك تراہ'' سے۔ میرے اس جواب پر سکتے میں پڑ گئے اور کہنے لگے: دِلّی سے یہ سوچتا آرہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا، تو یہ اِعتراض کروں گا، اور یہ اِعتراض کرے گا تو یہ جواب دُوں گا، اس کو تو میں نے سوچا ہی نہیں۔'' ''انّما الأعمال بالنیات'' سارے تصوّف کی اِبتدا ہے اور ''أن تعبد اللہ کأنك تراہ'' سارے تصوّف کی اِنتہا ہے، اسی کو نسبت کہتے ہیں، اسی کو یادداشت کہتے ہیں، اسی کو حضوری کہتے ہیں۔'' (سوانح شیخ ۶۵۲)

ایک جگہ تصوّف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں:

''تصوّف ایک عظیم الشان چیز تھی، جس کی تعریف علمائے تصوّف نے یہ فرمائی ہے کہ وہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے نفوس کا تزکیہ، اخلاق کا تصفیہ اور ظاہر وباطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں، جس کی غرض ابدی سعادت کی تحصیل ہے۔

اب آپ خود غور فرمائیے کہ اس میں سے کون سی چیز غلط ہے؟ نفس کا تزکیہ غلط ہے؟ یا اخلاق کا تصفیہ بُرا ہے؟ ظاہر وباطن کی تعمیر لغو ہے؟ یا سعادتِ ابدیہ کی تحصیل بے کار ہے؟ اسی طرح تقویمِ اخلاق، تہذیبِ نفس، نیز نفس کو اعمالِ دین کا خوگر بنانا اور شریعت کو نفس کے حق میں وجدان بنالینا؟ ان اُمور میں کون سی شیٔ مقاصدِ شرع کے خلاف ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں، بلکہ ان میں سے ہر ایک شیٔ کتاب وسنت کے عین مطابق اور اللہ ورسول اللہ ﷺ کے منشا کو پورا کرنے والی ہے۔

غرض ہم جس تصوّف کے اِثبات کے قائل ہیں، وہ وہی ہے جس کو اِصطلاحِ شرع

میں ''اِحسان'' کہتے ہیں، یا جس کو ''علم الاخلاق'' کہا جاتا ہے، یا ''تعمیر الظاہر والباطن'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور یہ ایک بانظم و با اُصول چیز ہے، اس میں مریدین کے لئے بھی شرائط ہیں، اور شیخ کے لئے بھی اُصول و آداب ہیں، جن کی رعایت کرنے کے بعد اس کو شریعت کا مغز اور دِین کا لبِ لباب کہنا بجا ہے، اور جب ان شرائط و آداب کا لحاظ نہ کیا جائے، بلکہ غیر تصوّف کو تصوّف قرار دے دیا جائے، تو پھر وہ طریق ہی نہیں جو ہمارا موضوعِ بحث ہے، اس لئے کہ ان خرابیوں اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے سالک میں جو خرابیاں پیدا ہوں، اس کا ذمہ دار کسی طرح حقیقی تصوّف اور اصل طریق کو نہیں قرار دِیا جاسکتا، اب اگر آپ کو تصوّف سے محض اس بنا پر چڑ اور اِنکار ہے کہ اس کا نام محدث ہے، تو اس میں تصوّف ہی منفرد نہیں، نامعلوم کتنی چیزیں اس وقت موجود ہیں کہ آپ کا ان سے تعلق بھی ہے، جو کہ اِبتدائے اِسلام میں ان ناموں سے معروف نہ تھیں، میں کہتا ہوں کہ اگر اس کا نام بدعت ہے تو مسمّٰی تو اس کا بدعت نہیں، آپ اس کو اِحسان سے تعبیر کر لیجئے، علم الاخلاق اس کا نام رکھ لیجئے، اور جو شخص کہ اس سے متصف ہو، اس کو محسن اور مخلص کہہ لیجئے، اور اِحسان، محسن، متقی و مخلص کے ذِکر سے قرآن بھرا ہوا ہے، حدیث شریف میں بھی اس کا ذِکر آیا ہے۔'' (سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ ص:۶۲،۶۳)

اور ایک جگہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تصوّف میرے اکابر کا اہم ترین مشغلہ ہے:

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

کے وہ سچے مصداق تھے، یہ حضرات ایک جانب فقہ، حدیث اور علومِ ظاہریہ میں اگر ائمہ مجتہدین اور ائمہ حدیث کے حقیقی جانشین اور سچے متبع تھے، تو دُوسری جانب تصوف کے اَئمہ جنیدؒ و شبلیؒ کے قدم بقدم، ان اکابرؒ نے تصوّف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا اور اپنے قول و فعل سے بتلا دِیا کہ یہ مبارک فن حقیقت میں قرآن وحدیث ہی کا ایک شعبہ ہے، اور جو رُسوم و بدعات اس مبارک فن میں بُعدِ زمانہ سے بڑھ گئی تھیں، ان کو چھانٹ دیا۔ تصوف کو بعض ناواقفوں نے ظاہر شریعت کا مخالف نہیں تو علیحدہ ضرور بنا دیا، یہ یا تو

غلو ہے یا جہل۔

حقیقی تصوّف کو جس کا دُوسرا نام اِحسان ہے حضرت جبریل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضورِ اقدس ﷺ سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کر کے یہ واضح کر دیا کہ یہ شریعت ہی کی رُوح اور مغز ہے، اور حضرت جبریل علیہ السلام کے اس سوال پر کہ اِحسان کیا چیز ہے؟ سیّد الکونین ﷺ کے اس پاک اِرشاد نے: ''أن تعبد الله كأنك تراه ... الخ'' الحدیث (تو اللہ کی عبادت ایسی کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے)۔

اِحسان کے معنیٰ اور تصوّف کی حقیقت واضح کر دی، عنوانات تو اس کے جو بھی اِختیار کر لئے جاویں لیکن مرجع سب کا یہی حقیقت ہے:

اورّی بسعدی والرباب واماما
أنت الذی تُعنی وأنت المؤمل

شاعر کہتا ہے کہ چاہے میں مشہور محبوبہ سعدی کا نام لوں یا معروف معشوقہ رباب کا نام لوں، ہر چیز سے مقصود تو ہی ہے اور تو ہی مطلوب ہے۔

یہ تو حقیقت ہے، اس کے بعد جو چیزیں ذِکر و شغل، مجاہدات وریاضات یہ حضرات تجویز کرتے ہیں، وہ حقیقت میں سب علاج ہیں، چونکہ سیّد الکونین ﷺ کے زمانے سے جتنا بُعد ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی قلوب میں زنگ اور امراضِ ردیہ دِلوں میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، اور جیسا کہ یونانی اطباء اور ڈاکٹر جدید امراض کے لئے تجربات یا قواعد سے وقتی اور نئی نئی چیزیں اور دوائیاں تجویز کرتے ہیں، اسی طرح یہ رُوحانی اطباء قلبی امراض کے لئے ہر شخص کے حال کے موافق اور ہر زمانے کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں، حضرت مولانا وصی اللہ صاحب جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہیں، ان کا ایک رسالہ ''تصوّف اور نسبتِ صوفیہ'' مختصر اور قابل دِید ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تصوّف کی اصل ''حدیثِ جبریل'' ہے، جس میں آیا ہے کہ: ''ما الاحسان؟ قال: أن تعبد الله كأنك تراه'' الحدیث، چنانچہ تصوّف اِحسان ہی کا نام ہے۔'' (سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ ص:۲۶۲،۳۶۲)

اِنسان کے نفس اور طبیعت میں جو باطنی جراثیم اور پوشیدہ امراض ہیں اُن امراض و

جراثیم کی تشخیص اور شرعی علم النفس کی روشنی میں بڑی دقیقہ رسی اور تدبر کے ساتھ اُن کے اِزالے کے نہایت حکیمانہ علاج کا نام تصوّف ہے جس کی حقیقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ایک ملفوظ میں اس طرح بتلائی ہے:۔

’’وہ ذراسی بات جو حاصل ہے تصوّف کا یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی ہو، سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضہ ہو تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے جس کو یہ بات حاصل ہوگی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے‘‘۔

حضور اکرم ﷺ کی وہ تعلیمات اور آپ کے وہ اقوال وافعال جو ظاہری شریعت سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو محدثین نے لفظ بلفظ محفوظ کیا، فقہاء نے ان سے مسائل اور جزئیات کا اِستنباط کر کے دین کا بہت بڑا ذخیرہ اُمت کے سامنے پیش کیا جس کی بنا پر اُمتِ مسلمہ کے لئے دین پر عمل کرنا آسان ہوگیا۔ یہ محدثین اور فقہاء اُمتِ مسلمہ کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ اُن محدثین وفقہاء کو پوری اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

جس طرح اُمت کو ہر دور میں ان علماء، فقہاء اور محدثین کی ضرورت رہی ہے جو فاسد عقائد اور گمراہ کن خیالات سے اُمت کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں صحیح عقائد ونظریات سے آگاہ کرتے ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اَحکامات خواہ وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے، اُصولِ معیشت سے متعلق ہوں یا آدابِ معاشرت سے، علماء ان تمام اَحکامات کے متعلق اُمت کی راہنمائی کرتے ہیں۔

اسی طرح اُمت کو ہر دور میں اس کی ضرورت رہی ہے کہ ایسے اصحاب ارشاد اور ایسے ربانی حضرات پیدا ہوتے رہیں جن کی توجہ سے بندوں کا اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو اور جن کا موضوع قلوب کی صفائی اور تزکیہ ہو۔ الحمدللہ! فقہاء، علماء اور محدثین کے ساتھ ہر دور میں ایسے اہل اللہ اور اہلِ قلوب کا ایک طبقہ رہا ہے جنہوں نے دِلوں پر محنت کی، اور دِلوں کو اخلاقِ ذمیمہ سے پاک وصاف کر کے انہیں اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ کیا، بندوں کا تعلق اللہ سے مضبوط کیا، معاشرے میں اخلاقیات کا درس دیا، علماء اور عوام الناس میں اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنے کے لئے محنت وجستجو کی، لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت کی چنگاری پیدا کی اور ان میں

یقین کی رُوح پھونکی۔ جنہوں نے مایوس کن حالات میں بھی عشق وجذب کی اس کیفیت کا مظاہرہ کیا اور اپنی جرأتِ رندانہ اور کیفیتِ عاشقانہ سے حالات کا رُخ بدل دیا، جنہوں نے اپنے اخلاص وللّٰہیت اور توجہ الی اللہ کے ذریعے لوگوں کو دُنیا سے بے رغبت کرتے ہوئے آخرت کی طرف متوجہ کیا، جن کی محنت سے تن آسانی اور راحت طلبی کی زندگی انہیں بار محسوس ہونے لگی اور شہادت کی موت ان کے لئے آسان اور خوشگوار ہوگئی، جن کی شبانہ روز کوششوں اور مجاہدوں نے ایک خلق کو اخلاقِ عالیہ کا ایسا خوگر بنایا کہ ان کے اخلاق اسلام کی دلیل بن گئے، جہاں فقہاء ومحدثین اور ان کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، وہاں ان علمائے ربانیین اور عارفین کے تذکروں سے بھی اسلامی تاریخ مالا مال ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے اس دور کے انہی علمائے ربانیین اور متبع سنت صوفیاءکرام میں سے ایک تھے، جن کی پوری زندگی سنت وشریعت کی عمل داری سے عبارت تھی، خود بھی سنتوں پر بھرپور چلتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے، خود بھی گناہوں سے خوب بچتے اوروں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔

اصل میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اچھا بننے کے لیے اچھے سے اچھا ماحول میسر آیا، اُن کا گھرانہ چونکہ خالص علمی اور دینی گھرانہ تھا اس لیے بچپن ہی سے احکامِ الٰہی پر کاربند رہے، اُن کی نشوونما دِینی ماحول میں ہوئی تھی اِس لیے صلاح وتقویٰ اُن کی فطرت بن گیا تھا، والد مولانا انعام الحسن صاحبؒ جیسے اللہ کے ولی کی شکل میں ہر وقت موجود تھے، والدہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عابدہ، زاہدہ اور متقیہ صاحبزادی تھیں، پھر مظاہر علوم جیسی دِینی درس گاہ کے قابل اور متقی اساتذہ کی شاگردی اِختیار کرنے کا موقع ملا۔

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت:

اور دورانِ تعلیم ہی آپ کو قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے بیعت کا تعلق قائم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اس کی شہادت کے لیے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم کی تحریر پیش کی جاتی ہے، مولانا فرماتے ہیں:

’’.......حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ اب جب حضرت رائے پوری باہر تشریف لاویں تو بیعت کی درخواست کرنا اور اپنے ساتھ عزیز حافظ محمد ہارون بن مولانا الحاج محمد

یوسف صاحب کو بھی بیعت کرالینا۔

جب بعد مغرب بھٹ ہاؤس میں حضرت رائے پوری کی چارپائی باہر آئی تو تائے ابا جی مولانا محمد اکرام الحسن صاحب نے فرمایا: بھائی محمد زبیر الحسن کو بھی ساتھ رکھیو۔ ساتھ ہی کسی نے محمد اجتباء الحسن صاحبزادہ مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کے متعلق بھی کہا کہ ان کو بھی بیعت میں ساتھ رکھیو، جب بعد مغرب حضرت رائے پوری بندہ کی طرف متوجہ ہوئے تو بندہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ ''ہم چاروں بیعت ہوں گے''، حضرت نے بہت ہی دعائیں دیں اور مسرت کا اِظہار فرمایا اور ہم کو بیعت کرنا شروع کر دیا، تو مجلس کا عجیب سماں ہوگیا اور حضرت رائے پوری نے تسبیحات بتلا کر فرمایا ''ان تسبیحات سے آگے اپنے باپوں سے پوچھتے رہو''۔ (حضرت شیخ الحدیثؒ اور ان کے خلفاء، ص:۱۰۱)

چنانچہ اُن کی طبیعت حضرت رائے پوریؒ، حضرت شیخ اور اپنے والد ماجدؒ کی صحبتوں سے دین دارانہ وعاشقانہ اور معرفت ومحبتِ الٰہیہ سے معمور ہوگئی تھی۔

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۶؍اگست ۱۹۶۲ء کو ہوئی، اس طرح آپ کو لڑکپن میں کچھ وقت حضرت مولانا شاہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اُٹھانے کا موقع بھی میسر آیا۔ اندازہ لگایئے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کن کن سعادتوں کو سمیٹا اور کتنے فیوض وبرکات حاصل کیے، یقیناً وہ کوئی معمولی انسان نہیں تھے، وہ حق تعالیٰ کی طرف سے چنیدہ تھے۔

نانا محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی نگرانی اور ان سے اجازت

پھر حضرت رائے پوریؒ کی وفات کے بعد (اپنے نانا) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت کی صحبتِ استرشادی آپ کو نصیب ہوئی۔

تصوّف اور اِصلاحِ باطن کی یہ کارگاہ اور اِنسانی زِندگی کو بامقصد بنانے والے آبِ حیات کا یہ چشمۂ فیض ابوحنیفہ وقت اور غزالی زماں برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کے علمی رسوخ اور مؤمنانہ فراست کا وہ شاہ کار چشمہ تھا، جس سے برصغیر کے طول وعرض میں ہزاروں تشنہ لب نہ صرف خود سیراب ہوئے بلکہ علم ومعرفت کی تجلیات وانوار سے جھولیاں بھر کر اطرافِ عالم میں پھیل گئے اور لاکھوں بندگانِ خدا کو ہوائے

نفس کی ظلمتوں سے نکال کر سنت وسیرت کے روشن جادۂ حق پر لگادِیا۔

خانقاہِ زکریا کی کارگاہ سے وابستہ ہوکر جب کوئی شخص باہر آجاتا تو اس کے اندر کا ہمہ دان وخردبین آدمی پاش پاش ہوچکا ہوتا اور اس کی جگہ ایسا متقی اور دقیقہ شناس شیخ وجود میں آجاتا جو نفس کے مخفی ترین جراثیم کا اِدراک کرتا اور رذائلِ نفس کی تباہ کاری سے بچنے کے لیے خشیت ومعرفت کے ایسے مضبوط قلعے بناتا جس کی فولادِی فصیلیں سدسکندری ثابت ہوتیں۔

تصوّف اور طریقت کے نام سے اب بھی جگہ جگہ کچھ لوگ کام کر رہے ہیں، مختلف علاقوں میں آستانے بھی قائم ہیں اور سجادہ نشین بھی رونق افروز ہیں، مختلف مزارات کے درباروں پر بڑے بڑے اِجتماعات بھی ہوتے ہیں اور میلے بھی لگتے ہیں، ان مقامات پر ایسے لوگ بھی بڑی تعداد میں آتے ہیں جو عقیدت وارادت کے قیمتی جذبات واحساسات کے حامل ہوتے ہیں، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان جگہوں میں اِصلاحِ اخلاق واعمال اور تزکیۂ نفس کی نہ کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ اس غرض کے لیے تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام، بس وقتی اور رسمی مظاہر بلکہ بدعات وخرافات کے ماحول میں لوگ وقت گزار کر لوٹ جاتے ہیں اور المیہ یہ ہے کہ بے خبر لوگ اسی کو تصوّف اور طریقت کا نام دیتے ہیں، جب کہ ان رسومات وخرافات کا تصوّف سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں ہے، تصوّف تو اِصلاحِ اعمال اور تزکیۂ باطن کی غرض سے اِختیار کردہ رِیاضتوں کا نام ہے اور اس مقصد کے لیے کسی صاحبِ نسبت، متبع سنت شیخ کا دامن تھامنا پڑتا ہے، ''خانقاہِ زکریا'' بھی اسی نصب العین کے لیے قائم تھی۔

چنانچہ مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''خانقاہ زکریا'' میں حضرت شیخ الحدیثؒ سے جی بھر کر استفادہ کیا، آپ اکثر اپنے پیر ومرشد (حضرت شیخ) کی زیارت کے لیے اُن کی مجلسوں میں حاضر ہوتے، اُن کی تعلیمات وہدایات سے رشد وہدایت کا چراغ اپنے دِل میں روشن کرتے، اپنے رب کی چوکھٹ پر جبینِ نیاز خم کرنے کا سلیقہ سیکھتے اور مکمل دِین پر عمل کرنے کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں اور اپنے ہاں تربیت پانے والوں کی کڑی نگرانی کیا کرتے تھے، اس لیے وہ بیعت وخلافت اور تربیت وتزکیۂ باطن کی اِجازت صرف اسی شخص کو دیا کرتے تھے جس کو وہ مکمل راست روی، بھرپور دِین داری اور زندگی کے تمام شعبوں میں امانت ودِیانت کے مطلوبہ معیار پر پورا اُترتا ہوا پاتے تھے، حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اُنہیں ۳/ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/۱۰/ فروری ۱۹۷۸ء ہی میں مدینہ منوّرہ میں اِجازت وخلافت کے اعزاز سے سرفراز فرما دیا جب کہ اُن کی عمر ۲۸/ سال کی بھی نہ تھی اس سے اس بات کا بھی بہ خوبی پتہ چلتا ہے کہ صلاح وتقویٰ اُن کے رگ وریشے میں پیوست تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا عطا کردہ خلافت نامہ تبرکاً یہاں نقل کیا جاتا ہے، جس سے حضرت شیخؒ کی دوراندیشی اورعزیزوں کی تربیت کے سلسلہ میں بے پناہ فکرمندی کا اظہار بھی ہوتا ہے:

''عزیزم الحاج مولوی محمد زبیر سلمۂ!

بعد سلامِ مسنون!

میں مولانا انعام الحسن صاحب کے جانے کے وقت نہ معلوم کس غلط فہمی میں یوں سمجھا کہ تمہارا ایک ماہ کا ویزا ہے اور ایک ماہ بعد، ایک ماہ کا اور، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ خروج تھا اور اس میں دو دفعہ کے بعد اِضافہ بھی نہیں ہوسکتا اور کل یہ خبر سن کر کہ تمہارے جانے میں تو ایک دو دِن ہی رہ گئے ہیں بہت قلق ہوا۔

اس وقت بضرورتِ تبلیغ توکلاً علی اللہ تعالیٰ تمہیں بیعت کی اِجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے میرے حسنِ ظن اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کو پورا فرمائے البتہ چند اُمور پر ضروری تنبیہ کرتا ہوں:۔

مولانا انعام الحسن صاحب کی حیات تک میوات اور نظام الدین میں کسی کو بیعت نہ کرنا، البتہ اگر مولانا انعام الحسن صاحب کے بغیر تمہارا میوات کے علاوہ کہیں کا سفر ہو اور کوئی درخواست کرے تو ضرور کرلینا۔

معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے، جتنی جلدی اور زیادہ پابندی کروگے اتنی ہی ان شاء اللہ تعالیٰ ترقیات ہوں گی، میں نے اپنے بڑوں میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو اخیر تک ذکر بالجہر اہتمام سے کرتے پایا۔ مرض الوفات میں تینوں نے چھوڑا، حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ ہر دو حضرات طویل بیمار رہے، اِس لیے اُن کا دورِ ذِکر بالجہر کو تو میں نے نہیں دیکھا، البتہ حضرت گنگوہیؒ کا صبح کی نماز کے بعد دو گھنٹے کواڑ بند رکھنا اور ظہر کے بعد ایک گھنٹہ، اور حضرت رائے پوری ثانیؒ کا ظہر سے عصر تک نہایت اہتمام سے کواڑ بند رکھنا تو اخیر تک

دیکھا کہ ان اوقات میں کوئی خاص سے خاص بھی اندر نہیں جاسکتا تھا۔ اگر بیماری یا ضعف کی وجہ سے جہر نہ ہوسکے تو بالسر معمول کو پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ ''اِرشاد الملوک''، ''اِکمال الشیم'' اور عزیزم صوفی محمد اقبال کا ''اکابر کا سلوک''، تمہیں تو پڑھنا مشکل ہے کوئی ایسا شخص جو سلوک سے کچھ دلچسپی رکھتا ہو، اُس سے کوئی وقت مقرر کرکے دس پندرہ منٹ ضرور سن لیا کرو اور اگر مولانا عبید اللہ صاحب وقت دے سکیں تو پھر کیا ہی پوچھنا کہ اُن کے سنانے میں اُن کے انوار بھی شامل ہوں گے۔ ام الامراض ''تکبر'' سے بہت ہی بچنا کہ یہ سلوک میں سم قاتل ہے۔

میرے والد صاحبؒ کی پٹائی کے قصے تو ضرب المثل ہیں اور یہ میں نے اُن کی زبان سے اُن سے مخفی خود میں نے بھی سنا کہ میں بعض دفعہ اس مصلحت سے مارتا ہوں کہ صاحبزادگی کا سودا اخیر تک نہیں نکلتا۔ تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اوّل تو تم صاحبزادے ہو اور اُس کے ساتھ مشیخت بھی مل گئی، اپنے کو بہت ہی ذلیل دِل سے سمجھنا۔ ہم لوگ زبان و قلم سے تو اپنے کو حقیر، فقیر بہت کہتے اور لکھتے ہیں، مگر دِل سے ایسا نہیں سمجھتے، اُس کا بہت زیادہ خیال رکھنا۔ مجھے چچا جان نوّر اللہ مرقدہٗ نے وِصال کے وقت سے تین دِن پہلے ایک بہت اہم نصیحت کی تھی کہ اِتباعِ سنت کا بہت زیادہ اہتمام کیجیو۔ میں اپنے دوستوں کو اس کی بہت تاکید کرتا ہوں تم نے اس دفعہ سنا ہوگا۔ میرا لکھنے کو تو بہت جی چاہ رہا ہے مگر تمہیں میری طاقت معلوم ہے، دماغ ہے نہ حافظہ، اتنے ہی پر قناعت کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری سعادت سے اُمید ہے کہ میرے تھوڑے لکھنے کو بہت اہتمام سے یاد رکھوگے، عمل بھی کروگے۔ اللّٰہ وفقنی و ایاك لما یحب و یرضیٰ

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث (بقلم حبیب اللہ)

۳/ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۰/ فروری ۱۹۷۸ء، یوم جمعہ، مدینہ منوّرہ''۔

اس اِجازت نامہ کے ساتھ حضرت شیخؒ کا جوگرامی نامہ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے والد محترم امیر تبلیغ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام آیا وہ یہ ہے:

''محترم الحاج مولانا انعام الحسن صاحب مدفیوضہم!

بعد سلامِ مسنون!

میں نے بمصلحتِ تبلیغ جیسا عزیز مولوی محمد ہارونؒ کو اِجازت دِی تھی، توکلاً علی اللہ

تعالیٰ عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہٗ کو بھی دی ہے، بہت ہی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اِستقامت وترقیات سے نوازے، آپ بھی توجہ اور دعا سے مدد فرمائیں۔ کچھ وقت میرے پاس زیادہ گزر جاتا تو اچھا ہوتا مگر آپ کے پاس رہنا ان شاء اللہ میرے پاس رہنے کا نعم البدل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہت ہی ترقیات سے نوازے۔ آمین''۔

(تربیۃ السالکین ص: ۱۱۳ تا ۱۱۵)

تاہم اِجازت ملنے کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ پر اعتماد کیا اور نہ اپنے آپ کو صلاح وتزکیے سے بے نیاز تصور کیا، چنانچہ وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کرنے اور ان کے سامنے اپنے احوال پیش کرنے کے لیے برابر اُن سے مراجعت کرتے رہے۔ اور تا عمر ان ہدایات کا پاس رکھتے رہے، یکم شعبان ۱۴۰۲ھ کو حضرت شیخ نے رحلت فرمائی۔ مولانا محمود حسن حسنی ندوی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے لیے یہ ایسا جانکاہ صدمہ تھا جسے وہ کبھی بھلا نہیں سکتے تھے، کیونکہ روز اول سے جب سے وہ پیدا ہوئے ہمیشہ اپنے ان شفیق نانا جو سرپرست بھی تھے، مرشد ومربی بھی اور جن کی شفقتوں ومحبتوں سے قریب تو قریب، دور دور کے لوگ محظوظ ہو رہے تھے، آپ کیسے کیسے محروم رہ سکتے تھے، وہ اُنہی کے گھر میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے اور نواسہ سے بڑھ کر فرزندِ محبوب کی طرح رہے، مجاز وخلیفہ بھی ہوئے اور زندگی بھر اس کا خیال رکھا کہ ان کے حکم پر ہی نہیں بلکہ منشا پر چلیں، اور ان کے سوزِ عشق اور درد وفکر کو پوری طرح اپنے اندر جذب کریں، ان کی اس صفت کو حضرت شیخ نے اچھی طرح جانچ پرکھ لیا تھا اور اسی پر اجازت بیعت وخلافت سے بھی سرفراز کیا۔''

(تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، سید احمد شہید اکیڈمی لکھنؤ، ص: ۶۳)

والد ماجد مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور ان کی طرف سے اجازتِ بیعت:

تعلیم سے فراغت کے بعد والدِ ماجدؒ کی خدمت وصحبت آپ کے لیے تمام تقاضوں پر مقدم تھی، جن کی زندگی اپنے امراض واعذار کے باوجود دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے ہمہ تن وقف تھی اور ساتھ میں کچھ تدریسی مشغولیت بھی مرکز نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم میں تھی۔ چونکہ حضرت مولانا انعام الحسن اپنے خاندان کے حوادث وآلام کے تسلسل سے گزر رہے تھے اور بھائی، بہنوں، بیٹوں اور بیٹیوں کے غم فراق کو بھی سہنا پڑا تھا، اور آپ کچھ عرصہ پہلے

علالت کے سخت مرحلہ سے بھی گزر رہے ہوئے تھے، اور زندگی کے نشیب وفراز میں پیہم مصائب وآلام اور مصائب ومشکلات کی کلفتوں کو دور کرنے اور انہیں قلبی راحت وسکون کے لیے اپنے فرزند رشید مولانا محمد زبیر الحسن کو اپنے قریب رکھنے کی ضرورت تھی، چنانچہ حضرت شیخ کے مشورہ سے مولانا زبیر الحسن کے لیے یہی طے پایا کہ انہیں نظام الدین کا قیام اختیار کرنا ہے اور تعلیمی و تدریسی مصروفیت بھی رکھنی ہے چنانچہ اسی پر عمل ہوا اور تا عمر وہ اسی پر عمل پیرا اور پوری ثابت قدمی سے اس پر جمے رہے، کاندھلہ آمد ورفت کم ہوتی گئی اور سہارنپور کے لیے بھی وقت نکالنا وہاں کی مصروفیت ومشغولیت کی وجہ سے مشکل ہوتا گیا، لیکن انہوں نے دہلی کا قیام اِختیار کرتے ہوئے آخر تک سہارنپور اور کاندھلہ سے اپنا تعلق قائم رکھا اور وہاں کے تقاضوں اور تقریبات وغیرہ کے موقع پر آمد ورفت رکھی، اور جب تک حضرت شیخ حیات رہے اور ان کا قیام سہارنپور ہوتا تو ان کی خدمت وصحبت میں وقت گزارنے کے لیے وقت ضرور نکالتے۔

پھر اپنے خاص پیر ومرشد (حضرت شیخ) کے دنیا سے چلے جانے کے بعد تو وہ مستقل اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی زیرِ نگرانی رہے۔ اور والد ماجدؒ نے بھی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے سلسلہ طریقت میں آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمادی، اور ساتھ ساتھ نگرانی اور اِصلاح بھی جاری رہی، اگر کبھی کوئی نامناسب بات محسوس کرتے تو اس کی طرف اشارہ کر دیتے اور کبھی سکوت اختیار کرتے لیکن یہ طریقہ اصلاح تین دن سے دراز نہ ہوتا تا آنکہ مولانا زبیر الحسنؒ کو بھی احساس ہو جاتا کہ مجھ سے کچھ غلطی ہوگئی۔

اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کی زندگی کے لیل ونہار، ذکر وسحر گاہی، دعائے نیم شبی اور خلوت وریاضت سے بھرپور اور معمور تھے، یہ زمانہ خصوصیت کے ساتھ آپ کے لیے بڑے مجاہدات اور خاموش قربانیوں کا تھا، اسی کا ثمرہ اور نتیجہ تھا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو زہد واخلاص کے ساتھ ربانیت وروحانیت کے اونچے درجہ پر فائز فرمایا اور بعد کے آنے والے دور میں آپ کو صاحبِ ارشاد شیخ کامل بنا کر لاکھوں انسانوں کے اعمال واخلاق کی درستگی کا ذریعہ اور سبب بنایا۔ چنانچہ والد محترم کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں اُن کے متوسلین اور دیگر سالکین کی رہنمائی اور نگرانی بھی آپ کے ذمہ ہوئی، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی بیان کرتے ہیں:

''بہت سے لوگ ذکر کے بارے میں جب معلوم کرنے آتے تو آپ (حضرت جی) ان کو مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے پاس بھیج دیتے، ایک مرتبہ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! آپ تو بیمار ہیں، لیکن ماشاء اللہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب مہمانوں کی خیر خبر حسبِ مراتب اُن کی خدمت اور کھانے وغیرہ کا بہت ہی خیال فرماتے ہیں یہ سن کر حضرت جی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ ہاں بھائی! اسی لیے میں نے اس کو اجازت دی ہے۔'' (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، جلد۳، ص:۵۱۶)

یعنی والدؒ نے اپنی زندگی ہی میں ذکر وشغل اور احسان وسلوک سے وابستہ افراد کو آپ کی طرف مراجعت کا حکم دے دیا تھا اور پھر حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی وفات کے بعد تو بے شمار لوگ آپ سے اصلاحی تعلق قائم کر کے دینی نفع سے بہرہ مند ہوئے، اگرچہ آپ باوجود اجازت واہلیت اور استحقاق کے محتاط رہے اور بہت اصرار پر کسی کسی کو داخل سلسلہ کیا، لیکن حضرت جیؒ کے متوسلین کی ایک اچھی خاصی تعداد تھی جو کھنچی چلی آتی تھی۔

ساتھ ساتھ ذکر کا بھی بھر پور اہتمام رکھا، ذکر کے حوالے سے مولانا محمود حسن حسنی ندوی، تذکرہ زبیر میں لکھتے ہیں:

''.....جس اہتمام کا حضرت شیخ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ جب وہ اس کے لیے کواڑ بند کر لیتے تھے تو پھر جب تک وہ معمولاتِ ذکر پورے نہ فرما لیتے کسی کے داخلہ کی گنجائش نہ ہوتی الا یہ کہ کوئی مانوس شخص خاموشی سے آکر بیٹھ جائے اور شریک عمل ہو۔

.....اسی طرح نظام الدین مرکز کے نظام کا ہمیشہ پورا خیال رکھا۔'' (ص:۶۶)

پھر یہ سلسلہ ہر گزرے ہوئے دن کے مقابلہ میں وسیع اور دراز ہوتا چلا گیا، قیام گاہ پر روزانہ خواص وعوام کا بڑا مجمع آتا اور اصلاحی تعلق قائم کر کے واپس جاتا، اس طرح آپ کا ہر سفر آہستہ آہستہ دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ ارشاد وہدایت کی لائن سے ہزاروں افراد کی اصلاح وتربیت اور رجوع الی اللہ کا ذریعہ بننے لگا اور نہ جانے کتنے ہی لوگوں کی زندگیوں میں دِینی اِنقلاب برپا ہوا، بیرونی ممالک کے دور دراز علاقوں سے لوگ لمبے لمبے اسفار کر کے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے، اپنے نفس کی اِصلاح کرتے اور دِین پر چلنا سیکھتے،

اس کے متعلق اُن کے اہل تعلق سے اب بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ ان کی کچھ دیر کی صحبت کتنا فائدہ دیتی تھی، حق تعالیٰ نے آپ کو کئی بزرگوں کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی توفیق بخشی تھی، آپ کو اپنے نانا حضرت شیخ الحدیثؒ اور اپنے والدِ ماجد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ رائے پوری سلسلہ میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِجازت وخلافت عطا فرمائی تھی، اس کے علاوہ ہندوستان میں حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم (جو کہ آپ کے رشتہ میں ماموں اور خاندان کے سرپرست بھی ہیں) سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ ان سب نسبتوں نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔

والد ماجدؒ سے خلافت کے سلسلہ میں مفتی زین العابدینؒ کی یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے:

''اِجتماع کے بعد ۱۲؍نومبر ۱۹۸۳ء بعد عشاء میں نے اور قاضی عبد القادر صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کیا کہ آپ کام کے لیے ایک شوریٰ بنا دیں، اور مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ (صاحبزادے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)) کو اِجازت دے دیں، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) خاموش رہے، ۱۶؍نومبر بعد عشاء مجھے فرمایا کہ آپ کے عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ کی اِجازت میں نے وصیت میں لکھ دی ہے''۔

(ہفت روزہ اخبار المدارس، مفتی زین العابدین نمبر، از مفتی زین العابدین صاحبؒ کی ڈائری، ص:۵۷)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ سے اجازت وخلافت:

اس حوالے سے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے یہی مناسب ہوگا کہ مولانا محمود حسن حسنی ندوی نے جو کچھ لکھا ہے بعینہٖ وہی نقل کر دیا جائے، چنانچہ مولانا محمود حسن لکھتے ہیں:

''مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی (اپنے نانا اور والد کی وفات کے بعد) اپنے والد کے خاص اہلِ تعلق اکابر ومشائخ میں جن کی طرف طبیعت کو کھنچتا ہوا محسوس کرتے تھے وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی کی ذات بابرکات تھی، جنہوں نے اس تبلیغی کام میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی سرپرستی میں خاصا وقت لگایا تھا اور ان کی بڑی توجہ حاصل کی تھی اور نسبت اور اشتراکِ عمل سے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمہما اللہ سے بڑا تعلق اور انس ولگاؤ اور مناسبت و محبت پیدا ہوگئی تھی اور دعوتی فکر اور علمی مزاج کی وحدت نے اس تعلق کو اور بڑھا دیا تھا۔ مزید حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو جوان پر اعتماد اور تعلقِ خاطر تھا اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری کے خلفاء میں انہیں جو مرجعیت اور مقامِ بلند حاصل تھا اور خود انہوں نے ان کی شفقت ومحبت اپنے بچپن سے سہارنپور اور نظام الدین میں اور دوسرے موقعوں پر پائی تھی، جیسے ایک مخلص دوست اور اشتراکِ عمل رکھنے والے شخص کو اپنے رفیق اور دوست کی اولاد سے مثل اولاد کے ظاہر ہوتی ہے...۔

چنانچہ مولانا محمد زبیر الحسن نے اپنا حال عرض کرنے کے لیے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی کا اِنتخاب کیا اور اس کے لیے ملاقات، مراسلت اور پیغام رسانی کے ذریعہ تعلق قائم کیا اور مجاز بھی ہوئے.......۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے اِنتقال کے بعد حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں حسنی ندوی نے خط اور پیغام کے ذریعے فی الفور اپنے گہرے تأثر اور تعلق کا اِظہار فرما دیا تھا اور وہ پیغام اخبارات میں بھی بڑے پیمانے پر شائع ہوا تھا اور پھر مضمون کے ذریعہ میں اُس کی تجدید کی اور بہت جلد مرکز نظام الدین جاکر دستِ شفقت رکھا، جیسا ایک باپ اپنی اولاد پر رکھتا ہے، حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں ندوی کی اس شفقت و توجہ اور اظہار محبت وتعلق سے آپ کو ان سے بڑا قرب محسوس ہوا اور آپ کو حضرت والد ماجد جیسے سرپرست کی تلاش تھی اس کا اللہ نے اِنتظام کر دیا، چند مہینہ کے بعد جب آپ اس صدمہ جانکاہ سے کچھ سنبھلے تو درخواست اور توجہ ودعا کے لیے ایک عریضہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی کی خدمت میں بھیجا جو میرے پاس محفوظ ہے وہ پیش ہے:

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنگلہ والی مسجد

۲؍شوال ۱۴۱۶ھ؍۲۲؍فروری ۱۹۹۶ء

المخدوم المکرّم حضرت مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے، مزاج عالی بعافیت ہوں، بہت جی چاہتا تھا کہ حضرت کی خدمت میں دعا

کے لیے عریضہ اِرسال کروں، لیکن اپنی کاہلی، سستی وغفلت کی وجہ سے اِس سعادت سے محروم رہا، ماہِ مبارک کے ختم پر ہر دو حوادث کی اِطلاع ملی، جس سے بہت ہی رنج وقلق ہے، ایصالِ ثواب تو کر دیا گیا تھا اور بھی ان شاء اللہ کرتا رہوں گا، گھر میں بھی ختمِ قرآن کے لیے کہہ دیا گیا ہے، جناب کی طرف سے بہت ہی خیال لگا رہتا ہے اور فکر بھی سوار بھی رہتا ہے، اللہ جل شانہ جناب والا کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم وسلامت رکھے، بندہ بھی ہر آن دعا کا محتاج ہے، اس سال اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے ماہِ مبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی سعادت سے بھی نوازا، دعا فرمائیں اللہ قبول فرمائے اور محرومی سے حفاظت فرمائے۔

۲۹؍فروری کو بنگلہ دیش کا سفر ہے، ایک ہفتہ قیام کے بعد واپسی میں کلکتہ کے قریب آکڑہ میں اِجتماع ہے، تقریباً ۱۳؍یوم کا سفر ہے، بہت ہی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

حضرت والد صاحبؒ کے اِنتقال کے بعد ہر وقت فکر اور غم سوار رہتا ہے، پھر ۱۹؍ مارچ سے کولمبو، سنگاپور، انڈونیشیا، آسٹریلیا، تھائی لینڈ ان ممالک کا تقریباً ایک ماہ کا دورہ ہے۔ نہت ہی لجاجت سے ہر آن ہر گھڑی دعاؤں اور توجہات کا محتاج ہوں، اُمید ہے خوب دعاؤں میں یاد فرماویں گے۔

حضرت مولانا معین اللہ صاحب اگر تشریف فرما ہوں تو بندہ کا بہت بہت سلام عرض کرنے کے بعد مزاج پرسی فرما دیں اور دعا کی درخواست بھی فرما دیں۔ مولانا محمد رابع صاحب سے بھی بعد سلامِ مسنون بندہ کی طرف سے سلام وتعزیت فرما دیں۔

۲۲؍رمضان سے ہمشیرہ بھی سہارنپور سے آئی ہوئی ہیں، حضرت والد صاحبؒ کے حادثہ کا اثر اس پر بہت ہے، وہ بھی سلامِ مسنون اور دعا کی درخواست کرتی ہیں، نیز اہلیہ و بچے اور خالہ صاحبہ بھی خدمتِ والا میں سلام عرض کرتے ہیں اور وہ بھی دعا کے محتاج ہیں۔

والسلام محمد زبیر الحسن‘‘۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی میاں حسنی ندوی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی سے اصلاحی تعلق رکھنے والوں اور جوان سے بیعت تھے وہ حضرت مولانا علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہٗ سے اگر تعلق کی تجدید کے خواہش مند ہوتے تو حضرت مولانا ان حضرات کو مولانا محمد زبیر الحسن صاحب سے رجوع کرنے اور ان کی صحبت سے مستفید ہونے کو

فرماتے، یہاں تک کہ انہی میں سے ایک صاحب جن کا نام محمد صدیق تھا اور تامل ناڈو کے رہنے والے تھے، اپنے ۵؍محرم ۱۴۱۹ھ، ۲؍مئی ۱۹۹۸ء کے مکتوب میں تحریر کیا کہ:

’’مکرم معظم محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ادام اللہ مجدکم و متعنا والمسلمین بفیوضکم و برکاتکم و بطول بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے کہ حضرت بخیر وعافیت ہوں گے۔

حضرت! بندہ، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب قدس سرہٗ، نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہ سے بیعت ہے اور فی الوقت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب مدظلہم العالی کی تربیت میں ہے۔

حضرت! چند دِنوں سے دِل میں ایک عجیب بات آرہی ہے کہ حضرت والا سے تبرکاً کچھ استفادہ کروں، بندہ نے پہلے تو اس خیال کو رد کرنے کی کوشش کی، پھر اللّٰھم خرلی واخترلی پڑھا، مگر مذکورہ خیال نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ قلم اُٹھانا ہی پڑا، اب حضرت والا ہی فیصلہ فرمادیں، اس خط کا لکھنا اگر حضرت والا کے نزدیک توحید مطلب کے خلاف ہے، تو ضرور بالضرور بندہ کو معافی کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔ فقط والسلام محمد صدیق‘‘۔

اس خط کا جو جواب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے عنایت فرمایا اُسے راقم نے نقل کر کے محفوظ کرلیا تھا، اُس کی عبارت ملاحظہ ہو:

’’آپ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے روحانی تعلق قائم ہونے پر اللہ کا شکر ادا کریں اور اُن کے خلف الرشید اطال اللہ بقاءہ سے تعلق رکھیں۔ والسلام

ابوالحسن علی ندوی ۱۴؍مئی ۱۹۹۸ء‘‘۔

واضح طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی نے اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی پر نہ صرف اعتماد کا اظہار کیا ہے بلکہ مشورہ دینے میں ادائیگیٔ امانت کا پورا خیال رکھا ہے، اور ان کی نظر میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کا بھی پورا اِظہار ہے، اس صاف گوئی اور صراحت سے حضرت مولانا نے طالب صادق کو ہر قسم کے تردد و تذبذب سے بچالیا اس کے بعد کا واقعہ ہے، ماہِ رمضان المبارک کی ۲۱؍تاریخ کے روزنامچہ میں جو حضرت مولانا کے متعلق لکھنے کا

میرا معمول تھا یہ واقعہ بھی درج ہے کہ ’’گجرات کی ایک جماعت ملاقات کے لیے آئی بعد میں بیعت کی خواہش ان لوگوں نے ظاہر کی، حضرت نے فرمایا ہمارا مشورہ آپ لوگوں کو یہ ہے کہ نظام الدین ہی میں مولوی محمد سعد صاحب سے یا مولوی محمد زبیر الحسن صاحب سے بیعت ہولیں یا پھر مولانا محمد طلحہ صاحب سے جو حضرت شیخ کے صاحبزادے ہیں‘‘۔

اور صرف یہی نہیں بعد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی علالت کے زمانے میں جب مولانا زبیر الحسن صاحب کے لیے اپنی طرف سے اجازتِ بیعت کے کلمات اِرشاد فرمائے تو اُن کے بلندیٔ مقام کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے صاف طور پر فرمایا کہ وہ اس سے بلند ہیں چونکہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا سانحۂ ارتحال ایک دم پیش آگیا تھا، اس لیے حضرت مولانا کے جانشین اور اُن کے سب سے محبوب و معتمد عزیز اور خواہر زادہ حقیقی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جن سے حضرت مولانا بہت سے اُمور میں مشورہ لیتے تھے اور فیصلہ و اقدام کرنے سے پہلے اُن کی رائے بھی حاصل کرلیتے تھے اور فرماتے ’محمد رابع صاحب الرائے ہیں‘۔ اور حضرت مولانا کے لوگوں میں ان کے سب سے زیادہ مزاج شناس اور اُن کے طریقۂ کار وسلوک و برتاؤ میں ان کے سب سے اقرب سمجھے اور خیال کیے جاتے ہیں، اُنہوں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے اس فیصلہ سے مولانا زبیر الحسن صاحب کو واقف کرایا اور خط میں لکھا کہ:

’’مکان حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

از محمد رابع حسنی ندوی

صاحبزادۂ گرامی قدر جناب مولانا محمد زبیر صاحب کاندھلوی زیدت مکارمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، خال معظم مخدومنا ومعظمنا الجلیل مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ کی وفات پر جناب کی طرف سے تعزیت پہنچی، بلکہ یہ معلوم ہوکر بڑی قدر محسوس ہوئی کہ باوجود اعتکاف کے رائے بریلی آمد کا قصد فرمالیا، لیکن سواری قابو میں نہ آسکی اور ہوائی مستقر سے ہی واپس ہونا پڑا، اس سے جناب کے اس احساس و پاس تعلق کا پتہ چلتا ہے جو حضرت مولاناؒ سے آپ حضرات کا دونسلوں سے قائم ہے۔

وفات سے قبل معلوم ہوا تھا کہ آپ نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس عیادت کے لیے

تشریف لانے کا قصد بھی کیا تھا جو بعض موانع کی وجہ سے عمل میں نہ آسکا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مجلس میں یہ فرمایا تھا کہ آپ کو وہ اجازتِ بیعت دیں گے، اس امر کے وجود میں آنے سے قبل اُن کی وفات ہوگئی، لیکن میں اس کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ملے ہوئے حق کی بنا پر اُن کا یہ ارادہ آپ تک پہنچاتا ہوں، کیونکہ وہ ارادہ کر چکے تھے، اس طرح میں اس کے قبول کرنے کو صحیح سمجھتا ہوں اور آپ کو اس پر تہنیت پیش کرتا ہوں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں سلسلوں میں اجازت تھی اور وہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی اجازت کی بنا پر چاروں سلسلوں میں اجازت دیتے تھے، یہ آپ کے لیے بھی ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا تھا کہ آپ بیعت چاہنے والوں کو اپنی بیعت میں بھی لے لیا کریں۔ خاکسار

محمد رابع حسنی ندوی، ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ‘‘۔

بعد میں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اور یہ راز راز نہ رہ سکا کہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ نے نظام الدین کے ان دونوں بزرگوں مولانا زبیر الحسن اور مولانا محمد سعد سے خود بھی الگ الگ اس کا اظہار کر دیا تھا، (اور مولانا زبیر الحسنؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ اس سے بلند ہیں) یہ طریقہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کا تھا، اس لیے اُن کے بعض مجازین ایسے بھی ہوئے جنہیں اس حیثیت سے دوسرا کوئی نہ جان سکا۔

اس مکتوبِ گرامی سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے درمیان جو گہرا روحانی و خاندانی ربط و تعلق تھا، وہ صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہی نہیں ہم بعض خاندان کے افراد حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے پاس حاضر تھے حضرت نے فرمایا: ’’دیکھو ہمارے بعد حضرت شیخ کے خاندان اور نظام الدین والوں سے تعلق رکھنا یہ تعلق کمزور نہ ہونے پائے‘‘ اور اس بات کو ان کے جانشینوں و خواہر زادگان حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ، حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہٗ اور دیگر احفاد و اسباط و افراد خاندان نے الحمد للہ نبھایا، اور دونوں طرف سے یہ دینی و روحانی تعلق اپنا رنگ دکھا رہا ہے، اللّٰھم زد فزد و بارك فيه و تقبله۔

حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن کاندھلوی صاحب سے اجازتِ بیعت وارشاد:

برکۃ العصر حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم (ہندوستان

میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز) نہ صرف خاندان کاندھلہ، مظاہر علوم سہارنپور اور مرکز نظام الدین دہلی کے سرپرست ہیں، بلکہ ان کا وجود بابرکت پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے سایۂ رحمت ہے، جب حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا تو مرکز نظام الدین دہلی میں حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کی حیثیت سرپرست و نگران کی ہوگئی تھی اور ان کے زیر سایہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب نظامِ دعوت و تبلیغ کے قافلہ سالار ہو کر ملک اور بیرونِ ملک کے اندر اس پورے نظام میں تمام مراکز دعوت و تبلیغ کی رہنمائی اور سرپرستی فرمانے لگے تھے اور اُن کی ہدایت و دعاؤں سے جماعتیں اور قافلے ملک و بیرونِ ملک روانہ ہو کر اپنا کام اسی طرح کرنے لگیں، جیسا حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور میں تھا بلکہ مختلف اسباب کی بنا پر رجوع اور بڑھنے لگا، لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور یہ ایسا دِل دوز سانحہ اور سخت صدمہ تھا کہ مشورہ کے دوران یہ بالکل اچانک پیش آیا تھا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی کو بڑی فکر ہوئی اور اُنہوں نے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی سے تعزیت کرتے ہوئے اُن کے برادر خورد اور خاندان کی سب سے بزرگ شخصیت حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی سے رہنمائی اور سرپرستی لینے کی طرف واضح اشارہ کیا اور اس کو ان دونوں حضرات نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اُنہیں اپنا مرشد بھی تسلیم کیا اور اُنہوں نے ان دونوں کو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے دیئے ہوئے حق کو اِستعمال کرتے ہوئے اِجازتِ بیعت سے بھی سرفراز کیا۔ (روایت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے ان دونوں حضرات کو حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کی وفات پر جو فی الفور مکتوب روانہ کیا تھا وہ حسبِ ذیل ہے:

’’عزیزانِ گرامی قدر مولوی زبیر، مولوی سعد حفظہما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل لندن پہنچنے پر ٹیلیفون کے ذریعے اندوہناک خبر ملی اور بجلی بن کر گری، وہ خاندان کے بڑے تھے اور اُن کی سرپرستی میں اور اُن کے تجربات کی روشنی میں تبلیغی کام یکجہتی اور

تعاون کی فضا میں ترقی کر رہا تھا، اُن کی رحلت سے ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، ہماری رائے میں کاندھلہ سے مولوی افتخار صاحب کو دعوت دی جائے اور اُن کی سرپرستی حاصل کی جائے۔

ہم ۲۷/۲۸/اگست تک ان شاء اللہ واپس ہوں گے، ہمارے ساتھ مولوی رابع سلمہ اور مولوی واضح سلمہ بھی ہیں، وہ بھی اپنے رنج اور صدمہ کا اظہار کرتے ہیں، ان شاء اللہ اُن کے لیے ہم سب ایصالِ ثواب کریں گے اور اہلِ تعلق سے کروائیں گے، یہ چند سطریں عجلت میں تحریر کروا رہے ہیں۔ والسلام، دعا گو و شریکِ غم، ابوالحسن علی ندوی، ۱۵/اگست ۱۹۹۶ء''

واپس آ کر حضرت مولانا نے ان حضرات سے تعزیت کی اور اس سلسلہ میں جو سرپرستی ہو سکتی تھی وہ فرمائی اور یہ جو تجویز پیش نظر تھی اس کو مؤکد کرایا اور حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کو ان حضرات نے دعوت دی اور وہ کچھ کچھ مدت قیام فرمانے لگے اور یہ حضرات بھی اُن کی خدمت میں جانے کا اہتمام کرنے لگے اور اُن کی طرف سے دونوں ہی کو اِجازت و خلافت حاصل ہوئی، جس طرح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ نے بھی دونوں ہی کو اپنا مجاز قرار دیا۔

یہ حضرت مولانا زبیر الحسن کی فنائیت، کسرِ نفسی، تواضع اور دِین میں رہنمائی کی احتیاج اور کسی وقت بھی اور بلند سے بلند مقام و منصب پر فائز ہونے کے باوجود بھی اپنے کو اِصلاح و اِستفادہ سے مستغنی نہ سمجھنے کا اِمتیازی وصف و خصوصیت تھی، حالانکہ وہ عنفوانِ شباب میں جب کہ اُن کی عمر ۲۷/۲۸/سال رہی ہوگی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے اِس سلسلہ میں اِتحاد حاصل کر چکے تھے اور خود اُن کے والد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب طالبینِ سلوک و ذکر کو اُن کی خدمت میں تربیت کے لیے بھیجنے لگے تھے''۔ (بشکریہ، تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ: از: محمود حسن حسنی ندوی، ص: ۶۸ تا ۷۸)

تصوّف و تزکیہ سے تعلق کے حوالے سے جناب مفتی عمران شمس صاحب کراچی لکھتے ہیں:

''جناب الحاج محبوب زکریا صاحب (مسترشد حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئیؒ و خلیفہ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ) سے سنا کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب بھاولپوری دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کو فرمایا کہ تزکیہ کے سلسلہ کو آگے بڑھائیں''۔

جناب مفتی عمران شمس صاحب کراچی مزید لکھتے ہیں:

''میری عربوں کے ساتھ تشکیل ہوئی تو اس میں ایک عرب ساتھی مجھے کہنے لگا کہ اِجتماع کے موقع پر میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب سے ملنے حویلی میں گیا، آپ سنجیدہ شخص تھے، میں آپ سے بہت متاثر ہوا آخر میں، میں نے حضرت سے کوئی نصیحت کرنے کو عرض کیا تو فرمایا ''علیك بتقوی اللّٰہ'' تقویٰ کا اہتمام کرو''۔

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ طریقت بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے:

شجرۂ طریقت

(۱) سیدنا و مولانا آقائے نامدار، مخبر صادق، شافع محشر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۲	امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۳	حضرت شیخ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت شیخ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	۵	حضرت شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت شیخ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۷	حضرت شیخ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت شیخ امین الدین ابی حبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ	۹	حضرت شیخ سید ممشا دعلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰	حضرت شیخ سید ابی اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱	حضرت شیخ سید ابی احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲	حضرت شیخ سید ابی محمد محترم چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳	حضرت شیخ سید ابی یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۴	حضرت شیخ سید مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵	حضرت شیخ الحاج سید شریف زندانی رحمۃ اللہ علیہ
۱۶	حضرت شیخ سید عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت شیخ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸	حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج وجدانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰	حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت شیخ شمس الدین تُرکی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲	حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴	حضرت شیخ احمد عارف الردولوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت شیخ محمد عارف الردولوی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶	حضرت شیخ قطب عالم عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ
۲۸	حضرت شیخ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت شیخ ابی سعد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰	حضرت شیخ محبّ اللہ اِلٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت شیخ شاہ محمدی اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ	
۳۲	حضرت شیخ محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت شیخ شاہ عضدالدین رحمۃ اللہ علیہ	
۳۴	حضرت شیخ شاہ عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت شیخ عبدالباری امروہی رحمۃ اللہ علیہ	
۳۶	حضرت شیخ عبدالرحیم شہید رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت شیخ میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ	
۳۸	شیخ العرب والعجم قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ			
۳۹	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ		حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ	
۴۰	حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، وحضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ		حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ	
۴۱	حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ	⇙	حضرۃ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ	مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ اور دعوت وتبلیغ:

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ نے جہاں مظاہر علوم سہارنپور جیسے عظیم دِینی اِدارہ سے علم حاصل کیا تھا، وہاں دوسری طرف آپ نے اپنے وقت کے قطب الاقطاب اپنے نانا جی حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے تصوّف وسلوک کی منزلیں تیزی سے طے کی تھیں، جب کہ تیسری طرف آپ کی تبلیغی تربیت والدِ ماجد حضرت مولانا انعام الحسنؒ کے زیرِ سایہ ہوئی تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ کی دینی، اصلاحی اور تبلیغی تعلیم وتربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ ہر وقت دِین کے فروغ کی جدوجہد میں مصروف رہتے تھے، دعوت وتبلیغ کے سلسلے کی سب سے پہلی تقریر آپ نے ۱۹؍رجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۹؍اگست ۱۹۷۴ء بروز جمعہ کو دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں کی تھی۔ اس تقریر میں آپ نے دِین کی چھ صفات بیان کیں۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ بھی اس موقع پر مسجد میں موجود تھے۔ لیکن یہ سوچ کر وہاں سے چلے گئے کہ فرزندِ عزیز کو پہلی تقریر میں جھجک پیش نہ آئے۔ اُن کے ہمراہ آپ کے نانا حضرت شیخ بھی مسجد سے کچے گھر آ گئے، دونوں اکابر کا اس عمل سے مولانا زبیر الحسنؒ کو تقریر کی مشق کا پہلا موقع دینا تھا۔ مولانا زبیر الحسنؒ نے اس تقریر کے بعد پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور زندگی بھر اپنی تقاریر، بیانات اور دعاؤں سے تشنگانِ علم دِین کی پیاس بجھاتے رہے۔

جن لوگوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے اور اُن کے ساتھ دِین کی تبلیغ کے لیے مارے مارے پھرے ہیں، وہ بتاتے ہیں کہ مولاناؒ اپنے فکر وعمل کے اعتبار سے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تصویر تھے، وہ اپنے مقدس رب کا ذکر اس ذوق وشوق اور محویت کے عالم میں کرتے تھے کہ اُن کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی رب ذوالجلال کے پاک نام کے وِرد سننے کا ایسا مزہ آتا تھا جیسے کسی نے کانوں میں شہد ٹپکا دیا ہو۔ مولاناؒ کے بیانات اور دعاؤں سے اُمت کے لیے اُن کی دردمندی، یقین واعتماد، قوتِ ایمانی، جمعیتِ اسلامی، دِین کے فروغ کی فکر مندی، دِین کے صحیح فہم، تعلق مع اللہ اور دِینی روح کے اِدراک کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولاناؒ اُمت کے ہر فرد کو دِین کے فروغ کے لیے جدوجہد کے میدان میں نکلنے کی دعوت دیتے تھے، اُن کے شام وسحر اِسی بے قراری میں کٹتے تھے کہ کسی طرح دِین دنیا کے کونے کونے میں عام ہو جائے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مدنظر ہمیشہ یہ بات رہی کہ اُمت کے سامنے دِین کو بے حد آسان شکل میں پیش کیا جائے، اور پھر دعوتی میدان کا گہرا مطالعہ بتاتا ہے کہ امر بالمعروف داعیوں کے لیے آسان ہوتا ہے، چونکہ امر بالمعروف ایک مثبت عمل ہے جو آمر پر گراں بار ہوتا ہے نہ مامور پر، یہی وجہ ہے کہ اس پرفتن دور میں جب کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات پیوست کر دی گئی ہے کہ دِین اسلام پر چلنا بے حد مشکل امر ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بلکہ شروع ہی سے اکابرِ تبلیغ کی طرف سے ہدایت تھی کہ لوگوں کو امر بالمعروف کی دعوت دِی جائے، اُن سے فرائض کی پابندی کرنے کو کہا جائے، برے اعمال اُن سے آپ ہی چھوٹ جائیں گے، اسی محنت کی برکت سے الحمد للہ آج دنیا کی گندگیوں میں لتھڑے ہوئے لوگ ایسے دِین دار بن گئے کہ ان کے ہر عمل عبادات ومعاملات، معاشرت واخلاق سے دِین جھلکتا ہے، مثالیں سب کے سامنے ہیں، یقیناً اس میں مولانا محمد زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا حصہ ہے۔

جہاں تک مولاناؒ کو دیکھنے والوں نے دیکھا ہے اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر ایک ہی ذِکر تھا وہ بس اتباعِ سنت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور تعلق پیدا کرنے والے اعمال کی اِشاعت وتربیت تھی، مولاناؒ چاہے مسجد میں ہوں یا مدرسہ میں یا کسی گھر میں حتیٰ کہ سفر میں بھی کار یا ٹرین میں ہوں، ہر جگہ جہاں بھی موقع مل گیا یا لوگ جمع ہیں، تو دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا،

چونکہ اللہ تعالیٰ کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے اعلاءِ کلمۃ اللہ اور دعوتِ اسلام کا یہ عظیم کام لینا منظور تھا اس لیے آپ کے قلب و ذہن میں تبلیغِ حق اور اشاعتِ دِین کا ایک خاص ذوق اور تقاضہ ودیعت فرما دیا تھا۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اندر اس دِینی تڑپ اور جذبہ کا لازمی اثر سننے والوں پر ہوتا تھا کہ اگر سننے والا چند منٹ بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک مجلس میں بیٹھ جاتا تھا تو وہ الحمد للہ اپنی زندگی کے لیے کچھ نہ کچھ اثر ضرور لے کر اُٹھتا تھا، چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس تبلیغ اور دعوت اور تعلیم وتربیت سے سینکڑوں زندگیوں میں اِنقلاب آیا اور نہ جانے کتنے لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دِینی، دعوتی اور اِصلاحی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نواز کر پورے عالم میں اس فیض کو عام وتام فرمائے اور خلق اللہ کی اِصلاح وفلاح کے لیے اِس منبع خیر کا فیض جاری وساری رکھے اور اُن کی مبارک خدمات کو اُن کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے، اُن کو مقاماتِ عالیہ سے نوازے، اُن کی قبر کو نور سے منوّر فرمادے، اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اُمت کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو میدانِ حشر میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر پر جمع فرمائے اور جنت میں ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب فرمائے، آمین۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین آباد۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہٗ۔

اللہ نے مولاناؒ کی کڑھن وقربانی ایسی قبول فرمائی کہ آج دنیا بھر میں تبلیغی جماعتوں کی نقل وحرکت جاری ہے، اس مبارک چلت پھرت کی وجہ سے دِین کے باغ پر پھر بہار نو آرہی ہے۔ رائے ونڈ کا سالانہ عالمی تبلیغی اِجتماع اسی بہار کا نظارہ ہوا کرتا ہے، جو ۱۹۴۹ء سے ہر سال یہاں دیکھنے کو ملتا ہے، آج اس طریقے اور اِس رواج کو تازہ کرنا ہی دِین کی سب سے بڑی نصرت ہے اور درحقیقت یہ وہی طریقہ ہے جس پر حضور علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ دِین کو پھیلانے کے لیے چلے ہیں اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے (آمین) نظام الدین ورائے ونڈ میں ربّ کریم کا باب کرم کھلا ہوا ہے اور اُس کا دستِ بخشش ہمارے دِلوں کے کشکولوں کی راہ تک رہا ہے، اِجتماع کے آخری روز اِجتماعی دعا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کرواتے تھے، لیکن اب وہ ہم سے رخصت ہوگئے۔ دعا کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ جماعتوں کو دِینِ حق کے لیے کمربستہ ہوکر

دنیا کے کونے کونے میں بھیجتے اور یہ سلسلہ ہمیشہ یوں ہی جاری وساری رہے گا، ان شاء اللہ۔

تبلیغی اسفار اور اجتماعات:

تبلیغی اجتماعات اور دعوتی محنت کے لیے مرکز نظام الدین دہلی سے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو لوگ عازم سفر ہوتے، ان میں خاص طور سے حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی (مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ کی وفات کے بعد سے) قابلِ ذکر ہیں، پاکستان سے حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ، حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم اور سعودی عرب سے حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ بھی ان قابلِ ذکر شخصیات میں ہیں، جو اہم غیر ملکی اِجتماعات میں شریک ہوتے تھے، حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ وہ بزرگ شخصیت تھے کہ جن کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ مرکز نظام الدین میں اپنا قائم مقام بنا کر جاتے اور مدرسہ کاشف العلوم کا نظام حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ کے سپرد ہوتا، جب کہ آخر میں اسفار کرنے والی اِن شخصیات میں حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب مدظلہم کا بھی اِضافہ ہوگیا تھا۔

یہاں ہم حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم کا ذکر کردہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی اسفار کا ایک خاکہ پیش کرتے ہیں:

''حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کا حضرت جیؒ کے ساتھ پہلا تبلیغی سفر ۳۰؍دسمبر ۱۹۷۴ء کو ہوا، حضرت جی میوات کے چند مقامات پر تشریف لے گئے، اس سفر کا ایک محرک دعوت وتبلیغ سے قدیمی تعلق رکھنے والے بزرگ جناب حافظ محمد صدیق کی تعزیت بھی تھی، جن کا گزشتہ ماہ اِنتقال ہوگیا تھا۔

اسی طرح آپ کا میوات کا ایک اور سفر ۲۱؍دسمبر ۱۹۹۳ء کو حضرت جی مع عرب رفقاء مولانا سعید احمد خان، شیخ عبد اللہ ربوعی، شیخ عبد العزیز بوقس، شیخ معتوق، شیخ لبیب بن صالح مقبل کے ساتھ ہوا، میوات میں سلیمان صاحب کے مکان پر شیخ عبد اللہ ربوعی کا عربی میں اور مولانا سلیمان صاحب کا اردو میں ترجمہ ہوا پھر حضرت جی نے ہدایت ودعا فرمائی اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مصافحہ کیا۔

اسی طرح ایک اور سفر ۸/۹/۱۰ جنوری ۱۹۹۴ء میں ہوا یہ سہ روزہ سفر، میوات کے مختلف مقامات کا تھا، جس میں حضرت جی کے ساتھ، حضرت مولانا زبیر الحسن موصوف، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مولانا سعید احمد خان، (مولانا) محمد شاہد اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی بھی شریک تھے، مختلف مقامات پر حضرت جی اور مولانا محمد عمر پالن پوری کے بیانات ہوئے، حضرت جی نے نکاح پڑھائے اور مصافحہ مولانا زبیر الحسن صاحب نے فرمایا۔

اجتماع حیدر آباد:

رجب ۱۳۹۳ھ (اگست ۱۹۷۳ء) کو حضرت جی کا سری لنکا کا ایک سفر ہوا، جس کے ساتھ حیدر آباد اور مدراس کو بھی شامل کر لیا گیا، آپ ۳/رجب مطابق ۳/اگست جمعہ کو حیدر آباد ایکسپریس سے دہلی سے حیدر آباد کے لیے روانہ ہوئے، اس سفر کے رفقاء میں حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ اور حضرت مولانا احمد لاٹ وغیرہ حضرات تھے۔

اجتماع سہارنپور:

۳۱/اگست سے ۳/ستمبر ۱۹۷۴ء تک سہارنپور کا اجتماع تھا، اس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب؛ حضرت جی مولانا انعام الحسن اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی سرپرستی میں تشریف لے گئے، مولانا زبیر الحسن اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

’’آج ۳۱/اگست سنیچر کی صبح کو حضرت جی، مولانا محمد اظہار الحسن، مولانا محمد عمر اور محمد زبیر مع دیگر عرب ساتھیوں کے کچے گھر پہنچے، حضرت شیخ کے ساتھ کھانا کھایا اور نمازِ ظہر پڑھی، عصر کے وقت اِسلامیہ اِنٹر کالج پہنچ گئے، عصر بعد فضائلِ ذکر محمد زبیر نے بیان کیے، بعد مغرب حضرت جی مدظلہٗ اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے، بعد مغرب مفتی محمود حسن صاحب بھی اجتماع میں شرکت کے لیے دیوبند سے تشریف لائے۔

دوسرے دن نکاح ہوئے، ۱۲/بجے تعلیم کے حلقے ہوئے، حضرت شیخ بھی تعلیم کے حلقے میں بیٹھے، حضرت جی نے تعلیم کرائی، پہلے چند احادیث فضائلِ صدقات کی سنا کر حیاۃ الصحابہؓ پڑھی، بعد ازاں کھانا کھایا، نمازِ ظہر ادا کی اور آرام کیا۔

اجتماع کے تیسرے دن حضرت شیخ، حضرت جی اور مفتی محمود حسن صاحب بعد نماز فجر

رائے پور گئے اور ساڑھے نو بجے اجتماع گاہ واپسی ہوئی، مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی ہدایات کے بعد ایک گھنٹہ حضرت جی کا بیان ہوا اور ۱۲/بجے دعا ہو کر اجتماع ختم ہو گیا‘‘۔

پانولی کا اجتماع:

پانولی (گجرات) کے اس اجتماع میں حضرت جی کی سرپرستی میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب وغیرہ حضرات دسمبر ۱۹۷۴ء میں تشریف لے گئے، جہاں پہلے دن عصر کے بعد مولانا زبیر الحسن صاحب کا بیان ہوا، بعد مغرب حضرت جی اور مولانا محمد عمر پالن پوری کے بیانات ہوئے، ڈیڑھ لاکھ کا مجمع شریک تھا۔

اجتماع کانپور:

کانپور کے اس اجتماع میں حضرت جی کی سرپرستی میں مولانا زبیر الحسن اور مولانا عمر پالن پوری، مولانا محمد کاندھلوی، مولانا احمد لاٹ اور میاں جی محراب وغیرہ حضرات جنوری ۱۹۷۵ء میں تشریف لے گئے، نیز لکھنؤ سے مولانا علی میاں اور مولانا منظور نعمانی بھی شریک ہوئے۔

اجتماع اونڑا (اجمیر):

اس اجتماع میں حضرت جی کی سرپرستی میں مولانا زبیر الحسن، مولانا عمر پالن پوری، منشی بشیر احمد، مولانا طلحہ، مولانا صالح جی (افریقہ) اور مولانا شاہد وغیرہ جنوری ۱۹۷۵ء میں تشریف لے گئے۔

مئوناتھ بھنجن کا اجتماع:

یہ اجتماع دسمبر ۱۹۷۶ء میں منعقد ہوا، اس میں مولانا زبیر الحسن، حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا عبید اللہ، مولانا عمر پالن پوری، مولانا صالح جی (افریقہ)، منشی بشیر احمد اور میاں جی محراب کی رفاقت میں شریک ہوئے۔ اس سفر سے واپسی براستہ لکھنؤ ہوئی، جہاں حضرت مولانا منظور نعمانی کی عیادت اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک اجتماع سے خطابات بھی ہوئے۔

دورہ جنوبی ہند حیدر آباد بھوپال وغیرہ:

۱۹۷۷ء میں حضرت جی نے چھ مقامات کنانور، بنگلور، مدراس، شولا پور، حیدر آباد، بھوپال کا ایک عزیمت اور مشغولیت سے بھرپور طویل دعوتی دورہ فرمایا، رفقاء سفر یہ حضرات تھے، مولانا عمر پالن پوری، مولانا سعید احمد خان صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب وغیرہ۔

گودھرا کا اجتماع:

یہ اجتماع مارچ ۱۹۷۸ء میں منعقد ہوا، اس میں مولانا زبیر الحسن، حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی، مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری اور مولانا محمد سلمان سہارنپوری کی رفاقت میں شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی بھی تشریف لائے تھے۔

اجتماع مرادآباد:

مرادآباد کا سب سے پہلا اجتماع حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے دور امارت میں جنوری ۱۹۴۵ء میں منعقد ہوا تھا، جس میں حضرت مدنیؒ، حضرت رائے پوریؒ اور حضرت شیخؒ ایسے حضراتِ مشائخ شریک ہوئے تھے، اس کے بعد سے وہاں چھوٹے بڑے اجتماعات بکثرت ہوتے چلے آرہے ہیں اور ان لوگوں نے کام کی قدردانی بھی خوب کی۔

یہ اجتماع ستمبر ۱۹۷۸ء میں منعقد ہوا، اس میں مولانا زبیر الحسن، حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا محمد عمر، میاں جی محراب اور مولانا عبید اللہ وغیرہ کی رفاقت میں شریک ہوئے۔

ہتورا باندہ کا اجتماع:

یہ اجتماع جنوری ۱۹۷۹ء میں منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن، حضرت جی کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی، حضرت مولانا سعید احمد خان، حضرت مولانا احمد لاٹ وغیرہ کی رفاقت میں شریک ہوئے۔ پہلے دن بعد عصر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کا بیان ہوا۔ اس اجتماع میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی اور حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی صاحب بھی تشریف لائے تھے۔

اجتماع مگراہاٹ:

یہ اجتماع مارچ ۱۹۸۰ء کو منعقد ہوا، اس میں مولانا محمد زبیر الحسن، حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا محمد عمر پالن پوری اور مولانا سعید احمد خان وغیرہ کی رفاقت میں شریک ہوئے۔

اجتماع بھاگل پور:

یہ اجتماع اپریل ۱۹۸۰ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب،

حضرت جی کی سرپرستی اور حضرت مولانا عبید اللہؒ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان اور الحاج محمد عبد الوہاب صاحب کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

اجتماع کانپور:

یہ اجتماع دسمبر ۱۹۸۰ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، حضرت جی کی سرپرستی اور حضرت مولانا عبید اللہ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مولانا سعید احمد خان، حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی، حضرت مفتی محمود حسنؒ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

گودھرا کا دوسرا اجتماع:

یہ اجتماع مارچ ۱۹۸۳ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن، حضرت جی کی سرپرستی اور حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

اجتماع خیرآباد سیتاپور:

یہ اجتماع فروری ۱۹۸۴ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، حضرت جی کی سرپرستی اور حضرت مولانا عبید اللہ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا محمد طلحہ، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان اور مولانا محمد شاہد وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کا بیان بھی ہوا۔ حضرت مولانا علی میاں ندوی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی بھی شریک تھے۔

ٹونک راجستھان کا اجتماع:

یہ اجتماع مئی ۱۹۹۲ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا احمد لاٹ وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

اجتماع گیا بہار:

یہ اجتماع اکتوبر ۱۹۹۳ء کو منعقد ہوا، اس میں مولانا زبیر الحسن صاحب، حضرت جی کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد ابراہیم، مولانا محمد بن سلیمان، مولانا محمد سعد کاندھلوی اور مولانا محمد شاہد وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

اجتماع دھولیامہاراشٹر:

یہ اجتماع دسمبر۱۹۹۳ءکومنعقدہوا،اس میں مولانا زبیرالحسن، حضرت جی کی سرپرستی اورمولانا احمدلاٹ، مولانا شاہد، مولانا محمد بن سلیمان اورمولانا سعد کاندھلوی وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔روانگی کے وقت ریل کے قریب ہی مولانا زبیرالحسن نے پورے مجمع کو جمعہ پڑھایا۔

اجتماع کوئلون وایروڈ:

یہ اجتماع مارچ ۱۹۹۴ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب؛ حضرت جی کی سرپرستی اورحضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب، حضرت مولانا محمد یونس پالن پوری وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔ پہلے دن بعد عصر حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب نے بیان فرمایااورمختلف نمازوں کی امامت بھی فرمائی نیز آخری دن جماعتوں سے مصافحہ بھی کیا۔

اجتماع حیدرآباد:

یہ اجتماع اپریل۱۹۹۴ءکومنعقدہوا،اس میں مولانا زبیرالحسن صاحب؛ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ اورمولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی سرپرستی میں شریک ہوئے۔مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے بیان بھی فرمایا،نکاح بھی پڑھائے اورمختلف نمازوں کی امامت بھی کی۔

اجتماع ہوجائی آسام:

یہ اجتماع اپریل۱۹۹۴ءکومنعقدہوا،اس میں مولانا زبیرالحسن ؛ حضرت جی مولانا انعام الحسن کی سرپرستی میں شریک ہوئے اورحضرت جی کی نیابت کرتے ہوئے نکاح بھی پڑھائے۔

اجتماع ترنل ویلی مدراس:

یہ اجتماع دسمبر۱۹۹۴ءکومنعقدہوا،اس میں مولانا زبیرالحسن ؛ حضرت جی کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مولانا احمد لاٹ، حضرت مولانا محمد یونس پالن پوری، حضرت مولانا محمد ابراہیم، حضرت مولانا سعید احمد خان وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں مولانا زبیرالحسن صاحب نے نماز جمعہ کی امامت بھی فرمائی۔

اجتماع گورینی جونپور:

یہ اجتماع جنوری ۱۹۹۵ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب؛ حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا تقی الدین ندوی، مولانا سعید احمد خان، مولانا محمد صالح، مولانا زہیرالحسن، مولانا محمد صہیب اور حافظ محمد خبیب وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

اجتماع بھوپال:

یہ اجتماع فروری ۱۹۷۵ء کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب؛ حضرت جی کی سرپرستی اورحضرت مولانا عمر پالن پوری، مولانا طلحہ کاندھلوی، مولانا شاہد وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔ پہلے دن بعدعصر مولانا زبیرالحسن صاحب نے بیان فرمایا۔

بھوپال ہی کے اجتماع میں آپ کی ایک اورشرکت مارچ ۱۹۷۶ء کے منعقدہ اجتماع میں ہوئی اس میں مولانا زبیرالحسن موصوف، حضرت جی کی سرپرستی اورمولانا عمر پالن پوری، مولانا محمد منظورنعمانی، مولانا عبیداللہ اورمولانا سعیداحمد خان وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

بھوپال کے جنوری ۱۹۷۷ء کے منعقدہ اجتماع میں بھی آپ تشریف لے گئے، اس میں آپ، حضرت جی کی سرپرستی اور مولانا عبید اللہ بلیاوی، مولانا محمد طلحہ، میاں جی محراب، مولانا محمد کاندھلوی، مولانا محمد شاہد سہارنپوری، مولانا سلمان سہارنپوری اور الحاج عبد الوہاب وغیرہ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔ پہلے دن ہی مولانا زبیرالحسن کا بیان ہوا۔

پھربھوپال کے اجتماع جودسمبر ۱۹۷۸ء میں منعقدہوا،اس میں مولانا زبیرالحسن موصوف، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب، مولانا مستقیم بستوی صاحب وغیرہ حضرات بھی شریک تھے۔

بھوپال کے اجتماع میں آپ کی ایک اورشرکت دسمبر۱۹۸۲ء کے منعقدہ اجتماع میں ہوئی، جس میں حضرت جی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا محمد سعد کاندھلوی، مولانا سیدمحمد شاہدسہارنپوری اورصاحبزادہ مولانا محمد زہیرالحسن وغیرہ حضرات بھی شریک تھے۔

بھوپال کے اجتماع میں آپ کی چھٹی شرکت دسمبر۱۹۸۴ء کے منعقدہ اجتماع میں ہوئی، جس میں حضرت جی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ، مولانا محمد بن سلیمان، مولانا

شاہد وغیرہ حضرات بھی شریک تھے۔ پہلے ہی دن بعد نماز عصر مولانا زبیرالحسن کا بیان ہوا۔

دسمبر ۱۹۸۷ء کے منعقدہ بھوپال کے اجتماع میں بھی آپ تشریف لے گئے تھے، جس میں حضرت جی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا مستقیم وغیرہ حضرات بھی شریک تھے۔ مولانا زبیرالحسن کا بیان بھی ہوا۔

بھوپال کا اجتماع جو دسمبر ۱۹۹۲ء منعقد ہوا اس میں بھی آپ شریک ہوئے، جس میں حضرت جی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب، حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری صاحب، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب اور حضرت مولانا محمد بن سلیمان وغیرہ حضرات بھی شریک تھے۔ نماز جمعہ کی امامت حضرت مولانا زبیرالحسن صاحب نے فرمائی اور بعد عصر بیان فرمایا۔ اگلے دن بعد نماز عصر حضرت جی نے مجلس نکاح کا بیان کیا، چونکہ ڈیڑھ سو سے زائد تھے، اس لیے ایجاب وقبول کے لیے مولانا زبیرالحسن، مولانا محمد سعد کاندھلوی، مولانا شاہد سہارنپوری کے درمیان تقسیم کردیئے گئے۔

بھوپال کے اجتماع میں آپ کی ایک اور شرکت دسمبر ۱۹۹۴ء کے منعقدہ اجتماع میں ہوئی، جس میں حضرت جی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان اور مولانا محمد ابراہیم وغیرہ حضرات بھی شریک تھے۔

اگلے دن بعد نماز عصر حضرت جی نے مجلس نکاح کا بیان کیا، چونکہ نکاح سو سے زائد تھے، اس لیے ایجاب وقبول کے لیے حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب، مولانا مستقیم صاحب اور مولانا شاہد سہارنپوری کے درمیان تقسیم کردیئے گئے۔'' (ماخوذ از دعوت تبلیغ کے حضرت جی ثالث)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اجتماعات:

مولانا محمود حسن حسنی ندوی اپنی کتاب تذکرہ مولانا زبیرؒ کے صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۲ میں لکھتے ہیں:

''دینی مدارس کے احاطے میں اجتماعات دارالعلوم تاج المساجد بھوپال اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیادہ نمایاں ہوئے ہیں۔

.....ندوہ کے اجتماع میں مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کی شخصیت خاص طور پر اس وقت نمایاں ہوتی جب وہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی دعا اور مصافحہ کے بعد مصافحہ کے لیے بٹھائے جاتے اور بقیہ نکلنے والی جماعتوں کا مصافحہ وہ کرتے۔

.....حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی وفات کے بعد مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی اور مولانا محمد سعد صاحب بطور ذمہ دار کے دارالعلوم کے اس اجتماع میں تشریف لائے جو حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی حیات ہی میں طے ہوگیا تھا، اس کے بعد بھی یہ حضرات شریک ہوئے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ان حضرات کے اکرام اور اجتماع کی مصلحت کی وجہ سے اپنی قیام گاہ جو مسجد ندوۃ العلماء سے متصل ہے، ان حضرات کے لیے خاص کردیتے اور خود اس سے متصل مکان کا قیام اختیار کرلیتے جو مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کے مکان کے طور پر معروف ہے۔

آخری بار مرکز نظام الدین کے ذمہ دار حضرات مولانا محمد زبیرالحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب اور مرکز کی دوسری شخصیات اجتماع کی سرپرستی ونگرانی اور دوسرے اُمور بیانات ومشورے وغیرہ کے لیے جمع ہوئیں، ان کے علاوہ اور بھی متعلق حضرات تھے جن میں مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری، پروفیسر نادر علی خان صاحب علی گڑھ بھی تھے، جب اجتماع اختتام کو پہنچا اور یہ شخصیات آخری ملاقات کے لیے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو مولانا محمد زبیرالحسن نے دعا کی درخواست کرتے ہوئے، اپنے سر سے ٹوپی ہٹا کر حضرت مولاناؒ کے سامنے کردیا کہ وہ اپنا دست مبارک اُن کے سر پر رکھ دیں اور اپنے صاحبزادہ مولانا زہیرالحسن کاندھلوی کے لیے بھی ایسا ہی چاہا، (حضرتؒ کو ان باتوں میں تکبر کا ڈر لگتا تھا اس لیے وہ ایسا بدرجہ مجبوری ہی کرتے، مولاناؒ کا تعلق چونکہ حضرت مولانا انعام الحسن نوّر اللہ مرقدہٗ کی نسبت سے بمنزلہ اولاد کے تھا، اس تعلق خاطر میں اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا، اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ ایضاً ص:۱۴۴) دارالعلوم ندوۃ العلماء کا یہ تبلیغی اجتماع مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی ہی کی دعا پر اختتام پذیر ہوا، اور مولانا محمد سعد صاحب کا کلیدی بیان ہوا، اور بھی حضرات کے جن کا مشورہ میں نام طے ہوا، بیانات ہوئے، ایک روز بعد، بعد نماز مغرب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا بیان بھی طے ہوا تھا، حالانکہ معالجین کی رائے نہ تھی اور جب حضرت مولانا بیان فرماتے فرماتے تھوڑے جوش میں آنے لگے تو مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی فکرمندی خود راقم نے اُن کے اس تعلق ومحبت کے ساتھ دیکھی جو حضرت مولاناؒ سے ان کا ہمیشہ کا رہا تھا کہ کہیں طبیعت پر اثر نہ پڑ جائے اور بیماری نہ بڑھ جائے...

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ ان دونوں ذمہ دار حضرات مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی اور مولانا محمد سعد صاحب کی شرکت کے متعلق لکھتے ہیں:

''جلسہ ۱۲/جون سے شروع ہوا، مرکز نظام الدین سے مولانا محمد زبیرالحسن صاحب (خلف مولانا محمد انعام الحسن صاحب مرحوم امیر جماعت تبلیغ) اور مولانا محمد سعد صاحب (پسر مولانا محمد ہارون مرحوم فرزند مولانا محمد یوسف صاحب خلف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی جماعت تبلیغ و مصلح عظیم) بھی شرکت کے لیے آئے اور اجتماع کی سرپرستی و رہنمائی کی۔[کاروانِ زندگی، جلد ہفتم، ص ۲۵۸]۔

....مولانا محمد زبیرالحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب نے اجتماع میں قیام کے دوران حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے اِستفادہ کے مواقع سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھایا اور بڑی توجہات حاصل کیں اور راقم کو باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کو اسی سفر میں اپنی اس دِینی وروحانی نسبت میں مجاز بھی کیا، جو اُنہیں اپنے شیخ اور عظیم مربی و مصلح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ سے حاصل تھی، اُس کے علاوہ ان حضرات کو بڑی دعاؤں سے نوازا اور ان کے ذمہ دارانہ کام ومقام کو سراہا اور اِطمینان ظاہر کیا۔مولانا زبیرالحسن صاحب کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں یہ آخری تشریف آوری ثابت ہوئی، حضرت مولاناؒ کے اِنتقال کے بعد وہ رائے بریلی تعزیت میں اپنے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے تھے اور پھر وہیں سے دہلی واپسی ہوئی تھی اور بعد کے یوپی میں بارہ بنکی، اعظم گڑھ اور ہتھورا باندہ کے اجتماعات میں اُن کی شرکت ہوئی، جس میں حضرت مولانا رابع صاحب مدظلہٗ نے وہاں شرکت کی اور ان حضرات سے ملاقات کی۔''

پاکستان کے تبلیغی اجتماعات اور دعوتی اسفار:

پاکستان وجود میں آنے سے کافی عرصہ پیشتر یہاں کے مختلف علاقوں اور صوبوں پنجاب وسرحد اور سندھ وکراچی میں تبلیغی کام شروع ہو چکا تھا اور یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ایک ایسی تربیت یافتہ جماعت وجود میں آ گئی تھی جو سنجیدگی، اِخلاص اور اُصول وضوابط کے تحت کام میں آگے بڑھ رہی تھی۔

پاکستان بننے کے بعد سہولت کار اور نظم واجتماعیت کی غرض سے پورے ملک کا ایک تبلیغی

مرکز ''رائے ونڈ'' اور کراچی کا مرکز ''مکی مسجد'' کو متعین کیا گیا۔

الحاج بھائی محمد بشیر، الحاج بھائی محمد عبدالوہاب، حضرت مفتی زین العابدین، حضرت مولانا محمد احمد بہاولپوری، حضرت مولانا محمد جمشید علی، مولانا ظاہر شاہ، مولانا نذر الرحمٰن، مولانا محمد احسان الحق، الحاج بھائی مشتاق، الحاج بھائی امین، الحاج بھائی ابراہیم عبدالجبار، الحاج بھائی ابراہیم دہلوی، الحاج بھائی یامین اور حافظ عبدالرشید سورتی وغیرہ حضرات ان مراکز اور پاکستان میں تبلیغی کام کے روحِ رواں ٹھہرے اور ان حضرات نے جن قربانیوں اور مشقتوں سے یہاں تبلیغی محنت کو پروان چڑھایا، یہ ہمیشہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔

رائے ونڈ میں ہر سال ایک عالمی اجتماع منعقد کیا جانے لگا، جس میں دنیا سے مسلمان شرکت کیا کرتے ہیں، یہ اجتماع تا حال الحمدللہ جاری وساری ہے اور حج کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے اور اس اجتماع کی اِبتدا سے نظام الدین مرکز کے اکابر یہاں تشریف لاکر بیانات فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ہارونؒ اور حضرت جی مولانا محمد انعام الحسنؒ شروع سے اس اِجتماع میں تشریف لاتے رہے، حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے دورِ امارت سے اس اجتماع میں تشریف لاتے تھے، یہاں ہم مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ کا کھینچا ہوا ایک خاکہ ذکر کرتے ہیں تاکہ حضرت مولانا محمد زبیرالحسنؒ کی زندگی کا یہ پہلو بھی اول تا آخر سامنے آجائے۔

''اجتماع رائے ونڈ ۱۹۷۵ء: حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اور حضرت جیؒ کی زیرِ سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری، مولانا محمد بن سلیمان وغیرہ کی رفاقت میں پہلی مرتبہ رائے ونڈ کے اجتماع میں جو کہ ۹/، ۱۰/، ۱۱/نومبر کو منعقد ہونا تھا، گاڑی میں براستہ واہگہ بارڈر پاکستان کے لیے روانہ ہوئے، واہگہ بارڈر پر اِستقبال کے لیے حضرت مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ اپنے دِیگر رفقاء کے ساتھ موجود تھے، رائے ونڈ میں مختلف علماء ومشائخ حضرت شیخ، حضرت جیؒ، اور حضرت مولانا زبیرالحسنؒ ودیگر حضرات سے ملاقات کے لیے آتے رہے، جن میں حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حضرت الحاج محمد ادریس انصاریؒ، مولانا محمد اشرف پشاوری وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

پہلے دِن فجر کے بعد کا بیان مولانا اسلم صاحب نے اور مغرب کے بعد کا مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب نے کیا، دوسرے دن فجر کے بعد کا بیان مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا، حضرت جی نے میوات والوں سے گفتگو کی، بعد عصر حضرت جی نے نکاح کے فضائل بیان کرنے کے بعد نکاح پڑھائے، اس دوران حضرت شیخ منبر پر تشریف فرما رہے، تیسرے دن صبح کا بیان مولانا احمد لاٹ صاحب کا ہوا، تفصیلی ہدایات مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب نے بیان فرمائیں اور حضرت جی نے دعا فرمائی۔ پھر حضرت شیخ اور حضرت جی نے جانے والی جماعتوں سے مصافحے فرمائے۔ نکلنے والی جماعتوں کی مجموعی تعداد ۲۱۹ رتھی، جن میں تقریباً تین ہزار آدمی نکلے۔ منگل کے دن دوپہر کو بحمد اللہ بہت ہی عمدہ انداز میں اجتماع ختم ہوا۔ جمعہ کی صبح کو رائے ونڈ سے فیصل آباد مفتی زین العابدین صاحب کے مدرسہ میں پہنچے، وہاں حضرت شیخ نے بخاری شریف کا اِفتتاح فرمایا، فیصل آباد سے سرگودھا اور ڈھڈھیاں وغیرہ حضرت رائے پوریؒ کے مزار پر بھی گئے اور مولانا عبد العزیز رائے پوریؒ سے ملاقات ہوئی۔

ڈھڈھیاں پہنچنے پر مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ نے تقریر فرمائی، مولانا پالن پوری کے پاس بیٹھ کر حضرت شیخ نے مولانا محمد شاہد سہارنپوری کے ذریعہ مندرجہ ذیل اعلان کروایا:

''ایک ضروری اعلان کرنا ہے وہ یہ کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تبلیغ اور تصوّف دو الگ الگ چیزیں ہیں، میں ڈنکے کی چوٹ پہ کہتا ہوں کہ یہ اعلان علی العموم صحیح نہیں ہے، کیونکہ میرا تعلق بذاتِ خود تبلیغ سے بھی ہے اور بزرگی و تصوّف سے بھی، بعض مشائخ اپنے مریدوں کو تبلیغ میں لگنے سے منع کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ یہ توحید مطلب کے خلاف ہے، یہ اُن کا منع کرنا قاعدہ کلیہ اور اُصولِ کلیہ نہیں، بلکہ مشائخ اور بزرگوں کا اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے، یہ اُن کا منع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ڈاکٹر، حکیم کسی کو شکر اِستعمال کرنے سے روک دے، چنانچہ ذیابطیس میں روک دیتا ہے، بعض بیماروں کو نمک سے روک دیا جاتا ہے، تو اس کو یوں سمجھ لینا کہ یہ ممانعت ہر شخص کے لیے ہے، بالکل غلط ہے، تو اس کو ہی قاعدہ کلیہ سمجھ لینا یہ سب غلط ہوگا، میں چونکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کا آدمی ہوں اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اجازت ہے، اِس لیے بڑے زور سے کہوں گا کہ جہاں تک ہو سکے تبلیغ میں وقت لگاؤ، وغیرہ وغیرہ''۔

ڈھڈھیاں سے قریشی صاحب کے مزار پر گئے، حضرت مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ بھی ساتھ تھے، وہاں سے کراچی جانے کے لیے ائیر پورٹ پہنچے، ڈیڑھ گھنٹے میں کراچی پہنچ کر سیدھے مکی مسجد جانا ہوا، شام کو جناب بھائی یوسف صاحب رنگ والوں کے یہاں جا کر ان کے بیٹے کے ولیمہ میں شرکت کی۔

(غالبًا یہی موقع تھا یا کوئی اور اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، غالب گمان یہی ہے کہ یہی سال تھا، واقعہ جناب مولانا مفتی عمران شمس صاحب کراچی کی زبانی پڑھئے، اُنہوں نے ہی ہمیں تحریراً اِرسال کیا ہے، حق تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (تاریخ کا تعین اُنہوں نے بھی نہیں کیا)، موصوف لکھتے ہیں:

''صاحبزادہ مولوی سید محمد بنوری مرحوم (ابن حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ) نے یہ واقعہ سنایا کہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی ایک دفعہ ابا سے ملنے آئے، دروازہ پر دستک دِی، میں گیا، تو سلام دعا کے بعد فرمایا ''مولانا (بنوریؒ) آرام تو نہیں فرما رہے، میں نے عرض کیا نہیں، پھر پوچھا کہ اس وقت کوئی معمول تو نہیں؟ میں نے کہا نہیں، تو فرمایا جا کر کہو محمد انعام الحسن آیا ہے دہلی سے! میں نے بعینہٖ یہی جملہ اندر جا کر والد صاحب سے کہا تو والد صاحب خود باہر تشریف لائے اور ملے پھر مجھے ڈانٹا کہ اتنے بڑے عالم کی توہین کرتے ہو! مولانا ساتھ کیوں نہیں لگایا؟ اس پر حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی نے حضرت بنوری سے کہا کہ ''عزیز مولوی محمد بنوری سلمہ نے جس طرح بات سنی تھی اسی طرح پہنچا دی انہوں نے اس میں کوئی خیانت نہیں کی''۔

جناب مولانا مفتی عمران شمس کراچی نے حضرت جی ثالثؒ پر مزید ایک بات تحریر فرمائی:

''جناب الحاج محبوب زکریا صاحب (مسترشد حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ حضرت مولانا حکیم محمد اخترؒ) نے فرمایا کہ حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر بہت نور تھا، لگتا تھا کہ نسبت مع اللہ بہت قوی ہے میری ایک دفعہ ان سے ملاقات ہوئی تھی، اب تک اس کا اثر ہے، جب بھی اس ملاقات کو سوچتا ہوں تو اس کا سرور محسوس کرتا ہوں''۔)

کراچی کے اکابر حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت محدث

العصر علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحبؒ وغیرہ حضرات ملاقات وزیارت کے لیے مکی مسجد تشریف لائے۔ اگلے دن یہاں سے حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۷۷ء: ۲۱/۲۲/۲۳/ اکتوبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے مولانا زبیر الحسن صاحب؛ حضرت شیخ، حضرت جیؒ، حضرت پالن پوریؒ، مولانا محمد کاندھلوی، مولانا محمد سلمان سہارنپوری اور مولانا محمد شاہد سہارنپوری کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بھی بذریعہ گاڑی واہگہ بارڈر کے راستہ سے ہوا، محتاط اندازہ کے مطابق ۵/ لاکھ کا مجمع پورے عالم سے شریک ہوا۔ اجتماع کے اِختتام پر بذریعہ طیارہ کراچی پہنچے، جس میں حضرت مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ بھی ساتھ تھے۔ اور کراچی سے حرمین کو روانگی ہوئی، مولانا زبیر الحسن صاحبؒ اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کو اجتماع کی کارگزاری اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''والد صاحب مدظلہٗ کی طبیعت پہلے کی بہ نسبت اب بہتر ہے، ضعف ونقاہت بدستور ہے، ضعف کی وجہ سے اور ہجوم اور مصافحوں کے ڈر کی وجہ سے باہر نہیں جاسکے، اس لیے اندر کمرے ہی میں مستقل قیام ہے، نمازوں کے لیے باہر برآمدے میں اور عصر کے بعد بھی برآمدے میں تشریف رکھتے ہیں، بھائی شاہد کو بھی میں اصرار کررہا ہوں کہ تم بھی اپنا (سفرحجاز) طے کرالو، چاہے تین ماہ کے بعد ہمارے ساتھ واپس آجائیو۔ باقی وہ فرمارہے ہیں کہ جی تو بہت چاہتا ہے، مگر ہمت حضرت شیخ سے کہنے کی نہیں پڑتی۔ میں نے کہا ڈرنے کی کوئی بات نہیں، زیادہ سے زیادہ ایک تھپڑ ماریں گے تو کھالیجیو، اور اگر تمہارے ایک دومرتبہ کے اِصرار کے بعد شیخ راضی ہوجائیں تو کیا ہی کہنا، مگر وہ ہمت نہیں فرمارہے ہیں جس کا ان کو اور مجھ کو بہت ہی رنج ہے۔

رائے ونڈ کے اجتماع میں اس مرتبہ ہر مرتبہ سے بہت زیادہ مجمع بتایا جاتا ہے، یہاں والوں کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ کا ہے اور اخبار، ریڈیو والوں کا اندازہ پانچ چھ لاکھ کا ہے۔

اتوار کے دن بارہ بج کر چالیس منٹ پر جلسہ کی دعا ختم ہوئی، پھر قاضی صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب نے جماعتوں سے مصافحے کیے، ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا، ظہر کے بعد اور پھر عصر تک جماعتوں کی روانگی کے مصافحے ہوتے رہے، تقریباً تیس جماعتیں تین

چلہ کی اور ایک سو پینتیس جماعتیں ایک چلہ کی اور ایک چلہ سے کم اوقات کی بہت سی جماعتیں روانہ ہوئیں۔ سب کی تعداد تقریباً ۳۵۰/ کے لگ بھگ تھی، مجمع تو اسی دن شام تک بہت سا نکل گیا تھا، کل پیر کو سارا نکل گیا اور آج منگل کے دن تو شامیانے وغیرہ سب اُتر گئے اور بالکل ایسا چٹیل میدان ہوگیا کہ دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ جگہ پرسوں ایسی تھی کہ اس میں تل دھرنے کو بھی جگہ نہیں تھی۔ محمد زبیر الحسن

۲۵/ اکتوبر ۱۹۷۷ء از رائے ونڈ لاہور''۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۷۸ء: ۱۳/۱۴/۱۵/ اکتوبر کو یہ اِجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا زبیر الحسن؛ حضرت جیؒ، حضرت پالن پوریؒ، مولانا محمد طلحہ کاندھلوی اور مولانا شاہد کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بھی بذریعہ گاڑی واہگہ بارڈر کے راستہ سے ہوا۔

جمعہ سے اِجتماع کا آغاز ہوا، نماز جمعہ کی امامت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے فرمائی، بعد نماز جمعہ حضرت مولانا اسلم صاحب نے اور بعد مغرب حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب نے بیان کیا، اس کے بعد حضرت جی نے بیان فرمایا۔ دوسرے دن بعد فجر مولانا محمد احمد بھاولپوری صاحب کا عمومی بیان ہوا اور حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا علماء کے مجمع میں۔ جناب بشیر صاحب کا اہل میوات میں، اور میاں جی محراب صاحب کا پرانوں میں۔ بعد نماز عصر حضرت جی نے نکاح کے فضائل بیان کرکے نکاح پڑھائے۔ اِجتماع کے تیسرے دن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب کی ہدایات کے بعد حضرت جی کا آخری بیان ہوا اور دعا ہوئی۔ اور پھر جماعتوں سے مصافحہ ہوا۔

بعد ازاں اجتماع گاہ سے رائے ونڈ مرکز منتقل ہوئے اور متواتر ۶/ روز وہاں قیام رہا، اس عرصہ میں ملکوں اور علاقوں کی کارگزاریاں اور اُن کے مسائل پر غور وخوض اور اُن کے حل کرنے میں مشغولیت رہی۔ پھر واپسی بذریعہ ریل ہوئی۔ اس اِجتماع کی مکمل کارگزاری بذریعہ خط مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے استاذِ حدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب مدظلہٗ نے حضرت شیخ کو مدینہ منوّرہ اِرسال فرمائی۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۷۹ء: ۲۸/۲۹/۳۰/ ستمبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے مولانا زبیر الحسن؛ حضرت شیخ، حضرت جیؒ، حضرت پالن پوریؒ، مولانا احمد لاٹ اور مولانا شاہد

کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ طیارہ ہوا۔مولانا زبیرالحسن اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

’’۴ر بجے نظام الدین سے روانہ ہوکر ائیر پورٹ بڑے مجمع کے ساتھ نماز عصر پڑھی اور جملہ مراحل سے بآسانی فراغت کے بعد ۶ر بجے طیارہ میں سوار ہوئے، ساڑھے چھ بجے طیارہ نے پرواز کی اور سات بجے لاہور ائیر پورٹ پر اُترا، طیارہ ہی کے پاس نماز پڑھی اور حضرت جی مدظلہٗ مع مولانا محمد عمر صاحب، ومحمد زبیر؛ بھائی غلام دستگیر صاحب کی گاڑی میں اور حضرت شیخ مدظلہٗ مع عزیز محمد شاہد، ابوالحسن، بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں لاہور سے رائے ونڈ کے لیے روانہ ہوئے، عشاء سے قبل رائے ونڈ پہنچے، اوّل وقت عشاء پڑھ کر آرام کیا، اگلے دن ۴ر ذیقعدہ میں بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا جلسہ گاہ میں بیان ہوا، حضرت جی مدظلہٗ اور محمد زبیر وغیرہ عشاء کے بعد جلسہ گاہ منتقل ہوئے۔ حضرت شیخ مدظلہٗ اپنی بیماری ومعذوری کی بنا پر مدرسہ عربیہ رائے ونڈ ہی میں رہے‘‘۔

اجتماع کے پہلے دن بعد فجر حضرت مفتی زین العابدین کا بیان ہوا، نماز جمعہ کی امامت مولانا زبیرالحسن صاحب نے فرمائی، بعد عصر قاضی عبدالقادر صاحب نے ذکر کے فضائل بیان کیے، مغرب کی نماز کے بعد عمومی مجمع میں حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کا تقریباً دو گھنٹے تفصیلی بیان ہوا، اجتماع کے دوسرے دن مختلف مجلسوں میں مولانا محمد احمد بھاول پوری صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب، مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب اور مولانا احمد لاٹ صاحب کے بیانات ہوئے۔اور حضرت جی کا ایک بیان پرانوں میں ہوا۔ بعد عصر فضائل نکاح بیان کر کے نکاح پڑھائے، اجتماع کے تیسرے دن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی ہدایات کے بعد حضرت جی کا آخری بیان ہوا اور دعا ہوئی۔اور پھر جماعتوں سے مصافحہ ہوا۔ اس اجتماع سے یورپ، افریقہ اور عرب ممالک کے ۲۶ر ملکوں میں ۲۶ر جماعتیں بھیجی گئیں جن میں دوسو پندرہ افراد تھے۔اس کے علاوہ چار سو تیرہ جماعتیں اندرونِ ملک روانہ ہوئیں۔

اجتماع سے فراغت پر تین دن مرکز میں قیام ہوا، وہاں سے کراچی اور پھر حرمین روانگی ہوئی۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۸۰ء: ۲۵ر ۲۶ر ۲۷ر ستمبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے مولانا زبیرالحسن؛ حضرت جیؒ، حضرت پالن پوریؒ کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ طیارہ ہوا۔ جب کہ مرکز نظام الدین کے دوسرے مقیمین مولانا ابراہیم اور میاں جی محراب

وغیرہ بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔

اجتماع کے پہلے دن جناب قاری ظہیر صاحب، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب، حضرت مولانا محمد اسلم صاحب کے بیانات ہوئے، نماز جمعہ کی امامت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے فرمائی، عصر کے بعد پہلی مرتبہ رائے ونڈ کے سالانہ عالمی اجتماع میں حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی نے بیان فرمایا، بعد مغرب حضرت جی کا دو گھنٹے کا بیان ہوا، اجتماع کے دوسرے دن حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، مولانا محمد ابراہیم صاحب اور میاں جی محراب صاحب کے بیانات ہوئے، عصر کے بعد حضرت جی نے نکاح کے فضائل بیان کر کے نکاح پڑھائے، اجتماع کے تیسرے دن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب کی ہدایات کے بعد حضرت جی کا آخری بیان ہوا اور دعا ہوئی۔ اور پھر جماعتوں سے مصافحہ ہوا۔اس اجتماع سے بیرون ملکوں میں ۲۵ر جماعتیں بھیجی گئیں۔اس کے علاوہ ۳۹۳ر جماعتیں اندرونِ ملک روانہ ہوئیں۔

رائے ونڈ سے واپسی کی تفصیل مولانا زبیرالحسنؒ مولانا محمد شاہد کو اس طرح لکھتے ہیں:

’’۶ر اکتوبر کی صبح کو ناشتہ کر کے بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں رائے ونڈ سے لاہور آئے اور بھائی غلام دستگیر صاحب کی عیادت کی، ایک گھنٹہ یہاں ٹھہر کر حاجی احمد شاہ صاحب کے یہاں گئے اور اُن کی بھی عیادت کی، جنرل حق نواز صاحب کے یہاں جا کر کھانا کھا کر آرام کیا، پونے دو بجے ظہر پڑھ کر ائیر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے، حضرت جی مدظلہٗ نے سب سے مصافحہ کیا، دعا ہوئی، ۴ر بج کر ۱۰ر منٹ پر پرواز کے بعد ۴۰ر منٹ پر بخیریت دہلی ائیر پورٹ پہنچے۔نماز عصر وہیں کسٹم ہاؤس میں پڑھ کر مرکز نظام الدین آمد ہوئی۔ محمد زبیرالحسن ۸/ اکتوبر ۱۹۸۰ء‘‘۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۸۱ء: ۱۸/ ۱۹/ ۲۰ر ستمبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا زبیرالحسن؛ حضرت جیؒ، حضرت پالن پوریؒ کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ طیارہ ہوا۔ دہلی سے رائے ونڈ تک سفر کی سرگزشت حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب حضرت شیخ کو اپنے ایک مکتوب میں اس طرح لکھتے ہیں:

’’مخدوم مکرم معظم ومحترم حضرت اقدس نانے ابا جی صاحب زید مجدکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بخیر ہوں، الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں، بدھ کے دن دوپہر کو بارہ بج کر بیس منٹ پر اپنی نماز ظہر جماعت سے پڑھ کر حضرت جی مدظلہٗ کی زیر امارت ۴۰ر نفر کا قافلہ بذریعہ گاڑی نظام الدین دہلی سے روانہ ہوکر ائیرپورٹ پہنچا، جملہ مراحل سے بسہولت فراغت کے بعد طیارہ پر سوار ہوئے اور ۴۰ر منٹ کی پرواز کے بعد بخیریت لاہور ائیرپورٹ پر اُترے، دعا سے فارغ ہوکر بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں ڈاکٹر منیر الحق صاحب کے مکان پر گئے، کھانا کھایا، آرام کیا، نماز عصر پڑھ کر چائے پی اور بھائی غلام دستگیر صاحب کے یہاں اُن کی عیادت کے لیے گئے، نماز مغرب پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک گھنٹہ میں بخیریت رائے ونڈ پہنچے، جمعرات کا سارا دن مرکز ہی میں قیام رہا اور شام کو بعد عصر جلسہ گاہ میں منتقل ہوگئے، مغرب بعد سے اجتماع شروع ہوا، جمعہ، ہفتہ اور اتوار ان تینوں دن جملہ بزرگان کے خوب خوب بیانات ہوئے اور آج دوپہر کو پونے دو بجے اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے بخیریت اجتماع سے فارغ کردیا۔

الحمد للہ اجتماع بہت اچھا ہوا، انتہائی سکون وعافیت کے ساتھ یہ اجتماع ہوا۔ ہر سال سے بہت زیادہ مجمع اس سال بتلایا جارہا ہے، تینوں دِن مجمع کی زیادتی رہی، لوگوں کا اندازہ تقریباً ۴ر، ۵ر لاکھ کا ہے حضرت والا مدظلہٗ سے اجتماع کی قبولیت کے لیے بہت ہی لجاجت سے دعا کی درخواست ہے۔ محمد زبیر الحسن ۲۸ر ستمبر ۱۹۸۱ء اتوار۔''

اس اجتماع سے ۲۳ر بیرونی ممالک کی جماعتیں روانہ ہوئیں۔ مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ (استاذ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ) نے حضرت شیخؒ کو اجتماع کی تفصیلات تحریراً روانہ کیں۔

اجتماع کے بعد کچھ وقت مرکز میں قیام رہا، پھر بذریعہ ریل بستی اور وہاں سے کوئٹہ اور پھر کراچی سے ہوتے ہوئے براستہ دوبئی حرمین شریفین پہنچے۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۸۲ء: ۵/۶/۷ر نومبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب؛ حضرت جیؒ، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ ریل وگاڑی واہگہ بارڈر سے ہوا۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۸۳ء: ۴/۵/۶ر نومبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے

لیے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب؛ حضرت جیؒ، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ طیارہ ہوا۔

اجتماع کے پہلے دن بعد فجر قاری ظہیر صاحب نے بیان کیا، نماز جمعہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی، جمعہ کے بعد حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب نے بیان فرمایا، بعد عصر جناب قاضی عبد القادر صاحب اور بعد مغرب حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب نے بیان فرمایا، اگلے دن حضرت مولانا محمد احمد بھاول پوری صاحب، مولانا عبد العزیز صاحب کھلنوی، حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب، حضرت مولانا محمد اسلم صاحب، پروفیسر عبد الرحمٰن صاحب مدراس، جناب بشیر صاحب کے بیانات ہوئے، اجتماع کے تیسرے دن حضرت الحاج محمد عبد الوہاب صاحب دامت برکاتہم کی ہدایات کے بعد حضرت جی کا آخری بیان ہوا اور دعا ہوئی، پھر مصافحہ ہوا۔

اس اجتماع کے بعد حضرت جی مولانا محمد انعام الحسنؒ کا برائے علاج رائے ونڈ میں ایک ماہ تک قیام رہا۔ مولانا زبیر الحسن اپنے ایک مکتوب میں اس اجتماع کی پوری روداد لکھتے ہیں:

''ہمارا جہاز پونے آٹھ بجے دہلی سے روانہ ہوکر ۴۵ر منٹ میں بخیر وعافیت لاہور میں اُتر گیا، جہاز سے ائیر پورٹ والوں کی چھوٹی بس میں حضرت جی، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب اور محمد زبیر وی آئی پی روم میں پہنچے، سب کے وضو تھا، جاتے ہی عشاء کی نماز پڑھی، والد صاحب مدظلہٗ پر جہاز کا بہت ہی فکر تھا، لیکن الحمد للہ کسی قسم کی کوئی تکلیف یا تکان نہیں ہوئی، قیام گاہ پہنچ کر فوراً لیٹ گئے اور ہم لوگ کھانا کھانے اور لوگوں سے ملاقات میں مشغول ہوگئے، چونکہ شبِ جمعہ تھی میدان میں مجمع خوب آیا ہوا تھا، اِجتماع کی پہلی رات تھی، مولانا مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہورہا تھا، اس لیے ان سے ملاقات بیان کے بعد ہوئی، جمعہ کی نماز کے متعلق سب کے مشورہ سے طے ہوا کہ جمعہ میدان ہی میں ادا کیا جائے اور بجائے باہر مجمع میں جانے کے خواص کے خیمے میں پڑھا جائے، چنانچہ ۱۲ر بجے غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر نماز کے لیے تشریف لے گئے، بندہ کا جمعہ پڑھانا طے ہوا تھا اس لیے مع ساتھیوں کے منبر پر چلا گیا۔ ہفتہ کے دن کمرہ ہی میں قیام رہا، اتوار کو اجتماع کا ختم تھا، سب کا اصرار یہ تھا کہ اجتماع کی دعا حضرت جی مدظلہٗ

کرائیں اور حضرت اس پر بالکل آمادہ اور تیار نہیں تھے، فرماتے تھے کہ لمبی دعا کرانے کی ہمت نہیں ہے اور بہت سارا مجمع صرف دعا کے لیے ہی آتا ہے اس لیے قاضی صاحب یا مفتی صاحب کرائیں۔ بڑے اِصرار کے بعد دعا کرانا منظور فرمالیا اور ساڑھے گیارہ بجے وضو فرما کر بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں اجتماع گاہ تشریف لے گئے، ۱۵؍منٹ بیان اور ۲۲؍منٹ دعا کرا کر بغیر کسی سے مصافحہ کیے ہوئے سیدھے قیام گاہ تشریف لے آئے حضرت قاضی صاحب نے جماعتوں سے مصافحے کیے۔

اس اجتماع سے نکلنے والی جماعتوں کی تفصیل اس طرح ہے کہ بیرون ممالک جانے والی جماعتیں ۱۷؍ ہیں اور آٹھ ماہ کی پیدل جانے والی جماعتیں ۳؍ ہیں، تین چلے کی جماعتیں ۹۷؍ ہیں اور چلہ میں جانے والی جماعتیں ۵۷۴؍ ہیں اور متفرق ایام کی جماعتیں ۱۵۶؍ ہیں۔ مجموعی طور پر ۸۰۴؍ جماعتیں راہِ خدا میں نکلیں۔ محمد زبیر الحسن

۷؍نومبر ۱۹۸۳ء۔''

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۸۴ء: ۳۱؍اکتوبر سے یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے مولانا زبیر الحسن؛ حضرت جیؒ، حضرت پالن پوریؒ اور مولانا محمد بن سلیمان کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ طیارہ ہوا۔ ریل سے آنے والوں میں مولانا احمد لاٹ اور قاری ظہیر وغیرہ تھے۔

اجتماع کے پہلے دن بعد فجر مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب نے بیان کیا، نماز جمعہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی، عصر بعد قاضی عبد القادر صاحب نے ذکر کے فضائل بیان کیے اور اسی دن بعد مغرب عمومی بیان مولانا مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا، اجتماع کے دوسرے دن حضرت الحاج محمد عبد الوہاب مدظلہٗ، مولانا منیر صاحب بنگلہ دیش، مولانا محمد عمر صاحب، جناب بشیر صاحب کے بیانات ہوئے، بعد عصر مجلس نکاح میں قاضی عبد القادر نے بیان فرمایا، اجتماع کے تیسرے دن مولانا عمر پالن پوری کی ہدایات کے بعد حضرت جی کا آخری بیان ہوا اور دعا ہوئی، پھر مصافحہ ہوا۔ اجتماع میں چار لاکھ کا مجمع تھا۔ اجتماع کے بعد ایک ہفتہ مزید رائے ونڈ مرکز میں قیام کر کے بذریعہ طیارہ دہلی روانگی ہوئی۔

(۱۹۹۰ء کے اجتماع سے واپسی پر حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد احسان الحق صاحب کو حضرت جی ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی

مایہ ناز تالیف ''حیاۃ الصحابہؓ'' کے اُردو ترجمہ کا حکم فرمایا مولانا موصوف نے تعمیل حکم میں اس کتاب کی اُردو ترجمانی کی اور ایسی کی کہ اصل کتاب کے اُردو میں ہونے کا گمان ہوتا ہے۔)

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۹۳ء: ۱۲؍۱۳؍۱۴؍نومبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا زبیر الحسن؛ حضرت جیؒ، حضرت پالن پوری، مولانا محمد سعد کاندھلوی، مولانا محمد شاہد سہارنپوری اور کچھ عرب شیوخ کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ طیارہ ہوا۔

اجتماع کے پہلے دن نماز جمعہ سے پہلے حضرت مفتی زین العابدین صاحب نے تھوڑی دیر ترغیبی بیان کیا، نماز جمعہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی، جمعہ کے بعد حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب نے بیان فرمایا، مولانا احمد لاٹ صاحب کے بیان میں کچھ دیر حضرت جی اُن کے ساتھ ہی بیٹھے رہے، پھر اُٹھ کر حویلی چلے آئے اور فرمایا کہ ''مولوی احمد بہت اچھی بات کر رہے تھے''، بعد مغرب حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری نے بیان فرمایا، اجتماع کے تیسرے دن حضرت جی کی تفصیلی ہدایات اور دعا ہو کر مصافحہ ہوا۔ اس اجتماع کے بعد پشاور اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے وہاں سے رائے ونڈ واپس ہو کر بذریعہ طیارہ دہلی پہنچے۔ اس سفر کی روداد میں مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری صاحب مدظلہٗ العالی لکھتے ہیں:

''آج بعد نماز فجر مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور احقر لاہور روڈ پر چہل قدمی کے لیے گئے، تو وہاں بھائی صغیر صاحب کے صاحبزادے مولوی حافظ انیس سلمہ (اس کتاب کی ترتیب میں ہمارے معاون۔ از مؤلف) کو اپنا منتظر پایا کہ والد صاحب نے سلام عرض کیا ہے اور ملاقات کا وقت معلوم کیا ہے، مولانا زبیر الحسن صاحب کو اس وقت لاہور جناب ڈاکٹر منیر صاحب کے یہاں بھی آنا تھا، چنانچہ وہاں سے جناب ڈاکٹر منیر صاحب کے یہاں آکر معائنہ چشم کے بعد وہ بھائی صغیر صاحب کے یہاں ملاقات کے لیے لے گئے، رائے ونڈ واپس آکر اُنہوں نے ساری تفصیل حضرت جی مدظلہٗ کو سنائی اور بھائی صغیر صاحب کے یہاں جانا بھی بتلایا تو اس پر فرمایا بہت اچھا کیا۔

آج حضرت جی کی مجلس میں اس پر گفتگو چلی کہ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں طلباء کی تعداد بڑھانی چاہیے، مولانا احسان الحق صاحب نے کہا کہ اگر مشورہ والے مان جائیں تو بہت اچھا ہے۔ اس پر مشورہ کرنے کے لیے حضرت جی نے گفتگو کا آغاز کیا تو شریکِ مجلس

ایک صاحب نے ذرا تیز لہجہ میں کہا کہ ’’حضرت! آپ اس میں دخل نہ دیں‘‘۔ حضرت جی نے بڑے تحمل کے ساتھ فرمایا’’ بھائی یہ بات نہیں، بعض جگہوں کے لڑکوں کو بلا کر داخلہ دینا چاہیے جیسے یہ نئی روسی ریاستیں آزاد ہورہی ہیں، وہاں دِین پہنچانے کے لیے اُن کو علم دِین پڑھانا ضروری ہے، باہر کے ممالک کے طلباء کو اِنکار بالکل مناسب نہیں، اس بارے میں اللہ جل شانہ سے ڈرنا چاہیے (یہ جملے کہتے ہوئے حضرت جی مدظلہٗ آب دِیدہ ہوگئے اور فکر وقلق کے لہجہ میں فرمایا کہ) اگر وسائل نہیں ہیں جگہ کی تنگی ہے تو اضافہ کرو جگہ بڑھاؤ یا مدرسہ بڑھاؤ اگر اپنے یہاں گنجائش نہیں ہے تو اپنے کسی دوسرے مدرسہ میں داخلہ کراؤ‘‘

اسی موقع پر ایک مجلس میں آسٹریلیا والوں نے حضرت جی مدظلہٗ سے آسٹریلیا تشریف آوری کی درخواست کی اس پر جناب الحاج بھائی ابراہیم عبدالجبار صاحب نے کہا کہ حضرت! آپ چاروں براعظموں میں جاچکے ہیں صرف آسٹریلیا باقی رہ گیا ہے، تشریف لے جائیں تو مناسب ہوگا۔ اس پر فرمایا کہ بس جماعتیں جاتی رہیں اور کام کرتی رہیں سنت سے یہ بھی ثابت ہے۔ حضور اکرم ﷺ ہر ہر جگہ تشریف نہیں لے گئے بلکہ اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھی بھیج کر کام کرایا ہے۔

اگلے دن رائے ونڈ میں رہ کر شب میں ۸؍ بجے رائے ونڈ اسٹیشن سے بذریعہ خصوصی ریل پشاور اجتماع کے لیے روانہ ہوئے، اول درجہ کی ۸؍ سیٹیں حضرت جی مدظلہٗ، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا محمد شاہد سہارنپوری، مولانا محمد سعد کاندھلوی، مولانا سعید احمد خان صاحب، مولانا محمد عمر صاحب اور مولوی سلیمان وغیرہ کی تھیں۔ رائے ونڈ سے ریل جب روانہ ہوئی تو حضرت جی مدظلہٗ نے فرمایا ۱۹۳۸ء میں پہلی مرتبہ رائے ونڈ اسٹیشن آئے تھے، بڑے حضرت جی (مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ) کے ساتھ حج کا سفر تھا، دلی سے لاہور رائے ونڈ ہوتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے، اس وقت فجر کی نماز یہاں پڑھی تھی.....

پشاور پہنچنے کے بعد مولانا سمیع الحق صاحب حضرت جی سے ملاقات کے لیے آئے۔‘‘

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۹۴ء: ۱۱/۱۲/۱۳؍ نومبر کو یہ اجتماع منعقد ہوا، یہ اجتماع تقسیم ہند کے بعد شروع ہونے والے سالانہ اجتماعات میں انتالیسواں اور حضرت جی کی حیاتِ مستعار کا آخری اجتماع تھا، جس میں شرکت کے لیے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحبؒ؛

حضرت جیؒ، حضرت پالن پوریؒ، حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی، مولانا شاہد، مولانا احمد لاٹ اور مولانا محمد بن سلیمان جھانجی کے ساتھ شریک ہوئے اور یہ سفر بذریعہ طیارہ ہوا۔

نماز جمعہ مولانا زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی، جمعہ کے بعد مولانا احمد لاٹ صاحب نے بیان فرمایا، اگلے دن حضرت جی نے نکاح کے فضائل بیان کرکے نکاح پڑھائے، آخری دن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی روانگی ہدایات کے بعد حضرت جی کا بیان ہوا، اس کے بعد حضرت جی نے ہی چالیس منٹ کی طویل دعا فرمائی، عمومی مجمع کا اندازہ آٹھ لاکھ لگایا گیا۔

اس اجتماع سے بیرون ملک کے لیے ۳۴۱؍ جماعتیں نکلیں، اندرون ملک ایک سال کے لیے ۳۰؍، اندرون ملک تین چلہ کے لیے ۴۰۰؍، اندرون ملک ایک چلہ کے لیے ۱۸۰۱؍، کم و بیش ایام کے لیے ۲۶۵؍ یعنی کل ۲۸۳۷؍ جماعتیں اللہ کے راستہ میں روانہ ہوئیں۔

اجتماع ختم ہونے کے بعد معمول کے مطابق مختلف ممالک کے مشورے شروع ہوئے، عرب اور یورپین ممالک کے کام کرنے والوں نے اپنے علاقوں میں کام کی سطح اور اس کی رفتار، اُمید وبیم کے ملے جلے حالات کی تفصیلات سنا کر مشورے لیے اور حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ نے اپنی خداداد فہم وفراست، دعوتی بصیرت اور اِصابتِ رائے کے ساتھ اُن کو مشورے اور اُن کے سوالات کے جوابات دیئے۔ انہی ہونے والے مشوروں میں ایک صبح ’’مذاکرہ‘‘ کی جماعت کے بارے میں تذکرہ ہوا تو حضرت جی نے بہت واضح اور کھلے لفظوں میں فرمایا کہ ’’مذاکرہ کی جماعت کوئی چیز نہیں ہے، ہمارے پاس اس کے متعلق چاروں طرف سے خطوط آرہے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ ہم سب کو یہی لکھ رہے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے، اور اس کو تبلیغ میں شامل نہ کیا جائے۔‘‘ جو حضرات اس کے حامی ومؤید تھے، اُن کو اس فیصلہ سے ناگواری بھی ہوئی، لیکن حضرت جی نے بھرپور صبر وتحمل کے ساتھ خاموشی اِختیار فرمائی اور چہرہ پر اس کا اثر بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔

۱۶؍ نومبر بدھ کی شام کو رائے ونڈ اسٹیشن سے کراچی کے لیے روانگی ہوئی، یہاں ۱۷/۱۸/۱۹؍ نومبر کو سہ روزہ اِجتماع منعقد ہوا، مختلف حضرات کے بیانات ہوئے، بعد نمازِ جمعہ مجلس نکاح منعقد ہوئی، جس میں مولانا زبیر الحسن صاحب نے ایجاب وقبول کرائے، آخری دن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کے بیان کے بعد حضرت جیؒ کا اِختتامی بیان ہوکر دعا ہوئی۔

کراچی میں قیام کے دوران دِینی وعلمی درس گاہوں کے علماء ذمہ دار حضرات تشریف لائے، جن میں جامعہ بنوری ٹاؤن کے استاذِ حدیث اور ماہنامہ بینات کے سابق مدیر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، سابق مہتمم جامعہ بنوری ٹاؤن حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ اور حال مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزّاق اسکندر صاحب مدظلہم، جامعہ معہد الخلیل بہادر آباد کراچی کے مہتمم حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنیؒ اور حضرت الحاج محمد ادریس انصاریؒ وغیرہ متعدد مرتبہ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

۱۹ر نومبر کو مدنی مسجد سے روانہ ہوکر اسٹیشن پہنچے، وہاں سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں حیدر آباد، نواب شاہ وغیرہ مختلف اِسٹیشنوں پر بڑی تعداد میں مجمع اپنے امیر کی آخری زیارت کے لیے آیا ہوا تھا، اِسٹیشن نواب شاہ پر کئی ہزار کی تعداد میں مجمع بہت منظّم اور خاموش بیٹھا ہوا ملا، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ریل سے اُتر کر مجمع میں تشریف لے گئے اور نصف گھنٹہ بیان فرما کر دعا فرمائی۔

۲۰ر نومبر کی شام میں رائے ونڈ پہنچے، ٹرین آدھ گھنٹہ لیٹ تھی، حضرت جیؒ رائے ونڈ اِسٹیشن سے سیدھے سریاولی میوات ضلع قصور تشریف لے گئے، یہاں جناب میاں جی شہزاد خان صاحب کے مکان پر قیام ہوا، سریاولی میں ایک روزہ اجتماع تھا اس میں بیان، بیعت اور دعا سے فارغ ہوکر رائے ونڈ مرکز تشریف لائے اور ۲۲ر نومبر ۱۹۹۴ء بروز منگل کو بذریعہ طیارہ دہلی واپس ہوئے۔'' (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۲، ص:۳۸ تا ۴۳ بتلخیص)

یہاں تک کی کارگزاری حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہٗ کی ذکر کردہ تھی، جو احقر نے تلخیص کے ساتھ پیش کی ہے اور اُس کا حوالہ بھی اُوپر نقل کر دیا گیا ہے، آگے اس ناکارہ کی تحریر ہے اور ذاتی شواہد ہیں:۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۹۵ء: اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی سرپرستی میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، حضرت مولانا احمد لاٹ، حضرت مولانا محمد ابراہیم اور میاں جی محراب وغیرہ بذریعہ طیارہ رائے ونڈ پہنچے، اجتماع میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، حضرت مولانا احمد لاٹ، حضرت مولانا سعید احمد خان، میاں جی محراب،

حضرت الحاج محمد عبد الوہاب، حضرت مفتی زین العابدین، حضرت مولانا محمد احمد بھاول پوری، حضرت مولانا محمد احسان الحق، حضرت مولانا طارق جمیل مدظلہم کے عمومی وخصوصی مجمعوں میں بیانات ہوئے جناب الحاج میاں جی محراب صاحبؒ نے اِختتامی دعا فرمائی۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۹۶ء: اس اجتماع میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی سرپرستی میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، حضرت مولانا احمد لاٹ، حضرت مولانا محمد ابراہیم اور میاں جی محراب وغیرہ بذریعہ طیارہ رائے ونڈ پہنچے، اجتماع میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، حضرت مولانا احمد لاٹ، حضرت مولانا سعید احمد خان، میاں جی محراب، حضرت الحاج محمد عبد الوہاب، حضرت مفتی زین العابدین، مولانا محمد احمد بھاول پوری وغیرہ حضرات کے عمومی وخصوصی مجمعوں میں بیانات ہوئے۔ اجتماع کے کچھ ایام بعد دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے سرپرست حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ کا وِصال ہوگیا۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۹۷ء: اس اجتماع سے کچھ ماہ قبل لسانِ دعوت وتبلیغ اور اس کے سرپرست وروحِ رواں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا وِصال ہو چکا تھا، اس لیے اس سانحہ کا غم تازہ تھا، اسی غم وحزن کی کیفیت میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔

اجتماع رائے ونڈ ۱۹۹۸ء: اس اجتماع کے شروع ہونے سے چند دِن قبل دعوت وتبلیغ کے مرکزی رہنما، فنا فی التبلیغ حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے، اجتماع میں اس غم کی کیفیت واضح رہی، پھر اس کے بعد تبلیغی محنت کو پے در پے دھچکے پہنچتے گئے، تا آں کہ ۲۰۰۴ء میں ملکِ پاکستان اور دعوت وتبلیغ کی بھاری بھرکم شخصیت حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ کی وفات ہوگئی اور ان کے کچھ سالوں بعد مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ظاہر شاہ صاحبؒ بھی رخصت ہوگئے، پھر میاں جی محرابؒ کی وفات ہوگئی، ادھر کراچی کی بڑی شخصیات، الحاج بھائی امینؒ، الحاج بھائی ابراہیم عبد الجبارؒ، بھائی ابراہیم دہلویؒ، بھائی عبد الستار کتھوریاؒ، بھائی واصف منظورؒ وغیرہ ایسی بافیض وباتوفیق شخصیات کے دنیا سے چلے جانے سے اِس کام میں بڑی کمی محسوس ہوئی، لیکن الحمد للہ آج تک اسی نہج اور جذبہ سے جاری ہے جیسے شروع ہوا تھا اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

اجتماع رائے ونڈ ۲۰۰۶ء پہلا مرحلہ: ادھر کچھ سالوں سے مجمع کی زیادتی کی بنا پر رائے ونڈ کے اجتماع کو مشورہ سے دو مراحل میں کر دیا گیا اور پاکستان کے تمام شہروں کو مختلف حلقوں میں تقسیم کر کے آدھوں کا ایک مرحلہ میں اور دوسرے آدھ حصہ کا دوسرے مرحلہ میں اجتماع ہونے لگا۔

۲۰۰۶ء کے اس اجتماع کا پہلا مرحلہ ۸رنومبر کی شام کو عصر سے شروع ہو کر ۹،۱۰ر اور پھر ۱۱ نومبر کی صبح ختم ہوا، ۸رنومبر کو حضرت مولانا محمد احسان الحق، حضرت مولانا محمد ابراہیم ڈیولہ، ۹رنومبر کو حضرت مولانا محمد احمد بھاول پوری، ۱۰رنومبر کو مولانا محمد اسمٰعیل، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، ۱۱رنومبر کو حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی نے بیانات کیے۔

جب کہ دوسرے مرحلہ میں مولانا احمد لاٹ، الحاج محمد عبدالوہاب وغیرہ کے بیانات ہوئے۔ ۱۹۹۸ء سے مستقل اِجتماع کی آخری ہدایت اور دعا حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ فرمانے لگے، جب کہ کلیدی بیان حضرت مولانا محمد سعد صاحب کا ہوتا، اور جب اجتماع دو مرحلوں میں تقسیم ہوا تو یہ طے ہوا کہ ایک کی مولانا زبیر صاحب اور دوسرے کی مولانا سعد صاحب دعا کروائیں گے، لیکن مولانا سعد صاحب نے اپنے حصے کی دعا بھی مولانا زبیر صاحب کے حوالے کر دی چنانچہ دونوں مرحلوں کی دعا مولانا زبیر صاحب فرمانے لگے۔

اجتماع رائے ونڈ ۲۰۰۷ء پہلا مرحلہ: ۸ر کی شام عصر سے شروع ہو کر ۹،۱۰ر اور پھر ۱۱ر نومبر کی صبح ختم ہوا، ۸رنومبر کو مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ، مولانا محمد جمیل مدظلہٗ (امام مسجد رائے ونڈ مرکز)، ۹رنومبر کو حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلہٗ، مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ، مولانا محمد یونس پالن پوری مدظلہٗ، حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ، ۱۰رنومبر کو حضرت مولانا محمد احمد بھاول پوری، حضرت مولانا محمد جمشید علی، ۱۱رنومبر کو حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہٗ کا بیان ہو کر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی ہدایات و دعا ہوئی، پھر مصافحہ ہوا۔

جب کہ دوسرا مرحلہ ۱۵ر کی شام سے شروع ہوا، بعد عصر مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ، بعد مغرب مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ، ۱۶رنومبر کو مولانا محمد احمد بھاول پوری صاحب، ۱۷ر کو مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ اور ۱۸ر کی صبح میاں جی عظمت نے بیانات کیے، پھر دعا ہوئی۔

اجتماع رائے ونڈ ۲۰۰۸ء پہلا مرحلہ: پہلے دن حضرت مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ،

مولانا احمد لاٹ مدظلہٗ اور مولانا محمد احمد بھاول پوری صاحب کے بیانات ہوئے، دوسرے دن حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، مولانا اسمٰعیل صاحب اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب مدظلہم کے دو بیانات ہوئے، ایک عمومی اور دوسرا خصوصی عرب مہمان اور علماء کے حلقے میں جو کہ عربی میں ہوا۔ آخری دن میاں جی عظمت صاحب کی ہدایات ہو کر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کا بیان ہوا اور دعا ہوئی، پھر مصافحہ ہوا۔

جب کہ دوسرے مرحلہ میں مولانا سعد کاندھلوی، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد احمد بھاول پوری اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کے بیانات وہدایات قابلِ ذکر ہیں۔

اجتماع رائے ونڈ ۲۰۰۹ء پہلا مرحلہ: ۵رنومبر کی شام سے شروع ہو کر ۸ر کی صبح کو اِختتام پذیر ہوا، پہلے دن حضرت مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ، حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہٗ کے بیانات ہوئے، دوسرے دن مولانا عبدالرحمٰن (استاذ حدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)، میاں جی عظمت اور مولانا محمد سعد کاندھلوی کے بیانات ہوئے، تیسرے دن مولانا نذر الرحمٰن (نائب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ) اور مولانا محمد احمد بھاول پوری کے بیانات ہوئے، آخری دن حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کا بیان ہوا اور دعا ہوئی، پھر مصافحہ ہوا۔

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کا نکاح کی مجلس سے اہم خطاب (رائے ونڈ اجتماع ۲۰۰۹ء):

دوسرے مرحلہ میں پہلے دن مولانا محمد جمیل اور مولانا سعد کاندھلوی نے بیانات فرمائے، جب کہ دوسرے دن ہی بعد عصر بتاریخ ۱۴/۱۱/۲۰۰۹ء کو حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ نے نکاح کی مجلس سے خطاب فرمایا اور بہت ہی قیمتی نصیحتیں فرمائیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں:

''میرے عزیزو، دوستو، بزرگو اور بھائیو!

جی چاہی پر چلنے والا کبھی کامیاب نہ ہوا ہے، نہ ہو رہا ہے، نہ ہوگا! کیونکہ یہ دنیا جی چاہی پر چلنے کی جگہ نہیں ہے، اوّل تو دنیا کے اندر کسی کی جی چاہی آج تک نہ پوری ہوئی اور نہ ہوگی، اگر ایک آدھ چیز پوری بھی ہوگئی، تو وہ موت پر ختم ہو جائے گی، لیکن آخرت کے اندر ایسا آدمی جس نے اپنی زندگی خواہشات کے پورا کرنے میں اور اپنی من مانی میں گزاری ہو، تو بھائی! ایسا آدمی دنیا کے اندر بھی چاہے دھوکہ میں مبتلا رہے، لیکن آخرت

میں بڑے نقصان میں رہے گا، اس لیے اگر ہم نے اس تھوڑی سی زندگی کو اللہ کے حکموں کے مطابق گزار لیا کہ میرا خالق میرا مالک مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ اور نبی پاک ﷺ نے یہ عمل کس طرح کیا؟ اگر ہم نے اس طرح اپنی زندگی گزاری تو خدائے پاک ہمیں دنیا آخرت میں کامیابی نصیب فرماوے گا۔

اور بھائی اللہ حفاظت فرماوے کہ اب تو ایسے ایسے واقعات اور حوادثات دن بدن پیش آتے چلے جارہے ہیں کہ آدمی گھر سے اچھا خاصا جاتا ہے اور تھوڑی دیر میں لاش گھر پہنچ جاتی ہے اور بعض دفعہ تو لاش بھی نہیں ملتی کہ نہ جانے کہاں گئی، یہ سارے واقعات یہ ہماری بداعمالی اور بے دینی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں پیش آتی ہیں اِنسان کے نکلنے والے اعمال پر، خدائے پاک نے دنیا کی پھیلی چیزوں اور دنیا کے پھیلے ہوئے نقشوں پر کبھی فیصلہ نہیں فرمایا، خدا نے جب بھی فیصلہ فرمایا ہے، حالات کے سدھار کا یا حالات کے بگاڑ کا، وہ اِنسان کے جسم سے نکلنے والے اعمال پر فرمایا۔

آج دیکھ لو پوری دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچی ہوئی ہے؛ ہر جگہ تباہی، ہر جگہ بلا، ہر جگہ آفت، ہر جگہ مصیبت، ہر جگہ پریشانیاں؛ اس کا سبب اس کی وجہ ہم ہی ہیں اور ہمارے اعمال ہیں۔

معاف کرنا بھائیوں! برامت منانا! آج ہماری ضرورتیں ہمارے اُوپر وبالِ جان بنی ہوئی ہیں، جب کسی کی شادی قریب آتی ہے تو کیسے لوگ پریشان ہوجاتے ہیں، کیونکہ اس کے اندر فضول خرچی اور بے جا افراط کرتے ہیں، جس کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے، حالانکہ حدیث پاک میں بتلایا گیا کہ ’’اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤونہ‘‘ بڑا برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچہ کم ہو، آج اسراف اور فضول خرچی کو ہم اپنی ناک کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں کہ اگر ہم اسراف اور فضول خرچی نہیں کریں گے، تو ہماری ناک کٹ جاوے گی! حالانکہ اگر ہم اسی عمل کو سنت کے مطابق کریں، تو خدائے پاک اس کے اندر رحمت و برکت بھی دیں گے اور چین وسکون بھی دیں گے اور اگر خلافِ سنت عمل ہوگا تو نحوست آوے گی، آج دیکھ لو! گھر گھر پریشانیاں اور لڑائیاں ہورہی ہیں، میاں بیوی میں تعلق ختم ہوتا چلا جارہا ہے، لڑائیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں، اِس لیے کہ شیطانی اثرات ہمارے اندر سرایت کیے ہوئے ہیں، بھائی دیکھنے کی چیز دنیاداری اور مال داری نہیں ہے،

دیکھنے کی چیز دین داری اور ایمان داری ہے، دیکھنا یہ ہے کہ لڑکے کے اندر دین داری ہے یا نہیں؟ اگر اس چیز پر رشتے کریں گے تو رحمت اور برکت آوے گی، پھر اولاد بھی نیک ہوگی اور اگر دنیا اور مال و دولت کو دیکھیں گے تو اولاد بھی نافرمانی میں بڑھی ہوئی ہوگی، اللہ ہم سب کی حفاظت فرماوے، یہ جتنے بھی بزرگانِ دین گزرے ہیں یہ اپنے والدین کی دین داری کی وجہ سے بنے ہیں، اولاد کا مسئلہ بہت مشکل ہوتا چلا جارہا ہے، اولاد بے سروپا ہوتی چلی جارہی ہے، اس کی وجہ والدین کی بے دینی ہے، آج ہم یہ سمجھتے ہیں کہ میاں! جیسے چاہو زندگی گزار لو، لیکن ہماری اولاد اچھی نکلے، نہیں بھائی جیسے ماں باپ ہوں گے ویسے ہی اُن کی اولاد ہوگی، اللہ ہم سب کی حفاظت فرماوے اور ہم سب کو معاف فرماوے۔‘‘

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کی اجتماع کی آخری ہدایات (رائے ونڈ اجتماع ۲۰۰۹ء):

دوسرے ہی دن مزید مولانا محمد احمد اور الحاج عبدالوہاب کے بیانات ہوئے، تیسرے دن مولانا عبیداللہ خورشید (بن مولانا جمشید) اور میاں جی عظمت کے بیانات ہوئے، آخری دن حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ نے جن الفاظ میں مجمع کو ہدایات دیں اُس کا خلاصہ یہ ہے:

’’یہ جو باتیں عرض کی جارہی ہیں یہ عمل کے لیے ہیں، آدمی کو فائدہ اور نفع جب ہی ہوتا ہے جب بتلائی ہوئی باتوں پر عمل کرے، بھائیو! ہمارا کوئی وقت ضائع نہ جائے، کوئی لمحہ بے کار نہ جائے، کوئی منٹ غفلت میں نہ گزرے، اپنے اوقات کی حفاظت کرنا بے حد ضروری ہے اور اوقات کی حفاظت یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو مسجد کے ماحول میں رکھے، بازاری ماحول سے اور سڑکوں پر پھرنے سے اپنے آپ کو بچائے، جتنا بازار کے ماحول سے اپنے کو بچائیں گے، جتنا اِدھر اُدھر پھرنے سے اپنے آپ کو بچائیں گے اور مسجد کے اعمال میں وقت گزاریں گے اُتنا ہی فائدہ ہوگا اور زندگی قیمتی بنے گی۔

جتنی مسجدیں اعمال سے آباد ہوتی ہیں تو پھر خدائے پاک کی طرف سے خیر، برکت اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جب مساجد ویران ہوتی ہیں تو خدا کی طرف سے بے برکتی، بلائیں، مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہیں، یہ بازار شیطانی اڈے ہیں اور مسجدیں خدائے پاک کے گھر ہیں۔ اس لیے مساجد میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔‘‘

ہدایات کے بعد حضرت مولانا زبیرالحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اِنتہائی رقت انگیز انداز میں دعا فرمائی۔

اجتماع رائے ونڈ ۲۰۱۰ء پہلا مرحلہ: ۲ر دسمبر سے شروع ہوکر ۵ر کی صبح کو اِختتام پذیر ہوا، پہلے دِن مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ، حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلہٗ اور حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کے بیانات ہوئے، دوسرے دِن حضرت مولانا عبدالرحمٰن مدظلہٗ (استاذ حدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)، حضرت مولانا نذر الرحمٰن مدظلہٗ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی مدظلہٗ کے بیانات ہوئے، تیسرے دن حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلہٗ، مولانا محمد ابراہیم صاحب اور مولانا محمد احمد بھاول پوری صاحب مدظلہٗ کے بیانات ہوئے، آخری دِن حضرت مولانا صاحبزادہ عبید اللہ خورشید صاحب مدظلہٗ نے بیان کیا پھر حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ کا بیان ہوا اور دعا ہوئی، پھر مصافحہ ہوا۔

جب کہ دوسرے مرحلہ میں مولانا محمد سعد، حضرت مولانا زبیرالحسن، مولانا محمد احمد بھاول پوری، مولانا احمد لاٹ اور حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلہٗ کے بیانات قابلِ ذکر ہیں۔

اجتماع رائے ونڈ ۲۰۱۱ء پہلا مرحلہ: ۱۷ر نومبر سے شروع ہوکر ۲۰ر کی صبح کو اِختتام پذیر ہوا، پہلے دِن مولانا نذر الرحمٰن، الحاج عبدالوہاب کے بیانات ہوئے، دوسرے دِن مولانا احمد بھاول پوری، حضرت مولانا زبیرالحسن اور مولانا احمد لاٹ کے بیانات ہوئے، تیسرے دِن مولانا اسمٰعیل، الحاج عبدالوہاب اور مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ کے بیانات ہوئے۔

حضرت مولانا زبیرالحسنؒ کی اجتماع کی آخری ہدایات (رائے ونڈ اجتماع ۲۰۱۱ء):

آخری دن حضرت مولانا زبیرالحسن کاندھلویؒ کا بیان ہوا اور دعا ہوئی، پھر مصافحہ ہوا۔ دعا سے پہلے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع سے مخاطب ہوکر جو فرمایا اُس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

''دعوت کا حاصل:

دعوت کیا ہے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانا، خدائے پاک کی خوشنودی ہم کو حاصل ہو جاوے، خدا کی بڑائی کو بولنا، اُس کی قدرت کو بولنا، اس کے کرتا دھرتا ہونے کو اِتنا بولا جاوے کہ ہمارے دِل کے اندر یہ بات اُتر جاوے، آج مخلوق سے ہونے کا یقین دِل کے اندر اُترا ہوا ہے ہم اُسی کی محنت کرتے ہیں، اگر نہیں ہے تو خدائے پاک کے

ذاتِ عالی سے ہونے کا یقین ہمارے دِل کے اندر نہیں ہے، یہی روگ ہے، یہی مرض ہے، اسی وجہ سے اِنسان پریشانیوں اور خراب حالات کے اندر گھرا ہوا ہے، آج ہمارا اِیمان اِتنا کمزور ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرماوے کہ ذرا ذرا سی بات پر اِیمان کے لالے پڑ جاتے ہیں اور اِیمان اِس وجہ سے ضعیف ہے کہ ہم دعوت نہیں دیتے ہیں، ہم ہر وقت مخلوق کو سامنے رکھتے ہیں اور مخلوق سے ہونے کو بولتے ہیں۔''

جب کہ دوسرا مرحلہ راقم محمد زین العابدین کو خوب یاد ہے کہ میں اس وقت سال پر چل رہا تھا، ۲۴ر نومبر کی شام سے شروع ہوکر ۲۷ر کی صبح کو اِختتام پذیر ہوا، پہلے دن یعنی ۲۴ر نومبر بروز جمعرات بعد عصر مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے استاذ حدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق مدظلہٗ نے بیان فرمایا، بعد مغرب حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلہٗ کا عُمومی مجمع میں خطاب ہوا، اگلے دِن بروز جمعہ بعد فجر حضرت مولانا احمد لاٹ مدظلہٗ، بعد جمعہ مولانا محمد ابراہیم صاحب اور بعد مغرب مولانا محمد احمد بھاول پوری صاحب کے بیانات ہوئے، تیسرے دن بعد نماز فجر حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مخصوص انداز میں دعوت والی محنت کے اسلوب اور طریقہ کار کو کھول کھول کر بیان فرمایا، پھر مجمعِ علماء میں اور بعد ظہر عمومی مجمع میں حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ نے زبردست ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔

حضرت مولانا زبیرالحسنؒ کا ذکر کی مجلس سے خطاب (رائے ونڈ اجتماع ۲۰۱۱ء):

بعد نمازِ عصر نکاح اور مجلسِ ذکر سے حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود طبیعت کی ناسازی کے بیان فرما کر خطبۂ نکاح پڑھا اور ایجاب وقبول کرائے، ذکر کے فضائل کے ضمن میں آپ نے جو بیان فرمایا، اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''خدائے پاک کا ذکر شفاء اور رحمتوں و برکتوں کا ذریعہ ہے

مجمع کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ: کم از کم یہ تین تسبیحات ضرور کرنی چاہیے:

(۱) تیسرا کلمہ (۲) درود شریف (۳) استغفار

اس کا اہتمام کریں گے اور دھیان سے پڑھیں گے، تو اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا تو اللہ ہمارے دِلوں پر سکینہ نازل فرمائے گا۔ ذکر کی پابندی کرنے سے

خدا کی رحمتیں اور برکتیں شاملِ حال ہوتی ہیں، مخلوق کا ذکر کرنے سے بیماریاں اور بلائیں آتی ہیں اور خدائے پاک کا ذکر کرنے سے شفاء آتی ہے، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں جب کہ بلائیں اور مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔''

آخری دن بعد مغرب حضرت الحاج محمد عبد الوہاب صاحب مدظلہٗ العالی نے معرفتِ الٰہیہ سے بھرپور نصیحتیں فرمائیں اور اگلے دن صبح حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدظلہٗ نے ہدایات دیں اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خرابیِ طبیعت کے باعث حضرت الحاج محمد عبد الوہاب صاحب دامت برکاتہم نے لمبی دعا فرمائی۔

اجتماع رائے ونڈ ۲۰۱۲ء: یہ اجتماع نومبر کے وسط میں منعقد ہوا، دونوں مرحلوں میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب مدظلہٗ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ، حضرت مولانا محمد ابراہیم، حضرت مولانا اسمٰعیل، حضرت الحاج محمد عبد الوہاب، حضرت مولانا محمد احمد بہاول پوری، حضرت مولانا نذر الرحمٰن، حضرت مولانا محمد احسان الحق اور حضرت مولانا عبد الرحمٰن ایسے اصحاب کے بیانات ہوئے۔

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کی اجتماع کی آخری ہدایات و دعا (رائے ونڈ اجتماع ۲۰۱۲ء):

دعا و ہدایت حسبِ معمول حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب نے فرمائی، مجمع کو ہدایت دیتے ہوئے جو خطاب فرمایا اُس کی تلخیص نذرِ قارئین ہے:

''دین کی محنت اللہ اپنے چاہنے والوں کو نصیب فرماتا ہے

اگر دنیا کا مقام اللہ کی نظر میں تھوڑا سا بھی ہوتا تو اللہ اپنے نہ ماننے والے کو ایک گھونٹ پانی (تک) بھی مرحمت نہ فرماتا۔ دنیا سب کو مل جاتی ہے لیکن موت پر دنیا چھوٹ جاتی ہے، دین اور دین کی محنت خدائے پاک اپنے چاہنے والے کو عطا فرماتا ہے اور بھائی دین سیکھنے سے آتا ہے اور آج ہم دنیا کی چیزوں کو سیکھتے ہیں لیکن دین کو سیکھنے سے ہم غفلت برتتے ہیں، دین پر چلنے میں ہم سستی کرتے ہیں، یہ ہمارا اپنی جانوں پر بہت بڑا ظلم ہے، گویا ہم اپنے لیے کانٹے بو رہے ہیں۔ اللہ نے ہمیں دین سیکھنے کے لیے اور اللہ نے اپنا ماننے اور قرب حاصل کرنے کے لیے ایک آسان راستہ دیا ہے یہ دعوت والا عمل اسی وجہ سے ہے، تاکہ ہمارا خدائے پاک کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاوے۔ اللہ جل شانہٗ وعم

نوالہٗ کے ساتھ قرب حاصل ہو جاوے۔''

پھر آپ نے ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی:

''اے اللہ دنیا میں اسلام کا بول بالا فرما، اے اللہ دنیا میں دین کی ہوائیں چلا دے، اے اللہ ہماری خطاؤں اور سیاہ کاریوں کو معاف فرما دے، اے اللہ تو ہمارا بن جا اور ہمیں اپنا بنا لے، اے اللہ ہمارے گناہوں اور بداعمالیوں پر درگزر فرما دے، اے اللہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے والا بنا دے، اے اللہ ہمیں رسول کریم ﷺ کی سنت مبارک کی پیروی کرنے والا بنا دے، آنحضور ﷺ کے طریقے پر چلنے والا بنا دے، اے اللہ! اسلام پر چلنے والا بنا دے، اے اللہ ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرما دے، ہمارے ساتھ خیر والا امن والا معاملہ فرما، مسلم ملکوں کو امن کا گہوارہ بنا دے، ہمارے ملک کو اسلامی ملک بنا دے، یا اللہ عالم اسلام کو سربلندی عطا فرما، پاکستان میں امن اور سلامتی عام فرما۔ ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے ہمارے سروں پر جو آفتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہیں اُن کو اپنی رحمت سے ٹال دے، ہمارے حکمرانوں کو بھی دین کی خدمت کرنے والا بنا دے۔ یا اللہ رحم فرما دے اور ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما دے، اے اللہ ہمارے دلوں کو جوڑ دے اور ہمیں جنگوں سے نجات عطا فرما دے۔ یا اللہ گمراہی کی دلدل میں پھنسی اُمت کو نکال دے، مصائب و آلام میں جکڑی انسانیت کو ہدایت نصیب فرما، اے اللہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔''

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر امارت اکثر ہونے والے اجتماعاتِ رائے ونڈ میں ملکِ عزیز کے جید اکابر بالخصوص حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا محمد حسن جانؒ، حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ، حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ، حضرت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزّاق اسکندر، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا محمد ازہر جب کہ بعض مرتبہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی تقی عثمانی، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا محمد زرولی خان، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مفتی خالد محمود و مولانا زبیر صدیقی وغیرہ بھی شریک ہوتے رہے ہیں اور حضرت مولانا زبیر الحسنؒ سے خصوصی ملاقاتیں کرتے رہے ہیں۔

اجتماع رائے ونڈ۲۰۱۳ء پہلا مرحلہ: ۳۱/اکتوبر سے شروع ہوکر ۳/ کی صبح کو اِختتام پذیر ہوا، پہلے دن حضرت مولانا نذر الرحمٰن مدظلۂ (نائب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ)، حضرت مولانا احمد لاٹ مدظلۂ کے بیانات ہوئے، دوسرے دن حضرت مولانا اسمٰعیل گودھرا صاحب مدظلۂ، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب مدظلۂ کے بیانات ہوئے اور تیسرے دن جناب شوکت علی صاحب کا بیان ہوکر بعد عصر حضرت مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح اور ذکر کے فضائل بیان فرمائے، پھر بعد مغرب حضرت مولانا محمد احمد بھاولپوری کا بیان ہوا۔

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کی اجتماع میں اختتامی دعا (رائے ونڈ اجتماع ۲۰۱۳ء):

آخری دن صبح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا آپ نے مجمع کو ہدایات دیں اور دعا ہوئی۔ آپ نے دعا ان الفاظ کے ساتھ فرمائی:

دعائیہ کلمات: اے اللہ اِیمان میں ترقی نصیب فرما، اے اللہ اِیمان پر ثابت قدم فرما، اے اللہ ہمارے اِیمانوں کی حفاظت فرما، اے اللہ ہمیں عملوں کا شوق نصیب فرما، اے اللہ بھلے اعمال کرنے والا بنادے، اے اللہ برے اعمال سے تو ہمیں بچادے، اے اللہ نمازوں کا اہتمام کرنے والا بنادے، اے اللہ نمازوں میں خشوع وخضوع نصیب فرمادے، اے اللہ علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمادے، اے اللہ اپنا ذکر کرنے والا بنادے، یا اللہ اپنی ذاتِ عالی سے تعلق نصیب فرمادے، اے اللہ اپنا دھیان دِلوں میں پیدا فرمادے، اے اللہ ہر ذی حق کے حق کو پہچاننے کی اور پھر اُسے پہچان کر ادا کرنے کی پوری پوری توفیق نصیب فرمادے، اے اللہ حقوق کو ضائع کرنے سے تو ہماری حفاظت فرمادے، اے اللہ ہمیں اِخلاص نصیب فرمادے، اے اللہ تو ہم سے راضی ہوجا اور ہمیں اپنے سے راضی فرمادے اور اے اللہ اپنے ناراضگی والے کاموں سے تو ہماری حفاظت فرمادے، اے اللہ تو ہمارا بن جا اور ہمیں اپنا بنادے، اے اللہ غیروں کی محتاجگی سے ہماری حفاظت فرمادے، یا اللہ اپنی ذاتِ عالی کے ساتھ تعلق نصیب فرمادے، اے اللہ نفس و شیطان کے پھندے میں پھنسنے سے تو ہماری حفاظت فرمادے، اے اللہ اپنے حکموں پر چلنے والا بنادے، اے اللہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی اور سچی محبت نصیب فرمادے، اے اللہ اتباعِ کامل کی دولت مرحمت فرمادے، اے اللہ ہماری بود و باش کو اور

اے اللہ ہمارے رہن سہن کو اور اے اللہ ہماری شکل وصورت کو اور اے اللہ ہمارے لباسوں کو، اے اللہ ہمارے ہر ہر عمل کو نبی پاک علیہ السلام کے طریقے پر کرنے والا بنا دے، اے اللہ غیروں کے طریقوں سے ہم سب کی حفاظت فرمادے، اے اللہ کرم کا معاملہ فرما، اے اللہ رحم کا معاملہ فرما، اے اللہ فضل کا معاملہ فرما، اے اللہ تو ہی حبیب ہے، تو ہی نصیر ہے، تو ہی کریم ہے، اے اللہ ہم تیرے کرم کے محتاج ہیں، اے اللہ ہم تیرے فضل کے محتاج ہیں، اے اللہ اپنا فضل شامل حال فرمادے، اے اللہ اُمت کو ہدایت والے راستے پر ڈال دے، اے اللہ گمراہی والے راستے سے پوری اُمت کی حفاظت فرمادے، اے اللہ پوری اِنسانیت پر فضل فرمادے، اے اللہ یہ پوری اِنسانیت جو تباہی کے راستے پر چلی جارہی ہے، اے اللہ اس پر اپنا کرم وفضل فرمادے، اے اللہ نجات والے راستے پر ڈال دے۔ (آمین)

جب کہ دوسرے مرحلہ میں پہلے دن بعد مغرب حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلۂ، دوسرے دن بعد فجر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلۂ، بعد جمعہ مولانا اسمٰعیل صاحب، بعد عصر حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب مدظلۂ، بعد مغرب حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم، تیسرے دن بعد فجر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلۂ، بعد ظہر جناب شوکت علی صاحب کے بیانات ہوئے، بعد عصر نکاح کی مجلس سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرما کر خطبہ پڑھا اور ایجاب وقبول کروائے، بعد مغرب حضرت مولانا محمد احمد بھاولپوری صاحب مدظلۂ نے بیان فرمایا، جب کہ آخری دن بعد فجر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب مدظلۂ نے بیان فرمایا، بعد ازاں مولانا عبدالرحمٰن مدظلۂ نے اِبتدائی ہدایات شروع فرمائیں پھر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مستعار کے آخری سالانہ عالمی رائے ونڈ اجتماع کی ہدایات بیان فرمائیں اور دعا فرما کر اجتماع کو ختم فرمایا۔ (آپ کا آخری مکمل بیان اور دعا ان شاءاللہ آئندہ صفحات میں پیش کریں گے)۔ اس وقت عام لوگوں کو شاید اس کا خیال واحساس بھی نہ ہوا ہو کہ جس مردِ مؤمن کے سوزِ دروں اور دردِ نایافت کی برکت سے یہ گھنی چھاؤں ملی ہوئی ہے وہ بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔

ایک عہد تھا جو گزر گیا   ایک سائباں تھا جو بچھڑ گیا

بنگلہ دیش کے سالانہ اجتماعات:

یہاں سے پھر حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب کا ذکر کردہ خاکہ پیش کیا جارہا ہے:

''۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا اور اس کے دو بازو مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان قرار دیئے گئے، تقریباً چوبیس سال بعد مشرقی پاکستان ایک خونی اِنقلاب کے بعد بنگلہ دیش بن گیا اور اس طرح دنیا کے نقشہ پر ایک نیا ملک وجود میں آ گیا، قیامِ پاکستان کے موقع پر بہت سے حضرات جو دعوت وتبلیغ سے واقف اور تجربہ کار تھے پاکستان منتقل ہو گئے تھے، ان کی شدید خواہش تھی کہ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب یہاں (بنگلہ دیش) تشریف لاکر کام کا جائزہ لیں اور اس ملک میں کام کے پختہ اور مزید تقویت پہنچانے پر غور وفکر کریں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب وغیرہ حضرات کے وہاں کے اسفار شروع ہوئے اور وہاں ابتدا میں تین مراکز قائم ہوئے: ① ککرائل۔ ② چاٹ گام۔ ③ کھلنا۔ ان مراکز میں جماعتوں کی مسلسل آمد ورفت کا نظم بنایا گیا اور کام کو صحیح نہج پر باقی رکھنے کے لیے پرانے کام کرنے والے واقف حضرات کی ترتیب قائم کی گئی، عُمومی اور عوامی محنت کے علاوہ حجاج کرام میں بھی خصوصی طور پر محنت ہوئی، جس کے لیے باقاعدہ ایک ترتیب قائم کی گئی، بندرگاہ چاٹ گام سے جانے والے حجاج میں تبلیغی جماعتوں نے بڑی محنت کی۔ چنانچہ ہر جہاز کی روانگی سے پندرہ یوم قبل جماعتیں یہاں پہنچ کر اپنی محنت شروع کردیا کرتی تھیں، یہاں قائم ہونے والا حجاج کیمپ دوسرے کیمپوں کے مقابلہ میں نسبۃً بڑا تھا، اس لیے ایک ایک وقت میں یہاں پانچ پانچ ہزار حاجی مقیم رہتے تھے، جن کی جماعت بندی ہوکر ایک ایک امیر اُن پر متعین ہو جایا کرتا تھا۔

پھر گزشتہ کئی سالوں سے ایک عالمی سالانہ اجتماع ڈھاکہ سے متصل علاقہ ''ٹونگی'' میں منعقد ہوتا آرہا ہے اور میدانِ عرفات کے اجتماع کے بعد یہ اور رائے ونڈ کا اجتماع اسلامیان عالم کے سب سے وسیع اور عظیم اجتماعات ہیں، ان تبلیغی اجتماعات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ لاکھوں لاکھ بندگانِ خدا کی پنج وقتہ نمازوں کے لیے سنت سے زیادہ سے قریب ہونے کے طریق پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کا اِستعمال بالکل نہیں کیا جاتا بلکہ کئی سو کی تعداد میں

اذان اور تکبیر دینے والے افراد متعین کر کے پہلے ان کی عملی تربیت کی جاتی ہے اور صحیح الفاظ و حروف کی ادائیگی کی مشق ان سے کرا کر پورے اجتماع گاہ میں چھوٹے چھوٹے چبوتروں پر مناسب فاصلہ سے ان کو متعین کردیا جاتا ہے اور پھر یہ سب امام کی آواز کے ساتھ تکبیرات کہتے ہیں۔''

ہماری معلومات کے مطابق حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۸ء سے اِس اِجتماع میں شرکت شروع کی تھی، چنانچہ مولانا محمد شاہد سہارنپوری صاحب کا ذکر کردہ ایک اِجمالی خاکہ اِختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے:

''اجتماع ڈھاکہ ۱۹۷۸ء: یہ اجتماع اپریل کے مہینہ میں منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ؛ حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت پالن پوریؒ، مولانا احمد لاٹ وغیرہ کی ہمرکابی میں دہلی سے براہ کلکتہ روانہ ہوئے، اگلے دن صبح ہاوڑہ اسٹیشن پہنچے تو اِستقبال کرنے والوں میں حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی اور حضرت قاری محمد طیب بھی شامل تھے۔

یکم اپریل سے سہ روزہ سالانہ اجتماع شروع ہوا، حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا سعید احمد خانؒ، حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ، حضرت مولانا عبد العزیز صاحب کھلنوی، حضرت مولانا علی اکبر، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ اور قاری ظہیر احمد صاحب کے بیانات ہوئے حضرت جی کی دعا پر اجتماع ختم ہوا۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۷۹ء: یہ اجتماع ۱۳/۱۴/۱۵/جنوری کو منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ؛ حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، مولانا سعید احمد خانؒ، مولانا محمد ابراہیم وغیرہ کی ہمرکابی میں دہلی سے براہ کلکتہ روانہ ہوئے اور اجتماع میں شریک ہوئے۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۸۰ء: یہ اجتماع فروری کے مہینہ میں منعقد ہوا، حضرت مولانا زبیر الحسن؛ حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کی سرپرستی اور مولانا عمر پالن پوریؒ، میاں جی محرابؒ، مولانا احمد لاٹ اور مولانا اسمٰعیل وغیرہ کی ہمرکابی میں دہلی سے براہ کلکتہ روانہ ہوئے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

''۱۰؍ربیع الاوّل کی صبح سات بجے حافظ کرامت اللہ صاحب کی گاڑی میں نظام الدین سے اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، ساڑھے آٹھ بجے گاڑی روانہ ہوئی، راستہ میں خورجہ، علی گڑھ، کانپور، اِلٰہ آباد، مغل سرائے بردوان پر بہت سے احباب حضرت جی مدظلہٗ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور دعا ومصافحے ہوئے۔

بدھ ۱۱؍ربیع الاوّل میں صبح ساڑھے سات بجے ہاوڑہ اسٹیشن پر اُترے، بہت بڑا مجمع تھا حضرت جی مدظلہٗ دعا کرا کر مرکز کولوٹولہ روانہ ہوئے۔ جمعرات ۱۲؍ربیع الاوّل میں بعد فجر مولانا احمد لاٹ صاحب کا اور بعد ظہر مولوی اسمٰعیل گودھرا کا بیان ہوا، بعد نماز عصر حضرت جی مدظلہٗ نے نکاحوں پر بیان کر کے ایجاب وقبول کرائے۔ بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا، بعد مغرب حضرت جی مدظلہٗ نے بیان فرمایا دعا کی اور جماعتوں سے مصافحے کیے۔''

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ مزید مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کو لکھتے ہیں:

''محبّ محترم عزیز مکرم میرے پیر بھائی مولوی محمد شاہد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے تم بخیر ہو، الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں۔ ہم لوگ ۲۹؍جنوری منگل کی صبح کو دہلی سے بذریعہ ریل روانہ ہو کر ۳۰؍جنوری بدھ کی صبح کو بخیریت کلکتہ اسٹیشن پر اُترے، حضرت مفتی محمود حسن صاحب مدظلہٗ اسٹیشن پر موجود تھے ملاقات ہوئی، بہت خوش ہوئے اور ماشاء اللہ اچھی آنکھ بنی، دکھائی بھی پہلے کی بنسبت اچھی طرح دینے لگا، اس پر مزید یہ کہ ہمارے ہی ساتھ اسی جہاز میں بنگلہ دیش بھی تشریف لائے ہیں، صبح کو نو بجے سے شام کو مغرب بعد تک یہاں ہمارے پاس بلکہ میری ہی چارپائی پر آرام فرما ہوتے ہیں اور مغرب بعد یہاں سے ۱۲؍میل کے فاصلہ پر شہر تشریف لے جاتے ہیں، تقریباً پندرہ یوم یہاں قیام رہے گا اور یہاں کے احباب اور علماء کی درخواست پر مختلف مقامات پر تشریف لے جانے کا بھی اِرادہ فرما رہے ہیں، ہم لوگ ۱۲؍فروری منگل کی دوپہر کو ڈیڑھ بجے کے جہاز سے سیدھے دہلی ان شاء اللہ العزیز روانہ ہو جائیں گے۔ پاکستان سے قاضی صاحب، بھائی محمد افضل صاحب بھی اِجتماع میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے تھے کل منگل کی دوپہر کو واپس کراچی تشریف لے گئے۔ بنگال کے مولوی شوکت علی کے ہمراہ مولانا حبیب اللہ کا

محبت نامہ بلکہ خوشیوں سے لبریز مسرت نامہ ملا، جس میں اُنہوں نے مسرتوں سے بھرپور یہ خبر تحریر فرمائی کہ ۲۴؍جنوری جمعرات کو بعد مغرب میرے حضرت نے تم کو بھی اِجازت مرحمت فرمادی، مبارک، مبارک، صد الف مبارک، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

خط پڑھتے ہی میں نے حضرت جی مدظلہٗ، حضرت مفتی محمود حسن مدظلہٗ اور مفتی زین العابدین صاحب کو یہ خوش خبری سنادی تھی۔ سب بہت خوش ہوئے اور بہت ہی دعائیں دیں، بھائی میرے واسطے بھی بہت بہت دعا کرنا کہ بہت ہی نکما اور ناکارہ ہوں، آج کل تم بہت ہی متوجہ الی اللہ ہوگے اور بہت ہی تم پر عاجزی اور گریہ طاری ہوگا، اس لیے مکرر لکھتا ہوں کہ میری صلاحیت اور قابلیت اور کچھ مل جائے اس کی بہت ہی بہت دعا کرنا۔

میرے حضرت اقدس سیدی ومولائی کی خدمت بابرکت میں بہت ہی مؤدبانہ دست بستہ سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست کردینا۔ فقط محتاج دعا

محمد زبیر الحسن غفرلہٗ۔ ڈھاکہ ۶؍فروری ۸۰ء چہارشنبہ

واضح رہے کہ اس موقع پر مولانا محمد شاہد مدینہ منوّرہ حضرت شیخؒ کی خدمت میں تھے۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۸۱ء: یہ اجتماع جنوری کے مہینہ کی ۲۴؍۲۵؍۲۶؍کی تواریخ میں منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ؛ حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ وغیرہ کی ہمرکابی میں دہلی سے براہ کلکتہ روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب حضرت شیخؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں اجتماع کے تفصیلی حالات، عربوں کے تأثرات اور حضرت جی کی ذاتی کیفیات کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں:

''ہم لوگ ۲۰؍جنوری کی صبح کو دہلی سے بذریعہ ریل روانہ ہو کر ۲۱؍جنوری کی صبح کو کلکتہ پہنچے۔ ایک شب قیام کے بعد ۲۲؍جنوری کی شام کو بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانہ ہوئے، عشاء کے قریب اجتماع گاہ پہنچے۔ ۲۴؍۲۵؍۲۶؍جنوری ہفتہ، اِتوار، پیر تین دن خوب زوردار اجتماع ہوا، اس سال مجمع ہر سال سے زیادہ بتلایا جاتا ہے، مجمع کا اندازہ تقریباً بارہ لاکھ اور دعا کے وقت چودہ لاکھ کا بتایا جاتا ہے۔ اجتماع کے دوران ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ اِجتماع میں تشریف لائے اور ایک جماعت سے پرچہ لیا اور اس جماعت کے نام ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ میرا کام ہے، اس خواب دیکھنے

والے نے قدم بوسی کی درخواست کی اوراس کواس سعادت سے نوازا۔اس اجتماع میں بیانات بھی خوب نرالے ہوئے اور عجیب سکون سکینت تھی، حضرت جی مدظلہٗ نے بھی ڈھائی گھنٹے کے قریب مغرب بعد ایمان پر بہت ہی عجیب انداز میں بیان فرمایا۔عرب حضرات، حضرت جی مدظلہٗ کے بیان سے خوب متأثر ہوئے اور دعا کے وقت تو عجیب ہی حالت تھی، مجمع خوب ہی دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا، حضرت پر بھی خوب رقت تھی، ۲۷/ ۲۸/ ۲۹/جنوری منگل، بدھ، جمعرات ڈھاکہ ہی میں قیام رہا اور مختلف مسائل پر مختلف حضرات کے مشورے ہوتے رہے۔

۳۰/جنوری جمعہ کا دن گزار کر رات کو ریل سے نواکھالی جانا ہوا، وہاں پر دن بخیریت گزرا، مگر رات کو بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بیچ میں اس قدر شدید بارش اور اتنا موسلا دھار پانی پڑا کہ الامان والحفیظ۔ اگلا شنبہ کا دن بھی بارش میں گزرا۔ اس پر مختلف مساجد میں مقررین کو بھیج کر بیانات کرائے گئے، رات کو مغرب بعد بڑی جامع مسجد میں مولانا محمد عمر صاحب کا ڈھائی گھنٹے بیان ہوا، اس کے بعد حضرت جی مدظلہٗ کا بیان دعا اور تودیع جماعات ہوئیں۔ دس بجے اسٹیشن پر پہنچے اور ساڑھے دس بجے بذریعہ ریل نواکھالی سے روانہ ہوکر ۲/فروری پیر کی صبح بخیریت واپس ڈھاکہ پہنچے۔''

(اقتباس مکتوب حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۸۲ء: یہ اجتماع جنوری/فروری کے مہینہ میں منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ؛ حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کی سرپرستی اور حضرت پالن پوریؒ، میاں جی محرابؒ، مولانا احمد لاٹ وغیرہ کی ہمرکابی میں دہلی سے براہ کلکتہ روانہ ہوئے۔ جب کہ پاکستان سے مفتی زین العابدینؒ، حاجی عبدالوہابؒ اور بھائی ابراہیم عبدالجبار شریک ہوئے۔

اس اجتماع میں نماز جمعہ کی امامت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔اس موقع پر مولانا شاہد صاحب (حضرت شیخؒ کی خدمت میں مدینہ منوّرہ میں مقیم تھے) کو جو خط حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ نے لکھا تھا وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! یہ تو تم نے سن ہی لیا ہوگا کہ ہم لوگ ۲۵/

جنوری سے دہلی سے نکلے ہوئے ہیں، ۲۶/۲۷/جنوری کو کلکتہ میں قیام کرتے ہوئے ۲۸/جنوری جمعرات کو بنگلہ دیش ڈھاکہ پہنچے، اجتماع الحمد للہ بہت ہی اچھا رہا، ہر سال سے زیادہ مجمع بتلایا جاتا ہے، لوگوں کا اندازہ ۱۲/۱۳/لاکھ کا ہے، دعا کے وقت صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب بھی آئے تھے، اسٹیج سے نیچے میدان میں بیٹھے بہت خوش رہے اور خوب دھیان سے حضرت جی مدظلہٗ کی تقریر سنی، جمعہ کے دن شام کو سلہٹ جاکر آج پیر کی صبح کو بخیریت ٹکرائل واپسی ہوئی، کل منگل کے دن ۱۲/بجے دوپہر کے جہاز سے ان شاء اللہ دہلی کے لیے روانگی ہے، دعا کرتے رہنا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مجھے بھی نوازے، اسی وقت مولانا سعید احمد خان صاحب تشریف لے جارہے ہیں ان کے ہمراہ یہ پرچہ صرف دعا اور صلوٰۃ وسلام کی غرض سے تحریر کررہا ہوں، الحمد للہ حضرت جی مدظلہٗ کی طبیعت بھی بہت اچھی ہے، اور خوش وخرم ہیں، اگر موقع ملے اور سہولت سے ممکن ہو تو نانے ابا جی کی خدمت میں بھی بہت بہت سلام عرض کردیں۔فقط محمد زبیر الحسن، ۸/فروری ۱۹۸۲ء از ڈھاکہ''۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۸۳ء: یہ اجتماع جنوری کے مہینہ میں منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ؛ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ، کی ہمرکابی میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ جب کہ پاکستان سے حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ، حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہٗ العالی اور سعودیہ سے حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ تشریف لائے۔نماز جمعہ کی امامت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ نے فرمائی۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۸۴ء: یہ اجتماع جنوری کے مہینہ میں منعقد ہوا، مولانا زبیر الحسن صاحبؒ؛ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ وغیرہ کی ہمرکابی میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۹۳ء: یہ اجتماع جنوری کے مہینہ میں منعقد ہوا، اس اجتماع سے ایک ماہ قبل بابری مسجد کی شہادت کا حادثۂ عظیمہ پیش آچکا تھا اور ہندوستان کی پوری فضا مسموم تھی، اس لیے مشورہ سے اس مرتبہ یہ پورا سفر بذریعہ طیارہ کیا گیا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ؛ حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، مولانا سعد، مولانا

احمد لاٹ، مولانا شاہد اور مولانا محمد بن سلیمان کی ہمرکابی میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۹۴ء: یہ اجتماع جنوری کے مہینہ میں منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ؛ حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی، مولانا شاہد، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان کی ہمرکابی میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ جب کہ پاکستان سے مفتی زین العابدینؒ تشریف لائے۔

اجتماع ڈھاکہ ۱۹۹۵ء: یہ اجتماع جنوری کے مہینہ میں منعقد ہوا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ؛ حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، مولانا محمد سعد کاندھلوی، مولانا محمد شاہد، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان کی ہمرکابی میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ جب کہ پاکستان سے مولانا محمد احمد بھاول پوری تشریف لائے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور بعد عصر مجمع عام سے خطاب بھی فرمایا۔ (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۲، ص:۴۵۹ تا ۵۱۴ بتلخیص)

شوریٰ کی ذمہ داری آنے کے بعد سے تا وفات آپ ڈھاکہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت فرماتے رہے، اور عموماً اجتماع کے دوسرے دن بعد عصر نکاح کی مجلس میں آپ کا بیان ہوتا اور ایجاب وقبول کرواتے، پھر آخری ہدایت کے بعد آپ کی رقت انگیز دعا کے ساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوتا۔ جب کہ حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کا کلیدی بیان ہوتا۔

اب پاک وہند اور بنگلہ کے علاوہ بیرونی ممالک کی حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم کی ذکر کردہ کارگزاری پیش کی جاتی ہے:

اجتماع سری لنکا ۱۹۷۳ء: یہ اجتماع ۱۱؍۱۲؍اگست کو منعقد ہوا، اس میں حضرت مولانا زبیر الحسنؒ، حضرت جیؒ کی سرپرستی اور مولانا ہارون کاندھلویؒ کی ہمرکابی میں شریک ہوئے، پاکستان سے بھائی بشیرؒ، بھائی ابراہیم عبدالجبارؒ اور بھائی محمد عبدالوہاب تشریف لائے تھے۔

اجتماع سری لنکا ۱۹۷۹ء: یہ اجتماع ۱۰؍۱۱؍فروری کو منعقد ہوا، اس میں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ، حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت پالن پوریؒ، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب اور مولانا محمد بن سلیمان جھانجی کی ہمرکابی میں شریک ہوئے۔

اجتماع سری لنکا ۱۹۸۳ء: یہ اجتماع ۱۳؍مئی کو منعقد ہوا، اس میں مولانا زبیر الحسنؒ،

حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت پالن پوریؒ، مولانا احمد لاٹ، مولانا شاہد اور مولانا محمد بن سلیمان کی ہمرکابی میں شریک ہوئے جب کہ پاکستان سے مفتی زین العابدینؒ تشریف لائے۔

ماریشیس اور افریقہ کے متعدد ممالک کا سفر: حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کا حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ اور بھائی بشیر وغیرہ کی معیت میں ۳۰؍مارچ ۱۹۷۹ء کو دہلی سے بمبئی کا سفر ہوا، پھر ماریشیس پہنچے، وہاں سے ری یونین، جنوبی افریقہ، ملاوی، زامبیا، کینیا کے بعد آخری پڑاؤ سوڈان میں تھا۔ سوڈان کے اجتماع کے اختتام پر ۳؍مئی کو سعودیہ روانہ ہوگئے اور عمرہ کی سعادت حاصل کی حضرت شیخ کے روزنامچہ میں ہے:

''آج ظہر بعد حضرات نظام الدین مولانا محمد انعام الحسن ومولوی محمد عمر ومولوی محمد زبیر الحسن اور اہل رائے ونڈ بھائی محمد بشیر، بھائی محمد افضل وغیرہ سوڈان سے جدہ پہنچے''۔

سفر انگلینڈ، امریکہ، کینیڈا اور پاکستان: یہ سفر ۱۷؍جون ۱۹۸۰ء سے شروع ہوا، اس سفر میں مولانا زبیر الحسنؒ، حضرت جیؒ کی سرپرستی اور حضرت پالن پوریؒ، مولانا احمد لاٹ، مولانا یونس پالن پوری اور مولانا محمد بن سلیمان کی معیت میں شریک ہوئے۔ پہلے انگلینڈ کے ڈیوزبری اجتماع میں شرکت ہوئی، پھر امریکہ کے ڈیربورن میں اجتماع تھا وہاں پہنچے، برطانیہ اور امریکہ کے سفر کی روداد مولانا زبیر الحسنؒ نے امریکہ سے حضرت شیخ کو لکھی تھی جو ہمیں احوال و آثار کے مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ نمبر سے ملی ہے، ان کے شکریہ کے ساتھ نقل کی جاتی ہے:

''۱۷؍جون کی رات کو ۱۲؍بجے نظام الدین سے حضرت جی مدظلہ کی زیر امارت قافلہ روانہ ہوا، ۲؍بجے پان امریکن طیارہ سے روانہ ہوئے، ساڑھے تین گھنٹے میں بعافیت مطار پر اُترے، مطار کی مسجد میں نماز فجر ادا کی، ایک گھنٹہ بعد اسی طیارہ سے روانہ ہوکر سات گھنٹے میں جرمن کے مطار پر اُترے ایک گھنٹہ جہاز کھڑا رہا، وہاں سے ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کے بعد بخیریت لندن کے مطار پر اُترے، وہاں قاضی عبدالقادر صاحب، مفتی زین العابدین صاحب، بھائی عبدالوہاب، بھائی افضل، مولانا سعید احمد خاں اور بہت سے احباب موجود تھے، سب سے ملاقات اور دعا کے بعد مختلف گاڑیوں میں مرکز کی مسجد میں اللہ پاک نے بخیریت پہنچا دیا۔ دہلی سے لندن تک کا یہ سفر تقریباً ۱۴؍گھنٹے کا رہا۔

۱۸؍جون سے ۲۶؍جون تک لندن میں قیام رہا، وہاں کا اجتماع اور وہاں کا قیام

الحمد للہ اچھا رہا، ڈیوز بری میں قیام رہا، اندازہ سے زیادہ مجمع آیا اور خوب افراد راہِ خدا میں نکلے۔لندن کے اجتماع کے موقع پر ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ مسجد کے اُوپر صحن میں گنبد کے قریب حضرت نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے ہیں اور اجتماع کو دیکھ کر اور اس کے پنڈال کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہے ہیں اور بہت ہی دعائیں دے رہے ہیں، ۲۶/ جون کو لندن سے بذریعہ طیارہ روانہ ہوکر ۳/ گھنٹے نیویارک اڈے پر گزار کر ظہر کی نماز پڑھ کر اسی طیارہ سے ایک گھنٹہ کی پرواز کے بعد اجتماع کی جگہ ڈیرائٹ پہنچے، یہاں بھی انتظام اور مجمع خوب ہے۔کل ۳۰/ جون کو دعا اور جماعتوں کا مصافحہ ہوگا، اس کے بعد ۴/ جولائی کو کناڈا، ٹورنٹو اور وہاں سے پھر نیویارک، ۲/ یوم قیام کے بعد ۸/ جولائی کو لندن اور ۹/ جولائی کو کراچی اور ۱۰/ کو ان شاء اللہ حضرت کے قدموں میں فیصل آباد حاضری کا اِرادہ ہے۔اللہ خیر و عافیت کے ساتھ حضرت کی زیارت اور ملاقات سے سرفراز فرمائے۔

یہاں کے اجتماع میں ہر چہار طرف اور تقریباً پندرہ بیس ملکوں کے پرانے اور اچھے ذمہ دار آئے ہوئے ہیں، جس کی بنا پر یہاں کے دورہ کو حضرت جی مدظلہٗ نے ملتوی فرما کر یہ پورا ہفتہ اسی اجتماع کی جگہ قیام تجویز فرمایا۔اللہ خیر فرمائے آسان فرمائے''۔

(سہ ماہی احوال و آثار کاندھلہ، اشاعت خاص حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی خاص نمبر ص:۳۰۴)

اس کے بعد کینیڈا میں تبلیغی مصروفیات سے نمٹتے ہوئے ۹/ جولائی کو دارالعلوم فیصل آباد پاکستان حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ کے یہاں پہنچے، جہاں حضرت شیخ اعتکاف کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے، یہاں دو روز قیام کے بعد دہلی واپسی ہوئی۔

سفر انگلینڈ، بیلجیم، فرانس، اردن اور سعودی عرب: یہ سفر ۱۲/ مئی ۱۹۸۲ء سے شروع ہوا، اس میں حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی سرپرستی اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ و مولانا احمد لاٹ صاحب کی معیت میں شریک ہوئے۔

سفر انگلینڈ ۱۹۹۴ء: جون کے مہینہ میں ڈیوز بری کا اجتماع تھا اس میں مولانا زبیر الحسنؒ، حضرت جیؒ کی سرپرستی اور مولانا عمر پالن پوریؒ، مولانا محمد شاہد، مولانا محمد سعد کاندھلوی اور مولانا محمد بن سلیمان جھانجی وغیرہ کی معیت میں شریک ہوئے۔اجتماع کے دوران آنے والی نماز جمعہ کی امامت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ نے فرمائی اور بعد عصر نکاح کے ایجاب و قبول بھی کروائے۔

سفر بنگلہ دیش، تھائی لینڈ اور سنگاپور: جنوری ۱۹۸۴ء کے ڈھاکہ سالانہ اجتماع میں شرکت کے بعد، بنکاک تھائی لینڈ پہنچے، وہاں کی تبلیغی مصروفیت سے فراغت پر یالا روانگی ہوئی جہاں سہ روزہ اجتماع تھا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

''یالا کے اجتماع میں شرکت کے لیے ۲/ فروری جمعرات کی دوپہر میں ریل سے روانہ ہوکر ۳/ فروری جمعہ کی صبح ۱۱/ بجے یالا اسٹیشن پر اُتر کر سیدھے اِجتماع گاہ پہنچے، جمعہ فوجی کیمپ کی چھوٹی مسجد میں پڑھا، جس کا خطبہ مقامی امام صاحب نے پڑھا اور نماز کی امامت بندہ نے کی۔بعد جمعہ مولانا احمد لاٹ صاحب کا، بعد عصر مولوی سلیمان کا اور بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا، یہ تمام بیانات اردو میں ہوئے اور ملائی و تھائی زبان میں ان کے ترجمے ہوئے۔

اجتماع کے دوسرے دن مفتی زین العابدین صاحب، الحاج بھائی محمد عبد الوہاب صاحب وغیرہ کے بیانات ہوئے، تیسرے دن بعد فجر بھائی یوسف صاحب پالن پوری، نے جماعتیں بٹھائیں، مولانا محمد عمر صاحب نے ہدایات دیں، پھر حضرت جی مدظلہٗ نے ایک گھنٹہ بیان فرما کر اِجتماع کی اِختتامی دعا فرمائی، جماعتوں سے رُخصتی مصافحہ قاضی عبد القادر صاحب نے کیے، شرکائے اِجتماع کا اندازہ ساٹھ ستر ہزار کا بتلایا جاتا ہے۔''

یہاں کے اجتماع سے فراغت پر سنگاپور روانگی ہوئی وہاں دعوتی اعمال، مردوں اور مستورات وغیرہ کے اجتماعات میں مشغولی رہی۔(دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۳، ص:۸۳تا۱۳۶ بتلخیص)

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کی زندگی تبلیغی جدوجہد اور دینی محنت وعزیمت سے عبارت رہی:

گزشتہ صفحات میں قارئین نے ملاحظہ کیا کہ آپ نے اپنے والد کی حیات میں ہی جب کہ جماعت کی ذمہ داری آپ پر نہیں تھی، دین کے زندہ ہونے کی فکر و کڑھن اور غم و اضطراب میں کس قدر تبلیغی اسفار کیے ہیں اور کیا جدوجہد اور محنت فرمائی ہے، یہ آپ کے اخلاص اور صدق وصفا کی کھلی دلیل ہے۔اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بزرگوں کے ذریعہ آپ کی تربیت کی جارہی تھی کہ آگے چل کر پوری اُمت کی امارت کا بوجھ آپ پر آنے والا ہے۔

حضرت جی کی وفات پر مولانا زبیر الحسن صبر و رضا کی تصویر بنے رہے:

مولانا ؒ کو اپنے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے بعد اپنے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کی مکمل سرپرستی، توجہ، عنایت، شفقت کامل، سفر و حضر میں خصوصی صحبت و رفاقت اور دعوتی مشن میں اشتراک عمل، دعا، بیان، مصافحہ وغیرہ میں نیابت کے مواقع اور محبت کے ساتھ اعتماد اور اعتماد کے ساتھ محبت کا جو حظ وافر ملا تھا وہ اتنا دوسرے کسی کے حصہ میں نہیں آیا، اسی لیے ۱۹۹۵ء میں جب آپ کے والد ماجد حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کی وفات ہوگئی تو ہر ایک پر غم کا پہاڑ ٹوٹنے کے ساتھ ساتھ اس صدمہ نے مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے دل و دماغ کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور آپ کے اعصاب کو بری طرح متأثر کیا تھا، لیکن بایں ہمہ حضرت مولانا ؒ صبر وتحمل اور سنجیدگی و وقار کی تصویر بنے رہے، چنانچہ حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہٗ العالی تحریر فرماتے ہیں:

''.....حضرت جی عالم آخرت پر روانہ ہوگئے، صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اس موقع پر تحمل و وقار کا پہاڑ بنے ہوئے ہسپتال میں موجود تھے، وہ وفات کے بعد مرکز نظام الدین واپس آئے اور گھر کی مستورات کو اطلاع دے کر اور صاف دھلے ہوئے کپڑے (چادریں وغیرہ) لے کر دوبارہ ہسپتال پہنچ گئے، تاکہ میت کو ڈھانپ کر ہسپتال سے واپس لائیں۔

.....نماز جنازہ آپ کے فرزند حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی۔''

(دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج ۳، ص: ۳۶۹)

حالانکہ والد ماجدؒ کے ساتھ آپ کا کس درجہ کا تعلق تھا، اور کیا عقیدت ومحبت تھی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جی کے ساتھ سحری میں شرکت:

''حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب تہجد سے فراغت پر سحری نوش فرماتے، صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صالح سلمہما اور چند خدام شریک ہوتے۔'' (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۱، ص:۳۴۹)

گاڑی میں حضرت جی کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت:

''حضرت جی کا سفر اگر بذریعہ گاڑی ہوتا تو ہمیشہ پچھلی سیٹ پر بائیں جانب بیٹھتے، برابر میں مولانا محمد عمر صاحب یا مولانا محمد زبیر الحسن صاحب میں سے کوئی ہوتا تھا۔''

(دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۳، ص:۵۰۸)

حضرت جی کی نمازوں کی امامت:

''۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۳۱؍ستمبر ۱۹۸۴ء بروز جمعہ کی عصر سے حضرت جی کی پانچوں نمازوں کی امامت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی متعین ہوگئی تھی، جیسا کہ موصوف نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے۔'' (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۳، ص:۵۲۴، حاشیہ)

رمضان المبارک میں چائے کی خصوصی خدمت:

''علاوہ ازیں رمضان المبارک میں افطار کے بعد ایک خاص خدمت (حضرت جی کے) شرکائے دسترخوان کو چائے پلانے کی بھی ہوا کرتی تھی، جو ابتدا میں حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ کے ذمہ تھی، ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے اس کو نبھانا شروع کیا جب کہ آخر میں مولانا محمد سعد کاندھلوی بھی اس میں شریک ہوگئے تھے۔'' (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۱، ص:۳۴۸)

خیر وخبر پہنچانے کی خدمت:

''حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی عادت شریفہ تھی کہ سفر کے زمانے میں اپنے اہل وعیال، افراد، خاندان اور مستورات کی پوری پوری خبر رکھتے تھے اور یہ بھی اہتمام فرماتے کہ خود ان کی خیریت گھر والوں کو معلوم ہوتی رہے تاکہ کسی قسم کی فکر وتشویش نہ پیدا ہو، خط لکھنے کا موقع نہ ملتا تو ٹیلیفون پر رابطہ فرماتے، جس کے لیے مولانا محمد زبیر الحسن صاحب ذریعہ بنتے تھے۔'' (دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:، ص:۴۷۱)

تبرکاً حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب ؒ کا ایک خط بھی نقل کیا جاتا ہے جو انہوں نے مکہ مکرمہ سے گھر کی مستورات کو لکھا تھا، اس خط سے اہل خانہ کے حقوق کے احترام اور دینی جذبات کے تحت ان کی فکر و دل جوئی کا سبق ملتا ہے، اس خط کو وہ احباب خاص طور سے پڑھیں جو تبلیغ میں لگ کر یا جماعتوں میں نکل کر اپنے اہل خانہ کو بھول جاتے ہیں:

"عزیزان والدہ زبیر، والدہ ہارون، ووالدہ سعد سلمکن اللہ تعالیٰ وعافاکن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم لوگ ۶ رمئی بروز منگل دوپہر کو بخیریت افریقہ سے جدہ پہنچ گئے، عزیز حلیم بھی ہمارے ساتھ تھا، ظہر کے بعد کھانا کھا کر جدہ میں آرام کیا، عصر کے بعد جدہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، جدہ میں شمیم سعدی پھوپھا یامین سب آئے ہوئے تھے، ہم سعدی کی موٹر میں روانہ ہوئے، ۱۱ر بجے مکہ مکرمہ پہنچ گئے، مدرسہ صولتیہ پہنچ کر مل ملا کر مغرب سے پہلے طواف کیا اور مغرب کے بعد سعی کی گئی، عشاء کے بعد شیخ سلیم کے یہاں پورے قافلہ کی جو کہ ساٹھ کے قریب تھا، دعوت تھی، رات کو مسجد حفائر میں سوئے، وہاں پر رات کو خوب ہوا اور ٹھنڈ تھی، رات کو کپڑا اوڑھنا پڑا، صبح کو ناشتہ کے بعد طاہرہ سے ملنے گئے، سلمٰی بالکل خاموش بیٹھی رہی، دوپہر کو مدینہ منوّرہ سے شیخ کا ٹیلیفون آیا کہ تمہارے آنے میں اگر دیر ہو تو عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلمہ کو فوراً بھیج دو، کیونکہ ڈاکٹر منیر صاحب جو شیخ کے آپریشن کے لیے آئے ہوئے ہیں وہ واپس جانے والے ہیں، عزیز زبیر الحسن کی بھی آنکھیں دکھادیں گے، چنانچہ مولوی محمد زبیر کو عصر کے بعد ملک عبدالحق کے ساتھ انہی کی گاڑی میں افضل کے ساتھ بھیج دیا گیا، رات ان لوگوں نے جدہ گزاری اور صبح کو مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے اور ظہر سے پہلے الحمدللہ مدینہ پہنچ گئے۔ صادقہ، طاہرہ کو بھی یہی خط بھیج دیں، الگ لکھنے کی نوبت نہیں آئے گی، بڑی آپا سے بھی سلام مسنون کہہ دیں اور ماموں محمود سے بھی، دہلی کی مستورات کے لیے بھی بندہ دعا کرتا ہے اور نظام الدین کی بھی اپنے سب گھر والوں کے لیے کرتا ہے، گھر میں رہنے والی سب عورتوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔ عزیزان محمد سعد، فاطمہ اور عائشہ سے دعوات۔

محمد انعام الحسن غفرلہ۔ ۱۴ر مئی ۱۹۷۵ء، از مسجد مدینہ منورہ۔"

(دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث، ج:۱، ص:۴۷۲)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قرۃ العین، نور چشم، لختِ جگر اولاد اور امید کرن اور گھر کا سہارا سبھی کچھ تھے، اور یہ شفقت آپ کے صاحبزادگان یعنی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پر بھی بہت تھی،

جن کی تربیت آپ کے حصہ میں آئی اور یہ فیض ان تک متعدی ہوتا نظر آرہا ہے۔ چنانچہ بیٹے کی محبت سے بھرپور اور فطری تعلق سے معمور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جوابی خط ملاحظہ ہو:

حضرت جی کا جوابی خط:

عزیزان حافظ محمد زبیر الحسن وحافظ محمد شاہد سلمکما ربکما!

تم دونوں کے خط ٹری ونڈرم میں بنگلور سے ہوکر پہنچے، اللہ جل شانہ تم سب کو علم نافع، عمل صالح، ایمان کامل، رضائے تام نصیب فرماویں۔ محمد انعام الحسن غفرلہ ۸ر مئی ۱۹۶۵ء

ان واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فرزند کی اپنے محبوب والد سے اور والد کی اپنے محبوب بیٹے سے جی جان کی محبت تھی، چنانچہ فطری طور پر والد کی وفات کا غم اپنی جگہ تھا، لیکن ساری زندگی جس محنت سے وابستہ رہے تھے اور اپنے والد سمیت جن مشائخ کی صحبتیں اُٹھائی تھیں، اُن سے ہمیشہ یہی سیکھا تھا کہ ہر فیصلہ اللہ پاک کے حکم سے ہوتا ہے اور ہر سانحہ کو مشیتِ ایزدی سے طے ہونے کو تسلیم کر کے صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے جو درحقیقت طریقہ نبوی ہے۔ چنانچہ اسی پر عمل پیرا ہوئے اور امت کو سبق دے گئے کہ زندگی کے ہر موقع پر راہِ سنت پر قربان ہونا ہی مسلمان کا شیوہ ہے۔

عالمی شوریٰ کی ذمہ داری:

حضرت جی کی وفات کے بعد دعوت وتبلیغ کی امارت کا مسئلہ درپیش ہوا۔ دعوت وتبلیغ کی محنت کا شروع سے ایک اصول چلا آرہا تھا کہ کسی ایک بزرگ کو مشورہ سے اپنا امیر بنا کر اسی کی اطاعت میں جماعت اپنا سفر طے کرتی ہے، چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ بالترتیب عالمی امیر رہے۔

اسی طرح حضرت جی اول مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اپنے دور میں مرکز نظام الدین میں بیانات وغیرہ کی خدمت خود ہی انجام دیا کرتے تھے، اُن کی وفات کے بعد امیر ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے یہ ذمہ داری بخوبی نبھائی، جب آپ کی بھی وفات ہوگئی تو امارت حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی طرف منتقل ہوئی، جب کہ تقریر و بیان کی بڑی ذمہ داریاں لسانِ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئیں، اور مرکز

بنگلہ والی مسجد کی امامت، خطابت، جمعہ وعیدین اور مختصر بیانات نیز اجتماعات میں نماز جمعہ کی امامت خطابت وغیرہ کی ذمہ داریاں صاحبزادہ مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ نے سنبھال لیں، اور مولانا ہارون موصوف مرکز نظام الدین کے متولی بھی مقرر کیے گئے، مولانا محمد ہارونؒ ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے رفیق سفر و حضر اور معاون بن کر ہر موقع پر ساتھ ساتھ رہے، اور حضرت جی کے ساتھ ان کا سلوک بالکل والد کی طرح تکریم وتعظیم اور راحت رسانی کا ہوتا تھا اور ان سے پوچھے بغیر بلکہ انشراح کے بغیر کوئی قدم نہ اُٹھاتے اور اُنہیں اپنا محسن سمجھتے اور فرماتے کہ والد صاحب کا بڑا قرض اُنہوں نے اُتارا اور اُن کے سبھی حقوق کی ادائیگی کی ہمیشہ فکر کی۔ مشیتِ ایزدی سے ۱۹۷۳ء میں بحالتِ جوانی صاحبزادہ مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ نے وفات پائی، تو اُن کی ذمہ داریاں اُن کے خالہ زاد بھائی صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ سے متعلق کردی گئیں، اُس وقت مولانا محمد ہارون صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا محمد سعد کاندھلوی حال امیر دعوت وتبلیغ محض نو سال کے کم سن بچے تھے، اور قرآن کریم کا ۲۶/واں پارہ حفظ کر رہے تھے، اس حوالے سے حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ اپنی کتاب ''تذکرہ مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ'' میں لکھتے ہیں:

''سعد سلمہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے اِنتقال سے ایک ماہ بعد پیدا ہوئے، ۸/محرم الحرام ۱۳۸۵ھ میں سعد کی ولادت ہوئی، اور ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ، یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا اِنتقال ہوا، ۱۳۹۲ھ کو مولوی محمد ہارونؒ نے اپنے آخری حج کے دوران حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی سے ریاض الجنۃ میں اپنے صاحبزادہ سعد سلمہ کی بسم اللہ کرائی، اللہ تعالیٰ سعد سلمہ کو علم وعمل، اِیمان ویقین کی دولت سے مالا مال فرمائے اور اپنے آباؤ واجداد کی مبارک امانت کا حامل بنائے اور دعوت الی اللہ کا کام اور صحت وعافیت اور زندگی میں برکت عطا فرمائے، اس وقت جب کہ یہ تذکرہ زیرِ ترتیب ہے، سعد سلمہ کی عمر تقریباً ۹/سال کی ہے اور وہ قرآن شریف حفظ کر رہے ہیں اور چھبیسواں پارہ زیرِ حفظ ہے، اللہ تعالیٰ اس بچہ کو بھی اپنے والد اور دادا کی طرح حافظ بنائے، آمین''۔ (تذکرہ مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ، از مولانا محمد ثانی حسنیؒ ص:۲۶/۲۷)

چنانچہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اپنے ایک عزیز محبوب بھتیجہ اور حضرت مولانا محمد

الیاس کاندھلویؒ کی اس وقت صلبی آخری نشانی ہونے کی حیثیت سے مولانا محمد سعد صاحب کا بڑا خیال فرماتے تھے اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ بھی اُن کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

مولانا زبیر الحسنؒ کو مولانا ہارون صاحبؒ کی وفات کے بعد جو جو ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں آپ بخوبی وہ تمام خدمات انجام دیتے رہے، تا آنکہ ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے، آپ کی وفات کے بعد مشورہ سے امارت کا طریقۂ کار ختم کر کے شورائی نظام اپنا لیا گیا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ اُس عالمی شوریٰ میں شامل ہوئے اور بعد ازاں اُس کے امیر بھی مقرر ہوئے، چنانچہ اس پورے قضیے کی صورتِ حال حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ یوں لکھتے ہیں:

''حضرت جی مولانا مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے بعد کام کو چلانے والی شوریٰ

حضرت جیؒ کے جنازے کے اگلے دن پیر ۱۲/جون ۱۹۹۵ء کو ظہر سے پہلے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی بنائی ہوئی شوریٰ میں یہ طے ہوا کہ فی الحال یہ تینوں یعنی مولانا محمد اظہار الحسن صاحب مدظلہ، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب اس سارے کام کو لے کر چلیں گے، اس فیصلہ کا اعلان منگل ۱۳/جون ۱۹۹۵ء کو تقریباً ۱۱/بجے دوپہر اس وقت موجود مجمع میں امیر مجلس میاں جی محراب صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا۔ اسی سال ۱۹/نومبر ۱۹۹۵ء بروز اِتوار کو رائے ونڈ کے عالمی اجتماع کی دعا میاں جی محراب صاحب مدظلہ العالی نے کی۔ دعا سے پہلے نہایت مناسب بات بھی ہوئی''۔

(ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی، مفتی زین العابدین نمبر، مفتی زین العابدینؒ کی ڈائری کے چند اوراق، ص:۸۰)

دوسری طرف مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ تحریر فرماتے ہیں:

''آج مولانا انعام الحسن صاحبؒ رخصت ہو چکے ہیں، حضرت مولانا سعید احمد خان، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، حضرت مفتی زین العابدین، الحاج بھائی محمد عبد الوہاب وغیرہ سر جوڑے بیٹھے ہیں، مشورہ ہو رہا ہے حضرت جی کی جگہ پر کس کو بٹھایا جائے، اس عظیم ذمہ داری کا بوجھ کس کے کندھے پر ڈالا جائے، یہ منصب کس کے سپرد کیا جائے؟ ۔ حق دار کوئی نہیں، نام کوئی پیش نہیں کر رہا، دعویدار کوئی نہیں بنا، ہر ایک کنی کترا رہا ہے۔ کیونکہ یہ بہت عظیم منصب ہے، بہت بڑی ذمہ داری ہے، تمام دنیا کے کام کا بوجھ

ہے۔ یہ تو حضرت جی کی ہمت تھی، ہم یہ ذمہ داری نہیں سنبھال سکتے۔ ایک دِن مشورہ ہوا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا، دوسرے دِن مشورہ ہوا کوئی فیصلہ کن بات طے نہ ہوسکی، پوری دنیا کی امارت کا منصب ہے، چند گھنٹوں کی بات نہیں، غور وفکر جاری رہا۔ منگل کے دِن الحمد للہ تمام احباب کے ذہنوں کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا، ایک رائے پر سب کو متفق کردیا، حضرت جی اُولوالعزم اور برگزیدہ ہستی تھے، اُن کو اللہ تعالیٰ نے موفق بنایا تھا۔ اس عظیم ذمہ داری کو وہ اکیلا نبھا سکتے تھے، آج ایک شخص اس کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا۔ حضرت جیؒ بھی زندگی بھر فرماتے رہے، میں ضعیف ہوگیا ہوں میری جگہ امارت کی ذمہ داریوں کے لیے شوریٰ بنالو تاکہ مل جل کر کام کریں۔ ایک فرد کی وجہ سے کام رک نہ جائے۔ حضرات کا حضرت جیؒ کی زندگی میں تو اس تجویز پر انشراح صدر نہ ہوسکا۔ کیونکہ حضرت جیؒ کا متبادل سوچنے کا خیال تک نہیں آسکا۔ اب تو خدا تعالیٰ نے حضرت جیؒ کو اپنے پاس بلالیا اس لیے ''حضرت جیؒ کی تجویز'' معلوم ہوتا ہے من جانب اللہ تھی۔ تجویز مناسب اور مفید ہے کام کی نوعیت بھی اسی کا تقاضہ کرتی ہے۔ تین رکنی شوریٰ حضرت جیؒ کی جگہ یہ ذمہ داری انجام دے گی۔ کون کون تین حضرات؟۔ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی۔

حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب: حضرت جیؒ کے ماموں، سفر وحضر میں اہم معاون، تبلیغ ودعوت کے کام میں ہمہ وقت مشغول، مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین کے منتظم۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب: حضرت جیؒ کے صاحبزادے، علم وعمل کے پیکر، حضرت جیؒ کے خادمِ خاص، دِن رات تبلیغ ودعوت میں فنا، خدمت کے جذبے کے ساتھ تبلیغِ دین میں گزشتہ کئی سالوں سے مصروفِ عمل۔

مولانا محمد سعد صاحب حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے پوتے، حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے پڑپوتے اور مولانا محمد ہارون رحمہ اللہ کے صاحبزادے، علم وعمل میں باپ، دادا اور پردادا کے نقشِ ثانی، تبلیغ ودعوت کے ورثہ اور جذبہ کے بہترین وارث، تین مبارک اور بہترین ہستیوں کا اِنتخاب، ان شاء اللہ العزیز دعوت وتبلیغ کے کام کو مزید بڑھانے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا کام ہے جب اِنتخاب ہوا، توفیق اور برکت بھی عطا فرمائیں گے''۔ (ماہنامہ البنوریہ حضرت جی نمبر، ص: ۳۱۲)

الحاج بھائی یامین صاحب مدظلہٗ نے ہمیں اس فیصلے کی کارگزاری اس طرح سنائی:

''حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد نظام الدین مرکز کی اِنتظام کاری کے لیے تین رکنی شوریٰ مولانا محمد اظہار الحسن صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب پر مشتمل بنائی گئی، جب کہ عالمی کام کو چلانے کے لیے حضرت جی کی حیات میں ۱۹۹۰ء میں ایک شوریٰ بنادی گئی تھی، پھر ۱۹۹۳ء میں اس شوریٰ میں میاں جی محراب صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب کو شامل کیا گیا تھا، حضرت جی کی وفات کے بعد وہی دس رکنی عالمی شوریٰ باہم مشاورت سے کام کو سنبھالتی رہی، اس شوریٰ میں مولانا محمد اظہار الحسن صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد سعد صاحب، مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب، مولانا سعید احمد خان صاحب، مولانا مفتی زین العابدین صاحب، حاجی محمد عبد الوہاب صاحب، میاں جی محراب صاحب، بھائی محمد افضل صاحب اور بنگلہ دیش کے بھائی عبد المقیت صاحب شامل تھے۔

اس میں کسی کی کوئی مرکزی حیثیت نہیں تھی، نظام الدین مرکز کے اُمور کے لیے ہفتہ دو ہفتہ کے لیے ایک فیصل طے کردیا جاتا تھا، جب کہ عالمی مشوروں میں اراکینِ شوریٰ اِتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، کئی بار مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے فیصلے کیے، اور متعدد مرتبہ مولانا محمد سعد صاحب نے اور اسی طرح حاجی محمد عبد الوہاب صاحب نے بھی عالمی اُمور طے کیے''۔

اس لیے یہ تأثر بہرحال ٹھیک نہیں ہے کہ اِبتدائی طور پر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ امیر بن گئے تھے پھر شوریٰ بنائی گئی، یہ بات حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد بھی بعض لکھنے والوں نے لکھی تھی۔ جب کہ اس سے پہلے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی وفات کے بعد بھی کچھ لوگوں نے اس بات کو ہوا دینے کی کوشش کی تھی کہ اُس وقت بھی امیر بننے میں اِختلاف ہوا تھا کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بیٹے مولانا محمد ہارون صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ دونوں میں سے کس کو امیر بنایا جائے۔

اس طرح کے قضیوں میں عموماً دو باتیں ہوا کرتی ہیں، ایک یہ کہ لوگوں کے ذہنوں میں مختلف آراء کا آنا اور کسی ایک شخصیت کے ساتھ ہمدردی کا زیادہ ہونا، اور دوسری چیز اکابر کے

فیصلہ کے آجانے کے بعد اس سے اِختلاف کرنا یا نہ ماننا۔ الحمدللہ تبلیغی جماعت کے اندر پہلی بات تو عمومی طور پیش آتی رہی کہ رائے کا اختلاف بشری تقاضہ، انسانی فطرت اور زندہ معاشرہ کی علامت ہوا کرتا ہے لیکن بفضلہٖ تعالیٰ مؤخر الذکر بات تبلیغی جماعت میں کبھی سامنے آئی کہ اکابر کے مشورہ کے بعد اس سے اِختلاف کیا گیا ہو۔ چنانچہ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے مرضِ وفات کے وقت بھی یہ صورت حال ہوئی اور ذہنوں میں یہ بات آئی کہ حضرت کے بعد اس کام کو سنبھالنے کے لیے ان کے بیٹے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ان کے جانشین ہوں گے یا ان کے بھتیجے مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ یا دوسرے صحبت یافتہ حضرات میں سے کوئی۔ لیکن حضرت رائے پوریؒ نے فیصلہ فرمادیا کہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ امیر ہوں گے، چنانچہ فیصلہ ہوجانے کے بعد سب اُن پر متفق ہوگئے، پھر حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی وفات کے بعد بھی دو نام سامنے آئے کہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے سفر وحضر کے رفیق مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ امیر ہوں گے یا ان کے بیٹے مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ! اس بار حضرت شیخؒ نے فیصلہ فرمادیا کہ مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے صحبت یافتہ، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے رفیق خاص اور تبلیغی کام کو مولانا محمد ہارونؒ کی بہ نسبت بہت زیادہ سمجھنے والے ہیں، لہٰذا سب متفق ہوگئے، کوئی اِختلاف نہیں ہوا، اسی طرح حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد بھی کوئی اِختلاف نہیں ہوا، اگرچہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کے نام لوگوں کے ذہنوں میں تھے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو امیر بنادیا جائے، لیکن بزرگوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اب شوریٰ بنے گی اور وہی اس کام کو چلائے گی۔ فیصلہ ہوجانے کے بعد کوئی اِختلاف نہیں ہوا اور نہ ہی ابتداءً یہ فیصلہ ہوا تھا کہ مولانا زبیر الحسنؒ امیر ہیں۔

چنانچہ مندرجہ بالا تحاریر میں تطبیق یہ ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ نظام الدین مرکز کے لیے تین رکنی شوریٰ مولانا محمد اظہار الحسنؒ، مولانا محمد زبیر الحسنؒ اور مولانا محمد سعد پر مشتمل بنائی گئی، جب کہ عالمی کام کو چلانے کے لیے دس رکنی شوریٰ بنی جن کے نام اُوپر گزرے۔

پھر نظام الدین مرکز کی جو تین رکنی شوریٰ بنی اس میں بھاری بھرکم شخصیت حضرت مولانا

محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ کی تھی، جو بزرگی اور مرتبہ کے اعتبار سے مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد سعد صاحب دونوں ہی کے لیے محترم تھے، کیونکہ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ رشتہ میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے ماموں ہونے کی حیثیت سے مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے لیے محترم جب کہ مولانا محمد ہارون صاحبؒ کے خسر ہونے اور مولانا محمد سعد صاحب کے نانا ہونے کی حیثیت سے مولانا سعد صاحب کے لیے محترم، پھر وہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے صحبت یافتہ، شاگرد، اُن کی نگرانی میں دعوت وتبلیغ میں بھرپور وقت لگانے والے اور اُن کے برادرِ نسبتی، مدرسہ کاشف العلوم کے شیخ الحدیث و ناظم اور مرکز نظام الدین کے متولی بھی تھے، لہٰذا اُن کی ایک مرکزی حیثیت تھی، نظام الدین مرکز کے مشورہ میں بھی وہی روحِ رواں ہوتے تھے، لیکن حضرت جیؒ کی وفات کے ایک سال اور کچھ ایام کے بعد مؤرخہ ۱۳؍اگست ۱۹۹۶ء کو وہ وفات پاگئے، اور اُن کی وفات سے مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب ایک سرپرست سے محروم ہوگئے، تاہم حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی بزرگ شخصیت موجود تھی اُن سے رہنمائی لیتے رہے اور اُن کی سرپرستی میں مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب جماعت کی قیادت کرتے رہے، لیکن قدرتِ ایزدی سے پھر حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کی وفات کو ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا کہ ۲۱؍مئی ۱۹۹۷ء کو مولانا محمد عمر پالن پوریؒ بھی رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ کے مشورہ سے مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب نے اپنی سرپرستی کے لیے حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم (برادرِ صغیر حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ) کو منتخب کرلیا جب کہ مولانا زبیر الحسنؒ اور مولانا محمد سعد صاحب؛ عالمی شوریٰ کے دِیگر اراکین حضرت مولانا سعید احمد خان صاحبؒ، حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ وغیرہ حضرات کے اِنتقال کے بعد دعوت وتبلیغ پاکستان کے امیر حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم کی بزرگ شخصیت (جو کہ اس وقت دعوت کی محنت کے لگنے والوں میں سب سے پرانے اور

حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے صحبت یافتہ نیز پاکستان میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے آخری خلیفہ ہیں) کی رائے کا بھی بڑا پاس ولحاظ رکھتے اور اُن کے ساتھ بڑی قدر ومنزلت سے پیش آتے، چنانچہ اب حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن صاحب اور حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب کی زیر سرپرستی اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی امارت میں یہ محنت رواں دواں ہے۔

اور یہ بات بھی واضح رہے کہ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی وفات کے بعد مرکز اور اجتماعات میں بیانات کی بڑی ذمہ داری حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہٗ العالی کے لیے طے کردی گئی تھی، جس کو ماشاءاللہ وہ بڑی خوش اسلوبی سے نبھا رہے ہیں، حق تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ جب کہ مشورہ کے لیے مستقل کوئی امیر نہیں تھا ایک ایک ہفتہ کے لیے فیصل طے کردیا جاتا، بایں ہمہ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی صاحبؒ، مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ اور میاں جی محراب صاحبؒ کی وفیات کے بعد چونکہ بزرگ شخصیت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحبؒ کی ہی تھی، اس لیے مبالغۃً آپ ہی کو شوریٰ کا امیر کہا جارہا ہے۔

چنانچہ شوریٰ میں شمولیت کے بعد حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ کے اُوپر ایک عظیم ذمہ داری آگئی تھی، بالخصوص حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ ہی مشورہ کے روحِ رواں ہوتے تھے، آپ کی سنجیدگی، فکر اور جذبہ دعوت میں مزید اِضافہ ہوگیا، روزانہ صبح ۹ر بجے نظام الدین مرکز میں مشورہ میں تشریف لاتے اور اس میں عالمی سطح کے اُمور طے کرتے، مشورہ سے کوئی سفر طے ہوتا تو فوراً راضی ہوجاتے، باوجود جسم کے بھاری ہونے کے پوری دنیا میں دِین کی محنت کو لے کر پھرے، نہ جانے کتنے ممالک کے اسفار کیے، ہر سال کتنے ہی مقامات کے اِجتماعات میں شریک ہوتے، وہاں جانے والی جماعتوں کو ہدایت دیتے، دعائیں کرواتے، نکاح کی مجلس سے خطاب فرماتے اور ہزاروں مسلمانوں کے نکاح پڑھاتے، غرض تبلیغ ودعوت کی ایک لگن تھی جو بیٹھنے ہی نہ دیتی تھی، رائے ونڈ کے اجتماع میں حضرتؒ کی زیارتیں ہوئیں، بیانات سنے صرف ایک ہی بات حضرتؒ کی زبان پر ہوتی تھی ’’اللہ سے ہوتا ہے، غیر اللہ سے کچھ نہیں ہوتا، اپنی زندگیاں

قرآن وسنت کے مطابق ڈھال لو اور اس دعوت والی محنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالو، اسی میں کامیابی ہے‘‘۔ اللہ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ حضرتؒ جیسی سوچ وفکر اور دین کے لیے جدوجہد کو اپنی زندگی کا جز ولازم بنالیں۔

مولانا زبیر الحسن اور مولانا محمد سعد کی باہمی اُلفت ومحبت اور دونوں کی ذمہ داریاں:

حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی وفیات کے بعد شوریٰ کی مرکزی شخصیات میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب تھے۔ اس حوالے سے مولانا محمود حسن حسنی ندوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

’’حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب اگرچہ عمر اور رشتہ میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحبؒ سے خاصے چھوٹے تھے اور عمر کے اس تفاوت کی وجہ سے تبلیغی کام میں بھی اُن کے بعد وابستہ ہوئے، مگر بہت جلد ترقی کرکے اُن کے دوش بدوش اس کام کی عالمی قیادت میں سامنے آگئے اور ان دونوں کا اس میں رفاقت وشراکت کا زمانہ ایک طویل زمانہ قرار پائے گا، جس کا عہد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے جانشین دوم حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کی وفات پر ختم ہوتا ہے۔

......روزانہ کے مشورہ میں مرکز میں مقیم بڑے حضرات جمع ہوتے ہیں تو (کبھی یہ دونوں محسوس نہ ہونے دیتے کہ دونوں میں کوئی اِختلاف رائے ہے) (مشورہ میں ہر ہفتہ دونوں حضرات میں سے ایک فیصل مقرر ہوتا تھا) دونوں میں سے جو کسی بات کو طے کردیتا دوسرا اسی کو قبول کرلیتا، مدرسہ کاشف العلوم کے حالیہ استاذ حدیث مولانا شمس الرحمٰن صاحب الہ آبادی ومولانا محمد شریف صاحب بارہ بنکوی کہتے ہیں:

’’جب تک مولانا محمد زبیر الحسن صاحب ومولانا محمد سعد صاحب کسی بات پر اِتفاق نہ کرلیتے فیصلہ نہ کرتے، اور یہ بات دوسروں پر ظاہر نہ ہوتی، ایک دوسرے کا دونوں کو اِس قدر لحاظ تھا کہ دونوں میں جو فیصل ہوتا وہ بھی دوسرے کا پورا خیال رکھتا اور معلوم ہی نہ ہو پاتا کہ آج فیصل کون ہے، مولانا شریف صاحب کہتے ہیں کہ دونوں کا باہمی تعلق ومحبت ایسی ہی تھی جیسی مولانا محمد انعام الحسن صاحب اور مولانا محمد ہارون صاحب میں۔‘‘

اجتماعات میں عموماً مرکزی وکلیدی بیان حضرت مولانا محمد سعد صاحب کا اور دعا حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی ہوتی، اور کبھی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی سہولت کو دیکھتے ہوئے مولانا محمد سعد صاحب اس ذمہ داری کو نبھاتے، دسترخوان پر اگر مولانا محمد زبیر الحسن صاحب پہلے پہنچ جاتے تو اس وقت تک آغاز نہ کرتے جب تک مولانا محمد سعد صاحب تشریف نہ لے آتے، واقعہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا دونوں نے جتنا خیال رکھا، دوسروں کے لیے اس کا تصوّر محال ہے، کوئی بزرگ شخصیت اگر مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے پاس پہلے پہنچ گئی تو مولانا محمد سعد صاحب خود ہی وہاں اُن کے احترام میں ملنے پہنچ گئے، اس کا تجربہ دو تین بار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ کے تعلق سے خود راقم کو ہوا اور ان دونوں نے اپنے اپنے والد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا ہارون کاندھلویؒ کے تعلق ومحبت اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی یاد تازہ کردی۔

خوب سفر ہوئے، بڑے بڑے ملکوں کے سفر ہوئے، ہر ایک سال کے فرق سے حج کا سفر، ہر سال بھوپال کا عالمی اجتماع، پاکستان و بنگلہ دیش کے عالمی اجتماعات اور ملکوں کے اپنے اپنے ملکی اجتماعات، آخر میں بے پناہ مشغولیات کی وجہ سے ہر اجتماع میں دونوں پہنچ نہیں سکتے تھے، اس لیے کہ نظام الدین کا قیام اور یہاں کے مصالح مقدم تھے، تو مرکز سے نمائندے بھیج دیتے تاکہ ایک طرز پر اور صحیح نہج اور صحیح اُصولوں پر یہ دعوتی نظام یکساں طور پر پوری دنیا میں جاری رہے، مگر بھوپال (ہند)، رائے ونڈ (پاکستان) اور ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کے عالمی اجتماعات میں اور حج میں دعوتی کام میں ہر ایک سال کے وقفہ سے یہ دونوں نظام الدین کے تحت پابندی کرتے رہے، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے درحقیقت ذکر و دعا اور توجہ باطنی کو پورے طور سے اِختیار کیا تھا اور مولانا محمد سعد صاحب نے ہدایات وتلقینات اور کام کی نگرانی کو پوری بیدار مغزی اور زمانہ کے مزاج کا خیال رکھتے ہوئے اِختیار کیا تھا، اُنھوں نے کئی اِجتہادی اِقدامات کیے جو حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی اولاد ہونے کے ناطے سوچ سکتے تھے اور کرسکتے تھے، اور اُن کے ان اِقدامات سے تبلیغی کاز کو بڑا نفع پہنچا، حضرت شیخ کی فضائل اعمال کے ساتھ تبلیغی نصاب میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی منتخب احادیث (جو دراصل عربی میں الاحادیث المنتخبہ تھی اور اس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے سامنے آیا) شامل کی گئی۔

ایک قابل فخر رفیق امارت کی جدائیگی کا صدمہ حضرت مولانا محمد سعد صاحب کو جو ہوگا اس میں اُن کا کوئی شریکِ غم نہیں ہوسکتا، اس کا اندازہ اس جملہ سے ہوسکتا ہے جو اُنھوں نے مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے اِنتقال پر کہا کہ ''مجھے ڈھارس دینے والا چلا گیا''۔

.....ان دونوں بزرگ شخصیتوں (حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد سعد صاحب) کے اجتماعی نظام اور تعلق ومحبت کو دیکھ کر یہ حدیث یاد آتی ہے جس میں ان سات لوگوں کا ذکر ہے جنھیں عرش کا سایہ روزِ محشر میں نصیب ہوگا، اُن میں وہ دو بھی ہوں گے جو اللہ کے لیے محبت کے ساتھ جمع رہے اور پھر اسی وصف کے ساتھ جدا ہوئے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: ''ورجلان تحابا فی اللّٰہ، اجتمعا علیه و تفرقا علیه''۔

یہ اللہ کا اِنتخاب تھا کہ وہ اُن دونوں کے ذریعہ دِکھادے کہ باہم دو شخصیتوں کے مزاج وطبیعت کے اِختلاف کے باجود کس طرح اِشتراکِ عمل ہوتا ہے اور اس کے کیسے کیسے حیرت انگیز نتائج وثمرات سامنے آتے ہیں، آج کام کو دنیا میں اس نظام کے بعد جو فروغ وقبولیت حاصل ہوئی اور روز افزوں اس میں اضافے سامنے آئے، اس میں یقیناً ان دونوں کے اِخلاص وللّٰہیت، بیدار مغزی اِیثار وقربانی اور درد وسوز کو دخل رہا ہے۔''

(تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از محمود حسن حسنی ندوی، ص: ۱۳۳ تا ۱۳۸)

آپؒ کی رقت انگیز دعائیں وبیانات:

سورہ مریم میں یوں مذکور ہے کہ اے میرے رب! میں تجھ سے دعا مانگ کر کبھی بھی نامراد نہیں ہوا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ ''تمہارا رب کہتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔'' اسے احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ ''اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ عظمت والا عمل کوئی نہیں'' جسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ ''تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدل سکتی اور عمر میں نیکی کے علاوہ کوئی چیز اِضافہ نہیں کرسکتی۔'' اُسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے اپنی رحمت سے نوازنا چاہتے ہیں، اُسے دعا کی توفیق عنایت فرمادیتے ہیں۔ حضرت

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ ’’جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا یعنی دعا کی توفیق دِی گئی، اُس کے لیے گویا رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اور جو چیز اللہ سے مانگی جاتی ہے اُن میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عافیت ہے۔‘‘ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

جسمانی اعمال وحرکات جو عبادات میں فرض ہیں وہ اصل میں دعا کی عملی شکلیں ہی ہیں۔ چنانچہ ان شکلوں کے ساتھ جو اذکار و عبادات زبان سے ادا کی جاتی ہیں، وہ سب نقطاً دعا ہی کے قبیل سے ہیں اور معناً عین دعا ہیں۔ روزہ میں صبح سے شام تک بھوک پیاس کو برداشت کر لینا خدائی احکام کی اطاعت کا عملی مظاہرہ ہے جس کو وہ الفاظ اچھی طرح واضح کر دیتے ہیں جو روزہ کھولتے ہوئے زبان سے ادا کیے۔ گویا دعا کی روح کے بغیر عبادت کا جسم چھلکے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا، ایسے میں اس سے کسی افادیت یا تاثیر کی توقع رکھنا کتنی نادانی ہے۔ دعا تو وہ عمل ہے جس کو قرآنِ کریم میں بکثرت مقامات پر ’عبادت‘ کے معنیٰ میں اِستعمال کیا گیا ہے۔ دعا عبادت کا مغز ہے اور دعا وعبادت میں اصلاً و معناً کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عبادت انسانی زندگی کی تخلیق کا واحد مقصد ہے تو اس شخص سے بڑھ کر نادان کون ہوگا جو دعا کی حقیقت سے غافل ہو کر عبادت کو غیر مؤثر اور بے معنیٰ بنا دے، اور عبادت سے غافل ہو کر اپنے مقصدِ زندگی ہی کو پورا کرنے میں ناکام ہو جائے۔ یہ نادانی نہیں، دیوالیہ پن ہے۔ خود فریبی نہیں، خودکشی ہے۔ جس کو اللہ نے دعا کی توفیق دی ہو، وہ قبولیت سے محروم نہیں رہ سکتا، جسے اللہ استغفار کی توفیق دے وہ مغفرت سے محروم نہیں رہ سکتا اور جس کو اللہ شکر کی توفیق عطا کر دے وہ نعمت سے محروم نہیں رہ سکتا۔

تجھے آنسو بھری وہ دعا ملے جسے کبھی نا رد خدا کرے

ہمارے مولانا زبیر الحسنؒ کی دعائیں بھی ایسی ہی ہوا کرتی تھیں، حق تعالیٰ نے آپ کی پر خلوص دعاؤں میں بڑا اثر رکھا تھا، آپ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ دعا ہماری تمام محنتوں کا مغز اس کی قبولیت کا ذریعہ اور اس کے ذریعے اللہ کی یاد اعمال میں ترقی کا سبب ہے۔

آپ کی دعاؤں میں دنیوی کسی چیز؛ ملک و مال، جاہ وحشمت کا ذکر تک نہ ہوتا تھا، غرض کوئی دنیوی کام آپ کے پیش نظر نہ ہوتا تھا اور نہ اس کے لیے مانگتے تھے اور اندازہ ہوتا تھا کہ

دنیا آپ کی نظروں میں ہیچ ہے اور مچھر کے پر سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے۔ جب بھی اجتماعی طور پر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے، اللہ سے پوری اُمت کے لیے ہدایت مانگتے، عافیت مانگتے، مسلمانوں کی تکالیف اور پریشانیوں میں کمی کو مانگتے۔ آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔ جب کہ بیانات میں صرف اپنی زندگی کو اللہ پاک کے احکامات اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کے مطابق بنانے، قبر، حشر، آخرت اور جنت وجہنم کے حوالے سے ہی گفتگو فرماتے، بلاشبہ آپ کی دعا، بیان واِختتامی ہدایت بہت رقت انگیز ہوا کرتے تھے اور صاف محسوس ہوتا تھا کہ اس شخص کو اُمت کا کس قدر غم وفکر ہے کہ اسی میں گھلا جا رہا ہے۔ الحمدللہ بندہ کو بھی متعدد بار آپ کو سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کے بیانات نہایت جامع اور پرمغز ہوا کرتے تھے اور اثر وکیفیت کے اعتبار سے اُن میں ایک قسم کی کشش محسوس ہوتی تھی، جی چاہتا تھا کہ ’’وہ کہیں اور سنا کرے کوئی‘‘ حالانکہ الفاظ بالکل سادے ہوا کرتے تھے اس میں کوئی تصنع، بناوٹی انداز یا لچھے دار محاورات بھی نہیں ہوتے تھے، آپ کے بیانات میں خطیبانہ جاہ وجلال ہوتا تھا اور نہ ہی واعظانہ کمال و جمال، لیکن اس کے باجود آپ کو سن کر بڑی لذت محسوس ہوتی تھی، اصل میں آپ کی دعاؤں اور بیانات کے پیچھے آپ کی پرسوز عبادات، اخلاص سے بھرپور اعمال، دین کی خاطر بے پناہ جدوجہد اور کڑھن وغم سے عبارت مجاہدہ ہوا کرتا تھا، وہ قول وعمل میں یکساں تھے، ذکر اللہ کی کثرت نے اُن کی زبان و بیان میں بلا کی تاثیر اور دن رات کے مجاہدے نے اُن کی زبان میں ایک اسپرٹ پیدا کر دی تھی، اور خلوص نے اُس کو اور نکھارا تھا، جب وہ بیان فرماتے تو مجمع ہمہ تن گوش ہو جاتا، اُن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مشعل راہ ہوتے، مردہ دِلوں کی مسیحائی کا کام دیتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے بیان میں جو کشش محسوس ہوتی تھی وہ کشش محض الفاظ کی نہ تھی اور نہ ہی صرف الفاظ میں اتنی جاذبیت ہو سکتی ہے جب تک کہ الفاظ میں گہری معنویت نہ ہو اور محض معنویت بھی زنجیرِ کشش نہیں بن سکتی جب تک کہ اس معنویت میں معرفت نہ ہو اور محض معرفت بھی کشش کے اُس مقام پر نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ اس میں محبت نہ ہو، لہٰذا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ دعوت وتبلیغ کے ذمہ دار اور پورے عالم کے مسلمانوں کے رہنماء ہونے کے ساتھ ایک صاحبِ معرفت وصاحبِ عشق ومحبت انسان بھی تھے، محبتِ الٰہی اُن کے دل کی رگ وپے

میں سمائی ہوئی تھی اور اسی سے اُن کے بیانات اور دعاؤں میں کشش و جاذبیت اور اثر و اِخلاص کا چشمہ اُبلتا تھا، جس میں دوسروں کے دِلوں میں سما جانے کی خاصیت ہوتی تھی۔

عموماً آپ بیانات میں لوگوں کو اُخروی زندگی کی یاددہانی اور دنیوی جھمیلوں سے بچنے کی تلقین کرتے تھے، سنتِ مطہرہ پر عمل کرنے کی نصیحت فرماتے، بدعات سے بچنے کی پرزور تائید کرتے تھے، تبلیغی کام سے جوڑتے تھے، بے راہ روی اور وقت کے ضیاع سے بچاتے تھے، یہ اُن کے خلوص ہی کا اثر تھا کہ لوگ ہجوم در ہجوم اُن کے کلمات کو سنتے اور عمل کرنے کے لیے بے قرار نظر آتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اکابر کی توجہ، عشق مع القرآن اور اتباعِ سنت کے صدقہ میں بااُصول زندگی، بارونق بود و باش اور بارعب و باوجاہت چہرے کے ساتھ ساتھ بااثر ملفوظات و مواعظ سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ رائے ونڈ کے عالمی اِجتماع میں بالخصوص اور دیگر اجتماعات میں بالعموم نکاح کی مجلس میں بیان اور اِجتماع کی اِختتامی ہدایت و دعا فرمایا کرتے تھے اُس کی ذمہ داری بھی میاں جی محراب صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ کی وفات کے بعد آپ کے کاندھوں پر آ گئی تھی، جس کو تادمِ آخر بحسن و خوبی نبھاتے رہے۔ پھر جب رائے ونڈ اجتماع دو مرحلوں میں تقسیم ہو گیا تو یہ طے ہوا کہ ایک مرحلہ کی اِختتامی دعا مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ فرمائیں گے اور دوسرے کی مولانا محمد سعد صاحب۔ لیکن حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی بھی حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ سے ہی کہہ دیا کرتے تھے کہ دونوں مرحلوں کی دعا و ہدایت آپ ہی فرما دیا کریں! پھر حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ ہی دونوں حصوں کی دعا و ہدایت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ اور میاں جی محرابؒ کی وفات کے بعد جب سے آپ نے رائے ونڈ کے عالمی اجتماع کی دعا فرمانی شروع کی، ہمیشہ لاکھوں کے مجمع کو درود شریف پڑھنے کی تلقین کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اُٹھانے کو کہتے، تو لاکھوں مسلمان آسمان کی طرف نگاہ دوڑا کر اپنے ہاتھ رب العزت کے حضور پھیلا دیتے۔ اِختتامی دعا تقریباً نصف گھنٹے جاری رہتی جس میں لوگ دھاڑیں مار مار کر

گناہوں کی معافی مانگتے رہتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ دعا کرتے کہ یا اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھ اور ہماری توبہ قبول فرما۔ ہمارے لئے نیکیوں کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ تو پاک ہے اور تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تو بہت بڑا ہے۔ اے اللہ تو نے ہمیں پیدا تو اپنی بندگی کے لیے کیا تھا اور ہم نے کلمہ پڑھ کر آپ سے عہد بھی کیا تھا لیکن ہم نے خود ہی توڑ دیا۔ یا اللہ معاف فرما دے۔ یااللہ آپ نے جیسے ہماری صورت بنائی ہے، ایسی ہی سیرت بھی بنا دے۔ تو پاک ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں آپ کے سوا۔ ہم آپ سے بخشش کے طلب گار ہیں اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، یااللہ ہم آپ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔ ہمیں ایک لحظے کے لیے بھی ہمارے نفس کے سپرد نہ کر، اپنی دست گیری کا ہاتھ ہمارے سروں پر سے نہ اُٹھا۔ اے اللہ ہماری حالت بالکل درست کر دے آپ کے سوا کوئی معبود اور بخشنے والا نہیں، اے اللہ اجتماع میں شرکت کرنے والے اور دین کی محنت کرنے والوں کی جائز خواہشات پوری فرما، اے اللہ جن مسلمانوں نے دعاؤں کے لیے کہا تھا یا وہ ہم سے دعاؤں کے متوقع ہیں، اُن کی جائز خواہشات پوری فرما تو غفور الرحیم ہے اور تو سب کی سننے والا ہے تو بے روزگاروں کو روزگار اور بے اولادوں کو نیک اولاد عطا فرما۔ بے ہدایتوں کو ہدایت عطا فرما۔ اے اللہ ہم سب کو اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک اُمتی کو دِین کی عالی محنت کے لیے قبول فرما، یااللہ ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ فرما اور ہمیں وہ طاقت عطا فرما جو تو نے اپنے صالحین کو عطا فرمائی ہے، ہمارے لیے جنت کے دروازے کھول دے اور ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ اے اللہ تو ہم سے راضی ہو جا، پنڈال آہوں اور سسکیوں سے گونج اُٹھتا تھا، چاروں طرف رونے اور اِنکساری کی صدائیں گونج رہی ہوتی تھیں۔ افسوس آج ہم اس پیاری اور پرسوز آواز کے سننے سے محروم ہو گئے۔

معمولاتِ شب وروز اور نصائح ووصایا:

مولانا محمود حسن حسنی ندوی اپنی کتاب ''تذکرہ مولانا زبیر الحسنؒ'' میں رقمطراز ہیں:

''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے معمولات میں ذکر و تلاوت، درود شریف اور نماز سے شغف کے علاوہ اِرشاد و تربیت، ملنے والوں سے ملاقاتیں، گھر کے

لیے وقت فارغ کرنا، تہجد کا غیر معمولی اہتمام اور جماعتوں کو رخصت کرنا، مصافحہ اور دعا وغیرہ کے معمولات تو پورے سال کے تھے جس میں تدریسی ذمہ داریاں بھی تھیں۔

.....مولانا محمد سلیمان جھانجی (رفیقِ خاص حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ) کے فرزند مولانا عبداللہ جھانجی روز کے معمولات اس طرح بیان کرتے ہیں:

''فجر سے تہجد میں اُٹھ جاتے تھے، اسی میں تلاوت بھی فرماتے، فجر کی نماز باجماعت ادا کرتے پھر اُن کے کمرہ میں بعض خواص ملنے والے بیٹھتے، اُن کے پاس بیٹھتے، پھر آرام کرتے، پھر چائے وغیرہ نوش فرماتے، پھر نو بجے مشورہ میں جاتے تھے، مشورہ کے بعد کتاب کا مطالعہ فرماتے اور سبق پڑھاتے، پھر خطوط پڑھتے اور اُن کے جوابات لکھاتے، پھر جو ملنے کا خواہاں ہوتا اس سے ملتے، ۱۲؍ بجے دن کو جو جماعتیں روانہ ہوتی تھیں ان کے پرچے دیکھتے اور جو چیز اِصلاح طلب ہوتی، اِصلاح فرماتے، اور ۱۲:۳۰؍ بجے مسجد جاتے اور روانگی کی بات کرتے اور واپسی کی بات کرتے، پھر دعا فرماتے، پھر مہمانوں سے مصافحہ کرتے اور مصافحہ سے فارغ ہو کر نظام الدین کے رفقاء کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے، بیرون کے مہمان بھی وہیں ہال میں کھاتے، کھانے کے بعد چند ساتھیوں کے ساتھ جو معذور ہوتے، اُن کے ساتھ نمازِ ظہر ادا کرتے، مولانا زہیر الحسن صاحب (صاحبزادہ) امامت کرتے، پھر وہ آرام فرماتے، ظہر کے بعد صحیح بخاری شریف کا سبق پڑھاتے اور عصر تک یہی معمول رہتا، عصر بعد گھر والوں کے ساتھ چائے پیتے، اور کچھ دیر بیٹھتے یہ مغرب تک معمول رہتا۔

مغرب بعد تھوڑی دیر ساتھیوں سے ملاقات کر کے چند رفقاء کے ساتھ ذکر کرتے، یہ ذکر جہری کا معمول پونا گھنٹہ ایک گھنٹہ چلتا، پھر عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتے، پھر کھانا کھاتے، کھانا کھا کے تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام فرماتے یہ مختصر مجلس ہوتی پھر آرام فرماتے یہ روز کے معمولات تھے''۔

.....اجتماعات کے معمولات میں جمعہ کی امامت، خطبہ وغیرہ اور فضائل ذکر و بیان اور بعض دوسری ذمہ داریاں جو مشورہ میں طے ہوتیں اور اُن کے سپرد کی جاتیں اُن کو آپ بجالاتے، سفروں میں روزنامچے لکھنے کا معمول اور خطوط کے ذریعے اپنے بڑوں کو اطلاع اور چھوٹوں و اہل خانہ کی دریافت حال اور اپنے احوال کی اِطلاع بھی تھی، اس میں وہ

کوتاہی نہ برتتے اور جہاں ہوتے وہاں کے علماء و مشائخ کی مزاج پرسی اور اُن کی نسبت کا احترام ملحوظ رکھتے، چنانچہ لکھنؤ کے اجتماع میں وہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صاحبِ فراش تھے کی عیادت کو جاتے۔

اسی طرح جب ہتھورا باندہ کا عظیم اجتماع منعقد ہوا تو اس میں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی کی نسبت کے احترام میں اپنی شرکت یقینی بنائی اور خود اپنے تقاضہ سے اجتماع گاہ سے مدرسہ کا معائنہ کرنے گاڑی سے گئے۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کا سانحۂ انتقال پیش آیا تو مرکز نظام الدین دہلی سے نمائندے بھیجے اور اسی طرح مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی کے جنازہ میں بھی ندوہ میں نمائندگی مولانا عبدالرشید بلیاوی صاحب نے کی۔ انہی معمولات اور آپ کے اخلاق و سلوک میں اپنوں اور دوسروں کا خیال اور فکر بھی تھا جس کی ایک واضح مثال ان کا ایک اہم مکتوب ہے جو اُنہوں نے اپنے تعلق رکھنے والے کو تحریر فرمایا، جب وہ ایک چوٹ کے شکار ہو گئے تھے وہ مکتوب ملاحظہ ہو:

''عزیزم مصباح الدین سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تم حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہٗ کے ساتھ یہاں تشریف لائے، پہنچتے ہی جو حادثہ پیش آیا اور ملاقات بھی نہ ہو سکی، اُس سے بہت ہی رنج و قلق ہوا اور چونکہ خاص مجھ سے ملنے کے واسطے آئے تھے اِس لیے اور بھی خیال لگا رہا، اُمید ہے کہ تمہاری ٹانگوں کا آپریشن ہو گیا ہوگا اور صحت کی طرف طبیعت چل رہی ہوگی، اللہ جل شانہ عم نوالہ اپنے فضل و کرم سے تمہیں جلد از جلد صحت نصیب فرماوے اور خیر و عافیت کے ساتھ ملاقات نصیب فرماوے، تم نے ایک مہمان کے ہاتھ حضرت مولانا (سید محمد رابع حسنی زید مجدہم) کی کتاب ''رہبر انسانیت'' بندہ کے لیے بھیجی، بہت خوشی ہوئی، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں پر الحمد للہ سب خیریت سے ہیں حضرت مولانا دامت برکاتہم، مولانا محمد واضح صاحب، مولانا سعید الرحمٰن صاحب اور مولانا ہارون صاحب (ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء) سے بشرطِ سہولت سلام مسنون اور درخواستِ دعا، بندہ سب حضرات کی دعاؤں کا محتاج ہے۔ فقط والسلام بندہ محمد زبیر الحسن''۔

(تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از محمود حسن حسنی ندوی ص: ۱۲۹ تا ۱۳۲)

غیر معمولی اوصاف وکمالات:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ عادات و اطوار کے اعتبار سے اِنتہائی نرم خو، خوش اخلاق اور عاجزی و اِنکساری کے پیکر تھے، علماء وطلباء اور عوام وخواص ہر ایک سے محبت رکھنے والے تھے۔ ایک مرتبہ رائے ونڈ کے عالمی اِجتماع میں بیان کے لیے منبر پر تشریف لا رہے تھے، چونکہ جسم کے بھاری پن کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل تھا اس لیے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو گاڑی میں منبر تک لایا جاتا تھا، اسی دوران بعض ضعیف احباب پر مولاناؒ کی نظر پڑی تو ڈرائیور کو فرمایا کہ بھائی اِن ضعفاء کو بھی گاڑی میں بٹھالو، اُنہوں عرض کیا حضرت! یہ چند ضعفاء نہیں یہ تو بہت ہیں، ان سب کو ہم کہاں بٹھا سکتے ہیں، اس ایک واقعہ سے اندازہ ہونا چاہیے کہ وہ کس قدر شفیق ومہربان انسان تھے۔

خطوط کے جوابات کا اہتمام:

''خطوط کے جوابات دینے کا ہمیشہ بڑا اہتمام رکھا اور اس میں طلباء اور اور چھوٹوں کے خطوط کو بھی اہمیت دیتے تھے، جس میں اُن کی ہمت افزائی بھی ہوتی اور داعیانہ کردار ادا کرنے کی طرف رہنمائی کی صورت بھی ظاہر ہوتی۔'' (تذکرہ مولانا زبیر الحسن، ص: ۱۳۰)

عاجزی وتواضع:

ساتھ ساتھ مولاناؒ میں عاجزی وکسر نفسی بھی اِنتہاء کی تھی، شوریٰ کی ذمہ داری آنے کے بعد ایک مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! مجھے بیان سکھا دیں، تو حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ نے فرمایا کہ بھائی پہلے تو تم گشت سیکھو!۔ (اس واقعہ کے راوی مولانا طارق جمیل صاحب، رائے ونڈ مرکز ہیں)۔

یہ حقیقت میں اپنے بڑوں کے سامنے تواضع تھی وگرنہ آپ مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث تھے، مختلف اجتماعات میں بیان فرماتے تھے، کیا ایک بخاری شریف پڑھانے والا باصلاحیت عالم بیان نہیں کرسکتا ہوگا؟۔

ہر اجتماعی عمل میں تمام ساتھیوں کا اِنتظار کرنا:

آپ کے ساتھ وقت گزارنے والوں نے بتایا کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ میں منجملہ

خوبیوں کے ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ اپنے ہر اجتماعی عمل میں تمام ساتھیوں کا اِنتظار فرمایا کرتے تھے، مشورہ، اجتماعی کھانے کی محفل، اجتماعی سفر غرض ہر اجتماعی عمل میں تمام ساتھیوں کے اکھٹا ہونے تک وہ عمل شروع نہیں فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ائیر پورٹ اور ریلوے اسٹیشن سے نکلنے میں بھی یہی صورت حال تھی کہ اگر آپ اور آپ کے خادم کا سامان کلیئر بھی ہو جاتا تب بھی اس وقت تک ائیر پورٹ سے باہر نہیں نکلتے تھے، جب تک اس سفر میں شریک تمام ساتھیوں کا سامان کلیئر نہ ہو جائے، اور یہ کوئی معمولی صفت نہیں، بڑوں کی بڑی باتیں ہیں، ہم تو اس کی گردِ راہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

ذوقِ عبادت وریاضت:

ولی کامل، صوفی باصفا، واصل بحق کی تعریف حدیث مبارکہ میں اس طرح کی گئی ہے ''خیار امتی اذارؤ ذکر اللّٰہ'' یقین کیجئے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ایسی ہی تھی۔

وہ عبادت وریاضت کے رسیا تھے، لگتا تھا کہ واقعی اسی کے لیے پیدا ہوئے ہیں، سنن و نوافل، وردِ درود شریف اور ذکر وتسبیحات مسنونہ وتلاوتِ کلام اللہ اور خاص کر تہجد کی اسفار میں بھی ایسی پابندی کہ صالح نوجوانوں کی بھی ہمت جواب دے جائے، لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں فرق نہ آتا تھا، عالم جوانی میں تو، رات تہجد میں کئی کئی پارے تلاوت کا معمول رہا ہی، بڑھاپا اور معذوری کے آنے کے بعد بھی حتی الامکان کوشش جاری رکھتے تھے، جب کہ مغرب کے بعد کا روزانہ کا ذکر کبھی نہ چھوڑتے تھے، وہ اکثر خاموش رہتے، جو کہ خود سنت پر عمل ہے اور باعثِ اجر وثواب بھی، لیکن اس خاموشی میں وہ پاس انفاس اور ذکر قلبی کے ذریعہ تقرب الی اللہ کا عمل جاری رکھتے تھے، اور ان عبادات کے وقت اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں رہتے۔ نظام الدین مرکز جیسے عظیم ادارے کی اتنے طویل عرصے تک قیادت کے لیے جو باطنی جوہر، قلبی کیفیات اور روحانی واردات درکار تھیں وہ دراصل آپ کا یہی ذوقِ عبادت وریاضت تھا، جو آپ کے لیے روحانی ٹانک کا کام کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کے رکن خاندان مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی نے کہا کہ ''میری والدہ (دختر حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ) فرماتی تھیں، کہ بھائی زبیر کے پاس کچھ وقت بیٹھا کرو وہ بزرگ آدمی ہیں''۔

ایک روحانی شخصیت:

ایک صاحب (جو نظام الدین مرکز مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے) نے بتایا کہ ''حضرت مولاناؒ کے کمرے میں ذکر اللہ کی کثرت کی بنا پر ایک خاص قسم کے انوارات محسوس ہوتے تھے جو مجھ کمزور ایمان والے نے بھی محسوس کیے، تو اہل اللہ تو واضح طور پر محسوس کرتے ہوں گے اور مزید کہا کہ اُن کا چہرہ اس قدر نورانی تھا کہ نور کے ہالے محسوس ہوتے تھے''۔

اور یہ گواہی صرف ایک شخص کی نہیں ہے بلکہ ہر اس آدمی کی ہے کہ جس نے تھوڑی سی دیر بھی حضرت مولاناؒ کے ساتھ نشست کی ہو۔ اور یہ روحانیت محرمات کے اجتناب پر دوام سے حاصل ہوتی ہے، اس لیے یہاں تک کہا گیا کہ ''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے قلب ونگاہ کی حفاظت کا اہتمام آغازِ بلوغ سے کیا ہے''۔

اس کے علاوہ مولاناؒ کا دل کدورتوں سے پاک تھا، اسی صفائی قلب کے نتیجہ میں ان کی روحانیت اور قوت کشفیت میں اِضافہ ہوگیا تھا، مولانا محمود حسن حسنی ندوی لکھتے ہیں:

''....البتہ ایک موقع سے اُن سے کچھ اِظہار ہوگیا تھا، اور اُن کا یہ احساس راقم کے سامنے اس وقت ظاہر ہوا کہ جب وہ رائے بریلی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ کی تعزیت میں تشریف لائے تھے، وہ جب اُن کی باہری قیام گاہ سے رخصت ہونے لگے تو کچھ محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں کی دِیواریں حضرت مولانا علی میاںؒ کے فراق میں رو رہی ہیں۔'' (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از محمود حسن حسنی ندوی، ص ۱۵۱)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرح کی غیر معمولی صفات قارئین مزید آگے پڑھتے جائیں گے بالخصوص ہندوستان کے قلم کاروں کی تحریروں میں۔

زہد واستغناء:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ حقیقی معنیٰ میں زاہد تھے انہیں دنیوی مشاغل سے کوئی لینا دینا نہیں تھا، دنیوی جاہ وجلال کے پرستاروں اور مال ودولت کے بندوں سے کوئی ضرورت نہ تھی، چنانچہ وہ اُن کی اس طرح خوشامد اور چاپلوسی نہیں کرتے تھے جس طرح بہت سے ایسے اہلِ علم کیا کرتے ہیں، جنہیں علم کی قدر ومنزلت اور علماء کی حرمت وعظمت کا کوئی پاس ولحاظ نہیں ہوتا، اُن کا خیال تھا کہ علماء کا مال داروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اور گرے پڑنا علم اور دِین دونوں کی تحقیر

وتذلیل ہے، لہٰذا اس طرزِ عمل سے ہر حال میں بچنا ضروری ہے، خواہ اس بچنے کی وجہ سے بہ ظاہر نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

اگر چہ بڑے بڑے سرمایہ دار آپ کے متوسلین اور عقیدت مندوں میں شامل تھے، لیکن آپ نے پوری زندگی نہایت اِستغناء کے ساتھ گزاری، آپ کبھی کسی مال دار سے اُس کے مال کی بنا پر مرعوب نہیں ہوئے اور دعوت اِلی اللہ کو اُس کے سامنے بیان کرنے میں کسی مال دار کی خوشنودی یا ناراضگی کا کبھی خیال نہیں فرمایا۔ آپ آنے والے مہمانوں کا اِکرام ضرور فرماتے تھے لیکن مال داروں کے سامنے گفتگو میں تملق یا خوشامد کا شائبہ بھی محسوس نہ ہوتا تھا۔ اِسی لیے بڑے بڑے سرمایہ دار، اربابِ منصب حتیٰ کہ علاقہ کے اربابِ حکومت بھی آپ کی مجلس میں نیاز مندانہ حاضری دیتے اور آپ کی زاہدانہ شان سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔

آپ خلافِ سنت عمل پر برملا ٹوک دیتے تھے، ایک خادم راوی ہیں کہ ''میں نے مجلس میں پانی پلانا چاہا اور بائیں والے میرے قریب تھے، اُدھر سے شروع کر دیا، مولاناؒ نے تنبیہ کی کہ دائیں سے شروع کرو۔'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

نفس مطمئنہ اور تسلیم ورضا کے پیکر:

اللہ تعالیٰ نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مطمئن مزاج عطا فرمایا تھا، آپ نے اپنے ہر قول وعمل کو شریعت کے تابع بنا دیا تھا، جو بات شریعت کے موافق ہوتی اُس پر پورے شرح صدر سے عمل فرماتے اور جو معاملہ شریعت کے خلاف ہوتا، اس سے آپ اِجتناب فرماتے، تیسرا کوئی خانہ آپ کے یہاں نہ تھا، کوئی شخص مصلحت دِکھا کر آپ کو خلافِ شریعت امر کی تائید اور اُس میں شرکت پر مجبور نہ کرسکتا تھا۔ آپ ہر معاملہ کو شریعت پر پرکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس مطمئنہ سے سرفراز فرمائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ تسلیم ورضا کے پیکر مجسم تھے، آپ کی حیاتِ مبارکہ زمانہ کی گردشوں سے عبارت تھی، شدید معذوری اور اختلاجِ قلب کی تکلیف آپ کو تھی لیکن اللہ پر بھرپور توکل کی وجہ سے اِستقامت اور مستقل مزاجی کا گویا پہاڑ تھے۔

خوش اخلاقی ونرم خوئی، اُمت کا درد وغم اور حلم وبردباری:

وہ اللہ کے نیکوکار بندوں کی طرح نرم مزاج، ونرم خو اور خوش خلق واقع ہوئے تھے، خلق

خدا کے ساتھ رحم دلی سے پیش آتے، جو بھی ملتا؛ غریب ہو یا امیر وہ اُس کے ساتھ اپنائیت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے، اور حال احوال پوچھتے، دسترخوان پر بٹھاتے، آپ کی خوش اخلاقی سے متأثر ہو کر وہ شخص بغیر جھجک کے اپنی بات پیش کر دیتا، شیریں کلامی اُن کی اِمتیازی شان تھی، جو اُنہیں دِیگر داعیوں سے ممتاز کرتی تھی، وہ اسی نرم گوئی کی وجہ سے دِلوں میں گھر کر لیتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ وہ ظریف الطبع بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اُن کے حسنِ اخلاق اور خوش مزاجی سے لوگ بڑی اپنائیت محسوس کرتے تھے۔

وہ مسلمانوں کی غم گساری اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرتے تھے، دنیا کے کسی بھی خطے میں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی تو وہ غم زدہ اور بے تاب ہو جاتے، گردشِ لیل ونہار کے ماروں کی اشک شوئی کے لیے ہر دم کوشاں رہتے، وہ کسی سائل کو اپنے ہاں سے لوٹاتے نہ تھے۔ لوگوں کی بڑی بڑی ضروریات کی تکمیل میں اس طرح معاون بن جاتے جس کا کسی کو پتہ تک نہ چلتا، یہاں تک کہ آپ کی وفات کے بعد جانا گیا کہ کتنوں کا گھر آپ سے چل رہا تھا اور کتنوں کی مشکلات آپ سے دور ہو رہی تھیں۔ اُن کو اپنی راحت سے زیادہ دوسروں کی راحت عزیز تھی۔

اُس کے علاوہ اللہ نے آپ کو غیر معمولی صبر و برداشت اور حلم و بردباری کی دولت سے بھی نوازا تھا، نہایت غصہ دِلانے والی بات کو بھی ہنس کر سہ لیتے۔

صلہ رحمی:

''....مولاناؒ اپنے والدین کے نہایت فرماں بردار اور اُن سے خوب ہی محبت رکھنے والے اور اُن کے منشاء ومزاج اور راحت کا خوب خیال رکھنے والے تھے، اور ان کی نسبت سے اُن کی اولاد اور اُن کے بھائی بہنوں کی اولاد اور دوسرے اعزہ و اقارب کا بڑا خیال فرماتے، خاص طور سے تقریبات وغیرہ میں شرکت کرتے، اور انتقال سے ایک ماہ قبل اپنی نواسی کے عقیقہ کے موقع پر اولاد کی دِلجوئی کا خیال فرما کر شرکت کر کے واپس نظام الدین تشریف لائے تھے، دِیگر کمزور اعزہ کا بھی بڑا خیال کرتے اور اُن کی ضروریات معلوم کر کے اور کرید کرید کر کے تکمیل حاجات میں حصہ لیتے اور خوب مدد فرماتے، اس میں الاقرب فالاقرب کا بھی خیال فرماتے۔ اُن میں اُن حقوق کی بھی ادائیگی تھی جو اپنے

بڑوں کے اُنہوں نے محسوس کیے تھے، چنانچہ مرکز نظام الدین میں عید گزار کر جب اعزہ و اقارب سے ملنے سہارنپور آتے اور کاندھلہ تشریف لاتے تو یہاں کے بڑوں چھوٹوں سے ملاقات کرتے، اور چھوٹوں کو مانوس کرتے اور بے تکلف ہوتے، جہاں مدعو کیے جائیں اُن دعوتوں کو قبول کرتے، اور آپ کی تشریف آوری سے اعزہ و اقارب کے ہر گھر میں ایک نئی عید اور نیا جشن ہوتا، پھر اُن مقامات پر بھی جاتے جہاں جانے کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ یا حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ وغیرہ کا معمول رہا تھا، اسی لیے دیوبند کا بھی سفر کرتے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے اخلاف سے ملاقات کرتے۔'' (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، محمود حسن حسنی ندوی ۱۴۹)

اہل اللہ کے ساتھ تعلق اور اساتذہ اور بڑوں کا ادب ولحاظ:

''اہل اللہ سے تعلق اِس قدر تھا کہ اُن میں سے کسی کے پاس بیٹھے ہوتے تو کبھی مصافحہ میں پہل نہ کرتے، بلکہ (مصافحہ کرنے والے کو) اُن سے پہل کرنے کا اِشارہ کرتے اس کا خود راقم کو حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی موجودگی میں تجربہ ہوا، جب اس نے مولانا مرحوم سے مصافحہ کرنا چاہا تو اُنہوں نے خود مصافحہ کے بجائے پہلے حضرت سے مصافحہ کرنے کو کہا۔

اُن سے ندوہ کے ایک فارغ التحصیل جو جماعت میں وقت لگا رہے تھے، نے بیعت کی درخواست کی تو فرمایا ''حضرت مولانا محمد رابع صاحب سے بیعت ہو'' ان نوجوان عالم دِین نے مکرر عرض کیا تو زور دے کر فرمایا ''میرا حکم ہے اُن سے جا کر بیعت ہو''۔

.....میں مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی وفات کے چند ماہ بعد گیا تھا مجھے دیکھ کر دور سے بلایا اور فرمانے لگے کہ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب بالکل حضرت مولانا علی میاںؒ ہو گئے، انہیں توجہ اتحادی حاصل ہو گئی۔'' (تذکرہ مولانا زبیر: ۱۴۵)

.....اپنے اساتذہ کا ادب و لحاظ مولانا کو ہمیشہ بہت رہا، شیخ الحدیث مظاہر علوم حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور صدر مدرس حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دونوں ہی کا بڑا خیال فرماتے اور ادب کرتے اور بڑے تعلق سے پیش آتے، سہارنپور جاتے، اپنے اعذار کی وجہ سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے ملنے جانے پر قادر نہیں ہوتے، تو گھر

کے کسی اہم فرد اور قریبی عزیز کو خدمت میں سلام پیش کرنے کے لیے بھیجتے اور یہ خدمت اکثر اُن کے عزیز ترین بھانجہ اور داماد مفتی سید محمد صالح صاحب کے حصہ میں آتی، جن سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب کو بھی خاص مناسبت ہے، اور اُن کی جانب سے مفتی سید محمد صالح صاحب کو اِجازت وخلافت بھی حاصل ہے، اور علم کے احترام کی نسبت سے اُن مصنفین کا بھی بڑا پاس واداب رکھتے، جن کی کتابیں اُن کے لیے درس وتدریس میں معاون ہوتیں''۔ (ایضاً ۱۵۰)

.....اپنے اساتذہ کی بڑی قدر فرماتے، اُن کے احسانات کا ذکر فرماتے، اسی طرح مشائخ اور دیگر محسنین کا اور اُن کے لیے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے، جماعت سے وابستہ لوگوں کا بھی پورا خیال فرماتے۔'' (ایضاً ۱۵۰)

طلباء ومریدین اور اپنے چھوٹوں کے لیے شفیق باپ:

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ طلباء، دعوت کی محنت میں لگے ہوئے احباب اور اپنے مریدین بلکہ ہر ملنے والے سے شفیق باپ کی طرح پیش آتے تھے، چھوٹوں کی دِلجوئی اور اُن پر شفقت یہاں تک کہ اپنے گھر کے بچوں کو پانی پینے، کھانا کھانے، جوتا چپل پہننے، اِن تمام باتوں میں دائیں بائیں کا فرق بتاتے اور نہایت ہی محبت کے انداز میں سنت کی تعلیم دیتے اور بروقت ٹوک بھی دیتے۔ مولانا محمود حسن حسنی ندوی اپنی کتاب ''تذکرہ زبیرؒ'' کے صفحہ ۱۴۵ پر لکھتے ہیں:

''دوسروں کے بھی بال بچوں کا خیال رکھنے اور اُس کے لیے مناسب وسائل اِختیار کرنے کی بھی ترغیب دیتے، زیادہ دِنوں کی بات نہیں ایک پرانے تعلق والے عالمِ دین نے دعا کے لیے عرض کیا کہ بچوں کی شادی کرنی ہے، مکان کی دعا فرمادیں، فرمایا ''بہو کو لاکر کہاں بٹھائے گا؟'' اُنہوں نے پھر عرض کیا کہ اسی لیے دعا کے لیے عرض کررہا ہوں، حضرت نے فوراً فرمایا ''ضرور دعا کریں گے''۔ (بروایت مولانا عبدالعزیز ثانی رائے بریلوی)

چھوٹوں پر شفقت کا اِظہار خطوط کے جواب دینے کے ذریعہ بھی فرماتے ایک خط کے جواب میں مجھے لکھا کہ:

''حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ کی جو سوانح آپ نے تحریر فرمائی تھی وہ بندہ کے پاس بھائی مصباح صاحب کے واسطہ سے پہنچ گئی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی جزائے خیر دے

اور آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اس سے بھی مسرت ہوئی کہ حضرت مولانا ہردوئیؒ کی خواب میں زیارت ہوئی، یہ آپ کے تعلق کی بات ہے، ان شاء اللہ حضرتؒ کی توجہ آپ کی طرف ہورہی ہے۔

اِس خبر سے بھی مسرت ہوئی کہ آپ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مکتوبات جو حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے مرتب کردہ ہیں اس پر بھی کام کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، آسان فرمائے اور خیر وعافیت کے ساتھ تکمیل تک پہنچائے اور لوگوں کو اس سے نفع پہنچائے۔

ماہِ مبارک قریب آتا جارہا ہے، آپ سے بھی دعا کی خصوصی درخواست ہے اور سب پرسانِ حال کی خدمت میں بھی فرداً فرداً سلامِ مسنون کے بعد دعاؤں کی درخواست ہے، حضرت مولانا محمد رابع صاحب کے تشریف لانے پر اُن سے بھی مؤدبانہ سلامِ مسنون اور دعا کی درخواست فرمادیں''۔ والسلام محمد زبیر الحسن بقلم محمد غزالی''۔

ایک دوسرے خط میں بھی یہ شفقت اور غمخواری و دِلجوئی کا جو پہلو ہے وہ بھی بہت نمایاں ہے کہ خود تأثر لیا اور اپنے اہلِ تعلق کو بھی تأثر میں شریک کیا، یہ خط بھی تعزیتی ہے جو راقم کو اس کی والدہ ماجدہ کے اِنتقال پر لکھا ہے:

''اکابرین اور بزرگوں کی یادگاریں ایک ایک کر کے رخصت ہورہی ہیں اور کوئی اُن کا بدل نہیں آرہا ہے، اللہ جل شانہ ہمارے حال پر رحم فرمائے، اِنتقال کی اِطلاع پر بھی اِیصالِ ثواب کیا تھا، اور یہ تفصیلی خط پڑھ کر بھی اللہ جل شانہ نے توفیق عطا فرمائی۔ آپ کا خط گھر میں اپنی مستورات کو بھی پڑھوادیا، وہ سب بھی آپ کی مستورات کو سلام لکھوارہی ہیں، تعزیت کررہی ہیں اور ان سب نے حسبِ حیثیت اِیصالِ ثواب کیا ہے۔

سب گھر والوں کو درود شریف کی بھی کثرت کی تاکید فرمائیں، کہ اس سے قلبی سکون حاصل ہوگا اور خیر وبرکت بھی ہوگی۔ والسلام محمد زبیر الحسن، بنگلہ والی مسجد ۱۸/رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ''۔

ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ سے متعلق مصباح الدین صاحب نے ندوہ میں تبلیغی اجتماعات کے موقع پر مولانا علیہ الرحمہ کا خاص خیال رکھا تھا، وہ اُنہیں پھر بھولے نہیں، ندوہ جانے والا کوئی ملتا تو اُس سے فرماتے اور جب اکابر ندوہ کو سلام کہلاتے، فرماتے مصباح کو بھی سلام کہہ دینا اور بعض وقت ہم سے بھی یہ فرمایا کہ ''وہاں میرا ایک منّا

مصباح ہے، ان کو میرا اسلام کہہ دینا''۔

کسی کی اگر سرزنش فرماتے جس میں تادیب ہوتی تو دوسرا پہلو دِلجوئی اور اور ہمت افزائی کا بھی رکھتے، تادیب چھوٹوں پر شفقت کا ہی ایک حصہ ہے جس سے وہ غفلت نہ برتتے، (رعب وداب بھی آپ کو اپنے نانا اور والد ماجد سے ورثہ میں ملا تھا، اور اس میں آپ کی کم آمیزی کو بھی بہت دخل تھا، جب آپ خاموش بیٹھے ہوتے تو نو وارد کو بہت ہی رعب دار شخصیت معلوم ہوتے، اور جب گفتگو کرتے تو محسوس ہوتا کہ ان سے نرم طبیعت کوئی ہے ہی نہیں) اور جب کہیں سفر وغیرہ میں ہوتے تو گھر کے بچوں، اولاد، بھانجوں، بھتیجوں سب کی خیر وخیریت معلوم کرتے اور محبت سے نوازتے، خاص طور سے بچیوں کا خاص خیال فرماتے، خدام اور رفقاء ومعاونین کے ساتھ اُن کا برتاؤ بڑا مشفقانہ اور محبت و نرمی کا رہا، لیکن جب کہیں سرزنش کی ضرورت محسوس کی، تو کبھی تحقیر آمیز لہجہ اِختیار نہیں کیا، نہ خود برائی کے احساس سے کوئی قدم اُٹھایا۔''

''.....آپ کے معالج خاص ڈاکٹر محسن ولی صاحب (معالج صدر جمہوریہ ہند) جو ان کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے بھی معالج رہے تھے اور جس وقت بھی اُن کی ضرورت محسوس ہوتی وہ فوراً آجاتے، مولاناؒ نے آخر تک اُن کا بڑا خیال رکھا، اور دوا علاج میں ہمیشہ ان کی رائے کو بڑی اہمیت دی۔'' (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ ۱۵۴)

غرض اُن کے پاس شفقت ورحم دِلی کی ایک ایسی کلید تھی جس کے ذریعے وہ دل پر لگے تالوں کو بآسانی کھول لیتے تھے، اُن کی یہ صفت بڑی مؤثر اور دل ودماغ کو فتح کر لینے والی تھی، چنانچہ وہ آپ ﷺ کے اِس قول پر مکمل یقین رکھتے تھے کہ جس چیز میں نرمی ہو وہ مزین اور خوبصورت بن جاتی ہے اور جس چیز میں نرمی نہ ہو وہ معیوب اور بدنما ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ رحیم ہیں اور رحم دِلی کو پسند فرماتے ہیں اور رحم دِلی کی وجہ سے اس چیز سے نوازتے ہیں جس سے تشدد اور سختی پر نہیں نوازتے۔ (بخاری ومسلم)

اسی وجہ سے ترش رو اور متشدد داعی ومعلم کی کوششیں اتنی نتیجہ خیز اور بارآور نہیں ہوتیں جتنی کہ بردبار اور رحم دِل داعی ومعلم کی کوششیں نتیجہ خیز اور بارآور ہوتی ہیں مولاناؒ ان داعیوں اور مربیوں میں تھے جن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے بہت ساری بھلائیاں دنیا میں پھیلائیں۔

مذکورہ بالا اوصاف واِمتیازات کی روشنی میں حضرت مولاناؒ بے بدل عالم وداعی اور مربی تھے، جن کے قول وعمل میں یکسانیت تھی، بلکہ اُن کی بات کا منبع وسرچشمہ ہی عمل ہوتا تھا، وہ اپنے دست گرفتوں، مریدین اور طلباء اور تبلیغ میں وقت لگانے والوں کو ایسا مطلوبہ اِنسان بن کر نکلنے پر زور دیتے تھے جو اپنے اور دوسروں کے لیے یکساں نفع بخش ہو اور جو اپنی اِصلاح کے بعد دوسروں کی اِصلاح کی فکر کرے۔

وہ اپنی سیرت واخلاق اپنے رویے، طرزِ عمل اور زندگی کی ہر نقل وحرکت کے حوالے سے مصلح وداعی تھے۔ وہ ایسے داعی نہ تھے جو صرف زبانی جمع خرچ کرنے اور کاغذی گھوڑے دوڑانے کا عادی ہوتا ہے، اسی لیے اُنہیں دعوت وتربیت کے میدان میں ہمہ گیر اور نمایاں کامیابی ملی، اُنہوں نے اپنے پیچھے راست طور پر اِستفادہ کرنے والوں یا اپنے فیض یافتگان کی دعوت سے متأثر ہونے والوں کی ایک بڑی کھیپ اور عقیدت مندوں، محبین اور تربیت یافتوں نیز حکمت ونصیحت کے ذریعے اِصلاح وتبلیغ اور اِسلام، اسلامی احکامات اور سنت نبوی ﷺ کی دعوت دینے میں اپنے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی ناقابلِ شمار تعداد چھوڑی ہے پاک وہند کے مسلمان اُن کی کمی ہمیشہ محسوس کریں گے۔

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

عوام وخواص میں حضرت مولاناؒ کی محبوبیت ومقبولیت:

مولاناؒ کی ذاتِ گرامی کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہیں بے پناہ محبوبیت اور مقبولیت حاصل رہی، یہ خدا کی دی ہوئی نعمت ہے جو صرف اُس کے مقرب بندوں کے لیے مخصوص ہے۔ موصوف کی مقبولیتِ عامہ بلکہ محبوبیتِ عامہ کی یہ حالت تھی کہ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ایک وسیع حلقہ جس میں علماء کرام، عام مسلمان، امیر، غریب، جدید تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگ سب شامل تھے، آپ سے اِرادت کا تعلق رکھتا تھا اس سب کے علاوہ پوری دنیا میں وہ طبقہ جو تبلیغی محنت سے وابستہ ہے وہ بحیثیتِ امیر ہونے کے آپ سے بے حد محبت وخلوص کا جذبہ رکھتا تھا، جس کی بنا پر آپ

کی مقبولیتِ عامہ کی ایک واضح مثال آپ کی نمازِ جنازہ میں اِتنی بڑی تعداد کی شرکت تھی کہ دہلی نے زمانۂ قریب میں کسی جنازہ میں اِتنی بڑی تعداد شاذ ونادِر ہی دیکھی ہوگی۔ عام مسلمانوں کی اتنی بے حد محبت حضرت مولانا قدس سرہٗ کے مقبول عند اللہ ہونے کی واضح علامت ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (سورۃ مریم ۹۶) یعنی بلا شبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، (خدائے) رحمٰن اُن کے لیے (دلوں میں) محبت پیدا کردے گا۔ اور نبی ﷺ کی ایک حدیث امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رِوایت سے نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتے ہیں کہ میں (اللہ تعالیٰ) فُلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں لہٰذا آپ بھی اُن سے محبت کیجئے، پس جبریل علیہ السلام اُن سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں کو آواز دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فُلاں بندہ سے محبت کرتے ہیں لہٰذا آپ بھی اُن سے محبت کیجئے تو آسمان والے اُن سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں اُن کی مقبولیت راسخ ہوجاتی ہے''۔ (بخاری شریف ص ۸۹۲ ر جلد ثانی)

مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی اُن معدودے چند لوگوں میں سے تھے جو اللہ کو محبوب تھے، وہ کیوں اللہ کے محبوب نہ ہوتے کہ انہوں نے پوری عمر محبوب خدا کی سنتوں کو زندہ کرنے میں بِتائی۔ وہ تو پورے عالم کے محبوب تھے۔ عوام وخواص آپ سے بے لوث محبت کرتے تھے۔ افراتفری اور مادیت کے اس دور میں مخلوقِ خدا اُن کی خدمت میں حاضری دینا اور اُن کے اِفادات و بیانات سے مستفید ہونا اپنی سعادت سمجھتی تھی۔ بغیر کسی دنیاوی غرض اور مقصد کے صرف اللہ کے لیے محبت کرنا ہی محبتِ حقیقی ہے۔ ورنہ تو آج لوگ کسی کے خوف وشر سے بچنے اور مال و متاع کے لالچ میں محبت واکرام کرتے ہیں۔ اور مولاناؒ سے خلقت رضاء الٰہی کے لیے محبت کرتی تھی۔

غرضیکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ بے پناہ صفات اور خوبیوں کے حامل انسان تھے، تقویٰ اور پرہیزگاری آپ کی ذات گرامی کا نمایاں وصف تھا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہم سب کے سرپرست تھے، آپ کی حیثیت اُمت کے مشفق باپ کی طرح

تھی، جو ہر وقت اپنی اولاد کی بہترائی کی فکر میں رہتا ہے اور جس کے گھنے سایہ میں اولاد کے لیے ترقی اور کامیابی کی راہیں کھلتی ہیں، آپ کی ذات اِسلامیانِ عالم کے لیے بہت بڑی ڈھارس تھی اور آپ کا وجودِ مسعود زمانہ کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کی مجلسیں فیضانِ حکمت سے لبریز ہوتیں اور آپ کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے الفاظ دعوت الی الخیر کا حقیقی مصداق ہوتے، آپ کی صحبتِ طیبہ سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے اور اپنی کوتاہیوں پر جمے ہوئے دبیز پردے خود بخود ہٹتے چلے جاتے تھے۔ آپ کے پرنور چہرے کو دیکھ کر خدا یاد آتا اور آخرت کی فکر بیدار ہوجاتی، مولاناؒ نے اُمت کی دِینی اِصلاح کی فکر ایسی کی گویا کہ اپنے اوپر اوڑھ لی تھی، آپ کی کوئی گفتگو سفر ہو یا حضر، مجمع ہو یا تنہائی، دعوت اِلی اللہ اور اِصلاحی جذبہ سے خالی نہ ہوتی تھی، عوام ہوں یا خواص سبھی آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے اور ہر طبقہ اپنے ظرف کے اعتبار سے آپ سے اکتسابِ فیض کرتا تھا۔

غرض مولانا رحمۃ اللہ علیہ بندگانِ خدا کو سیدھی راہ دِکھلانے اور اپنی شبانہ روز کی بے پناہ کوششوں کے ذریعے اُن کا خدا سے رشتہ جوڑنے اور اُنہیں سنتِ نبوی اور شریعتِ محمدی کے قالب میں ڈھالنے کے لیے ہر وقت فکر میں گھلتے اور پگھلتے رہتے تھے، آپ کے سینے میں ملت کا درد بھی تھا اور قوم کی اِصلاح کا جذبہ بھی۔ دعوت وتبلیغ کے ذریعہ آپ نے ہزاروں اِنسانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دی، آپ کی مقبولیت کا دائرہ مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں تک بھی پھیلا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے اللہ نے اُنہیں عامۃ الناس کی نگاہوں میں اتنی مقبولیت اور محبوبیت سے نواز دیا تھا کہ اُن کی وفات کی خبر وحشت اثر کے پھیلتے ہی ہزاروں معتقدین ومحبین کو ایسا صدمہ اور ایسا رنج پہنچا جسے قیدِ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا، چنانچہ اُن کی وفات کی خبر ملتے ہی مسلمان ذِکر واذکار، تلاوتِ قرآن ودعا اور اُن کی روح کو ثواب پہنچانے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت سے بہرہ یابی کے لیے پاکستانی مسلمانوں میں سے تو ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ مرکز نظام الدین بھارت کے لیے روانہ ہوجائے، لیکن سرحدی کشاکشی نے اس کی اِجازت ہی نہ دی، نظام الدین میں مجمع کی کثرت کی وجہ سے رات دس بجے ہی نمازِ جنازہ کی ادائیگی کی صورت نکل سکی۔ ہجوم کی کثرت اور لاکھوں کے مجمع کے باوجود مجمع اِنتہائی منظم اور پرسکون تھا، کوئی ایسی

بدنظمی، اِنتشار اور افراتفری سننے میں نہیں آئی جیسا کہ عام طور پر اس طرح کے جمِ غفیر میں جس میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ضرور دیکھنے کو ملتی ہے۔

افسوس ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ کارگاہِ آدم گری میں ڈھل کر تیار ہونے والے چراغِ ہدایت ایک ایک کر کے رخصت ہورہے ہیں اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی وفات پر نصف قرن کا اِختتام ہوگیا۔ حضرت مولاناؒ کی رحلت سے بلاشبہ ملتِ اسلامیہ ایک جید عالم دین، داعی و مربی، دوراندیش بزرگ و شیخ محسن و ہمدرد، اور قومی یکجہتی کی علامت رکھنے والی شخصیت سے محروم ہوگئی۔ لاکھوں محبت کرنے والوں کی آنکھیں حضرت مولاناؒ کی جدائی سے نم ناک ہوئی ہیں۔

اس پرفتن دور میں ایسے عالم ربانی کی جدائی اُمت کے لیے بڑا سانحہ ہے اور واقع ہونے والا خلا واضح طور پر محسوس ہوتا ہے، لیکن بحمداللہ پوری دنیا میں اس چراغ نے جو شمعیں روشن کی ہیں اور دعوت و تبلیغ کی محنت کی برکت اور درس و تدریس کے ذریعہ علماء ربانیین اور داعیان کی شکل میں جو قیمتی اثاثہ چھوڑا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت کے یہ روشن نشان صدیوں تک طالبینِ حق کی دستگیری کرتے رہیں گے۔ اور آپ کے خطبات، آپ کی تعلیمات، آپ کے دروس، آپ کی نصیحتیں اور سب سے بڑھ کر فکر و غم اور کڑھن و درد سے پر آپ کا پیغامِ ''دعوت الی اللہ'' ہم سب کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

حق تعالیٰ حضرت مولاناؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے اور اُن کے نسبی و معنوی متعلقین کو صبرِ جمیل سے نوازے اور اُن کے باقیاتِ صالحات خلقِ خدا کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنے۔ آمین

حضرت مولاناؒ کے سانحۂ اِرتحال پر ہر حلقہ کی سرکردہ شخصیات نے اظہارِ افسوس کیا یہ حادثہ اُن تمام لاکھوں سوگواروں کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے جو نہ صرف پاک و ہند بلکہ بیرون ممالک میں دعوت و تبلیغ کے حوالے سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں دِین حنیف کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

ان کی وفات کے موقع پر یہ ساری کیفیت حضرت مولاناؒ کی مقبولیت عندالناس ہونے کی واضح دلیل ہے، مولاناؒ کی وفات پر پاک و ہند کے اکثر رسائل و جرائد نے آپؒ پر تعزیتی

مضامین، اداریے اور تفصیلی خبریں چھاپیں اور سرخیاں لگائیں۔ اکابرین پاک و ہند کے تعزیتی پیغامات موصول ہوئے اور اخبارات و مجلّات میں شائع ہوئے۔ آپ کے جنازے میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔ اور کوئی بعید نہیں بلکہ یقیناً حضرت مولاناؒ ان شاء اللہ، عنداللہ بھی مقبول ہیں۔

وفات، جنازہ اور تدفین:

عمر کے آخری دس پندرہ سالوں میں آپ کا جسم بہت زیادہ بھاری ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے گوناگوں عوارض کا شکار ہوگئے، جس میں شوگر رذیابطیس کا مرض بھی شامل تھا، آخر میں گردے بھی متأثر ہوگئے تھے، بایں ہمہ آخر دم تک اپنے معمولات پورے کرتے رہے، ان امراض کی وجہ سے کئی بار ہسپتال میں داخل ہوئے، اور اِفاقہ ہونے پر قیام گاہ واپس آگئے، ہر مرتبہ پہلے جیسے جذبہ و اِنہماک کے ساتھ دعوتی و اِصلاحی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے، اور اپنے معمولات و اوراد کی پابندی کرتے رہے، ملنے والوں کو اندازہ بھی نہ ہوتا کہ وہ اندر سے کتنے بیمار اور مضمحل ہیں، آخر اِنتقال سے تقریباً ایک ہفتہ قبل آخری بار پھر طبیعت بگڑی اور ہسپتال میں داخل کیا گیا لیکن جانبر نہ ہوسکے، اور ۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء مطابق ۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروز منگل بوقتِ دوپہر ساڑھے گیارہ بجے رام منوہر لوہیا اسپتال دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

میوات میں اُسی وقت غم و اندوہ کی لہر دوڑ گئی جب مرکز نظام الدین کے ذریعے اس بات کی اِطلاع پہنچی کہ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اس دارِ فانی سے رحلت کر گئے ہیں، اخباری اطلاعات کے مطابق بس اِتنا سننا تھا کہ دعوت و تبلیغ کا گہوارہ کہلانے والا مقام ''میوات'' کے اندر ایک طرح سے ماتم چھا گیا، خواتین جو کھیتوں میں سرسوں کی کٹائی کر رہی تھیں وہ بھی آہیں بھرتی ہوئیں اپنے گھروں کو لوٹ گئیں، اربابِ مدارس نے قرآن کریم کی تلاوت اور ایصالِ ثواب کا سلسلہ شروع کردیا اور جس نے جہاں سنا وہ وہیں بیٹھ گیا۔

اور نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونِ ہند بھی اِنتقال کی خبر پل بھر کے اندر پلک جھپکنے کی طرح عام ہوگئی، حضرت مولاناؒ کے اِنتقال کی خبر عام ہوتے ہی دنیا بھر سے عوام و خواص نے

اس خبر کی تصدیق کے لیے فون کے ذریعے مرکز نظام الدین رابطہ کیا، جس سے ذمہ داران دعوت وتبلیغ کے پاس فون کال کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا، اور پوری دنیا سے نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے نظام الدین مرکز کی طرف جوق در جوق لوگ بڑھنے لگے۔ جن میں سعودی عرب سے آنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔

رات دس بجے نماز جنازہ اُن کے خاندان کے سرپرست اور مرشد حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ نے مرکز نظام الدین کے باہر وسیع وعریض سڑک پر ہزار ہا ہزار بلکہ اخباری اطلاعات کے مطابق دو لاکھ کے مجمع کو پڑھائی اور تدفین اُن بزرگانِ دین کے پہلو میں ہوئی جو حضرت مولاناؒ سے پہلے کاروانِ تبلیغ کی قیادت کرتے آئے تھے، یعنی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ۔ تدفین کے وقت عالم یہ تھا کہ حاضرین کی آنکھیں اشکبار تھیں، صبح تک مٹی دیئے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

جانے والے نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

حلیہ اور سراپا:

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا قد دراز، رنگ گورا، جسم بھاری اور مضبوط، چہرہ گول، ڈاڑھی گھنی، بھرپور اور سفید جس میں کچھ بال کالے بھی تھے، آنکھیں بڑی بڑی اور روشن، پیشانی کشادہ اور ناک اونچی، غرض آپ اپنے خدوخال اور شکل وصورت کے اعتبار سے دل کش تھے اور آپ کا انداز وادائیں دِل ربا تھا، چہرہ بے حد نورانی اور آنکھوں میں بلا کی چمک تھی، کسی کے اِستفسار پر مختصر جملوں میں اُس کا جواب دیتے اور گفتگو بالکل سادہ لہجہ لئے ہوئے ہوتی، پر اس میں بلا کی جاذبیت، سینہ گرمئ عشق اور اسرارِ الٰہی سے لبریز، مقام تمکین پر متمکن، نشست وبرخاست میں سنتِ نبوی ﷺ کے پرتو ''الخلق عیال اللّٰہ '' کے تحت جملہ خلائق کے ساتھ محبت وشفقت کا معاملہ۔

اللہ والوں کے چہرے کی نورانیت، رفتار میں فروتنی ومتانت، گفتار میں صداقت و

راستی، معاملات میں امانت ودیانت، معاشرت میں باہم اخوت، دنیا میں زہد وقناعت، طاعت میں دوام ومواظبت غرض جملہ اُمور میں تقویٰ وطہارت ہر قلبِ سلیم عین الیقین کے ساتھ یہ شہادت دینے لگتا ہے کہ ہے کوئی ذات جس نے اپنی شان ربوبیت سے ان حضرات کی تعلیم وتربیت فرما کر ان کو کمالاتِ عالیہ اور صفاتِ حسنہ سے آراستہ فرمایا ہے جس کی وجہ سے ان کی ذات میں ایسی جاذبیت ومحبوبیت پیدا ہوجاتی ہے کہ مسلم تو مسلم غیر مسلم کے قلوب بھی ان کی طرف غیر شعوری طور پر کھچنے لگتے ہیں اور اُن سے عقیدت ومحبت کا سلوک کرتے ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا زبیر الحسنؒ جامع شریعت وطریقت تھے، ان تمام صفات کے حامل، خدا کے بندوں کے لیے چراغِ رشد وہدایت تھے۔ حق تعالیٰ نے حضرت مولاناؒ کو ہر اچھی صلاحیت سے مالا مال فرمایا تھا۔

چہرے پر ہمہ وقت مسکراہٹ کی قوس وقزح قائم رہتی۔ زیرلب حرکت سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ ہوتا کہ ذکر کا اہتمام ہر وقت جاری ہے، نیز آپ اپنی شکل وشباہت میں سراپا والد ماجدؒ تھے، فرق کرنا مشکل ہوتا تھا، یہ تھے مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ جو گئے تو پورے عالم کو غمگین کر گئے۔

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کا پیغام، اُمتِ مسلمہ کے نام:

پاک وہند میں ماضیٔ قریب میں جو علماء ومشائخ گزرے ہیں، اُنہی میں سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ ایک ایسے گل صدا بہار تھے، جو علم کے غواص بھی تھے اور تزکیہ واِصلاح کے معالج نباض بھی، وہ داعی الی اللہ بھی تھے اور اپنے عہد کے بے مثال محدث بھی، وہ مبلغ بھی تھے اور صوفی بھی، واعظ بھی تھے اور مزکی بھی، اُن کے میکدۂ علم ومعرفت میں ہر بادہ خوار کو اُس کے ظرف کے مطابق شراب علم ومعرفت ملتی تھی، اُن کی مثال گنے کے درخت کی تھی کہ جہاں سے چوسا جائے، وہاں سے پینے والے کو رس مل جائے، وہ ایسے چراغِ عالم تاب تھے، جس کے نور سے کتنے ہی دیئے روشن ہوئے، وہ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے شبستانِ نور کی آخری کرنوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو نور سے بھر دے۔

اُن کو اس کی بڑی فکر تھی کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا لگایا ہوا یہ باغ برابر پھلتا پھولتا

رہے، اور اس کے لیے وہ آپسی ہم آہنگی، میل ومحبت، اِتحاد و اِتفاق کی فضا کا قائم رہنا ضروری سمجھتے تھے اور اس کی وہ احباب جماعت کو بھی تلقین فرماتے تھے۔ اور ہسپتال جاتے وقت اس کی خاص وصیت بھی احباب واہل تعلق کو کی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی وفات نے ایک ایسا خلا پیدا کیا ہے کہ شاید مدتوں پُر نہ ہو سکے، لیکن آپ کا پیغام آج بھی زندہ ہے اور خاص طور پر آپ کی صدا بہار محنت، آپ کی فکر اور آپ کی دعوت آج بھی زندہ ہے، شاید آپ کی دعوت کا لب لباب یہی تین باتیں ہیں، ''اللہ جل شانہ پر بھرپور یقین وایمان، معروف کی اشاعت کا اہتمام اور برائیوں کی روک تھام''، اللہ تعالیٰ ہم تہی دامان علم وعمل کو حضرت مولانا مرحوم کے نقش قدم پر چلنے اور آپ کی تعلیمات کی رہنمائی میں سفر زندگی کو طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس دور کا یہ سانحہ:

اس دور کا یہ سانحہ حساس دلوں کے لیے بہت المناک اور اہل فکر ونظر کے لیے بہت تشویشناک ہے کہ جدا ہونے والے اپنے بعد علم وفضل اور اِخلاص و اِیثار کو یوں سنسان کر کے جارہے ہیں کہ دور دور تک اُن کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا، ایک وقت تھا کہ اس قافلۂ دعوت وعزیمت کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ جگہ پر رشد و ہدایت کا چراغ تھا، جس کی بدولت رسوم و بدعات کی تاریکیاں چھٹتی اور کتاب وسنت کے انوار پھیلتے تھے، یہ لوگ نام ونمود اور شہرت سے کوسوں دور آدم گری اور اِنسانیت سازی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ اُن کی مثال ایک ایسے شجر سایہ دار کی طرح تھی جس کی چھاؤں افرادِ اُمت کے لیے باعثِ سکون وسرور تھی لیکن اب کاغذوں پر علامۃ الدہر، مفکر اسلام، مبلغ اسلام، داعیٔ کبیر، نابغۂ عصر، غوثِ زماں، قطب دوراں، شیخ المشائخ، عالم بے بدل اور محقق العصر تو موجود ہیں لیکن حقیقی اور واقعاتی دُنیا میں یہ نشستیں خالی ہو چکی ہیں، جو لوگ علم وفضل، ورع وتقویٰ، خشیت وانابت کے پیکر، کتاب اللہ کے عامل اور سنت نبوی ﷺ کا نمونہ تھے وہ ایک ایک کر کے رُخصت ہو گئے، اب چار سو اندھیرا ہے اور ویرانی۔

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اُٹھ جائیں گے جن کو

تم ڈھونڈنے نکلوگے مگر پا نہ سکو گے

آپ کے بعد اب تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے اراکین میں سے صرف دو ہی حضرات مولانا صاحبزادہ محمد سعد کاندھلوی اور حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہما رہ گئے ہیں، حق تعالیٰ ہر دو حضرات کی عمروں میں برکت عطا فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

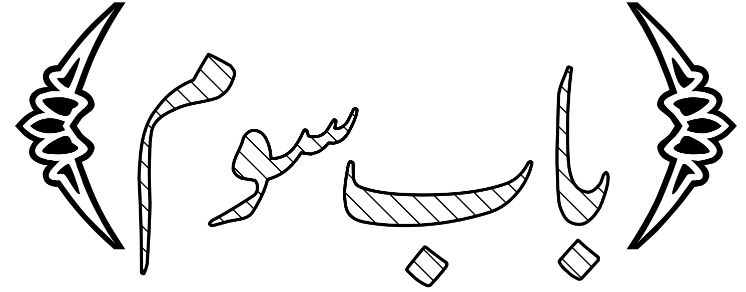
بلاشبہ حضرت اقدس مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کا سانحۂ وفات اُمتِ مسلمہ کے لیے بہت عظیم سانحہ اور قریبی دور کا سب سے بڑا نقصان ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے مقاماتِ قرب میں پیہم ترقیات عطا فرمائے، آپ کی تمام دِینی خدمات کو قبول فرمائے اور تیزی سے بڑھتی ہوئی تاریکی کے اس دور میں اُمت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساری اُمتِ مسلمہ پر جو احسانات ہیں اُن کا بدلہ اپنی شایانِ شان نصیب فرمائیں، حضرتؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اعلیٰ علیین میں ٹھکانہ نصیب فرمائیں اور انبیاء وصدیقین اور شہداء کے ساتھ حضرتؒ کا حشر فرمائیں، ساری اُمت کو حضرتؒ کی تعلیمات سے مستفید فرمائیں کہ بزرگوں کی اصل وراثت یہی ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات نے عظمت وشہرت کی جن بلندیوں کو چھوا اس پر تحریک دعوت وتبلیغ کو بجا طور پر فخر بھی ہے کہ حضرتؒ اسی درس گاہ کے تعلیم یافتہ، اسی تربیت گاہ کے فیض یافتہ اور علم وعرفان کے اسی مرکز سے وابستہ تھے جس کو حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے قرآن وسنت کی روشنی اور حضراتِ صحابہؓ کے طریق پر قائم کیا تھا اور تحریک دعوت وتبلیغ اور اس کے اراکین اس حادثہ پر اتنے ہی زیادہ رنجور ومغموم بھی ہیں۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

حاصل یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو بافیض شخصیت بنایا تھا ایسی شخصیت کا دنیا سے اُٹھ جانا حقیقتاً موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ ❁❁❁



افادات وملفوظات

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کارائے ونڈ

اجتماع ۲۰۱۳ء کا آخری بیان ودعاء

مرتب: مولانا انیس احمد مظاہری

میرے عزیزو، دوستو، بزرگو، بھائیو!

ابھی ابھی اجتماع ہوا ہے اُس میں کچھ لوگوں نے اللہ کے راستے میں نکلنے کا اِرادہ کیا ہے وہ نکل جائیں، اللہ اُن کے نکلنے کو قبول فرماوے گا، نکلنے کے زمانے میں دو محنتیں کرنی ہیں، ایک دِن کی محنت ہے، دوسری رات کی محنت ہے، دِن کی محنت تو یہ ہے کہ دعوت کے ذریعے اپنے اِیمان کو مضبوط بنایا جاوے، جتنی دعوت دیں گے اُتنا ہی ہمارے اِیمان کے اندر مضبوطی آوے گی۔ دعوت کیا ہے اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانا، خدائے پاک کی بڑائی کو بولنا، اُس کی قدرت کو بولنا، اُس کے کرتا دھرتا ہونے کو اِتنا بولا جاوے کہ ہمارے دِل کے اندر سے مخلوق کا یقین نکل جاوے، خدائے پاک کی ذاتِ عالی کا یقین ہمارے دل کے اندر پیدا ہو جاوے، یہی اِیمان ہے جو مطلوب ہے، جو محبوب ہے، جو مقصود ہے، جب اِیمان ہمارا مضبوط ہوگا، تو پھر ہمارے اعمال بھی جان دار ہوں گے، پھر ہمارے عملوں کے اندر نورانیت اور روحانیت آوے گی۔

معاف کرنا، برا مت ماننا، آج عملوں کا تو جنازہ نکلا ہوا ہے، دیکھ لو اِیمان کے بعد سب سے اُونچا عمل نماز کا عمل ہے، کتنے اللہ کے بندے ایسے ملیں گے جو نماز میں غفلت کرتے ہیں، نماز میں لاپرواہی کرتے ہیں، حالانکہ آخرت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال کیا جاوے گا، اگر ہماری نماز صحیح نکل آئی تو اور اعمال بھی ہمارے صحیح نکلیں گے اور نماز کے اندر کمی کوتاہی رہی تو اور اعمال میں بھی پیچھے رہ جاویں گے۔ اِس لئے یہ سارا مجمع کوشش، نیت اور

اِرادہ کرے کہ ان شاء اللہ موت تک نماز نہیں چھوڑیں گے۔ نمازوں کا اہتمام کریں گے، اگر ہماری نمازوں میں غلطیاں ہیں، کسی جانکار کو سناویں گے اور اپنی نمازوں کو صحیح کریں گے اور اُس کے اندر خشوع وخضوع پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور بھائی اِس کے ساتھ ساتھ تعلیم میں جم کر بیٹھیں گے، دھیان سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے اِرشادات کو سنیں گے، تاکہ ہمیں عملوں کی قیمت معلوم ہوجاوے۔ دنیا کی چیزوں کی قیمت ہمیں معلوم ہے، اگر نہیں ہے تو عملوں کی قیمت نہیں ہے کہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے پر ہمیں کیا ملے گا، ایک دفعہ الحمد للہ کہنے پر ہمیں کیا ملے گا، ان چیزوں کی قیمت ہمیں معلوم نہیں ہے، تعلیم کے اندر جم کر بیٹھنا ہے، عملوں کی قیمت کو سننا ہے، کیونکہ آدمی کو جب تک قیمت معلوم نہ ہو، عمل کرنے کی طرف طبیعت نہیں چلتی، دنیا کی چیزوں کی قیمت معلوم ہے اِس کے لئے قدم اُٹھانا آسان ہے، عملوں کی قیمت چونکہ معلوم نہیں ہے اِس لئے اُس پر چلنا دوبھر ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی تسبیحات کو اہتمام سے پڑھنا ہے، اللہ کا ذکر کرنا ہے تاکہ ہمارے اندر سے غفلت دور ہوجاوے، ہمارے دِلوں کا زنگ دور ہوجاوے، خدائے پاک کے ساتھ تعلق پیدا ہوجاوے، اللہ کے ساتھ تعلق کا پیدا ہوجانا یہ سب سے بڑی نعمت ہے، سب سے بڑی دولت ہے، آدمی جس چیز کا ذکر کرتا ہے، اُس کی محبت دِل کے اندر اُترتی ہے، اگر ہم خدائے پاک کے ذکر کا اہتمام کریں گے تو اللہ کی محبت، اللہ کی عظمت، اللہ کا تعلق ہمارے دِل کے اندر اُترے گا۔

ایسے ہی میرے عزیزو، دوستو، بزرگو اور بھائیو! ہر ایک اِیمان والے کا احترام کرنا ہے، ہر ایک کا اِکرام کرنا ہے، نہ معلوم کس بھائی کا خدائے پاک کے ہاں کیا مقام ہے کسی کو کچھ پتا نہیں۔

آج ہم بہت سے لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں، بہت سے لوگوں کو کم تر سمجھتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے اُن کی کوئی اچھی حالت نہیں ہوتی، لیکن دِین کے اعتبار سے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ پر قسم کھائیں تو خدائے پاک اُن کی قسم کو پورا فرماویں گے۔ اِس لئے ہر اِیمان والے کا احترام کرنا بہت ضروری ہے، دِل سے احترام کر رہے ہوں، ہر ایک کو اپنے سے افضل سمجھ رہے ہوں، اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ رہے ہوں، اپنے آپ کو حقیر سمجھ رہے ہوں، اپنے آپ کو کم تر

سمجھ رہے ہوں، دوسرے کو بہتر سمجھ رہے ہوں، دوسرے کو اپنے سے افضل سمجھ رہے ہوں۔

کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک آدمی تھا جو بہت گناہ گار تھا، بہت خطا کار تھا، بہت قصور وار تھا، لوگ اُس کے گناہوں کی وجہ سے اُس سے پریشان تھے، اُس کی معصیتوں کی وجہ سے پریشان تھے، لوگوں نے، گھر والوں نے اُس کو گھر سے نکال دیا، جنگل کے اندر اُس کو ڈال دِیا وہ جنگل کے اندر پھرتا رہا، جنگل کے اندر وقت گزارا، جب موت کا وقت آیا تو اُس نے اپنے اللہ سے کہا: اے اللہ! میرے گھر والوں نے، میرے اعزہ واقرباء نے میرے گناہوں کی وجہ سے، میری معصیتوں کی وجہ سے، میری برائیوں کی وجہ سے مجھے جنگل کے اندر ڈال دِیا اب کوئی میرا پرسانِ حال نہیں ہے، کوئی مجھ کو پوچھنے والا نہیں ہے، تو بے سہاروں کا سہارا ہے، تو بے کسوں کا ماویٰ و ملجاء ہے، تجھ ہی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں، تو مجھ کو معاف فرمادے۔ اللہ جل شانہ وعم نوالہٗ بڑے معاف فرمانے والے ہیں، بندہ جب اُن کے سامنے اپنے گناہوں کا اِقرار کرتا ہے، اپنے قصوروں کا اعتراف کرتا ہے، تو خدائے پاک اپنے بندے سے بہت راضی ہوتے ہیں، بہت معاف فرمانے والے ہیں اور معاف فرمانے کو پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ اُس بندے کا انتقال ہوا، اُس زمانے کے جو نبی (علیہ السلام) تھے، اُن کے پاس وحی آئی کہ میرا فلاں بندہ جو میرا ولی ہے، وہ جنگل میں پڑا ہوا ہے، وہاں جاؤ اور اُس کی تجہیز وتکفین کرو جا کے دیکھا تو وہی آدمی تھا، جس کو اُس کے گھر والوں اور رشتہ داروں نے نکال دِیا تھا، وہی جنگل میں پڑا ہوا تھا، پوچھا اے اللہ! کیا بات ہے کہ یہ آپ کا ولی کیسے بن گیا ہے؟ اللہ نے جواب دِیا کہ اُس نے ہم سے دوستی کرلی، اُس نے ہم سے معافی مانگ لی، تم لوگوں نے تو اُس کو حقیر سمجھا، لیکن اُس نے مجھ سے معافی مانگ لی اور میں بہت معاف فرمانے والا ہوں، میں نے اُس کو معاف کردیا اور میں نے اُس کو اپنا دوست بنالیا۔

میرے عزیزو، دوستو، بزرگو اور بھائیو! معاملہ ہر ایک کا خدا کے ساتھ ہے، بندے کے ساتھ کسی کا معاملہ نہیں ہے، اگر ہمارا معاملہ اللہ کے ساتھ صحیح ہے تو پھر کامیابی ہے اور خدانخواستہ اللہ کے ساتھ معاملہ غلط ہے، تو بڑے خسارے میں ہیں، بڑے نقصان کے اندر

ہیں، یہ صفات ہیں، جنہیں ہمیں اپنے اندر لانا ہے، اپنے اندر پیدا کرنا ہے اور یہ صفات آویں گی تو ہم کامیاب ہوں گے۔

میرے عزیزو! یہ عمل کرنے ہیں، اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لئے، اپنے اللہ کو خوش کرنے کے لئے، جس کو اِخلاص کہا جاتا ہے۔ اگر ہمارا عمل اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہے، تب تو قابلِ قبول ہے اور اگر خدانخواستہ شہرت کا جذبہ ہے، نام نمود کا جذبہ ہے، ریاکاری کا جذبہ ہے، تو پھر یہی عمل قابلِ مردود ہے، کتابوں کے اندر دونوں قصے آتے ہیں، ایک فاحشہ عورت نے کتے کو پانی پلا دیا، اللہ کو اُس کی ادا اتنی پسند آئی کہ اُس کے سارے گناہوں کو معاف فرما دِیا اور اُس کے مقابلہ میں دوسرا قصہ آتا ہے کہ قیامت کے دِن جن لوگوں کو سب سے پہلے جہنم کے اندر دھکیلا جاوے گا۔ وہ عالم، اور سخی اور شہید ہوں گے کہ دنیا کے اندر اُنہوں نے اِتنے بڑے بڑے کام کئے، اِتنے بڑے بڑے عمل کئے، یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں جان دِی، لیکن اُن کی غرض خدا کو راضی کرنا نہیں تھا، نام ونمود تھا، اپنے کو بہادر کہلانا تھا، اِس لئے خدائے پاک نے اُس کو جہنم کے اندر ڈلوا دِیا، اِخلاص کا فیصلہ آخرت کے اندر اللہ فرماویں گے، دنیا کے اندر تو ہر ایک اپنے آپ کو مخلص کہتا ہے، ہر ایک اپنے آپ کو یہ کہتا ہے کہ میں تو اللہ ہی کے لئے کر رہا ہوں، میری کوئی اور غرض نہیں، لیکن ہر ایک کو خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے، اپنا جواب دینا ہے، اگر وہاں یہ کہہ دِیا کہ ہاں یہ مخلص ہے، یہ میرے لئے کر کے آیا تھا، وہ تو کامیاب ہے اور وہاں یہ ہوا نہیں یہ تو ریاکار تھا، یہ تو شہرت کے لئے کرتا تھا، تو یہی آدمی ناکام ہوگا، مردود ہوگا اور یہی پکڑ کا ذریعہ ہو جاوے گا۔

بھائی میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! معاملہ بہت سنگین ہے، معاملہ کوئی آسان نہیں ہے، آخرت کی فکر ہر ایک کو کرنی ہے، اللہ کے سامنے حاضر ہونے کا اور جواب دینے کا ہر ایک کو فکر کرنا ہے، یہ ساری چیزیں سیکھنی ہیں، ان صفات کو اپنے اندر لانا ہے، اور لانے کے لئے یہی دو چیزیں ہیں، کرنے کے کام میں اپنے آپ کو لگانا ہے اور نہ کرنے کے کام سے اپنے آپ کو بچانا ہے، جماعت میں نکل کر کوشش کرنی ہے اِس بات کی کہ جن چیزوں کو کرنے کا کہا گیا ہے اُن کو کرنا ہے اور جن سے بچنے کا کہا ہے اُن سے بچنا ہے، خاص طور سے بے کار باتوں

سے، بے کار کاموں سے اپنے آپ کو بہت بچانا ہے، یہ بیکاری کیا ہے، یہ معصیت کا دروازہ ہے، آدمی جب بے کار بیٹھتا ہے تو شیطان اُس کے دِل کے اندر طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے، طرح طرح کے خیالات ڈالتا ہے، جس سے آدمی کا اِیمان ڈواں ڈول ہونے لگتا ہے اور جب آدمی اپنے آپ کو کام میں لگاتا ہے، اپنے آپ کو ایسے عملوں میں لگاتا ہے جو اُس کے لئے خیر کے کھلنے کا اور اُس کے لئے رحمتوں کے نازل ہونے کا ذریعہ بن جاوے، تو پھر ایسا آدمی بہت چین اور سکون کے ساتھ رہتا ہے۔

ایسے ہی میرے عزیزو، دوستو، اور بزرگو، بھائیو! مساجد کا احترام کرنا بھی بہت ضروری ہے، معاف کرنا، برا مت ماننا، آج ہم مساجد کو سرائے سمجھے ہوئے ہیں، مسجدوں کے اندر شور مچاتے ہیں، مسجدوں کے اندر آوازیں بلند کرتے ہیں، مسجدوں کے اندر دنیا کی باتیں کرتے ہیں، یہ مسجدیں خدائے پاک کا گھر ہیں، جتنا ہم اس کا احترام کریں گے، جتنا ہم اس کا ادب کریں گے، اتنا ہی اللہ کا فضل شاملِ حال رہے گا اور بے ادبی کریں گے اور بے احترامی کریں گے تو ڈریں کہ کہیں محروم نہ کر دیے جاویں، ''با ادب با نصیب اور بے ادب بے نصیب''۔ آدمی کو جو ملتا ہے وہ ادب ہی سے ملتا ہے، شاگرد، اُستاذ کا ادب کرے تو اللہ اُسے علم سے نواز دیتے ہیں، بیٹا ماں باپ کا ادب کرے تو اللہ اُسے رزق سے مالا مال کر دیتے ہیں اور ایسے ہی اگر ہم مساجد کا احترام کریں گے، مساجد کا اِکرام کریں گے، تو ہم محروم نہیں جاویں گے اور بے ادبی کریں گے تو محروم ہو جاویں گے، آدمی کسی کے گھر جاوے اور گھر کے اندر اُس کی چیزوں کو خراب کرے تو گھر والا کان پکڑ کر نکال دیتا ہے، اللہ ہمیں بھائی عمل کی توفیق نصیب فرماویں۔ یہ سارا ایک قسم کا جسم ہے، یہ سارا ایک قسم کا ڈھانچہ ہے، اس کے اندر جو جان پڑے گی، اُس کے اندر جو روح آوے گی، وہ رات کے رونے سے اور رات کے مانگنے سے آوے گی، راتوں کو اُٹھنے کا اہتمام ہو، اللہ کے سامنے رویا جا رہا ہو، اللہ سے مانگا جا رہا ہو، خدائے پاک کو اپنے بندے کا رونا اور مانگنا بہت پسند ہے، جب بندہ اُس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو خدائے پاک اپنے بندے کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتے ہیں اور اخیر رات کے اندر تو باقاعدہ اعلان ہوتا ہے، ہے کوئی معافی مانگنے والا! ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا! ہے کوئی سوال کرنے والا! اس وقت میں دو آنسو بہا لے نہ معلوم کس کا آنسو اللہ کو

پسند آجاوے اور نہ معلوم کس کے مانگنے پر خدائے پاک فیصلہ فرمادیں، اب مانگنا کیا ہے بس یہ دیکھنا ہے کہ آج ہمارے دِلوں کے اندر چونکہ دنیا اُتری ہوئی ہے، دنیا کی قیمت ہے، اِس لئے ہم دنیا ہی مانگتے ہیں، حالانکہ اصل مانگنے کی چیز وہ ہدایت کا نور ہے، اصل مانگنے کی چیز وہ اللہ کی رضا ہے، اصل مانگنے کی چیز خدائے پاک سے قبولیت کو مانگنا ہے، ہمارا مالک، ہمارا خالق، ہمارا پالنہار، ہمیں قبول فرمالے، ہمیں اپنی رضا نصیب فرمادے، اپنی ہدایت دے دے تو پھر وارے نیارے ہیں۔ اور اگر خدا کے ہاں قبول نہ ہوا، ہدایت کا نور نہ ملا، اللہ کی رضا نہ ملی، تو بڑے خسارے میں بڑے نقصان کے اندر ہوں گے۔ اپنی ذات سے محنت کرنی ہے، ان اعمال پر اور اپنے بھائیوں کو سمجھا کر، بجھا کر، ترغیب دِلا کر، شوق دِلا کر، ان اعمال پر لانے کی کوشش کرنی ہے۔ ہمارا کام محنت کرنا ہے اور کوشش کرنا ہے اور خدائے پاک کا کام عطا فرمانا ہے۔ اللہ جل شانہ بڑے ارحم الراحمین ہیں، بڑے اکرم الاکرمین ہیں، کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے اور کسی کے مانگنے کو رد نہیں فرماتے، بلکہ مانگنے سے بہت خوش ہوتے ہیں اور نہ مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں، بیٹا اگر اپنے باپ سے ہر وقت مانگتا رہے تو باپ بھی ناراض ہو جاتا ہے، لیکن اللہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے، رات کو ماں باپ بھی اپنا دروازہ بند کر لیتے ہیں، لیکن اللہ کا دروازہ رات کو بھی کھلا رہتا ہے، اِس لئے خوب دعاؤں کا اہتمام کرنا ہے، خوب عملوں کی طرف اپنے آپ کو لگانا ہے، خوب خدائے پاک سے مانگنا ہے، یہ دنیا دارالعمل ہے، عمل کرنے کی جگہ ہے اور آخرت دارالجزاء ہے، وہاں ملنے کی جگہ ہے، وہاں ملے گا تو خوب ملے گا اور ہمیشہ کے لئے ملے گا، اللہ مجھے بھی قبول فرمالے اور تمہیں بھی قبول فرمالیں۔

ہر آدمی کو اپنا کام کرنا ہے اور اپنے لیے خدا سے لینا ہے، جو کرلے گا بھئی پالے گا، جو نہیں کرے گا، کسی کا کچھ نہیں، اپنا ہی نقصان کرے گا، اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارے گا اور خود ہی خون کے آنسو روئے گا، اللہ ہماری حفاظت فرماوے۔

بس یہ ساری نیتیں کریں، یہ عزم کرکے جاویں کہ ان شاء اللہ اِس کام کو اپنا کام بنانا ہے اور دعا بھی کریں کہ اے اللہ! تو مجھے موت تک اِس کام کے لئے قبول فرمالے، اللہ جل جلالہ و عم نوالہ اپنا فضل فرماویں، اپنا کرم فرماویں۔ ہمیں اپنے آپ کو اِس کام کے ذریعے اللہ کے ہاں قبول کرانا ہے، اللہ قبول فرماویں گے تو ان شاء اللہ کل کو وہ وہ نعمتیں ملیں گی جس کا بندہ

تصور بھی نہیں کرسکتا اور سب بڑی نعمت اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔ خدائے پاک کا راضی ہونا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ سب سے بڑی دولت ہے، یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ اللہ ہم سب کو قبول فرماویں۔ اب دعا کے لئے سب اللہ کی طرف متوجہ ہو جاویں، اللہ سے مانگیں، غفلت والے دِل کی دعا خدائے پاک قبول نہیں فرماتے، جتنا ہم دھیان کے ساتھ، یقین کے ساتھ، عزموں کے ساتھ، اِلحاح وزاری کے ساتھ، تضرع کے ساتھ اللہ سے مانگیں گے، اتنی خدائے پاک جلدی قبول فرماوے گا، درود شریف پڑھیں، درود شریف پڑھنے سے دعا جلدی قبول ہوتی ہے، اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، مانگو اللہ سے۔

اور بلاء و مصیبتیں دور کرنے کے لئے بھی یہی ہے کہ بھئی اپنی زندگی عملی زندگی بنائیں، اپنے اللہ کی طرف متوجہ رہیں، خدائے پاک سے مانگتے رہیں، یہ حالات، یہ عذاب، یہ مصیبتیں جو چاروں طرف سے بارش کے قطروں کی طرح آرہی ہیں، یہ اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے، اپنی ہی بدعملیوں کا نتیجہ ہے، یہ خدا کی طرف سے آتے ہیں، یہ اِنسان کے بدن سے نکلنے والے عمل پر آتے ہیں، جیسا عمل، ویسا خدائی فیصلہ اور جیسا خدائی فیصلہ ویسے ہی حالات، عمل اچھے تو حالات اچھے، عمل خراب تو حالات بھی اس کے مطابق۔ اِس لئے اپنے عملوں کو درست کریں، اپنے آپ کو اللہ کا سچا بندہ بنانے کی کوشش کریں، اپنے آپ کو نبی کا سچا اُمتی بنانے کی کوشش کریں، اللہ مجھے بھی قبول فرماوے، تمہیں بھی قبول فرماوے، ہماری دنیا بھی بناوے، ہماری آخرت بھی بناوے۔ مانگو اللہ سے

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید، الٓم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم، وعنت الوجوہ للحی القیوم، لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، یا احد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد، یا حنان یا منا ن، یا بدیع السمٰوات والارض، یا ذالجلال والاکرام، یا ذالجلال والاکرام، یا ذالجلال والاکرام، یا ربنا و یا سیدنا و یا مولانا و یا غایت رغبتنا، ظلمنا انفسا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین، اللھم اغفر لأمة سیدنا محمد صلی

اللہ علیہ وسلم ما تقدم من ذنبها وما تأخر وما اسرت وما اعلنت، اللهم اشرح صدورنا للاسلام، اللهم حبب الینا الایما ن و زینه فی قلوبنا و کره الینا الکفر والفسوق والعصیان، اللهم اجعلنا من الراشدین، اللم احسن عاقبتنا فی الامور کلها و اجرنا من خزی الدنیا و عذاب الآخرة، اللهم اعط نفوسنا تقواها وزکها انت خیر من زکها انت ولیها ومولاها، اللهم لا سهل الا ما جعلته سهلا و انت تجعل الحزن سهلا اذا شئت، لا اله الا الله الحلیم الکریم، سبحان الله رب العرش العظیم، الحمد لله رب العالمین، نسألک موجبات رحمتک، نسألک موجبات رحمتک، نسألک موجبات رحمتک، و عظائم مغفرتک، والغنیمة من کل بر و السلامة من کل اثم، لا تدع لنا ذنبا الا غفرت، ولاهما الا فرجت، ولا کربا الا کشفت، ولا مرضا الا شفیت، ولا بلاء الا رفعت، ولا حاجة هی لک رضا الا قضیتها یا ارحم الراحمین، الیک رب فحببنا، و فی انفسنا لک رب فذللنا، و فی اعین الناس فعظمنا، و من سئی الاخلاق فجنبنا، و علی صالح الاخلاق فقومنا، و علی الصراط المستقیم فثبتنا، و علی الاعداء اعدائک اعداء الاسلام فانصرنا، اللهم انصرنا ولا تنصر علینا، و زدنا ولا تنقصنا، و اکرمنا ولاتهنّا، و آثرنا ولا تؤثر علینا، و اعطنا ولا تحرمنا، و اعطنا ولا تحرمنا، اللهم امکر لنا ولا تمکر علینا، اللهم ارحمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا، اللهم ارحمنا بترک المعاصی ابدا ما ابقیتنا، وارحمناما نتکلف ما لا یعنینا، وارزقنا حسن النظر فیما یرضیک عنا، یا حی یا قیوم، برحمتک نستغیث، اصلح لنا شاننا کله، ولا تکلنا الی انفسنا طرفة عین فانک ان تکلنا الی انفسنا تکلنا الی ضعف و عورة، و ذنب و خطیئة، وانا لا نستطیع الا برحمتک، یا ارحم الراحمین، یا ارحم الراحمین، یا اول الاولین و یا آخر الآخرین و یا ذالقوة المتین و یا راحم المساکین ویا ارحم الراحمین، اسمع واستجب، الله اکبر الاکبر، لا

حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم، اللهم انا نسألک ایمانا کاملا و یقینا صادقاو هدی قیما و خلقا مستقیما، اللهم انا نسألک ایمانا لا یرتد، و نعیما لا ینفد، ومرافقة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم، اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، و ارنا الباطل باطلا ورزقنا اجتنابه، اللهم الهمنا مراشد امورنا، و اعذنا من شرور نفوسنا، یا مقلب القلوب، ثبت قلوبنا علی دینک، یا مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک، اللهم اقبل قلوب المسلمین و جموعهم الی طاعتک، اللهم اجعلنا سامعین مطیعین، و اولیاء مخلصین، و رفقاء مصاحبین، اللهم اجعل نبینا لنا فرطا و حوضه لنا موردا، اللهم احشرنا فی زمرته، واستعملنا بسنته، و توفنا علی ملته، واجعلنا من حزبه، واجعلنا من رفقا ئه مع النبیین والصدیقین والشهداء و الصالحین، اللهم انا نسألک ایمانا کاملا ویقینا صادقا، و هدی قیما و خلقا مستقیما، اللهم انا نسئلک ایمانا لا یرتد، ونعیما لا ینفد، ومرافقة نبینا محمد صلی الله علیه وسلم، اللهم انا نسألک الهدی و التقیٰ و العفاف وا لغنیٰ، اللهم آت نفوسنا تقواها وزکها انت خیر من زکها انت ولیها ومولاها، اللهم انا نسألک حبک و حب رسولک و حب من ینفعنا حبه عندک، والعمل الذی یبلغنا حبک، اللهم اجعل حبک احب الاشیاء الینا واجعل خشیتک اخوف الاشیاء عندنا، واقض عنا حاجات الدنیا با الشوق الی لقائک من غیر ضراء، مضرةولا فتنة مضلة و قنا السیأت، ومن تق السیأت یومئذ فقد رحمته، و ذالک هو الفوز العظیم، اللهم انا نسألک العفو والعافیة، انا نسألک العفو والعافیة والفوز فی الآخرة، اللهم انا نسألک رضاک والجنة، و نعوذ بک من غضبک و النار، و نعوذ بک من غضبک و النار، و نعوذ بک من غضبک و النار، اللهم انا نسألک الجنة وما قرب الیها من قول او عمل و نعوذبک من جهنم وما قرب الیها من قول وعمل، ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب

النار.

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، اے اللہ! ہماری لغزشوں کو معاف فرما، اے اللہ! ہماری سیئات کو حسنات میں مبدل فرما، اے اللہ! اِیمان کی حقیقت ہم کو نصیب فرما، یا اللہ! اِیمان کا کمال ہمارے اندر پیدا فرما، اے اللہ! مؤمنین کاملین میں ہم کو شامل فرما، اے اللہ! ہر فرد اُمت کو اِس کام کے لئے قبول فرما، اے اللہ! ہر فرد اُمت کو اِس دعوت والے عمل کے لئے قبول فرما، یا اللہ! اِیمان پر خاتمہ نصیب فرما، یا اللہ اِیمان کی حقیقت تو ہم کو نصیب فرما، یا اللہ! دِین کی صحیح سمجھ ہم کو نصیب فرما، اے اللہ! دِینی تڑپ ہمیں نصیب فرما، اے اللہ! دِین پر چلنا ہمارے لئے آسان فرما، اے اللہ! بے دِینی کو ختم فرما، اے اللہ بے دِینی کی فضاؤں کو ختم فرما، اے اللہ! دِینی فضائیں عام فرما، اے اللہ! اِیمانی فضائیں قائم فرما، اے اللہ! اِیمان کی فضائیں قائم فرما، اے اللہ! ہم سب کو قبول فرما، اے اللہ! صفاتِ قبولیت سے آراستہ فرما، اے اللہ! رزائل سے، گندگیوں سے اور اے اللہ! فواحش ومحرمات سے اور اے اللہ! منکرات ومنہیات سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما، اے اللہ! طاعات کی رغبت نصیب فرما، اے اللہ! سنتوں کا شوق مرحمت فرما، اے اللہ! ایک ایک سنت کو ہماری زندگیوں میں زندہ فرما، اے اللہ! غیروں کی چال چلنے سے ہماری حفاظت فرما، یا اللہ! گناہوں کی نفرت دِلوں کے اندر پیدا فرما، اے اللہ! حکموں پر چلنا آسان فرما، اے اللہ! ہدایتِ عامہ کے فیصلے فرما، یا اللہ! اقوامِ عالم کو ہدایت سے سرفراز فرما، یا اللہ! پوری اِنسانیت پر رحم فرما، اے اللہ! پوری اِنسانیت پر کرم فرما، یا اللہ! ارضی وسماوی آفات سے ہماری حفاظت فرما، اے اللہ! خیر وبرکت نازل فرما، اے اللہ! رحمتیں نازل فرما، اے اللہ! ہم سب کو قبول فرما، یا اللہ! ہمیں محروم نہ فرما، اے اللہ! ہمیں مردود نہ فرما، یا اللہ! اپنے فضل وکرم سے جو دولت عبادِ صالحین کو عطا کرتا ہے، اے اللہ! ہمیں بھی نصیب فرما، اپنے کرم سے نصیب فرما، اے اللہ! اپنی رضا کی دولت سے مالا مال فرما، یا اللہ! اپنی ناراضگی سے اور اے اللہ ناراضگی والے کاموں سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما، اے اللہ! رضا والے کاموں میں لگنے والا بنا دے، یا اللہ اُمت کو اِس کام کے لئے قبول فرما لے، ہر فرد اُمت کو قبول فرما لے، اے اللہ! اپنی ذمہ داری کو سمجھنے والا بنا

دے اور اِس ذمہ داری کو پورا کرنے والا بنا دے، اے اللہ! مردوں کو اور عورتوں کو اور اے اللہ! بچوں کو سب کو اپنے کرم سے قبول فرما لے، اے اللہ! پوری اِنسانیت پر اپنا فضل فرما لے، اے اللہ! ہدایتِ عامہ کے فیصلے فرما دے، اے اللہ! تباہی و بربادی والے راستے سے ہم سب کو بچا لے، اے اللہ! نجات والے راستے پر ہم سب کو چلا دے، یا اللہ! ہمارے اِس اجتماع کو قبول فرما، اے اللہ! اِس میں شرکت کرنے والوں کو قبول فرما، اے اللہ! اِس میں محنت کرنے والوں کو قبول فرما، اے اللہ! اِس میں کہنے سننے والوں کو قبول فرما، اے اللہ! اپنی راہ میں نکلنے والوں کو قبول فرما، اے اللہ! جہاں جہاں سے تیرے بندے یہاں آئے ہیں، سب کی آمد کو قبول فرما، اے اللہ! ذریعہ اور بہانے کے طور پر قبول فرما کر پورے عالم میں اِیمان کی ہوائیں چلا دے، ہدایت کے دروازے کھول دے، اقوامِ عالم کو اِیمان سے سرفراز فرما دے، اے اللہ! ارضی وسماوی آفات اور اپنے عذابات سے ہماری حفاظت فرما دے، اے اللہ! گناہوں پر ندامت وشرمندگی عطا فرما دے، اے اللہ! سچی پکی توبہ کرنے کی توفیق نصیب فرما دے، اے اللہ! جتنے عربی اسلامی مدارس، قرآنی مکاتب اور دِینی مراکز ہیں، سب کی حفاظت فرما، اور اے اللہ! دِین کی جونسی محنت جہاں کہیں بھی ہو رہی ہے سب کو قبول فرما، اے اللہ! سب کو قبول فرما، یا اللہ! دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرما، اے اللہ! ہر قسم کے اِنتشار و خلفشار سے پوری پوری حفاظت فرما، اے اللہ! اِس کام کی اور کام کرنے والوں کی پوری پوری حفاظت فرما، ہر قسم کے اِنتشار سے، ہر قسم کے خلفشار سے اور دِلوں کی پھٹن سے اے اللہ! سب کی حفاظت فرما، یا اللہ! اجتماعیت پیدا فرما، اے اللہ! اِتحاد و اِتفاق پیدا فرما، اے اللہ! دِلوں میں اُلفتیں محبتیں پیدا فرما، اے اللہ! دِلوں کو ایک دوسرے کی طرف سے صاف فرما، اے اللہ! دِلوں کو پاک فرما، اے اللہ! رحمتیں اور برکتیں شاملِ حال فرما، اے اللہ! اِخلاص نصیب فرما، اے اللہ! اِستخلاص نصیب فرما، اے اللہ! اِستقامت کی دولت سے مالا مال فرما، اے اللہ! موت تک لگے رہنے والا بنا دے، اے اللہ! ہمیں محروم نہ فرما، اے اللہ! مردود نہ فرما، اے اللہ! بدبختوں میں شامل نہ فرما، اے اللہ! اپنا کرم شاملِ حال فرما، یا اللہ! اپنا فضل شاملِ حال فرما، اے اللہ! جن بھائیوں نے ہم سے دعاؤں کے لئے کہا ہے یا لکھا ہے یا جو ہم

سے دعاؤں کے متوقع ہیں، یا کہنا چاہتے تھے کہہ نہیں پائے، اے اللہ! سب کی جائز مرادوں کو پورا فرما، اے اللہ! پریشان لوگوں کی پریشانیوں کو دور فرما، اے اللہ! بیماروں کو شفا نصیب فرما، یا اللہ! مقروضین کے قرضے کی غیب سے صورتیں پیدا فرما، جائز حاجات کو پورا فرما، یا اللہ! جائز ضروریات کو پورا فرما، اے اللہ! دِلوں میں سکینہ نازل فرما، اے اللہ! وساوسِ قلب سے، ضیق صدر سے اور شتاتِ امر سے ہم سب کی حفاظت فرما، اے اللہ! رحمتیں اور برکتیں شاملِ حال فرما، اے اللہ! اِس پورے مجمع کو قبول فرما، اے اللہ! اِس پورے مجمع کو قبول فرما، اے اللہ! اِس پورے مجمع کو قبول فرما، اِس کے ہاتھ اُٹھانے کو قبول فرما، اِس کے مانگنے کو قبول فرما، اپنی رضا نصیب فرما، اپنا تعلق نصیب فرما، نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی و سچی محبت نصیب فرما، اے اللہ! اتباعِ کامل کی دولت سے مالا مال فرما، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلنا ہم سب کے لئے آسان فرما، یا اللہ! عفو کا، عافیت کا، یسر کا، سہولت کا، کرم کا، رحم کا، فضل کا معاملہ فرما، غیبی تائید شاملِ حال فرما، اے اللہ! بھرپور نصرت فرما، اے اللہ! بھرپور مدد فرما، اے اللہ! قدموں کو آگے بڑھاتے رہنے کی توفیق نصیب فرما، یا اللہ قدموں کے بچھڑ جانے سے اور اے اللہ! اس کے پیچھے رہ جانے سے ہم سب کی حفاظت فرما، ثباتِ قدمی نصیب فرما، یا اللہ اپنے کرم سے ہماری دعاؤں کو قبول فرما، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ۔

ملفوظات حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

از قلم: مفتی محمد سفیان بلند
مدرس مدرسہ عثمانیہ بہادرآباد کراچی

اس مضمون میں آپ کے چند اہم ملفوظات جو تبلیغی کام کرنے والے احباب کے لیے رہنما اصول ہیں کو ذکر کرتا ہوں تاکہ آپ کی ہدایات کی روشنی میں کام کا نقشہ کام کرنے والوں کے سامنے رہے۔ (محمد سفیان بلند، مدرس مدرسہ عثمانیہ بہادرآباد کراچی)

فرمایا: اس دعوت وتبلیغ کی غرض جمیع ما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم کا

زندگیوں میں آجانا ہے وہ لوگ ناسمجھ ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ تبلیغ والوں نے دِین کو چھ نمبروں میں محدود کر دِیا ہے، حالانکہ اس دعوت کی غرض یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ ہماری زندگیوں میں آجاوے۔

فرمایا: اگر تمہاری نیت صرف دوسروں کی اِصلاح کی ہوگی تو اپنی اِصلاح سے غافل ہوجاؤ گے، پھر چاہے کام زیادہ ہوتا ہوا نظر آئے گا، لیکن کام میں جان نہیں ہوگی، کام میں جان آتی ہے کام کرنے والے کے تواضع کرنے سے اور اپنے آپ کو محتاج سمجھنے سے۔

فرمایا: یہ دعوت والا عمل اندر کی صفات اِخلاص اور سچائی کے ساتھ چلے گا، چاہے ظاہری اسباب کی کمی ہو، اس میں اپنی کمی پر اور خامی پر نظر کرنا ہی کمال کا ذریعہ ہے اور جو شخص اپنی کمی پر نظر نہیں کرتا، اس میں کمال بھی پیدا نہیں ہوتا۔

فرمایا: یہ دنیا کی زندگی ختم ہونے کے لیے ہے، دنیا میں کوئی رہنے والا نہیں ہے، اِس لیے جہاں جانا ہے وہاں کی تیاری کرنا ہے، آخرت کی زندگی جو بنائے گا وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوگا، دنیا کی کوئی چیز ساتھ جانے والی نہیں ہے، ساتھ جانے والے اعمال ہیں، وہ آدمی عقل مند ہے اور ہوشیار ہے جو آخرت کی تیاری کر لے، اگر دنیا کی زندگی میں ہم وقت ضائع نہیں کریں گے تو اِن شاء اللہ ہم آخرت میں کامیاب ہوں گے، اعمالِ صالحہ ہی ہماری زندگی کا سرمایہ ہیں، موت ہماری طرف بھاگی چلی آرہی ہے اِس لیے فکر کرنا ہے کہ زندگی بن جائے اور آخرت کا سامان لے جانے والے بن جائیں۔

دِین کی کوشش بہت آسان ہے، خدا کے احکامات پوری زندگی میں بکھرے ہوئے ہیں، اُن کو پورا کرنا ہے، ہم اپنی زندگی کو جتنا بنادیں گے اللہ اُتنا ہی فضل فرماویں گے، خدا کا فضل اعمالِ صالحہ سے ہوتا ہے، حکومت اور ملک و مال سے نہیں ہوتا، اگر اچھے اعمال نہ کئے تو خوب پچھتانا پڑے گا۔

فرمایا: اہلِ علم کے پاس جاؤ تو دعوت کی نیت سے مت جاؤ، ناصح نہ بنو، طالب بن کر جاؤ، تواضع سے بات کرو، عرض ومعروض کے طور پر بات کرو، دریافت فرمائیں تو کارگزاری کے طور پر عرض کردو، اہل اللہ کے پاس جاؤ تو اور بھی زیادہ ادب واحتیاط کے ساتھ جاؤ، وہ

اہلِ دل ہیں، اُن سے دعا کے لیے عرض کرو، صرف اِتنی دیر بیٹھو جتنی دیر اُنہیں بشاشت رہے۔

فرمایا: جماعت میں نکلنا اپنے فرائض اور واجبات کو ادا کرنے کی مشق کے لیے ہے، بات سمجھاؤ لیکن نرمی سے سمجھاؤ، بات میں سختی لانے سے بچنا ہے اور نرمی سے خوشامد سے کرنا ہے، یہ نہیں کہ اس کو وحشت ہو جائے اگر وہ سختی کرے تو مجلس کو خوبی کے ساتھ ختم کر دو، یہ نہیں کہ تم بھی سختی پر آ جاؤ، حضور پاک ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے نرمی برتنے کا حکم دِیا تھا۔

اِیمان کی دولت خدا کو محبوب ہے اور خدا کے یہاں سب سے قیمتی ہے، اِیمان کے علاوہ کوئی چیز خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکتی، لا اله الا اللّٰه یہ زندگی کا ایک اِقرار نامہ ہے، وہ یہ ہے کہ ہم ہر چیز میں خدا کے حکموں پر چل رہے ہوں۔

فرمایا: اس اُمت کی متعدد خصوصیات ہیں، ایک خصوصیت یہ ہے کہ أدعونی أستجب کا خطاب اس کو ملا جب کہ یہ خطاب نبیوں کو ملا کرتا تھا، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ھو اجتباکم تمہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے اور تیسری خصوصیت شهداء على الناس ہے، اللہ نے دِین اور اِیمان کے اندر ذاتی کشش رکھی ہے، آج ہم لوگ اپنی ڈگر سے ہٹ گئے ہیں، ہمارے اندر تواضع اور مسکنت آنی چاہیے، جو اللہ کے لیے نیچا بنتا ہے، اللہ اسے اُونچا کرتے ہیں ہم کسی پر مسلط نہ ہوں۔ منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ سے فرمایا کہ واعرض عنهم وعظهم وقل لهم قولا بليغا.

اپنے اندر شمائل اور خصائل پیدا کرنے کی کوشش کرو اور رذائل سے بچنے کی کوشش کرو، جس کو دعوت دے رہے ہو، اس کو حقیر مت سمجھو بلکہ اس کی شفقت دِل میں ہونی چاہیے۔

فرمایا: اعمال کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم وہ ہے جو دوسرے اعمال کے لیے وسائل کا درجہ رکھتے ہیں اور دوسری قسم اعمال کی وہ ہے جو مقصد کا درجہ رکھتے ہیں، دینے والے صرف اللہ ہیں، دِینی و دنیاوی ہر لائن میں خدا کی نوازش کے بغیر بات نہیں بنتی اور دِین کی سمجھ تو خالص عطیہ خداوندی ہے، کسی اِنسان کا اس میں زور اور بس نہیں چلتا لیکن چونکہ دنیا دارالاسباب ہے لہٰذا وہ اعمال بھی کرنے ہوں گے جو اسباب و وسائل کا درجہ رکھتے ہیں، اللہ نے ہدایت اپنے قبضہ میں رکھی ہے لیکن اس کا سبب محنت اور کوشش ہے جو اِنسان کے کرنے کی چیز ہے، خدائے

پاک محنت کی قیمت بھی دیتے ہیں اور اس محنت کے لیے جو سبب اِختیار کیا جائے اس کی بھی قیمت (ثواب) دیتے ہیں، اس کو مثال سے اِس طرح سمجھئے جیسے نماز عمل ہے جو مقاصد میں سے ہے اور مساجد کا بنانا یہ اعمالِ مقصودہ کے لیے ذرائع اور وسائل کا درجہ رکھتا ہے تو اس وسیلہ والے عمل یعنی تعمیرِ مسجد کی بھی خدا قیمت دیتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اگر اللہ کی رضا کے لیے کوئی مسجد بنائی جائے چاہے وہ چھوٹی سے چھوٹی ہو تو اللہ اس پر بھی جنت میں مکان مرحمت فرماتے ہیں، اِنسان اپنا گھر بناتا ہے تو اس پر کوئی اجر کا وعدہ نہیں ہے لیکن مسجد پر وعدہ ہے۔

ایسے ہی مدارس و مکاتب ہیں کہ وہ علمِ دین کے لیے ذرائع اور وسائل کا درجہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کا بھی ثواب مرحمت فرمائیں گے لیکن مسجد کے بنانے سے زیادہ ثواب نماز کا ہے، ایسے ہی مدرسے بنانے سے زیادہ ثواب علم حاصل کرنے کا ہے، مدرسے بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے کو علم پر ڈالنے کی محنت ہونی چاہیے اور مسجد بنانے کے ساتھ ساتھ نماز پر بھی محنت ہونی چاہیے، اور اس کے لیے سبب کے طور پر وہ محنت ہے جس سے ہدایت ملتی ہے۔

فرمایا: دِین کے کام کو اپنا کام بنا کر کرنا ہے اور ضرورتوں کو آگے پیچھے کرنا ہے، اس دعوت والے کام کو جتنا ہم اپنی ضروریات سے آگے رکھ کر کریں گے، کام میں ترقی کرتے چلے جاویں گے، اگر ہم نے اس کام کو اپنا کام نہیں بنایا تو کام پیچھے ہوتا چلا جاوے گا، ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ یہ کام ہمارا اصلی کام بن جاوے، دِین کی مدد کرنے والے کی اللہ پاک مدد فرماویں گے اور اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، اور اگر اللہ کی مدد نہ ہوگی تو کوئی کسی کا کچھ نہیں سنوار سکتا۔

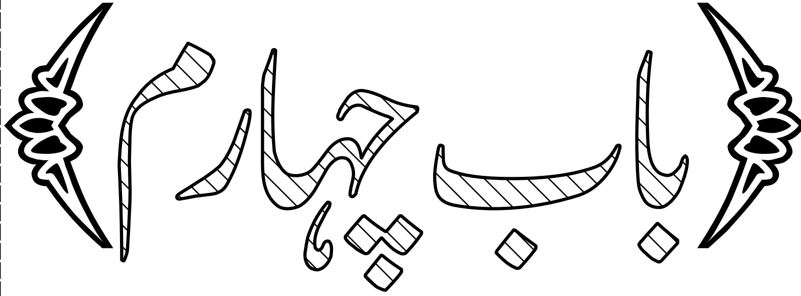
فرمایا: امارت کوئی عہدہ نہیں ہے بلکہ فکر کے ساتھ بوجھ اوڑھنے کی چیز ہے، جہاں امیر سیدھا سادھا ہو وہاں کام اچھا چلتا ہے، اگر کوئی امیر بنا دِیا جائے اور وہ اسے عہدہ اور منصب سمجھنے لگے تو بالکل نااہل ہے اور اگر کوئی امیر نہ ہو اور کام کا فکر کرتا ہو، تو وہی اللہ کے یہاں سے نواز دِیا جاتا ہے۔

طبیعت میں تکبر، خودرائی اور اپنے کو بڑا سمجھنا، یہ دِل کے منکرات ہیں اور دِل کے

منکرات بدن کے منکرات سے زیادہ سخت ہیں، یعنی باطن کے منکرات ظاہر کے منکرات سے زیادہ سخت ہیں، آدمی اپنے بارے میں بہت جلد طے کرلیتا ہے کہ میں مخلص ہوں، ہم لوگ اپنے زعم میں مبتلا ہوکر خود ہی اپنا ایک مقام طے کرلیتے ہیں، یہ حبّ جاہ ہے، یہ موت تک بھی اگر نکل جاوے تو بہت بڑی بات ہے، اوّل تو ہم محنت کرتے نہیں اور کرتے ہیں تو اس میں عجب اور بڑائی پیدا ہوجاتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ وہ معصیت جس سے ندامت اور دل شکستگی پیدا ہو وہ اس طاعت اور عبادت سے اچھی ہے جس سے عُجب پیدا ہوتا ہو۔

فرمایا: امارت ایک ذمہ داری ہے، وہ کوئی عہدہ ومنصب نہیں ہے، قربانیوں کا اور اللہ کے یہاں جواب دہی کا مقام ہے، اب اگر اس کے ذریعہ سے آدمی میں بڑائی اور کبر پیدا ہوجائے تو بڑے خطرے کی بات ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں تو وہ اس گلے کو اِتنا نہیں بگاڑتے جتنا کہ حبّ جاہ اِنسان کو بگاڑ دیتا ہے، حبّ جاہ وہ رذیلہ ہے جو سب سے آخر میں نکلتا ہے، اب اگر کوئی یہ سمجھے کہ میرے اندر تو کوئی غلطی اور خطا نہیں ہے تو وہ دھوکے میں ہے، ہر شخص اپنے بارے میں متفکر رہے، بےفکر ہوجانا ہی ترقی کو روکتا ہے، قیامت کے دِن محاسبہ سے پہلے اپنا محاسبہ کرتے رہو! اگر محاسبہ کرتے رہوگے تو اپنی اندر کی بیماریاں سامنے آتی رہیں گی اور اگر محاسبہ نہیں کروگے تو یہ بیماریاں سامنے نہیں آئیں گی اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن جاویں۔

فرمایا: اِیمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات ان سب شعبوں کا ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ ہے، اِیمان مضبوط ہوگا تو عبادات میں جان پڑے گی اور عبادات صحیح نہیں ہوسکتی جب تک کہ اِیمان صحیح نہیں ہوگا، اب ہم پانچ شعبوں میں چلنے والے بنیں، کوشش کرنے کا نام دعوت ہے، جتنی کوشش کی جائے، اتنے ہی یہ شعبے زندہ ہوں گے اور دعوت چلے گی، اللہ کی رضا سب سے بڑی دولت ہے اللہ کو راضی کرنے کے لیے اِنسان کا اپنی زندگی کے اندر ان پانچ چیزوں کو داخل کرنا ضروری ہے، اللہ کی رحمت نازل ہوگی جو اِنسانوں پر ہی نہیں بلکہ حیوانوں پر بھی نازل ہوگی۔ کوشش کرنا ہے کہ اللہ ہم پر اور پوری اُمت پر اپنی رحمت نازل فرماوے۔



دنیا بھر سے ملنے والے

تعزیتی پیغامات و تأثرات

تعزیتی پیغامات

(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد پاک و ہند کے مختلف اخبارات نے دِینی، مذہبی اور نامی گرامی شخصیات کے تعزیتی پیغامات وتأثرات شائع کیے تھے، جواُن اخبارات کے شکریہ کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں۔ نیز بعض مشائخ نے اپنے بیانات میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق جو گفتگو فرمائی تھی، اُس کے اقتباسات بھی مع حوالوں کے پیشِ خدمت ہیں۔مؤلف)

حضرت مولانا سیّدابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ اپنی تصنیف ''سوانح حضرت شیخ''، میں لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ نے اپنے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ ایک صاحبزادہ اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں جن کی ضروری تفصیل یہ ہے:

اہلیہ محترمہ حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زادمجدہٗ ماہِ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ (ستمبر ۱۹۲۰ء) میں ان کی پیدائش ہوئی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس وقت حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ اپنے سفرِ حجاز پر تشریف لے جاچکے تھے، ۳/محرم ۱۳۵۴ھ (۷/اپریل ۱۹۳۵ء) میں آپ کا نکاح ہوا، مولوی محمد زبیر سلمہٗ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

...آپ کے دوسرے نواسے مولوی محمد زبیر الحسن صاحب ابن مولانا انعام الحسن صاحب بھی جامعہ مظاہر علوم کے فاضل ہیں، تکمیل کے بعد حضرت شیخ کے زیر ہدایت و ترتیب ذکر وشغل میں مصروف ہوئے اور شیخ نے ان کو مدینہ منورہ میں اجازت بھی مرحمت فرمائی، وہ اپنے والد ماجد کے زیرسایہ مرکزِ تبلیغ نظام الدین میں دعوت وتبلیغ اور وہاں کے مدرسہ کاشف العلوم میں درس وتدریس میں مصروف ہیں، بارک اللہ فی حیاتہ۔(ص:۱۸۹)

حضرت الحاج محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم (امیر دعوت وتبلیغ پاکستان:)

حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی زبیر الحسنؒ، مولوی محمد سعد اور مولوی احمد لاٹ کی جوڑی بنائی تھی، فرماتے تھے کہ مرجانا لیکن تینوں ایک ساتھ رہنا، ایک

ساتھ تشکیل کروانا، جہاں اِجتماع ہوتا نظام الدین مرکز سے اِن تینوں کی تشکیل ہوتی، آخری بار بنگلہ دیش اِجتماع میں فرمانے لگے کہ اِن تینوں کو جب میں ایک ساتھ دیکھتا ہوں تو میں اپنی بیماری بھول جاتا ہوں، جب یہ تینوں الگ ہوں گے تو ایک دوسرے کی قدر معلوم ہوگی۔

(ماخوذ: بیان ۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء بعداز فجر، رائے ونڈ مرکز)

حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب مدظلہم (حالیہ امیر عالمی شوریٰ دعوت وتبلیغ):

دور کا سفر ہو یا قریب کا میں بھرپور کوشش کرتا اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہتا کہ آپ نہ جائیں مگر وہ کہتے کہ نہیں مجھے جانا ہے۔ اِتنی معذوری کے باوجود اللہ کے لیے سفر کرنے کو دیکھ کر میں اُن کو کہا کرتا تھا کہ آپ کو دیکھ کر تو مجھے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ یاد آجاتے ہیں، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بہت بھاری بدن کے تھے کہ جب وہ تخت پر بیٹھتے تو گوشت اور بدن باہر کو لٹک جاتا تھا لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ معذور ہیں اور آپ کے لیے رخصت ہے کہ اللہ کے راستے میں نہ جائیں تو فرمایا کرتے کہ مجھے یہ آیت بیٹھنے نہیں دیتی (اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا) ہلکے ہو یا بوجھل نکلو! اللہ کے راستے میں، مجھے تو حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر یہ خیال آتا تھا کہ یہ تو واقعی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی نقل ہیں، مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جتنی ہمارے کام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشابہت ہوگی اتنی ہی نورانیت آئے گی۔

مجھے ڈھارس دینے والا چلا گیا۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے اپنی رحمت میں اُٹھالیا ہے۔ داعی کی وفات دِین کی حیات ہے۔ (نظام الدین مرکز کے مختلف بیانات سے ماخوذ)

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب مدظلہم (سرپرست جامعہ مظاہر علوم سہارنپور):

حضرت مولانا اسمٰعیل صاحبؒ اور پھر مولانا محمد الیاس صاحبؒ پھر مولانا محمد یوسف صاحبؒ پھر مولانا انعام الحسن صاحبؒ اور ان دونوں کے خسر حضرت شیخ نے بہت سی جگہوں پر مکاتب قائم کرائے اور الحمد للہ آج بھی تعلق والے ذرا سے اشارہ پر مکتب قائم کرتے ہیں، ہمارے یہاں دیہات میں اور میوات میں بھی بہت سی جگہوں میں پر چھوٹے چھوٹے مکاتب کے قیام کا ماحول بن رہا ہے۔ عزیز مولوی محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ)

حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ (مرکز نظام الدین، بھارت):

اپنی پوری زندگی کلمہ اور نماز کی محنت کو لے کر علمِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ لوگوں کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے، صرف اللہ ہی کے لیے اپنی پوری زندگی اللہ کے راستے میں کھپانے والا آج دنیا سے رخصت ہوا، سنبھل جاؤ مسلمانو! آج ہمارے لیے استغفار کرنے والا رخصت ہوا۔ (ماخوذ: بیان ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء، نظام الدین مرکز)

حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب مدظلہ (نائب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ رائے ونڈ):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے ولی تھے، میں نے کبھی اُن کے منہ سے کسی مسلمان کی برائی نہیں سنی تھی۔ اللہ اُن کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو صبر دے۔

(ماخوذ: تعلیم ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء بعد از عشاء، رائے ونڈ مرکز)

حضرت مولانا طارق جمیل مدظلہ (تبلیغی مرکز رائے ونڈ):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کا مجھے افسوس ہے اور اُن کا اِنتقال اُمت کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔ (ماخوذ: تعزیتی بیان)

حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ (امینِ عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو بھلانا ممکن نہیں ہے۔ اُن کی وفات کا بے حد رنج وغم ہے۔ اُن کی وفات جہاں تبلیغی جماعت اور عالم اِسلام کے علمی و دِینی حلقوں کے لیے باعثِ رنج والم اور ایک بڑا سانحہ ہے، وہیں میرے لیے ذاتی صدمہ ہے، برسوں سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قلبی اور رُوحانی تعلق کے علاوہ حقیقی بھائی جیسا رشتہ تھا۔ میں اُن کے رفقاء میں تو شامل تھا ہی، اُن کا ہم سبق بھی تھا۔ وہ میرے قریبی عزیزوں میں سے تھے اور مجھ کو بھی وہ عزیز رکھتے تھے، میرے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے، اُن کی رحلت میری ذات کے لیے گہرا صدمہ ہے، اُن کی نیکی، خوش خلقی، اُن کی دِینی بصیرت اور اِسلامی حمیت، اکابر واسلاف کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ (روزنامہ اِنقلاب، ہند ۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا سید محمد سلمان سہارنپوری مدظلہ (ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے فرزندِ جلیل تھے،

اُنہوں نے اور اُن کے خانوادے نے مظاہر علوم کی ترقی کے لیے نمایاں خدمات انجام دِی ہیں۔ اُن کا اِنتقال ملت کا خسارہ ہے، اُن کا ہر وقت دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف تھا۔

حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ (مدیر سہ ماہی احوال وآثار، کاندھلہ):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے اپنے بزرگوں کی طرز پر اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی پوری زندگی تبلیغی جماعت کے لیے وقف کردی تھی۔ (روزنامہ عزیز الہند ۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ (مہتمم دار العلوم دیوبند):

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اچانک سانحۂ اِرتحال کی خبر سے قلبی رنج وافسوس ہوا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، دعوت وتبلیغ کے حوالے سے اُنہوں نے بڑی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، اُن کو بہت سی خوبیاں اپنے والدِ محترم سابق امیر جماعت دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ورثہ میں ملی تھیں، اُن کی وفات علمی اور دِینی اعتبار سے بالخصوص دعوت واِصلاح کے حوالے سے بڑا نقصان ہے۔

اس حادثے کی خبر جیسے ہی دار العلوم دیوبند پہنچی تو یہاں ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا، اور جنازہ میں شرکت اور تعزیت کے لیے مولانا عبد الخالق سنبھلی (نائب مہتمم)، مولانا جمیل احمد سکروڈھوی اور قاری صغیر احمد؛ تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی حاضر ہوئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے مولانا زبیر الحسن صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے، اُنہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

(روزنامہ عزیز الہند ۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی مدظلہ (مہتمم دار العلوم وقف دیوبند):

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کا اِنتقال تبلیغی جماعت اور اہلِ دین کے لیے ایک بہت بڑا نقصان ہے، اُنہوں نے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر مثالی اور نمایاں تبلیغ واِرشاد کی عظیم خدمات انجام دِی ہیں، جو ہمیشہ یاد کی جاتی رہیں گی۔ خدا تعالیٰ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (روزنامہ خبریں، ہند ۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ (ناظم تعلیمات واستاذ حدیث دار العلوم دیوبند):

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے دور میں تبلیغی جماعت کو بڑی ترقی حاصل ہوئی

اور جماعت کا عملی وجود ان ملکوں میں بھی اچھا خاصا نظر آنے لگا، جہاں یا تو علماء اور مدارس نہیں ہیں، یا ہیں مگر نہ ہونے کے برابر ہیں، ایسے ملکوں میں بالخصوص اگر کوئی فرد یا جماعت ظاہری شکل وصورت اور عملی اعتبار سے دِین سے وابستہ نظر آتی ہے، تو وہ تبلیغی جماعت ہے۔

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے صاحبزادے معروف عالم دین مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلویؒ تبلیغ کے دو اہم ستونوں میں سے ایک تھے، وہ حدیث کی تعلیم بھی دیتے تھے اور دنیا بھر کے تبلیغی اِجتماعات میں شرکت بھی کرتے تھے، تبلیغ کے تعلق سے وہ سارے عالم میں مشہور تھے، اُنہوں نے تبلیغ کے سلسلے کو پوری دنیا میں جاری رکھا، وہ تبلیغ کے لیے کام کرنے والے بہترین معاون اور مددگار رہتے تھے، وہ اپنے اکابر کے طریقے پر مضبوطی سے قائم تھے، اُن کا دنیائے فانی سے چلا جانا تبلیغ کے اپنے نظام کے لیے بڑا حادثہ ہے، کیونکہ یہ کام دنیا میں اِتنا پھیلا ہوا ہے جس کو اُصول وضوابط کے مطابق چلانے کے لیے بڑے تجربہ کی ضرورت ہے۔
(روزنامہ سہارا راشٹریہ، دہلی ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری (امیر جمعیت علمائے ہند):

مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی صاحبؒ کا سانحۂ اِرتحال بڑا دِینی ودعوتی خسارہ ہے۔ آج کی تاریخ میں پوری دنیا میں جہاں جہاں دِین کا کام دعوت وتبلیغ کے ذریعے انجام پارہا ہے اُس میں مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلویؒ بھی شریک رہے ہیں، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے اِنتقال کے بعد اُنہوں نے تبلیغی جماعت کو نظم کے تحت باہمی مشورہ سے جس حسن وخوبی کے ساتھ چلایا وہ واقعتاً لائق تحسین ہے، مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ کی وفات سے بلاشبہ دعوتی سطح پر ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ تبلیغی جماعت کے اکابر اور جمعیت علمائے ہند کے اکابر کے درمیان ہمیشہ خوشگوار اور اچھے تعلقات رہے ہیں اور ایک دوسرے کی خدمات کا اعتراف بھی کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرماکر درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (روزنامہ جدید خبر دہلی ۲۱؍مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا سید احمد شاہ خضر کشمیری (شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند):

دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے ذمہ دار حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ کا سانحۂ

اِرتحال ملتِ اسلامیہ کے لیے عظیم سانحہ ہے، مولانا زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ نمونۂ اسلاف اور ایک عبقری شخصیت تھے اور پوری ملت اِسلامیہ کی ہدایت کے لیے راہِ عمل طے کرتے تھے، اُن کے اِنتقال سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم کے مسلمان رنج وغم میں مبتلا ہیں، اُن کا اِنتقال تبلیغی جماعت اور اہلِ دین کے لیے بڑا نقصان ہے، اُن کی رحلت سے اُمت ایک بزرگ کے سائے سے محروم ہوگئی، حضرتؒ نے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر تبلیغ و اِرشاد کی جو عظیم خدمات انجام دی ہیں وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ (روزنامہ ہندنیوز ۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ):

مولانا محمد زبیرالحسنؒ کے اِنتقال کی خبر سے تمام مسلمانوں اور اِسلامی جماعتوں کو صدمہ پہنچا، اُن کے اِنتقال کی خبر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر تمام علمی اور دعوتی حلقوں پر بجلی بن کر گری اور اسی کے ساتھ ماحول پر غم واندوہ کی فضا چھاگئی اور لوگ ایک دوسرے سے غم خواری کرنے لگے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے اُن کی شخصیت کو کتنی مقبولیت عطا کی تھی۔

آپ اک بھرا پرا خاندان چھوڑ کر گئے، جس میں بچے بھی ہیں اور بچیاں بھی، جو سب کے سب علم ودِین کے حامل ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سب کو بہترین باپ کی بہترین اولاد بنائے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاق واخلاص کا اک بڑا حصہ ملا تھا، وہ دعوت کے میدان میں پورے اخلاص اور فنائیت کے ساتھ قائم تھے اور اسی اِصلاحی ودعوتی کام کو کرتے ہوئے اِیمان وعمل کے زیور سے آراستہ، دنیا چھوڑ کر اللہ کے جوارِ رحمت میں چلے گئے اور اُن علماء ودعاۃ کی صف میں شامل ہوگئے جو اُن سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ چکے ہیں، جو اِیمانِ خالص اور عملِ صالح کا توشہ لے کر گئے ہیں اور جنت الفردوس اور اُس کی نعمتوں سے (ان شاء اللہ) بہرہ مند ہیں۔

یہ خدا کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو دِین کی نشر و اِشاعت کی توفیق دے۔ مولانا محمد زبیرالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عالمی داعی اور مبلغ تھے، اُن کو اللہ تعالیٰ نے دِین کا کام دوسروں تک پہنچانے کے لیے منتخب کرلیا تھا، وہ لوگوں میں دِین کی روح پیدا کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے، اُس کے لیے جماعتوں کو تیار کرنا، نکلنا، نکالنا یہ بہت بڑی محنت

اور بہت بڑی سعادت ہے، مولانا محمد زبیر الحسنؒ نے اپنے رب کے ساتھ تعلق کو مستحکم رکھا۔

اللہ تعالیٰ مولاناؒ کو اپنی رحمتِ واسعہ کی آغوش میں لے، اُن کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، اُن کے اعمال کو قبول حسن سے نوازے، جنت میں اُونچا مقام عطا فرمائے اور اُن لوگوں میں اُن کو شامل فرمائے جن کے بارے میں آتا ہے کہ ''أُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا''۔
(ماخوذ: تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از: محمود حسن حسنی ندوی)

حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور):

مولوی زبیر اپنی بزرگی سے اِتنا چل گئے ورنہ اُن کو جو تکلیف لاحق ہے اُس میں مریض زیادہ چلتا نہیں۔ (حضرت مولانا یونس صاحب، مولانا زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں۔) (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ)

مولانا سید سلمان حسینی ندوی (صدر آل انڈیا سیاسی مشاورتی بورڈ):

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور اہلِ تعلق کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین (تعزیتی تأثر بذریعہ سماجی رابطہ ویب سائٹ)

حضرت مولانا محمد عبید اللہ اشرفی مدظلہ (مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور):

جناب مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی دعوت و تبلیغ اور دِین کی اِشاعت میں گزری۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد، تبلیغی جماعت کے سابق عالمی امیر حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو پوری دنیا میں عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کی وفات سے عالم اِسلام، دِین کے عظیم مبلغ، داعی اور جید عالم دِین سے محروم ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ (صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان):

میں تبلیغی جماعت کے عظیم رہبر اور عالم اِسلام میں دعوتِ دین کے سرخیل مولانا زبیر الحسنؒ کے سانحۂ وفات پر صدمہ کا اِظہار کرتا ہوں اور اُن کی عظیم تبلیغی، اصلاحی اور تعلیمی خدمات پر اُن کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں اور اُن کے سانحۂ وفات کو ملی سانحہ قرار دیتا ہوں اور مولانا کی درجات کی بلندی کی دعا کرتا ہوں نیز ماہنامہ الفاروق اُردو کے منتظم سے کہہ دیا ہے کہ

مولانا زبیر الحسنؒ پر مضمون شائع کریں۔ (بندہ کے خط کے جواب میں حضرت شیخ نے اس تأثر کو تحریر فرما کر بھیجا)

مولانا سمیع الحق مدظلہ (مہتمم و استاذ الحدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا سانحۂ اِرتحال

ہندوستان کے صوبہ اُتر پردیش میں واقع چھوٹے سے قصبہ کاندھلہ کو تصوف و سلوک، اِصلاح و اِرشاد اور دعوت و تبلیغ کے حوالے سے بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ اِس خطے میں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ رحمۃ اللہ علیہم جیسی عبقری اور علمی شخصیات پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے علم و فضل اور دعوت و تبلیغ کی صورت میں پوری دنیا کو فیضیاب کیا۔

یہاں سے دعوت و تبلیغ اور اِصلاح نفس کی معمولی سی تحریک پوری دنیا میں پھیل گئی اور لاکھوں لوگ مشرق و مغرب میں اُس سے اِستفادہ کررہے ہیں۔ ان تمام خدمات کے پیچھے کاندھلہ کے اس خاندان کی لازوال قربانیاں ہیں۔ مولانا محمد الیاسؒ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اُمت کے درد و غم اور دِین کے لیے قربانی کی بنیادوں پر جس منفرد جماعت کی بناء ڈالی تھی' اُس کی قیادت کی ذمہ داری مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ اور مولانا اظہار الحسنؒ کی وفات کے بعد ۱۹۹۶ء میں محترم مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ کے کاندھوں پر ڈالی گئی۔ ایسے عظیم منصب کے لیے آنجناب کا اِنتخاب اِنتہائی مناسب اور بروقت تھا کیونکہ تواضع، اِنکساری، حلم، جود و سخا، للّٰہیت، خوف و خشیت کی تمام صفات جو داعی کے لیے لازم ہیں' آنجناب میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

ناچیز سے محبت و شفقت سے پیش آتے، اکثر حرمین شریفین میں ملاقاتیں و مجالس ہوتی رہتیں۔ ہر سال عالمی تبلیغی اجتماع رائیونڈ پر پاکستان تشریف لاتے، اجتماع کا آخری بیان دعا سمیت فرماتے۔ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنیؒ کے شاگرد اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی واحد یادگار اور دعوت و تبلیغ کے عظیم داعی جیسی نسبتوں کی وجہ سے تاریخ میں اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

مولانا مرحوم کی وفات سے کاندھلہ نہیں بلکہ مشرق ومغرب کے مسلمانوں کو صدمہ ہوا‘ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند مقام عطا فرمائے اور دعوت اِلی اللہ کے کام کو آپ کا نعم البدل نصیب فرمائے۔آمین (بندہ کے خط کے جواب میں مولانا سمیع الحق صاحب نے یہ پیغام رقم فرما کر بھیجا)

مولانا جلال الدین عمری (امیر جماعتِ اسلامی ہند):

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ کی رحلت سے ملت اپنے ایک بزرگ و مخلص رہنما اور دعوتی فکر کی حامل عظیم شخصیت سے محروم ہوگئی، جو تبلیغی جماعت ہی نہیں اُمت مسلمہ ہند کا بڑا خسارہ ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی صرف یادگار ہی نہیں تھے، بلکہ اُن بزرگوں کی طرح تقویٰ، پرہیزگاری، خدا پرستی اور دعوتی فکر کے بہت بڑے علمبردار تھے اور موصوف نے ملت کی اِصلاح و دعوت کے لیے اِجتماعی طور پر جدوجہد کرنے کا حق ادا کیا۔اللہ تعالیٰ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ کی مغفرت، دِین کے لیے اُن کی خدمات کی قبولیت اور درجات کی بلندی فرمائے اور مولانا کے اہل خاندان، اعزاء واقارب اور تبلیغی جماعت کے جملہ احباب کو صبر جمیل دے۔

(روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

محمد عبداللہ دوانی (امیر جماعتِ اسلامی جموں وکشمیر):

دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے ذمہ دار مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ جیسی شخصیات ملت کا سرمایہ ہوتے ہیں اور اُن جیسے لوگوں کی کمی تحریکی ودعوتی حلقوں میں شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔

ملتِ اسلامیہ اپنے ایک بزرگ ومخلص رہنماء، دعوتی فکر کے حامل عظیم دِینی وروحانی شخصیت سے محروم ہوگئی ہے، میں اُن کے جملہ وابستگانِ تبلیغی جماعت اور لواحقین کے ساتھ قلبی ہمدردی کا اِظہار کرتا ہوں۔ اللہ اُن کی مغفرت فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔اُن کی لامثال دِینی خدمات یاد رکھی جائیں گی۔

سیّد منور حسن (امیر جماعتِ اسلامی پاکستان):

تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے اِنتقال پر مجھے

گہرا دُکھ اور افسوس ہے۔اُن کی اسلام کے لیے گرانقدر خدمات ہیں، اُنہوں نے اپنی پوری زندگی اِسلام کی تبلیغ اور اُمت کی فلاح کے لیے وقف کر رکھی تھی، اُن کے اِنتقال سے عالم اسلام ایک اِنتہائی مخلص عالمِ دِین سے محروم ہوگیا ہے۔ (روزنامہ جسارت کراچی ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد ولی رحمانی (سجادہ نشین خانقاہِ رحمانی مونگیر):

دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے امیر مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ ایک بڑے عالمِ دین اور داعی تھے، اُن کی باتوں میں اللہ نے وزن اور اثر دِیا تھا، ہزاروں لوگوں کو اُن کی کوشش سے دِین کی روشنی ملی اور بھٹکے لوگوں کو صحیح راہ پر آنا نصیب ہوا، اُنہوں نے اپنی زندگی دِین کو پھیلانے اور دِین کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے وقف کر رکھی تھی، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ بانی تبلیغی جماعت اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے افکار، طریقِ زندگی اور طرزِ عمل کے بھرپور نمائندہ تھے، اُنہوں نے برسوں مدرسہ میں پڑھایا، پھر اپنے آپ کو تبلیغ کی راہ پر لگایا اور اپنی زندگی کا اُسے مقصد بنالیا، جس میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بڑی کامیابی دی اور بہت جلد عوام وخواص کے دِلوں میں اپنی خدمات اور اِنابت کی وجہ سے جگہ بنائی، اُنہوں نے تبلیغی نظام کو مستحکم کیا اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ نے جس نہج پر کاموں کو بڑھایا تھا، اُسے ترقی دِلائی، وہ بزرگوں کی روایات کے امین تھے اور دِین کی سربلندی کس طرح ہو، ہمیشہ اس کی فکر میں لگے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ اُن کی بال بال مغفرت فرمائے، حسنات کو قبول فرمائے، اگلے تمام مرحلوں کو آسان فرمائے اور ملت کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (روزنامہ جدید خبر دہلی، ۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا احمد بخاری (امام شاہی جامع مسجد دہلی):

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی مسلمانوں کے اہم لیڈر تھے، جنہوں نے اُمت کی فلاح کے لیے کام کیا، وہ اپنی پوری زندگی سیاست سے الگ رہے اور دِینی کام پر توجہ رکھی۔

مولانا عبدالکریم (شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ عربیہ شاہی مسجد فتح پوری دہلی):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ مشہور ومعروف قدیم علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے، وہ اپنے اوقات میں سے ایک ایک لمحے کی قدردانی فرماتے تھے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی ملنساری، علم دوستی، منکسر المزاجی اور مہمان نوازی کی وجہ سے ہر خاص وعام میں مقبول تھے۔

مولانا سید نظام الدین (جنرل سیکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ):

ہند و بیرونِ ہند میں تبلیغی جماعت سے اِیمان ویقین کی روشنی منوّر ہورہی ہے، اس میں بلا شبہ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ جیسی شخصیت کا اہم رول ہے، اُنہوں نے شہر سے لے کر گاؤں گاؤں تک لاکھوں لوگوں کے قلوب کو اِیمان کی حرارت سے منوّر کیا، مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے رُوحانی فیوض و برکات سے ہندوستان ہی نہیں دنیا کے مختلف گوشوں تک کلمۂ توحید، نماز کی تلقین اور فکرِ آخرت اُجاگر ہوئی اور خلقِ خدا کو غیر معمولی دِینی و اِیمانی فائدہ پہنچا۔

مولانا بدرالدین اجمل (رکن پارلیمنٹ، بھارت):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ملک و ملت اور عالم اِسلام کے لیے عظیم خسارہ ہے، اُنہوں نے اپنے اسلاف کی روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے پوری زندگی کو اشاعتِ دین، دعوت و اِصلاح اور درسِ حدیث کے لیے قربان کردیا۔ وہ اپنے نانا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ اور والد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی علمی اور دعوتی فکر کے سچے وارث اور امین تھے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال سے عالم اِسلام ایک عظیم داعی، جلیل القدر عالم دین اور تبلیغی جماعت کے اہم ترین ستون سے محروم ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے میرے ذاتی طور پر بہت ہی قریبی تعلقات تھے، اِس لیے اُن کی رحلت میرے لیے ذاتی طور پر اِنتہائی صدمہ کا باعث ہے۔ جب بھی خدمت میں حاضری ہوتی تھی اُن کی محبت وشفقت اور دعوت و اِصلاح کے تعلق سے اُن کی فکر، اِیمانی حرارت کو بڑھا دیتی تھی۔ وہ اُن لوگوں میں سے تھے جو اُمت کی اِصلاح کی فکر میں دِن رات تڑپتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف درسِ حدیث سے طالبانِ علومِ نبوّت کو سیراب کررہے تھے، اور یقیناً ایسے ہی حضرات کے اِخلاص وللّٰہیت اور بے لوث محنت وفکر کی وجہ سے آج تبلیغی جماعت پوری دنیا میں لوگوں کے دِلوں کو اِیمانی حرارت سے منوّر کررہی ہے، اُن کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اُس کا پر ہونا ممکن نہیں، تاہم ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو غریقِ رحمت فرمائے اور اُمت کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نعم البدل عطا فرمائے، نیز پسماندگان ولواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین (روزنامہ صحافت دہلی ۲۰/مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا مزمل الحق الحسنی (کارگزار ناظم تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند):

مولانا محمد زبیر الحسنؒ کی وفات میرے لیے رنج وغم کا باعث ہے اور ملتِ اسلامیہ کا عظیم نقصان ہے، مولاناؒ ایک دعوتی رہنما تھے، آپ نے اپنے والدؒ کی وفات کے بعد جماعت کے دِیگر بزرگوں کی رفاقت میں جس طرح جماعت کے مشن کو فروغ دیا وہ جماعت کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی بڑی تعداد اُس سے اِستفادہ کرتی رہے گی۔ مولاناؒ ذاتی طور پر بلند اخلاق اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے، ہر ملاقات کرنے والا آپ کی شخصیت میں ایک عالمانہ اور بزرگانہ کشش اور قربت محسوس کرتا، آپ اپنی ذاتی زندگی میں اِنتہائی سادگی پسند، قناعت پسند اور اسلاف کا نمونہ تھے، آپ کو دیکھ کر صحابہؓ، بزرگانِ دینؒ اور اسلافؒ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی اور دیکھنے والا آپ کو چند لمحوں کے لیے اِسلام کے اِبتدائی عہد میں پاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے۔

(روزنامہ سیاسی افق دہلی ۲۰/مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی (صاحبزادہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی الی رحمۃ اللہ!

ابھی ابھی ۱۸/مارچ دوپہر ۱۲/بجے جب کہ شمارہ مکمل ہوکر پریس جانے والا تھا کہ یہ خبر وحشت اثر آئی کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی واصل بحق ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی تبلیغی جدوجہد کے تیسرے امیر عظیم عالم ربانی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے اِس وقت اکلوتے صاحبزادے تھے اور اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ کے ساتھ مل کر اِس عظیم اِیمانی تحریک کی شورائی امارت سنبھالے ہوئے تھے اور اپنی حلم و بردباری، کم گوئی وتدبر جیسے مختلف اوصاف کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

سردست تو یہ راقم اپنی طرف سے اور پورے خانوادۂ نعمانی والفرقان کی طرف سے

مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی اور تمام اہلِ خانہ ومتعلقین سے اور مرکز نظام الدین کے تمام اکابرین اور دعوت وتبلیغ کی عظیم جدوجہد سے تعلق رکھنے والے تمام احباب کی خدمت میں کلماتِ تعزیت پیش کرتا ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب مرحوم کے ساتھ رحمت ومغفرت کا معاملہ فرمائے اور قرب کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے، اُمید ہے کہ ہمارے محترم قارئین بھی دعاؤں اور ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام فرمائیں گے۔
(تعزیتی شذرہ، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ، اپریل ۲۰۱۴ء)

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی (ناظم امارتِ شرعیہ بہار):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ایک بلند پایہ عالم دِین تھے، بلکہ اُن کی زبان و بیان میں بھی بڑی تاثیر تھی، جب وہ محشر کا منظر بیان کرتے تو مجمع پر سکتہ طاری ہوجاتا، ایسی برگزیدہ شخصیت کا اِنتقال ایک بڑا دِینی وعلمی خسارہ ہے۔

مولانا حافظ محمد قاسم (ناظم جامعہ عربیہ انوار القرآن):

مولانا زبیر الحسنؒ کے اِنتقال سے سوگواری کی لہر دوڑ گئی ہے ایسا لگتا ہے کہ ہم نے اپنا سرپرست کھودیا ہے اُن کے اِنتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا فی الحال پر ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔

مولانا محمد اعجاز عرفی قاسمی (صدر آل انڈیا تنظیم علماءِ حق):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقالِ پرملال اُمتِ مسلمہ اور خاص طور پر دعوت وتبلیغ کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے، اُن کی موت صحیح معنوں میں ''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَم'' کی مصداق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف ہندوستان اور برصغیر ہی نہیں بلکہ عالم عرب اور دوسرے اِسلامی خطوں میں بھی اُن کی موت سے سکتہ طاری ہے اور بے ساختہ ہر زبان سے اُن کے لیے دعائے مغفرت کے کلمات نکل رہے ہیں۔ اُن کے جنازہ میں ان کے محبین، منتسبین اور متعلقین کا اِتنا بڑا ہجوم دیکھنے کو ملا جو اُن کی عند اللہ وعند الناس مقبولیت کی کھلی دلیل ہے۔ وہ تعلیم وتبلیغ کے میدان میں ایک خلیق، متواضع اور مؤثر شخصیت تھے۔ مولانا نے صرف ۶۴ رسال کی عمر پائی مگر اُنہوں نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں وعظ ونصیحت کی راہ سے اِتنے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، جس کے لیے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ اللہ اُن کی مغفرت فرما کر اُن کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا

فرمائے اور نہ صرف اُن کے پسماندگان اور اہلِ خانہ کو بلکہ پریشان اور زبوں حال پوری اُمتِ مسلمہ کو اُن کا علمی اور تبلیغی نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (روزنامہ خبریں، ہند ۲۱ رمارچ ۲۰۱۴ء)

حکیم محمد توفیق علیگ (بھارت کے ماہر طبیب):

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ جیسی شخصیت کا ہم سے جدا ہوجانا ایک ناقابلِ تلافی خسارہ ہے، اُن کے اِنتقال سے بلا شبہ اُن سے تعلق رکھنے والے افراد کو گہرے غم کا جھٹکا لگا ہے، مولاناؒ کی خدمات اور پیغامات کو عام کرنا اب وقت کی ضرورت ہے، مولاناؒ کی تقریریں ایک مشعل راہ کا کام کرتی تھیں، بہرحال ایک دن سب کو جانا ہے۔ اللہ اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور لواحقین کے ساتھ ساتھ ہم سب کو اِس سانحہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سعدیہ اقبال (خاتون صحافی، بھارت):

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا اِنتقال پوری اُمت کے لیے مثلِ قحط ہے، کیونکہ وہ ایک ایسی شخصیت تھے جو ملک و بیرون ملک دِینی تعلیمات کی توسیع وتبلیغ میں نمایاں خدمات انجام دے رہے تھے، ایسے حالات میں اُن کا ہمارے درمیان سے چلے جانا سنہری تاریخ کا ایک باب بند ہوجانا ہے، اُس کے لیے صرف ہمارا دِل ہی ملول نہیں بلکہ سارا عالم اشکبار وغمگین ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ اُن جیسی شخصیت کا ہمیں نعم البدل عطا کرے۔ آمین

مولانا نسیم احمد غازی مظاہری (شیخ الحدیث دار العلوم جامع الہدیٰ مرادآباد):

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی مرحوم ایک بڑے عالم اور دِین کے داعی تھے آپ کی کوششوں سے اللہ کے بے شمار بندوں کو ہدایت اور روشنی ملی، آپ کے اِنتقال سے ایک بہت بڑا دِینی وعلمی خسارہ ہوا ہے۔ اللہ اُس کی تلافی فرمائیں۔ (روزنامہ عزیز الہند ۲۱ رمارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا سید اشہد رشیدی (نبیرہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ومہتمم دار العلوم شاہی مرادآباد):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے اوصاف وکمالات اپنانے کی ضرورت ہے، مولانا مرحوم کی تین خوبیاں عرض کرتا ہوں، اس لیے کہ ہم اُن کو مشعلِ راہ بنا کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کریں۔ اُن کی پہلی اور سب سے اہم خوبی یہ تھی کہ وہ ہر طرح کی مشقت برداشت کر کے ہر وقت خدمتِ دِین کے لیے مستعد رہا کرتے تھے، جسم کے بھاری بھرکم

ہونے کی وجہ سے مولانا مرحوم کو اُٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے میں بے پناہ دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا، مگر اس کے باوجود اجتماعات میں شرکت کرنا اور لمبے لمبے اسفار کر کے تبلیغی اجتماعات میں جا کر مشورے دینا، بیانات کرنا اور دعائیں کرانا مولاناؒ کا معمول تھا۔ اُن کی دوسری خوبی یہ تھی کہ اُن کو اپنی زبان پر بڑا قابو اور کنٹرول تھا، عام لوگوں سے تو صرف سلام اور مصافحہ فرماتے اور خصوصی لوگوں سے خیر خیریت دریافت فرما کر خاموش ہو جاتے، اُس کے علاوہ بھی صرف ضروری ہی گفتگو کرتے تھے ورنہ خاموش رہ کر ذِکر اللہ میں مشغول رہتے تھے۔ تیسری خوبی مولانا مرحوم کی یہ تھی کہ اُنہوں نے زندگی بھر تبلیغ کے ذریعے سے فتنوں کو دبانے کا کام کیا۔ اور اپنی ذات سے بھی کبھی فتنوں کو جنم نہیں دیا، جب حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے اِمارت کے مسئلے میں اِختلاف پیدا کرنا چاہا، تو مولانا موصوف نے اپنے آپ کو پیچھے کر لیا اور مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب سے ٹکراؤ کو کبھی گوارا نہیں کیا، جس کی وجہ سے اِنتشار و اِفتراق کو پھیلا کر اپنے مکروہ مقاصد کو حاصل کرنے والے ناکام ہوئے اور بنگلہ والی مسجد مرکز حضرت نظام الدین کی اللہ نے حفاظت فرمائی، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی حفاظت فرمائے گا۔ (روزنامہ عزیز الہند ۲۱/ مارچ ۲۰۱۴ء)

پیر جی حافظ حسین احمد قادری مجددی (سجادہ نشین جامعہ عبدالکریم خانقاہ بوڑیہ):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ عالمی پیمانے پر دِینِ حنیف کی خدمت انجام دینے والی شخصیت تھے۔ آپ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ، درس و تدریس، صلاح و فلاح جیسے کاموں سے معمور رہی، آپؒ نے اپنے خاندانی، علمی، دعوتی، اِصلاحی فکروں کی بھرپور پاسداری کی۔ اللہ تعالیٰ مولاناؒ کو اُن کی خدماتِ جلیلہ کا بہتر بدلہ عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی دولت سے نوازے اور ہمیں مولاناؒ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (روزنامہ عزیز الہند ۲۱/ مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد سفیان قاسمی (نائب مہتمم و استاذ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند):

دعوت تبلیغ کی شوریٰ کے ذمہ دار مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی دعوتی خدمات اُن کے لیے زادِ مغفرت ہیں، اُن کی وفات بلا شبہ مسلمانانِ عالم کے لیے ایک عظیم حادثہ ہے، عرصۂ دراز پر محیط اُن کی دعوتی و تبلیغی خدمات اور دینِ اسلام کی اِشاعت کے لیے عالمی پیمانے پر اُن کی کوششیں فراموش نہیں کی جاسکتیں، اُنہوں نے دعوت و تبلیغ کو اپنا مقصدِ حیات بنایا اور اس

مقصد کے حصول کے لیے اپنی تمام زندگی صرف کر دی، وہ مجاہد صفت داعی اسلام آج ہمارے درمیان سے رخصت ہو گیا، اُن کی رحلت پر برادرانِ اسلام کی سوگواری اور ہر ایک کے ذہن میں اس خلا کے پر نہ ہونے کا خیال اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کی گراں قدر دعوتی خدمات عند الناس تو مقبول تھیں ہی عند اللہ بھی مقبول ہیں۔ (روزنامہ عزیز الہند ۲۱/ مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا بلال عبدالحیٔ حسنی ندوی (ناظم سید احمد شہیدؒ اکیڈمی، لکھنؤ):

ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ دعوت و اِصلاح کے ایک اہم ذمہ دار حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب نے وفات پائی، مولانا دردمند دِل رکھنے والے اور ہمیشہ متوجہ اِلی اللہ رہنے والے ایک ایسے بزرگ تھے جن کی دعاؤں اور توجہات سے تبلیغ و دعوت کے کام کو غذا حاصل ہو رہی تھی، وہ سابق امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے تنہا فرزند تھے اور اُن کی صفات میں ان کے وارث تھے، اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے اور تبلیغ کے کام کی نصرت و اِعانت فرمائے اور جو حضرات اِس کام میں ذمہ دارانہ طور پر لگے ہوئے ہیں، اُن کی حفاظت فرمائے۔ (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از: محمود حسن حسنی ندوی)

مولانا فرید مظاہری (جمعیت علمائے ہند):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ﷫ کی رحلت سے دِینی، علمی اور تبلیغی مراکز میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اور تبلیغی جماعت کے کروڑوں افراد کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔

قاری ولی اللہ خان جلال آبادی (نائب مہتمم جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد):

اِس دنیا میں تین جگہوں سے واسطہ جوڑ کر اِنسان اپنی زندگی میں اِنقلاب لاسکتا ہے، اُن میں سے ایک تبلیغی جماعت ہے، جس دِن سے مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی ہے، اُسی دِن سے مسلسل تبلیغی جماعت کامیابی کی طرف رواں دواں ہے۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ مدرسہ کاشف العلوم میں اُستاذِ حدیث تھے کہ اسی دوران آپ کے والد حالتِ ضعف میں پہنچ گئے اور مسلسل بیمار رہنے لگے تو آپ تدریس چھوڑ کر اپنے والد کی خدمت میں لگ گئے اور اُن کی وفات کے بعد مسلسل اٹھارہ سال تبلیغی جماعت کو مضبوط کر کے پوری دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا اور نبرد آزما مسائل کا مقابلہ کرتے رہے۔

(روزنامہ اخبار مشرق ۲۰/ مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا ندیم الواجدی (مدیر ماہنامہ ترجمانِ دیوبند):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے اپنے کردار، اعمال اور اخلاق سے لوگوں کو نہ صرف متأثر کیا بلکہ اُنہیں دِین کی جانب متوجہ بھی کیا، مرکز اُن کی زیرِنگرانی بڑی خدمات انجام دے رہا تھا جس سے وہ محروم ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

(روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

ڈاکٹر عبدالمالک مغیثی (صوبائی رہنما ملی کونسل):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ ایک عالمِ دین، بڑی خوبیوں اور بے پناہ صفات کے حامل تھے، اُن کے اِنتقال سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے، جس کی تلافی مشکل نظر آرہی ہے، اُن کی دعوتی، علمی، دِینی اور اِنتظامی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ (روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا حسیب صدیقی (چیئرمین آل انڈیا اقتصادی کونسل):

موجودہ وقت میں امیر دعوت وتبلیغ حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ مرکز کے حوالے سے مذہب اِسلام کی نشر و اِشاعت کے لیے تبلیغی کام کررہے تھے، اُن کے زیرِسایہ ہر عمر کے لوگ دور دور جاکر مذہبِ اسلام کا پیغام دے رہے تھے، اُنہوں نے اپنے عمل سے ایک بڑا مقام حاصل کرلیا تھا، جس سے مرکز فی الحال محروم ہوگیا ہے، یقیناً اُن کا سانحۂ اِرتحال پوری ملت کے لیے بڑا خسارہ ہے۔ اُن کی حقیقی خراجِ عقیدت یہ ہوگی کہ اُنہوں نے جس جانفشانی سے تبلیغی خدمات انجام دیں، اُن کی پیروی کی جائے۔ (روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا عزیر احمد قاسمی (جنرل سیکریٹری مرکزی جمعیت علمائے ہند):

امیر شوریٰ دعوت وتبلیغ وداعی اِلی اللہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو تاحیات اور بعد الممات ''رحمۃ اللہ علیہ'' رہے گویا کہ وہ اُمتِ مسلمہ کے لیے ربّ العزت کی طرف سے رحمت تھے۔ اپنی پوری زندگی دعوت اِلی اللہ میں گزاری اور اسی دعوتی پیغام کو عام کرتے کرتے ربّ کریم سے جاملے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی علماء، صلحاء اور داعیوں کے لیے قابلِ رشک تھی۔ مسکراتے خوبصورت چہرے کے ساتھ جماعتوں کو رخصت کرتے ہوئے ہر ایک سے بشاشت سے مصافحہ کرنا، اکرامِ مسلم کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ ملاقات کی شرف یابی

ہوئی۔ ایک ہی ملاقات نے گہرا اثر ڈالا۔ شانِ مؤمن، شانِ داعی اور اِسلامی اخلاق کا نمونہ پایا۔ اُن کی مجالس ودعا میں شرکت کا بار بار اِتفاق ہوا، دعا کیا تھی ''از دِل خیزد بر دِل ریزد'' کا مصداق، دِل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے جملے گناہ گاروں کے لیے توبہ کا باعث بنتے تھے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ داعی ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم محدث بھی تھے۔ آپ کا جنازہ بھی قابلِ رشک تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے۔

مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی (نگران جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ):

عالمی سطح پر سرگرمِ عمل دعوتی وتبلیغی تحریک کے بافیض مرکزی امیر وسرکردہ مذہبی رہنما اور حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات کی خبر کلفت اثر یہاں مغربی یوپی کی قدیم دِینی درس گاہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں جیسے ہی پہنچی تو پورا ماحول سوگ وار ہوگیا اور تعزیتی جلسہ منعقد کر کے حضرت مرحوم کو ایصالِ ثواب اور خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔ مولانا محمد زبیر الحسنؒ اپنے والدِ گرامی کے سچے جانشین اور سلفِ صالحین کی بہترین یادگار تھے، وہ ایک خدا رسیدہ عالمِ دِین، ممتاز مبلغ اور پُرتاثیر شخصیت کے طور پر علماء اور عوام کے مابین مقبول ومحترم تھے۔ دعوت وتبلیغ کی مروّجہ عالمی تحریک کے نظام ومنہاج میں اُن کے تجربات وطرق ہائے کار معتدل اسلوب لیے ہوئے تھے، وہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور جیسے مرکزی اِداروں کے اکابر علماء سے قلبی وابستگی رکھتے تھے اور اُن کے مفید و لائقِ توجہ فرمودات و مشوروں پر کان دھرتے تھے۔ افسوس کہ اُن کے اِنتقال سے مرکز نظام الدین کا ایک عالی شان ستون زمین بوس ہوگیا، اللہ پاک اُنھیں غریقِ رحمت فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ اور اُمت کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (روزنامہ عزیز الہند ۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا عامر رشادی مدنی (قومی صدر راشٹریہ علماء کونسل):

آہ! بزمِ تبلیغ کی پرسوز آواز خاموش ہوگئی۔ مولانا عامر رشادی مدنی

تبلیغی جماعت کے روحِ رواں اور معروف عالمِ دین حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کے اِنتقال پر ملال پر مجھے گہرا رنج وغم ہے، یہ اِسلامی دعوت وتبلیغ اور ملت

اِسلامیہ کا نا قابلِ تلافی نقصان ہے۔ مولاناؒ کی دِینی وملی خدمات نا قابلِ فراموش ہیں، ملت اِسلامیہ کی رہنمائی کے لیے اُنھوں نے اپنی پوری زندگی وقف کر دِی تھی، اُن کے دِل میں بس ایک ہی تڑپ تھی کی مسلمان حقیقی دِین اِسلام کو سمجھ لیں اور قرآن و حدیث کے مطابق اپنی زندگی گزاریں، مولاناؒ ملتِ اسلامیہ کی بقاء کے لیے ہمیشہ فکرمند رہتے تھے اور لوگوں میں دِین کی سمجھ پیدا کرنے کے لیے ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عالمی شہرت یافتہ عالمِ دِین، امیرِ تبلیغی جماعت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین تھے۔ مولاناؒ نے دعوت وتبلیغ کے کام کے علاوہ دنیا کے کسی اعزاز کی طرف کبھی نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھی اور نہ جدید تہذیب کی چکا چوند سے کبھی متأثر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے مرحوم کے درجات میں بلندی اور تبلیغی حلقہ کے ذمہ داران اور پسماندگان واہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا فرمانے کی دعا ہے۔

(روزنامہ عزیز الہند ۲۱ر مارچ ۲۰۱۴ء)

ڈاکٹر ظفر الاسلام خان (بھارت):

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نہ صرف تبلیغی جماعت بلکہ مسلمانانِ ہند کے بھی اہم رہنما اور دِینی قائد تھے اور مسلمانوں کے مسائل بالخصوص مذہبی اِصلاح میں گہری دلچسپی لیتے تھے اور مسلمانانِ ہند کے سچے خیر خواہ تھے۔ بیرونی دنیا میں ایک بڑے حلقے میں اُن کا بڑا اثر تھا جو مسلمانانِ ہند اور خود ہمارے ملک کے لئے باعثِ فخر تھا۔ (روزنامہ جدید خبر دہلی، ۲۰ر مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا شیخ عبد القیوم قاسمی (مہتمم دار العلوم شیری بارہمولہ):

امیر شوریٰ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے عالمِ اسلام ایک عظیم روحانی پیشوا سے محروم ہوا ہے۔ مولانا زبیر الحسنؒ کا شمار دنیا کے معروف مبلغینِ اسلام میں ہوتا ہے، جنھوں نے پوری زندگی دعوتِ دین اور تبلیغ کے لیے وقف کی تھی۔

مولانا عبد الحکیم نعمانی (مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت):

تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات عالم اِسلام کے لیے عظیم نقصان ہے، وہ زندگی بھر دعوت وتبلیغ اور حکمت وبصیرت سے زنگ آلود قلوب میں اِسلام کے چراغ روشن کرتے رہے اور اُن کی تبلیغی جدوجہد؛ تزکیۂ نفس،

تصوف وسلوک اور اصلاحِ معاشرہ سے عبارت تھی۔ وہ زہد وتقویٰ، اتباعِ سنت، توکل و اِستقامت، صدق وصفاء اور محبوبیت ومقبولیت کی صفاتِ حمیدہ سے متصف تھے۔ مولانا کاندھلویؒ تحفظ ختم نبوّت کے محاذ پر کام کرنے والوں کو اپنی دعاؤں میں شامل فرما کر سرپرستی سے نوازتے تھے اور عقیدۂ ختم نبوّت کو فریضہ تبلیغ کی بنیاد اور تبلیغی جماعت کو منصبِ ختم نبوّت کی چلتی پھرتی دلیل قرار دیتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت اور جمعیت علمائے اسلام کے اکابرین کو عزت وتکریم اور قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور والہانہ عقیدت ومحبت کا اِظہار فرماتے تھے۔ مولانا مرحوم کا قلب وجگر اُمت کی غم خواری و اِصلاح کے لیے شب وروز بے تاب وبےقراری کی حالت میں تڑپتا رہتا تھا۔ وہ دعوت وتبلیغ کے میدان کے شہسوار، سادگی اور قناعت پسندی میں اسلاف کی روایات کے امین تھے۔ مولانا مرحوم کی دِینی خدمات اور دعوتی جدوجہد آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی ۸ر تا ۱۵ر مئی ۲۰۱۴ء)

مولانا محمود حسن حسنی ندوی (نائب مدیر پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ):

ملتِ اسلامیہ اس وقت سوگوار ہوئی جب اس کی دعوتی وتبلیغی تحریک و جماعت کے رہنما حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا سایۂ عاطفت اُٹھ گیا۔

وہ ایک عظیم داعی، مبلغ دِین اور صاحبِ دل بزرگ تھے، جن کا ایک ایک لمحہ فکر اِصلاح اُمت اور اِنسانیت کے درد میں گزرا تھا اور اُن کی ایک ایک سانس اور دِل کی ایک ایک حرکت ذکر الٰہی سے معمور اور اُن کی زبان اس کی تراوٹ سے تر تھی اور ان کا حال گویا تھا ''اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ''، سمجھ لو اللہ کے ذکر سے ہی دِلوں کو اِطمینان حاصل ہوتا ہے۔

آج سے ۱۴ر سال قبل مجھ سے مولانا مرحوم نے فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا علی میاں (ندوی) کی کتاب ''کاروانِ مدینہ'' کا مطالعہ دس بار کیا ہوگا اور ہر بار رویا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اُن کا حشر انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ فرمائے اور اُن کی برکات کو قائم ودائم رکھے۔ (تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از: محمود حسن حسنی ندوی)

الحاج بھائی یامین صاحب (رکن شوریٰ دعوت وتبلیغ کراچی):

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بڑوں نے اعتماد کیا تھا، بس یہی کافی ہے۔ باقی اصل

ہے کام کا کرنا۔ (زبانی تاثر)

الحاج حافظ صغیر عالم (خلیفہ مجاز حضرت مولانا قمر الزمان الہ آبادی مدظلہ):

مرکز نظام الدین دہلی کے چوتھے بزرگ عالم دین حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے عظیم سانحہ ہے، جس کی بھرپائی مشکل ہے، اس وقت ملک و بیرون ملک میں ہو رہے تبلیغی نظام کو منظّم طریقہ سے مولانا محمد زبیر الحسنؒ ہی دیکھ رہے تھے، وہ نمونۂ اسلاف اور عبقری شخصیت تھے، اُن کے اِنتقال سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورا عالم رنج وغم میں مبتلا ہے، اللہ اُمت کو اُن کا نعم البدل عنایت فرمائے۔

مولانا ڈاکٹر محمد سلیمان قاسمی (بانی ومہتمم مدرسہ سبیل الفلاح قصبہ جھالو):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کا سانحۂ وفات ملتِ اسلامیہ کے لیے عظیم سانحہ ہے، لیکن جو اس دنیا میں آیا اُس کو ضرور جانا ہے بس فرق اتنا ہے کہ کسی کے مرنے پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا، کسی کے مرنے سے گھر والے روتے ہیں اور کسی کے مرنے سے محلّہ والے اور گاؤں والے روتے ہیں لیکن کسی کے مرنے سے ملتِ اسلامیہ روتی ہے اور رنج کا اِظہار کرتی ہے اسی طرح مولانا زبیر الحسنؒ کے اِنتقال پر پوری ملتِ اسلامیہ رنج وغم میں مبتلا ہے۔

مولانا ریاض احمد قاسمی (صدر جمعیت علمائے ہاپوڑ):

مولانا محمد زبیر الحسنؒ خلیق، زبدۃ الصالحین، حلیم اور نمونۂ سلف تھے۔ لاکھوں فرزندانِ توحید اُن سے فیضیاب ہوئے، اُن کے اِنتقال سے جو خلا پیدا ہوا، اُس کا پُر ہونا مشکل ہے۔

(روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

شیخ الحدیث مولانا قاری محمد اصغر (بھارت):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصائل اور اوصاف و کمالات بے شمار تھے، اُن کی دِینی ملی، تبلیغی اور تربیتی خدمات کے فیوض و برکات سے نہ صرف اپنوں نے اِستفادہ کیا بلکہ اغیار نے بھی فائدہ اُٹھایا، اُن کی زندگی ایک درخشاں اور تابندہ زندگی تھی۔

مفتی محمد ایوب (بھارت):

مولانا زبیر الحسنؒ ایک عالم گیر و ہمہ گیر شخصیت اور ایک مشفق و مربی تھے۔ اُن کی شخصیت

سے فیضیاب ہونے والے افراد کی تعداد لاکھوں میں ہے، اُن کو علمی وراثت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے ملی تھی، جس کے وہ حق دار تھے اور اُنہوں اُس وراثت کا پورا پورا حق ادا کیا۔

(روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا یحییٰ کریمی (صدر جمعیت علمائے ہریانہ):

آج دوپہر کو اچانک حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِس دارِفانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کو کہا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرتؒ کی شخصیت آج کے دور میں اُمت کے لیے سب سے زیادہ رونے والی اور علم و عمل کے اعتبار سے بے نظیر تھی۔ وہ اپنے والدِ محترمؒ کے بعد مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں سب سے زیادہ پابندیٔ وقت کے ساتھ درسِ حدیث دینے والے رہے ہیں۔ اور حضرتؒ کی وفات کا صدمہ پورے عالم اِسلام پر بجلی بن کر سامنے آیا ہے۔ مولانا محمد زبیر الحسنؒ کی کمی کا پورا ہونا مشکل ہے، اُن کی آواز کے اندر خدا نے وہ کشش رکھی تھی کہ جب وہ مجمع میں دعا کرانے کے لیے آتے تھے تو اُن کے سلام کی آواز سن کر مجمع شہد کی مکھیوں کی طرح سے سمٹ جاتا تھا۔ اس لیے ایسے عالم کی موت نہ صرف ایک فرد کی موت ہے بلکہ پورے عالم کی موت ہے۔ خطۂ میوات سے اس خاندان کے ہمیشہ قریبی و بنیادی اور خاندانی تعلقات رہے ہیں۔

اس خاموش مزاج تبلیغی تحریک کی ابتدا بڑے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی رات دِن کی کوشش ومحنت اور خدا کے سامنے گریہ و زاری کر کے میوات کے ان فنا فی اللہ شخصیات کے تعاون سے ہوئی، جن کے اعمال ونقل وحرکت کے خلوص و برکت کی بنیاد پر آج خاموش مزاج دعوت وتبلیغ کی تحریک نے پورے عالم اِسلام کو اپنے آغوش میں لے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ ہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعتِ دین کی حقیقی محنت تھی، جس نے ہمہ گیر پیمانے پر پوری دنیا کے اندر ۱۴؍سو برس کے بعد دِینی وایمانی بیداری کا انقلاب برپا کر دیا اور اُمت کی بڑی تعداد نے راہِ راست پر چلنا سیکھ لیا اور اس بابرکت محنت کے ذریعے کروڑوں اِنسانوں نے مقصدِ حیات کو پہچان لیا اور بچھڑے ہوئے لوگوں کا تعلق معبودِ حقیقی سے ہو گیا۔ (روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مفتی محفوظ الرحمٰن (ناظم جامعہ عربیہ دار العلوم رحیمیہ قصبہ اکبرآباد بجنور):

مولانا زبیر الحسنؒ کی ذات علم وعمل کا پیکر، خشیت وتقویٰ کی خوگر اور مقبولِ عوام وخواص تھی۔

مولانا محمد عاقل قاسمی (شیخ الحدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت):

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی ذاتِ گرامی قابلِ احترام اور قابلِ قدر تھی وہ جس جاں فشانی سے تبلیغی مرکز کی خدمات انجام دے رہے تھے، اُس کی نظیر ملنا فی الوقت مشکل ہے۔

(روزنامہ خبریں، ہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

عرفان اللہ خان (رکن پولیٹیکل افیئرس کمیٹی عام آدمی پارٹی):

دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے ذمہ دار حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اب ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن اُن کا کردار ہمارے سامنے ہے جو کہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ جس طرح اُنہوں نے اپنی پوری زندگی قوم کو سدھارنے میں لگادِی، اسی طرح دوسروں کو بھی یہی خدمت انجام دینے کی ضرورت ہے تبھی ملک اور قوم کا بھلا ہوسکتا ہے۔

پروفیسر اقتدار محمد خان (صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، ہند):

دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے ذمہ دار مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کی رحلت ملکی اور بین الاقوامی نقصان ہے، اُنہوں نے پوری دنیا میں اِسلامی شناخت قائم کرنے اور لوگوں کے اندر بنیادی اِسلامی اعمال کی وابستگی کی دعوت عام کرنے کے لیے بڑی خدمات انجام دِی ہیں۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اِسلامک اسٹڈیز میں ایک تعزیتی مجلس کا اِنعقاد کیا گیا، جس میں پروفیسر محمد اسحٰق، ڈاکٹر سید شاہد علی، ڈاکٹر مشتاق تجاوری، ڈاکٹر فریدہ خانم، ڈاکٹر محمد ارشد، ڈاکٹر محمد خالد خان، ڈاکٹر عمر فاروق، ڈاکٹر زبیر ظفر، ڈاکٹر پرویز اور ڈاکٹر ذہین اختر ندوی نے بھی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال پر اپنے رنج وغم کا اِظہار کیا اور مغفرت ودرجات کی بلندی کے لیے دعا کی۔ (روزنامہ صحافت دہلی ۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء)

الحاج اکرام حسن (آل انڈیا مسلم ایکتا کمیٹی):

مولانا محمد زبیر الحسنؒ نے تبلیغی جماعت کے ذریعے ہزاروں لوگوں کو صحیح راہ دِکھائی اور اُنہیں راہِ راست پر لانے میں اہم کردار ادا کیا، اُنہوں خود کو اپنے والدِ ماجد اور امیر حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سچا وارث ثابت کرتے ہوئے پوری دنیا میں دِین کا پرچم بلند کرنے کی کوشش کی اور دعوت وتبلیغ کے ذریعے دنیا بھر میں اپنی منفرد شناخت قائم کی۔

حافظ منظور علی خان (قومی نائب صدر سوشل ڈیموکریٹک پارٹی آف انڈیا):

مولانا محمد زبیر الحسنؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ اُمت کو صراطِ مستقیم پر چلانے میں گزرا۔

(روزنامہ صحافت دہلی ۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد ریاض الحسن (استاذ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور):

جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور سے حضرت مولاناؒ کا تعلق کافی پرانا ہے، اُنہوں نے خود اور اُن کے والدِ محترم حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ نے اس مدرسہ میں باضابطہ تعلیم حاصل کی۔ مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے اندر شرافت نفسی، اِخلاص ومروت اور تدین و تقویٰ بہت زیادہ تھا، مادرِ علمی جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور اور حضرت مفتی مظفر حسینؒ کے قدردان اور مداح تھے اُن کے اور اُن کے خانوادہ کے حسنِ نیت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دعوت وتبلیغ کی محنت اور فکر کو عالم اِسلام کے ہر گوشہ میں پہنچادِیا جس سے اُمت فیض یاب ہورہی ہے۔ (روزنامہ عزیز الہند ۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا سردار خان (صدر المدرسین جامعۃ الرضوان الاسلامیہ روشن گیٹ، بھارت):

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے وہ اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ ہم بھی ایک دِن ختم ہوں گے لیکن نام اُسی کا باقی رہتا ہے جو دِینی اور سماجی کام کے لیے اپنے کو وقف کردے، بزرگانِ دِین اور اولیاء کا نام آج تک اسی وجہ سے باقی ہے، اُنہیں میں سے ایک حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ تھے؛ اُنہوں نے اپنی پوری زندگی دعوت دِین کے لیے وقف کردی تھی۔ (روزنامہ ہندوستان ایکسپریس ۲۰؍مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا عبدالرحمٰن ندوی (ناظم جامعۃ الرضوان الاسلامیہ روشن گیٹ، بھارت):

دعوت وتبلیغِ دِین اور مدارس ایک ہی کام ہے، مولانا محمد زبیر الحسنؒ بھی ایک جید عالمِ دِین تھے اور عالم کا مرنا گویا پوری دنیا کا فنا ہونا ہے، چنانچہ مولاناؒ کے اِنتقال سے ایک بڑا خسارہ ہوگیا ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے۔ مدارس سے فارغین علماء کرام نے ہی یہ کام جاری کیا، آج سے چند سال قبل مسلمانوں کو دِین سے دور کیا جاتا تھا، تب علماء نے دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا، جو آج تک ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے۔ تبلیغ و مدارس کا ساتھ گویا چولی دامن کا ہے، جس سے گویا بڑوں کو دِین، بچوں کو شعور اور عورتوں کو پردہ ملا، جو دِین کا کام کرتا ہے اللہ تمام

لوگوں کے دِلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں۔ مولانا محمد زبیرالحسنؒ ہمارے لیے نمونہ تھے۔
(روزنامہ ہندوستان ایکسپریس ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء)

مفتی بلال احمد قاسمی (محلّہ نئی سرائے شیر کوٹ):

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلویؒ علماء نواز اور مہمان نواز بھی تھے، حقیر کا کئی مرتبہ مرکز جانا ہوا تو مولانا موصوفؒ نے اپنے ساتھ کھانا کھلائے بغیر جانے کی اِجازت نہیں دِی۔
یہ اللہ اللہ کرنے والے اِنسان اُمت میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔
(روزنامہ عزیز الہند ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا عطاء الرحمٰن وجدی (امیر تحریک وحدت اِسلامی کل ہند):

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالمی اور دِینی تحریک کے قائد ہونے کے باجود تصنع اور تمکنت کا شکار نہیں تھے، وہ ہر خاص و عام کے قریب سمجھے جاتے تھے۔

مولانا محمد میاں قاسمی (مدرسہ سراج العلوم سنبھل):

تبلیغی جماعت پوری دنیا میں اپنا کام بخوبی انجام دے رہی ہے، جس طرح کے اُصول و ضوابط اِس جماعت کے ہیں وہ کسی بھی جماعت کے نہیں ہیں، اگر سارے عالم پر سرسری نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں دنیا کی سب سے بڑی جماعت کوئی اور نہیں بلکہ تبلیغی جماعت ہی ملے گی جو کروڑوں دِلوں کو بڑی ہی حکمت عملی سے جوڑے ہوئے ہے، جس میں ایک مرتبہ جانے کے بعد اِنسان کی زندگی میں عجیب وغریب بدلاؤ آجاتا ہے۔ بڑے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُمتِ مسلمہ میں صوم وصلوٰۃ سے بعد رکھنے والوں کو اِس طرح سے قریب کیا ہے کہ جس کی تمثیل سارے عالم میں نہیں مل سکتی۔ مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی صاحب اور مولانا محمد سعد کاندھلوی کی زیرِ قیادت تبلیغی جماعت نے جو تعمیری کام کیے ہیں وہ واقعی مشعلِ راہ ہیں۔ ایسے لوگ اُمت کے لیے قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ مولانا محمد زبیرالحسن نہایت منکسر المزاج اور ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔
اِنسان کو مرنے سے پہلے موت کی تیاری کرلینی چاہیے ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ (روزنامہ خبریں، ہند ۲۱ مارچ ۲۰۱۴ء)

ڈاکٹر شریف احمد قریشی (وائس پرنسپل رضا ڈگری کالج رامپور):

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ کی شخصیت سے کوئی بھی شخص ناواقف نہیں ہے، وہ بہت با اخلاق اور باکردار شخص تھے۔ اس طرح کے اچھے لوگ دنیا میں کم پائے جاتے ہیں، جس سے ساری دنیا محبت کرے اور اُنہیں چاہے۔ (روزنامہ خبریں، ہند ۲۱ مارچ ۲۰۱۴ء)

مفتی سعد نور (استاذ جامعہ محمودیہ اشرف العلوم کان پور):

مولانا محمد زبیرالحسنؒ اپنے وقت کے ولی کامل تھے، حدیثِ پاک میں اللہ والوں کی نشانی بتائی گئی ہے کہ جب اُن کو دیکھو تو اللہ یاد آتا ہے۔ مولاناؒ اس حدیثِ پاک کی عملی تصویر تھے۔
(روزنامہ جدید خبر دہلی، ۲۱ مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا سلمان قاسمی (جنرل سیکریٹری جمعیت علمائے میرٹھ):

مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ کی دِینی خدمات نمایاں ہیں جن کے اِحاطے کے لیے ایک لمبی جگہ اور لمبی فہرست درکار ہے، اُن کے اِنتقال سے قوم نے ایک رہبر کھودیا ہے۔
(روزنامہ خبریں، ہند ۲۱ مارچ ۲۰۱۴ء)

مولانا وصی سلیمان ندوی (نائب مدیر ماہنامہ ارمغان):

مولانا محمد زبیرالحسن صاحب مرحوم کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں ہے، آج کون ہے جو اُن کو نہیں جانتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وقت اُن کی تڑپ اور لگن کو ہم اور مضبوطی سے تھام لیں اور پوری دنیا میں چپہ چپہ پر اِسلام کا ابدی پیغام لے کر پہنچ جائیں۔ یہی مولانا مرحوم کے لیے بہترین اِیصالِ ثواب ہوگا۔ مسلمانوں میں تبلیغ اور غیر مسلموں میں دعوت ہی مولانا کی تڑپ تھی، اِس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اِس سنت رسولؐ کو جاری وساری رکھیں۔
(روزنامہ عزیز الہند ۲۰ مارچ ۲۰۱۴ء)

پرویز خٹک (وزیر اعلیٰ صوبہ خیبر پختونخوا، پاکستان):

امیر شوریٰ تبلیغی جماعت مولانا زبیرالحسن کی وفات سے اُن کے ہزاروں پیروکاروں کی محرومی کے ساتھ ساتھ پوری اُمت ایک عظیم عالم دِین سے محروم ہوگئی۔ (ویب سائٹ تحریک انصاف)

متین احمد (چیئر مین وقف بورڈ دہلی):

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی جیسے قائد کا اِنتقال پوری اُمت کے لیے ایک خسارہ ہے، کیونکہ وہ اُمت تک رسول ﷺ کا پیغام پہنچانے میں مصروف تھے، اُنہوں نے اُمت کے لیے سال ہا سال کام کیا، اُن کی وفات سے ہر ایک کا نقصان ہوا ہے۔

عارف مسعود (ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ):

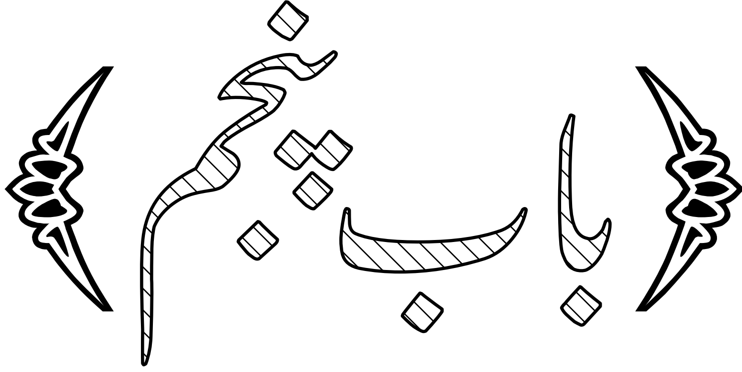
مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کو ۱۹۹۶ء میں جماعت کی شوریٰ کا امیر بنایا گیا، جب کہ جماعت عالمی تحریک کی شکل اِختیار کر چکی تھی اور کام کو مضبوطی فراہم کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ جب جماعت کے اکابرین نے اُن کو چنا تو مولانا نے خود کو اُس کا اہل ثابت کیا۔

اسدالدین اویسی (صدر آل انڈیا اتحاد بین المسلمین حیدر آباد):

ہم حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کی وفات پر غم کا اِظہار کرتے ہیں اور اُن کی مذہبی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

مفتی شیر محمد علوی صاحب (پاکستان):

ہندوستان کے تازہ سفر میں عالمی تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد بستی نظام الدین، دہلی حاضری ہوئی، جہاں دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اُن کے صاحبزادگان سے تعزیت کی۔ اِتنے میں تبلیغی بزرگ حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم ڈیولہ صاحب اور جمعیت علمائے ہند کے صدر حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم بھی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں تشریف لے آئے۔ تمام حضرات سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمہم اللہ کے مزارات پر حاضری اور فاتحہ خوانی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد زہیر الحسن صاحب نے عجوہ کھجور اور آبِ زم زم سے قافلے کا اکرام فرمایا اور دیگر بزرگوں نے بھی ناشتہ کے لیے بہت اصرار فرمایا۔ (ماہنامہ الحقانیہ شعبان ۱۴۳۵ھ)



حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لکھے گئے

مقالات ومضامین

حیاتِ زبیرؒ اِک نظر میں

مفتی ناصرالدین مظاہری
مدیر ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم وقف، سہارنپور

عالمِ اسلام کی عظیم دِینی درس گاہ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور میں مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقالِ پرملال کی خبر ملتے ہی رنج وغم کا ماحول طاری ہوگیا، جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے ناظم ومتولی حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب نے ہنگامی طور پر مدرسہ کے اساتذہ وطلباء سے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کی اپیل کی اور قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سوانحی خاکہ:

نام وولدیت: (مولانا) محمد زبیر الحسن کاندھلوی بن (مولانا) محمد انعام الحسن کاندھلوی

وِلادت: ۱۰/ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ۳۰/ مارچ ۱۹۵۰ء، بمقام سہارنپور، دولت کدۂ شیخ۔

تعلیم: حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بسم اللہ یعنی تعلیم کی ابتداء کروائی۔ اس مجلس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم بھی موجود تھے۔

حفظِ قرآن حضرت شیخ کے گھر میں ہی کیا، اُس کے بعد فارسی وعربی کی تعلیم ہدایۃ النحو و کافیہ تک گھر پر مختلف اساتذہ سے حاصل کی، ۱۵/شوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۶/فروری ۱۹۶۶ء کو جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، یہاں آپ نے شرح جامی اور شرح وقایہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۷۱ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے ہی فراغت پائی۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا، مولانا محمد انعام الحسن، مولانا محمد اسعد اللہ، مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہم اور مولانا محمد یونس ومولانا محمد عاقل مدظلہم لائقِ ذکر ہیں۔

نکاح: ۲۵/شوال ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۵/جنوری ۱۹۶۹ء کو مولانا حکیم محمد الیاس صاحب سہارنپوریؒ کی صاحبزادی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کی نواسی

اور مولانا محمد شاہد سہارنپوری صاحب کی ہمشیرہ محترمہ طاہرہ خاتون سے آپ کا نکاح ہوا۔

اولاد: تین صاحبزادے اور تین صاحبزدیاں ہیں۔ صاحبزادوں میں پہلے مولانا محمد زہیر الحسن صاحب ہیں، دوسرے مولانا محمد صہیب الحسن صاحب اور تیسرے مولانا محمد خبیب الحسن صاحب ہیں، یہ حضرات ماشاء اللہ بہت ہی بااخلاق، ملنسار، خاموش طبع اور ذہین وفہیم ہیں اور مدرسہ کاشف العلوم میں درس وتدریس سے جڑے ہوئے ہیں۔

فراغت کے بعد کی مصروفیات: فراغتِ تعلیم کے بعد عالمی تبلیغی مرکز حضرت نظام الدین پہنچ کر اپنے والدِ ماجد حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی زیرِ تربیت رہتے ہوئے علمی ودعوتی مشاغل میں مصروف ومنہمک اور سفر وحضر میں برابر اپنے والدِ ماجد کی نگاہ تربیت میں رہے۔ اس کے ساتھ حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت بھی ہوئے اور مدرسہ کاشف العلوم میں تدریس بھی شروع فرمائی۔

تدریس: مدرسہ کاشف العلوم کے درجہ عربی اِبتدائی میں حمد باری، پنج گنج، میزان الصرف، نورالایضاح اور درجہ وسطیٰ میں کنزالدقائق، الادب المفرد، رِیاض الصالحین وغیرہ پڑھانے کے بعد فن حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف پڑھائیں اور پھر ایک عرصہ تک بخاری شریف کا درس بھی دِیا۔

سب سے پہلی تقریر: دعوت وتبلیغ کے سلسلے کی سب سے پہلی تقریر آپ نے ۱۹/رجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۹/اگست ۱۹۷۴ء بروزِ جمعہ کو دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں کی۔ اِس تقریر میں آپ نے دِین کی چھ صفات بیان کیں۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اِس موقع پر مسجد میں موجود تھے۔ لیکن یہ سوچ کر وہاں سے چلے گئے کہ فرزندِ عزیز کو پہلی تقریر میں جھجک پیش نہ آئے۔ اُن کے ہمراہ آپ کے نانا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ بھی مسجد سے گھر آگئے، اِس عمل کے ذریعے دونوں اکابر کا مولانا زبیر الحسنؒ کو تقریر کی مشق کا پہلا موقع دینا تھا۔ مولانا زبیر الحسنؒ نے اِس بیان کے بعد پیچھے مڑکر نہیں دیکھا اور زندگی بھر اپنی تقاریر، بیان اور دعاؤں سے تشنگانِ علمِ دین کی پیاس بجھاتے رہے۔

جب کہ والد مرحوم اور مولانا اظہار الحسنؒ کی وفات کے بعد تبلیغی شوریٰ کے امیر بنے۔

اِجازت وخلافت: لڑکپن میں آپ حضرت رائے پوریؒ سے پھر تکمیلِ علوم کے بعد

حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہوگئے اور اُن کے زیرِ ہدایت رہ کر ذِکر و شغل میں مشغول رہے۔ ۳/ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۸ء بروزِ جمعہ حضرت شیخ نے آپ کو اجازت بیعت وخلافت سے نوازا، یہ اجازت وخلافت مسجدِ نبوی شریف مدینہ منوّرہ میں دی گئی تھی، حضرت مرحوم کو مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے سلسلے میں اپنے والد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ سے اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے سلسلے میں حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی حسنی ندویؒ نیز مفتی افتخار الحسن کاندھلوی سے بھی اجازت بیعت وخلافت حاصل تھی۔

وفات، جنازہ اور تدفین: آپ کا اِنتقال ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء مطابق ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروزِ منگل بوقتِ صبح ساڑھے گیارہ بجے رام منوہر لوہیا اسپتال دہلی میں ہوا۔ اُسی رات کو دس بجے مرکز نظام الدین میں آپ کا جنازہ آپ کے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن کاندھلوی صاحب مدظلہم نے پڑھایا، جس میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے اور تدفین اپنے والد کے جوار میں ہوئی۔ فَرِحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً (بشکریہ بصیرت فیچر بھارت)

جتنی ہماری زندگی اللہ کے حکموں اور نبی پاک ﷺ کے طریقوں کے مطابق ہوگی، اُتنا ہی ہماری آخرت بنتی چلی جاوے گی اور اللہ جل شانہ وعم نوالہ دنیا بھی بناتے چلے جاویں گے۔

جو شخص آخرت کی فکر کرتا ہے، تو اُس کی دنیا سلوٹوں میں بن جاتی ہے اور اگر آدمی دنیا کے اندر ہی پھنسا رہتا ہے، آخرت سے غافل رہتا ہے، آخرت والی زندگی کو بھلا دیتا ہے، اپنی موت کے بعد کی زندگی کو بھول جاتا ہے اور اپنی موت کو بھول جاتا ہے، لیکن اس سب کے باوجود موت اُس کو ہرگز نہیں بھولتی، ہر انسان موت کی قطار میں کھڑا ہوا ہے، ہر ایک کی رسی ایک ذات کے ہاتھ میں ہے، نہ معلوم کس وقت گھسیٹ لی جاوے اس لیے موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرلو اور یہی تیاری کا موقع ہے جو ہم پر گزر رہا ہے اور بیت رہا ہے۔ اگر ہم نے اپنے آپ کو غفلت میں رکھا اور اعمال میں اپنے آپ کو نہیں لگایا تو وقت تو ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور گیا وقت واپس آتا نہیں، یہ انسانی زندگی بے یقینی کی زندگی ہے یہ ختم ہورہی ہے اور اِنسان موت کی طرف دوڑتا چلا جارہا ہے، جو سانس نکل رہا ہے، جو دِن نکل رہا ہے، جو گھڑی ضائع ہورہی ہے وہ تو کسی قیمت واپس نہیں آئے گی، کس کی کتنی زندگی باقی ہے اس کی کسی کو خبر نہیں اور کسی کو کچھ معلوم نہیں، آدمی کا ہر قدم قبر کی طرف اُٹھ رہا ہے۔

قدم سوئے مرقد، نظر سوئے دنیا
کدھر جارہا ہے؟ کدھر دیکھ رہا ہے؟

ہر انسان کا ہر قدم قبر کی طرف اُٹھتا جارہا ہے لیکن نظریں اُس کی دنیا پر پڑی ہوئی ہیں۔
(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم
ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

اِنسانی زندگی پر ماحول ومعاشرہ کا بڑا اثر پڑتا ہے، دعوت وتبلیغ کا کام حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا تھا، یہ پہلے میوات کے علاقے تک محدود تھا پھر یہ پھیلا اور ہندوستان سے پوری دنیا میں پھیل گیا، دور دراز کے علاقوں تک اس کا اثر پہنچا اور اس کام سے پوری دنیا کے لوگوں میں تبدیلی آئی۔ ان حضرات نے لوگوں کو دِینی ماحول میں لاکھڑا کیا اور زندگی کی مشغولیات میں کچھ ایسا وقت مل گیا جس میں اِنسان تمام مادی جھمیلوں سے خالی ہوکر اپنے رب سے راز ونیاز کرسکے۔

ماحول کا اثر پڑتا ہے اور تعلیم کا بھی اثر پڑتا ہے لوگوں میں ملنے جلنے والوں سے اچھائیاں اور برائیاں دونوں چیزیں منتقل ہوتی ہیں، اچھے ماحول سے اِنسان کے اندر اچھائی پیدا ہوتی ہے اور برے ماحول سے اِنسان برا ہوتا ہے، دِین کا معاملہ یہ ہے کہ اِنسان کے اندر دِینی ماحول سے دِینی جذبہ پیدا ہوتا ہے، اِس لیے آپ دیکھیں گے کہ ماحول اچھا ملتا ہے تو تبدیلی آتی ہے اور اِنسان کچھ سے کچھ بن جاتا ہے، یہ ماحول کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے دعوت و تبلیغ کا کام اِنقلاب لانے والا اور اِنسان کو بدلنے والا کام ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوشش کی کہ کچھ دیر اِنسان بازار کے ماحول سے مسجد کے ماحول میں آجائے اور مسجد کے ماحول میں اپنا کچھ وقت گزارے، اِس لیے کہ دنیا میں بہترین جگہ مسجد اور بدترین جگہ بازار ہے، ایک مسلمان مسجد کے ماحول میں رہے گا تو اُس کا اِیمان تازہ ہوگا اور بازار کے ماحول میں رہے گا تو اِیمان میں خرابی آئے گی۔

یہ زندگی اِمتحان کی جگہ ہے، اِنعام کی جگہ نہیں ہے، اچھے اور برے اعمال کا بدلہ آخرت ہی میں ہم کو ملے گا، کسی کو لمبی مدت ملتی ہے تو کسی کو مختصر مدت، بعض لوگ کم عمر میں زیادہ کام کر لیتے ہیں اور بعض لوگ زیادہ عمر میں کم کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے چاہا کہ ہمارا عمل خالصتاً خدا کی رضا جوئی کے لیے ہو، خدا یہ دیکھے کہ ہمارا بندہ کیسا عمل کرتا ہے، یہ حضرات ہر لمحہ دِین کے لیے گزارتے ہیں، یہ لوگوں کو دِین کی دعوت دیتے ہیں، جو نیک عمل کرتا ہے اور جن کے ذریعے نیک عمل کرتا ہے دونوں کو اُس کا ثواب ملتا ہے کتنے لوگوں نے اُن کے ذریعے نیکیاں اِختیار کیں، دعوت دینے کا ثواب اُن کے کہنے والوں کو بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِنسان کی فطرت میں دِینی جذبہ رکھا ہے ضرورت ہے کہ اُس کو اُبھارا جائے تو وہ کام کرنے لگتا ہے، اِس لیے داعی کو نیکی کمانے کا بہت موقع ملتا ہے، اُس کی نیکی اور کرنے والے کی نیکی، اور یہ ایسا عمل ہے کہ اِنسان کو اُس کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے کہ اُس کی دعوت پر کسی کو راہِ راست کی ہدایت ملی۔

یہ زندگی اللہ تعالیٰ نے اِمتحان کے لیے بنائی کہ بندہ کیسے اس کو اِستعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور معصیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ کے اس عظیم المرتبت خاندان کے فردِ فرید تھے جس نے دعوت وتبلیغ کا کام اور ذمہ داری اپنے سر لے رکھی ہے اور علومِ شریعت کے تحفظ اور مسلمانوں کی اِصلاح کے کام کو بہت قوّت پہنچائی ہے، چنانچہ ان حضرات کی محنت سے یہ کام پوری دنیا میں پھیل گیا اور اس کے ذریعے اُمت کے بے شمار لوگوں کی اِصلاح کا کام انجام پایا، اس خاندان نے دِینی وعلمی لحاظ سے صرف تعلیم ودعوت کا کام ہی انجام نہیں دِیا بلکہ دِینی اور دعوتی عمل کو ایک مضبوط حیثیت بھی عطا کردی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ، مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد سعد مدظلہ نے اس کام کو سنبھالا، ان حضرات نے اپنی پوری زندگی کو اس کام کے لیے وقف کردیا اور وہ اسی میں لگے رہتے۔

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سے پھر اس کام کی

سرپرستی کے سلسلے میں خلا پیدا ہوا، جس کا بوجھ ان کے فرزند مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا محمد سعد صاحب پر پڑا اور ان دونوں نے کام کرنے والوں میں اعتماد پیدا کیا۔

اس وقت اگر آپ غور کریں تو دِینی کوشش اِختیار کرنے کی جو تدبیریں ہو رہی ہیں ان میں دعوت وتبلیغ کا بہت بڑا کردار ہے اور تبلیغی جماعت کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا محمد زبیر الحسنؒ اور مولانا محمد سعد اس کی مکمل قیادت کر رہے تھے۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی سے عمر میں بڑے تھے، اس طرح کام کا بوجھ بھی اُن پر زیادہ پڑا، اُن کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے دادیہالی اور نانیہالی دونوں نسبتیں حاصل تھیں، اُن کے دادا حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والدِ محترم مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے تھے اور اُن کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھتیجے تھے اور ان کی تربیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے زیرِ سایہ ہوئی اور ان دونوں سے اُنہیں اِجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی تھی۔ مزید اُنہیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی اس دِینی نسبت میں شریک کیا جو انہیں اپنے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تقریباً ۱۹/۲۰/سال تبلیغی جماعت کی سربراہی میں شرکت کا موقع ملا اور وہ اپنے امراض واعذار کے باوجود ملک اور بیرونِ ملک کے تقاضوں کو پورا کرنے کی آخر تک پوری کوشش کرتے رہے وہ اور مولانا محمد سعد صاحب اطال اللّٰہ بقائہ و عمم نفعہ ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بن کر پوری رہنمائی کرتے رہے اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جو مشاورتی نظام طے ہوا تھا اسی کے مطابق یہ عمل جاری رہا۔ بڑے اِجتماعات اور نظام الدین مرکز کے روز کے معمولات میں جماعتوں کو رخصت کرتے

وقت دعا عموماً مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہی حصے میں آتی۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی دِینی صفات وخصوصیت رکھنے والی بزرگ شخصیت کے طور پر معروف ومشہور تھے، اُن میں کام کی سربراہی اور سنجیدہ فکرمندی اور کام کرنے والوں کو مشوروں سے تقویت پہنچانے کا پورا جذبہ وعمل پایا جاتا تھا، اُن سے کام کو خصوصی سرپرستی مل رہی تھی، وہ طبیعت کے اعتبار سے بہت خوش اخلاق اور ملنسار تھے، لوگ ان سے مل کر بڑی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم کو قرآن مجید کی تلاوت کا بڑا شوق تھا، وہ بہترین حافظ تھے، یہ واقعہ ہے کہ اُن سے خلقِ خدا کو غیر معمولی فائدہ پہنچا۔ آج پورے عالم میں تبلیغی جماعت کی وجہ سے لوگوں کو جو فائدہ پہنچ رہا ہے اس میں ان بے لوث داعیان ومبلغین دِین کی مساعی شامل ہیں جنہوں نے اخلاص وللّٰہیت کے جذبہ کے ساتھ گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ اور شہر شہر اس کام کو پہنچایا۔

اس طرح مولانا مرحوم کی زندگی قابلِ رشک تھی، اُنہوں نے اس عظیم کام کے ذریعے کس قدر نیکیاں کمائیں اور اپنے آپ کو انہوں نے بنایا، اُن کے حالات معلوم کرنے اور اُن سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنا چاہیے، تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب ترقیاں کریں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں حاصل کریں۔

راقم بھی اُن سے تعلق اور انس محسوس کرتا تھا، اُن سے مجھ کو محبت اور قدر ومنزلت کے احساس کا جو تعلق تھا اس کی بنا پر مجھ کو ذاتی طور پر بھی صدمہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ کو بلانا تھا، اللہ تعالیٰ کام کے لیے عمر دراز فرماتا تو بڑا فائدہ ہوتا، البتہ ہم سے کام لینا چاہتا ہے اور سب کی مدت مقرر ہے۔

اُن کی وفات ملتِ اسلامیہ کے لیے بہت بڑا خسارہ ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کردِی تھی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو پورا فرمائے اور ملت کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (ماخوذ: تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، از: محمود حسن حسنی ندوی)

تبلیغی جماعت کے مردِ دانا وہوش مند

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ

۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء - ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء

مولانا نور عالم خلیل امینی
رئیس التحریر ''الداعی'' عربی واستاذ ادب عربی دارالعلوم دیوبند

سہ شنبہ: ۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ = ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء کو تبلیغی جماعت کے کلیدی امیر حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی نے گردے کی تکلیف اور فربہی کے مختلف الاقسام پیچیدہ عوارض کے علاج کے دوران دہلی کے رام منوہر لوہیا اسپتال کے آئی سی یو (سخت نگہداشت کے یونٹ) میں ۱۱ بج کر ۳۰ منٹ پر آخری سانسیں لیں۔ اُن کے انتقال کی خبر ہندوپاک وبنگلہ دیش کے ساتھ پوری دنیا کے گوشے گوشے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

اُنھیں پانچ روز پہلے نمونیہ کے علاج کے لیے مذکورہ اسپتال میں داخل کیا گیا تھا؛ ہمہ گیر طبی جانچ کے دوران پتہ چلا کہ اُن کے گردے بھی کام نہیں کررہے ہیں۔ ڈاکٹروں کی ٹیم نے ڈائلیسس کی ضرورت محسوس کی، اسی عمل کے دوران وہ بے ہوش ہوگئے اور بے ہوشی کے عالم میں ہی اُن کا انتقال ہوگیا۔ اُن کی نمازِ جنازہ سہ شنبہ- چہارشنبہ: ۱۶-۱۷/جمادی الاولیٰ = ۱۸-۱۹/مارچ کی درمیانی شب میں مرکز تبلیغ نظام الدین نئی دہلی میں اُن کے خاندان کی محترم وبزرگ شخصیت حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نے ۱۰ بجے پڑھائی اور مرکز کے ہی مخصوص مقبرے میں اُن کی تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ اور تدفین میں لاکھوں کے مجمع نے شرکت کی حال آں کہ مرکز تبلیغ کی طرف سے جاری کردہ غیر رسمی بیان میں لوگوں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ بڑی تعداد میں دہلی نہ آئیں کیوں کہ مرکز کی مختصر سی جگہ میں بڑے مجمع کو سنبھالنے میں سخت دشواری ہوگی؛ لیکن حضرت نظام الدین کے پورے علاقہ کو انتظامیہ نے آمد ورفت

کے لیے بند کر دیا تھا؛ اس لیے انتظام و انصرام میں قدرے سہولت ہوئی۔ نظام الدین کی سڑکوں پر اور اُس کی گلیوں میں ایسی زبردست بھیڑ اِس سے قبل مرحوم کے والد ماجد امیر تبلیغی جماعت حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ (۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸÷ - ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵÷) کی نمازِ جنازہ میں لوگوں نے دیکھی یا اب اُن کی نمازِ جنازہ میں۔ ہندوستان کے مختلف شہروں و دیہات کے علاوہ بیرون ملک سے بھی ایک بڑی تعداد نے نمازِ جنازہ اور تدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

پس ماندگان میں اہلیہ محترمہ (جو مظاہر علوم سہارنپور کے موجودہ امین عام حضرت مولانا سید شاہد سہارنپوری کی ہمشیرہ ہیں) کے علاوہ تین صاحب زادے اور تین صاحب زادیاں ہیں۔ صاحب زادوں میں سب سے بڑے مولانا زُہَیرُ الحسن ہیں جو تبلیغی مرکز کے مدرسہ کاشف العلوم میں مدرس ہیں اور تبلیغی کاموں میں شروع سے ہی سرگرم ہیں۔ دوسرے صاحب زادے مولوی صُہَیبُ الحسن اور تیسرے مولوی حافظ خُبَیبُ الحسن ہیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۳۰/ مارچ ۱۹۵۰÷ کو اس جہانِ آب و گل میں آنکھیں کھولیں۔ وہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر موجودہ ضلع شاملی کے ایک مشہور ومحترم ذی علم اور دین دار گھرانے کے فرد تھے جس کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ عبد العزیز (۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۶÷ - ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴÷) بن شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳÷ - ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲÷) کے عظیم شاگرد حضرت مولانا مفتی الٰہی بخشؒ (۱۱۶۲ھ/ ۴۹-۱۷۴۸÷ - ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹÷) تھے۔ اسی خاندان کے چشم و چراغ اور اُنھی کی طرح امتیازی شان کے مالک اُنھی کے برادر زادے حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی (۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵÷ - ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶÷) بن مولانا محمود بخش کاندھلوی تھے، جنھوں نے ہندوستان سے حجاز کا سات بار طویل سفر پیدل طے کر کے سات حج کیے اور یہ سعادت بھی اُن کے حصے میں آئی کہ مدینہ منورہ ہی کی خاک کا پیوند بنے اور ۱۰/ محرم ۱۲۸۳ھ = ۲۵/ مئی ۱۸۶۶÷ کو وفات کے بعد جنت البقیع میں خلیفۂ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب مدفون ہوئے۔ اُن کے احتیاط اور تقویٰ کے سلسلے میں بڑے واقعات زبان زد خاص و عام ہیں اور یہ تو اُن

کے زمانے کے سارے لوگوں کا مشاہدہ تھا کہ اُن کے معدے نے کبھی کوئی مشتبہ چیز قبول نہیں کی۔ وہ شاہ محمد اسحاقؒ (۱۱۹۶ھ/ ۱۷۸۱÷ - ۱۲۶۲ھ/ ۱۸۴۵÷) نواسہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ اس خاندان کا امتیاز شروع سے ہی دین داری و علم شعاری رہا ہے، اس نے بڑے بڑے علما و صلحا کو جنم دیا ہے۔ دورِ آخر میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ (۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۵÷ - ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳÷) بانی تبلیغی جماعت اسی خاندانِ والا شان کے فرد تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ (۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷÷ - ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲÷) کی علمی و دینی جلالتِ شان سے کون واقف نہیں؟ خود ان کے والدِ ماجد مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۰÷ - ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶÷) دار العلوم دیوبند کے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹÷ - ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵÷) کے شاگردِ رشید اور بڑے محدث اور مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے برادرِ خرد تھے۔ عرب و عجم کی دنیا میں مشہور و مقبول یگانۂ روزگار کتاب ''حیاۃ الصحابہ'' کے مصنف اور دوسرے امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷÷ - ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵÷) بانی جماعت تبلیغ مولانا محمد الیاسؒ کے صاحب زادے سے کون آشنا نہیں؟ اُن کے زبان و قلم دونوں کو اللہ نے عجیب و غریب قوتِ گویائی بخشی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ایسا پُر اثر اور جادو طراز مبلغ تبلیغی جماعت کی تاریخ میں کوئی پیدا نہیں ہوا، وہ اپنی مثال آپ اور اپنے طرز کے بانی و خاتم تھے۔ مولانا زبیر الحسنؒ کے والدِ ماجد ممتاز عالمِ دین اور تبلیغی جماعت کے امیر ثالث مولانا انعام الحسن کاندھلوی بن مولانا محمد اکرام الحسن کاندھلوی بن مولانا رضی الحسن کاندھلویؒ اسی خاندان کے رکن تھے۔ آج بھی یہ خاندان علم و دین کی خدمت میں پورے ملک و بیرون ملک میں ممتاز مقام رکھتا ہے اور اُس کے دسیوں علما علمی اِتقان اور دین داری و تقویٰ کی علامت شمار کیے جاتے ہیں۔ تحقیق و تالیف میں مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ بن مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہ برِ صغیر میں اپنی مثال آپ ہیں، جب کہ اُن کے والد ماجد مدظلہ صلاح و تقویٰ کا ایک بلند مینار ہیں اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے صاحب زادۂ گرامی مولانا محمد طلحہ کاندھلوی سہارنپوری اپنی نیکی اور سادگی اور دنیا سے بے رغبتی کی اِس دیار میں روشن

علامت ہیں۔

مولانا زبیرالحسنؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے نواسے تھے اپنے خاندان کی ساری خصوصیتیں اور برکتیں اُن کے لیے آمادۂ تربیت تھیں، خاندان کا دینی وعلمی ماحول سعادت بہ دوش اُن کے مستقبل کو روشن اور اُن کی زندگی کو تعلیم وتربیت کے سارے زیورات سے سنوارنے اور اُنھیں آخرت کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کی دولتِ بے بہا سے نوازنے میں نہ صرف مدد ومعاون؛ بل کہ اس کے لیے آمادۂ عمل تھا۔ اِس لیے اُنھوں نے بہ عجلت اعلیٰ علمی ودینی تربیت کی منزلیں طے کرلیں۔ وہ پانچ سال کے بھی نہ تھے کہ شنبہ: ۵/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۵۴÷ کو حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳÷-۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲÷) نے، قصبہ رائپور، ضلع سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، والد ماجد مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ، جدامجد مولانا اکرام الحسنؒ اور مولانا محمد طلحہ مدظلہ بن حضرت شیخ زکریاؒ کی موجودگی میں اُن کی بسم اللہ کرادی۔ حفظِ قرآن کے بعد عربی وفارسی و ہدایۃ النحو اور کافیہ تک کی تعلیم مرکز تبلیغ کے مدرسہ کاشف العلوم میں حاصل کی۔ ۱۵/شوال ۱۳۸۵ھ مطابق ۶/فروری ۱۹۶۶÷ کو مدرسہ مظاہرعلوم میں شرح جامی وشرح وقایہ کی جماعت میں داخل ہوے۔ ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰÷ میں آپ نے تعلیم سے رسمی فراغت حاصل کی۔

مظاہرعلوم میں آپ نے اپنے وقت کے برگزیدہ علما وصلحا کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، چناں چہ بخاری شریف ومسلم شریف حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ سے ابوداود شریف ونسائی شریف پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ جب کہ حضرت مفتی مظفرحسینؒ (۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹÷-۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳÷) سے ترمذی شریف، اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ (۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷÷-۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹÷) ناظم مدرسہ سے طحاوی شریف پڑھی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فراغت کے بعد شروع سے ہی دعوت وتبلیغ کے کاموں میں منہمک رہے، کیوں کہ یہ کام اُن کے بزرگوں کا مشن رہا تھا، اُنھوں نے دین کے لیے جدوجہد اور دعوت الی اللہ کے لیے وقف ہوجانے کی فضا ہی میں آنکھیں کھولی تھیں۔ اُنھوں نے پہلی دعوتی

تقریر ۲۴ سال کی عمر میں ۱۹/رجب ۱۳۹۴ھ مطابق ۹/اگست ۱۹۷۴÷ کو مدرسۂ قدیم کی مسجد میں کی جس میں علمی باریکیوں کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالی گئی تھی جس سے لوگوں کو اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ نوجوان عالم، دین ودعوت کے اسٹیج پر بہت فیض رساں ثابت ہوگا۔

مظاہرعلوم سے فراغت کے بعد اُنھوں نے مرکز کے مدرسہ کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں ابتدائی کتابوں کا درس دیا، متوسطات میں کنز الدقائق، الادب المفرد اور ریاض الصالحین پڑھائیں، پھر سال ہا سال تک مشکوٰۃ شریف اور اس کے بعد ۳۰ سال سے زائد عرصے تک بخاری شریف کی تدریس کی سعادت حاصل کی۔ درس وتدریس کے شغلِ مسلسل کی وجہ سے اُن کے علم میں تازگی رہی جو دعوت وتبلیغ کے کاموں کو حکمت کے ساتھ انجام دینے میں اُن کے لیے مدد ومعاون رہی۔

۳/ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۰/فروری ۱۹۷۸÷ بہ روز جمعہ مولانا زبیرالحسنؒ کو اُن کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اجازتِ بیعت وخلافت سے سرفراز کیا۔ اُنھیں بانیِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے سلسلے میں اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ سے بھی اِجازتِ بیعت وخلافت حاصل تھی نیز مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہ کے بھی وہ دست گرفتہ اور اُن سے خلافت یافتہ تھے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے خلافت سے نوازتے ہوے اُنھیں جو قیمتی نصیحتیں کی تھیں اُنھوں نے ہمیشہ اُنھیں مشعلِ راہ بنائے رکھا۔ اُن نصیحتوں میں یہ بات کہی گئی تھی کہ مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی حیات تک میوات اور مرکز نظام الدین میں کسی کو بیعت نہ کریں، البتہ مولانا انعام الحسن کے بغیر تمہارا میوات کے علاوہ کہیں کا سفر ہو اور کوئی درخواست کرے تو ضرور بیعت کرلینا۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ معمولات کی پابندی ترقیات کا زینہ ہے، جتنی پابندی کروگے اِن شاء اللہ اتنی ہی ترقی ہوگی۔ مولانا زبیرالحسن نے ان نصائح پر حرف بہ حرف عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اُن کے کردار کو چمکایا؛ بل کہ اُن کے اعمال میں خلوص وللّٰہیت اور برکتوں کی وہی خوشبو محسوس ہوتی تھی جو اُن کے بڑوں کے اعمال وکردار کا خاصّہ تھی۔

۹/جون ۱۹۹۵ء کو اُن کے والدِ محترم مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے انتقال کے بعد اُن کے کاندھے پر امارتِ دعوت وتبلیغ کی گراں بار ذمے داری ڈالی گئی؛ لیکن اہلِ میوات کے اختلاف کی وجہ سے کہ وہ حضرت مولانا محمد سعد کو امیر بنانا چاہتے تھے، اہل الرائے لوگوں نے ایک مشورہ کمیٹی تشکیل دی جس میں ان دونوں حضرات کے علاوہ پاکستان سے حضرت الحاج عبدالوہّاب صاحب کو شامل کیا گیا۔ اُن بزرگوں کی فراستِ ایمانی نے اُنھیں یہ سُجھایا کہ اب شورائی نظام ہی کے ذریعے دعوت وتبلیغ کے اِس کام میں بھلائی ہے۔ مولانا زبیرالحسن کی سچی خداترسی کی بات تھی کہ ۱۹ سالہ اِس شورائی اِمارت کے دوران کبھی کوئی حرفِ شکایت اُن کی زبان پر نہیں آئی کہ مجھے امارت کے لیے تنہا چنا گیا تھا کچھ لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے خواہ مخواہ مجھے شورائی نظام کا پابند کیا گیا۔ اِس رویّے کو بہت سے نام نہاد علما کے کردار سے موازنہ کریں جو عہدہ واقتدار کے لیے اداروں میں بڑی بڑی جنگیں لڑتے ہیں تو مخلصین اور اِخلاص کی پونجی کے حوالے سے مفلسین کا فرق از خود نمایاں ہوجائے گا۔

مولانا زبیرالحسن کی پوری زندگی اِسی خلوص وللّٰہیت کی تصویر نظر آتی ہے۔ وہ تدریس، تبلیغ اور تزکیہ واحسان کے تربیتی معمولات کو جس پابندی کے ساتھ انہماک کے ساتھ، کسی کوتاہی کے بغیر انجام دیتے رہے، وہ کوئی غیر معمولی اِنابت اِلی اللہ والا ہی انجام دے سکتا تھا۔ وہ موجودہ تبلیغی جماعت کے ڈھانچے میں حسن تدبیر، حکمت عملی، نزاکتِ عمل کے بھرپور احساس اور فہم وفراست کی سب سے نمایاں اور فعّال مثال تھے۔ خاموشی، عفوودرگزر، کشادہ قلبی، فتنہ آرائی اور کسی انتہا پسندی کی طرف ڈھلک جانے سے جماعت کو مکمل طور پر بچائے رہنے کا عنوان تھے۔ اُن کی خاموش مزاجی اور صرف کام کی باتوں کے لیے گویا ہونے کا اُن کا پختہ طرزِ عمل اُن کی زندگی کی بہت گراں مایہ قدر تھا۔ تبلیغی کام کی ضرورت واہمیت کے ساتھ تعلیمی وتربیتی اِداروں اور مراکز کو بھی وہ نہ صرف اِس دیار میں؛ بل کہ پوری دنیا میں دین کی بقا اور اُس کے پیہم اور تازہ دم انداز میں اور صحیح خطوط پر رواں دواں رہنے کے لیے انتہائی ضروری خیال کرتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے قول وفعل سے اپنے نظریے کو کھاد پانی بہم پہنچایا اور اپنے کردار سے اِس نظریے کی سختی سے تردید کی کہ مدارس ومکاتب سے زیادہ دعوت وتبلیغ کے اِس

خاص نظام کی ضرورت ہے؛ بل کہ اِس کے ہوتے ہوے مدارس ومکاتب کی کوئی ضرورت نہیں، صرف یہی کام اِسی نظام کے تحت دینی اور نبوی کام ہے اور بس۔

اِسی لیے وہ اِکرامِ علما میں بہت مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے طلبہ واساتذہ کی بہ طور خاص بڑی خاطر مدارات کرتے، ان سے بڑی اپنائیت سے ملتے، اُن کی دل جوئی کرتے اور اُن کی اُنھیں جگہوں کے لیے تشکیل کرتے جہاں جماعت میں وقت گزارنا اُن کے علمی میلان اور درسی رجحان کے لیے خلل انداز ثابت نہ ہو۔ وہ دین وملت کے لیے سرگرم سارے اداروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہ ایمان رکھتے تھے مسلمانوں کے بالخصوص اِس دیار میں مسلمان باقی رہنے کے لیے اِن سارے اداروں کو اپنے اپنے دائرے میں سرگرم کار رہنا ضروری ہے۔ وہ توازن، اعتدال، ہمہ گیریت اور دعوتی دانائی کی تابندہ مثال تھے۔ نہ صرف توانائی کی زندگی میں؛ بل کہ آخری سالوں میں بیماریوں سے بوجھل ہوجانے کے باوجود، دعوت وتبلیغ، درس وتدریس اور تزکیۂ قلب کے لیے ذکر وشغل کے بھرپور اَعمال میں اُن سے کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ مغرب بعد اُن کے ذکر کے معمول میں کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ وہ سفر وحضر میں اپنے معمولات کی بہ ہر حال پابندی کرتے تھے۔ وہ علم وحلم کا مجموعہ تھے۔ وہ واقعی اپنے بڑوں کا پرتو تھے۔ وہ نظریہ وخیال کی انتہا پسندی کے دشمن تھے۔ وہ ہر مسئلے کو صحیح زاویے سے دیکھنے کی توفیق سے بہرہ ور تھے۔ وہ وہ تھے جس کی تبلیغی جماعت کو اِس وقت شدید ضرورت ہے۔

میانہ قد، گورا چٹا قدرے بیضوی چہرہ، کشادہ پیشانی، سر پہ کلاہِ مُدَوَّر، آنکھوں پر زیادہ پاور کا چشمہ، گھنیری دراز داڑھی، سر کے بال کھچڑی، داڑھی کے بال زیادہ تر سفید، فربہ بدن، آنکھوں میں ایمان ویقین، صلاح وتقویٰ وشب بیداری وتعلق مع اللہ کی چمک، لبِ خاموش ودلِ گویا وسینۂ سوزاں کے مالک مولانا زبیرالحسن سنۂ ہجری کے اعتبار سے ۶۶ سال اور سنۂ عیسوی کے لحاظ سے ۶۴ سال کی عمر میں اِس دنیا کو اِس حال میں خیر باد کہہ گئے کہ آنکھیں اُنھیں مسلسل ڈھونڈ رہی ہیں۔ تبلیغی جماعت میں بہ وجوہ علما کی قلت اور ناخواندہ یا نیم خواندہ لوگوں کی کثرت ہوتی جارہی ہے، کام کا دائرہ پوری دنیا میں پہلے سے زیادہ پھیلتا جارہا ہے،

عالمی انتشار، مقامی اضطراب، دنیا کے چپے چپے میں پھیلی ہوئی اور بڑھتی ہوئی بدامنی کی وجہ سے امن وسکون کے متلاشی جوق در جوق اِس جماعت کا رخ کر رہے ہیں۔ بہت سے غیر مسلم بھی اُس کی سادگی، بے ضرری اور اپنے کام سے کام رکھنے کے نظریہ وعمل کو دیکھ دیکھ متأثر ہو رہے ہیں۔ حال آں کہ بہت سے دشمنانِ اسلام کی نگاہ میں یہ بھولی بھالی جماعت بھی ''دہشت گرد'' نظر آتی ہے؛ لیکن بڑی بڑی باریک بین ودوربین سازشی مشینوں کے ذریعے بھی اُس کے دہشت گرد ہونے کا پتہ چلانے میں وہ ہنوز ناکام ہیں۔ بہ ہرحال اِس احوال میں مولانا محمد الیاسؒ ومولانا محمد یوسفؒ ومولانا انعام الحسنؒ نہ سہی کم ازکم مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہی کسی مردِ دانا وہوش مند کی اِس جماعت کو شدید ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب سے اس کا سامان بہم پہنچائے اور بزرگوں کے لگائے ہوئے اِس پودے کے لیے جو اَب پوری دنیا میں سایہ زن بڑی بڑی شاخوں اور گھنیری پتیوں والا برگد کا تناور درخت بن چکا ہے ہمیشہ شاداب اور پہلے سے زیادہ ہرا بھرا ہوجانے کی راہ پیدا کرے؛ تاکہ وہ صحیح سمتوں میں بڑھتا اور پھیلتا جائے اور دنیا کے گوشے گوشے میں سایہ فگن ہوکر مسلمانوں اور ساری انسانیت کی دینی پناہ کا پائیدار، لازوال اور طاقت ور ذریعہ بنا رہے۔

① زندگی میں دِین کو مقدم رکھو اور دنیا کو مؤخر، تو زندگی دِین بن جائے گی، اور دنیا کو مقدم کیا اور دِین کو مؤخر کیا تو زندگی دنیا بن جائے گی۔

② آپ کو یہ نہیں کہتا کہ اپنی اولاد کو مولوی بناؤ یا مسٹر بناؤ، جو چاہے بناؤ، مگر یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ دِین دار بناؤ۔

③ اگر تو آسمان پر مقام کا طالب ہے، تو زمین پر لوگوں کے ساتھ محبت واخلاق کا معاملہ کر، اگر تو بیجا سختی کرے گا تو تیری برابری والا تجھ سے جھگڑا کرے گا، اور اگر وہ تجھ سے چھوٹے اور عاجز ہیں، تو وہ اندر ہی اندر کڑھیں گے اور اُن کے اندر کی کڑھن تجھے خدا سے دور کردے گی۔

(ملفوظات حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، از سوانح حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، تالیف: مفتی محمد پالن پوری ص: ۱۴۵/ ۱۵۰/ ر: زمزم پبلشرز کراچی)

حضرت مولانا محمد زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ

تبلیغی مرکز رائے ونڈ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تبلیغ کا بہت ہی عالی شان کام عطا فرمایا ہے اور پوری دنیا میں اللہ کے فضل سے تبلیغی محنت کی برکت سے دِین زندہ ہو رہا ہے۔

نظام الدین دہلی کی ایک بستی ہے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی وہاں آخری آرام گاہ ہے، وہاں میں دومرتبہ گیا ہوں، اُنہی کی نسبت سے اُس جگہ کو ''بستی نظام الدین'' کہا جاتا ہے۔ وہیں پر ایک مسجد سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۲۶ء میں تبلیغ کا کام شروع کیا، ۱۹۴۴ء میں اُن کی وفات ہوگئی، اُن کے بعد اُن کے بیٹے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو سنبھالا اور پھیلایا، ۱۹۶۵ء میں اُن کی بھی وفات ہوگئی۔ اُن کے بعد حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر بنے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعے سے پوری دنیا میں اس کام کو پھیلا دِیا، اسی دِینی محنت کی برکت سے دنیا کے آخری کناروں تک اللہ نے مجھے پہنچایا ہے، یہ میری آنکھوں دیکھی بات ہے۔

پھر ۱۹۹۵ء میں اُن کا بھی انتقال ہوگیا، تو ایک شوریٰ بنی اس میں انڈیا سے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت مولانا محمد زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم، پاکستان سے حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی محمد عبد الوہاب صاحب دامت برکاتہم شامل ہوئے۔

ان حضرات کے اجتماعی مشوروں سے اللہ نے تبلیغ کی محنت کو بہت خوبصورت انداز میں پوری دنیا میں دِین کو متعارف کروانے کا سبب اور ذریعہ بنایا ہے۔

اس عالمی شوریٰ میں شامل حضرات میں سے ایک حضرت مولانا محمد زبیر صاحب تھے جو کل اِنتقال فرما گئے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت زیادہ خوبصورت صفات سے نوازا تھا، بہت ہی ظریف الطبع،

مسکرانے والے، ہنسنے والے تھے۔ جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ ''ضحاکا بشاما'' ویسے ہی حضرت مولانا محمد زبیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت مسکرانے والے تھے۔ بہت بھاری بھرکم تھے، لیکن پوری دنیا میں اللہ کے پیغام کو لے کر پھرے۔

الحمدللہ میرے اُن کے ساتھ بہت زیادہ تعداد میں طویل اسفار ہوئے ہیں، اتنے کہ مجھے یاد بھی نہیں، اور لمبے لمبے سفر ہوئے ہیں، میں ۱۹۸۲ء میں دو مہینے نظام الدین مرکز میں رہا، مجھ سے بہت محبت فرماتے تھے اور میرے ساتھ اُن کا بہت ہی شفقت کا معاملہ رہا۔

جب آدمی مشہور ہوجاتا ہے تو اس پر صحت مند تنقید بھی ہوتی ہے اور بے جا بھی۔ لیکن عموماً بے جا تنقید کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت صحت مند تنقید کر کے سمجھانے والوں کے۔

مولانا محمد زبیر صاحبؒ کا میرے ساتھ ہمیشہ یہ رویہ تھا کہ جب بھی مجھ سے کوئی اُونچ نیچ ہوجاتی تو مجھے بلا کر بڑے پیار سے فرماتے ''یہ بات ایسے نہیں، ایسے ہے۔ یا اس کو یوں نہیں کرنا، یوں کرنا ہے''۔ اور جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو مجھے اپنے پاس خصوصی طور پر بلواتے، یوں محبت کا اِظہار فرماتے۔ اُن کے بچے بھی مجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ بلکہ آخری بار جب رائے ونڈ اِجتماع میں تشریف لائے تو اُن کے بڑے صاحبزادے مجھ سے کہنے لگے کہ میرا بچہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اور فون پر بات کروائی، وہ چھوٹا سا بچہ ہے، سہارنپوری لہجے میں فون پر کہنے لگا ''مولانا خیریت ہورہی ہے؟'' میں نے کہا جی بیٹا خیریت ہے، پھر کہنے لگا ''میرے لیے دعا کردیں کہ میں آپ کی طرح بیان کرنے لگوں''، تو میں نے کہا کہ بیٹا اللہ آپ کو آپ کے دادا کی طرح بنائے، میں تو ایسے ہی بجنے والا ڈھول ہوں۔

۱۹۹۷ء کے حج میں ہم اکھٹے تھے، اُن کے اہلِ خانہ بھی اُن کے ساتھ تھے، تو مولانا زبیر صاحبؒ نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ ''بھائی ہمارے گھر کی تو ساری مستورات تیرا ہی بیان سنتی ہیں، عرفات میں اُن کے خیمے میں جا کر اُن کو بیان سنا آ''۔ تو حضرتؒ کے حکم کی تعمیل میں بیان کیا۔

اس خاندان سے اللہ نے وہ کام لیا جو صدیوں میں بہت کم کسی سے لیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ بخشے، اُن کے بچوں کو اُن کا صحیح جانشین بنائے اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم اب اکیلے ہوگئے ہیں، اُن کے کندھوں پر سارا بوجھ آگیا ہے، اللہ اُن کی زندگی، صحت اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اُن کی ہمت، صحت، بصیرت اور فراست میں مزید اِضافہ فرمائے اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی طاقت بھی دے، وہ ہمارے لیے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ اُن کے ذریعے سے بہت فیض پھیل رہا ہے۔ (تعزیتی بیان)

مردِ نیک و بے آزار
مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی مدظلہٗ
مدیر سہ ماہی احوال وآثار کاندھلہ

برادرم مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے متعلق میں کیا کہوں، اپنی بات کہاں سے شروع کروں؟۔

اُن سے میرے تعارف کی اتنی ہی عمر ہے جتنی میرے عرفی شعور کی۔ میرا اُن کا سن پیدائش ایک ہے، اُنہوں نے جمادی الاخریٰ ۱۳۶۹ھ/ مارچ ۱۹۵۰ء کے آغاز میں، مولانا ابوالکلام آزادؒ کے الفاظ میں ''عدم ہستی سے ہستی عدم نما میں قدم رکھا'' اور میں ۱۹۵۰ء کے آخری دِنوں میں عالم کہن سال میں مسافرانہ وارد ہوا۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ بہت چھوٹے سے تھے اور ظاہر ہے کہ میں اُن سے چھوٹا تھا، اس وقت سے اُن کا اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ کاندھلہ آنا جانا رہتا تھا۔ میری والدہ محترمہ بھی کبھی کبھی نظام الدین یا سہارنپور جاتی رہتی تھیں، میری والدہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے والد حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں، اِس لیے ان دونوں میں بھی خاص قربت و یگانگت تھی، میں دیکھتا تھا کہ جب کبھی میری والدہ صاحبہ مرحومہ کا نظام الدین جانا ہوتا، تو حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ بہت خوش ہوا کرتے تھے، بعض مرتبہ یہ خوشی اُن کے الفاظ سے نہیں، چہرہ سے بھی خوب جھلکتی تھی، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ اپنے معمول کے خلاف میری والدہ کو خاصا وقت دیتے تھے، گھر میں لمبی نشست ہوتی تھی، ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو گھنٹے، اِدھر اُدھر کی، نئی پرانی، عزیزوں کی، خاندان کی اور رشتہ داروں کی باتیں ہوتی تھیں، پرانے قصے کہانیاں دہرائے جاتے اور نئے معاملات کے تذکرے رہتے تھے۔

لیکن مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے بچپن میں کاندھلہ کثرت سے آنے کا ایک بڑا سبب اور بھی تھا، ہماری بڑی پھوپھی (جویریہ خاتون صاحبہ) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی

اہلیہ محترمہ تھیں، جن کو خاندان کے تمام چھوٹے اماں جی کہتے تھے، اماں جی کی ایک بہن یعنی دوسری پھوپھی کاندھلہ میں رہتی تھیں، دونوں بہنوں کا آپس میں خوب گہرا تعلق تھا، اماں جی صاحبہ (زوجہ محترمہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کثرت سے کاندھلہ آیا کرتی تھیں اور اکثر کاندھلہ میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ یا اس سے بھی زیادہ قیام ہوتا تھا، اس وقت سہارنپور سے حضرت شیخ کی صاحبزادیاں، جس میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کی والدہ بھی ہوتی تھیں، کاندھلہ آجاتی تھیں، کیونکہ اماں جی صاحبہ اُن کی سگی بڑی خالہ بھی تھیں، تیسری پھوپھی امۃ المتین (جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی پہلی زوجہ اور شیخ کی بڑی دختر ان کی والدہ تھیں کی بہت پہلے وفات ہوگئی تھی) جب یہ سب آتے، اس وقت خوب رونق ہوجاتی، مگر یہ سب کے آنے جانے اور رہنے کا سلسلہ، اماں جی کی وفات کے بعد کم ہوگیا تھا، ان سب کا کاندھلہ آنا، کسی تقریب وغیرہ میں ہوتا اور کبھی کبھی، دو چار یا ہفتہ دس دن ٹھہرنا بھی ہوتا تھا، اس وقت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ بھی ساتھ ہوتے تھے۔

جب یہ ناچیز جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھنے کے لیے گیا، اس وقت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ سے زیادہ قربت اور روابط ہوئے۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ بھی اس وقت وہیں پڑھتے تھے، وہ اگرچہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے مگر تعلیم میں میری کتابیں اور درجہ اُن سے آگے تھا، تاہم دو تین کتابوں میں رفیق بھی رہے، حضرت شیخ کے دولت کدہ (کچے گھر) میں عصر کے بعد جامعہ مظاہر علوم کے ایک ممتاز استاذ، مولانا محمد یامین صاحب؛ مولانا زبیر الحسن و شاہد صاحبان کو پڑھانے یا آموختہ یاد کرانے کے لیے روزانہ آتے تھے، میں بھی اس میں شریک رہتا تھا، ایک اور مبارک رفاقت اس وقت رہی جب ہم تینوں کو حضرت شیخ نے مشارق الانوار، علامہ صغانی پڑھانے کا اِرادہ کیا۔ اُس کے درس کی مجلس مغرب کے بعد ہوتی تھی، جس میں کہیں کہیں کچھ اِفادات بھی بیان فرماتے تھے، اُس کے بعد بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم دردیوان عشق
او بصحرا رفت، مادر کو چہا رسوا شدیم

بعد میں اُنہوں نے حضرت شیخ کا دامن اِصلاح وتربیت پکڑا، شیخ کے سایہ عاطفت میں سفر سلوک طے کیا اور اِجازت وخلافت کے مستحق سمجھے گئے۔ تعلیم کے بعد نظام الدین مرکز

جاکر درس وتعلیم سے جڑ گئے تھے، جو نیچی کتابوں سے بڑھتا، ترقی کرتا، مشکوٰۃ اور صحیح بخاری تک پہنچا، مجھے کبھی اُن کا درس سننے کا موقع نہیں ہوا، اِس لیے نہیں کہہ سکتا کہ اس کی کیا خصوصیات تھیں، وہ کن عنوانات پر اپنی فکر وتوجہ مرکوز رکھتے تھے۔

آخر میں خصوصاً حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی وفات کے بعد مطالعہ کا بہت معمول بڑھ گیا تھا، ہند و پاکستان کی نئی نئی مطبوعات منگواتے اور پڑھتے دیکھتے تھے، خصوصاً حدیث کے متعلق نیز اور موضوعات پر بھی، عربی اُردو دونوں زبانوں کی نئی کتابیں اکثر ان کے پاس رکھی ہوئی نظر آتی تھیں، آخر آخر میں بزرگوں کے احوال وسوانح اور تصوّف کی کتابوں سے خاصی دلچسپی ہوگئی تھی۔

بزرگوں کی صحبت اور اُن کے احوال وسوانحات کے مطالعہ سے، آخری دِنوں میں اُن کی طبیعت میں ایک خاص طرح کا گداز نمایاں ہونے لگا تھا، جس سے اُن کے اندر محبت اور سب سے تعلق اور یگانگت کی کیفیت خاصی بڑھ گئی تھی، ہر ایک سے نہایت محبت سے ملتے اور خیریت وغیرہ پوچھتے تھے، لمبی بات کرنے کا معمول نہیں تھا۔

حضرت شیخ سے جو ذکر ومراقبہ کے سبق حاصل کیے تھے، اُن کو ہمیشہ یاد رکھتے اور اُن پر نہایت پابندی اور پورے اہتمام اور مستقل مزاجی سے عمل کرتے تھے اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی روایت اور معمول کے مطابق مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کا بھی ذکر و شغل کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ سے وابستہ مسافرانِ سلوک اور مرکز میں مقیم وہ حضرات جو ذکر کا اہتمام کرتے تھے، مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کی مجلسِ ذکر میں پابندی سے جاتے اور ذکر کرتے تھے، مجھے معلوم نہیں کہ اُنہوں نے کسی کو اِجازت دِی یا نہیں، لیکن اُن کی وجہ سے بنگلہ والی مسجد میں ذکر وشغل کا سلسلہ مستقل جاری رہا، جس سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کی وفات کے کئی سال بعد میرے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب سے رجوع ہوئے تھے، والد صاحب نے اُن کو اِجازت وخلافت دِی تھی، اس کے بعد سے اُن کا والد صاحب سے تعلق

بہت بڑھ گیا تھا اور اُن میں بہت ہی عاجزی اور مسکنت محسوس ہونے لگی تھی۔ جب بھی سہارنپور کا سفر ہوتا، آتے یا جاتے وقت کاندھلہ آنا ضروری سا تھا، والد صاحب مدظلہ کے پاس بہت دیر تک بیٹھا کرتے تھے اور مختلف سوالات کیا کرتے تھے۔ مجھے وہ منظر کبھی نہیں بھولتا کہ جب وہ والد صاحب کی مزاج پرسی کے لیے آئے تھے، ان کے متعدد متوسلین و متعلقین اور بچے ساتھ تھے، اُن سب کی موجودگی میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ بے قرار ہوکر دونوں ہاتھوں سے میرے والد مدظلہم کے پیر پکڑے ہوئے اپنا سر اُن کے گھٹنوں پر رکھے ہوئے زار و قطار رو رہے تھے، اُن کے آنسو بہہ رہے تھے اور عجیب کیفیت تھی۔ اُس وقت احساس ہوا کہ اُن کا گداز قلب اور اندرون پاکیزگی کس مقام تک پہنچ گئی ہے، بعد کے دِنوں میں اُس کیفیت اور مرحلہ میں اضافہ ہی ہوا ہوگا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کا بدن بچپن سے بھاری ہونا شروع ہوگیا تھا، لیکن اُس وقت بہت بھاگتے دوڑتے تھے، تعلیم سے فراغت تک ایسی ہی کیفیت رہی، بعد میں بھی یہ چستی بڑی حد تک برقرار رہی، دلچسپ صورت اُس وقت پیدا ہوتی تھی، جب وہ بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین میں تراویح میں قرآن شریف پڑھتے، سناتے، اُس وقت ناواقف والوں کی زبان پر اکثر یہ سوال آتا تھا کہ یہ اِتنے بھاری جسم کے آدمی نماز کیسے پڑھائیں گے، کیسے رکوع سجدہ کریں گے، مگر جب وہ لوگ اُن کے پیچھے نماز پڑھتے تو حیران رہ جاتے، مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اس چستی سے رکوع سجدہ کرتے کہ کئی مرتبہ بعض جوان آدمی بھی اُن کا ساتھ دینے سے قاصر رہ جاتے تھے۔

میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کے گھر میں نوافل میں قرآن شریف سنایا، ایک ہی رات میں پورا قرآن شریف مکمل کرلیا، بلکہ شاید تین یا چار سپارے اور پڑھ لیے تھے۔ کثرت سے تلاوتِ قرآن کا معمول تھا اور اس خاندان کی روایت کے مطابق رمضان المبارک کی راتوں میں نہ سونا اور پوری رات تلاوت ونوافل میں گزارنے کا معمول تھا، غرض ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں، مرنے والے میں

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّد

(مولانا راشد صاحب سے جب مضمون کا عرض کیا گیا تو اُنہوں نے اِس تحریر کی طرف رہنمائی فرمائی۔ مؤلف)

دعوت وتبلیغ اور حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ

مولانا مفتی خالد محمود صاحب مدظلہٗ
نائب رئیس اقراء روضۃ الاطفال

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جو جماعت کے مزاج سے بخوبی واقف تھے اور کیوں نہ ہوں کہ اُن کی تربیت حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرنگرانی ہوئی اور جو حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سفر وحضر کے ساتھی اور اُن کے خاص مشیر اور معتمد تھے، اُنہوں نے جماعت کے کام کو اپنے دونوں پیشرؤوں کے طرز اور طریقہ پر خوب بڑھایا اور ۲۵۰؍ سے زائد ملکوں میں جماعت کا کام ہونے لگا اور لوگوں کا اس کام کی طرف خوب رجوع ہوا۔ حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کے بعد ایک مرتبہ پھر اہلِ قلوب اور اہلِ دعوت کو اس کی فکر ہوئی کہ اِس کام کی ذمہ داری اب کون سنبھالے گا اور کون یہ بارِگراں اُٹھانے کے قابل ہے جو اسی طرح اس کام کو لے کر چلے، جس طرح اس سے پہلے کے اکابر نے پوری دِل سوزی، لگن، تڑپ اور ذمہ داری کے ساتھ یہ کام کیا۔ کام کرنے والے تو بہت ہیں اور بہت سے ایسے اکابر ابھی حیات ہیں، جو اپنے اکابر کے تربیت یافتہ اور اس کام میں اُن کے رفیق رہے ہیں، لیکن ایسے تربیت یافتہ حضرات جن کا اکابر سے روحانی تعلق کے ساتھ نسبی تعلق بھی ہو اور اُن کی زندگی اوّل دِن سے آخر تک اسی ماحول میں گزری ہو اور اُن کا ایک ایک لمحہ ان اکابر کی نگاہِ تربیت میں بسر ہوا ہو، وہ اِس کام کو دوسروں کی بہ نسبت بہتر طریقے سے کرسکتے ہیں، اس کام سے وابستہ حضرات کا اُن پر زیادہ اِتفاق ہوسکتا ہے اور یوں کام بغیر اِختلاف واِنتشار کے جاری بھی رہ سکتا ہے اور بہتر سے بہتر بھی ہوسکتا ہے، چنانچہ ان اکابر کے

تربیت یافتہ میں سب سے موزوں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کی تعلیم وتربیت حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر کی زیرِ نگرانی ہوئی تھی اور وہ اپنے والدِ ماجد حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ تربیت سے اپنی پیدائش سے لے کر اُن کی وفات تک کسی لمحہ بھی اوجھل نہیں رہے تھے، اس تعلیم وتربیت نے اُنہیں اِتنا بلند وبالا کر دِیا تھا اور دعوت وتبلیغ کے ماحول میں رہ کر وہ اِس کام کو صرف سمجھ ہی نہیں گئے تھے، بلکہ اُس میں ڈھل گئے تھے اور اُن میں اِتنی استعداد پیدا ہوچکی تھی کہ وہ اِس کام کو بخوبی سنبھال سکتے تھے، اِس لیے بہت سوں کی نظر دعوت وتبلیغ کی امارت کے لیے اُن کی طرف اُٹھیں، مگر حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم بھی تیار ہوچکے تھے اور علم وعمل سے بھرپور صالح جوان تھے وہ بھی اِس ذمہ داری کو اُٹھا سکتے تھے۔ اِس لیے بعض حضرات کی رائے ہوئی کہ حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم کو امیر بنا دِیا جائے اور جیسا کہ اِس طرح کے مواقع پر ہوا کرتا ہے اُسے ایک اِختلافی اور نزاعی رنگ دینے کی بعض لوگوں نے کوشش کی، اسی طرح کی اِختلافی صورتِ حال حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی پیدا ہوئی تھی، مگر اُس وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم بھاری بھرکم شخصیت موجود تھی۔ اُس وقت آپ نے اس صورتِ حال کو قابو کیا اور وہ فیصلہ کیا جو جماعتی کام کے حق میں مفید تھا۔ حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اِس اختلافی صورت حال کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کا ظہور ہوا اور کیوں نہ ہوتا کہ جو کام بقول حضرت مولانا الیاسؒ کے ''قرن اوّل کا ہیرا'' ہے اور آپ اسے اِنسان کی روح کی غذا قرار دیتے تھے جو انبیاء والی محنت تھی۔ جس محنت کا داعیہ اللہ کی طرف سے اُن کے دِل میں پیدا ہوا تھا۔ جس کے لیے اُنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا، جس کام کے لیے ان کی بے قراری اور بے کلی بڑھتی جارہی تھی۔ جس

کے لیے وہ محنت کے ساتھ لوگوں کو اس کام کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اللہ کے حضور ہاتھ پھیلا پھیلا کر خوب گڑگڑا کر دعائیں کرتے تھے، جس محنت اور دعوت کے لیے حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ نے اپنے آپ کو کھپایا اور اس کام کو پوری دنیا میں پھیلایا، جس کام کے لیے وہ رو رو کر اللہ سے مانگتے تھے، جس کام کے پیچھے ایک مسلسل حرکت، مستقل محنت، گھر بار کو چھوڑ کر ایک ایک کے دروازے پر پہنچ کر اُن کو اللہ کی طرف بلانے کا جذبہ کار فرما تھا، جس کام کی حفاظت تیس سال سے زائد عرصہ تک حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسنؒ کرتے رہے۔ اس عظیم محنت، اس عظیم دعوت کے کام کو اللہ تعالیٰ بے یار ومددگار چھوڑ دیتے اور اس کی نگرانی کرنے والا کوئی نہ ہوتا، یا یہ کام اِختلاف واِنتشار کا شکار ہو جاتا یہ ممکن نہ تھا، اِس لئے اللہ کی طرف سے غیبی نصرت کا ظہور اِس طرح ہوا کہ جماعت کے اکابر کے دِل میں یہ بات ڈالی کہ کسی فرد کو امیر بنا کر سارا بوجھ اُس پر ڈالنے کے بجائے ایک جماعت بنا کر اس پر امارت کی ذمہ داری ڈالی جائے، چنانچہ تین افراد کی ایک جماعت طے کی گئی جو مشترکہ طور پر باہمی مشاورت سے امارت کے اُمور انجام دے گی۔ اُن میں ایک مولانا زبیر الحسن تھے، جو مولانا انعام الحسنؒ کے تربیت یافتہ اور اُن کی زندگی میں بہت سے اُمور میں اُن کے معاون تھے اور کام کو خوب سمجھتے تھے، دوسرے حضرت مولانا یوسفؒ کے پوتے مولانا محمد سعد جو پختہ عالم اور صالح جوان تھے اور اپنے دادا اور پردادا کی بہت سی صفات کے حامل تھے، تیسرے حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ جو خاندانی اعتبار سے بھی اِن دونوں کے بزرگ اور بڑے تھے اور مرکز نظام الدین میں جماعت کے کاموں کی دیکھ بھال اور اُن کے امور طے کرنے میں حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ کے معاونِ خصوصی تھے۔ اس تین رکنی جماعت کے علاوہ ایک مرکزی شوریٰ بھی بنائی گئی جس میں بعض پرانے اکابر کو لیا گیا۔

اس تین رکنی شوریٰ میں سے کسی کو مستقل امیر نہیں بنایا گیا بلکہ یہ طے کیا گیا کہ جب مشورہ ہو اُس وقت ان میں سے کسی کو امیر بنا لیا جائے، مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کی وفات یعنی ۱۹۹۶ء کے بعد سے اکثر وبیشتر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کو ہی امیر بنایا جاتا ہوگا، یہاں تک پوری دنیا میں مشہور ہوگیا اور ہر عام وخاص کی زبان ودِل

میں تھا کہ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ مرکزی شوریٰ کے امیر ہیں، حتیٰ کہ آپ کی وفات پر اخبارات وجرائد اور رسائل نے بھی آپ کو مرکزی شوریٰ کا امیر تحریر کیا ہے۔ گویا کہ آپ نے اس دعوت وتبلیغ کا کام اِس طرح کیا کہ امیر نہ ہوتے ہوئے بھی آپ ہی کو امیر سمجھا جانے لگا۔

ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ پر ''قطب الاقطاب نمبر'' شائع کیا تھا، اُس کے کچھ دِنوں بعد رائے ونڈ کا عالمی سالانہ تبلیغی اجتماع تھا۔ اس اجتماع میں مجھے بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں اجتماع کے دوسرے دِن مغرب کی نماز کے بعد ''قطب الاقطاب نمبر'' کے چند شمارے لے کر خواص کی حویلی پہنچا، جہاں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے تو ملاقات نہیں ہوئی، کیونکہ آپ ذکر میں مشغول تھے، آپ کے خادم کو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے رسالہ دِیا اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے بارے میں پوچھا، اُنہوں نے برابر والے کمرے کی طرف اِشارہ کیا، میں نے دروازہ پر دستک دِی، اندر سے جواب آیا ''کون ہے بھائی اندر آجاؤ'' اُس وقت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ چارپائی پر نیم دراز ذکر میں مشغول تھے، اندر داخل ہوا تو قدرے سیدھے ہوکر بیٹھ گئے، میں نے شمارہ پیش کیا فہرست دیکھی، اوراق پلٹ کر دیکھے، اِسی دوران میں نے کہا کہ ''حضرت ہم نے علماء ومشائخ کے تأثرات جاننے کے لیے ایک سوال نامہ مرتب کیا تھا، اگر آپ بھی اس کے جواب عنایت فرمائیں، تو آئندہ شمارے میں شائع کردیں گے، فرمانے لگے کیا سوالات ہیں؟ میں نے وہ صفحہ نکال کر دِکھایا، کہنے لگے پڑھ کر سناؤ، پہلا سوال تھا ''آپ کی شیخ سے پہلی ملاقات کب ہوئی''، اُس پر زور سے ہنسے اور فرمانے لگے ''ہم نے کیا ملاقات کرنی تھی وہ آئے تھے ہم سے ملنے''، پھر وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ''جب ہم پیدا ہوئے تو نانا جان ہمیں دیکھنے کے لیے آئے تھے اور ہمیں گود میں لیا تھا، یہ تھی ہماری پہلی ملاقات''۔

اِسی طرح ایک سوال تھا کہ حضرت شیخ کو جس سے تعلق زیادہ ہوتا تھا، اُسے ڈانٹ پڑتی تھی، حضرت شیخ کی ڈانٹ محبت وتعلق کی علامت تھی، میں نے سوال کیا کبھی آپ کو ڈانٹ پڑی؟ تو حسرت سے فرمانے لگے ''بھائی ڈانٹ تو ہمیں یاد نہیں، ہمیں تو حضرت شیخ کی شفقتیں

ہی شفقتیں ملیں''۔

عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ یہ وہ حضرات ہیں، جو ان اکابر کی گودوں میں پلے بڑھے ہیں اور ہمیشہ ان اکابر کی شفقتوں اور عنایتوں کو حاصل کرتے رہے ہیں، اِس لیے اعلیٰ اخلاق کے مظہر تھے، اور دِینی، علمی، دعوتی کام ہر اعتبار سے فائق تھے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کو شروع سے ہی اچھا دِینی اور پاکیزہ ماحول ملا، جس میں آپ کی تربیت ہوئی۔

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پختہ اور جید عالم تھے، خصوصاً احادیث پر اُن کی گہری نظر تھی، ساری زندگی تعلیم وتدریس، علم ومطالعہ سے گہری وابستگی رہی۔ مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے ناظم بھی تھے اور اُس کے شیخ الحدیث بھی، اعلیٰ درجہ کے کامیاب اور ممتاز مدرس تھے، اُنہوں نے اپنے بیٹے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی علم اور تعلیم وتعلم سے جوڑے رکھا۔ اور اپنی نگرانی میں اُنہیں ایک اچھا اور کامیاب مدرس بنایا۔ چنانچہ کئی سال تک مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی میں اِبتدائی درجات کی کتابیں پڑھوائیں، آخر میں ۲۰/سال تک بخاری شریف کا درس دِیا۔

مولانا انعام الحسن صاحبؒ بھی حافظ تھے، قرآنِ کریم سے خاص لگاؤ تھا، رمضان المبارک میں قرآنِ کریم سناتے تھے، تراویح کے علاوہ تہجد میں تین یوم میں ایک کلام مجید ختم فرمالیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دِن بھر میں تلاوت کا معمول تھا۔ مولانا محمد شاہد لکھتے ہیں:

''تراویح میں کلام پاک سنانے کا معمول برس ہا برس رہا، لیکن جب عمر ستر سال سے تجاوز کرگئی اور ضعف بڑھ گیا تو پھر سنانا ترک کردیا تھا، لیکن مختلف اوقات میں تلاوت کا معمول زیادہ ہوگیا تھا، نیز صحت وقوت کے زمانہ میں سال ہا سال تک ایک کلام پاک یومیہ ختم کرنے کا معمول رہا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے مخصوصین سے اِس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اکسٹھ کلام پاک ماہِ مبارک میں ختم کریں، چنانچہ حضرت مولانا کے ذریعہ حضرت شیخ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ ایک مجلس میں حضرت شیخ نے اس کا ذکر ان الفاظ سے فرمایا:

''ایک رمضان میں میں نے اپنے بعض دوستوں کو اکسٹھ قرآن ختم کرنے کے لیے لکھا، میرے دوستوں نے کوشش کی۔ محترم الحاج مولانا محمد انعام الحسن صاحب مدفیوضہم

نے اکسٹھ قرآن پاک پڑھے ایک نے چھپن اور بعض لوگوں نے ساٹھ ساٹھ ختم کیے۔‘‘

(سوانح مولانا انعام الحسن، ص ۳۴۸)

قرآنِ کریم کے ساتھ یہی شغف اور لگاؤ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ کا بھی تھا، آپ بھی ہمیشہ قرآنِ کریم سنایا کرتے تھے۔ جب تک صحت نے اِجازت دِی اِس معمول میں فرق نہیں آیا۔ اکثر و بیشتر مرکز کی جامع مسجد میں قرآنِ کریم سنایا کرتے تھے، رمضان المبارک میں مختلف جگہوں پر قرآنِ کریم سنانا شروع کر دیا تھا، کبھی دفتر مدرسہ قدیم میں، کبھی کسی کمرے میں۔ مگر رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو مرکز کی مسجد میں پہلی مرتبہ قرآنِ کریم سنایا۔ اور بعض مرتبہ آپ نے ایک ہی رات میں پورا قرآنِ کریم سنایا۔

حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ لمبی چوڑی تقریر نہیں فرمایا کرتے تھے، مزاج میں خاموشی اور کم گوئی غالب تھی بلکہ حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ امارت میں شاید ہی کبھی تقریر اور وعظ کہا ہو، معمول یہ تھا کہ جب حضرت مولانا محمد یوسفؒ بیان شروع کرتے تو آپ اُن کے پیچھے مراقب اور متوجہ اِلی اللہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ امیر بننے کے بعد بیان کرنا شروع کیا۔ اِبتدا میں آپ کا بیان مختصر ہوتا، رفتہ رفتہ اُس میں اِضافہ ہوتا گیا، بعض اوقات دو دو گھنٹے بھی بیان کیا، مگر ایسا بہت کم ہوا۔ اکثر بیان مختصر ہوتا، خصوصاً آخری دورِ امارت میں تو اجتماعات میں دعا سے پہلے مختصر بیان فرماتے اور اس کے بعد دعا کرتے۔

یہی حال مولانا زبیر صاحبؒ کا بھی تھا کہ بہت کم گو اور قلیل الکلام تھے، خصوصاً مرکزی شوریٰ کی ذمہ داری کے بعد تو آپ نے گویا خاموشی اِختیار کر لی تھی۔ بیان بھی مختصر فرماتے تھے، اگرچہ آپ نے بہت پہلے بیان کرنا شروع کر دِیا تھا۔ مگر آپ کا بیان ہمیشہ مختصر ہوتا تھا، مجھے یاد ہے کئی مرتبہ رائے ونڈ کے اجتماع میں جانا ہوا اس وقت حضرت جیؒ امیر تھے۔ اجتماع جمعہ کی رات سے شروع ہوتا، پہلا بیان عموماً حضرت مفتی زین العابدینؒ کا ہوتا تھا، جمعہ کے روز عصر کے بعد مولانا زبیر الحسنؒ ذکر کی فضیلت و اہمیت پر مختصر بیان فرماتے اور مجمع کو تلقین کرتے کہ مغرب تک ذکر میں مشغول رہیں۔ جمعہ کا خطبہ اور نماز بھی عموماً مولاناؒ پڑھایا کرتے تھے۔ بعد میں اپنے والدؒ کی طرح دعا سے پہلے آپ کا مختصر خطاب ہوتا، اُس کے بعد آپ کی دعا پر اجتماع اختتام پذیر ہوتا۔ اپنے والدؒ کی طرح مولاناؒ کا بیان اور دعا اِنتہائی سادہ الفاظ اور

مختصر جملوں پر مشتمل ہوتے، تصنع اور تکلف سے دور، مگر اِنتہائی مؤثر ہوتے تھے۔ دِل سے نکلی ہوئی ان باتوں اور دعاؤں کا دِل پر اثر ہوتا تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ ان اکابر نے اپنی زندگیاں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھال لی تھیں، ان کی دعائے نیم شبی اور آہِ سحر گاہی نے اُن کی زبان میں تاثیر پیدا کر دی تھی اور رجوع اِلی اللہ و انابت اِلی اللہ کے جوہر نے اُن کی سیرت کی تعمیر کی تھی اور ان ہی جواہر وصفات سے زبان میں قوت وتاثیر پیدا ہوتی ہے۔

مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کو دعا کا بھی خوب ذوق تھا اور اپنے اکابر و پیشرؤوں کی طرح جب وہ دعا کراتے تو پورے مجمع کی ہچکی بند جاتی، آہیں بلند ہوتیں اور پورا مجمع سراپا دعا بن جاتا، معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا یہ ذوق شروع سے تھا اور یہی وجہ ہے کہ مرکز نظام الدین میں شام کو مستقل دعا مولانا رحمہ اللہ ہی فرمایا کرتے تھے۔ جب مولاناؒ کی والدہ کا اِنتقال ہوا اور مسجد کے معمولات اپنے معمول کے مطابق جاری رہے اور اُن میں فرق نہیں آیا، اس دن بھی شام کی دعا مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کروائی، جس کا حال مولانا محمد شاہد سہارنپوری نے یوں لکھا ہے:

’’اِسی طرح شام کو مستقل دعا صاحبزادہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کرایا کرتے تھے، آج موصوف نے بہت غمگین لہجے میں دعا کرانی شروع کی، عربی کی دعاؤں کے بعد جب اُردو میں دعا کرانے لگے تو آواز بھرآ گئی اور دعا کو مختصر کر کے ختم کر دیا۔‘‘

(سوانح حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن)

مولاناؒ نے جس طرح درس و تدریس کے ذریعہ علمی مشاغل اِختیار کیے ہوئے تھے اور دعوت و تبلیغ کے کام میں ہمہ وقت متحرک اور مصروف رہتے تھے، اِسی طرح لوگوں کی اِصلاح، ان کو ذکر و اذکار کی تلقین کرنا، اور ان کے قلوب کا تزکیہ کرتے ہوئے سلوک کی راہیں طے کرانا بھی اُن کی مصروفیات میں شامل تھا۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا کہ آپ کو حضرت شیخؒ سے بھی اِجازت وخلافت حاصل تھی اور اپنے والد مکرمؒ سے بھی، چنانچہ اِس راہ میں بھی ہزاروں لوگوں نے آپ سے رجوع کیا اور آپ نے اُنہیں اللہ اللہ کرنا سکھایا اور اُن کی روحانی تربیت کی۔

حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ میں حد درجہ تواضع تھی، اِتنے بڑے مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود اور لاکھوں لوگوں کی عقیدت اور وابستگی کے باوجود، آپ نے کبھی اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا، اپنی رائے کو کبھی حکم کا درجہ نہیں دِیا، فرمایا کرتے تھے ’’جب سے امیر بنا ہوں

اپنی رائے تو چھوڑ ہی دی‘‘ اور کبھی فرماتے ’’ہم تو لکیر کے فقیر ہیں جیسا بڑوں نے کیا، اُسی کے مطابق کام کرتے ہیں‘‘ یہی حال مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کا تھا، اِنتہائی متواضع انسان تھے، خصوصاً شوریٰ کی ذمہ داری کے بعد تو اپنے آپ کو بالکل مٹا دِیا تھا۔ ہر موقع پر اپنے آپ کو پیچھے رکھتے، مشورے میں تشریف لاتے تو خاموشی سے ہر ایک کی رائے سنتے، اپنی طرف سے رائے کم دیتے تھے اور یوں اپنے آپ کو مٹا کر، فنا کر کے دعوت وتبلیغ کے کام کو اِس طرح لے کر چلے کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے الفاظ میں ’’اپنے شیوخ کا رنگ پھیکا پڑنے نہیں دِیا‘‘ اور دعوت وتبلیغ کا شجر طوبیٰ پہلے کی طرح نہ صرف یہ کہ سرسبز وشاداب رہا بلکہ اُس کی شاخیں پھیلتی چلی گئیں اور وہ ’’أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ‘‘ کا منظر پیش کرنے لگا۔

مولانا زبیر الحسنؒ نے اپنی اِس حکمتِ عملی سے نہ صرف یہ کہ کام کو آگے بڑھایا، بلکہ بہت سے فتنوں کو سر اُٹھانے نہیں دِیا اور اُنہیں دبائے رکھا، مولانا زبیر الحسنؒ کو بہت سے عوارض نے آ گھیرا تھا، ایک طویل عرصہ سے وہیل چیئر پر تھے، اُٹھنا بیٹھنا اُن کے لیے کافی دشوار تھا، مگر ان عوارض اور اس معذوری ومجبوری کے باوجود دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے ہمیشہ متحرک رہتے، ملکوں کے اسفار فرماتے، حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے آخری دور میں طے ہوا تھا کہ ایک سال چھوڑ کر دوسرے سال ذمہ داران حج پر تشریف لے جائیں اور وہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے لوگوں میں دعوت کا کام کریں۔ اسی معمول کو حضرت مولانا زبیر الحسنؒ نے بھی جاری رکھا۔ آخری عمر میں امراض میں زیادہ گھر گئے تھے، گردے اور جگر کے عارضہ میں مبتلا ہوئے اور ۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء بمطابق ۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروزِ منگل صبح ساڑھے گیارہ بجے کے قریب اپنے متعلقین کو زبانِ حال سے ’’لست علیٰ صحتکم بحریص‘‘ کہتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مرکز نظام الدین میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں دو لاکھ کے قریب افراد نے شرکت کی اور رات کے وقت اپنے والدؒ کے جوار میں اُن کی تدفین ہوئی۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه و اكرم نزله ووسع مدخلهٗ

جماعتِ تبلیغ کی شورائی امارت

مولانا عبدالرشید بستوی
صدر مدرس ونائب شیخ الحدیث جامعہ امام محمد انورؒ دیوبند

کامیاب تحریک کی شاہ کلید:

ہر کامیاب تحریک کسی نہ کسی بندۂ مولا صفات کی آہِ سحرگاہی، دعائے نیم شبی، سوزِ دروں، اخلاصِ نیت اور سراپا جدوجہد کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو تحریک اِن صفات کی حامل اور اِن باکمال و باتمام رجال سے جتنی زیادہ مالا مال ہوتی ہے، اُس کی کامیابی اُتنی ہی ہمہ گیر، مستحکم اور پائے دار ہوتی ہے۔ گزشتہ صدیوں میں برپا ہونے والی تحریکوں اور قائم ہونے والی تنظیموں کا مطالعہ یہی کچھ بتاتا ہے۔ برصغیر بلکہ ایشیاء اور موجودہ دنیا کی ایک کامیاب اور نہایت فعال تحریک ’’تبلیغی جماعت‘‘ ایسی ہی خوش نصیب جماعت اور تنظیم ہے۔

باتوفیق دعات کا سلسلۂ زریں:

گزشتہ ایک سو سال میں پوری دنیا میں اس سے زیادہ باتوفیق کوئی بھی دوسری اِسلامی تحریک اور عوامی جماعت نہیں گزری۔ اس تحریک کو بھی ایک نہیں بلکہ صدہا نیک نفس شخصیات من جانب اللہ عطا ہوئیں۔ یہ شخصیات ہیں بانیٔ جماعت اور موفق من اللہ داعی الی الخیر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، اُن کے باتوفیق ومخلص رفقاء واحباب بالخصوص حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب، الحاج موسیٰ جی میواتی، بلند پایہ محدث ونیک نفس داعی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی اور حضرت

مولانا محمد اظہارالحسن صاحب کاندھلوی علیہم الرحمۃ والرضوان۔ انہی میں سے ایک تھے حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

کام کا نیا انداز:

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے جماعت کے تمام افراد، ہر ایک ملک میں، ایک امیر کی امارت وقیادت میں اپنے فرائض انجام دیتے تھے، اگرچہ صوبائی اور علاقائی سطحوں تک بھی امراء منتخب ہوتے، مگر یہ سب لوگ اسی مرکزی امیر کے ماتحت رہ کر ہی کارِدعوت انجام دیتے اور اسی کا فیصلہ حتمی اور لازمی تصور کیا جاتا تھا۔ نمائندہ اور مرکزی شخصیات کے دنیا سے چل بسنے کے سبب، ایک خلا پیدا ہوگیا، اِس لئے جماعت کے مخلص اربابِ حل وعقد نے چند اہم افراد پر مشتمل ایک شوریٰ تشکیل دی اور کارِدعوت کے جملہ معاملات شورائی امارت کے تحت انجام پانے لگے۔ اِس شورائی امارت کے روحِ رواں اور مجلسِ شوریٰ کے رکنِ رکین حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ تھے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شورائی امارتِ جماعت کا دورانیہ اگرچہ بہت زیادہ طویل نہیں، تاہم اِس عرصہ میں جماعت کی اِفادیت کا دائرہ جتنا وسیع اور شاخ درشاخ ہوا، وہ اپنے آپ میں ایک مثال ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی امارت سے پہلے جماعت اپنی دعوت کو زیادہ مؤثر اور زیادہ عوام کے قریب کرنے کی غرض سے، ملک و بیرونِ ملک عالمی اجتماعات منعقد کیا کرتی تھی، جن میں اُس ملک کے علاوہ دنیا بھر سے جماعت سے وابستہ افراد حصہ لیتے، اپنی کارگزاری سناتے، رکاوٹوں اور مشکلات کو بیان کرتے، اُن کو دور کرنے کی تدبیریں نکالتے اور نا آشنائے دعوت افراد تک کارِدعوت پھیلانے کے لیے لائحہ عمل تیار کرتے تھے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں:

ان اجتماعات کی اِفادیت سے اِنکار ممکن نہیں، تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ اجتماعات کسی بھی بڑے ملک کی ضرورت کے لحاظ سے ناکافی تھے اور کارِدعوت کی ضرورت کی تکمیل سے بھی بڑی حد تک تہی دامن۔ ہندوستان ہی کی مثال لے لی جائے، شہر بھوپال میں عالمی اجتماع کا اِنعقاد ہوتا تھا۔ ظاہر ہے اس وسیع وعریض ملک کے اعتبار سے یہ بالکل تنگ دامن

تھا، اس میں ہر ملک کی تمام ریاستوں کے جملہ اضلاع کے حالات وکوائف سامنے آسکتے تھے اور نہ ہی ان تمام علاقوں تک جماعتِ دعوت کی رسائی پر کوئی سنجیدہ لائحہ عمل تیار کرنا آسان تھا۔ یہی کچھ صورتِ حال دوسرے ممالک کی بھی تھی۔ حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحبؒ نے ارکانِ شوریٰ جماعتِ تبلیغ سے طول طویل مشاورت کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اِس طرح کے بڑے اجتماعات کسی ایک مخصوص جگہ کرنے اور اُنہیں ملک گیر یا عالم گیر سطح کا رکھنے کے بجائے، صوبائی یا بڑی مسلم آبادی والی ریاستوں میں علاقائی سطح پر منعقد کیا جائے تاکہ اس پوری ریاست اور علاقہ پر بھرپور محنت ہوسکے اور عوام کو زیادہ سے زیادہ دعوت سے جوڑا جاسکے، زیادہ بہتر طور پر دعوت کے اثرات ونتائج سے فائدہ اُٹھایا جاسکے اور دور اُفتادہ گاؤں، دِیہات تک میں جاکر، وہاں کے مسلمانوں کو نماز، روزہ اور مسجد ومدرسہ سے جوڑا جاسکے۔

خونِ تازہ کی کرشمہ سازی:

چنانچہ گزشتہ کئی سالوں سے چند گنے چنے مقامات اور ممالک میں عالمی یا ملکی سطح پر ہمہ گیر اجتماعات منعقد ہورہے ہیں، ورنہ عموماً اُنہیں ریاستوں اور اُن کے مختلف علاقائی حصوں تک محدود کردِیا گیا ہے۔ اس کا سب سے اہم فائدہ یہ مرتب ہوا کہ پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ تعداد میں اجتماعات منعقد ہورہے ہیں، بڑی تعداد میں لوگ جماعت سے جڑ کر اپنا وقت لگا رہے ہیں، دور اُفتادہ گاؤں دِیہات میں اب جماعتیں زیادہ پہنچ رہی ہیں، جماعت کے کام کو قریب سے دیکھ کر وہ لوگ بھی جماعت کے کاز سے جڑ رہے ہیں، جو پہلے بعض مبتدعین کے پراپیگنڈہ سے متأثر ہوکر کارِدعوت انجام دینے والوں کو کافر گردانتے تھے۔ یہ نئے لوگ جماعت سے وابستہ ہوکر جس جوش وجذبہ کے ساتھ اپنے جیسے دوسروں کو مسجد تک لانے کی جدوجہد کرتے ہیں، اس سے جماعت کی رگوں میں خونِ تازہ کی گردش تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہے اور دائرۂ کار بھی تیزی سے پھیلتا جارہا ہے۔

اِلہامی فیصلہ، اِنقلابی اثرات:

مولانا زبیرالحسن صاحبؒ کے اِس اِلہامی فیصلہ کی برکات وثمرات ہر خطے وعلاقے میں دیکھے اور محسوس کئے جارہے ہیں۔ کم ازکم ہندوپاک کی سطح پر راقم الحروف سمیت ہزاروں

دوسرے لوگ بھی اس کے شاہد و مشاہد ہیں۔ اگر مولانا کی عمر نے مزید وفا کی ہوتی تو وہ ان اجتماعات کو پہلے سے زیادہ گھر بار بناتے، اُنہیں کمشنری اور ضلعی سطح تک لے جاتے اور اُنہیں ہر گھر کی ضرورت اور اُس کی آواز بنادیتے۔ یہ ہے مولاناؒ کا اِنقلابی اقدام اور ثمر آور زندگی کا گراں قدر حصہ، اِس فیصلہ کے اثرات دور تک اور دیر تک محسوس کئے جاتے رہیں گے۔

تاجِ عظمت کا درِشاہوار:

ویسے تو وہ ایک عالم باعمل، ایک مدرس، ایک مقرر، صوفی اور واعظ اور داعی اِلی الدین تھے، تاہم ان میں سے بیش تر وہ اوصاف ہیں جو دوسرے اور لوگوں میں بھی جمع ہیں اور ان سے کسی کی کوئی اِنفرادی شناخت نہیں بنتی۔ مولانا کے تاجِ عظمت کا درشاہوار اُن کا یہی اِلہامی اور اِنقلابی فیصلہ اور اس کے حیرت انگیز ثمرات ونتائج ہیں، یہ بجائے خود ایک کتاب کا مستقل موضوع ہے۔ حوصلہ منداور جماعت کے کاز سے عملی طور پر وابستگی رکھنے والوں کا فرض ہے کہ مولاناؒ کے اِس اِلہامی فیصلہ سے، ملک و بیرونِ ملک دعوت کے کاز کو جو تقویت اور وسعت ملی، اُس کا تفصیل سے جائزہ لے کر، ان تمام اجتماعات کے فوائد و برکات کا ایک چشم دِید گواہ اور شریک مشاہد کے طور پر تجزیہ کریں اور دنیا کو بتائیں کہ اس کے نتیجے میں کن کن تاریک دِیہاتوں میں دِین واِیمان کے ٹمٹماتے چراغ کی لو تیز ہوئی، کن کن خطوں میں دعوت کی روشنی پھیلی، کیسے کیسے لوگ اس سے جڑ کر اپنے جیسے سینکڑوں ظلمت گزیدہ قلوب کی روشنی کا سبب بنے اور وہ کون کون سے علاقے ہیں جہاں پر دعوت کی رسائی، اس سے پہلے کبھی نہ ہوسکی تھی۔

نفس ونفسانیت کی آمیزش سے پاک:

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحبؒ ایک قدیم علمی و دِینی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے، دِینی حمیت، اس کی دعوت، اس پر عمل کی تحریک اور دنیا جہاں کو اس کے گھنیرے سائے تلے جمع ہوتا دیکھنا اُنہیں ورثہ میں ملا تھا۔ کاندھلہ ضلع مظفرنگر کا یہ خانوادہ کئی صدیوں سے اِسلامی عقائد واعمال پر نہ صرف کاربند رہا، بلکہ اس کا فنافی اللہ داعی بھی۔ صاحب تکمیل مثنوی حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ تلمیذِ رشید محدثِ اعظم حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے لے کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف

صاحب کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ سے ہوتے ہوئے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ تک اس خانوادہ میں ایک سے بڑھ کر ایک ولی کامل، عالم باعمل، صوفی باصفا، موفق من اللہ داعی اِلی اللہ، محدث، مفسر، فقیہ ومفتی، مرشد و مربی، مؤرخ ومحقق پیدا ہوئے گویا ''اِیں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق۔ حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ اپنے خاندانی ورثہ سے جو کچھ حاصل کرسکے تھے، اُسے کشید کر جماعت کی تحریک کو آگے بڑھانے اور اُس کا دائرۂ عمل وسیع کرنے پر لگا دِیا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے فیصلوں سے نہ کسی کو اِختلاف ہوا، نہ اُن میں نفس وخواہشات کی آمیزش نے جگہ بنائی اور نہ اُن کے اثرات ریت کا گھروندہ ثابت ہوئے، فَرِحَمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

ہمارے بعد اندھیرا......:

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری اِمتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اُنہوں نے جماعت کو اسی شاہ راہِ اعتدال پر قائم و دائم رکھنے کی کامیاب کوشش کی جس پر وہ اپنے بانی کے وقت سے ہی چلی آرہی تھی۔ اِس سلسلہ میں اُن کو کیسے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس بات کا اندازہ اُن کی وفات کے بعد ہورہا ہے۔ نہ وہ خود کو ملک کا کوئی فاضل محقق، یگانہ محدث اور عبقری عالم باور کرتے اور کراتے تھے اور نہ ہی غرورِ علم کا طرارہ ان سے ہم آہنگ ہوپایا تھا۔ چنانچہ جماعت کے بعض افراد کی طرف سے جب کسی پہلو پر ضرورت سے زیادہ اِصرار وتشدد دیکھتے، یا ایسی صورتِ حال اُن کے علم میں لائی جاتی تو وہ بغیر کسی زوردارتحریر، رعب دار اعلان اور گلا پھاڑ تقریر کے، خاموشی کے ساتھ اِصلاحِ احوال کی کوشش کرتے اور اس میں کامیاب بھی ہوجایا کرتے تھے۔ وہ بجا طور پر اِس بات کو محسوس کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اُمت کے مختلف طبقات، متعدد حلقے، کئی ایک ادارے اور بہت سی جماعتیں اپنے اپنے انداز میں دِین کی گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہیں اور اُنہیں اپنے ہی طریقہ پر یہ خدمات انجام دیتے رہنا بھی چاہئے۔ دِینی مکاتب و مدارس کا اپنا خاص دائرۂ خدمت اور طریقۂ کار رہے، خانقاہیں جداگانہ حیثیت میں خدمات کی انجام دہی میں مصروفِ عمل ہیں،

دِیگر دِینی و ملی جماعتیں اپنے اپنے حالات اور مواقع وضروریات کے مطابق ملت کی فوز و فلاح کے لئے سرگرمِ عمل ہیں، اُن میں سے کسی ایک کی خدمات کوالقط کرنا، اُن کو اُن کے عمل سے روکنا، اُن کی رفتار پر بریک لگانا یا اُن کی اِفادیت سے اِنکار کرنا؛ اِن سب اُمور کو حضرت مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ نہایت نازیبا حرکت تصور کرتے اور شدید الفاظ میں نکیر فرماتے تھے۔

اب مولاناؒ کی وفات کے بعد مخلص اہلِ دین کو یہ فکر لاحق ہوگئی ہے کہ کہیں ناخواندہ افراد اور بعض عجب پسند اہلِ علم کی ناعاقبت اندیش اور ایک ہی جانب پر بے جا اِصرار کے باعث، صورتِ حال ابتر اور حالت تشویش ناک نہ بن جائے اور اہلِ دین کے مختلف طبقات و اِداروں میں کہیں نا چاقی، آویزش اور کشمکش نہ شروع ہوجائے، جس کے نہایت سنگین نتائج سامنے آئیں گے اور نا قابلِ تلافی نقصانات سے یہ ملت دوچار ہوجائے گی۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔

دِین آتا ہے محنت کرنے سے، مشقت اُٹھانے سے، دِین آتا ہے قربانیوں کے دینے سے۔ آج ہماری زندگی دِین سے بہت دور ہے، آج ہم نے دِین کو پسِ پشت ڈال دِیا ہے، اِسی وجہ سے آج جتنی ناکامیاں آرہی ہیں، آج جتنی ذلتیں اور رسوائیاں آرہی ہیں، اِس سے پہلے نہیں آئیں، یہ تو دنیا کا حال ہے اور خدائے پاک کے یہاں آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ دِین پر ملے گا۔ اگر زندگی دِینی ہوگی، تب تو ہم آخرت میں کامیاب ہوں گے اور اگر زندگی دِینی نہیں ہوگی، تو پھر آخرت میں بھی ہم ناکام ہوں گے۔

(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی رحلت

مولانا محمد ازہر
مدیر ماہنامہ الخیر ملتان

گزشتہ سال ۲۰۱۳ء میں دعوت وتبلیغ کی عالمی تحریک ''تبلیغی جماعت'' کے سالانہ عالمی تبلیغی رائے ونڈ اِجتماع کے پہلے مرحلے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی تھی، ایک محتاط اندازے کے مطابق اس اِجتماع کے دونوں مرحلوں میں دس سے بارہ لاکھ افراد شرکت کرتے ہیں، کیونکہ پنڈال میں دس لاکھ افراد کے بیٹھنے کا اِنتظام کیا جاتا ہے، اِختتامی دعا کے وقت پنڈال کے گردونواح میں بھی ہزاروں افراد موجود ہوتے ہیں۔ یہ اِجتماع تین دِن جاری رہتا ہے۔ تبلیغی جماعت تمام دنیا کے مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہے کہ اس نے ایک اِجتماعی ذمہ داری کو اپنا نصب العین قرار دے کر اُمت کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دِلایا ہے۔

آج دنیا کے ۲۵۰ رملکوں میں کوئی ملک ایسا نہیں کہ جہاں تبلیغی نقل وحرکت جاری نہ ہو، اس کی بدولت مسلمانوں کی زندگیاں تیزی سے تبدیل ہورہی ہیں۔ لاکھوں گھرانوں میں عبادات کے ذوق وشوق کے علاوہ معاشرت اِسلامی رنگ میں ڈھل رہی ہے۔ جو گھرانے ٹی وی، اِنٹرنیٹ اور کیبل جیسے ذرائع سے فاشی وعریانی کا شکار ہوچکے تھے، اُن میں شرعی پردہ کا احساس اور اہتمام نظر آرہا ہے، بے شمار مسلمان تبلیغی جماعت سے تعلق کے بعد رشوت، سود، بدعات اور ہندوانہ رسوم سے تائب ہوکر شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے سالانہ اِجتماعات جو بنگلہ دیش، بھارت اور پاکستان میں پابندی سے منعقد ہوتے ہیں، کے دو اِمتیاز قابلِ ذکر ہیں، ایک یہ کہ لاکھوں کے اِجتماع کے باوجود امن وامان

اور باہمی اخوّت و خیر خواہی مثالی ہوتی ہے، دوم یہ کہ حج کے بعد یہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دِینی اِجتماعات ہوتے ہیں۔ گزشتہ سال بنگلہ دیش میں ہونے والے اِجتماع کے بارے میں عالمی نشریاتی اِدارے بی بی سی نے یہ خبر نشر کی تھی کہ حج کے بعد یہ عالم اِسلام کا سب سے بڑا اِجتماع ہے۔

مخلوقِ خدا کو خدا کی طرف بلانا، انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ سلسلۂ نبوت کی تکمیل کے بعد اب یہ اُمت کے اہلِ علم اور اصحابِ صلاحیت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بھولے ہوئے مسلمانوں کو راہِ راست کی طرف لائیں۔

تبلیغِ دین کے لیے علم اور صلاحیت دونوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ محنت کا رخ صحیح رہے، اُس کے لیے پختہ اہلِ علم کو جماعت میں وقت دینا بھی ضروری ہے۔ تبلیغ اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لیے حضرت مولانا محمد الیاسؒ عام وقت لگانے والوں کو خصوصیت سے تاکید فرماتے تھے کہ وہ تبلیغ و تذکیر کو صرف ''فضائلِ اعمال'' اور ''چھ صفات'' تک محدود رکھیں۔

بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ دعوتی کام میں راسخین فی العلم کی شرکت اور سرپرستی کس قدر ضروری سمجھتے تھے، اس کو بیان کرتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

''میرے والدِ ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ایک مرتبہ دیوبند سے دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں آپ کو یہ خبر ملی کہ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی بیمار ہیں، چنانچہ اُن کی عیادت کے لیے وہ بستی نظام الدین تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ معالجین نے ملاقات سے منع کیا ہوا ہے، چنانچہ حضرت والد صاحب نے وہاں پر موجود لوگوں سے عرض کر دِیا کہ میں تو عیادت کے لیے حاضر ہوا تھا، حالات معلوم ہو گئے اور معالجین نے چونکہ ملاقات سے منع کیا ہوا ہے، اِس لیے ملاقات کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں، بس جب حضرت کی طبیعت ٹھیک ہو تو حضرت کو بتا دیں کہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا تھا اور میرا سلام عرض کر دیں۔

یہ کہہ کر حضرت والد صاحب رخصت ہو گئے، کسی نے اندر جا کر بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کو بتا دیا کہ حضرت مفتی صاحب آئے تھے۔ حضرت مولانا نے فوراً ایک آدمی پیچھے دوڑا دِیا کہ مفتی صاحب کو بلا کر لائیں۔ حضرت والد

صاحب نے فرمایا کہ میں اُن کے ساتھ واپس گیا اور حضرت کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور آپ کی مزاج پرسی کی۔ تو حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بے ساختہ رو پڑے اور پھر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں مجھے یہ خیال ہوا کہ بہرحال اِس وقت تکلیف اور بیماری میں ہیں، اُس کا طبیعت پر اثر ہے اِس لیے میں نے تسلی کے کچھ کلمات کہے، اس پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نے فرمایا کہ میں تکلیف اور بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ مجھے اس وقت دو فکریں اور اندیشے لاحق ہیں، اُنہی کی وجہ سے میں پریشان ہوں، اسی وجہ سے رونا آ رہا ہے۔ حضرت والد صاحب نے پوچھا، کون سی فکریں لاحق ہیں؟ تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ ''پہلی بات یہ کہ جماعت کا کام اب روز بروز پھیل رہا ہے۔ الحمدللہ اُس کے نتائج اچھے نظر آ رہے ہیں اور لوگ جوق در جوق جماعت میں وقت لگا رہے ہیں، اب مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ جماعت کی یہ کامیابی کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''استدراج'' نہ ہو''۔ (استدراج اس کو کہتے ہیں کہ کسی غلط کار آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دے دِی جاتی ہے اور اُس کو ظاہری کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں، لیکن حقیقت میں وہ اللہ کی رضا مندی کا کام نہیں ہوتا) اِس سے اندازہ لگائیے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کس مقام کے بزرگ تھے۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں، میں نے فوراً عرض کیا کہ حضرت! آپ کو میں اِطمینان دِلا سکتا ہوں کہ یہ استدراج نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ تمہارے پاس اِس کی کیا دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں ہے؟ تو حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ اِس کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی کے ساتھ استدراج کا معاملہ ہوتا ہے تو اُس شخص کے دِل و دماغ پر یہ واہمہ بھی نہیں گزرتا کہ یہ استدراج ہے اور اُس کو استدراج کا شبہ بھی نہیں ہوتا اور آپ کو چونکہ استدراج کا شبہ ہو رہا ہے تو یہ شبہ خود اِس بات کی دلیل ہے کہ یہ استدراج نہیں ہے۔ اگر یہ استدراج ہوتا تو کبھی آپ کے دِل میں اس کا خیال بھی نہ پیدا ہوتا۔ اس لیے میں آپ کو اِس بات کا یقین دِلاتا ہوں کہ یہ استدراج نہیں بلکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت ہے۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے

چہرے پر بشاشت آ گئی اور فرمایا ’’الحمد للہ تمہاری اِس بات سے مجھے بڑا اطمینان ہوا۔‘‘

پھر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نے فرمایا کہ ’’مجھے دوسری فکر یہ لاحق ہے کہ اِس جماعت میں عوام بہت کثرت سے وقت لگا رہے ہیں، اور اہلِ علم کی تعداد کم ہے، تو یہ غلط راستے پر نہ چلے جائیں اور اُس کا وبال میرے سر پر آ جائے، اِس لیے میرا دِل چاہتا ہے کہ اہلِ علم کثرت سے اِس جماعت میں وقت لگائیں اور وہ اِس جماعت کی قیادت سنبھالیں۔‘‘ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ’’آپ کی یہ فکر بالکل صحیح ہے، لیکن آپ نے تو نیک نیتی اور صحیح طریقے پر کام شروع کیا ہے۔ آگے چل کر اگر اس کو کوئی خراب کر دے تو ان شاء اللہ آپ پر اُس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ تاہم یہ بات صحیح ہے کہ اہلِ علم کو چاہیے کہ وہ آگے آئیں اور مجموعی طور پر جماعت کے کام پر نظر رکھیں، بلکہ جماعت کی قیادت کریں۔‘‘ بانیِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کا یہ واقعہ میں نے اپنے والدِ ماجدؒ سے بارہا سنا، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے اِخلاص کا کیا عالم تھا اور کیا اُن کے جذبات تھے‘‘۔

اس تناظر میں اگر کچھ بے اعتدالیاں سامنے آتی ہیں تو اس کے نتیجے میں جماعت کی مخالفت ہرگز جائز نہیں ہے، اِس لیے کہ بحیثیتِ مجموعی جماعت نے بہترین کام کیا اور اب بھی کر رہی ہے۔ لہٰذا علماء کو تبلیغی جماعت سے تعاون کرنا چاہیے اور جتنا ہو سکے اہلِ علم کو اس جماعت میں شامل ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ تعاون کا سلسلہ برقرار رکھنا چاہیے۔

دورِ حاضر میں تبلیغ کا یہ عظیم کام اللہ نے کاندھلہ کے مشہور علمی و دینی خانوادے سے لیا ہے۔ اور اسی کاندھلہ (ضلع مظفر نگر، انڈیا) کی زرخیز مٹی سے پیدا ہونے والے علماء، صلحاء میں سے ایک اور مردِ کامل نے داعیِ اجل کو لبیک کہا، یعنی حضرت مولانا الٰہی بخش کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ، حضرت مولانا یوسف کاندھلویؒ اور حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ کے علمی و دِینی خانوادے کے چشم و چراغ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ دہلی میں اِنتقال فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنیؒ کے حقیقی نواسے اور دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک ’’تبلیغی جماعت‘‘ کی مرکزی شوریٰ کے

امیر تھے۔ آپ کو ۱۹۹۶ء میں حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کے اِنتقال کے بعد جماعت کی مرکزی شوریٰ کا امیر مقرر کیا گیا۔ کم و بیش دو دہائیوں تک آپ نے اِس منصب کی نازک ذمّہ داریوں کو اِس طرح نبھایا کہ داعیِ کبیر حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت مولانا محمد یوسفؒ اور اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کے زہد و ورع، اتباعِ سنت، توکل و اِستقامت اور اُمت کے لیے غم خواری و بے قراری کی یاد تازہ کر دِی، حضرت مولاناؒ صدق و صفا اور زہد و تقویٰ ہی میں نہیں مقبولیت و محبوبیت میں بھی اپنے پیش رو بزرگوں کے جانشین تھے۔ مختلف تبلیغی اجتماعات میں اُن کی پرسوز دعائیں قلوب میں تلاطم برپا کر دیتی تھیں۔ جب وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اِظہار کرتے اور بار بار دِین کی سربلندی اور اُمت کی اِصلاح کی اِلتجائیں کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے تو یوں محسوس ہوتا کہ لفظ اللہ اُن کے دِل کی گہرائی سے نکل کر دوسروں کے دِلوں تک پہنچ رہا ہے ’’ہر چہ از دِل خیزد بر دِل ریزد‘‘۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِن اوصاف میں نوجوان فضلاء اور دعوت کے کام میں لگنے والے نئے حضرات کے لیے سبق ہے کہ اُن کی جملہ ترقیات اکابر کی اِتباع اور سرافگندگی و عاجزی میں پنہاں ہیں۔ خودرائی اور سرکشی اسبابِ محرومی ہیں۔

اپنے پیش رووں کی طرح وہ بھی دِین کے سچے داعی، مخلص خادم، سراپا اِخلاص، غم خوار اور فکرِ اِصلاح میں بے تاب و بے قرار تھے۔ اُن کی تقریر اور اُن کی گفتگو سے شب و روز اِسی غم کا اعلان و اظہار ہوتا تھا۔ حضرتؒ کے قریبی رفقاء کا کہنا ہے کہ اُنہوں نے زندگی بھر دنیوی تقریبات میں شرکت کو بھی ترجیح نہیں دِی۔ اُن کی زندگی کا بیشتر حصہ تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں گزرا یا تبلیغی اسفار میں۔ مولانا انعام الحسنؒ اور مولانا اظہار الحسنؒ کے وِصال کے بعد وہ رائے ونڈ کے عالمی اِجتماع میں ہمیشہ تشریف لاتے آپؒ کے پرخلوص بیان اور پرسوز دعا سے آپ کے والدِ ماجدؒ کی یاد تازہ ہو جاتی۔ وہ اپنے والدؒ اور اپنے ناناؒ (حضرت شیخ) کی علمی و دعوتی فکر کے سچے اور مخلص وارث و امین تھے۔ یہ اُن کے دِل کی تڑپ اور آواز تھی کہ مسلمان حقیقی دینِ اسلام کو سمجھ لیں اور قرآن و حدیث کے مطابق اپنی زندگیاں گزاریں۔

حضرت مولاناؒ کی رحلت کا صدمہ صرف برصغیر میں نہیں پوری دنیا میں محسوس کیا جائے گا،

اِس لیے کہ اُن کی دعوت وتبلیغ کی جولان گاہ صرف ہندوستان و پاکستان نہیں پورا عالم تھا۔ اُن کی جدائی پورے عالم اِسلام کا نقصان ہے۔ عالم اِسلام کی عظیم دِینی درس گاہ ''دارالعلوم دیوبند'' نے آپ کی رحلت کو ملتِ اسلامیہ کا عظیم نقصان قرار دِیا ہے اور کہا ہے کہ حضرتؒ ذاتی طور پر بھی بلند اِسلامی، اخلاقی اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے۔ ہر ملاقات کرنے والا آپ کی شخصیت میں ایک عالمانہ اور بزرگانہ کشش اور قربت محسوس کرتا تھا اور آپؒ ذاتی زندگی میں اِنتہائی سادہ، قناعت پسند اور اسلاف کا نمونہ تھے۔ آپؒ کو دیکھ کر صحابہؓ اور اسلافؒ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور دیکھنے والا اپنے آپ کو چند لمحوں کے لیے اِسلام کے اِبتدائی عہد میں پاتا تھا۔

حضرتؒ کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی نے پڑھائی، نمازِ جنازہ میں محتاط اندازہ کے مطابق کم وبیش دو لاکھ افراد شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اُمت کے لیے حضرتؒ کے درد وغم اور اِخلاص کو قبول فرماتے ہوئے اُنہیں مقربین میں مقاماتِ عالیہ نصیب فرمائیں اور مسلمانوں کو اُن کا ایسا جانشین عطا فرمائیں جو اُن کے خلا کو پر کر سکے۔ آمین

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی)

یہ دنیا دارالعمل ہے، یہ عمل کرنے کی جگہ ہے اور آخرت دارالجزاء ہے، وہ ملنے کی جگہ ہے۔ جو جیسا کرتا جائے گا ویسا بھرتا جائے گا۔ اور جو جتنا کرے گا، اپنے لیے کرے گا، نہیں کرے گا تو وہاں پچھتائے گا، خون کے آنسو روئے گا اور صدا افسوس کرے گا۔ اور وہاں حسرت وافسوس بھی کچھ فائدہ نہ دے گا۔

بڑوں کے ذمہ ہے کہ اپنے چھوٹوں پر شفقت کا ہاتھ رکھیں اور محبت سے اُن کو لے کر چلیں، اور چھوٹوں کے ذمہ ہے کہ اپنے بڑوں کا احترام کریں اور اُن کی مان کر چلیں، بڑوں کی کڑوی کسیلی کو جھیلتے رہیں اور اللہ سے مانگتے رہیں۔ تو اللہ جل شانہ بہت جلد اپنی رحمت کے دروازے کھولے گا اور کھولنے والا ہے ان شاء اللہ۔

وہ تو منتظر ہے کہ کون ہاتھ پھیلاتا ہے اور کون مانگتا ہے، اللہ پاک موت تک اِخلاص کے ساتھ مجھے بھی قبول فرماویں اور تم سب کو بھی۔ اور اِیمان پر خاتمہ ہو جائے اور جنت میں داخلہ ہو جائے۔ (حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اُٹھ گیا ناوکِ فگن، مارے گا دِل پہ تیر کون

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

آہ! کہ ۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء یوم سہ شنبہ کو ۱۱؍ بجے دِن میں جماعتِ تبلیغ کے موجودہ اکابر میں صفِ اوّل کے داعی ومبلغ اور عالمی شہرت یافتہ عالمِ دین حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ''رام منوہر لوہیا ہسپتال'' دلی میں (جہاں وہ زیرِ علاج تھے) اِنتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ، رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةَ عِبَادِهِ الْمُحْسِنِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ۔

کسی بافیض و بابرکت ہستی کا اِس دنیا سے کوچ کر جانا تاریخِ عالم کا کوئی نادِر واقعہ نہیں ہے، ربّ کائنات کے وہ بے شمار منتخب و برگزیدہ بندے جنہیں ہم عقیدت ومحبت اور عظمت و احترام کے جذبہ بے پایاں سے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام، رضی اللہ عنہ، قدس سرہ'' وغیرہ دعائیہ کلمات کے ساتھ یاد کیا کرتے ہیں، آخر ایک وقت اور ایک زمانہ میں یہ ساری بزرگ ہستیاں اِسی دنیا میں تھیں اور خالقِ ہر دو جہاں کے مقررہ قانون کے مطابق اپنی اپنی مدتِ حیات پوری کر کے عالمِ آخرت کو سدھار گئیں۔

پھر بھی دِین کی غربت اور اُمت کی زبوں حالی کے دور میں اللہ تعالیٰ کے کسی صالح ومصلح بندے اور دِین کے ممتاز خادم کا کارگاہِ حیات سے رخصت ہو جانا، بلاشبہ باعثِ افسوس و حسرت ہوتا ہے، بالخصوص جب صورتِ حال یہ ہے کہ جانے والے کے چلے جانے کے بعد اُس کی جگہ پر ہوتی ہوئی دیکھی نہیں جاتی اور یہ احساس قوی سے قوی تر ہوتا جا رہا ہے کہ خدائے عالم الغیب کے آخری نبی ﷺ کی پیشین گوئی ''یذهب الصالحون الاول فالاول و تبقىٰ حفالة كحفالة الشعير لايباليهم الله'' (رواہ البخاری) کی طرف دنیا دھیرے دھیرے قدم بڑھا رہی ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی جماعتِ خیر وصلاح کی یادگار تھے، وہ ہمارے ملک کے ایک ایسے علمی و دِینی خانوادہ کے رکنِ رکین تھے، جس کی علمی دِینی اور دعوتی سرگرمیوں کا دائرۂ عمل ایشیاء ہی نہیں بلکہ پورا یورپ، افریقہ اور امریکہ کو محیط ہے، خود حضرت مولانا مرحوم نے اپنی زندگی اِسلامی علوم کی تعلیم و اشاعت اور دِینی احکام کی تبلیغ و دعوت کے لیے وقف کر رکھی تھی، جس کے لیے وہ دنیا کے ہر خطے اور ہر گوشے میں پہنچے اور بندگانِ خدا کا اُن کے خالق و مالک سے رابطہ استوار کرنے کی سعیٔ مشکور کی۔

حضرت مولانا مرحوم کی شخصیت بڑی پرکشش تھی، وجاہت ونجابت اُن کے چہرے بشرے سے اِس طرح نمایاں تھی، جیسے چودھویں کے چاند سے لطیف وراحت خیز چاندنی! اللہ تعالیٰ نے خاندانی شرافت کے ساتھ علم وعمل کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا تھا، جماعت کے مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی کے شیخ الحدیث، جماعتِ تبلیغ کی شوریٰ کے رکنِ رکین اور امیر بھی تھے، ریحانۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ کی جانب سے شرفِ خلافت سے بھی ہم کنار تھے اور دنیا میں پھیلے ہوئے لاکھوں نیاز مندوں کی محبت و عقیدت کے ایسے محور ومرکز تھے کہ وہ پروانہ کی طرح اُن پر نچھاور ہونے کے لیے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے، دِل ودماغ میں احساسِ بڑائی پیدا کرنے والے ان سارے اسباب کے مجمع البحار اور سنگم ہونے کے باوجود تواضع وانکساری کے مکمل پیکر تھے، مسکنت اور خاکساری ان کی ادا ادا سے جھلکتی تھی، وہ اپنے متعلقین اور عقیدت مندوں ہی سے نہیں، بلکہ اجنبی اور بیگانوں سے بھی محبت و یگانگت کے ساتھ پیش آتے تھے، مسلمانوں ہی سے نہیں، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی خوش اخلاقی کا ایسا والہانہ معاملہ کرتے تھے کہ وہ اُن کا ہمیشہ کے لیے گرویدہ ہو جاتا تھا، غرضیکہ اُن کی مجلسِ ملاقات سے جو بھی اُٹھتا اُس کی زبانِ حال پر یہی ہوتا تھا۔

بہت لگتا ہے جی محفل میں اُن کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں

بندہ چونکہ طبعی طور پر سفر سے گریز کرتا ہے، اِس لیے دلی سے قریب رہتے ہوئے بھی وہاں جانے کی نوبت کم ہی آتی ہے، بس جمعیت علمائے ہند کی مجلسِ عاملہ میں شرکت کے لیے

سال میں دو چار مرتبہ جانا ہوتا ہے اور یہ سفر بھی بالعموم جمعیۃ دفتر تک ہی محدود رہتا ہے، کہیں اور جانے کا اِتفاق نہیں ہوتا، اِس لیے حضرت مولانا مرحوم سے ملنے کا موقع کم ہی میسر آیا، جہاں تک یاد آتا ہے، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ کے دولت کدہ پر مختلف اوقات میں دو تین بار شرفِ نیاز حاصل ہوا اور بس، ان نادر ملاقاتوں میں بھی وہ ایسے تپاک اور گرم جوشی سے ملے، گویا عرصہ کی شناسائی ہو، پھر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معاملہ کسی تصنع وتکلف پر مبنی نہیں ہوتا تھا، بلکہ دِین کے ایک داعی ہونے کی حیثیت سے اُنہوں نے اپنی زندگی کو اسی سانچے میں ڈھال لیا تھا اور یہی اِسلامی فاضلانہ اخلاق اُن کا مزاج اور طبیعت بن گئے تھے۔

حضرت مولانا مرحوم کا جسم بہت بڑھ گیا تھا اور اِتنا بڑھ گیا تھا کہ وہ چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے ہی سے نہیں، بلکہ روزمرہ کے بہت سارے اُمور کے انجام دینے سے معذور تھے، اس کے باوجود دِین کی راہ میں طویل طویل اسفار کی صعوبتوں کو پوری بشاشت سے برداشت کرتے تھے۔ اُمتِ مسلمہ کے بارے میں اُن کی دردمندی ودِل سوزی کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب وہ ربِ کریم کے آگے دست بدعا ہوتے تھے، خود تڑپتے تھے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے تھے، اُمت کی صلاح وفلاح کے لیے خود بھی روتے تھے اوروں کو بھی رلاتے تھے، اس موقع پر اُن کی محویت کا یہ عالم ہوتا کہ وقت دبے پاؤں دور بہت دور چلا جاتا اور اُنہیں ادنیٰ احساس تک نہ ہوتا، تقویٰ وطہارت اور اِخلاص وللّٰہیت نے اُن کی دعاؤں میں اِس قدر اثر بھر دِیا تھا کہ پتھر جیسے سخت دِل بھی پسیجے بغیر نہیں رہتے تھے، کثر اللّٰہ تعالیٰ امثالھم۔

مولاناؒ نے تبلیغی مرکز نظام الدین میں رہ کر تعلیم وتدریس اور دعوت وتبلیغ کے لیے اپنی زندگی وقف کر دِی تھی، تقریباً ۲۰ رسال بخاری شریف کا درس دِیا اور ملک و بیرونِ ملک کے سیکڑوں تبلیغی اسفار کیے، مولاناؒ اِدھر چند سالوں سے مختلف عوارض میں مبتلا ہوگئے تھے اور آخر میں گردہ کا عارضہ بظاہر موت کا سبب بنا، بلا ریب مولانا ’’كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ‘‘ کے کلی ضابطہ کے تحت موت کی آغوش میں پہنچ گئے، مگر اِس سچائی میں بھی کوئی شک وتردد نہیں ہے کہ ع

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، اپریل ۲۰۱۴ء)

وہ جن کے اتقاء پر ناز کرتی تھی مسلمانی

مولانا محمد کلیم صدیقی
مدیر ماہنامہ ارمغان، بھارت

بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے تبلیغی تحریک کے سلسلہ میں، اِس تحریک کی کامیابی، مقبولیت، قبولیت اور ہر کچے پکے گھر تک کلمۂ توحید کو پہنچانے تک جاری رہنے کو منظور کرانے کے لیے بنگلہ والی مسجد سے اِس تحریک کی شروعات کی، اِس لیے اللہ تعالیٰ نے اِس تحریک کو ایسی کامیابی، قبولیت اور مقبولیت سے نوازا کہ اِتنی قلیل مدت میں پورے عالم میں دِین کی بادِ بہاری دِکھائی دینے لگی اور اِس تحریک کے واسطہ سے نہ صرف ترغیب اور فضائل کی تعلیم کے ذریعے پوری دنیا میں اِسلامی ماحول، مساجد میں نمازیوں کی بھیڑ، دنیا میں مدارس و مکاتب کا قیام، مسلمانوں میں داڑھی، ٹوپی اور اِسلامی حلیے دِکھائی دینے لگے اور شاید ربّ کریم کے یہاں سے منظوری کی کرشمہ سازی کہ اِس تحریک کو ملکوں، شہروں اور دِیہاتوں میں پھیلانے اور خود مرکز میں کسی ذمّہ داری کے لیے جیسے افراد کی ضرورت پڑی ویسے افراد اللہ تعالیٰ نے اِس کو عطا فرمائے۔ خود حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وِصال کے بعد بالکل معجزانہ طور پر مجدد یقین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر جس طرح اللہ تعالیٰ نے نہ صرف کھڑا کر دِیا، بلکہ تحریک کے لیے ضروری صفات، یقین، قوّتِ فیصلہ، بلند عزائم، وسعتِ فکر اور اسبابِ نظر سے آنکھیں ہٹا کر مسبب الاسباب پر توکل عطا فرماتے ہوئے، اِس تحریک کو بین الاقوامی پیمانہ پر پھیلانے کا نظم فرمایا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کے بعد تحریک کے پھیلاؤ اور ہمہ گیری کو جس طرح کے ثبات و اِستقامت اور نگرانی کے لیے بصیرت کی ضرورت تھی، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرما کر کھڑا کیا اور تحریک کو اِنتظام و اِنصرام کے ساتھ پوری دنیا میں پھیلایا، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی

وفات کے بعد ایک وقت ایسا آیا کہ تحریک کی قیادت اور امارت کے لیے فیصلہ بہت مشکل لگ رہا تھا اور تبلیغی تحریک سے وابستہ اور محبت کرنے والا ہر مخلص دِل پر ہاتھ رکھے سہما بیٹھا تھا کہ نہ جانے کسی نئے فتنے کی آہٹ نہ آ جائے، مگر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نالۂ نیم شبی اور آہِ سحر گاہی کا اثر جذبۂ فکر اور اپنے اللہ سے شاید رہتی دنیا تک اِس تحریک کو خیر کے ساتھ جاری رہنے کی منظوری کے فیصلہ کی کرشمہ سازی سامنے آئی، اللہ تعالیٰ نے امیر کے اِنتخاب کے بغیر، کسی ادنیٰ فرق کے بنا تحریکِ تبلیغ کے سفر کو رواں دواں رکھا، اور اُن بڑوں کی جانشینی کے لیے ذمّہ داروں کو اللہ نے وہ صفات عطا فرمائیں جن کی اِس کو ضرورت تھی اور پوری دنیا نے دیکھا کہ اللہ اپنے دِین کی خدمت اور دعوت کے لیے عہدہ اور منصب پر فائز لوگوں سے بہتر طریقہ پر اِتنی پھیلی ہوئی بین الاقوامی تحریک کا نظام چلا سکتے ہیں اور اللہ کے دِین کو کسی قائد اور لیڈر کی احتیاج نہیں، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے وِصال کو زمانہ گزر گیا، مگر پوری دنیا میں تبلیغی تحریک اپنے خطوط پر جس کامیابی اور الحمد للہ آب و تاب کے ساتھ جاری ہے، کسی نے ایک لمحہ امارت اور قیادت کی کمی محسوس نہیں کی اور حضرتؒ کے وِصال کے بعد قیادت اور امارت کے سلسلہ میں جتنے واہمے اور خیالات تھے وہ دھرے کے دھرے رہ گئے۔

ظاہری طور پر اِس بڑی خیر میں اصل رول حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے فرزندِ سعید، قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے نواسے حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ کی بے نفسی، عجز و اِنکساری، دردمندی اور اُن کے طرزِ زندگی کا تھا، جن کو ہم چند روز پہلے تک ''مدظلہ العالی'' کہا اور لکھا کرتے تھے، مگر اب احکم الحاکمین کے قضاء و قدر کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ''نوّر اللہ مرقدہٗ'' اور ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھنا پڑ رہا ہے۔

فتنہ اور اِنتشار کے اِس دور میں جب قائدین اور دِینی تحریکوں یہاں تک کہ خانقاہوں تک نے سیاسی رنگ لے لیا ہے اور ہر طرف اپنا حلقۂ اثر بڑھانے میں تنافس، اِخلاص کی جگہ ہر طرف اپنے نام اور ذات کو ظاہر کرنے کی ہوس لگی ہوئی ہے، اور اِنتشار و فتنہ کو دور کرنے کے لیے بے نفسی اور اپنے کو پیچھے رکھنے کا مزاج عنقا ہو گیا ہے، ان صفات کے ساتھ ہمارے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ایک زندہ

نشانی تھا، اپنی ان فطری خداداد صفات کی وجہ سے اُن کی شخصیت والدِ ماجد حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں نوعمری ہی سے لوگوں کے لیے پرکشش تھی، اُنھوں نے ایسے نازک موڑ پر جب کہ کارکنان اور محبانِ تبلیغ دوسری دِینی تحریکوں، اِداروں اور جماعتوں کی تقسیم کا حال دیکھ کر سہمے ہوئے تھے، اپنے رفقاء اور عزیزوں کو جو اُن سے عمر اور تجربہ میں ثانوی حیثیت رکھتے تھے کو آگے بڑھا کر خیر کا ایسا اقدام اور کارنامہ انجام دِیا، جو تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوّت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دِینی مراسم کی نگہبانی
خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوّت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحمانی

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ کے اُس عظیم خانوادے کے چشم و چراغ تھے، جس نے صدیوں سے ملت کی دِینی، علمی، روحانی اور دعوتی میدانوں میں قیادت اور سیادت کی ہے اور جس کے صرف مردوں ہی کی نہیں، خواتین کی بھی زہد و تقویٰ، ریاضت و مجاہدہ کی ایک روشن تاریخ ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گھٹی میں وہ صفات اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ودِیعت کی تھیں، جو کسی دِینی تحریک کی قیادت کے لیے ضروری ہیں، مگر وہ خاص صفات جن کو میرا جیسا بے بصیرت اِنسان بھی جب حضرت مولاناؒ سے ملتا تو کھلی آنکھوں محسوس کر سکتا تھا، وہ مولاناؒ کا اِخلاص اور بے نفسی تھی، یہ صفات کسی اِنسان، تحریک اور اُمت کو جوڑنے کے لیے بالکل کیمیاء کی حیثیت رکھتی ہیں، بارہا تبلیغی اِجتماعات میں دیکھا کہ وہ مرکز کے اکابرین میں پہلے نمبر کے شمار کیے جانے کے باوجود دوسروں کے سامنے اپنے کو پیچھے رکھتے تھے۔

وزن بڑھ جانے کی وجہ سے وہ بہت کم عمری میں صحت کے بہت سے عوارض کا شکار ہو گئے تھے اور مسلسل علالت کی وجہ سے عام صحت مند اِنسان کی طرح چل پھر نہیں سکتے تھے، مگر اس جسمانی معذوری کے باوجود اِتنی پھیلی ہوئی بین الاقوامی تحریک کے قائد کی حیثیت سے

تعلقات اور رشتوں کو اِس قدر نبھاتے اور اُس کا پاس و لحاظ رکھتے کہ حیرت ہوتی تھی، اِس حقیر کا خیال ہے کہ اُن کی پوری زندگی میں کسی تبلیغی کارکن اور محبّ کو، بلکہ اُن سے کسی درجہ میں تعارف رکھنے والے اِنسان کو اُن سے بے توجہی اور عدم اِلتفات کی شکایت نہ ہوئی ہوگی، یہ حقیر اُن کروڑوں لوگوں میں سے ایک عام اِنسان ہے، جن سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ متعارف تھے، مگر دور کے تعلق کا کوئی آدمی مل جاتا، تو وہ نہ صرف اُس سے خوش اخلاقی سے ملتے، بلکہ حد درجہ مصروفیت میں بھی اِس حقیر کی خیریت معلوم کرتے، چھوٹے بھائی حلیم میاں جو اپنے کاروباری سلسلہ میں نظام الدین دہلی میں رہنے کے دوران مرکز بنگلہ والی مسجد دہلی میں نماز پڑھتے تھے، اُن کو دیکھتے ہی معلوم کرتے، بھائی خیریت سے ہیں؟ کہاں ہیں؟ اِتنے پھیلے ہوئے تعلقات میں رشتوں کا نبھانا اور تعلق کا حق ادا کرنا، یہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کھلی ہوئی کرامت تھی، مسلسل بے نظم زندگی اور بے تکے اسفار کی وجہ سے یہ حقیر چاہتے ہوئے بھی مرکز حاضر نہیں ہو پاتا تھا، جس کا احساس بلکہ شرمندگی بھی ہوتی تھی، اس کے باوجود ملاقات ہوتی تو دِل میں اگرچہ خود یہ خیال ہوتا کہ مولاناؒ ذرا شکایت فرمائیں گے، مگر وہ ایسی شفقت سے بچھ کر ملاقات فرماتے، پرتپاک انداز میں معانقہ فرماتے جیسے وہ اِس حقیر کو اپنا سمجھتے ہوں اور حقیقت میں سمجھتے بھی تھے، ٹوٹی پھوٹی دعوتی کوششوں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

ماہنامہ ارمغان اور ارمغان کے کسی مضمون کا ذِکر فرماتے، جس سے تعلق کے فاصلے بالکل ختم ہو جاتے اور یہ معاملہ اُن کا ہر متعلق کے ساتھ تھا۔

حرمین شریفین میں حج کے موقع پر کئی بار ملاقات ہوئی تو دور سے دیکھ کر وہیل چیئر رکوادیتے تھے، دو سال پہلے حسنِ اتفاق سے منیٰ میں حضرت مولاناؒ کا کیمپ بالکل ہمارے کیمپ کے برابر میں تھا، الحمدللہ خاصا ملاقات کا موقع میسر آیا، خدام سے خصوصی اِکرام کرنے کا حکم فرماتے اور ٹوٹی پھوٹی دعوتی کوشش جو اِس حقیر اور خدام سے اللہ تعالیٰ لے رہے ہیں، اُن کے لیے دعا کے معمول کا کئی بار ذِکر فرمایا۔

صحت کی اِتنی معذوری کے باوجود تندرستوں اور جوانوں سے زیادہ اپنی ذمّہ داریوں کی پابندی فرماتے تھے، ذِکر و تلاوت اور معمولات کی پابندی کو لازم خیال فرماتے، ہٹو بچو کے

مزاج سے کوسوں دور تھے، گزشتہ سال رمضان المبارک میں یہ حقیر اپنے رفیق جناب حاجی شکیل صاحب کے ساتھ حرمین شریفین عمرہ کے سفر کے لیے جارہا تھا، دہلی اِیئر پورٹ پر نماز کے لیے اِیئر پورٹ کے مصلے پر پہنچے تو وہاں دیکھا کہ تین عرب اپنی فلائٹ کے اِنتظار میں ہیں، اُن میں ایک صاحب جو شیخ فہد نام رکھتے تھے اور مدینہ منوّرہ کے رہنے والے تھے، تعارف اور سلام کے بعد اُنہوں نے بتایا کہ وہ لوگ مدینہ منوّرہ سے کچھ وقت حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کی خدمت میں گزارنے کے لیے دہلی آئے تھے، وہ تینوں حضرات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی برکات کا دیر تک ذِکر کرتے رہے اور اِس پر افسوس کا اِظہار کرتے رہے کہ ''ہم لوگ مدینہ منوّرہ شہرِ رسول (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و سلام) میں رہتے ہیں مگر وہاں پر ہم رسول اللہ ﷺ کی صفات و عادات سے محروم ہیں، طاعت کی لذت، اپنے گناہوں پر ندامت اور ذِکر کی حلاوت و لذت حاصل کرنے کے لیے ہم لوگ حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کی خدمت میں کچھ وقت گزارتے ہیں، صحبت کی یہ تاثیر، باطن کی جلاء اور دِل کی مایا کے عطا ہوئے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتی''۔ شیخ فہد کے علاوہ بھی ہندوستان اور بیرونِ ہند کے کئی لوگوں سے اِس حقیر نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اِس تاثیرِ صحبت کا ذکر سنا۔ اِجتماعات میں دعا اور جماعتوں کی روانگی کے وقت خاص مواقع پر آپ بات فرماتے، بات بہت جامع، نپی تلی اور بہت مختصر فرماتے، دعا کی جو کیفیت ہوتی وہ تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی کا حصہ تھا۔

وہ دِین کا ہر کام کرنے والوں کے کاموں کی چاہے وہ تحریکِ تبلیغ سے وابستہ ہو یا نہ ہو، بہت حوصلہ افزائی فرماتے اور خدمات کی تحسین میں اِنتہائی فیاض تھے۔ اِتنی مصروفیت اور ایسی بین الاقوامی تحریک کے کلیدی ذمّہ دار ہونے کے باوجود عزیزوں اور قرابت داروں کے ساتھ رشتوں کو حد درجہ نبھانے کا معمول تھا، دور اور قریب کے تمام اعزاء کی خوشی کی تقریبات اور غمی کے مواقع پر شرکت فرمانے کا اِلتزام فرماتے۔

صحت ایک زمانے سے ناساز تھی، کئی بار پہلے بھی ایمرجنسی میں علاج کے لیے کافی روز کے لیے داخل رہنا پڑا اور ایک دو دفعہ تو خدام کو صحت کی طرف سے مایوسی ہوگئی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے چاہنے والوں کے درمیان کسی درجہ میں صحت

یاب ہوکر لوٹ آئے، مگر اِس بار نمونیہ کا عارضہ ہوا اور اسپتال میں داخل کیا گیا، جانچوں کے بعد گردوں کے خراب ہونے کی بات سامنے آئی، ڈائلیسس ہوا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر بے ہوشی کا دورہ پڑا اور پھر قضاء وقدر کا فیصلہ اسباب و علاج پر غالب آکر رہا، ایسے بےنفس مربی، مخلص ذمّہ دار، اہلِ دِل اور خدا ترس قائد اور عالم ربانی کی رحلت نہ صرف تحریکِ تبلیغ اور اُس کے کارکنان ومحبان کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے، بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے، سچ یہ ہے کہ ایسے بےلوث، بےنفس اہلِ دل کا وجود پوری زمین کے لیے بلاؤں اور آسمانی آفتوں سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے تقریباً ۶۴ر نورانی سال گزار کر اپنے نورانی نفس کا نور اپنے بعد والوں کے لیے پھیلا کر چلے گئے۔ جس کی روشنی میں کتنے گم کردہ راہ اپنی منزل تلاش کریں گے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے وارثین میں تین فرزندِ ارجمند مولانا محمد زہیرالحسن، مولانا محمد صہیب الحسن اور مولانا حافظ محمد خبیب الحسن کے علاوہ تین صاحبزادیاں ہیں، جو اُن کے منتسبین کے لیے اُمید کی علامت ہیں، اللہ تعالیٰ ان سبھی کو ملت کے لیے حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعم البدل بنائے۔ آمین

ماہنامہ ارمغان کو وہ پابندی سے پڑھنے والے قاری تھے اور ارمغان اور خدامِ ارمغان کے لیے دعا کرنے والے سرپرست بھی۔ قارئین سے ملت کے اِس عظیم محسن کے لیے زیادہ سے زیادہ اِیصالِ ثواب اور مغفرت و درجات کی بلندی کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ ارمغان، بھارت اپریل ۲۰۱۴ء)

ہمیں اپنی زندگی اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر گزارنی ہے، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرنے میں ہی دنیا اور آخرت میں بھلائی ہے، تشکیل پر پہنچ کر سب گھر گھر پھیل جاویں اور لوگوں کو بتاویں کہ دِین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو، دنیا آخرت کی ساری کامیابیاں دِین پر عمل پیرا ہونے سے وابستہ ہیں، جو بھی دین کو اپنائے گا، اُسے اللہ اپنا بنالیں گے اور پھر اُسے دنیا اور آخرت میں کوئی فکر نہیں رہے گی۔ راتوں کو اُٹھ کر پوری اُمت کے لیے دعائیں اور اللہ سے اِنفرادی اور اِجتماعی گناہوں پر اِستغفار کریں۔ دینِ اسلام کی روشنی پھیلانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ گھروں کو جانے والے لوگ بھی دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے کا عزم کریں اور جلد از جلد دین کی محنت کے لیے اللہ کے راستہ میں نکلنے کا عہد کریں۔

(حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

مولانا محمد عمرین رحمانی
مدیر ماہنامہ گلشن نعمانی، مالی گاؤں

۱۶/مارچ ۲۰۱۴ء بروز اِتوار کی دوپہر کو موبائل آن کیا تو کسی کا دوسطری پیغام آیا ہوا تھا ''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے گردے فیل ہوگئے ہیں، بے ہوشی کی حالت میں آئی سی یو میں داخل ہیں، صحت و عافیت کے لیے دعا فرمائیں''۔ اب کیا عرض کروں کہ اس دو سطری پیغام نے دِل و دماغ پر کیا اثر ڈالا، فوری طور پر دعائے صحت و عافیت کی، اللہ پاک سے اُن کی درازیٔ عمر کی بھیک مانگی، مگر نہ جانے کیوں شام تک یہ خیال بار بار آتا رہا کہ مولانا محترم رخصت ہونے والے ہیں اور بالآخر ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروزِ منگل کی دوپہر کو سناؤنی آ ہی گئی کہ حضرت مولانا سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اِک دِیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

موت اِس دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے، زندگی کا انجام فنا ہے، روح اور جسم کا باہمی تعلق عارضی اور وقتی ہے، ان ساری حقیقتوں سے واقفیت کے باوجود اہلِ علم و ذکر اور مخلص و باوفا بندوں کے اُٹھ جانے پر چند لمحوں کے لیے ہی سہی، دِل یہ تمنا کرنے لگ جاتا ہے کہ یہ مرحلۂ فنا کاش ان پر نہ آیا ہوتا اور موت کو زندگی پر فتح نہ ہوئی ہوتی، لیکن جب شہنشاہِ کونین ﷺ کے لیے یہ نظام نہ بدلا تو آپ کے بعد کون سی ایسی ہستی ہے جسے یہ مقام مل سکتا ہے؟۔

برگیتی گر کسے پائندہ بودے
ابو القاسم محمد زندہ بودے

کائنات کا نظام ہی بنانے والے نے کچھ اِس طور پر بنایا ہے کہ لوگ آتے ہیں، عرصۂ حیات بِتاتے ہیں، زندگی کی مہلت ختم ہوتی ہے اور لوگ رخصت ہو جاتے ہیں۔

زندگی اِنسان کی مانند مرغِ خوش نوا ہے
شاخ پہ بیٹھا کوئی دم چہچہایا اور اُڑ گیا

مگر ان رخصت ہونے والوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے اُٹھ جانے پر اہلِ تعلق رنج و اندوہ میں ڈوب جاتے ہیں اور جن کی رحلت سے ایک بڑا خلا پیدا ہوتا ہے۔ ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء کو جو عظیم شخصیت ہمارے درمیان سے اُٹھالی گئی اُن کا شمار ایسے ہی بندگانِ خدا میں تھا، اُن کی وفات ایک ایسے مخلص عالم کی وفات ہے جن کے علم میں عمل کی تابانی تھی، اُن کی رحلت ایک ایسے شیخ طریقت کی رحلت ہے، جن کے دستِ حق پرست پر ہزاروں اہلِ ایمان نے بیعتِ توبہ کی تھی، اُن کا وِصال ایک ایسے داعی دِین کا وِصال ہے جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت وتبلیغ کے لیے وقف تھا، جو جیتے تھے خدا کے دِین کی سربلندی کے لیے اور جو دنیا سے رخصت ہوئے اِیمان ویقین کی ترویج کی فکر لیے۔

مولانا مرحوم، مولانا محمد الیاس صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور اپنے والد بزرگوار مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے درد وغم، تڑپ اور کڑھن کے وارث تھے، اُن کے شب و روز دعوت اِلی اللہ اور خدمتِ دین کے لیے وقف تھے، اِیثار و قربانی اور صبر وتسلیم کا رنگ اُن پر غالب تھا، اُنہوں نے مرکز نظام الدین میں زندگی کی اِبتداء کی اور مدتِ زندگی پوری کر کے وہیں اپنے بزرگوں کے قریب قیامت تک کے لیے سوگئے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خوش نصیب تھے کہ اُنہیں ایسے عظیم باپ کی گود نصیب ہوئی کہ جن کے بارے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے خاص معتمد علیہ اور تربیت یافتہ تھے، وہ جب امیر منتخب ہوئے تو اُن کے زمانۂ امارت اور قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت و کامیابی حاصل کی اور وہ دور دراز ملکوں میں پھیلی اور اُس نے اپنے اثرات دِکھائے۔ اس میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی اِستقامت، روح کی محافظت اور اُس جذبہ کو بہت دخل تھا کہ اپنے اصل راستہ اور اِبتداءِ کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے، اُنہوں نے اُسے اُنہیں حدود و دائرۂ کار میں رکھا، جو اِبتداء میں حضرت مولانا محمد الیاس

صاحب کاندھلویؒ نے مقرر کیے تھے''۔ (سوانح حضرت جی ثالث، ج:۳،ص:۳۷۲)

غرض مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے اپنے زمانۂ امارت میں مکمل تیس سال جماعت کے فروغ اور وسیع پیمانے پر اس کو متعارف کرانے کے لیے انتھک محنت کی، ملکوں ملکوں کا سفر کیا، صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کیں۔ اُن کے دورِ امارت میں تبلیغی جماعت کو زبردست عروج حاصل ہوا۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے تربیت پائی تھی، اُنہیں کے دستِ حق پرست پر مرید ہوکر راہِ سلوک طے فرمایا اور اپنے عہدِ شباب میں ذکر وفکر کی ایسی پابندی کی اور اِس قدر مجاہدات فرمائے جس کی مثالیں متقدمین کے یہاں ملتی ہیں، ایک طویل عرصے تک اُن کا یہ معمول رہا کہ وہ اوراد واذکار اور معمولات کی تکمیل کے لیے بستی نظام الدین ہی میں ایک غیر آباد جگہ چلے جاتے اور یکسوئی کے ساتھ وہیں اپنے معمولات پورے کرتے، مولانا عبدالحفیظ صاحب مقیم مکہ مکرمہ کی روایت کے مطابق اُس جگہ ایک پتھر دِکھا کر خود مولانا مرحوم نے اُن سے فرمایا تھا کہ میں نے اِس پر سات سات گھنٹے بیٹھ کر اپنے معمولات پورے کیے ہیں، مرشدِ کامل کی نگاہِ کیمیا اثر اور اُن کے ذاتی محنت ومجاہدے نے انہیں روحانیت کے عظیم مقام پر فائز کر دِیا تھا۔ میں نے مخدوم گرامی حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہٗ سے براہِ راست یہ بات سنی کہ حضرت جیؒ سے نگاہ ملا کر کوئی شخص بھی بات چیت نہیں کر پاتا تھا اور اس وقت تو ہمیں اس کا علم نہیں تھا، لیکن بعد میں اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم سے یہ سنا کہ ''تجلی ذات جن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے اُن سے نگاہ ملا کر بات نہیں کی جاسکتی''۔ تو پتہ چلا کہ حضرت جیؒ کیسے عظیم مقام پر فائز تھے!۔

اور مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کی والدہ بھی بڑی نیک وصالح اور متقی خاتون تھیں وہ حضرت شیخ کی صاحبزادی اور دِینی ودعوتی مزاج کی حامل تھیں، مولانا زبیر الحسنؒ کا بچپن ایسے پاکیزہ ماں باپ کی آغوش اور مرکز نظام الدین کے دِینی وروحانی ماحول میں گزرا۔

وہ خوش نصیب تھے کہ فراغتِ تعلیم کے بعد تقریباً پچیس سال اپنے عظیم والدؒ کی براہِ راست نگرانی میں دِینی، دعوتی اور تدریسی کاموں کا اُنہیں موقع ملا اور سفر وحضر میں رہ کر اُنہوں نے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت کچھ سیکھا۔

مولاناؒ کی ذات تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ کی جامع تھی، فراغت کے بعد سے تاوِصال چار دِہائی

سے زائد وقت تک وہ مرکز کے مدرسہ کاشف العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

دعوت وتبلیغ کی عظیم عالمی محنت سے اُن کا جو کچھ اور جیسا کچھ تعلق تھا دنیا جانتی ہے اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی وفات کے بعد سالکین ومسترشدین کا مرجع اُنہی کی ذات تھی، بلا مبالغہ ہزاروں اللہ کے بندے اُن کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ذکر وسلوک کی تعلیم لی، کہنے کو یہ بات بہت آسان ہے کہ وہ تبلیغ اور تزکیہ کے جامع تھے لیکن جس خاص ماحول میں اُنہوں نے اِن تینوں خدمت کے شعبوں سے اپنی ذات کو جوڑے رکھا اور خوش اسلوبی سے اس کو نبھایا وہ دوسروں کے لیے بہت مشکل کام ہے، تعلیم، تبلیغ، تزکیہ اور تصنیف یہ سب دِینی خدمت کے شعبے ہیں اور اُمت کو اِن تمام کی ضرورت ہے۔ یہ بھی عجیب نکتہ ہے کہ ان چاروں کے شروع میں ''تاء'' ہے، جس میں واضح اشارہ وحدت اور اتحاد کی ''تاء'' کی طرف ہے، گویا یہ سارے کام ایک ہی ہیں، راہیں الگ ہیں تو کیا، منزل تو سب کی ایک ہی ہے، تعلیم ہو یا تبلیغ، تزکیہ ہو یا تصنیف سب کی جان اور روح ''قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ'' ہے۔ ان میں سے جس کام سے بھی یہ روح نکل گئی وہ مہمل، بے فائدہ اور لاحاصل ہے اور اگر اِخلاص کی یہ روح اثر انگیزی اور اپنے تمام آثار ولوازم کے ساتھ موجود نہ ہو تو نہ تو موازنے کا مزاج پیدا ہوگا نہ تفاضل وتفاخر کا جہاں ''رضائے رب'' کی تلاش ہو وہاں نفسانیت کا کیا کام؟ اور جہاں نفسانیت ہو وہاں سب کچھ تو ہوسکتا ہے مگر دِین اور دِین داری نہیں، نفسانیت وشیطنت کے عروج کے اِس دور میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے بعض نادان دوستوں میں سلفِ صالح کی راہ سے اِنحراف پیدا ہو چلا ہے اور یہ مزاج اب بڑھتا پھیلتا اور اپنے پر پرزے نکالتا جا رہا ہے کہ ''ہمارا کام سب سے اُونچا ہے'' اکابرِ تبلیغ کا یہ اِمتیاز رہا ہے کہ اُنہوں نے دِینی خدمت کے اِن چار شعبوں کو پوری اہمیت، عظمت اور قدردانی کے ساتھ اپنایا ہے، اُنہوں نے تنقید اور تنقیص کے بجائے جامعیت اور قدردانی کی راہ اِختیار کی، جو نہیں جانتا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تبلیغی جماعت کے بانی تھے اور جامعہ مظاہر علوم پر جان چھڑکنے والے بھی، اور راہِ تصوّف وسلوک میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے مرید اور اُن کے بااختصاص خلیفہ، مولانا محمد یوسف صاحبؒ اگر حضرت جی ثانی تھے تو مدرسہ کاشف العلوم میں ابوداؤد شریف کے مدرس بھی اور اپنے والدِ

ماجدؒ کے مرید وخلیفہ اور ایسے علمی ذوق کے مالک کہ اپنی بے پناہ دعوتی مشغولیتوں کے باوجود ''حیاۃ الصحابۃؓ'' اور ''امانی الاحبار شرح معانی الآثار'' جیسی ضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے اوّل الذکر کتاب اپنے اِستناد، ترتیب اور ضخامت کے لحاظ سے بے نظیر ہے، تبلیغی جماعت کے تیسرے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ اگر ایک طرف دِینی دعوت کے عظیم ستون تھے، تو دوسری طرف مدرسہ کاشف العلوم کے شیخ الحدیث بھی، اور اپنے وقت کے عظیم شیخ طریقت اور مصلح ومربی اور کئی کتابوں کے مصنف ومرتب بھی! اِن بزرگوں کے علاوہ تبلیغی جماعت کے لیے عظیم خدمات انجام دینے والے اور اُس کے عہدِ اوّلیں میں اُس کے پشتیبان بن جانے والے تین نامور علمائے کرام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندویؒ نے جس توازن، حسنِ ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ دِینی دعوت کی انجام دہی کی، اُس نے سلفِ صالح کے چھوڑے ہوئے نقوش کو مزید تابندگی بخشی، اِن حضرات اکابر کی بیش قیمت تصنیفات سے عرب وعجم نے اِستفادہ کیا، اِن کے ہزاروں شاگردوں نے علمِ دین کی نشر و اِشاعت کی گراں قدر خدمات انجام دِیں، رشد و ہدایت کے وہ میخانے اِن کے دم قدم سے قائم اور آباد ہوئے، جہاں سے ''مئے محبت'' اور ''جامِ معرفت'' کی تقسیم کا سلسلہ اِن کی زندگی میں بھی جاری تھا اور اِن کی موت کے بعد بھی جاری ہے، خدمتِ دین کے مختلف النوع شعبے اِن کی زندگی میں ایسے رچے بسے تھے جیسے شاخِ گل میں بادِ سحر گاہی کا نم۔ مولانا محمد زبیر الحسنؒ اِن ہی اکابر کی یادگار اور اِن کے چھوڑے ہوئے نقوش کے پاس دار تھے، اُنہیں اپنے اکابر کی راہ سے سرمو انحراف گوارا نہ تھا اور اس کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار تھے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ فنا فی التبلیغ تھے، اُنھوں نے زندگی کی آخری دو دِہائیوں میں اس عالمی دعوتی جماعت کی نگرانی وسرپرستی فرمائی جس کی خدمت کے نقوش دنیا کے ۵۵؍ملکوں میں ثبت ہیں، اِصلاح کی وہ عالمی تحریک جس نے لاکھوں اِنسانوں کو نمازی بنا دِیا اور افراط و تفریط سے بچ کر دینِ کامل کی دعوت کو چہار دانگِ عالم میں پھیلا دِیا، مولانا مرحوم اُسی جماعت کے ترجمان اور اُسی تحریک کے قائد ونگران تھے، وہ نہ تو شعلہ بیاں مقرر تھے نہ کہنہ مشق نثار و ادیب، وہ اوّل وآخر دین کے داعی تھے اور اِسلام کے بےلوث سپاہی، جس کی شان یہ ہے ع

مؤمن ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

دعوتِ دین کی راہ میں اُن پر مختلف حالات بھی آئے، ''نشیب وفراز'' اِسی طرح زندگی کے مقدرات میں سے ہے، جیسے سمندر کے لیے ''مدوجزر''، حالات کس پر نہیں آتے؟ اُن پر بھی آئے، مگر حالات اُنہیں شکستِ حوصلہ نہ کر سکے، وہ جمے رہے، ڈٹے رہے، خدا کی مرضی پر راضی رہے اِس احساس کے ساتھ کہ ۔

نہ فراق اچھا نہ وِصال اچھا
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا

مولانا مرحوم سادہ مزاج، سادہ طبیعت، سادہ ذہن تھے، اُن کی تقریر و دعا بھی اپنے اندر سادگی کی شان سموئے ہوئے ہوتی، نہ بھاری بھرکم الفاظ نہ پرشکوہ لہجہ، نہ خطیبانہ رنگ و آہنگ، بس ایک ہی لب ولہجہ میں مسلسل بولتے چلے جاتے جیسے کوئی طالب علم اپنا سبق دہرا رہا ہو، دعا میں عاجزی کا پیکر بن جاتے، لفظ لفظ تصنع سے پاک، تکلف سے بری، جلوت میں بھی خلوت کا انداز، گویا ''خلوت در انجمن'' کے مقام پر ہیں اور مجمع میں نہیں، تنہائی میں اپنے ربّ کریم سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں، آہ! کیسا مخلص وباوفا، پاکیزہ نفس اور خوش خصال اِنسان ہمارے درمیان سے اُٹھ گیا، حیات تمام ہوئی، بساطِ زندگی لپیٹ دِی گئی اور وہ وہاں پہنچ گئے جہاں سے لوٹ کر نہ کوئی آیا ہے نہ آ سکتا ہے، اُن کے جانے کا صدمہ سخت ہے اور ان کا سانحۂ رحلت اندوہ ناک، لیکن اِس کا اِطمینان بھی دِل کو ہے کہ جہاں گئے وہاں اُن کے لیے رحمت ہی رحمت ہے، خوشنودی کا پروانہ ہے، سہولت کا سامان ہے، عافیت کا اِنتظام ہے اور زندگی کی کٹھنائیوں اور پریشانیوں کا بہترین بدلہ ''فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِیْمٍ'' اللہ حضرتؒ کے درجے بلند فرمائے اور اُن کے حسنات کو شرفِ قبول عطا کر کے موتیوں سے تول دے۔

آسماں تری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نو رستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

(بشکریہ ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، مئی ۲۰۱۴ء)

عشقِ رسول ﷺ سے سرشار تھے

ڈاکٹر راحت مظاہری (بھارت)

ایک اِسلامی مفکر کا قول ہے کہ تبلیغِ حق کی یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اُس میں مشغول ہو، اُس کی اپنی ذات پر وہ حق خود بخود طاری ہو جاتا ہے جس کی تبلیغ میں وہ سرگرم ہوتا ہے، اُسی کا چرچا کرنے، اُسی کی اِشاعت کرنے، اُسی کی تائید میں دلائل ڈھونڈنے اور اُس کی رکاوٹیں دور کرنے کی فکر جتنی لاحق ہوتی ہے، اِسی قدر زیادہ اُس میں مستغرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ اِس قولِ زرّیں کی روشنی میں آپ غور کریں کہ بنگلہ والی مسجد، بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی سے اُٹھنے والی صدائے دعوت وتبلیغِ اسلامی، اس کارِ دعوت میں لگے، اپنا تن من دھن سب کچھ اِسی میں کھپائے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، میاں جی موسیٰؒ، میاں جی اللہ رکھاؒ، میاں جی محرابؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں حسنی ندویؒ، حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہٗ اور ابھی چند روز قبل ہمارے بیچ سے ملائے اعلیٰ کی جانب سدھارنے والی شخصیت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم نئی دہلی کی دعوت وتبلیغ کے مشن اور اِس کارِ خیر میں اُن کی شبانہ روز لگن، دِن دوگنی، رات چوگنی مشغولیات، کہ دنیا میں کہیں جوار بھاٹے آئے، 9/11 کی چپیٹ میں آکر عالمی نظام حکومت کی اتھل پتھل، یا اس کے بعد آئے سونامی طوفان کی جان لیوا کٹھن گرج کے طوفان اور بھونچال کہ اِن تمام حادثات اور سانحات نے دنیا کے صرف عام لوگوں ہی کو نہیں، بلکہ دورِ حاضر میں خود کو ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ '' کہلانے والوں کو بھی اپنی جان کی خیر منانے اور دو چار گھڑی کی زندگی کی مزید رمق کی بھیک مانگنے کے لیے سہارا رکھنے پر مجبور کر دیا۔ مذکورہ سونامیوں نے بڑے بڑے نظام فیل کر دیئے۔ مگر بنگلہ والی مسجد اور اُس سے ملحقہ گھاس پھونس کی پتیوں سے بنی مسجدوں میں بھی چھ نمبر کی رٹ لگانے والے، ثناء اور سورۂ فاتحہ کے الفاظ کا رٹا لگانے

والے ساٹھ سالہ ضعیف بزرگوں، ہارٹ پیشنٹ اور ڈائبٹیز جیسے مہلک امراض کے حملوں سے متأثر خواندہ وناخواندہ لوگوں کی نقل وحرکت پر کہیں کوئی اثر بالکل نہیں پڑا، گویا کہ دنیا کے بڑے بڑے آندھی طوفان بھی بنگلہ والی مسجد کے رِوایتی کام میں خلل انداز نہ ہو سکے۔ کیونکہ اِن اہل اللہ کی نگاہوں میں یہ نظامِ عالم، برطانیہ، روس اور امریکہ کی حکومتوں کی مہربانیوں، اُن کے سائنسی نظام اور میزائیلوں کے طفیل نہیں بلکہ اُن اللہ والوں کی ایک ضرب ''اِلَّا اللّٰہ '' پر ٹکا ہوا ہے، جو دیکھنے کے لحاظ سے نہایت پراگندہ، مگر اُن کی نورانی شکلوں کو دیکھ کر اِیمان تازہ ہوا جاتا ہے، اسی زمرۂ صالحہ کے طفیل ہی یہ دنیا باقی ہے ورنہ جس وقت اِس روئے زمین پر اللہ کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں رہے گا، یہ سارا نظام اچھا خاصا چلتا چلاتا، آناً فاناً فیل ہو جائے گا، اسی کا نام قیامت ہے۔

چونکہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ نے آنکھیں کھول کر اپنے گھر کے بزرگوں، ہم عمروں اور اپنے مربیوں کو اِسی کلمہ ونماز کی محنت میں لگا دیکھا، لہٰذا اُن کے دِل کے صاف وشفاف معصوم آئینے نے اسی عکسِ جمیل کو اپنے اندر پیوست کر لیا اور طالبِ علمی کے دور ہی سے فارغ ہو کر وہ بھی اپنے اکابر کے ساتھ اِس کشتی کو کھینچنے میں شبانہ روز مصروف ہوگئے، آپ بچپن ہی سے اپنے خاندان کے دوسرے بزرگوں کی طرح نہایت متقی، پرہیزگار، کم گو، عبادت گزار، شب بیدار اور اُن جیسے دِیگر اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے، اِسی لیے فراغت کے فوراً بعد اپنے نانا حضرت شیخ الحدیثؒ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت سے مشرف ہو کر علمِ ظاہری کے ساتھ علومِ باطنیہ کی تکمیل کی طرف متوجہ بھی ہو گئے۔

حالانکہ تقویٰ وطہارت کے ساتھ سلوک وتصوّف آپ کی گھٹی میں روزِ اوّل ہی سے پڑا ہوا تھا، جیسا کہ جو لوگ اُن کے والدِ محترم سابق امیر عالمی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی صاحبؒ سے واقف ہیں اُن کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ حضرتؒ کو تصوّف کے چاروں سلسلوں میں بیعت و اِرشاد کی اِجازت تھی۔ باغپت کے ایک بزرگ حافظ محمد یوسف صاحب ٹانڈہ والوں نے ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ حضرت مولانا انعام الحسنؒ کا سلوک وتصوّف میں کتنا اعلیٰ مقام ہے کہ اُس کے لیے کشمیر کے ایک صاحبِ نسبت بزرگ

نے بتایا کہ ایک بار مجھ کو یہ سوجھی کہ میں عہدِ حاضر کے مشائخ اور مرشدوں کے روحانی مقام کا پتہ لگاؤں، میں نے مراقبہ کیا اور اپنے وقت کے کئی اکابر کا مقام جان لیا، مگر جب میں مولانا انعام الحسنؒ اور تبلیغی حضرات کے لیے مراقبہ میں بیٹھا تو کافی اُوپر تک چلا گیا مگر ان حضرات کے مقام تک میری رسائی نہ ہوسکی، لہٰذا اُن کے تربیت یافتہ فرزندارجمند پر اگر یہ کہاوت چسپاں نہ ہوسکے تو پھر کیا کس پر ہوسکے؟ یعنی مچھلی کے جائے کَن تیرائے؟

اس کے باوجود مولانا زبیر الحسن صاحبؒ نہایت سادہ مزاج، اپنے والد کی طرح نہایت حلیم الطبع، کم گو، کہ عام آدمی تو شاید اُن کے ''عین قاف'' سے مبرا رہنے پر اُن کو عالم بھی نہ گردان سکے، مگر ''قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری''، اور یہ تمام اُمور اُن میں اپنے والدؒ کے ساتھ ساتھ اپنے نانا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے فیضان کا ثمرہ تھے۔

اِنسان کی اصل خوبی اور علم کا اندازہ اُس کی ذات پر اِمتحانات کی گھڑی کے وقت پر لگایا جاسکتا ہے جیسا کہ عربی مقولہ ہے ''عند الامتحان یکرم الرجل أو یهان''، مگر مولانا مرحوم پر جب آزمائش کی سخت گھڑی آئی تو اُس وقت بھی اُن کے قدم حلم اور برداشت سے نہ ڈگمگائے اور آپ نے ثابت قدمی کا بھرپور مظاہرہ کیا، جیسا کہ ۱۹۹۵ء میں حضرت جی مولانا محمد انعام الحسنؒ کی وفات کے بعد مرکز کے ذمّہ داران نے فوراً ہی عالمی امارت کی ذمّہ داری کا بار آپ کے کاندھوں پر رکھنا چاہا، اربابِ حل وعقد کے اِس متفقہ فیصلہ کو اہلِ میوات کے کچھ بھائیوں نے حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ کے بجائے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے پڑپوتے اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے پوتے حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ کو امیر بنانے کی رائے دِی، ورنہ بشکلِ دیگر مرکز کے اِحاطے ہی میں اِختلافِ عام کا خم بھی ٹھونک دِیا، جس پر اہلِ علم وذمّہ داران کے مابین یہ بات طے ہوئی کہ اب اِس کام کی لغت سے لفظ امیر کاٹ کر اُس کی جگہ شوریٰ کا قیام عمل میں لایا جائے، چنانچہ اِس قضیہ کو سلجھاتے ہوئے اہلِ بصیرت ذمّہ داران نے ایک شوریٰ (مشورہ کمیٹی) تشکیل دِی، جس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن، حضرت مولانا محمد سعد اور حضرت مولانا

محمد اظہار الحسن کو منتخب کیا گیا، غور کیجیے ایک طرف تو شفیق باپ کا سایہ اُٹھ جانے کا تازہ غم، دوسری جانب امارت میں فوری طور پر اِختلاف، مگر حضرت مرحوم نے اپنے اسلاف واکابر کا نمونہ پیش کرتے ہوئے ایسا صبر کا گھونٹ پیا کہ ۱۹/سال کے طویل عرصے میں کسی خاص یا عام نے آپ کی زبان پر اِس واقعہ کا کبھی کوئی تذکرہ بھی نہیں سنا اور اِس لِلّٰہ فی اللہ کام میں ہمارے دونوں بزرگوں یعنی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن اور حضرت مولانا محمد سعد بڑی خوش اسلوبی اور اِتفاق واِتحاد کے ساتھ اِس طرح نبھاتے رہے کہ کبھی اِنتظامی اُمور میں باہمی تکرار وگفت وشنید کی نوبت بھی نہیں آئی، ورنہ شیطان نے تو اپنے شر کی تخم ریزی کی یہاں بھی کوشش کر دِی تھی، ایک معتمد شخص نے نقل کیا کہ اگر کبھی کوئی خاص سے خاص آدمی بھی اِس واقعہ یا مرکز کے اِنتظامی اُمور میں آپ کی ہمدردی جتا کر اِس واقعہ کا ذِکر کرتا تو آپ ہمیشہ یہ کہہ کر اُس کو صدا کے لیے خاموش کر دیتے کہ چھوڑیئے! میں یہاں وہ حالات پیدا ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا، جو دیگر مقامات پر دیکھتا ہوں، آپ کی دور بینی اور صبر ہی کی بات تھی، ورنہ آج دیوبند کے ۲/دارالعلوم، سہارنپور کے ۲/مظاہر علوم اور ملک میں دوجمعیتوں سے کون باشعور واقف نہیں؟ تو خدانخواستہ اگر یہی نوبت عالمی تبلیغی جماعت میں بھی آجاتی تو کوئی آسمان نہیں ٹوٹ جاتا، مگر ہاں! مولوی محمد زبیر الحسن مرحوم کے اسلاف اور مولانا محمد انعام الحسن کے بزرگوں کے نام پر ضرور داغ لگ جاتا، چونکہ موصوف کی تمام زندگی خدا اور رسول ﷺ کے احکام کو زندہ کرنے، اُنہی کی تلقین وتعلیم میں گزری، لہٰذا حضرتؒ نے اِسی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سچے مؤمنوں کے اخلاق وشیوہ کی تشریح کر دِی، جیسا کہ ارشادِ باری ہے ''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' (الحشر۹)۔

چونکہ حضرتؒ کا اوڑھنا بچھونا کارِ نبوّت ودعوت تھا، جس کی بنیاد عشقِ نبوی ﷺ پر ٹکی ہے، اِس لیے آپ اپنے اسلاف کی طرح شہرِ مدینہ کے قیام کے بے حد مشتاق تھے، جیسا کہ طبیعت خراب ہونے کی حالت میں سعودی عرب کی حکومت کے ذمّہ داران نے آپ کو جدہ کے ہائی فائی اسپتال میں شاہی اِخراجات پر علاج کے لیے تشریف لانے کی پیش کش کی، تو

آپ نے بجائے جدّہ کے نبی پاک ﷺ کے قدموں میں مابقیہ زندگی گزارنے یعنی مدینہ منوّرہ کی زیارت اور وہاں کے قیام کی خواہش کا اِظہار فرمایا۔لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا۔

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ
بسا آرزو کہ خاک شدہ

ایک عربی عالم کے حوالہ سے یہ واقعہ بھی قابلِ نقل ہے، جیسا کہ برادرِ عزیز مفتی ذکاوت حسین سلمہٗ (مفتی مدرسہ امینیہ، کشمیری گیٹ، دہلی) کو اُن کے ایک رفیقِ خاص مفتی صاحب نے بتایا، جو کہ حضرتؒ سے کافی قریب رہے ہیں، کہ ایک عرب عالم کو خواب میں حضور ﷺ کی زِیارتِ مبارکہ کا شرف حاصل ہوا، جس میں حضور ﷺ کے روبرو اُنہوں نے مولانا محمد زبیر الحسنؒ کے شوقِ مدینہ کی بات رکھی، تو جواب میں رحمۃ للعٰلمین ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ۱۸؍روز اور صبر کریں کہ اسی حساب سے اٹھارویں دِن آپ کو ملائے اعلیٰ کی طرف سے پیغامِ اجل آگیا، جس پر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور سب نے اسی قولِ خداوندی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرلیا ''اِنَّ أَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَاءَ لَا یُؤَخَّرَ'' (نوح ۴) اللہ کا مقرر کردہ وقت جب آجاتا ہے تو ٹالا نہیں جاسکتا۔ (بشکریہ روزنامہ عزیز الہند ۲۴؍مارچ ۲۰۱۴ء)

یہ خیال غلط ہے کہ ملک و مال ہاتھ میں آجانے سے اِسلام چمکے گا، ملک و مال والے تو اِسلام کو زندہ درگور کررہے ہیں۔آج جن کے ہاتھوں میں حکومت اور اس کے خزانے ہیں وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے نمائندے نہیں ہیں بلکہ قیصر و کسریٰ اور شداد و قارون کے نمائندے ہیں، اُن سے حیاتِ اسلامی کی توقع بالکل غلط ہے، اُن کے ہاتھوں اِسلام کا جو حال ہے اُس کو دیکھ کر تو دِل کہتا ہے ''انی یحیی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا''۔(اللہ اس مردے میں کیسے جان ڈالے گا)۔

اِسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے آج بھی قربانیوں سے چمکے گا۔ اِسلام کے لیے اگر قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں چمکتا ہے اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں مٹ جاتا ہے۔ (حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ملک کی تعمیر میں حضرتؒ کا کردار

مفتی اطہر شمسی مظاہری، بھارت

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء کو اِنتقال ہوگیا۔اللہ اُن کو غریقِ رحمت فرمائے، حضرتؒ کی زندگی اور پیغام کو ہمیں ایک نئے زاویے سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ہم حضرت موصوفؒ جیسی عبقری شخصیات اور اُن کے پیغام کو ایک خاص طبقہ یعنی مسلمانوں تک محدود کرلیتے ہیں۔ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت موصوفؒ صرف مسلمانوں ہی کے ایک ہیرو تھے اور بس۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ صرف مسلمانوں کے ایک ہیرو نہیں تھے بلکہ تمام ملک کے لیے ایک قیمتی ترین سرمایہ کی حیثیت رکھتے تھے، سچ تو یہ ہے کہ وہ پورے ملک کے لیے ایک رہنما تھے۔اگر اِصطلاحی معنوں میں نہ لیا جائے تو یہ کہنے میں مجھے ذرا بھی تأمل نہیں کہ وہ ایک ''بھارت رتن'' تھے، بلکہ اِس سے کہیں زیادہ۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے نہ صرف یہ کہ دینِ اسلام کی خدمات انجام دیں، بلکہ اُن کی خدمات کا دائرہ پورے ملک اور بیرونِ ملک تک وسیع ہے۔تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام ہے ''Tabligh Movement: An Indirect line to terrorism''۔یعنی ''تبلیغی جماعت دہشت گردی کی ایک بالواسطہ راہ''۔لیکن حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی حیاتِ مبارکہ سے تبلیغی جماعت کا جو تصوّر اُبھر کر سامنے آتا ہے، اگر مصنفِ کتاب اس کا سنجیدہ مطالعہ کرے تو وہ اپنی کتاب کی تردِید کے لیے ایک نئی کتاب لکھنے کے لیے مجبور ہوگا، جس کا عنوان کچھ اِس طرح ہوگا: ''Tabligh Movement: An Indirect line to nation building''۔ یعنی ''تبلیغی جماعت تعمیرِ ملک کی بالواسطہ راہ''۔

کسی ملک کی تعمیر میں تعلیم اور شعور سازی کا عمل بنیادی اہمیت کا حامل ہے، تعلیم وشعور

نہیں تو سرے سے تعمیرِ ملک ہی نہیں۔ ملک کی تعمیر میں تعلیم کی اِس بنیادی اہمیت کو خود گاندھی جی بھی پوری طرح سمجھنے سے قاصر رہے۔ چنانچہ اِس حقیقت کا اندازہ اُن کے اِس قول سے ہوتا ہے کہ میرے ملک کے لوگ ان پڑھ تو ہیں مگر اشکشت نہیں۔ چنانچہ مہاتما گاندھی اپنی تمام تر سیاسی و تعلیمی خدمات کے باوجود بھی ملک کی وہ تعلیمی خدمت انجام نہیں دے سکے جس کی وہ اہلیت رکھتے تھے۔ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تر زندگی ملک کے اِسی خلا کو پُر کرنے کے لیے وقف کر دِی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کے لیے رسمی ذرائع تعلیم (Formal means of education) اپنانے کے بجائے غیر رسمی ذرائع تعلیم (Informal means of education) کو اِختیار کیا، چنانچہ اُنہوں نے مدرسے، اِسکول، کالج اور یونیورسٹی کھولنے کے بجائے اُس طبقہ کو نشانہ بنایا، جس کی پہنچ اِن اِداروں تک نہیں ہوسکتی تھی۔ آپ علیہ الرحمہ نے تبلیغی جماعت کے ذریعے ملک کے ایک بہت بڑے طبقے کو تعلیم یافتہ اور باشعور بنایا۔ چنانچہ اُن کے ''اسکول آف تبلیغی جماعت'' میں لاکھوں لوگوں نے اِیمان، عملِ صالح، سنجیدگی، دِیانت داری، مثبت سوچ، صبر اور اعلیٰ روحانی اقدار کی تعلیم حاصل کی۔ یہ گویا کہ ''No awarded degree'' کی نوعیت کا ایک کورس تھا جسے بے شمار لوگوں نے پورا کیا۔ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ گویا ایک چلتی پھرتی یونیورسٹی کے ''وی سی'' تھے، جس کے لاتعداد طلباء کو کبھی رجسٹر نہیں کیا گیا۔ اس یونیورسٹی کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں محض کتابی تعلیم سے زیادہ ''Personal Communication'' کے ذریعہ تعلیم پر زور دِیا گیا۔ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ تعلیم کو تدریس کے بجائے ایک ''Applied Science'' یعنی تجربہ کی ایک چیز سمجھتے تھے، چنانچہ آپ کا خیال تھا کہ ہمیں صرف کتابیں پڑھنے تک محدود نہیں رہنا چاہیے، بلکہ آپ ''Learning by doing'' یعنی عمل کر کے سیکھنے کے قائل تھے، آپ تبلیغی جماعت میں ہمیشہ اِس طریقِ کار کے ایک اعلیٰ معلم بنے رہے۔ ملک میں جرائم کا گراف مسلسل بڑھتا جا رہا ہے، ریپ،

ڈکیتی، کرپشن اِس ملک میں ایک عام بات ہے۔ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کی کوششوں سے لاتعداد لوگ اپنی مجرمانہ زندگی کو چھوڑ کر تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوگئے۔ چنانچہ وہ ملک کی مین اسٹریم کا ایک حصہ بن گئے اور ملک میں روحانی اقدار کے مبلغ بن گئے۔ اِس طرح سے حضرتؒ کی کوششوں سے نہ صرف یہ کہ ملک کا کرائم گراف کم ہوا، بلکہ ملک کے مجرم روحانی اقدار کے حامل بن گئے۔ ذہنی اِرتقاء کا یہ زبردست کام ملک کی تمام عدالتیں، تفتیشی ایجنسیاں، پولیس اور دِیگر محکمے بھی انجام نہ دے سکے۔ بدعنوانی مخالف مہم کے نام پر پچھلے دِنوں ملک میں وہ منظر پیدا ہوا کہ ''زمین شش شد و آسماں ہشت شد'' مگر اِس کے باوجود بھی ملک سے بدعنوانی ایک فیصد بھی کم نہ ہوئی۔ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے اِس محاذ پر بھی نہایت اہم کردار ادا کیا، آپ کی سعی سے بہت سارے لوگ جو آخری حد تک بدعنوانی، بد دِیانتی میں ملوّث تھے، تبلیغی جماعت سے منسلک ہوگئے اور پھر ایسے دِیانت دار ہوئے کہ اُن کی دِیانت داری کی مثالیں دِی جانے لگیں، فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر جب پورا ملک نفرتوں و تشدّد کی آگ میں جل رہا تھا آپ نے صرف دو چیزوں کی تعلیم دِی ''صبر'' اور ''دعاء''۔

آپ نے ان فسادات پر سیاسی لیڈروں کی طرح کبھی نفرت انگیز تقریریں نہیں کیں، بلکہ ہمیشہ ایسے موقع پر دعاء کی تلقین کی۔ اِس طرح سے آپ نے ایک طرف تو ملک کے ''لاء اینڈ آرڈر'' کو سپورٹ کیا، دوسری طرف آپ نے ملک کو نفرت کے ماحول میں بھی روحانیت کا دامن نہ چھوڑنے کی تلقین کی۔

مولانا زبیر الحسنؒ معاشرہ سے لایعنی رسوم و رواج کو ختم کرنے کے لیے کمر بستہ تھے۔ چنانچہ آپ اِس بات کی ترغیب دیتے کہ شادی، بیاہ جیسی ذمہ داریاں نہایت سادگی سے ادا کی جائیں، آپ نے لاتعداد نکاح تبلیغی اِجتماعات میں پڑھائے، اِس طرح آپ نے ملک کے بہت سارے قیمتی وسائل کو ضیاع سے بچایا اور اُنہیں تعمیری سرگرمیوں کی طرف موڑ دِیا، آپ نے ہمیشہ اپنے سادہ الفاظ میں جس فارمولہ کی تعلیم دِی وہ یہ تھا کہ ''Simple

Living, high thinking ’’یعنی سادہ زندگی، اعلیٰ فکر۔

مولانا زبیر الحسنؒ نے ملک کی عزت وشہرت میں بھی بے پناہ اضافہ کیا، آپ نے متعدد ممالک کا دورہ کر کے وہاں دینِ اسلام کی امن ومحبت کی تعلیمات کو عام کیا، اس سے دنیا میں ملک کی تصویر ’’ایک امن پسند قوم اور محبت کا ایک گہوارہ‘‘ کے روپ میں قائم ہوئی، آپ نے ملک کی روحانی اقدار کو آگے بڑھانے میں اہم رول ادا کیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ ممالک جن سے سرحدی کشاکشی سمجھی جاتی ہے، وہاں بھی لوگ حضرتؒ سے والہانہ تعلق رکھنے اور مرکز نظام الدین کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ شاہد آفریدی، سعید انور، جنید جمشید جیسے لوگوں کے نام بطورِ نمونہ لیے جاسکتے ہیں۔ بیرونِ ملک ایسے افراد کی بھاری موجودگی کا ہی نتیجہ ہے کہ متعدّد مواقع پر ہمارا ملک جنگ اور جارحانہ حملوں سے محفوظ رہا۔

حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، بلکہ پورے ملک کے لیے ایک قیمتی سرمایہ کی حیثیت رکھتے تھے، حضرتؒ کی زندگی میں بہت سارے ایسے پہلو موجود ہیں جو اُنہیں ملک کا ایک مشترک روحانی رہنما ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ پورے ملک کے لیے ایک لمحۂ امتحان ہے۔ اللہ اس لمحۂ امتحان میں ہمیں ثابت قدم رکھے۔ (بشکریہ روزنامہ عزیز الہند ۲۳؍ مارچ ۲۰۱۴ء)

جو لوگ اِخلاص کے ساتھ قربانیاں دیں گے، اُن کی طرف ملک ومال والے ایک دن خود رجوع ہوں گے، وہ وقت بڑی آزمائش کا ہوگا، اگر نظر اُن کی حکومت اور دولت پر ہوگی اور یہ سمجھا گیا کہ اب اُن کی دولت اور حکومت سے دِین کا کام چلے گا تو یہ سب کیا دھرا برباد ہوجائے گا اور اگر اُن کے ملک ومال سے نظر ہٹا کے اُن کو بھی قربانی کے راستہ پر لگایا گیا تو اُن سے بھی بڑے آجائیں گے، اُن کے ساتھ بھی یہی کرنا ہوگا یہاں تک کہ حکومتوں کے صدور اور وزرائے اعظم آئیں گے اُن کو بھی اِسی راستہ پر لگانا ہوگا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دعوت وقربانی کا راستہ ہے ملک ومال کا راستہ نہیں ہے۔

(حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کا سانحۂ اِرتحال

مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری

مدیر ماہنامہ ندائے شاہی، مرادآباد

ملک کے معروف عالم اور تحریکِ دعوت وتبلیغ (مرکز نظام الدین) کے اہم ستون اور مرکزی شوریٰ کے ذمہ دار حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ گزشتہ ۱۶؍ جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء بروزِ منگل دوپہر بارہ بجے دہلی کے ایک اسپتال میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

موصوف بڑے معاملہ فہم، معتدل مزاج اور بابصیرت شخصیت کے مالک تھے، بردباری اور کم گوئی آپ کا خاص وصف تھا، آپ نے تبلیغی جماعت کے اِستحکام اور اُس کی ترقی کے لیے پوری زندگی وقف کردی تھی، شروع ہی سے آپ اپنے عظیم والد حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے دست وبازو بنے رہے اور ۱۹۹۵ء میں حضرت جیؒ کی وفات کے بعد آپ نے جماعت کو متحد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا، تبلیغی اِجتماعات میں آخری دعا اور جماعتوں کی روانگی کے وقت ضروری ہدایات دینے کی ذمہ داری آپ کے سپرد رہی۔

تحریکِ دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریوں کے ساتھ آپ نے اخیر تک تعلیمی مشغلہ بھی برقرار رکھا، چنانچہ مدرسہ کاشف العلوم (نظام الدین) میں آپ نے تقریباً بیس سال تک بخاری شریف کا درس دِیا، جو آپ کے علمی شغف کی دلیل ہے۔ آپ اپنے معمولات اور اوراد و وظائف کے بڑے پابند تھے، نیز قرآنِ کریم کی تلاوت سے بڑی دِلچسپی رکھتے تھے، غیر معمولی جسامت کے باوجود آپ کی مصروفیات کا تسلسل اور دِین کی سربلندی کے لیے ملک و بیرونِ ملک کے تقاضوں پر اسفار آپ کی بلند ہمتی کی دلیل تھی۔

عرصہ سے آپ مختلف قسم کے عوارض میں مبتلا تھے، لیکن اخیر میں گردوں کی تکلیف کی بنا پر آپ کو اسپتال میں داخل کیا گیا، بالآخر ڈاکٹروں کی ہزار کوششوں کے باوجود وقتِ موعود آ پہنچا اور آپ نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی، وفات کی خبر تھوڑی ہی دیر میں پورے عالم میں پھیل گئی اور تعزیت کرنے والوں کے ہجوم سے نظام الدین کے گلی کوچے تنگ پڑنے لگے، نظام کو برقرار رکھنے کی خاطر مرکز کے اندر ہی ایک ہال میں بعد نمازِ عشاء حضرت مولانا محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مرکز کے احاطے ہی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی، رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ رَحْمَةً وَّاسِعَةً ۔(صحیح یہ ہے کہ مرکز نظام الدین (دہلی) سے باہر طویل اور وسیع سڑک پر نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ از مؤلف)

مؤرخہ ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروزِ بدھ بعد نمازِ مغرب مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ کی وفاتِ حسرتِ آیات پر مدرسہ شاہی کی طرف سے مدنی مسجد دارالطلباء لال باغ میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، جس میں ذمہ دارانِ ادارہ، اساتذہ کرام اور طلباء عزیز کے علاوہ اہلِ شہر نے بھی اچھی خاصی تعداد میں شرکت کی، شروع میں سب حاضرین نے ایصالِ ثواب کی نیت سے قرآن کریم کی تلاوت کی، اُس کے بعد مولانا سیّد اشہد رشیدی صاحب مہتمم مدرسہ شاہی نے حضرت مرحوم کے اوصاف وکمالات حاضرین کے سامنے رکھے، بالخصوص طلباء عزیز کو حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کے اوصاف اپنانے کی تلقین کی اور فرمایا کہ مولانا مرحوم میں بہت خوبیاں تھیں طلباء عزیز اُن کو مشعلِ راہ بنا کر اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کریں، آخر میں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

آپ کی وفات پر پورے عالم میں غم کا اظہار کیا گیا اور ابھی تک ملک وبیرونِ ملک سے تعزیت کرنے والوں کا تانتا مسلسل بندھا ہوا ہے اور جابجا تعزیتی اجلاسوں اور ایصالِ ثواب کا تسلسل جاری ہے۔ قارئین سے بھی اپیل ہے کہ وہ اپنی حد تک ایصالِ ثواب کا زیادہ سے زیادہ اہتمام فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم کے درجات بلند فرمائیں۔ اُمت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازیں۔ آمین

(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد بھارت، اپریل ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحۂ اِرتحال

مولانا شمس الحق ندوی
مدیر پندرہ روزہ تعمیرِ حیات، لکھنؤ

خاندانِ کاندھلہ کی عظیم المرتبت ہستی اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے بعد تبلیغی جماعت کے سرکردہ رہنماؤں میں سے ایک اہم اور فعال رہنماء مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا دہلی میں ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بروزِ منگل دِن کے ۱۱/ بجے اِنتقال ہوگیا، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اُن کے حادثۂ وفات سے دعوت وتبلیغ کے عالمی کام کا جو دِینی وروحانی خسارہ ہوا وہ ناقابلِ تلافی نقصان ہے، مولانا مرحوم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے نواسہ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے فرزند تھے اور اِن دونوں شخصیتوں کے زیرِ تربیت پروان چڑھے اور اُن کو اِن دونوں بزرگوں اور مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے اجازت وخلافت حاصل تھی، وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تبلیغی اِجتماعات کے موقعوں پر متعدد بار تشریف لائے اور پر اثر دعا بھی کرائی، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد اُن کا حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے تعلق بہت بڑھ گیا تھا اور خطوط کے ذریعے وہ اپنے احوال سے بھی حضرت مولاناؒ کو مطلع کرتے، حضرت مولاناؒ کو بھی اُن سے بڑا تعلق تھا، مولانا مرحوم پورے عالم میں پھیلے ہوئے تبلیغی کام کی وجہ سے اُس کے حلقہ میں بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے اِنتقال کے بعد اُنہوں نے اُن کے جانشین، ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ حضرت مولانا سیّد

محمد رابع حسنی ندوی مدظلۂ کے ساتھ عقیدت و محبت کا تعلق رکھا۔ وہ اپنے اعذار و امراض کے باوجود دعوتی وتبلیغی مقاصد کے پیشِ نظر ملک و بیرونِ ملک کے بڑے بڑے اِجتماعات میں جسم کے بھاری پن کی معذوری کے باوجود شریکِ سفر ہوتے اور ہر ایک سال کے وقفے سے حج کے سفر میں دعوت کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر اِس کام کو تقویت پہنچاتے۔ اُن کی وفات ایک بڑے دِینی خسارہ کا باعث ہے کہ اُس پر صرف اُن کے اہلِ خاندان اور مرکزِ دعوت وتبلیغ، نظام الدین ہی تعزیت کا مستحق نہیں ہے، بلکہ تمام دِینی، دعوتی اور اِسلامی اِدارے جن کے لیے اُن کی دعائیں وقف تھیں، تعزیت کے مستحق ہیں۔

مولاناؒ نے تعلیمی مراحل جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور میں ۱۹۷۱ء میں طے کیے۔ پھر مرکز نظام الدین کے دعوتی کام اور وہاں کے مدرسہ کاشف العلوم میں اُستاذِ حدیث کے طور پر خدمت انجام دینے لگے، اِس طرح سال ہا سال حدیث کا درس اُنہوں نے دِیا اور آخر تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی دِینی، دعوتی اور علمی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اُن کے درجات کو خوب بلند فرما کر انبیاء، صدیقین وصلحاء کے ساتھ حشر فرمائے اور اُمت کو اُن کا نعم البدل عطا کرے، آمین

ملک بھر سے اور دنیا کے مختلف مقامات سے فوری طور پر اہلِ تعلق نے نمازِ جنازہ وتدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی، ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی مدظلۂ کا مکتوب جو اُن کے رفیقِ امارت مولانا محمد سعد کاندھلوی، ارکانِ شوریٰ اور مولانا مرحوم کے پسماندگان کے نام تھا، مولوی محمود حسن حسنی ندوی (نائب مدیر پندرہ روزہ تعمیرِ حیات لکھنؤ) اور مولوی سید محمد یوسف حسینی لے کر گئے اور جنازہ وتدفین میں بھی شرکت کی، اور پھر اگلے روز خود حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء مدظلۂ، معتمدِ تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا سیّد محمد واضح رشید حسنی ندوی اور اُن کے ہمراہ جناب شاہد حسین، مولوی سیّد سحبان ثاقب ندوی اور حافظ مصباح الدین سلمہٗ تعزیت کے لیے مرکز نظام الدین دہلی گئے۔

موت وہ حقیقت ہے جس سے اِنسانیت کے رہبرِ کامل ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی غنی ذات نے مستثنیٰ نہیں فرمایا، خوش نصیب ہیں وہ بندگانِ خدا جو اپنی زندگی مالک کے حکم و رضاء کے مطابق گزار کر سفرِ آخرت پر روانہ ہوں، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال پر عالمی پیمانے پر جس محبت وعقیدت کا مظاہرہ ہوا، یہ اُن کی مقبولیت کی قابلِ رشک علامت ہے، مقبولانِ بارگاہ کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کا تعلق دعوت وتبلیغ کے کام سے اُس کے عہدِ اوّل ہی سے بالکل گھر و خاندان جیسا رہا ہے، جس کا اندازہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مولانا محمد الیاسؒ اور اُن کی دِینی دعوت'' سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، کتاب پر حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ میں اِس تحریک کی پوری روح آ گئی ہے، اس لیے مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حادثہ وفات ایک طرح سے گویا خاندانی حادثہ ہے۔

اِس لیے اِنتقال کی جب خبر آئی تو بعد نمازِ مغرب دار العلوم ندوۃ العلماء کی وسیع وعریض مسجد میں مسجد ندوہ کی اِنتظامیہ کی جانب سے تعزیتی جلسہ ہوا، جس میں حضرت ناظم صاحب مدظلۂ اور جناب مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب نے مولانا مرحوم کی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے طلباء کو اپنی زندگی کو دِینی سانچہ میں ڈھالنے کی تلقین کی۔ جلسہ کی نظامت مولانا عبد السلام ندوی اُستاذ دار العلوم ندوۃ العلماء نے کی اور اس میں دار العلوم کے اساتذہ وطلباء، ندوہ کے کارکنان اور معززینِ شہر نے شرکت کی۔

اِدارہ ''تعمیرِ حیات'' اہلِ خاندان اور تمام کارکنانِ دعوت وتبلیغ کی خدمت میں دِلی تعزیت پیش کرتا ہے اور قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے ؎

آسمان اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

(بشکریہ پندرہ روزہ تعمیرِ حیات، لکھنؤ ۲۵؍مارچ ۲۰۱۴ء)

دِیدہ وَر

مولانا عبدالقیوم حقانی
مدیر ماہنامہ القاسم نوشہرہ

اِصلاح انقلابِ اُمت اور دعوت وتبلیغ کے حوالے سے برصغیر پاک وہند میں جن شخصیتوں نے ہمت شکستہ وافسردہ حال اُمت کو نیا حوصلہ دِیا' ولولۂ ایمان دِیا' تربیت واِصلاح کی ڈگر پر چلایا اور اُمت کی صحیح' بےلوث اور مخلصانہ وداعیانہ قیادت کی ہے، اُن میں ایک اہم ترین نام حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا ہے، وہ اخلاص وللّٰہیت کے پیکر' جامعیت کے مظہر اور بہت ہی مؤثر شخصیت کے حامل تھے، قدرت کے دستِ فیاض نے اُن کے گلدستۂ وجود میں اِس قدر خوبیاں جمع کر دِی تھیں اور ایسے خوش رنگ اور عطر بیز پھولوں سے اُسے سجا دِیا تھا کہ بہت کم ہی اُس کی مثال ملتی ہے۔

وہ رشد وہدایت' اِصلاح واِنقلاب اور دعوت وتبلیغ کی دنیا کے ایسے تاج دار تھے، جن کا مثیل ومقابل اور حریف بننا آسان نہیں تھا، احقر کو بہت سے بزرگوں سے ملنے' قریب سے دیکھنے اور بہت سوں کو پڑھنے کا موقع ملا، لیکن جو اخلاص وللّٰہیت' دعوت وپیغام میں خلوص اور اُن کو تقریر وگفتگو کرتے ہوئے محسوس ہوتا وہ شاید کسی اور سے نہیں ہوا اُن کا اصل موضوع تو ''دعوت وتبلیغ'' ہی تھا، مگر تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ' سیرت' مطالعہ وکتاب الغرض جس موضوع پر بھی گفتگو ہو اور جس نوعیت کی بھی مجلس ہوتی، جس میں وہ ہوتے وہ میرِ مجلس ہوتے، جس بزم میں جاتے، شمعِ بزم بن کر رہتے، اُن کا دِل درد وکسک سے معمور تھا، اُمت پر کہیں کوئی مصیبت آتی تو یہ دِل دردآشنا تڑپ اُٹھتا، پھر اُمت کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اُن کا پورا وجود سرگرمِ عمل ہو جاتا، مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے اور نہ اس کے اِظہار میں کوئی جھجک ہے کہ موصوف کچھ ایسی ہی مختلف مگر عمدہ ترین صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ جن میں بظاہر اگرچہ باہم تضاد سمجھا جاتا ہے اور جن کا ایک شخصیت میں جمع ہونا دشوار ہوتا ہے۔

حضرتؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے ایک عرصہ گزر گیا ہے، لیکن رشد وہدایت' تعلیم وتربیت' تصوف وسلوک' خدمت وہمت اور دعوت وتبلیغ کے میدانوں میں آج بھی قدم قدم پر اُن کی کمی محسوس کی جاتی ہے اور اقبالؒ کا مشہور شعر یاد آتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دِیدہ وَر پیدا

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اندر متضاد اور ایک دوسرے سے بالکل مختلف نوعیت کی صلاحیتیں جمع کر دِی تھیں، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بجا لکھا ہے کہ ''علم اور سیاست کو جمع کرنا، آتش وپُنبہ کو جمع کرنا ہے''۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب واقعی ان گنے چنے لوگوں میں تھے جنہوں نے کتاب وقلم' علم ومطالعہ' وعظ وتبلیغ اور دعوت واِصلاح جیسے کاموں کے درمیان فاصلے سمیٹ دِیے تھے، وہ زندگی بھر' مسلک ومشرب اور اِدارہ وجماعت کی حد بندیوں سے بالاتر ہو کر کلمۂ واحدۃ کی بنیاد پر اِتحادِ اُمت کا پیغام دیتے رہے، جماعتی حلقوں کے علاوہ عامۃ المسلمین میں بھی محبوب تھے، زبان تھی اور مؤثر تقریر اُن کی فطری نہاد تھی، اُن کا علمی مقام' دعوتی درجہ اور تبلیغی مرتبہ بہت اُونچا تھا، مگر کہیں سے بھی اُن میں علمی نخوت اور غرور وپندار کی بو نہیں آتی تھی، وہ حد درجہ متواضع اور خلیق تھے، اُن کے مزاج میں عاجزی واِنکسار اور عبدیت تھی، وہ اسی طرح جھکے رہتے تھے جیسے پھل دار درخت جھکا رہتا ہے، بزرگانہ فضل وتفوق' عالمانہ فضل وکمال اور داعیانہ مرجعیت کے باوجود اُن کی زندگی سادہ اور تکلفات سے عاری تھی، فروغِ علم اور دعوت واِصلاح کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے، وہ طرزِ کہن پر اُڑتے تھے اور نہ ہی تعمیرِ نو سے ڈرتے تھے اور نہ ہی وہ قدیم وجدید میں اُلجھتے تھے، وہ ہمیشہ دعوت واِصلاح' وعظ وتبلیغ اور وحدتِ اُمت کے جذبہ سے سرشار رہتے تھے، وہ صلہ وستائش کی تمنا اور کچھ حاصل کرنے کی آرزو سے بے نیاز ''مردِ مجاہد'' تھے، ایسی شخصیت کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ع

اب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

اُنہوں نے نہایت ہی سرگرم' متحرک اور بامقصد زندگی گزاری اور تادمِ آخر اِصلاح ودعوت اور اِتحادِ اُمت کے لیے خدمات انجام دِیں۔

ضرورت ہے کہ حضرت کی حیات وخدمات اوران کے سوانح وخیالات پر قلم اٹھایا جائے تاکہ آئندہ نسلیں اپنے لیے اُس کو نقشِ راہ بنا سکیں خدا کا شکر ہے کہ جواں سال فاضل، صاحبِ علم وقلم مولانا زین العابدین اِس قرض کو چکانے کی کوشش کر رہے ہیں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ موصوف بہت ہی اعتدال، سلیقہ مندی کے ساتھ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں معلومات تجزیے و تبصرے اورزبان وبیان ہر لحاظ سے اصحابِ ذوق کے لئے ایک بہترین سوغات پیش کر سکتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ سوانح کے اعمالِ صالحہ اور حسنات کو قبول فرمائیں، اُنہوں نے علم وہدایت کے جو چراغ جلائے ہیں، وہ ہمیشہ اپنی روشنی بکھیرتے رہیں، اللہ کریم مؤلف ومرتب کے قلم کو ہمیشہ تازہ دم، رواں دواں اور جواں ہمت رکھے اور اُن کا دائرۂ فیض وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے۔

اب تک ہم سنتے آرہے ہیں کہ دِین کا سیکھنا ہم سب کے لیے بہت ضروری ہے، کیونکہ دِین ہی میں حق تعالیٰ شانہٗ نے دنیا اور آخرت کی کامیابی کا مدار رکھا ہے۔ دنیا و آخرت کی عزت، دنیا وآخرت کی سربلندی وہ دِین ہی میں ملے گی۔ دِین جتنا زندگیوں میں ہوگا، اُتنی ہی ہمیں کامیابی، اُتنی ہی ہمیں عزت ملے گی، جتنا دِین سے دور ہوں گے اور جتنا دِین سے غفلت برتیں گے، اُتنی ہی ناکامی، اُتنی ہی ذلت اور اُتنا ہی خسارہ ہوگا۔ دِین محنت اور قربانی سے آتا ہے اور دِین حضور ﷺ کی زندگی کا نام ہے۔ اللہ جل شانہٗ و عم نوالہٗ نے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے تبلیغ کا آسان راستہ دِین سیکھنے کے لیے مرحمت فرمایا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ راستے میں نکل رہے ہیں، اِس غرض کے واسطے کہ ہماری زندگیوں کا رخ صحیح ہوجاوے اور ہماری زندگی دِینی زندگی بن جاوے، اِس نیت کے ساتھ اپنے گھروں سے، اپنے کاروبار سے، اپنے اپنے مشاغل سے نکلے ہیں۔ خدائے پاک اُن کو کامیاب فرماوے۔

(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا زبیر الحسنؒ

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مدیر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور

دعوت وتبلیغ کی عظیم الشان تحریک اللہ کے ایک مقبول اور مخلص بندے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں اُٹھی، حقیقت تو یہ ہے کہ اِصلاحِ اُمت کی یہ عالمگیر اثرات کی حامل تحریک جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور اور اُس کے اکابر کا فیض ہے، کیونکہ آپ کی اخلاقی، روحانی اور علمی تربیت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ہوئی اور وہ جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور کے صدرِ کل اور سرپرستِ اعلیٰ تھے اور خود حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصے تک جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور میں تدریسی خدمات انجام دِیں اور یہیں سے دعوت وتبلیغ کی تحریک کے سلسلہ میں نظام الدین دہلی میں بنگلہ والی مسجد کو دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا اور پھر یہاں سے پوری دنیا کے لیے اِصلاح و تربیت کا ایسا مبارک کام شروع ہوا، جس سے پورے عالم میں ایک اِنقلاب برپا ہوگیا، بہت سارے بھٹکے ہوئے اِنسانوں کی زندگی راہِ مستقیم پر آگئی۔

بانی تبلیغ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اُن کے صاحبزادے حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ امارت میں اس میں وسعت پیدا ہوئی اور گیرائی بھی، اُن کے اُٹھ جانے کے بعد اُن کے رفیقِ کار ہمہ دم مشیر و جلیس حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کاندھے پر اِس عظیم و وسیع تحریک کی سربراہی کا بوجھ آیا حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کم آمیزی، خاموشی اور یکسوئی کے باوجود جس حسن وخوبی سے اِس ذمّہ داری کو نبھایا یہ بھی حق تعالیٰ کی قدرت وحکمت کا ایک بلیغ نمونہ ہے۔ یہ دونوں حضرات بھی جامعہ مظاہرِعلوم سہارنپور کے مکمل تعلیم یافتہ اور یہاں کے فارغین میں تھے۔

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۹۹۵ء کو وِصال ہوگیا، آپ کے اِنتقال کے بعد اہلِ نظر اہل اللہ اربابِ دانش وبینش نے اِس عظیم الشان تحریک اور دعوتی مشن کو دیکھتے ہوئے تین اہم ذمّہ دارانِ اعلیٰ کی ایک مجلسِ شوریٰ منتخب فرمادِی، ان تین ارکانِ شوریٰ میں ایک بڑی ہی وجیہ علمی وروحانی شخصیت حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفِ رشید اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حفیدِ سعید حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی، افسوس مؤرخہ ۱۸ مارچ ۲۰۱۴ء کو یہ عظیم المرتبت شخصیت پوری دنیا کو داغِ مفارقت دے کر جوارِ رحمت وغفران میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کی علمی و دِینی خدمات کا ایک اہم عنوان اور اُس کی زریں تاریخ کا ایک اہم سرمایہ تھے، اہل اللہ اور اہلِ نظر علماء وبزرگانِ دین کی تعلیم وتربیت نے آپ کے اندر وہ روح پھونک دِی تھی جس کی برکتوں سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورا عالم فیض پاتا رہا اور اِن شاء اللہ آپ کی فیضِ رسانی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ میں سے حضرت مولانا محمد عاقل صاحب اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہما الحمدللہ بقیدِ حیات ہیں، اللہ تعالیٰ اِن حضرات کے سایہ کوتادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

تحصیلِ علوم سے فراغت کے بعد مرکز نظام الدین دہلی میں اپنے والد کی معیت میں دعوت وتبلیغ کے مشن میں شریکِ کار رہے، اُنہیں کی زیرِ تربیت رہ کر علمی اور دعوتی مشاغل میں مصروف ومنہمک ہوئے اور مرکزِ تبلیغ کے تحت قائم مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں مرحلہ وار

تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور اس وقت تک تقریباً بیس سال سے درسِ بخاری شریف کی سعادت سے بہرہ ور تھے۔

دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ کی مساعی والدِ گرامی قدر حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور نانا محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ ہی سے جاری ہوگئی تھیں، چنانچہ اِس سلسلہ کی سب سے پہلی تقریر (چھ نمبر) کے عنوان سے نانا محترمؒ اور والدِ گرامی قدرؒ کی موجودگی میں شروع فرمائی، ان دونوں اکابر نے یہ محسوس کیا کہ ہماری موجودگی میں ان کو جھجک اور تکلف ہوگا، اِس لیے یہ دونوں حضرات وہاں سے اُٹھ کر کچے گھر چلے گئے۔

جامعہ مظاہرِعلوم سہارنپور سے مولانا موصوف کا اِنتہائی قریبی اور نہایت ہمدردانہ تعلق پوری عمر رہا، چونکہ مولانا موصوف اور اُن کا پورا خانوادۂ علمی اِسی اِدارہ کا ہمیشہ مرہونِ منت رہا ہے، خود حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش اور تعلیم وتربیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کے زیرِ سایہ ہی ہوئی ہے، سفر وحضر میں حضرت شیخؒ کی ہمراہی سے آپ سرفراز ہوتے رہے ہیں، موجودہ ذمّہ دارانِ جامعہ مظاہرِعلوم سہارنپور سے اِنتہائی قرب اور عزیز داریوں نے مولانا موصوف کے اِس سانحۂ اِرتحال کو خود جامعہ مظاہرِعلوم سہارنپور کے لیے ایک عظیم سانحہ بنادِیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مولانا موصوف مرحوم کی تمام علمی، دِینی اور دعوتی خدمات کو حسنِ قبول عطا فرمائے اور اپنی شایانِ شان اُن کے ساتھ عفو ومغفرت کا معاملہ فرمائے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، خصوصاً دعوت وتبلیغ کی تحریک میں اِس خلا کو بڑی شدت سے محسوس کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اُمتِ اسلامیہ کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔

(بشکریہ ماہنامہ مظاہرعلوم سہارنپور، اپریل ۲۰۱۴ء جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ)

آہ! حضرت مولانا زبیر الحسن دہلویؒ

مولانا شفیق احمد بستوی، کراچی
فاضل دار العلوم دیوبند

آج سے کوئی ۳۰ رسال پہلے کی بات ہے کہ دہلی کے تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد بستی حضرت نظام الدین اولیاء میں شام کے وقت حاضری ہوئی اور بعد نمازِ مغرب معمول کے مطابق منعقد ہونے والی مجلسِ علم و ذکر میں شرکت بھی ہوئی، جس سے حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ خطاب فرما رہے تھے اور یہ مجلس یومیہ معمول کی مجلس ہوتی تھی۔ اس سے فراغت ہوتے ہی نمازِ عشاء کی ادائیگی ہوئی اور نماز کے بعد ہی اُس عالمی مرکز میں مقیم کچھ شخصیات کی زیارات کا موقع بھی میسر آیا، جن میں سرِفہرست حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی علیہ الرحمۃ ہیں جو کہ مسجد سے ہی متصل عمارت کے غالباً تیسرے فلور کے ایک حجرے میں تشریف فرما ہوتے تھے، مسجد کے صحن میں شمالی سمت میں برآمدہ ہے، جہاں دو مزید ایسی شخصیات کی زیارت و مشاہدہ کا اِتفاق ہوا، جو کہ دونوں ہی بَصْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کا مصداق معلوم ہوتی تھیں۔

طالب علمانہ مزاج کے عین مطابق پہلے ہم نے اِن دونوں بھاری بھرکم وجود کے حامل حضرات کے بارے میں وہاں کے مقیم لوگوں میں سے ایک سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں میں جو عمر رسیدہ شخصیت ہیں وہ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ ہیں اور جو جوان عمر شخصیت ہیں وہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب ہیں جو کہ حضرت جی کے صاحبزادے ہیں، ہم نے چند لمحات کے لیے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ کی خدمت میں حاضری دِی جو کہ احقر کے والد مرحوم کے درسی ساتھی بھی تھے اور اس ملاقات سے قبل چند مرتبہ مادرِ علمی دار العلوم دیوبند

کے سالانہ تبلیغی پروگرام میں زیارت بھی کر چکا تھا اور اب بالمشافہ تعارف کا موقع ملا تھا۔

اس عالمی تبلیغی مرکز میں یہ دو حضرات اپنے ظاہری اور بھاری بدن کی وجہ سے بالکل نمایاں تھے، ہم نے اُس وقت دیکھا کہ مولانا بلیاویؒ وہیل چیئر پر حجرے سے نماز میں تشریف لائے تھے، جب کہ مولانا زبیر الحسنؒ تن و مند جوان تھے اور بالکل صحت مند اور فٹ تھے، بلا کسی سہارے کے چلتے پھرتے نظر آتے تھے، یہ چند سطریں اُنہی کے تذکرہ کے لیے قلمبند کی جا رہی ہیں۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی ثم الدہلویؒ دعوت وتبلیغ کے پلیٹ فارم سے ایک بین الاقوامی شہرت کے حامل شخص تھے، اِس حوالہ سے اُن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، تاہم اُن کی زندگی کے بہت سے گوشے اور اُن کے کئی سوانحی پہلو ایسے ہیں جو بہت سارے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں، چنانچہ عرض ہے کہ وہ تبلیغ کے آخری حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ کے نواسے تھے، حضرت رائے پوری علیہ الرحمۃ کی خانقاہ واقع رائے پور میں لے جا کر آپ کی بسم اللہ کرائی گئی۔

خانقاہ رائے پور میں بسم اللہ کرائے جانے کا مقصد یہ تھا کہ اِس ہونہار بچہ کی جہاں ظاہری تعلیم وتربیت کا آغاز ہو رہا ہے، وہیں صحبتِ اہل اللہ اور باطنی تربیت وتزکیہ کے لیے بھی اس کے ذہن وضمیر کو تیار کیا جا رہا ہے۔

تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا تو اہلِ دل و اہلِ نظر اساتذہ کی توجہات و برکات سے چند سالوں میں حفظِ قرآن کریم کی تکمیل کا مرحلہ بھی آ پہنچا اور معاً بعد اِبتدائی فارسی وعربی کی کتب کا آغاز ہوا، جو درسِ نظامی کے نصاب کی اِبتدائی منزل تھی، جو نہایت خیر وخوبی کے ساتھ عبور ہوئی، تعلیم وتربیت کے تمام مراحل مولانا زبیر الحسن صاحبؒ نے اپنے مشفق ومربی نانا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ وزیرِ نگرانی مکمل کیے، چنانچہ جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور کی روحانی وعلمی فضاؤں میں پروان چڑھتے رہے، یوں تعلیمی سفر کی تکمیل ہوئی۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ نے ایک اچھی اور عُمدہ صلاحیت کے لیے عُمدہ ہی

محنت کی تھی، جملہ علوم وفنون کی کتب پر نہایت موزوں ومناسب دلچسپی ودل جمعی کے ساتھ محنت اور پھر اس محنت کے صلہ میں بہترین دسترس حاصل کی تھی، چنانچہ جامعہ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد آپ اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے پاس دہلی تشریف لے آئے اور تبلیغی مرکز نظام الدین میں واقع مدرسہ کاشف العلوم میں تدریس کا فریضہ انجام دینے لگے، مولاناؒ چونکہ ایک جید اِستعداد کے مالک تھے، اِس لیے از اوّل تا آخر تمام ہی درجات ومراحل کی کتب پوری خوبی کے ساتھ پڑھائیں اور بالآخر بخاری شریف کی تدریس کے مرتبۂ فضیلت تک پہنچے اور گزشتہ بیس سال سے مسلسل بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔

مولاناؒ چونکہ تبلیغی مرکز کے مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اور حضرت جیؒ کے ہی فرزندِ ارجمند تھے اور دوسری طرف تحریکِ دعوت وتبلیغ کے مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ کے نواسے اور تربیت یافتہ تھے، اِس لیے گویا تبلیغ ودعوت کی محنت آپؒ کی گھٹی میں پڑی تھی، چنانچہ تدریسی عمل کے ساتھ ساتھ دعوتی سرگرمیاں اور تبلیغی اسفار آپ کے شبانہ روز مشاغل کا لازمی حصہ تھے، دعوت وتبلیغ کی نسبت سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ نے دنیا کے بہت سارے ملکوں کا متعدد بار سفر کیا اور اِیمان ویقین کی روح پرور صدائیں بنوآدم کے ایک بڑے طبقہ کی سماعتوں تک پوری تن دہی کے ساتھ پہنچائیں، گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان کے مشہور عالمی تبلیغی اجتماع رائے ونڈ کی اِختتامی نشستوں میں آخری گفتگو آپ ہی کی ہوتی تھی اور آپ ہی کی دعا سے اِجتماع اِختتام پذیر ہوتا تھا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ نے علومِ دینیہ ظاہرہ کی تحصیل کے ساتھ اہل اللہ کے ساتھ تعلق اور اُن کی صحبت سے روحانی وباطنی علوم کا اِستفادہ بھی معروف دستور کے مطابق کیا تھا، جس کی منزلیں آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ کی نگرانی وتعلیمات کے مطابق طے کی تھیں، اِس لیے بفضلہٖ تعالیٰ فضیلت کی وہ منزل بھی آپ کو نصیب ہوئی، جب کہ ۳؍ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۰؍فروری ۱۹۷۸ء بروزِ جمعہ مسجدِ نبوی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلافت واِجازت سے

نوازا، روحانی ترقیات کی منزلیں مزید طے ہوتی رہیں اور پھر آپ اپنے والدِ ماجد حضرت جی علیہ الرحمۃ سے وابستہ رہے اور اُن سے بھی اِجازت وخلافت حاصل ہوئی، علومِ معرفت میں مزید ترقی حاصل ہوتی رہی، یہاں تک کہ مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سے بھی خلافت واِجازت حاصل ہوئی، اس طرح جامِ معرفت سے جو مئے آپ کو نصیب ہوئی گویا وہ دوآتشہ نہیں بلکہ سہ آتشہ تھی، جس کی تاثیر دِل پذیر کا اندازہ اہلِ معرفت ہی لگا سکتے ہیں، یہی تو وجہ ہے کہ ہم نے مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے سادہ وسیدھے الفاظ بارہا تبلیغی اجتماعات میں سنے ہیں جو کسی بھی قسم کے تصنّع وتکلّف سے پاک ہوتے تھے مگر دِل پر اثر کرنے والے ہوتے تھے، کیونکہ وہ اہلِ دل کی صحبت سے فیض یافتہ تھے تو اُن کے دِل سے نکلے ہوئے الفاظ سامعین کے قلوب پر یوں اثر انداز ہوتے تھے جیسے کہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوں۔

مولانا زبیر الحسن صاحبؒ ایک طرف جید اِستعداد کے مالک شان دار مدرس تھے، تو دوسری طرف میدانِ دعوت وتبلیغ کے مایہ ناز شہسوار تھے، علمی خوبیوں اور عملی فضائل کی بنا پر ہی آپ حلقہ علماء میں بھی معروف تھے۔ جو کہ مولاناؒ کی عظمت کی بذاتِ خود ایک واضح دلیل ہے۔

آپؒ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی علیہ الرحمۃ کے اِنتقال ۱۰؍محرم ۱۴۱۶ھ مطابق جون ۱۹۹۵ء کے بعد عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی کی تین رکنی مجلسِ شوریٰ کے رکنِ رکین منتخب ہوئے، جس کے بعد حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب مرحوم کی ذمّہ داریوں کا دائرہ مزید وسیع ہوگیا، چنانچہ اِس ذمّہ داری کے بعد مولانا تابقائے حیات مرکز نظام الدین کے دعوتی وتبلیغی اُمور کے سرپرست رہے اور بحسن وخوبی اِس فریضہ کو انجام دیتے رہے، اور اندرون وبیرونِ ملک اجتماعات میں شرکت کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔

اعمال ومجاہدات، سیرت وکردار، اِصلاح واِرشاد، دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت، تدریس و تزکیہ اور دِین واِیمان کی گونا گوں مشغولیات ومساعی سے بھرپور زندگی گزار کر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ ۱۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء کو دارِ فناء سے دارِ بقاء کی طرف کوچ فرماگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت مرحوم بلاشبہ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ کے سچا مصداق تھے، تقریباً ۶۴ر سال کی عمر میں اِس طرح کے بھاری جسم و جثہ والے لوگ عموماً بغیر کسی سہارے کے چلنے پھرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں، لیکن مولانا مرحوم اِس عمر میں بھی عموماً چست نظر آتے تھے، مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے ہزاروں نہیں لاکھوں اہلِ دین واہلِ ایمان لوگوں کو سوگوار چھوڑا ہے جو آپ کے لیے دعائے مغفرت اور رفعِ درجات کے لیے اللہ سے اِلتجائیں کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا مرحوم اپنے پیچھے جو محنت و مشن چھوڑ کر گئے ہیں، جملہ متوسلین ومعتقدین ومحبین واہلِ نسبت کو اُس پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ایسوں کی ضرورت ہے جو روس اور امریکہ کی مادی فضاؤں میں بھی اسی یقین پر جمے رہیں کہ دِین صرف دعوت کے راستہ کی قربانیوں سے اور قربانیوں کے بعد دعاؤں سے چمکے گا اور اس یقین پر دعوت کے راستہ میں قربانیاں دیتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور کن فیکونی شان پر نگاہ رکھتے ہوئے اُمید و یقین کے ساتھ ہدایت کی اور جن کے دِلوں پر مہر لگ چکی ہے اور اُن کی وجہ سے ہدایت کا راستہ رک رہا ہے اُن کی بربادی کی دعائیں کریں۔ پھر ہدایت کے دروازے کھلیں گے یا وہ ہوگا جو شداد اور نمرود اور فرعون وہامان کے ساتھ ہوا۔ (حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

مولانا زبیر احمد صدیقی
مدیر ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد

بستی نظام الدین:

ہندوستان کے تازہ سفر میں ۶ر اپریل ۲۰۱۴ء بروزِ اتوار ہم نظام الدین پہنچے۔ تبلیغی مرکز نظام الدین وہ مقام ہے جہاں سے تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ نے تبلیغ کا کام اُٹھایا تھا۔ یہ مختصر سا مقام ہے، جو مسجد، مدرسہ اور مرکز تینوں شعبہ ہائے دِین کا حسین اِمتزاج ہے۔ مدرسہ بالائی منزل پر واقع ہے۔ مدرسہ کا نام ''جامعہ کاشف العلوم'' ہے۔ باہر کی جانب اُس کا بورڈ آویزاں ہے۔ جب کہ مرکز کی کئی منزلہ عمارت ہے، یہاں دنیا بھر سے جماعتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ اُمت کی ہدایت کا درد لیے ہوئے ایک ایک فرد پر محنت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ تبلیغ کا کام پھیلنے لگا اور پھیلتے پھیلتے دنیا کے کونے کونے تک جا پہنچا۔ جتنا تبلیغ کا کام ہے، مرکز کا حجم اُس سے کہیں چھوٹا محسوس ہوا۔ یہاں انوار و برکات کی بارشوں کا نزول دِن رات جاری رہتا ہے، یہی وہ جگہ ہے، جہاں سے لاکھوں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ اسی جگہ سے ہر سو ٹھنڈی ہوائیں پہنچیں اور اِنسانیت کو پیار و محبت کا درس ملا۔ یہی وہ مقام ہے جس نے رائے ونڈ کو سیراب کیا۔ یہاں پر اہلِ علم ونظر، اہلِ زہد وتقویٰ، اہلِ تزکیہ ومعرفت کی دردمندی، مشورے اور ہدایات اِنسانیت کے لیے جاری رہتے ہیں۔ ہمارے پہنچنے سے قبل شرکائے قافلہ نے یہیں پر حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کے صاحبزادہ مولانا زہیر الحسن صاحب سے اظہارِ تعزیت کیا۔ مسجد کے اِحاطے سے ہٹ کر ایک پہلو میں بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ، اُن کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف دہلویؒ، اُن کے جانشین حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ اور اُن کے جانشین حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ کے مزارات موجود ہیں اور اُن کی قبور کے اِردگرد چھت تک دِیواریں بنادِی گئی ہیں، البتہ قبور والا حصہ کچا بھی ہے اور اس پر چھت بھی نہیں۔

تبلیغی جماعت اور علمائے ہند:

ہندوستان کی تبلیغی جماعت کا علمائے کرام سے رابطہ اور تعلق نسبتاً زیادہ مضبوط ہے۔ یہاں اہلِ مدارس، اہلِ تبلیغ اور مرکز کے منتظمین میں کوئی ذہنی تناؤ نہیں ہے۔ علمائے کرام بھی ان حضرات کی پوری پوری سرپرستی کرتے ہیں۔ دیوبند سے واپسی پر دہلی حاضری ہوئی تو جمعیت علمائے ہند کے سربراہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے معاون خصوصی جناب مولانا فضل الرحمٰن نے بتایا کہ پاکستان سے حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم کو ہندحکومت ایک عرصہ سے ہندوستان آنے کے لیے وِیزا نہیں دے رہی تھی، چنانچہ حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہم نے وزیراعظم ہند سے بات کر کے حضرت حاجی صاحب مدظلہم کا وِیزا لگوایا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ:

رشد وہدایت کی عالمگیر تحریک تبلیغی جماعت کے روحِ رواں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے نواسے اور خلیفۂ مجاز، امیرِ تبلیغ مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے خلف الرشید اور اِجازت یافتہ، معروف عالمِ دین، دردمند ومشفق مصلح، اِنسانیت کے خیرخواہ، پرسوز داعی مولانا زبیر الحسنؒ بحمداللہ نجیب الطرفین تھے علم وتقویٰ کے ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی ماحول میں نشو ونما پائی۔

تعلیم کے ساتھ تبلیغِ دین اور اصلاحِ نفس وتزکیہ کے دِینی شعبوں میں بھی آپ نے بے مثال خدمات سرانجام دِیں۔ تبلیغ کا کام تو آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کے والدِ محترم تبلیغی جماعت کے آخری امیر تھے۔ آپ میں اُمت کی اِصلاح کا درد اور اِنسانیت کی ہدایت کا جذبہ موجزن تھا۔ اِس لیے زندگی بھر تبلیغی وفود کی سرپرستی فرماتے رہے۔ دنیا بھر میں منعقد ہونے والے اِجتماع آپ کی ہدایات اور رقت آمیز دعا پر اِختتام پذیر ہوتے۔ آپ کے بیانات میں حق تعالیٰ نے بلا کی تاثیر رکھی تھی۔ اُن بیانات میں الفاظ کی بجائے معنویت اور معلومات سے زیادہ تاثیر ہوتی۔ بظاہر مخصوص جملوں اور الفاظ کے ساتھ مرکب بیان میں تقریباً وحدت ہوتی، لیکن ہر مقام پر الگ الگ تاثیر محسوس ہوتی۔ تبلیغی وفود کے لیے آپ کی ہدایات راہنما اُصول کا کام دیتیں۔ آپ اپنی ہدایات میں تبلیغی ساتھیوں کو اِخلاص، شفقت، محبت، جہد، زہد اور تقویٰ کی تلقین فرماتے۔ اللہ کے دِین کے لیے ایک ایک دروازہ پر دستک دینے، اہلِ ایمان کو مسجدوں میں لانے، مساجد کو آباد کرنے اور اِنسانیت کو دوزخ سے نجات دِلانے کی بھرپور تلقین فرماتے۔ اہلِ علم واہلِ مدارس کا ادب واحترام، اُن سے دعاؤں کی درخواست اور مشائخ وعلماء کی عظمت کو واضح فرماتے۔ آپ

کے والدِ محترم حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات حسرتِ آیات کے بعد تبلیغی جماعت کا نظام شورائی بنا دِیا گیا۔ چنانچہ آپ، حضرت مولانا محمد سعد دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ پر مشتمل تین رکنی شوریٰ تبلیغی نظام کی سرپرستی کرنے لگی۔ آپ کی مقبولیت کا دائرہ مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے ساتھ غیرمسلموں میں بھی پھیلا ہوا تھا۔ دنیا بھر میں آپ کو مسلمان عقیدت اور محبت کی وجہ سے ''حضرت جی'' کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔

تعلیم وتبلیغ کے ساتھ ساتھ آپ تزکیہ وسلوک کے دِینی شعبہ میں بھی بے مثال خدمات رکھتے تھے۔ آپ کے مزاج میں تبلیغ کے ساتھ ساتھ تزکیہ، احسان وسلوک اور خانقاہی نظام بھی نمایاں تھا۔ آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں لوگوں نے بیعتِ توبہ کر کے معاصی، منکرات اور کفر وشرک ترک کرنے کا عزمِ مصمم کیا۔ آپ برس ہا برس تک عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین، دہلی میں تبلیغ کے ساتھ اِصلاح وسلوک اور ذِکر کی مجالس بھی منعقد کرتے رہے۔

حق تعالیٰ نے آپ کو رسوخِ علمی کے ساتھ زہد وورع اور تقویٰ وطہارت کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔ کثرت کے ساتھ ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن کریم آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ کثرتِ تلاوتِ قرآنِ پاک کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک مجلس میں آپ کے بارے میں حضرت شیخ نے اِرشاد فرمایا ''میرے نواسہ نے رمضان المبارک میں قرآن کریم کے ساٹھ ختم کیے ہیں''۔ آپ کا معمول تھا دِن کو ایک ختم اور رات کو ایک ختم کیا کرتے تھے۔ گویا کہ آپ نے امام شافعیؒ کا معمول زندہ فرمایا۔ اپنے والدِ محترمؒ کو مغرب سے عشاء تک نوافل میں دو پارے سناتے اور بعد از عشاء تراویح میں ڈیڑھ پارہ منزل تلاوت فرماتے۔ رات کو خاندان کی مستورات کو تہجد میں دس پارے سناتے۔ یقیناً یہ مجاہدہ وریاضت آپ ہی کا خاصہ تھا، نیز تقویٰ کے بغیر ان اعمال کا صدور ناممکن ہے۔

آپ کی طبیعت میں ظرافت اور خوش مزاجی نمایاں تھی۔ ہر کسی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے اور ہنس مکھ رہتے۔ مہمان نوازی، سادگی، جذبۂ خدمت، تواضع واِنکساری بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ اپنے اسلاف واکابر کے صحیح جانشین تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ میں اپنے اکابر کی صفات ودِیعت رکھی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ طبیعت میں صبر وشکر غالب تھا۔ آخر عمر میں ذیابیطس کا مرض بڑھ گیا تھا۔ دِیگر اعذار کے ساتھ گردے بھی فیل ہو گئے تھے۔

بایں ہمہ آپ کی شب بیداری اور آہِ سحر گاہی میں کوئی کمی نہ آئی۔ رحمتِ عالم ﷺ کی سنتِ طیبہ پر عمل کرتے ہوئے شب بھر بے قرار رہتے۔ بے چینی کے عالم میں بستر پر اُٹھ کر بیٹھ جاتے، لمبی نماز شروع کر دیتے اور دعائیں کرتے۔ اِس طرح آپ کی رات کٹ جاتی تھی۔ آپ بیک وقت شیخِ طریقت، شیخ الحدیث اور مبلغِ اسلام تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو جامع الصفات بنایا تھا۔ یہی آپ کی خوبی تھی کہ آپ دِین کے تمام شعبوں سے متعلق رہے۔ یہی الحمد اللہ ہمارے اکابر کا مزاج تھا۔

مورخہ ۱۸ مارچ ۲۰۱۴ء کو دِن بارہ بجے طویل علالت کے بعد راہی اجل ہوگئے۔ اِنَّـا لِلّٰـہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا رائے پوری سلسلہ سے تعلق کا عالم یہ ہے کہ آپ کو بسم اللہ بھی حضرت رائے پوریؒ نے پڑھائی اور آپ کی نمازِ جنازہ بھی مولانا افتخار الحسن خلیفہ حضرت رائے پوریؒ نے پڑھائی۔ آپ کو اپنے اکابر کے ہمراہ عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین، دہلی ہی میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور والد مولانا محمد انعام الحسنؒ کے ہمراہ دفن کیا گیا۔

ایک پراپیگنڈے کا جواب:

بعض اہلِ ہوا ان بزرگوں کی قبور کو مسجد کا حصہ قرار دے کر شرک وکفر کے فتوے جھاڑتے ہیں اور دنیا بھر میں ان قبور کی تصاویر سے پراپیگنڈہ کر کے اہلِ تبلیغ کو بدنام کر رہے ہیں۔ چنانچہ آج سے کئی سال قبل احقر کے سفرِ عمرہ کے دوران مکہ مکرمہ میں ایک اہلِ عرب سے ملاقات ہوئی۔ تبلیغی جماعت کا ذکرِ خیر ہوا تو اُنہوں نے چھوٹتے ہی کہا کہ وہ تو قبوری اور مشرک ہیں اور دلیل میں کہا کہ میں نے تصویریں دیکھی ہیں۔ اُن حضرات کی قبریں مسجد کے اندر بنائی گئی ہیں اور لوگ وہاں سجدہ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب جھوٹ وافترا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ دراصل قضیہ یہ ہے کہ یہ مسجد پہلے چھوٹی تھی۔ اس کے ایک کنارے پر مسجد سے باہر حضرت جیؒ کی قبر بنائی گئی جو کہ مسجد کا حصہ نہ تھی اور نہ ہی یہ جگہ مسجد کی تھی۔ اس جگہ کو قبرستان کے لیے وقف کیا گیا تھا اور پھر یہیں اُن کے جانشینوں کی قبریں بنتی چلی گئیں۔ بعد میں مسجد کی توسیع ہوئی تو مسجد قبرستان تک جا پہنچی۔ ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ہمہ قسم منکرات سے بچانے کے لیے قبرستان کے اِرد گرد دِیواریں کھڑی کر دی گئیں، لیکن قبرستان کچا اور بغیر چھت کے ہی رکھا گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی وفات سے پیدا ہونے والا خلا پُر فرمائیں اور آپ کو درجاتِ عالیہ سے نوازیں۔ آمین

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
امیر عالمی مجلسِ تحفظِ ختم نبوّت کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

دنیا میں جو بھی آیا ہے، اُسے ایک نہ ایک دِن جانا ہے، دوسرے لفظوں میں دنیا میں آنا جانے کی تمہید ہے۔ ایک عام آدمی دنیا سے جاتا ہے تو اُس کے جانے کا نقصان ایک گھر، ایک کنبہ، ایک خاندان یا ایک جماعت کا ہوتا ہے، لیکن جب ایک عالم اِس دنیا سے جاتا ہے تو وہ ایک عالَم کا نقصان ہوتا ہے، جیسا فرمایا گیا کہ ''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ'' یہی کیفیت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ اُن کے جانے سے عالمِ دنیا یتیم ہوگیا ہے، اِس لیے کہ وہ پورے عالم اور دنیا میں پھیلی ہوئی تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے امیر اور فیصل تھے۔

اہل اللہ آئے دن اِس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور اُن کے جانے سے اُمتِ مسلمہ اُن کی دعاؤں، توجہات اور برکات سے محروم ہو رہی ہے، انہیں اہل اللہ اور اکابر بزرگوں میں سے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے فرزندِ ارجمند، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز ونواسے، داعی کبیر، عظیم محدّث، عالمِ باعمل، صوفی باصفا، نمونۂ زہد، اسلاف کی روایات کے امین، مجاہدانہ کردار کے پیکر اور علومِ شریعت وطریقت کے جامع حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے،

جو اِس دنیائے رنگ و بو میں ۶۴ رسال گزار کر بوقتِ دوپہر دہلی میں اِنتقال فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَO اِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَاأَعْطٰی وَکُلُّ شَئیٍ عِنْدَہٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّی۔

الحمدللہ! عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت اور تبلیغی جماعت کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہے، دونوں کا مقصد حضور اکرم ﷺ کی ختمِ نبوّت کا تحفظ اور آپ کے دینِ عالی کی تبلیغ و دعوت کو عام کرنا ہے، ہمارے اکابر جہاں زندگی بھر تحفظِ ختمِ نبوّت کا کام کرتے رہے، وہاں اُنہوں نے ہمیشہ اِس جماعت کی اِعانت ونصرت کو بھی اپنا مشن بنائے رکھا اور تبلیغی جماعت کے اکابر بھی ہمیشہ بیانات میں آپ ﷺ کی ختمِ نبوّت کا اعلان فرماتے رہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی ختمِ نبوّت کے صدقے ہمیں یہ کام ملا ہے، اب ہر مسلمان کا یہ کام ہے کہ اِس دِین کو دوسرے لوگوں تک پہنچائے۔

''دعوت وتبلیغ کے حضرت جی ثالث'' کتاب کے مؤلف نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

''مولانا عبدالحق صاحب خطیب مسجد بیت المکرّم ڈھاکہ وصدر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت بنگلہ دیش، مولانا عزیز الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ ڈھاکہ نیز دِیگر علماء مولانا ظہیر الحق صاحب، مولانا جنید صاحب وغیرہ حضرت جی سے ملاقات کے لئے آئے اور دورانِ گفتگو بتلایا کہ یہاں کے علماء قادیانیت کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں تاکہ اُن کو مسلمانوں سے الگ تھلگ کیا جائے، جب اُن کے کفر کی وضاحت کی جاتی ہے تو قادیانی کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت تو ہمیں کافر نہیں کہتی جو اس ملک کی سب سے بڑی دِینی جماعت ہے، لہٰذا اگر عمومی بیانات میں اِس قسم کے الفاظ کثرت سے کہہ دیئے جائیں جیسے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، خاتم النبیین، نبوّت ختم ہو چکی وغیرہ تو ہمیں بہت سہولت ہو، اِس پر فرمایا کہ صحیح بات ہے، اِس میں کیا مضائقہ ہے اور پھر اُن کا کفر وغیرہ بھی بیان فرمایا۔ روزنامہ ''اِنقلاب'' ڈھاکہ میں قادیانیت کے متعلق ہونے والی گفتگو مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئی:

''عالمی تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی (حضرت جی)، مولانا محمد عمر پالن پوری اور مولانا مفتی زین العابدین نے فرمایا کہ حضور نبی کریم

ﷺ کو جو لوگ آخری نبی یقین نہیں کرتے وہ مرتد اور کافر ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ دنیا میں ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے علماء اِس پر متفق ہیں۔ عالمی تبلیغی جماعت کے ذمّہ داران نے یہ بھی بتایا کہ عقیدۂ ختم نبوّت اِیمان کا کبھی بھی نہ ختم ہونے والا جزو ہے، عالمی تبلیغی جماعت اِسی عقیدہ پر یقین کرتے ہوئے چل رہی ہے اور قادیانیوں کو بغیر کسی شکوک و شبہات کے مرتد و کافر مانتی ہے۔''

(دعوت تبلیغ کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن، ۲/۵۰۸)

ضرورت اِس بات کی ہے کہ جماعت کے بزرگوں نے جماعت میں چلنے والوں کے لئے جو اُصول و ہدایات مقرر فرمائے اُن پر پورا پورا عمل کیا جائے، اِسی طرح جہاں جان اور مال کی قربانی دے کر اِس راستے میں نکلے ہیں، وہاں ''انا'' کو بھی اِس راستے میں قربان کیا جائے تو اِس راستے کی برکات نصیب ہوں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اِس دِین کی اِشاعت کے لئے دِین کے کسی نہ کسی شعبہ میں قبول فرمالیں اور دِین کے لئے جو جو جماعتیں اور افراد جہاں جہاں، جس جس انداز میں محنت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب کی محنت کو قبول فرمائیں اور اُس کے اثرات پورے عالم پر مرتب فرمائیں۔ آمین۔

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے امیرِ مرکزیہ، نائب امیرِ مرکزیہ، کارکنان اور اِدارہ ختمِ نبوّت آپ کی رحلت کو اُمت کا عظیم نقصان قرار دیتا ہے اور دعاگو ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولاناؒ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں، دارِ آخرت کی تمام سعادتیں نصیب فرمائیں اور آپ کی جملہ حسنات کو شرفِ قبولیت سے نوازیں۔ اِدارہ ختمِ نبوّت اپنے باتوفیق قارئین سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اِیصالِ ثواب اور دعواتِ صالحہ کی درخواست کرتا ہے۔ (بشکریہ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

وہ خود تڑپا دنیا کو تڑپا گیا وہ خود جاگا دنیا کو جگا گیا

مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

میرے نہایت ہی قابلِ قدر بھائی مولوی محمد زین العابدین صاحب آف کراچی بار بار میسج کرتے رہے اور فون پہ حکم دیتے رہے کہ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (امیر، مرکزی شوریٰ تبلیغ) پہ لکھا جائے، اُدھر آں محترم کا حکم اور اِدھر مصروفیت کا جال، کسی طرف سے قلم وقرطاس کا ملاپ نہیں ہو رہا تھا، جب حضرت کاندھلویؒ پہ کچھ لکھنے کے لیے بیٹھا تو پھر کیا تھا اُن کی زندگی کے مبارک اور قیمتی لمحات مجھے مجبور کر رہے تھے کہ ''یوں لکھو! اور یوں لکھو!'' میری زبان پہ یہ الفاظ جاری ہوگئے۔

جب سامنے ساغر آتا ہے اک ہوک سی اُٹھتی ہے دِل میں
ساقی کی ادا یاد آتی ہے، محفل کا خیال آجاتا ہے

اللہ کی بھی عجیب تقسیم ہے کہ کسی کو کس کام پر لگا دیتا ہے تو کسی کو کس کام پر۔ کچھ لوگ دنیا میں ایسے ملیں گے کہ اُن کے ہاں اُن کا سب سے اچھا مشغلہ لوگوں کا خون بہانا ہوتا ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک اللہ والے سے ایک ظالم بادشاہ نے پوچھا کہ میرے لیے سب سے بڑی عبادت کیا ہے؟

اُنھوں نے کہا کہ تمہارے لیے سب سے اچھی و بڑی عبادت سونا ہے۔ اللہ والے بتا گئے کہ جتنا وقت تو سوتا رہے گا اُس وقت تک لوگوں پہ ظلم نہیں ہوگا، لہٰذا آپ کے لیے سونا سب سے اچھی اور بہتر عبادت ہے، کچھ حضرات کو اللہ پاک نے اپنے دِین کی خدمت کے لیے منتخب کیا ہے، اُن ہی میں سے ایک عظیم فرد حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے،

جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت میں بسر ہوتا تھا، یہاں تک کہ وہ دنیا سے جاتے وقت بھی دِین کی سوچ لے کر گئے۔

ہر لحظہ ہر آن پیارے دِین پہ قربان

وہ اِس تقسیم پر اِس قدر راضی تھے کہ اُنھوں نے اپنی پہچان ہی دِین بنا لی تھی، اُن کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، پھرنا، جاگنا اور سونا حکمِ ربانی اور فرمانِ رسالت ﷺ کے مطابق تھا، جس طرف جاتے لوگ دیکھ کر کہتے کہ یہ اللہ والے ہیں، اُن کی ادائیں، اُن کی صدائیں اور اُن کی وفائیں ہر سمت یاد کی جاتی تھیں، حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے دِلوں میں اُن کی محبت ڈال دیتے ہیں، یہی محبت لوگوں کے دِلوں میں بھی گھر کر جاتی ہے، پھر یہ اللہ والے لوگوں کے دِلوں پہ حکومت کرتے ہیں یہ حکومت؛ عدلیہ، فوج، پولیس اور انتظامیہ کے زور پر نہیں ہوتی، یہ حکومت ضربِ اِلا اللہ سے ہوتی ہے، یہ اسلحہ اور بم والی حکومت نہیں ہوتی، ظلم و زیادتی والی حکومت نہیں ہوتی، یہ وہ حکومت ہوتی ہے کہ بندہ بندہ کی پیاری بات پر اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے، جان و مال سب کچھ ہی لگا دیتا ہے ایسے لوگوں کو ''دِلوں کا خاموش حکمران'' کہا جاتا ہے۔

میں نے سردار محمد یعقوب گوجر مرحوم کی ڈائری میں ایک بہت ہی خوبصورت جملہ لکھا ہوا پڑھا، اُنھوں نے لکھا کہ ''اچھائی ایک ایسا درخت ہے جس کی پرورش مشکل ہے مگر اُس کا سایہ بہت ٹھنڈا ہے۔''

حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پھل دار درخت کی مانند تھے، اُن کا پھل بھی بہت زیادہ مقدار میں ہوا کرتا تھا اور نیچے گر کر خراب بھی نہیں ہوتا تھا۔

عجیب بات سامنے آئی کہ مبلغِ اسلام مولانا محمد زبیر الحسن کا دعوت و تبلیغ کا پہلا بیان آپ کے عظیم والدِ محترمؒ کی موجودگی میں ۹ / اگست ۱۹۷۴ء کو دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں ہوا تھا، چنانچہ آج سے چالیس سال قبل کا وہ دِن اور دنیا سے جدائی کا دِن، ساری زندگی اُسی عظیم مشن میں صرف کر گئے، بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ آپ ایک طرف عالمی مبلغِ اسلام تھے تو دوسری طرف اِبتدائی درجہ سے لے کر بخاری شریف تک کتب کے ایک عظیم مدرس بھی تھے اور

اگر یہ جملہ لکھا جائے تو مناسب ہوگا کہ آپ جامع الصفات اِنسان تھے، بقولِ شاعر ۔

ہر طرف اِیثار ہے ہر طرف قربانیاں — آج پھر دُہرا رہا ہے سلف کی کہانیاں
خاندان کاندھلہ نے ہمیشہ یہ صدا بلند کی — سوچو اِنسانیت کی بے حسی کا حل کیا ہوگا
آج اگر غور نہ کیا تو کل کیا ہوگا

لدھیانہ کی زمین اور کاندھلہ کی زمین نے عالَم کو بے مثال اور باکمال سپوت دِیے، جنہوں نے ہواؤں کے رُخوں کو موڑ دِیا، طوفانوں کی موجوں کو خشک کر دیا، وہ اپنے من میں ڈوب گئے اور سراغِ زندگی پا گئے، میری نگاہ جب حضرت مولانا زبیرالحسن کاندھلویؒ کے کردار پر پڑتی ہے تو لدھیانہ کے عظیم شاعر عبدالحئی گوجر مرحوم الملقب ساحر لدھیانوی یاد آتے ہیں جو ہر اِنسان کی کہانی یوں بیان کرتے ہیں ۔

میں پل دوپل کا شاعر ہوں — پل دوپل میری کہانی ہے
پل دوپل میری ہستی ہے — پل دوپل میری جوانی ہے
پل دوپل میں کچھ کہہ پایا — اِتنی ہی سعادت کافی ہے
پل دوپل تم نے مجھ کو سنا — اِتنی ہی عنایت کافی ہے
ساگر سے اُبھری لہر ہوں میں — ساگر میں پھر کھو جاؤں گا میں
مٹی کی روح کا سپنا ہوں — مٹی میں پھر سوجاؤں گا میں

ساحر لدھیانوی نے عجیب نقشہ کھینچ لیا اور دنیا کے باسیوں کو حیران کر دِیا، ساحر مرحوم ہی نے حضرت جی مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے حضرات کی ترجمانی کرتے ہوئے باکمال لوگوں کو یوں مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

کیا خاک وہ جینا ہے جو اپنے ہی لیے ہو — خود مٹ کے کسی اور کو مٹنے سے بچالے

خاندانِ کاندھلہ کے اِس عظیم سپوت نے دکھ درد برداشت کر کے اہلِ اسلام کو سُکھ دِیا، دِن رات ایک کر کے دنیا سے تعلق توڑ کر رب کے ساتھ جوڑ دِیا، حضرت جیؒ نے اصل میں دِلوں پہ حکمرانی کی، رب کی مخلوق کو رب کے دروازے پہ جھکا دِیا۔ در در پہ ٹھوکریں کھانے والوں کو رب کا راستہ بتا دِیا، گناہوں کے جالوں میں پھنسے ہوؤں کو اللہ کے دِین کا داعی بنا دِیا۔

تیرا سُکھ وَسّے کاندھلے والیا — رب دی صدا لگانڑے والیا

جب تک جان میں جان رہی، صداءِ حق کے ترجمان رہے، اِخلاص و کردار کے پیکر بن کر عظیم لوگوں کی جماعت میں شامل رہے، دعوت وتبلیغ کو اپنا فرضِ منصبی سمجھا اور زبانِ حال سے کہا یہ فرض ہے اور ہمارے اُوپر قرض ہے، اِس قرض کو اُتار کر سُکھ لیں گے۔ اور ثابت کر دِیا کہ یہ کوئی لمحہ کی بات نہیں کہ ہم بھول جائیں یہ زندگی کا مقصد و حاصلِ مقصود ہے۔

حضرت جی مولانا زبیرالحسنؒ کی زندگی کے جس پہلو پہ نظر ڈالیں گے ایک موجِ دریا نظر آئے گا، جتنا غور کرو گے اُتنا ہی سقوط نظر آئے گا اور سیرابی کا منظر آنکھوں میں گھومتا جائے گا ۔

روشنی جو حریمِ روح کو چمکا گئی — ظلمتِ مرگ اِس ستارے کو بھی کھا گئی

حضرتؒ اُس قافلہ کے رکن تھے، جو انبیاءؑ کی فکر و دعوت کو لے کر میدان میں آیا، حضرتؒ کے خاندانِ کاندھلہ کو اللہ نے اِس عظیم مشن کے لیے قبول کیا تھا، حضرتؒ نے اُس آبائی گھر میں آنکھ کھولی جہاں اللہ پاک کے پاک نام کی ضربیں لگ رہی تھیں، نورانی چہروں پہ نظر پڑی جہاں قرآن وسنت کے انوارات کے پھول برس رہے تھے، یہ سارا گھرانہ انوارِ الٰہی کا مرکز بنا ہوا تھا، دِن رات اللہ کی مخلوق کی فکر تھی کہ کسی طرح رب کی مخلوق رب کے دروازے پہ جھک جائے اور رب والی بن جائے، ایک اور نیک ہو کر زندگی بسر کرے اور جنت میں ڈیرے ڈال دے، جن کے گھر کی فضاء یہ ہو وہاں کیا کیا انوارات وانعامات اور احسانات ہوں گے، میں اُن کے ننھیال و ددھیال پہ نگاہ ڈالتا ہوں تو اِتنی بلندی پر یہ خاندان ہے کہ ٹوپی سر سے گر پڑتی ہے، شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ جیسا نانا ہو اور مولانا انعام الحسنؒ جیسا ابا ہو، اِن نسبتوں والا کتنا بڑا اِنسان ہوگا، یہ مقام وہی لوگ جانتے ہیں جنہوں نے حضرتؒ کو دیکھا ہے، اُن کی دعاؤں میں بہت بڑا اثر تھا، جب دعا زبان سے نکلتی تو اُدھر دِلوں کو صاف کرتی، آنکھوں کو تر کر دیتی، زندگیاں ہی بدل دیتی، اُن کی ادائیں اور وفائیں یاد آتی ہیں، تو زبان یوں بول پڑتی ہے ۔

وقت یوں بھی مختصر ہوگا کبھی سوچا نہ تھا — ہر بشر محوِ سفر ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا
سب بچھڑ جائیں گے ساتھی دیکھتے ہی دیکھتے — ایسا ویراں یہ نگر ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

مولانا زبیرالحسنؒ نے زندگی بھر دعوت وتبلیغ کا کام کیا، لوگوں کی زندگیوں میں اِنقلاب آیا، فکرِ آخرت کے لیے دنیا تڑپ گئی پوری اِنسانیت کو دعوت دِی کہ کامیابی کا راستہ نبی اکرم

شفیع اعظم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی غلامی میں اور اللہ پاک کا بندہ بن جانے میں ہے۔

یاد کرتا ہے زمانہ اُن انسانوں کو — جو روک لیتے ہیں بڑھتے طوفانوں کو

حضرت مولانا زبیر الحسنؒ کی محنت اور اپنے کام سے لگن کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ وہ تو قرونِ اولیٰ کے قافلہ کے بچھڑے ہوئے فرد تھے، اُنہوں نے دینِ اسلام کے لیے سب کچھ قربان اور اپنا سب کچھ اِسلام کی اِشاعت میں خرچ کر دِیا اور اپنے بزرگوں سے کیا ہوا وعدہ ثابت کر دِکھایا، جس کام پر بزرگ لگا کر گئے تھے، اِخلاص کے ساتھ اُسی کام میں لگے رہے، حضرت جیؒ نے اپنی زندگی کا مقصد ہی دِین کی سرفرازی بنالیا تھا اور وہ اس میدان میں کامیاب و کامران ہو کر چلے گئے۔ اس سچے کام میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر پیدا کی ہے، یہ ایک مقدس جماعت ہے جو اب ایک بین الاقوامی تحریک بن کر دنیا کے نقشے پہ آ گئی ہے، جوں جوں دِن گزرتے جاتے ہیں تو اِس کی شہرت اور کام میں اِضافہ ہوتا جاتا ہے، ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا، جب تک تبلیغِ دین کا کام جاری رہے گا اس محنت کا اجر حضرتؒ کو پہنچتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پہ چلائے۔ آمین

اِنسان کی کامیابی اللہ رب العزت کی فرماں برداری سے مشروط ہے، زندگی برف کی مانند پگھل رہی ہے، اس کے ختم ہونے سے قبل آخرت کی تیاری کرلو۔ میرے عزیز و اور دوستو! صرف اللہ کے سامنے اپنے آپ کو جھکنے والا بنالو اور اُس کے نبی ﷺ کے طریقے کو اپنالو، کامیابی تمہارا مقدر ٹھہرے گی اور اگر تم نے اِنحراف کیا تو ذلت تمہارا مقدر ٹھہرے گی۔ (حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا زبیر الحسنؒ کی معصوم شفقتیں اور تبلیغی جماعت کا خاموش اِنقلاب

مولانا محمد الیاس گھمن
ناظم اتحاد اہلِ سنت والجماعت

ہر مسلمان کی ایک فکر ہونی چاہیے کہ لوگ جہنم کے عذاب سے بچ کر جنت میں جانے والے بن جائیں، اِس کے لیے ایک ہی راستہ ہے جسے ''سنت'' کہتے ہیں۔ محبت و اطاعتِ رسول کی بدولت توحید ملتی بھی ہے، قائم بھی رہتی ہے اور کارآمد توحید بھی صرف یہی کہلاتی ہے۔

اِسلام کے ابدی قوانین کے نزول کے بعد اُس کو تا قیامت باقی رکھنے کے لیے ''شعبہ تبلیغ'' کو وجودِ عمل میں لایا گیا۔ ادوار کے گزرنے کے ساتھ ساتھ مقتضائے احوال کے مطابق اس کی مختلف صورتیں سامنے آتی رہیں۔ تذکیر و موعظت، پند و نصائح، درس و تدریس، تعلیم و تعلم درس گاہ، خانقاہ، مدارس و مساجد وغیرہ میں یہ عمل تسلسل سے چلتا رہا ہے۔

خیر القرون گزرا، صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ جیسی شخصیات دنیا سے روپوش ہوتی چلی گئیں، فقہاء، علماء، محدثین، مفسرین، اولیاء اور نیک لوگ بھی ڈِھیرے ڈِھیرے جانے لگے۔ اہلِ اسلام پر جان لیوا مصائب، آزمائش اور اِمتحانات شکلیں بدل بدل کر آنے لگے۔ تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے حاصلِ مطالعہ یہ ملتا ہے کہ غیر مسلم اقوام پہلے خونِ مسلم کی پیاسی تھیں، اہلِ ایمان کو تہہ تیغ کر کے اپنی ''فتح'' کے جھنڈے گاڑ دیتی تھیں۔ لیکن پھر پانسا پلٹا خونِ مسلم کے ساتھ ساتھ اُن کے اِیمان و اِسلام کو بھی ختم کرنے کے درپے ہوگئیں۔ سب سے زیادہ عیسائیت نے اہلِ اسلام کو اپنے دِین سے برگشتہ خاطر کرنے کے لیے حربے اِستعمال کیے، اپنے نظریات اور مذہب کو عام کرنے کی خاطر زر، زن اور زمین کے دل رُبا جھانسوں کے ساتھ ساتھ اپنے افکار کی اِشاعت میں سرگرمِ عمل نظر آئے۔ اُن کی طویل محنت کے نتیجے میں اہلِ اسلام کے قلوب سے محبت رسول (ﷺ) کا نبیادی نقطہ مٹ کر کفر کا دھبہ لگنا شروع ہو

گیا، دنیا کی محبت اور لالچ نے اہلِ اسلام کو نام نہاد مسلمان بنا دِیا تھا۔

یہ درست ہے کہ ابھی تک درس گاہ میں دِینی احکامات کے سبق پڑھائے جا رہے تھے۔ خانقاہ میں تزکیۂ نفوس کی محنت ماند نہیں پڑی تھی لیکن زمینی حقائق یہ بتاتے ہیں اُن کی جمعیت میں کمی نظر آ رہی تھی۔

اُس وقت اہل اللہ کی نظرِ فراست اور بصیرتِ قلبی اِس خدشے کو محسوس کر رہی تھی کہ اگر معاملہ یوں ہی رہا تو مذہبِ اسلام چند دِنوں کا مہمان بن جائے گا۔ اِنفرادی طور پر اِس بارے میں پرخلوص محنتیں بھی کی گئیں، لیکن جو فوائد اِجتماعیت سے حاصل ہوتے، ظاہر ہے وہ نہ مل سکے۔ اِنفرادی کوشش کا جذبہ اُٹھتا پھر حالات کے ستم اُسے ٹھنڈا کر دیتے۔

کہتے ہیں بعض اِنسانوں سے اللہ تاریخی اور عالمی کام لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے تکمیلِ دین کا، صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم سے تنفیذِ دین کا، فقہاء بالخصوص حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے تدوینِ دین اور اس پچھلی صدی میں اللہ کریم نے علماءِ دیوبند سے تطہیرِ دین کا خوب خوب کام لیا۔

انہی میں سے ایک شخص جس کی زبان و بیان میں فصاحت و بلاغت کی قوّت بھی نہ تھی، جس کی گفتگو میں الفاظ کی سحر انگیزی اور جوشِ خطابت بھی نہ تھا، معقولی اور فلسفیانہ ذہن بھی نہ رکھتا تھا، حالات کے مارے لوگوں کو لڑنے مارنے کے گُر بھی نہیں سکھلا سکتا تھا، لیکن اُس کے سینے میں ایسا دِل تھا جو اِن باتوں پر کُڑھتا تھا، وہ لوگوں کی بے راہ روی پر خون کے آنسو روتا تھا۔ اُس کے اسی قلبی اِضطراب میں رحمتِ حق جلوہ گر ہوئی، اُس کے دِل پر اِلقاء ہوا، اُمتِ مرحومہ کے اِیمان و عمل کو بچانے کے لیے ایک اس طرز کی جماعت تشکیل دو، جن کی نیتیں حبِ جاہ اور خواہشاتِ نفسانی سے پاک ہوں، گویا خانقاہی ماحول کا لب لباب اُن میں ہو۔ دِین کو اپنی اور سارے عالم کی ضرورت سمجھ کر سیکھیں اور سکھائیں گویا درس گاہ کا ماحول بھی اُن کو میسر ہو۔ ایک دوسرے کے اِیمان و عمل کی تجدید کرتے رہیں۔

جو خدا ''کو'' نہیں مانتا اُس تک ربِ واحد کی وحدانیت پہنچائیں، جو خدا ''کی'' نہیں مانتا اُس بھولے ہوئے شخص کو ''عہدِ اَلَسْت'' یاد کرائیں۔ جو رسول اللہ (ﷺ) ''کو'' نہیں

مانتا اُس کو ختمِ نبوّت و رسالت کا عقیدہ دیں اور جو رسول اللہ (ﷺ) ''کی'' نہیں مانتا اُسے ''طرزِ زندگی محمد رسول اللہ (ﷺ)'' سے روشناس کرائیں۔

اُس شخص کی دعوت تھی ''میری، آپ کی بلکہ سارے عالم کی کامیابی اللہ رب العزت نے پورے کے پورے دین میں رکھی ہے۔ دین ہماری زندگیوں میں آئے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی مبارک محنت سے۔ اسی محنت کے بارے میں!......''۔

مندرجہ بالا پیرایے میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر فکر و دانش کا یہی پہلا زینہ طے ہو جائے تو تخلیقِ انسانیت اور بعثتِ انبیاء علیہم السلام کی حکمت عقل انسانی کا صحیح رخ متعین کر سکتی ہے۔

اُس شخص کا پیغام تھا کہ گلی گلی، بام بام، دِین کو عام کریں، عبادات، معاملات، معاشرت، رہن سہن، اخلاقیات یوں کہیے کہ کامیاب زندگی گزارنے کا لائحہ عمل پوری اِنسانیت تک پہنچائیں پھر اُس راستے میں آزمائش، تکالیف، مصائب و آلام، منفی پراپیگنڈے، دِل برداشتہ رویّے آئیں تو اُن پر جذباتی پن کا مظاہرہ کرنے کی بجائے ''تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ'' کی عملی تصویر بن جائیں۔

الحمد للہ! وہی کچھ ہوا جو خدا کے اس ولی کے دِل پر اِلقاء ہوا تھا۔ شروع میں چند غریب، آزاد منش، مسکین طبیعت لوگ اُٹھے، اُن کے اِخلاص کی برکت سے اللہ نے سارے عالم کو اِسلام کے وجود سے روشناس کرایا۔ لوگ کفر، ارتداد کو چھوڑ کر اِسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہوئے۔ اِلحاد، زندقہ، بدعات و رسومات کو چھوڑ کر ''سنتِ رسول (ﷺ)'' سے اپنی کامیابیاں حاصل کرنے لگے۔ گویا اِس جماعت کا یہ خاموش اِنقلاب تھا کہ اِنسانیت کفر سے پلٹ کر اِسلام لے آئی، اہلِ اسلام نے نام نہاد مسلمان سے سچے اور سُچے مسلمان کا روپ دھار لیا۔

مسلمانوں کی پستی، دِیگر اقوام عالَم کے مقابلے میں اہلِ اسلام کی شکستگی، مرعوبیت اور احساس کمتری کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گم گشتگانِ راہ کو کہیں اپنی منزل دکھائی دیتی ہے۔ تو وہ یہی ''یقین کی محنت'' کا روشن مینارہ ہی ہے۔

آج کے اس دور میں بھی اگر کوئی دین متین کے احیاء کا خواہاں ہے یا اسلامی معاشرے کو تشکیل کرنے کا جذبہ اپنے دل میں موجزن پاتا ہے تو ایک ایسے مشترک پلیٹ فارم پر جمع ہونا ہوگا۔ جہاں احکام خداوندی پر طرز حبیب خداوندی کے مطابق عمل کیا جائے۔

لاشک ولاریب! کہ ہمارے اکابر نے جس مشن، کاز اور طرز عمل کو شریعت کی روشنی میں ترتیب دیا آج اس کے فوائد جہانِ عالم میں دیکھے جا سکتے ہیں زمین کا کون سا وہ ٹکڑا ہے جہاں اسلام کی دعوت نہ پہنچائی گئی ہو؟ کون سا ایسا ملک ہے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا پرچار نہ کیا گیا ہو؟

الحمدللہ اسی محنت کی بدولت اسلام کی ان معتبر تشریحات کا فروغ ہو رہا ہے جن میں تفقہ ائمہ دین کی جھلک موجود ہے۔ شدت اور غلو کے بغیر اصول دین میں اتفاق کے ساتھ ہر مسلک کے ماننے والوں کی رعایت کا حسین امتزاج مطلوب ہو تو آئیں میرے اکابر کی دور اندیشی اور خدا داد فراست کا مظہر اس محنت ویقین والی محنت میں ملاحظہ فرمائیں۔

عرب وعجم پر چھائی ان درویش صفت خدارسیدہ لوگوں کی عملی محنت کے ثمرات آپ کو کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں کی زندگیوں میں یقیناً جلوہ گر دکھائی دیں گے۔ جن کی صبح شام ایک ہی صدا ہے اللہ رب العزت نے ہماری اور آپ کی بلکہ سارے عالم کی کامیابی اپنے دین پر چلنے میں رکھی ہے۔ یہ دین آئے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک محنت سے اور اس محنت کی ابجد یقین واعتقاد سے شروع ہو کر اسلامی معاشرے کی تشکیل پر جا ختم ہوتی ہے۔ اللہ ہمارے بزرگوں پر راضی ہو اور ان کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں مزید قبولیت کا شرف نصیب فرمائے۔ اللہ ہم سب کو ایمان وعمل والی محنت میں قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

اس میں کوئی عاقل شخص اختلاف نہیں کر سکتا کہ جن نفوسِ قدسیہ نے دنیا کے نقشے پر کفر کو مٹا کر اسلام کا پھریرا لہرایا وہ صحبت نبوی میں رنگے ہوئے تھے۔ ان کا ایمان، ان کے اعمال، اخلاق، معاشرت، معیشت، رہن سہن، بود وباش، طور طریقے، مراسم وعادات حتیٰ کہ ان کا اقتدار وحاکمیت، خلافت ونیابت اور اطاعت شعاری الغرض زندگی کے ہر گوشے پر تصدیق نبوی کی مہر ثبت تھی۔ اُنہی نفوسِ قدسیہ میں سے اس محنت کے بانی مولانا محمد الیاسؒ بھی تھے۔

اِس محنت کے ثمرات جب ظاہر ہونا شروع ہوئے تو بعض اہل اللہ کی زبان پر کلمۂ تشکر کے ساتھ بے ساختہ یہ بھی نکلا: ''الیاس نے یاس کو آس سے بدل دیا۔'' یہ وہی حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے قلبِ اطہر پر اِس کام کا اِلقاء ہوا تھا۔

مولانا محمد الیاسؒ ''بھارت کے شہر کاندھلہ'' کے تھے، اور ''کاندھلہ'' کو بیسیوں اولیاء اللہ کے آبائی وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ۳۰/مارچ ۱۹۵۰ء کی بات ہے کہ اِسی شہر کے خانوادہ قطب العالم میں مولانا انعام الحسنؒ کے گھرانے میں وہ بچہ پیدا ہوا جس نے ساری زندگی اِسلام کی اِشاعت میں کھپا دی یعنی مولانا زبیر الحسنؒ۔ آج مولانا موصوف کی یاد میں ہی یہ تحریر ہے۔ مولانا زبیر الحسنؒ نے ۱۹۷۰ء میں جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے سندِ فراغت حاصل کی، جمعۃ المبارک مؤرخہ ۱۰/فروری ۱۹۷۸ء کو حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ مؤلف فضائلِ اعمال سے اِجازتِ بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرتؒ کی ساری زندگی مخلوقِ خدا کو خالق کے در پر لانے میں گزری، عالمگیر دِینی وتبلیغی جماعت کی سربراہی وذمہ داری نبھاتے ہوئے عالمِ اسلام کی رشد وہدایت کے لیے ذریعہ بنے۔ کم گوئی آپ کا بنیادی وصف تھا، لیکن اکثر تبلیغی ودِینی اجتماعات میں پرسوز دعائیں آپ ہی کرایا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ دو سال قبل رائے ونڈ کے سالانہ عالمی تبلیغی اِجتماع کے موقع پر جب میں خواص کی حویلی میں بزرگوں کی زیارت کے لیے حاضر ہوا، تو ایک عطر کی شیشی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی، جسے آپ نے از راہِ شفقت قبول فرمایا اور خوب دعاؤں سے نوازا۔

رائے ونڈ، پاکستان کے سالانہ عالمی اِجتماع میں لاکھوں مسلمان آسائشوں کو خیر باد کہہ کر ایک فکر، ایک ''درد'' اُمتِ مسلمہ کا درد لینے کے لیے بیٹھتے ہیں۔ اور اسی عزم کی تجدید کی جاتی ہے کہ اے اللہ! اِن بزرگوں کی فکر، ہمدردی، اِخلاص اور محنت کو دیکھ کر ساری دنیا کے اِنسانوں کی ہدایت کے فیصلے فرما دے ع

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد!

بنیادی بات یہ ہوتی ہے کہ لوگ کسی چیز کو اپنی ضرورت سمجھیں۔ پھر اُس کے بعد اُس کے حصول کا طریقہ سمجھیں اور جب خود سمجھیں تو اب دوسروں کو بھی سکھلائیں۔ تبلیغی جماعت کی

پہلی کوشش دِین کی محبت پیدا کرنا ہے، اُس کے بعد اُن کو اِس پر چلنے کا طریقہ بتانا ہے اور پھر لوگوں کو اس پر چلنے کی فکر بھی دینی ہے۔

بچوں کی معصوم حرکتیں اور بزرگوں کی معصوم شفقتیں دونوں کو نہیں بھلایا جاسکتا۔ امیرِ تبلیغ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آخر عمر میں کئی بیماریوں نے آ گھیرا تھا، بالآخر طویل علالت کے بعد دورانِ علاج نئی دہلی کے ایک اسپتال میں اِنتقال ہوگیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ جنازے میں اولیاء اللہ، شیوخ الحدیث، مفتیانِ کرام، علماءِ عظام، طلباءِ کرام، ائمۂ مساجد، حفاظِ کرام، قراء کرام، مجاہدینِ اسلام، تبلیغی جماعت اور دِیگر مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام پسماندگان بالخصوص مولانا محمد زہیر الحسن، مولانا محمد صہیب الحسن اور مولانا حافظ محمد خبیب الحسن کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں۔

میری تمام اہلِ اسلام سے درخواست ہے کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات میں ترقی کے لیے دعا فرمائیں، اُن کے لیے خاص طور پر اِیصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں، بالخصوص راقم سے تعلق رکھنے والے تمام جماعتی احباب اور کارکنان اِس کا بھرپور اہتمام کریں۔

اصل میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات جواب کیسٹوں اور کتابوں کی صورت میں موجود ہے، اُس سے فائدہ اُٹھایا جائے، اُن کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں لانے کی کوشش اور فکر کی جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں چار سو پھیلی ہوئی تبلیغی جماعت اُن کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرتؒ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے اور تبلیغ کے عالمی مشن کو اُن کے اِخلاص کی بدولت مزید وسعتیں عطا فرمائے اور اُس کی نافعیت کو عام فرمائے۔ آمِیْن

بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سیّد محمد اکبر شاہ بخاری، مجلسِ صیانۃ المسلمین پاکستان

کاندھلہ مظفر نگر (انڈیا)، ایک علمی و روحانی طور پر بڑا زرخیز قصبہ رہا ہے، یہاں عظیم شخصیات پیدا ہوئی ہیں، حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یحیٰی کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ، حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ رحمہم اللہ اور دورِ حاضر کے بافیض علماء حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی اور حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی حفظہم اللہ ایسے باتوفیق علماء و مشائخ اسی بستی کاندھلہ میں پیدا ہوئے ہیں۔

بستی کاندھلہ کے بڑے علماء میں مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ کا بھی نام آتا ہے، جو گزشتہ دِنوں رحلت فرما گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت صرف برصغیر پاک و ہند کے لیے بڑا سانحہ نہیں ہے بلکہ پورے عالمِ اسلام کا سانحہ ہے، حق تعالیٰ شانہ درجاتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

آپؒ کو حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد ۱۹۹۶ء میں تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کا امیر مقرر کیا گیا، چنانچہ اِس ذمّہ داری کو تادمِ آخر نبھاتے رہے۔

آپ نے اپنے دورِ امارت میں جماعت کی ذمّہ داریوں کو جس احسن طریقہ سے نبھایا اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کی جانشینی کا پورا پورا حق ادا فرمایا، اپنے اِن بزرگوں کی روایات کو قائم رکھا، آپ انہی حضراتِ اکابر کے زہد و تقویٰ، اتباعِ سنت، توکل و اِستقامت، صدق و صفا، تواضع و اِنکساری، عاجزی و فروتنی اور اُمت کی راست روی کی کڑھن و غم خواری اور دِیگر اوصافِ جمیلہ کی بھرپور تصویر تھے۔ تبلیغی جماعت کے اِجتماعات میں آپ کی پرسوز دعائیں، قلوب میں تلاطم برپا کردیتی تھیں۔ اللہ کے حضور عجز و اِنکساری و آہ و زاری دیدنی ہوتی تھی، اپنے عادات و اطوار اور اوصاف و کمالات

میں اپنے اکابر و اسلاف کا نمونہ تھے، آپ شب و روز اُمت کی غم خواری میں بے قرار رہتے اور مسلمانوں کی اِصلاحِ اعمال و اخلاق کی فکر میں ڈوبے رہتے تھے، پوری زندگی اسی فکر میں رہے کہ اُمت کی ظاہری و باطنی اِصلاح ہو جائے اور سب متبعِ سنت بن جائیں۔

آپ کی تقاریر اور گفتگو سے یہی واضح ہوتا تھا کہ کسی طرح مسلمان سچا مسلمان بن جائے۔ آپ نے دِین کے مقابلے میں دنیا کو ہرگز ترجیح نہیں دِی، آپ ایک سچے مخلص اور باوفا اِنسان تھے۔ اپنے بزرگوں کے علم و عمل کے صحیح وارث اور اُن کے مقدس مشن کے امین تھے، فراغتِ تعلیم کے بعد سے آخر وقت تک دعوت و تبلیغ میں لگے رہے اور یہی تڑپ اور فکر رہی کہ مسلمان حقیقت میں دِین پر عمل کرنے والے بن جائیں اور اپنی زندگی قرآن و حدیث کے مطابق گزارنے والے بن جائیں، بس آپ کی زندگی کا یہی مقدس مشن اور پروگرام تھا۔

سالانہ اجتماعات بھارت میں ہوں یا پاکستان میں یا کسی دوسرے ملک میں آپ تشریف لے جاتے اور اپنے بیانات سے عوام و خواص کے قلوب منوّر فرماتے رہتے تھے، اِسی لیے آپ کی وفات کا صدمہ پورے عالمِ اسلام کو ہوا ہے، آپ کا اِخلاص و للّٰہیت مشہورِ زمانہ ہے، آپ نے کسی موقع پر بھی کسی کی دِل آزاری اور کسی کے ساتھ بھی زیادتی نہیں کی، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی ؒ جیسا اِخلاص و ایثار، حضرت شیخ الحدیث ؒ جیسا شغفِ قرآن و حدیث، مولانا یوسف کاندھلوی ؒ جیسا زہد و تقویٰ اور اتباعِ سنت کا جذبہ اور اپنے والد ماجد مولانا انعام الحسن کاندھلوی ؒ جیسا تواضع و فنائیت کا انداز آپ کے اندر موجزن تھا۔

آپ رائے ونڈ کے اِجتماعات میں تشریف لاتے تو آپ کے بیانات نہایت مؤثر، رقت آمیز اور آپ کی دعائیں اِنتہائی دِل سوز اور پُر تاثیر ہوتی تھیں، نہایت حساس طبیعت کے مالک تھے، لطیف الروح اور خندہ جبیں تھے، سادہ مگر پُرکشش شخصیت تھے، رائے ونڈ کے عالمی اِجتماع میں متعدد مرتبہ آپ کی زیارتیں ہوئیں، مصافحہ کا موقع ملا، آپ سے اپنے لیے اِنفرادی طور پر دعائیں کرائیں، آپ بہت ہی شفیق اِنسان ثابت ہوئے، ہر آنے والے سے اِنتہائی خندہ پیشانی اور بااخلاق طریقے سے ملتے، کوئی دعا کے لیے عرض کرتا تو فوراً ہاتھ اُٹھا دیتے اور الحاح وزاری سے دعا فرماتے۔ بلاشبہ ایسی ہستیاں کہیں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

تاریک ہوگئی ہے شبستانِ اولیاء   اِک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ایک ہمہ جہت شخصیت

مولانا محمد جہان یعقوب
نگران ادارتی صفحہ ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی

الحمدللہ! تبلیغی جماعت ''اپنی اصلاح اور دوسروں کی اِطلاع'' کے اِمتیازی نشان کے ساتھ اپنے قیام کے روزِ اوّل سے دعوتِ دین کے میدان میں ''اپنی جان، اپنا مال اور اپنا وقت'' کے اُصول کے تحت مصروفِ کار ہے۔ یہ اِخلاص و للّٰہیت سے بھرپور جماعت ہر قسم کی موافقت و مخالفت اور تنقید و تحسین سے بالاتر ہو کر اپنا کام کر رہی ہے۔ دعوتِ دین علیٰ منہاج السنہ اس کا طرۂ اِمتیاز ہے۔ کسی قسم کے تشہیری ذرائع کا اِستعمال اِس جماعت نے کبھی بھی نہیں کیا۔ یہاں دعوت و اِطلاع کا سلسلہ سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔ یہ اِخلاص ہی کی برکت ہے کہ اُس کے اِجتماعات میں لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اُمڈ آتا ہے، جس میں آقا و غلام، امیر و فقیر، شاہ و گدا، اصحابِ جاہ و منصب اور فاقہ مست گدڑی پوشوں تک ہر قسم کے مرد و زن موجود ہوتے ہیں، مگر کسی کے لیے کوئی اِمتیازی شان و شوکت اور اِنتظام و اہتمام نہیں کیا جاتا، بلکہ سب کی ایک ہی قدرِ مشترک کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ سبھی شاہِ دو جہاں ﷺ کے اُمتی، اُن کے سونپے ہوئے کارِ تبلیغ کے امین اور اپنی اِصلاح کے طالب ہیں۔ دنیا اِس جماعت کو دیکھ کر حیران و انگشت بدنداں رہ جاتی ہے کہ ان کو اپنے گرد و پیش کی مطلق کوئی خبر نہیں بلکہ گرمی و سردی، بہار و خزاں، سازگار و ناساز حالات میں یہ لوگ ہر شہر، قریہ، گاؤں اور دِیہات میں ایک ہی صدا لگاتے نظر آتے ہیں کہ ہماری اور آپ کی بلکہ سارے عالم کے اِنسانوں کی دونوں جہانوں کی کامیابی اللہ تعالیٰ نے اپنے دِین اور رحمت اللعالمین ﷺ کے نورانی طریقوں میں رکھی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہر جماعت اور تنظیم اپنے طریقِ کار اور اغراض و مقاصد میں تبدیلی لاتی ہے، مگر یہ جماعت روزِ اوّل سے جس ترتیب پر چل رہی تھی اب بھی اُسی ترتیب پر گامزن ہے اور رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

حضرت اقدس شیخ الحدیث، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ اسی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر تھے۔ آپ نے باوجود ایک عبقری شخصیت اور علم وعمل کا پہاڑ ہونے کے اس جماعت کو اُنہی اُصولوں پر چلائے رکھا، جن پر اُن کے والدِ گرامی حضرت جی مولانا محمد اِنعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ چھوڑ کر گئے تھے۔ آپ کو فیاضِ ازل نے عظیم نسبتیں ہی عطا نہیں فرمائی تھیں، بلکہ آپ میں اُن تمام نسبتوں کا عکس بھی صاف نظر آتا تھا۔ آپ کی تعلیم وتربیت کے آغاز میں جو رائے پوری جمال کارفرما تھا، آپ نے تا حیات اُس کی لاج رکھی۔ حضرت مولانا شیخ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو صرف حفظِ قرآن کی ''الف با'' کرا کے چھوڑ نہیں دِیا تھا، بلکہ اُن کی آپ پر خصوصی شفقتیں ہمیشہ سایہ فگن رہیں اور اُن کی روحانی توجہ نیز شفقت ومحبت نے اس جوہر آب دار میں وہ چمک دھمک اور حسن و جمال پیدا فرما لیا تھا جو کسی رائے پوری نسبت کے امین میں ہونا چاہیے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کسی کو بیعت یوں ہی نہیں کرلیا کرتے تھے، اس معاملے میں وہ اکابر میں سب سے بڑھ کر محتاط تھے، اُن کا آپؒ کو بیعت کرنا اِس بات کی غمازی کرتا تھا کہ اُنہوں نے اس فردِ فرید میں کچھ دیکھا تھا، آپؒ نے اس بیعت کے تقاضوں کو اپنے تقویٰ وطہارت اور رِیاضت و اِنابت کے ذریعے یوں نبھا کر دِکھایا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے بہت ہی کم عرصے میں آپ کو خرقۂ خلافت و اِجازت سے نوازا، وہ بھی چھوٹی سی عمر میں اور بعجلتِ تمام کہ جب چار روز بعد آپ حرمین کی مقدس فضاؤں کو چھوڑ کر اپنے وطنِ مالوف کی طرف عازمِ سفر ہونے والے تھے، حضرت شیخؒ نے آپ کو خلافت کی عظیم ذمّہ داری سونپتے ہوئے اپنے حسنِ ظن کا ہی اِظہار نہیں فرمایا بلکہ اُن کے والدِ گرامی حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کو یہ بھی لکھا کہ ہونہار کی تربیت فرماتے رہیں، گویا خلافت دے کر غافل نہیں ہو گئے۔ اب ایک طرف سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی روحانی توجہات اور دعائیں اور دوسری طرف سے والد بزرگوار کی تربیت کا فیضان، جس نے آپ کو اسلاف کا حقیقی جانشین بنا کر ہمہ جہت کمالات عطا کیے۔ یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی صحبت وتربیت کا ہی اثر تھا کہ باوجود تبلیغی مصروفیات کے آپؒ نے تدریس کا سلسلہ نہ صرف جاری رکھا، بلکہ تقریباً ۲۰ رسال تک برابر بخاری شریف پڑھانے کا شرف حاصل

کیا۔ آپ کے درسِ بخاری میں اپنے اساتذہ بالخصوص حضرت شیخ الحدیثؒ کا رنگ جھلکتا تھا۔ آپ ایک کامیاب ترین مدرّس تھے اور دورانِ درس کتاب کے لبِ لباب کو یوں طلباء کے سامنے رکھ دِیا کرتے تھے، جیسے تیار کھانا پلیٹ میں رکھا ہو۔ آپ درس بھی اُسی خوش اِلحانی سے دِیا کرتے تھے، جو خوش اِلحانی آپ کی خطابت وتلاوت میں صاف نظر آیا کرتی تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ ظاہری و باطنی اور خوش اِلحانی کی نعمتوں سے خوب خوب نواز رکھا تھا، آپ کا مترنم بیان اور لحنِ داؤدی آپ کو دوسرے اکابرِ تبلیغ سے ایک ممتاز شان عطا کرتا تھا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جوش و ولولہ، جذبہ و اِخلاص آپؒ کو اپنے خاندانی بزرگوں سے وراثت میں عطا ہوا تھا۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کے دعوتی اسفار، تبلیغی اشغال اور روز و شب دیکھنے کا موقع ملا، جس سے آپ میں یہ تمام صفات بدرجۂ اتم منتقل بھی ہوئیں، بلکہ آپ نے اپنے والدِ گرامی قدر کی سرپرستی میں عملی طور پر بھی اس عظیم فریضے کو ادا کیا اور اُنھوں نے آپ کی تربیت بھی کمال درجے کی فرمائی کہ کسی دم اُس سے غافل نہ ہوئے اور جب جب اور جہاں جہاں مناسب جانا اِصلاح بھی فرمائی۔ آپ کے والدِ بزرگوارؒ نے آپ کی ایک اُستاد اور شیخ کی طرح ہمہ جہت تربیت فرمائی اور اپنے بزرگوں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی نسبت آپ کی جانب منتقل بھی فرمائی۔ چنانچہ جب والدِ محترمؒ اور حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ کی رحلت کے بعد دعوتی وتبلیغی اُمور کی گراں بار ذمّہ داریاں آپ کے کندھے پر پڑیں تو آپ نے اُن کا حق ادا کیا اور بلا مبالغہ اپنے بزرگوں بالخصوص والد مرحومؒ کا عکسِ جمیل ثابت ہوئے۔ آپ کے دورِ امارت میں بحمد اللہ تبلیغی کام ساتوں براعظموں تک پھیلا اور اُس عالمگیریت کے پیشِ نظر اہم فیصلوں کے لیے پاک و ہند کے علمائے کرام و اکابرِ تبلیغ پر مشتمل ایک مرکزی شوریٰ بھی عمل میں آئی جس کے سربراہ آپ تھے۔ اس نظام کے تحت بڑے منظّم انداز سے نبوی دعوت عالم بھر میں پہنچی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ أَحْسَنَ الْجَزَاءَ فِي الدَّارَيْنِ أَبَدًا۔

آپ کو جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے جنون کی حد تک وابستگی تھی۔ کیوں نہ ہوتی کہ آپ کا خمیر ہی یہاں سے اُٹھا تھا۔ یہ مدرسہ صرف آپ کی مادرِ علمی نہیں تھا، بلکہ آپ نے اپنے والد

گرامی اور حضرت شیخ الحدیث رحمہما اللہ کی موجودگی وسرپرستی میں عملی وتبلیغی سرگرمیوں کا آغاز بھی یہیں سے فرمایا تھا، جس مجمع میں آپ نے چھ صفات پر اپنا پہلا تبلیغی بیان فرمایا، اُس میں یہ دونوں بزرگ بنفسِ نفیس تشریف فرما تھے۔ یہ ۹؍اگست ۱۹۷۴ء جمعۃ المبارک کا دِن تھا۔ مادرِ علمی سے یہ تعلق ہر گزرے دِن کے ساتھ ترقی کرتا رہا اور ساری زندگی آپ کے اِس تعلق میں کسی قسم کی مشغولیات ومصروفیات اور اسفار وذمہ داریاں رکاوٹ نہ بن سکے، آپ جہاں بھی ہوتے مادرِ علمی ضرور تشریف لے جاتے تھے۔

اپنی تبلیغی وتدریسی مصروفیات کی وجہ سے آپ کا پاکستان کم آنا ہوتا، صرف سالانہ تبلیغی اجتماع پر تشریف لایا کرتے تھے اور عوامی مجمع میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ جن خوش قسمت جوڑوں کے نکاح اس بابرکت اِجتماع میں ہوتے تھے، وہ بھی آپ ہی پڑھایا کرتے تھے اور مختصر نصیحتیں بھی اِرشاد فرمایا کرتے تھے، جو مستقبل میں ازدواجی وخانگی معاملات میں مشعلِ راہ کا کام دیتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقریر و بیان کا خاص ملکہ عطا فرما رکھا تھا۔ دِھیمے مگر مترنم انداز میں قرآن وحدیث اور عربی اشعار سے مزین بیان فرماتے تھے، جس میں ''ساز وسوز'' اور ''لے وترنم'' کی مالا کسی موقع پر بھی ٹوٹنے نہ پاتی تھی اور مجمع کسی بڑے خطیب کی تقریر کی طرح اوّل تا آخر دم سادھے ہمہ تن گوش ہوکر اس ولی ابن ولی کا بیان سنتا اور اس فکر وکڑھن سے اپنے نصیبے کے مطابق حصہ پاتا تھا، جو آپ کی دعوت وتقریر کا مرکز ومحور ہوتی تھی۔

آپ علمائے کرام سے خاص تعلق رکھتے تھے اور بڑی شگفتہ مزاجی وخندہ پیشانی سے ملتے تھے، اُنہیں تحائف دیتے اور اُن کے تحفے قبول فرمایا کرتے تھے۔ انہیں اِس عظیم ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے اور اس کی نزاکتوں سے آگاہ کیا کرتے تھے۔ عوام سے آپ کا برتاؤ مشفقانہ ومربیانہ ہوتا تھا۔ اُنہیں علمائے کرام کی عزت کرنے اور اُن سے تعلق رکھنے، نیز اُن سے پوچھ پوچھ کر چلنے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجز واِنکساری وبے نفسی وفروتنی کا خاص حصہ ودیعت فرما رکھا تھا، اصاغر سے بھی یوں پیش آتے تھے کہ جیسے کسی بڑے سے مل رہے ہوں۔

تبلیغی جماعت کے اکابر کا ایک خاص مزاج ہے وہ یہ کہ یہ حضرات کتاب وکیسٹ کی

بجائے بالمشافہ اِفادے واِستفادے کے قائل رہے ہیں۔ ناگزیر حالات وضروریات کے علاوہ ان ذرائع کا اِستعمال کرنے کے قائل نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی زندگی اور شب وروز کے معمولات نیز کمالات وکرامات سے بھی وہی لوگ مستفید ہوسکتے ہیں، جنہیں خروج کی سعادت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ بھی اسی ذوق کے حامل تھے، جس کی وجہ سے اہلِ پاکستان تک اُن کی پوری شخصیت وکمالات نہ پہنچ سکے یا مخصوص حلقے تک ہی پہنچ پائے، بایں ہمہ وہ ایک عبقری شخصیت، پیکرِ علم وعمل، نمونۂ اسلاف، صاحبِ کشف وکرامات اور اُمتِ اجابت کی اِستقامت علی الدین نیز اُمتِ دعوت کی ہدایت کے حریص اور اس مقصد کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے والی شخصیت کے روپ میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں ان میں یہ وصف بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے کہ وہ ہندوستان کے معروضی حالات، اُن میں مسلمانوں کے کردار و مقام اور مشکلات و مصائب کا بھی خوب اِدراک رکھتے تھے اور اس حوالے سے بروقت راہ نمائی اور سرپرستی بھی فرماتے رہے۔

اپنے بزرگوں کی نہج پر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی تمام زندگی دعوت وتبلیغ اور دین کی اِشاعت میں گزری۔ وہ تو اپنے حصے کا کام کرکے فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ کا مقام بلند پاگئے، مگر اُن کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اُسے پر ہونے میں ایک عرصہ لگے گا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے جانشین حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم کو اُن کا نعم البدل بنائے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اِسلام امن اور سلامتی کا پیغام دیتا ہے، دینِ محمدی تبلیغ سے پھیلا ہے۔ اس کا پیغام عام کرنے کے لیے مسلمان دنیا بھر میں پھیل جاویں۔ دنیا اللہ نے بنائی ہے اور یہ اسی کے دیئے ہوئے نظام کے تحت ہی چلنی ہے، اسی میں کامیابی ہے اور اللہ کا نظام دینِ اسلام ہے۔ مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر اِتحاد واِتفاق کا مظاہرہ کریں تو ان کے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔ (حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

داعیٔ کبیر اور مصلح جلیل

مولانا خلیل الرحمٰن قاسمی برنی (بھارت)

عالمِ انسانیت کی ایک وسیع تحریک ''عالمی تبلیغی جماعت'' کے بانی اور دینِ حنیف کے مخلص ترجمان حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ (متوفی ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء) اور اُن کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ (متوفی ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۵ء) کی زیارت کا شرف تو احقر کو حاصل نہیں ہوسکا۔ کیونکہ احقر کی پیدائش سے پہلے ہی ان دونوں حضرات کی رحلت ہوچکی تھی۔ البتہ شعور کی زندگی میں ان دونوں حضرات کے تعلق سے سننے اور پڑھنے کا بھرپور موقع ملا۔ دینِ متین کے لیے ان حضرات کی قربانیاں، دعوت وتبلیغ میں فنائیت، صلاح وتقویٰ، مسلمانوں کی ناگفتہ بہ دِینی واِیمانی حالت پر اُن کی بے قراری، سوز دروں اور وارفتگی، اُمتِ مسلمہ کو محض دنیوی تکلفات اور اہتمامات وتوجہات سے ہٹا کر از سرِ نو دِین کی راہ اور آخرت کی فکر پر لگانے کے عجیب وغریب مگر سچے واقعات، کثرت سے معتبر ذرائع واشخاص اور سچی زبانوں سے سننے میں آئے۔ جس کے بعد یہ یقین کرنا پڑا کہ یہ دونوں حضرات اُمت کے لیے خدا کی دَین تھے۔ وہ خاص اِسی لیے بنائے گئے تھے کہ سوئی ہوئی اُمت کو جگائیں، اُمت کو دِین کی راہ پر لگانے، اِیمان کی بہار لانے اور فنائیت کی حد تک اللہ سے لو لگانے اور تعلق قائم کرنے کے باب میں اُن کو جو درک حاصل تھا وہ اُنہی کا حصہ تھا۔ اس سلسلے میں اُن کا کوئی ثانی دور دور تک نظر نہیں آتا۔ ان حضرات کی رات دِن کی دھن صرف یہ تھی کہ یہ پوری اُمت اِس بات کا احساس وشعور پیدا کرلے کہ اسے از سرِ نو اپنے اِیمان کو بنانے، دِل کو سنوارنے اور اپنی اِصلاحِ کامل کی بے حد ضرورت ہے اور اُمت کو اپنا اِیمان

بنانے اور اپنی اِصلاح کی فکر کے ساتھ دعوت اِلی اللہ کا فریضہ انجام دینے کی سخت ضرورت ہے، اگر اس میں ذرہ برابر بھی تاخیر کی گئی تو یہ اُمت ذِلت وپستی کے اُس غار میں جا گرے گی جہاں سے نکلنا شاید کبھی نصیب نہ ہو۔

یہ حضرات دِل کی دنیا کے بادشاہ تھے، اعلیٰ درجے کے مخلص اور سخنِ دل نواز کے حامل تھے، اللہ! اللہ! ان حضرات کی باتیں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا صحیح مصداق تھیں۔ تسلیم وکوثر سے دھلی ہوئی ان حضرات کی سادہ سی باتیں دِلوں کو آواز دیتیں اور رگ وپے میں سرایت کرجاتیں، اُن کی تقریروں میں بجلی کی تاثیر اور پارس کی خاصیت تھی کہ جس نے اُنہیں سنا کندن بن گیا۔

الغرض ان نفوسِ قدسیہ کو دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا، مگر سننے اور پڑھنے کا خوب شرف حاصل رہا، البتہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ (جو اپنے پیش رو ہر دونوں حضرات کے صحیح جانشین اور حضرت جی ثالث کہلاتے تھے) کو سننے اور برتنے اور اُن کی مجلس اثر آفریں میں بعض دفعہ بیٹھنے کا شرف بھی احقر کو حاصل رہا ہے، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کا دور اِس عظیم تحریک کا دورِ ثالث کہلاتا ہے، جو سب سے وسیع وطویل دور ہے، اس دورِ ثالث میں اس شجرِ سایہ دار نے چمنستانِ عالم میں وہ گل اور بوٹے کھلائے کہ دنیا دیکھ دیکھ کر حیران ہوئی اور اُس کی ہمہ جہت وسعت وترقی اور پھیلاؤ کا یہ عالم ہوا کہ لاکھوں لاکھ اِنسانوں نے اُس کی پرکیف صحت افزاء گھنی چھاؤں میں سکونِ قلبی اور راحتِ قلبی حاصل کی اور اُس کی خوشبوؤں سے مشامِ جاں کو معطر کیا، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے دورِ امارت میں یہ جماعت ایسی ہمہ گیر، عہد آفریں اور اِنقلاب انگیز تحریک بنی کہ دنیا کے بڑے بڑے رقبے اور چھوٹے سے چھوٹے خطے کو محیط ہوئی، اور ملکوں کی حدیں اور سرحدیں اُس کے سامنے گھر کا آنگن اور صحن بنتی چلی گئیں، دعوت وتبلیغ کا یہ عظیم ہیرو مسلسل سرگرمِ عمل رہ کر ۱۰؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰؍جون ۱۹۹۵ء کو اس دارِ فانی کو الوداع کہہ گیا۔ اِسی عظیم شخصیت کے عظیم صاحبزادے اور صحیح جانشین تھے ''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ'' جو خود اپنی جگہ بڑے داعی، بڑے محدّث، کامل صوفی، کامل زاہد، اسلاف کی روایات کے حامل، مجاہدانہ

کردار کے پیکر اور علومِ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نوع بنوع خوبیوں کے مالک اور عُمدہ صفات کے حامل اِنسان تھے۔ تواضع، اِنکساری، حلم، جود وسخا، للّٰہیت، خوف وخشیت، اللہ کے واسطے کی دوستی، اللہ کے واسطے کی دشمنی، بڑوں کا اِکرام، چھوٹوں پر شفقت، دِین کے سلسلے میں مسلسل محنت اور شب بیداری آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ مولاناؒ نے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ کے لیے بڑی محنت کی ہے، آپ میں اپنے والد مرحوم کی خوبیاں اور خصوصیات بڑی حد تک رچ بس گئی تھیں، حضرت مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کو اہلِ علم وتقویٰ، اعزاء واقارب جلد بھولیں گے نہ بھولنا گوارہ کریں گے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اللہ بزرگ وبرتر حضرت مرحوم کو غریقِ رحمت کرے، مغفرت کی بارش کرے، جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(بشکریہ، روزنامہ عزیز الہند ۲۰/مارچ ۲۰۱۴ء)

مذہبی حوالوں سے منفی پراپیگنڈہ اور فضول بحثوں کے دوران وقت ضائع کرنے سے مسلمان دوسری قوموں سے اِتحاد و اِتفاق کے حوالے سے پیچھے رہ گئے ہیں، ان سب باتوں کو چھوڑ کر صرف یہ دیکھنا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کا پیغام اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزار رہا ہے یا گزارنے کی کوشش کر رہا ہے یا گزارنے کی ہدایت کرتا ہے وہ اصل مسلمان اور ہم سے افضل ہے، اصل سچ یہ ہے کہ جب مسلمان دِین کی محنت کو حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق کریں گے تو یہ سب ہوجاوے گا، دنیوی اعتبار سے مسلمان سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہوگی اور پورے عالم پر مسلمانوں کی حکومت ہوگی۔ تبلیغی محنت کا اصل مقصد اُمتِ محمدی کو اپنی اصل منزل کی طرف لے جانا ہے اور اِجتماعی طور پر اصل منزل تک پہنچنے اور پہنچانے کی تربیت گاہ ہے، لیکن اس دوران حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا سب سے زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

دعوت وتبلیغ اور مولانا زبیر الحسنؒ

مولانا امیر جان حقانی

مدیر سہ ماہی نصرت الاسلام، گلگت

یہ بات اب راز کی بات نہیں رہی کہ تبلیغی جماعت نے اِسلام کی اِشاعت میں وہ کارنامے انجام دِیے ہیں کہ کھربوں کے بجٹ رکھنے والے تعلیمی ونشریاتی اِدارے نہیں دے سکے۔ تبلیغی جماعت کا کوئی لمبا چوڑا مینوفیسٹو نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اِنقلابی دستور شائع کیا ہے۔ بس خلوصِ دل کے ساتھ اللہ کا نام لے کر گلی گلی، قریہ قریہ گھومنا اور توحید کی دعوت دینا اُن کا نصب العین ہے۔ ہندوستان کے محلّہ میوات سے شروع ہونے والا یہ کام اب ایک عالمی تحریک کا روپ دھار چکا ہے۔ تھوڑی سی عمر میں، مجھے سینکڑوں لوگ دیکھنے کو ملے جو تبلیغی جماعت کے ساتھ جُڑ کر ولی اللہ بن چکے ہیں۔ کل تک جو لوگ ناچ گانے اور عریانیت میں مبتلا تھے آج وہ داعی دینِ برحق بن گئے ہیں۔ اس تحریک کا عالمی جماعت بننے کی واحد ایک وجہ ہے کہ اس کے بانیان نے بلاخوف وخطر اور کسی لالچ وطمع کے بغیر، اِنتہائی قناعت وللّٰہیت کے ساتھ دعوت کا بیڑا اُٹھایا اور پھر یہ کام اِتنا پھیلا کہ اب نہ کسی انجمن کا محتاج ہے اور نہ ہی اس کے لیے کسی بجٹ کی ضرورت ہے اور نہ ہی ملکوں کے آئین اور قوانین اس کام کو روکنے کی سکت رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ان مخلص تبلیغی رہنماؤں میں ایک تھے۔ اللہ اُن کو غریق رحمت کرے۔ ایک زمانہ تک اُن کا طوطی پورے ہند میں بولتا رہا، وجہ صاف ظاہر تھی کہ وہ صرف ایک داعی اِلی الحق نہیں تھے بلکہ ایک عظیم محدث، ولی کامل اور اکابر علماء دیوبند کی حسین روایات کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ اللہ نے اُنہیں شریعت کے

ساتھ طریقت کا فہم بھی عطا کیا ہوا تھا۔

اس حقیقت سے کون واقف نہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد اِسلام کی بقاء و اِستحکام اور نشر و اِشاعت کے لیے جن لوگوں نے سب سے زیادہ قربانی دِی وہ علمائے دیوبند تھے۔ اُن کے کئی سلسلے تھے، اُن میں ایک سلسلہ دعوت وتبلیغ کا تھا۔ اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ان عظیم سلسلوں کو جاری وساری رکھنے کے لیے ایک مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان تبلیغی بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے کتنے لوگ مشرف بہ اِسلام ہوئے اور کتنے ہی فسق وفجور کی راہ کو ترک کر کے دینِ اسلام کی طرف لوٹ آئے اور داعی حق بن گئے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسنؒ کی سوانح پر تو اکابر علماء وشیوخ لکھیں گے۔ میری دانست کے مطابق حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر بزرگ ہونے کے ساتھ ایک جید مدرس بھی تھے۔ وہ سفر اور حضر میں ایک ہی کام میں منہمک رہتے تھے وہ تھا مخلوق کا خالق سے رشتہ جوڑنا، صلح کرانا اور دوستیاں پیدا کرنا، جہاں بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوتا وہاں تشنگانِ دین دور دور سے چلے آتے اور خاموشی سے حضرتؒ کی بات سنتے اور اپنی حیثیت اور فہم کے مطابق اُن کے علمی وعملی اور اِخلاص کے دریا سے سیراب ہوتے۔ اُن کا ایک ہی مشن تھا کہ ملت میں بیداری کی روح پھونک دِی جائے۔ عام آدمی کے دِل و دِماغ میں اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ اسلامیہ کا طوفان کھڑا کیا جائے، اُن کی بھرپور دِینی تربیت کا اِنتظام ہو اور اُن کی عملی زندگیوں میں اِسلامی روح پیدا ہو جائے۔ بغور جائزہ لیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تبلیغی جماعت نے اِسلامی ریاست کے لیے لاکھوں مہذب شہری فراہم کیے ہیں، جن کے اعمال کے ساتھ اخلاق بھی اعلیٰ ہیں۔ اِسلام کی تبلیغ و اِشاعت اور پوری دنیا میں اِسلام کا اصلی پیغام عام آدمی تک جس انداز میں تبلیغی جماعت اور اُس کے بزرگوں نے پہنچایا اُس کی مثال ماضی قریب میں کہیں نہیں ملتی۔

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت عام آدمی کے لیے ایک عظیم دِینی درس گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک چلتا پھرتا مدرسہ ہے جہاں سے ہر کوئی مے کشید کرسکتا ہے۔ یہ جماعت پوری دنیا میں اِسلام کی نشر و اِشاعت اور اخلاقِ حسنہ کی ترویج کا سب سے سستا اور

مشہور سرچشمہ ہے۔ یہ ایک ایسا چشمہ صافی ہے، جس کی نلیاں مغرب تا مشرق، جنوب تا شمال پھیلی ہوئی ہیں۔ اس چشمہ کی ایک خاص اِنفرادیت ہے۔ اس کا دائرۂ فیض ومحبت کسی حد کا محتاج نہیں، بلکہ عرب وعجم میں بلاتفریق مذہب ومسلک، رنگ ونسل اور غریب و امیر تک اُس کا فیض پہنچ رہا ہے۔

اس جماعت کے ایک عظیم روحانی پیشوا مولانا زبیر الحسنؒ تھے، جو ۱۸ مارچ کو دہلی میں اللہ کو پیارے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ نے پسماندگان میں ۳/صاحبزادے اور ۳/صاحبزادیاں چھوڑی ہیں، مگر سچی بات یہ ہے کہ اُنہوں نے لاکھوں متبعین و سالکین اور اہل دِل و درد چھوڑے ہیں۔ آج اُن کے اِنتقالِ پرملال پر ہر آنکھ اشک بار ہے۔ اُن کی دِینی خدمات صدیوں تک یاد رہیں گی اور جب تک قیامت بپا نہیں ہوتی اُن کا روحانی وتبلیغی فیض اِنسانیت کو پہنچتا رہے گا۔ جب بھی تبلیغی جماعت کی تاریخ مرتب کی جائے گی مولانا زبیر الحسنؒ کا نام سرِفہرست ہوگا۔ اللہ اُنہیں کروٹ کروٹ راحتیں ولذتیں نصیب کرے۔ آمین

جیسا اِنسان کا عمل ہوتا ہے ویسا ہی خدائی فیصلہ ہوتا ہے اور جیسا خدائی فیصلہ ویسے ہی حالات۔ اب ہر آدمی اپنے گریبان میں خود ہی منہ ڈال کر فیصلہ کرے کہ میرے اعمال حالات کو درست کرنے والے ہیں یا حالات کو خراب کرنے والے ہیں، یقیناً ہمارے اعمال اِتنے گندے ہیں، اِتنے خراب ہیں کہ یہ ساری مصیبتیں اُن ہی کی وجہ سے آرہی ہیں، ہمیں اپنے اعمال کو سدھارنا ہے، سدھارنا یہ نہیں ہے کہ ہمارے کپڑے اچھے ہو جائیں، ہمارا مکان اچھا ہو جائے اور ہم پیسے والے اور جائیداد والے بن جائیں، یہ سدھارنا نہیں ہے، بلکہ سدھارنا یہ ہے کہ سر سے لے کر پاؤں تک ہمارے بدن سے نکلنے والے اعمال اچھے ہوں۔ آنکھوں کا عمل، زبان کا عمل، ہاتھوں پیروں کا عمل اللہ کے حکم کے مطابق اور نبی کریم ﷺ کے طریقے کے موافق ہو جاوے یہی سدھرنا ہے، یہ بنالیں گے تو دنیا کے اندر بھی چمکیں گے اور آخرت کے اندر بھی چمکیں گے۔

(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ

مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
اُستاذ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

دعوت وتبلیغ اس اُمت کا وہ بنیادی خاصہ اور صفت ہے جس کے بغیر اُمت مکمل نہیں ہوتی حضور اقدس ﷺ نے فلیبلغ الشاھد الغائب فرما کر یہ ذمہ داری (اُمت کو) سونپ دِی کہ اگلے لوگوں تک اِس دِین کو پہنچانا حاضرین کے ذمّہ ہے۔

تعلق مع اللہ اور تعلق باللہ کی بنیاد ''دعوت'':

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''یہ ایک بدیہی حقیقت اور تاریخی واقعہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تمام مساعی اور اُن کی برکات، اُن کے فیوض و اِصلاحات اور اُن کے ذریعہ سے عالمِ اِنسانیت کے اندر جو تعلق مع اللہ اور تعلق باللہ پیدا ہوا اور عقائد کی تصحیح ہوئی اور اصلاحِ اخلاق کا رجحان پیدا ہوا، مظالم کے خلاف جو رجحان پیدا ہوا، اُن کے ختم یا بے اثر بنانے کا اور پوری اِنسانیت کا رخ بدلنے کا تمدن اور معاشرت کے رخ بدلنے کا جو کام شروع ہوا اور پھر انجام کو پہنچا، جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی اُن سب کی بنیاد ''دعوت'' تھی! حکومت تھی نہ سیاست، طاقت تھی نہ منفعت، مصلحت تھی نہ ذاتی اثر و رسوخ۔ خالص دعوت ہی تھی ہر نبی کے کام کی بنیاد اور اِبتداء و اِنتہا اسی دعوت پر ہوئی اس لیے قرآن میں صیغہ امر کے ساتھ وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ کہا گیا کہ تم میں سے ایک ایسی اُمت ہونی چاہیے جس کا کام یَدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ ہو (وہ خیر کی طرف بلاتی رہے) یہ دعوت ہی اس اُمت کی قدر و قیمت ہے، اس کے وجود کی اصل علت ہے، اسی ذمّہ داری کو نبھانے کی خاطر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ ''اشرف البلاد'' اور مدینہ ''مدینۃ النبوی ﷺ'' کی جنت نظیر زندگیاں چھوڑ کر اطراف واکنافِ عالم کا رخ کیا، اسی کی بدولت دنیائے عالم، اِسلام کی روشنی سے چمک اُٹھا، قریہ قریہ، شہر شہر اور دیس بدیس اِسلام کا بول بالا ہوا علماءِ عظام، اولیاء کرام، مشائخِ اُمت نے

مسلسل دنیا بھر کے اسفار طے کرتے ہوئے لوگوں تک اِسلام کا ابدی پیغام پہنچایا۔
دعوت وتبلیغ اس اُمت کا وہ مشن ہے جو نبی کریم ﷺ کے ''خاتم النبیین'' ہونے کے ناطے ہم سب کا اوّلین فریضہ بن گیا ہے ہر دور اور زمانے میں اس نبوی مشن کو اکابرین و اسلاف نے زندہ وتابندہ رکھا۔''

دعوت وتبلیغ کے اثرات اور برکات:

گزشتہ صدی کے ربع اوّل کے بعد ۱۹۲۶ء میں یہ کام بستی نظام الدین ہندوستان سے ایک عظیم سپوتِ ملت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص نہج کے ساتھ شروع فرمایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ کام پوری دنیا میں پھیل گیا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور تبلیغ میں شامل مبلغین کی انتھک کوششوں سے شاید ہی دنیا کا کوئی گوشہ اب ایسا رہا ہو کہ جہاں یہ اُمت کے خیر خواہ (تبلیغی حضرات) نہ پہنچے ہوں، آج انہی کی کوششوں کی بدولت دنیا بھر میں غیر مسلموں میں بھی اِسلام قبول کرنے کا داعیہ پیدا ہو رہا ہے، بہت سارے دِین سے بے زار لوگ پکے مسلمان بن گئے، اکثر لوگوں نے اِس مشن میں لگ کر اپنی اولاد اور بچوں کو اِسلامی علوم کے لیے وقف کر دِیا، یہ سب دعوت اور تبلیغ کے مشن کی برکات وثمرات ہیں۔
ہمارے دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) فرماتے تھے کہ ''آج سے تقریباً نصف صدی قبل تبلیغی جماعت کی بنیاد رکھی گئی، کسے کیا خبر تھی کہ یہ ایک عالمگیر تحریک بن جائے گی، آج نقشہ ہمارے سامنے ہے، یہ عالمگیر جماعت بن چکی ہے، پہلے گاؤں گاؤں مجالس اور وعظ منعقد ہوتے تھے، سالوں میں کہیں کسی واعظ کی تقریر سنی جاتی تھی، مگر تبلیغی جماعت نے ہر شہر، ہر گاؤں، ہر محلّہ وعظ وتبلیغ کی دعوت وتحریک چلائی، یہ سب اکابرین دیوبند کی توجہات و برکات کا ثمرہ ہے، آج پوری دنیا میں اس جماعت کے مخلص مبلغ حرکت میں ہیں، تبلیغ اور مبلغین کی مثال ایک دریا کی مانند ہے یہ لوگ دریا کی طرح طویل سفر کاٹ کر لوگوں کے گھروں کی دہلیز پر پہنچ کر اُنہیں دِین سے سیراب کرتے ہیں، مخلوق کو خالق سے جوڑنے کا یہ مشن ایک عظیم اِنقلاب ہے، کروڑوں اِنسانوں کے دِلوں کی دنیا ان کی کوششوں کی بدولت بدل رہی ہے، اور ہزاروں غیر مسلم اُن کی مخلصانہ مساعی کی

برکت سے قبولیت اسلام سے مشرف ہو چکے ہیں، تبلیغی کام اور تبلیغی جماعتوں کی نقل وحرکت سے بڑا انقلاب آرہا ہے۔'' (ہفت روزہ اخبار المدارس، مفتی زین العابدینؒ نمبر، ۱۶۲)

افسوس کہ پچھلے دِنوں اِس مبارک جماعت کی شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ اپنی زندگی کی چونسٹھ بہاریں پوری کرنے کے بعد ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بروزِ منگل دِن کے گیارہ بجے اِنتقال کر گئے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

رحلت کی خبر:

احقر کو اُن کی رحلت کی خبر مکۃ المکرّمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسہ ''صولتیہ'' میں اُس کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا مسعود ماجد حشیم صاحب سے ملی، بعض ہندوستانی زائرینِ حرم بھی اُس موقع پر موجود تھے، اُنہوں نے بتایا کہ جنازہ حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم (جو مولانا مسعود ماجد کے خسر بھی ہیں) نے پڑھایا، جس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ افراد نے شرکت کی۔

اگر چہ موت سے کسی کو بھی رست گاری نہیں، تاہم بعض عظیم افراد کی رحلت پوری اُمت کو ہلا کر رکھ دیتی ہے، موصوف ۱۹۹۶ء میں اپنے بلند مرتبت بزرگ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد تبلیغی جماعت کی شوریٰ کی امارت کے منصب پر فائز کئے گئے تھے، جن سے پہلے مولانا انعام الحسنؒ اور مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اِس منصب پر متمکن رہے۔

عظیم صفات کے ساتھ خاندانی عظمت:

مولانا محمد زبیر الحسنؒ اپنی عظیم صفات کے ساتھ ساتھ خاندانی عظمت کے بھی حامل تھے، آپ کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ نے آپ کی تربیت میں بھرپور حصہ لیا تھا، اُن کی رحلت سے دعوت وتبلیغ کے عظیم کام کو بڑا دھچکا اور ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے، اَلْبَرَكَةُ مَعَ أَكَابِرِكُمْ کی روایت پر نظر ڈالیں، تو آج ہم اُن کی برکات سے محروم ہو گئے ہیں، احقر کو متعدد بار اُن سے ملاقاتوں کی سعادت حاصل ہوئی، آپ کی جب کبھی مکہ

مکرمہ، مدرسہ صولتیہ اور رائے ونڈ اجتماع میں زیارت ہوتی، تو نہایت محبت اور شفقت کا اِظہار فرماتے، جہاں کہیں بھی شرفِ ملاقات حاصل ہوتا تو محبت بھرے لہجے میں دعاؤں سے نوازتے، چونکہ آپ بھاری بدن کے حامل تھے، اِس بنا پر آپ کی نقل وحرکت زیادہ تر وہیل چیئر پر ہوتی تھی، حرم میں جب کوئی آپ سے ملنے کے لیے بڑھتا تو آپ وہیل چیئر چلانے والے ساتھی کو اِشارہ کر کے رکوا دیتے تاکہ ملاقاتی کو تکلیف نہ اُٹھانی پڑے، رائے ونڈ میں زیادہ تر آپ کی دعا پر اِجتماع کا اِختتام ہوتا تھا، آپ کی دعا اِخلاص وللّٰہیت، رِقت اور درد سے بھرپور ہوتی جو کہ اِنسان کی دِلی کیفیات کو بدل کر رکھ دیتی تھیں۔ اِجتماع کے موقع پر آپ اِجتماعی نکاح بھی پڑھاتے، بعض اوقات بعد عصر آپ کا پُرتاثیر وعظ بھی ہوتا۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور جامعہ حقانیہ کا تبلیغی جماعت سے تعلق:

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق تبلیغی جماعت سے اِبتدائی دور میں ہی قائم ہو گیا تھا، ہندوستان میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کی ملاقاتیں اور پھر پاکستان میں اُن کے مرکز رائے ونڈ سے مستقل بنیادوں پر روابط قائم رہے اور ہیں، متعدد مرتبہ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں درجۂ کتب کے اِمتحان کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو الحاج محمد بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق امیرِ تبلیغ پاکستان) اور الحاج محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہٗ (حالیہ امیرِ تبلیغ پاکستان) نے دعوت دِی، ان حضرات کے خطوط ''مشاہیر مکتوبات بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ'' نامی کتاب میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے سینکڑوں فضلاء ہر سال اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر اپنی اور پوری اُمت کی اِصلاح کی فکر میں مسلسل مصروف رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اِس جماعت کے ساتھ مضبوط روابط کے بین ثبوت ہیں، لہٰذا حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال کے اِس حادثہ کے غم کو ہم اپنا ہی غم سمجھتے ہیں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مرحوم کی مغفرت اور رفعِ درجات کے لیے اِجتماعی فاتحہ خوانی اور دعائیں کی گئیں۔

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر

مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی
جامعہ اشرفیہ لاہور

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر، علمی و روحانی شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی کی گزشتہ دِنوں وفات سے عالمِ اسلام دعوت وتبلیغ کے عظیم داعی سے محروم ہوگیا۔

آپ مولانا اظہارالحسنؒ کی وفات کے بعد تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر کے منصب پر فائز ہونے کے بعد سے ہر سال پاکستان میں منعقدہ رائے ونڈ کے سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع میں شرکت کرتے اور اُس کے اِختتام پر رقت آمیز دعا کروانے کے ساتھ رخصت ہوتے۔ اللہ نے آپ کو تڑپنے والے دِل، برسنے والی آنکھ اور پرتاثیر زبان و بیان سے نوازا تھا۔ آپ زہد وتقویٰ اور علم وعمل کے پیکر تھے جو ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں شریک ہوتا وہ آپ کے اعلیٰ اخلاق سے متأثر ہوکر آپ کے دستِ حق پر بیعت ہوتا ہو جاتا۔

آپ تبلیغی جماعت کی عظیم شخصیت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے حقیقی نواسے اور اُن کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے نانا حضرت شیخ کو اللہ نے لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ عرب وعجم، یورپ وایشیا میں آپ کو یکساں محبوبیت ومقبولیت ملی۔ دعوت وتبلیغ، مختلف علوم وفنون اور تحقیق وتالیف پر مبنی آپ کی ۱۰۰ر سے زائد تصنیفات ہیں۔ آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف تبلیغی نصاب (فضائلِ اعمال) کو اللہ نے وہ مقبولیت عطا فرمائی جس کی کوئی دوسری مثال نہیں۔ پوری دنیا میں تبلیغی جماعت کی بدولت مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والی یہ کتاب چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا، جس میں اس سے اِستفادہ نہ کیا جا رہا ہو۔ اس کتاب کو اللہ نے لاکھوں لوگوں کے لیے ہدایت اور نیکی پر چلنے کا ذریعہ بنایا اور یہ پوری دنیا میں کثرت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلویؒ کا گھرانہ اُن خوش قسمت خاندانوں میں سے ہے جن کو اللہ نے مقبولیت ومحبوبیت سے خوب نوازا۔ علم وفضل اِس خاندان کی بنیاد میں شامل ہے۔ جس سے صدیوں تک یکے بعد دِیگرے نسل درنسل اِس خاندان میں علما و فضلا، اہلِ کمال، مقبولین اور اللہ والے لوگ پیدا ہوتے رہے۔ اِس خاندان کے جہاں مردوں میں نیکی وتقویٰ اور دعوت وتبلیغ کا عام رواج ہے، وہاں ان کی خواتین میں بھی دِین داری، عبادت گذاری اور قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کے مطالعہ کی عام عادت ہے۔

آپ کے والدِ ماجد حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ بھی تبلیغی جماعت کے عالمی امیر تھے، اُن کو اللہ نے پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ کو عام کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اُن کی وفات کے بعد ۱۹۹۵ء میں تبلیغی جماعت کی ایک عالمی مجلسِ شوریٰ قائم کی گئی، پھر آپ کو تبلیغی جماعت کی اس شوریٰ کا امیر اور تبلیغی مرکز بستی نظام الدین اولیاء کا منتظمِ اعلیٰ بنادِیا گیا۔

مولانا زبیرالحسنؒ بھی اپنے والد کی طرح مجسم دعوت وتبلیغ تھے، آپ نے زندگی اِسی تگ ودو میں گزاری کہ کسی طرح مسلمان حضور ﷺ کے لائے ہوئے پورے کے پورے دِین پر سو فیصد عمل کرنے والے بن جائیں اور نسلِ نو کے ایمان کی حفاظت کی جاسکے۔ آپ سے مل کر اندازہ ہوتا، آپ کا بس نہیں چلتا کہ سب لوگوں کے دِلوں میں وہی آگ پھونک دیں، جس میں وہ خود ایک عرصہ سے جل رہے ہیں۔ آپ کی جستجو تھی کہ سب میں وہی سوز و گداز پیدا ہوجائے جس کی لطیف لمس سے آپ کی روح جھوم اُٹھتی تھی۔ پھر ایک اسی تڑپ، طلب اور جذبہ کے ساتھ پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ کی صدا لگاتے اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر پوری اُمت کے ایمان کی حفاظت وہدایت کے لیے دعائیں کرتے ہوئے نظر آتے۔

مولانا ملک عبدالحفیظ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک طرف تبلیغی مرکز بستی نظام الدین اولیاء دہلی، بنگلہ والی مسجد میں قائم دِینی مدرسہ کاشف العلوم کے شیخ الحدیث اور بخاری شریف سمیت دیگر دِینی کتب پڑھاتے تھے، وہاں آپ روزانہ اپنے کمرہ میں مجلسِ ذکر کا بھی باقاعدگی سے اہتمام فرماتے۔ گویا کہ آپ دعوت وتبلیغ اور تصوّف وسلوک کے حسین اِمتزاج تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا زبیر

الحسنؒ اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل تھے جن کو اللہ نے محبوبیت و مقبولیت سے نوازنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی ہدایت اور نسلِ نو کے اِیمان کی حفاظت اور تربیت کا ذریعہ بنایا۔

آخر کار دعوت وتبلیغ کا یہ آفتاب و ماہتاب پوری دنیا میں دعوت وتبلیغ کو عام کرنے کے بعد غروب ہوگیا۔ آپ کی وفات پر جہاں عالمِ اسلام کی عظیم علمی و دِینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند ہندوستان سمیت پوری دنیا کے تبلیغی مراکز و مدارس خانقاہوں اور مساجد میں آپ کی بلندیٔ درجات کے لیے دعائیں کی گئیں، وہاں جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم مولانا عبیداللہ اشرفی، مولانا فضل الرحیم اشرفی، مولانا محمد اکرم کاشمیری، پروفیسر مولانا محمد یوسف خان، مولانا حافظ اسعد عبید اور دِیگر علماء و اساتذہ نے اِظہارِ تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا زبیر الحسنؒ کی تمام زندگی دعوت وتبلیغ اور دِین کی اِشاعت میں گذری اور اُن کی وفات سے عالمِ اِسلام عظیم مبلغ وداعی اور جید عالمِ دین سے محروم ہوگیا ہے۔

خدا رحمت کند اِیں عاشقانِ پاک طینت را

(بشکریہ روزنامہ نوائے وقت ۲۸/مارچ ۲۰۱۴ء)

اللہ کے ذکر اور دِین کی فکر ہر وقت مسلمان کے دِل میں موجزن رہنی چاہئے، دولت کی محبت دِل سے نکال کر اللہ کی محبت پیدا کرنا ضروری ہے۔ اِسلام امن کا مذہب ہے اور سارے عالم کو امن کا پیغام دیتا ہے۔ دِین کی تبلیغ ہم سب کی ذمّہ داری ہے۔ اللہ کو دِین سے محبت کرنے والا شخص ہی پسند ہے، اللہ اور نبی کریم ﷺ کے بتائے راستے پر چل کر ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ایک ناقابلِ تلافی خلا

مولانا محمد حسین صدیقی
اُستاذِ حدیث جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حادثۂ وفات یقیناً ایک جانکاہ حادثہ ہے، اس عظیم شخصیت کے جانے سے ایک بڑا خلا پیدا ہوچکا ہے، جس کے پر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بے اِختیار یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

من شاء بعدك فليمت

فعليك كنت احاذر

آپ کے بعد جو چاہے وہ مرجائے مجھے تو آپ کا ہی سب سے زیادہ خوف تھا۔

لیکن اللہ جل شانہٗ کی ذات بڑی غنی اور بے نیاز ذات ہے، وہ دِین کی سربلندی کے لیے اسباب و وسائل پیدا فرماتا رہتا ہے۔

دنیائے اِنسانیت اور ادیان کی تاریخ میں اللہ کے پیارے اور آخری رسول ﷺ کی وفات سے بڑھ کر کوئی حادثہ نہیں ہوسکتا! جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت سورۃ نصر ''اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ O وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا O'' نازل ہوئی۔ ممالک فتح ہوتے جارہے تھے، یہاں تک کہ حضور ﷺ دنیا سے پردہ فرماگئے، اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے تصوّر اور خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ عین اس وقت میں اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھڑا کرکے اُن کے ذریعے سے دِینِ متین کا باغ جس کے سوکھ جانے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا، سرسبز و شاداب رکھیں گے، اور ایسا ہی ہوا، تاریخ اسلام میں برابر ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔

عالمی تبلیغی مرکز نظام الدین میں مختلف مصالح کی بناپر تین حضرات پر مشتمل شوریٰ بنائی گئی تھی، اُن میں سے اوّل اوّل حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اِنتقال ہوگیا اور اب رکنِ ثانی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ بھی دنیا سے تشریف لے

گئے، ان دو حضرات کے جانے کے بعد اب صرف حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم باقی ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی حفاظت وصیانت فرمائے۔ آمین

دعوت وتبلیغ کا کام چونکہ شخصیات کے تابع نہیں اور نہ ہی کسی شخصیت کے سہارے چل رہا ہے، اگرچہ شخصیات سے عقیدت اُن کی ذاتی محنت وجدوجہد کی بنا پر کام کے آگے بڑھانے میں بہت مددگار ہوا کرتی ہے، مگر تبلیغی کام شخصیات سے وابستہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اِتنی بڑی بڑی شخصیات کے اِس دنیا سے پردہ فرمانے کے باوجود بھی کام الحمدللہ روز بروز آگے ہی بڑھ رہا ہے، ان شاء اللہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنا وعدہ بہت جلد پورا فرمائیں گے، قرآنِ کریم میں ارشادِ باری ہے:

هُوَ الَّذِیٓ أَرۡسَلَ رَسُولَهُ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهُ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّه، اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا کہ اُسے تمام دِینوں پر غالب کردے۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''لیبلغن هذا الامر مابلغ الليل و النهار و لا يترك الله بيت مدر و لا بر الا ادخله الله هذا الدين بعز عزيز او بذل ذليل عزاً يعز الله به الاسلام واهله وذلا يذل الله به الكفر۔ كنز العمال ۱/ ۷۷، حاكم ۳/ ۱۵۵۔''

جہاں تک دِن رات پہنچتے ہیں، یہ دِین (اِسلام) ضرور پہنچے گا، اور ہر ہر پکے اور کچے گھر میں اللہ تعالیٰ اس کو ضرور داخل فرمائیں گے، ماننے والے کو عزت دے کر اور نہ ماننے والے کو ذلیل کر کے اسلام اور اہلِ اسلام کو اللہ پاک عزت دیں گے اور کفر کو ذلیل ورسوا کریں گے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذاتی خصوصیات وصفات میں اسلاف کا نمونہ تھے، آپ کا اندرون حبِ الٰہی وعشقِ نبوی (ﷺ) کا گنجینہ اور دعوت وتبلیغ کا شعلہ فشاں پہاڑ تھا، اور بیرون میں وقار وسکینت اور اِخفاء وگوشہ نشینی کی ردا دراز رہتی تھی۔

جب آپ اجتماعات میں دعا کرواتے تھے تو وہ اِتنی رقت انگیز اور پراثر ہوتی تھی کہ سخت سے سخت دِل آدمی کے قلب وذہن پر رقت طاری کردیتی تھی، دعا کے وقت یہ محسوس ہوتا کہ عرش بھی گریہ وزاری سے متأثر ہوگیا ہے، نیز آسمان سے زمین تک فرشتے صف بنائے کھڑے ہیں اور ہر فرشتہ اِس بات کی کوشش میں ہے کہ اِس دعا کو سب سے پہلے دربارِ الٰہی میں پہنچانے

کا شرف اس کو حاصل ہوجائے۔

حضرتؒ جب درد بھرے لہجہ میں ''اے اللہ!'' فرماتے تو مجمع تڑپ اُٹھتا، آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ آتا۔ اور آپ یہ دعا صرف آنے والے مجمع کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم کے لیے فرماتے تھے۔ پوری دعا کے دوران اِتنا سکون اور نورانی ماحول ہوتا کہ بڑے سے بڑا گناہ گار بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا اور ضرور اس دعا سے توبہ کر کے اُٹھتا تھا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار صفات سے نوازا تھا، منجملہ اُن میں ایک تواضع واِنکساری بھی تھی، کسی سے کوئی کام نہیں کرواتے تھے بلکہ ہر کام خود کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ عبادت کا بڑا ذوق تھا، میں نے نظام الدین مرکز میں رمضان المبارک میں خود دیکھا تھا کہ پورا دِن تبلیغی مصروفیات میں گزارتے اور پوری رات عبادت میں صرف فرماتے، مرکز کی مسجد میں تراویح پڑھا کر فارغ ہوتے اور پھر پوری رات نوافل میں سحری تک مشغول رہتے۔

اس کے علاوہ آپ میں صبر حد درجہ کا تھا، کبھی کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے، ساتھ رہنے والے بتاتے ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یہی وصف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اندر اِنتہا درجہ کا تھا۔

آپ کی صفات میں سے ایک صفت حضور ﷺ کی عادات اور سیرت کو اپنانے کی تھی، سیرت کی کتب کا بڑی کثرت سے مطالعہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ حج کے موقع پر اِطلاع ملی کہ سیرت کے موضوع پر ایک نئی کتاب چھپ کر آئی ہے، فوراً کتاب منگوائی اور جب تک ختم نہیں ہوئی مطالعہ فرماتے رہے، پھر مزید شوق ہوتا تو صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم اور داعیانِ دین اور علماء ومشائخین کے تذکرے پڑھتے یہ سب اسی محبت رسول کی کرشمہ سازی ہے، اسی نبوی محبت اور اِتباع کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو ۶۳ رسال کی عمر میں موت دے کر آخر وقت میں بھی اتباعِ نبوی ﷺ سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کو اُن کی دِینی خدمات کے صلہ میں ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزائے خیر اعلیٰ درجات کی صورت میں عطا فرمائے۔

آج رخصت جہاں سے داغ ہوا — خانۂ عشق بے چراغ ہوا

عظیم اِنسان

مولانا قاضی احسان احمد
مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت

نبی رحمت ﷺ کی اُمت کو ربّ کریم کی عظیم رحمتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور کرنا، بھولی ہوئی اِنسانیت کو راہِ راست پر لانا، بھٹکے ہوئے، گم کردہ راہ کو منزل کی طرف گامزن کرنا، اِنسانیت کی رشد وہدایت کا ذریعہ بننا یہ انبیاء کی آمد کا مقصد اور اُن کی زندگی کا مشن تھا۔

سیدنا آدم علیہ السلام سے یہ مشن شروع ہوا اور نبی آخر الزمان، اِمام الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر کامل اور مکمل ہوگیا اور تعلیماتِ ربانی کی آمد مکمل ہوگئی، دِین کا اِتمام اور اور نبوّت کا اِکمال ہوگیا، اب کوئی نیا دِین نہیں، نئی شریعت نہیں، نئی وحی نہیں، نیا نبی نہیں آئے گا! مگر اِس اُمت کی دِینی تربیت اور شرعی رہنمائی کی ضرورت قیامت کی صبح تک باقی رہے گی، جس کے لیے بحکمِ خداوندی اور تکوینی اُمور کے تحت اُن مخلص ربانیین کا اِنتخاب عمل میں لایا جاتا ہے، جو اُمت محمدیہ کے جلیل القدر، عظیم المرتبت، نفوسِ مقدسہ ہوتے ہیں، ربّ کریم اُن کو اِنسانیت کی رہنمائی اور سیادت کے لیے منتخب فرمالیتے ہیں۔

ہندوستان کی زرخیز سرزمین پر صدیوں اِسلام اور مسلمانوں کی حکومت قائم رہی، مگر ربّ کریم کو کچھ اور منظور تھا، اِسلامی اِقتدار رو بہ زوال ہوا، نظامِ سلطنت پر انگریز حکمران بن کر سامنے آئے، جو لوگ آپس میں شیر وشکر، بھائی بندی میں زندگی گزارتے تھے، حالات کی انگڑائی نے اُن کو لڑائی پر مجبور کر دِیا، آپس میں دست وگریباں ہوگئے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے، ایک نبی کی اُمت یک لخت تقسیم ہوتی چلی گئی، اِن حالات میں اِنسانیت کو

قرار، اِسلام کو دوام اور پختگی دینے کی ضرورت تھی۔

ربّ کریم نے ہندوستان کی سرزمین پر ایک ایسا تحریکی اِدارہ قائم کروایا، جس کی اُس وقت ملک وملت اور اِسلامیانِ وطن کو شدید ضرورت تھی، یہ اِدارہ ''دارالعلوم دیوبند'' کی شکل میں آسمانِ دنیا پر ایک مینارۂ نور کی طرح چمکا اور الحمد للہ آج تک اپنی اُسی آب وتاب کے ساتھ چمک اور دمک رہا ہے۔

جہاں اِنسانیت اور اِسلامیانِ وطن کو علم کی ضرورت تھی، وہاں اسی علم کو عمل میں لانے اور زندگی کے دھارے کو درست کرنے کی بھی ضرورت تھی، تو حق تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت کو لا کھڑا کیا جس کی اِبتداء نظام الدین کی بستی سے چند علماء کے پاکیزہ نفوس سے ہوئی۔ یہ علماء خود، نیک وایک، خوبصورت وخوب سیرت اور زہد وتقویٰ کے اِمام تھے، اُن کا کام اُمتِ محمدیہ کو نبی ﷺ کے دِین پر لانا اور طریقۂ سنت کے مطابق اُن کی زندگیوں کو ڈھالنا تھا۔

مشائخ کرام اور اللہ والے فرماتے ہیں کہ کوئی بھی کام اُس وقت تک رائیگاں نہیں جاتا جب تک کہ اُس میں تین چیزوں کا وجود باقی رہے: ① اخلاص وتصحیح نیت۔ ② تصحیحِ عمل۔ ③ طریقِ صحیح۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ دعوت وتبلیغ کا کام انہیں اُصولوں پر شروع ہوا، حضرت جی مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ سے ہوتے ہوئے یہ کام ہندوستان کی عظیم ہستی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی نگرانی میں آیا، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اِس عالمی تحریک کو چار چاند لگا دیئے، اپنے بزرگوں سے ملی ہوئی امانت کو خوب دِیانت کے ساتھ تشنگانِ علوم نبوّت تک پہنچانے کی سعی مشکور کرتے رہے۔

گناہوں کے دلدل میں گھرے ہوئے اِنسانوں کو نکالنے کے لیے، اُن کی آوارہ اور پراگندگی کی سوچ وفکر کو اِسلامی طرزِ تہذیب سے آشنا کروانے کے لیے دِن رات محنتِ شاقہ سے کام کیا اور الحمد للہ بہت حد تک اُس میں کامیاب وکامران رہے۔

گناہوں سے توبہ کروانا، مخلوق کو خالق سے ملانا، محمد رسول اللہ ﷺ کے صحیح راستہ پر لانا یہ اس وقت اِنسانیت کی سب سے بڑی خدمت اور راہنمائی ہے، اِس لیے کہ فتنوں کے تلاطم میں جہاں اِنسان نفسانی خواہشات کے حصول اور تکمیل کے لیے شب و روز حرام و حلال کی تمیز کیے بغیر بھاگا ہی چلا جا رہا ہے، وہاں پر اِس عظیم خدمت کی بہت ضرورت ہے، اس کے لیے پیار، محبت، اخلاق، تکریم، منت سماجت کا راستہ اِختیار کر کے اُن کو توبہ کے دروازہ پر لا کھڑا کرنا، انہیں بزرگانِ دین کا کام تھا جو اس کے لیے اپنے آپ کو وقف کیے ہوتے تھے۔

روح کی صفائی اصل ہے، جسم اور لباس کی صفائی ثانوی درجہ رکھتی ہے، روح اگر داغ دار ہو جائے تو قیامت برپا ہو جاتی ہے، جسم اور لباس اگر میلا ہو جائے تو ایک پانی کی معمولی سی بالٹی سے صاف ہو جاتا ہے، روح کی صفائی اللہ والوں کی جوتیوں میں اُن کے نقشِ قدم پر چل کر اُن کی رہنمائی حاصل کر کے ملتی ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ میں وہ تمام خوبیاں ربّ کریم نے ودیعت کر رکھی تھیں جو ایک معلم، قائد اور منتظم کے اندر ہونی چاہییں، اُنہوں نے بہت کم وقت میں اس عالمی کام کو بامِ عروج تک پہنچا دِیا۔

ربّ کریم اُن کی شبانہ روز کی خدماتِ جلیلہ وحسنہ کو شرف قبولیت نصیب فرمائے، اور اسلاف کے اس نیک کام کو قیامت کی صبح تک اِنسانیت کی فلاح کے لیے جاری رکھے۔

آمین

یہ چند سطور برادرِ عزیز مولانا زین العابدین کے حکم پر حضرتؒ سے اپنی معمولی سی نسبت کے اِظہار کے لیے حوالۂ قلم کی ہیں کہ اُن کی عظیم شخصیت کو جہاں جبالِ اُمت، سلاطینِ علم و عرفان، زہد و تقویٰ کے امام، صبر و شکر کے نامور افرادِ ملت خراجِ عقیدت و تحسین پیش کریں گے وہاں اِس ناکارہ کی چند بے ربط باتیں شاید نجات کا باعث ہو جائیں۔

لیس الجمال، بمیزرٍ

مولانا مفتی عبدالرحمٰن مدنی
مہتمم جامعہ محمودیہ بفرزون کراچی

بڑوں کی محنتیں، اُن کی ریاضتیں، اُن کی جدوجہد اور کوششیں اولاد کے کس کس طرح سے کام آتی ہیں، یہ اولاد کو بہت دیر سے سمجھ میں آتا ہے، خوش نصیب لوگوں کو ماں باپ کا سایہ تا دیر ملتا ہے اور اس سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ والدین نیک اور صالح ہوں، اللہ والے ہوں، دِل والے ہوں یعنی اصحابِ قلوب ہوں۔ دِل کی آنکھیں رکھتے ہوں اور اولاد کی تعلیم و تربیت اسی نہج پر پوری توجہ اور اِنہماک سے کریں۔ اولاد کی آخرت کو اُن کی اور اپنی دنیا پر ترجیح دیں اور پھر اس خوش نصیبی کے کیا کہنے کہ والد نیک اور صالح ہونے کے ساتھ ساتھ عالمِ باعمل اور داعی فی سبیل اللہ ہو اور وہ اپنے بیٹے کی تربیت خود کرے اور پھر اپنے ساتھ ہی دعوت اور تدریس کے کام میں لگا لے۔ خوش نصیبی اگر کہتے ہیں تو سچ میں اِس کو کہتے ہیں۔ یہ جملہ اور محاورہ دنیا دار اور مادہ پرست لوگ اہلِ دنیا کے لیے بالکل غلط اِستعمال کرتے ہیں کہ فلاں ''منہ میں سونے کا چمچہ'' لے کر پیدا ہوا ہے۔ دنیاوی دھات دنیاوی سونا تو فانی چیز ہے۔ اس کے ذخیرہ کرنے والے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو تو قرآنِ کریم میں اللہ پاک نے عذابِ الیم کی وعید سنائی ہے۔ اصل سونا، اصل چاندی، اصل خزانہ، اصل مال و زر تو آخرت کا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے۔ کھرا سونا، آخرت کا سونا، ہمیشہ باقی رہنے والے جواہرات، نہ ختم ہونے والی دولت، اِرتقائی بقا رکھنے والا مال و زر۔ مولانا زبیر الحسن کے والدِ گرامی قدر حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب عالمی دعوت و تبلیغ کی تحریک اور جماعت کے امیرِ ثالث تھے۔ فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، عشقِ نبوی (ﷺ) اور حبِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے سرشار، جذبۂ دعوت سے معمور و لبریز، عالمانہ شان، صوفیانہ انداز، قلندرانہ وضع قطع، مجاہدانہ شب و روز اور اپنے صاحبزادے مولانا محمد زبیر الحسن کو بھی حضرت جی نے اسی رنگ میں رنگ لیا۔ وہ رنگ جو معرفتِ اِلٰہیہ کا رنگ ہے، وہ

رنگ جو عشقِ نبوی (ﷺ) کا رنگ ہے۔ اس دعوت کا رنگ جس نے رسول اللہ (ﷺ) کو شب و روز اور مسلسل متحرک رکھا اور دوسری طرف مولانا محمد زبیر الحسن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے نواسے ہیں۔ اسے کہتے ہیں نجیب الطرفین ہونا۔

لیس الجمالو، بمیزرٍ فاعلم وإن ردیت بردا
فإن الجمال معادنٌ ومناقبٌ اورثن مجداً

والدہ اور والد دونوں طرف سے آپ کو علم و عمل، اخلاص و للّٰہیت و عشقِ نبوی و حبِ صحابہؓ گھٹی اور وراثت میں ملا۔ ایسے خوبصورت ماحول میں پرورش ہوئی کہ فرشتے بھی رشک کریں۔

تر دامنی پر میرے اے شیخ نہ جائیو
جو دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

حافظِ قرآن اور قاری قرآن اور عالمِ باعمل۔ بزرگوں کی گودوں میں کھیلے، اولیاء کے بچوں کے ساتھ لڑکپن گزارا۔ صلحا میں جوانی بیتی اور ادھیڑ عمری تک پہنچتے پہنچتے اس مقام پر جا پہنچے کہ صلحائے اُمت کو آپ کے مقام پر رشک ہوتا۔ یہ شعر کتنا صادق آتا ہے اُن کی شخصیت پر، جیسے قتیل شفائی نے اُنہی کے لیے کہا ہو۔

ہم نہ ہوں تو زمانے کی سانس رک جائے
قتیل وقت کے سینے میں ہم دھڑکتے ہیں

اور وقت یعنی دنیا، یعنی زمانہ۔ کون سی دنیا؟ تقدس کی دنیا، روحانیت کی دنیا، دعوت و تبلیغ کی دنیا، انبیاء کی محنت انبیاء کے نہج پر، جہاں دِن رات بس ایک فکر کہ آدمی اِنسان بن جائے اور اِنسان صحیح معنوں میں آدمی بن جائے۔ جہاں لاکھوں کا مجمع لیکن کوئی شور وغوغا نہیں۔ تا حدِ نظر اِنسان مگر کہیں ''ہٹو بچو'' کی آوازیں نہیں۔ عاجزی و مسکنت کی زندہ تصویریں جا بجا، مگر کہیں کیمروں کا فلش نہیں۔ لاکھوں کا مجمع سر جھکائے توجہ سے سن رہا ہو لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ بولنے والا کون ہے۔ سب کو بات سے غرض، کام سے غرض۔ اِس بات سے کوئی غرض نہیں کہ بات کرنے والا کون ہے۔ دنیا کی انوکھی مجالس جہاں مقرر اور واعظ کے آنے سے قبل اس کے نام کا اعلان نہیں ہوتا اور یہ دنیا صرف لفظی دنیا نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں دنیا ہے، یہ دنیا ہے سرفروشوں کی جنہوں نے اپنا تن من دھن، اپنی جان، اپنا مال، اپنا وقت سب ایک مشن،

ایک کاز، ایک نظریئے اور ایک محنت پر وار دِیا ہے۔ وہ محنت جو پوری دنیا کے اِنسانوں کی بھلائی اور آخرت کی کامیابی کی محنت ہے۔ وہی محنت جس کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اِس دنیا میں تشریف لائے۔ دنیا کے ہر ملک میں اور ہر ملک کے ہر حصے میں اس محنت کی آواز لگ رہی ہے اور اس محنت سے وابستہ افراد موجود ہیں اور عالمی دعوت و تبلیغ کی اس محنت کے دو بڑے مراکز ہیں ایک پاکستان میں یعنی رائے ونڈ اور دوسرا انڈیا میں یعنی نظام الدین۔ اتنے بڑے کام کو پوری دنیا میں مؤثر، مضبوط اور منظّم انداز میں چند درویش مل کر چلا رہے ہیں۔ درویشوں اور اللہ والوں کی ایک شوریٰ ہے جسے عالمی شوریٰ کہتے ہیں اور حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اس عالمی شوریٰ کے بھی امیر تھے۔ متواضع اور منکسر المزاج۔ دوسرے کو آگے بڑھانے والے اور خود پیچھے بیٹھ کر سرپرستی کرنے والے۔ چھوٹوں کو بڑھاوا دینے والے، رجالِ کار کو تیار کرنے والے، ایسی غلطیاں جو کام کو نقصان پہنچانے والی ہوتی، اُن پر بہت خوبصورت انداز میں تنبیہ کرتے اور تنبیہ کا انداز ایسا ہوتا جیسے توجہ دِلا رہے ہوں۔ کسی بھی کام کے بڑے کا تأثر اور امیج عموماً یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت سخت ہے اور بڑوں کی اس سختی کے بغیر کام چلتا بھی ذرا مشکل سے ہے، لیکن اُن کی نرمی ضرب المثل تھی۔ اپنے والد حضرت جی مولانا محمد انعام الحسنؒ کی ہر خوبی اور صفت اُن میں موجود تھی۔ ایسی جگہ پر آ بیٹھنا کہ جہاں حضرت جی اوّل مولانا محمد الیاس، حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف اور حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن اپنی ذمّہ داریاں نبھاتے رہے ہوں وہاں بیٹھ کر، اس مقام پر فائز ہو کر کام کو آگے بڑھانا، سب کو جوڑے رکھنا، سب کو خوش اور مطمئن بھی رکھنا اور سب سے کام بھی لینا اور اِس انداز سے لینا کہ سامنے والے کو پتہ بھی نہ لگے کہ میں یہ کسی کے کہنے پر کر رہا ہوں، یہ بہت مشکل کام تھا مگر اُنہوں نے کر دِکھایا۔ حوصلہ اور ہمت تو نوجوانی میں ہی زبانِ عام و خاص پر تھی۔ شبِ قدر یعنی ۲۹ ر کی شب کو تراویح میں دس پارے سنا کر نظام الدین آئے، والد نے کہا مصلّٰی سنبھالو اور مجھے قرآن سناؤ۔ ۱۷ ر سالہ زبیر الحسن مصلے پر کھڑا ہوا اور سحری سے پہلے پہلے بقیہ بیس پارے سنا کر پورے قرآن کریم کی تکمیل کر دِی۔ تدریس کا تجربہ، لوگوں کے مزاج کو سمجھنے اور اُنہیں خوبصورتی سے چلانے میں مزید ممد و معاون ثابت ہوا۔ ۲۰ ر سال تک نظام الدین سے متصل مدرسہ کاشف العلوم میں آپ نے اپنے والد کی طرح تدریسی خدمات

سرانجام دیں اور اپنی وفات تک شیخ الحدیث کے درجے پر فائز رہے۔ مدرس، شیخ الحدیث، واعظ، داعی، منتظم، عالمی تحریک کے سب سے بڑے ذمہ دار، مشوروں کی کثرت، ملاقاتیوں کا ہجوم لیکن کسی دوست کا ملنے والا بھی آجاتا تو نام لے کر دوستوں اور متعلقین کی خیریت دریافت کرتے، اُنہیں سلام کہتے، بولتے کم اور سنتے زیادہ تھے۔ آنکھیں ایسی کہ لمحہ بھر میں سامنے والا کا پورا ایکسرے نکال لیں، اندر تک اُتر جاتے۔ دعوت وتبلیغ میں خاص بات یہ ہے کہ اس کام کا ایک خاص نہج ہے اور نظام الدین میں حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے اسلاف کے منہج، طریقے اور راستے سے اِس کام کو ایک سوت بھی دائیں بائیں نہ ہونے دِیا۔ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے اِنتقال کے بعد امارت کے مسئلے پر عاجزی و اِنکساری اور بردباری وتحمل اور بڑوں کی ماننے کی وہ مثال قائم کی کہ ایک امیر کے بعد پہلی مرتبہ شورائی نظام کو دِل وجان سے قبول کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فتنے کا سدباب کر دیا۔ حافظ وقاری ایسے کہ ایک رات میں قرآن سنا دیں۔ داعی ایسے کہ سارے داعیوں کے امیر، عالم ایسے کہ شیخ الحدیث، مستقل مزاج ایسے کہ موت تک مسندِ تدریس سے وابستہ رہے۔ مدبر اور حلیم ایسے کہ سب مطمئن۔ منتظم ایسے کہ کام اور طریقے کو راہ سے ذرہ برابر ہٹنے نہ دِیا۔

خوبیاں ہی خوبیاں، صفات ہی صفات، نرمی ہی نرمی، حلاوت، ذہانت، عاجزی و اِنکساری، حلم وتدبر، معاملہ فہمی، باریک بینی، دور اندیشی، مستقل مزاجی، راتوں کو دیر تک مشورے اور مطالعے کی مصروفیت اور صبح دم مصلیٰ سنبھال لینا اور اذانِ فجر سے پہلے رب سے مناجات اور آہ وزاری کر کے فجر کے بعد پھر سے ایک بھرپور دِن شروع کر دینا۔ دنیا بھر کے اسفار، ہر سال پاکستان آمد، بنگلہ دیش جانا، دِن بھر وعظ، تدریس، مشورے، ملاقاتیں، مطالعہ، خطوط، خط وکتابت، مہمانوں کی آؤ بھگت، گھریلو معاملات کو پیچھے اور دعوت کے ہر کام کو آگے رکھنا اور اس طرح زندگی کے ۶۴ ربرس گزار دیے۔ دِن رات کی یہ مصروفیات، تڑپ اور محنت نے صحت پر اثر ڈالا اور آپ علیل ہو گئے۔ آپ کی علالت وناسازیٔ طبیعت کی خبر کیا پھیلی کہ دنیا بھر میں موبائل میسیجز اور سوشل میڈیا گونج اُٹھا۔ ہر طرف دعاؤں کی صدائیں تھیں، ہر ایک دوسرے کو خبر کر رہا تھا، اِطلاع دے رہا تھا، ہر ایک دوسرے سے درخواست کر رہا تھا کہ حضرت کی صحت کے لیے دعا کی جائے۔ بطورِ خاص پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت میں ہر

مسلمان فکرمند تھا اور دعائیں کر رہا تھا۔ کوئی پوچھتا کہ کون سے مولانا زبیر الحسن صاحب؟ تو پاکستان میں فوری جواب ہوتا کہ جو رائے ونڈ اجتماع میں دعا کرواتے ہیں۔ ایسی ہر دلعزیزی اللہ پاک نے اپنے محبوبین کو ہی عطا فرمائی ہے۔ بڑوں چھوٹوں کے لیے دعا کرتے ہی ہیں لیکن جب چھوٹے بڑوں کے لیے خوب خوب دعائیں کریں تو یہ بھی بڑوں کی ہر دلعزیزی کی علامت ہوتی ہے۔ آپ کے گردے خراب ہو گئے تھے، علالت شدید تھی، جسم بھاری تھا لیکن ایسے میں بھی نماز کا اہتمام اور کام کی فکر آپ پر غالب تھی۔ آخر کار عاشقِ بے قرار کی رحلت کا وقت آن پہنچا۔ جس نے جہاں کے لیے محنت کی ہوتی ہے وہ وہاں جانے کے لیے بے قرار ہوتا ہے۔ آپ نے ساری عمر اپنے بڑوں کی طرح آخرت کی محنت کی تھی اور وہیں جانے کے لیے بے قرار تھے۔ حدیثِ پاک میں دنیا کو مؤمن کے لیے قید خانہ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اس کی روح یہاں گویا پنجرے میں پھڑپھڑاتی رہتی اور لامکاں کی وسعتوں میں اپنے خالق و مالک کے پاس جانے کے لیے بے قرار رہتی ہے۔ چنانچہ آخری وقت سکون واِطمینان کا تھا۔ آپ نے دہلی کے ایک ہسپتال میں ۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور خالقِ حقیقی سے جاملے۔ آپ کے جانے سے بے شک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے لیکن یہ بات بھی باعثِ طمانیت ہے کہ آپ نے چھوٹوں کی ایسی تربیت کی، اس طرح سکھایا اور آگے بڑھایا، اپنے سامنے اُن سے کام لے کر اور اُن کی کمیوں پر تنبیہ کر کے ایسا تیار کر دِیا کہ کام میں کوئی خلل نہ آئے گا ان شاء اللہ۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

ایک اور ایسا شخص چلا گیا کہ جس کے جانے سے اُوپر والوں کی مجالس مزید اچھی اور بارونق ہو گئیں اور دنیا پہلے سے بھی زیادہ بے رونق ہو گئی۔

وہ کیا گئے کہ رُت ہی بدل گئی
وہ کیا گئے کہ دنیا کو ویراں کر گئے

نغمہ رہ جاتا ہے لطف زیر و بم رہتا نہیں

مفتی توقیر بدر القاسمی
اُستاذ فقہ وانگریزی ادب المعہد العالی امارتِ شرعیہ، پٹنہ بہار (ہند)

یوں تو دنیا میں کسی بھی وجود کا ہونا اُس کے نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور بقول شخصے زندگی خود ایک ''مرض'' ہے، یہ جسے لگ گئی اُسے ایک دِن دنیا چھوڑ جانا ہے۔ اِن باتوں اور فلسفوں میں جو کچھ بھی ہے اُسے غالب مرحوم نے بہت ہی سہل انداز میں پیش کر دیا ہے۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

خیر ابھی گذشتہ ہفتہ ہمارے درمیان سے ایک ایسی نامور ہستی اور قدآور شخصیت رخصت ہوئی ہے، جو اپنے کار ہی نہیں، بلکہ ''کارنامے''، علمی و دِینی اور ملی خدمات کے انمٹ نقوش چھوڑ گئی۔ اُن کے اوصاف و کمالات کے چرچے اُن کے جانے کے بعد ہر زبان سے دہرائے جا رہے ہیں۔ اُن اوصاف و کمالات کو پڑھ کر، سن کر اور اخبارات کو جاری کردہ بیانات کو دیکھ کر ایک گھڑی کے لئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مرنے والے، بلکہ ہمیں چھوڑ جانے والے کا تعلق اِس دنیا سے تھا ہی نہیں وہ کسی اور دنیا سے وابستہ تھا۔ لیکن جب اُن کو ہم اپنے ہی جیسے ''فانی غیر باقی'' پاتے ہیں تو یہ معلوم ہوتے دیر نہیں ہوتی کہ وہ اِنسان تو ہم جیسے ضرور تھے مگر ہمارے جیسے غافل نہیں! وہ ہماری جیسی ہی عمرِ مستعار لے کر ضرور آئے تھے مگر اُنہوں نے اسے اللّے تللّے میں بِتایا نہیں! بچپنہ، جوانی اور بڑھاپے کے دور کو دیکھا اُنہوں نے بھی، مگر ہماری طرح بے ڈھب کھیل کود، غیر ضروری مشاغل اور تھکاوٹ کو پاس پھٹکنے دِیا نہیں! فارغ التحصیل اور سند یافتہ وہ بھی تھے مگر اس پہ ہی ہماری طرح قانع اور مصرّ نہیں! گویا کہ ایک جہدِ مسلسل کا وہ ایسا روشن چراغ تھے، جس کی روشنی میں صرف اُن کے پاس رہنے والے ہی نہیں، بلکہ دور اور بعد والے، اِنتہائی دور، سبھی یکساں اپنے اپنے ظرف کے مطابق، اپنی اپنی زندگی کی تاریک

راہوں کو منور کرنے کے لئے سرگرداں رہا کرتے تھے۔ اور اِمکان ہی نہیں بلکہ اغلب گمان ہے کہ آئندہ نسل کے لئے بھی اُن کے بتلائے ہوئے خطوط اور دِکھلائے ہوئے راستے یکساں اہمیت کے حامل ثابت ہوں گے۔

بہر حال ۱۸/ مارچ بروزِ منگل ۲۰۱۴ء کو یہ اندوہناک خبر ملی کہ ہم سب کے مربّی اور عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی اِس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ خبر پڑھ کر ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' کا وِرد کیا۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی ؒ، بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہما اللہ کے افکار و نظریات کے نہ صرف امین و پاسباں تھے، بلکہ اُن کے لگائے ہوئے تبلیغی پودے کے نگراں اور محافظ بھی تھے۔ آپ کا خانوادہ علمی و تبلیغی رہا ہے۔ آپ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی ؒ (جو ''حضرت جی'' کے نام سے جماعت سے وابستہ افراد کے مابین مشہور تھے) اُن کے سچے جانشین تھے۔ اپنے مذکورہ اکابر سے جو کچھ آپ نے پایا، اُس کی خوب آب یاری کی اور ان حضرات کی وراثت کو پوری عمر سنبھالے رکھا۔ آپ کی کل عمر ۶۴/ سال تھی۔ آپ نے مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں درسِ حدیث کا سلسلہ بھی شروع کیا، جو آپ کی موت پہ جا کر ٹھہرا۔ اُن کی موت کی خبر سے ملک اور بیرونِ ملک سبھی جگہ جماعت سے وابستہ افراد کچھ دیر کے لئے سکتے میں آ گئے اور اُن کی نمازِ جنازہ میں آنے والوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے اِنتظامیہ کو بنفسِ نفیس دہلی نہ آ کر اپنی اپنی جگہ سے ہی دعاءِ مغفرت کی اپیل جاری کرنا پڑی۔

کہتے ہیں کہ مرنے والوں کی خوبی یا خامی کا پتہ اُس کی نمازِ جنازہ میں آئے ہوئے لوگوں کی کثرت و قلت سے چل جاتا ہے۔ اور اِس بات میں دم بھی ہے، کیونکہ جب تک اِنسان زندہ رہتا ہے تو خوشامدی طبع افراد کی ٹولی و خوشہ چین افراد کی جماعت ممکن ہے اُس کے شاہی دستر خوان پہ ڈٹی رہے یا اگر وہ خیر سے نشہ طاقت و سیاست میں چور ہے تو اپنا اپنا اُلو سیدھا کرنے والے اس کی ''جے جے کار'' میں ہمہ دم اُس کے اِرد گرد مانندِ پروانہ اس پہ ہجوم کرتے رہیں، لیکن جوں ہی وہ موت جیسی حقیقت سے دوچار ہوتا ہے، تو پھر گھر کے ہی

چند افراد کے کاندھوں پہ اُس کا آخری سفر طے ہوتا ہے، جیسا کہ اِس مہذب سماج میں یہ سب کچھ دیکھنے کو ملتا رہتا ہے، مگر جب ایک اِنسان اِس دنیا سے اُس عالم میں جاتا ہے کہ نہ تو اس کے یہاں شاہوں والی ٹھاٹ باٹ ہے جس کی بنا پر حوارین کی ٹولی ہمہ دم ڈٹی رہے اور نہ وزیروں والا ''ہٹو بچو'' کا نعرہ کہ گارڈوں وسیکریٹریوں کی شکل میں خداموں کی فوج اُس کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، لیفٹ رائٹ کرتی رہے۔ لیکن اِس دنیا سے جب وہ چلا جاتا ہے تو پھر اُس کے آخری سفر میں اُس کی ایک جھلک پانے اور اُس کو کاندھا دینے کے لئے بنی نوع اِنسان اِس قدر ٹوٹ پڑتا ہے کہ مانو کوئی پیاسی زمین ہے اور باری تعالیٰ نے اُسے سیراب کرنے کے لئے اربوں کھربوں بارش کا قطرہ اس پہ برسا دیا ہو۔ تو اب اندازہ لگایا جائے کہ سوائے اُس کی اچھائیوں کے اور کیا چیز ہوسکتی ہے جو لوگوں کو اکٹھا کرسکتی ہے؟ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ بھی ایسے اوصاف اور اچھائیوں سے لیس تھے۔

موت سے سبھی کو دوچار ہونا ہے، لیکن حضرتؒ اپنے پیچھے کچھ ایسے کارنامے چھوڑ گئے ہیں، جس کی بنیاد پہ دنیا اُن کو اپنی دعاؤں میں، مثبت فکر کے حامل نوجوان اپنے آئیڈیلی ویوز میں، ماہرین اپنی آراء میں اور تعمیری ذہن کے مثبت سوچ رکھنے والے سیاست داں اپنے منشور و دستور میں اُن کو جگہ دیتے رہیں گے۔ اور نئی پیڑھی اور آنے والی نسلیں اُن کے افکار و نظریات سے بہرہ ور ہوتی رہیں گی۔ جانے کو اُن کا بھی جسدِ خاکی اِس دنیا سے چلا گیا ہے اور اپنے اعمال کے مطابق اپنا مقام یقیناً پا چکے ہیں، اُن کے بعد والوں میں سے ہر کوئی اپنا اپنا کام حسبِ معمول انجام بھی دے رہا ہے اُن میں سے کسی کی مشغولیتوں سے لگتا نہیں کہ اُن کے بیچ سے کوئی گیا ہے، مگر قلبِ انسان میں اُن کی شکل، اُن کے اعمال اور کردار جو محفوظ ہو گئے ہیں وہ تو یاد آتے رہیں گے۔ اِقبالؒ نے اپنی والدہ مرحومہ کی وفات پہ جو کچھ کہا ہے وہ یہی تو ہے۔

قلب اِنسان میں رقص عیش وغم رہتا نہیں
نغمہ رہ جاتا ہے لطف زیر وبم رہتا نہیں

(بشکریہ بصیرت فیچر بھارت)

آہ! دِل کی دنیا بدل دینے والے مولانا نہ رہے

مولانا مظفر رحمانی

اُستاذ دارالعلوم سبیل الفلاح جالے، دربھنگہ بہار

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں دعوت وتبلیغ کے کام کی ذمّہ داری اُس وقت لی کہ اِس اہم فریضہ کا تصوّر ہندی مسلمانوں کے ذہن سے محو ہو چکا تھا، اور اِلحاد و لادِینیت کی فضا عام ہو چکی تھی اور حال یہ تھا کہ لوگوں کے نام اگرچہ اِسلامی ہوتے تھے، لیکن ہندوانہ رسم و رِواج اپنا سکہ جما چکا تھا، اور مسلمان جہالت کی دبیز چادر اوڑھے غفلت کی نیند سو رہے تھے، ایسے نازک وقت میں حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت وتبلیغ کے کام کو آگے بڑھایا اور لوگوں کے دِلوں پر دستک دے کر خوابِ غفلت سے بیدار فرمایا، حال یہ تھا کہ راتوں کو اُمت کے غم میں رو کر گزارتے اور ایک ایک فرد کی اِصلاحِ حال کے لئے پوری اِلحاح وزاری سے دعا فرماتے اور دِن ہوتے ہی کھیتوں اور کھلیانوں میں جاکر بڑے ہی پیار ومحبت کے ساتھ اِسلام کی باتیں بتاتے، جہاں لوگ اُنہیں جھڑکیاں دے کر بھگاتے، لیکن عزم کا یہ پختہ اِنسان اپنی بات بتائے بغیر واپس نہ جاتا، جس کے لئے ڈانٹ ڈپٹ بلکہ مار بھی کھانی پڑتی تھی، آخر حضرت مولاناؒ کی آہِ سحر گاہی رنگ لائی، اور اِس وقت دعوت وتبلیغ کے حوالے سے جو کام پوری دنیا میں ہو رہا ہے وہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی انتھک محنت، جہدِ مسلسل اور آہِ سحر گاہی کا

نتیجہ ہے۔

حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت دعوت وتبلیغ کے نہج پر فرمائی اور اِس کام کے لئے اُن کو اپنا سچا وارث اور جانشین بنا گئے، یہی وجہ تھی کہ اُنہوں نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کر دِی تھی اور جب مرکز نظام الدین دہلی میں شورائی نظام قائم ہوا تو، آپ اُس کے لئے امیر منتخب ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تربیت میں والدہ نے بھی اہم رول ادا فرمایا اور اِبتدائی دِینی تعلیم والدہ ہی سے حاصل کی اور حفظِ قرآنِ پاک کی بسم اللہ حضرتِ اقدس رائپوریؒ کے پاس ہوئی، حفظِ قرآن کی تکمیل کے بعد قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ کی تعلیم آپ نے اُس زمانہ کے نامور علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ فرما کر حاصل کی، اِس طرح ۱۹۷۱ء میں جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے فراغت حاصل کی۔ آپ کا نکاح حضرت شیخ الحدیثؒ کی نواسی سے ہوا۔ آپ نے فراغت کے بعد مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی میں بیس سالوں تک بخاری شریف کا درس دِیا۔ آہ! علم وعمل کا یہ چمکتا سورج ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء کو غروب ہو گیا۔

(بشکریہ بصیرت فیچر بھارت)

اپنی زندگی کو سنت کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں، ہمارا ہر عمل نبی ﷺ کے طریقے کے موافق ہو جاوے، ہماری شکل وصورت ہمارا کھانا پینا، ہمارا رہن سہن، ہمارا لباس، ہمارا اُٹھنا بیٹھنا، ہمارا بولنا چالنا، غرض ہر عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور نبی ﷺ کے طریقے کے موافق ہو جاوے تو یہی چیز دِین بن جاتی ہے، اس پر اللہ پاک دنیا میں بھی کامیابی عطا فرماوے گا اور آخرت کے اندر بہت سارے اِنعامات سے نوازے گا۔ (حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

''مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مرجاتے ہیں''

محمد عمر فاروق

اپنے لیے تو ہر اِنسان ہی جیتا ہے، اِس عالم میں پانچ ارب سے زائد اِنسان بستے ہیں، ہر ایک منفرد خواہشات اور الگ جذبات رکھتا ہے، وہ اپنی دنیا میں مست ہے کسی کو دوسرے اِنسان کی دنیا کی بھی فکر نہیں، چہ جائے کہ اس کی آخرت کی فکر کرے۔ اِس مطلب پرست دنیا میں کچھ افراد ایسے بھی ہیں، یقیناً ہیں جو دوسروں کے لیے جیتے ہیں، وہ اپنی فکر بعد میں اور دوسروں کی فکر پہلے کرتے ہیں، اُن کا دِل دوسروں کے لیے اپنے سے پہلے دھڑکتا ہے، اِس دھرتی پر ہونے والے گناہوں نے اُن کی نیند اُڑا رکھی ہے، وہ اپنی معاشی اور خاندانی فکر کے بجائے قوم کے ابدی مستقبل کی بہتری کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ اُن کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ساری دنیا کے اِنسان جنت کے سوداگر بن جائیں۔ خدا کی سرزمین پر صرف اُسی کا کلمہ بلند ہو، رسول اللہ ﷺ کا دِل اپنی اُمت سے خوش ہو جائے۔ اُن لوگوں کی بیویاں بھی ہیں، بچے بھی ہیں اور خاندان بھی، مگر دیکھنے والا اُن کو بے یار و مددگار سمجھتا ہے، اُن کا سینہ ہر وقت اُبلتا رہتا ہے اور آنکھیں اُمت کے غم میں نم رہتی ہیں۔ گویا وہ اُمت میں پیدا ہی اِسی لیے ہوئے کہ اِسلام کے لیے جیئں، اِسلام کے لیے قربانی دیں، اِسلام کو زندہ کریں اور بالآخر اِسلام ہی کے نام پر جان دے دیں۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے خاندان کا شمار انہیں چند خوش قسمت افراد میں سے تھا، جنہوں نے ہمیشہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دِی۔ اپنی تمام تر توانائی اُمتِ مسلمہ کے لیے وقف کر دِی۔ حضرت موصوف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے نواسے اور حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کے فرزند تھے۔ ابتداء میں حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ کے تلمیذ ہونے کا شرف حاصل کیا۔

عام طور پر بڑی شخصیات کے صاحبزادے نااہل ہوا کرتے ہیں، مگر حضرت مولاناؒ

اپنے والدؒ اور ناناؒ کے سچے وارث اور اُن کے مشن کے مکمل علمبر دار تھے۔

حضرت موصوف علم، للّٰہیت، تقویٰ، عمل اور فکرِ آخرت میں اپنی مثال آپ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے والدؒ اور پھر مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ کے اِنتقال کے بعد آپ کو تبلیغی جماعت کی شوریٰ کا امیر مقرر کر دِیا گیا۔ ۱۹۹۶ء سے تاوفات جماعت کی سرپرستی کرتے رہے۔ اکثر وقت عالمی تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد، دہلی میں گزارا۔

آپ کی محنت کا میدان صرف برصغیر نہیں، بلکہ پوری دنیا تھا، مختلف ممالک میں آپ دعوت کی غرض سے تشریف لے جاتے۔ پوری دنیا میں جماعتیں روانہ کرتے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ ساری دنیا کی فکر اِس طرح کرتے ہیں جیسے ایک ہمدرد والد اپنی اولاد کے لیے سوچتا ہے۔ تبلیغی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ درسِ حدیث شریف بھی دِیا کرتے تھے جس میں عوام کی بڑی تعداد بہت دلچسپی سے شریک ہوتی تھی۔

حضرتؒ اکثر خاموش رہتے تھے، گفتگو بہت کم کرتے۔ شاذونادر ہی بیان کرتے تاہم اکثر اِجتماعات کے آخری کلمات اور دعا کے لیے ضرور تشریف لاتے۔ آپ کے دو چند جملے پورے اِجتماع کا خلاصہ اور نچوڑ ہوا کرتے تھے۔ آپ کا جسم کافی بھاری تھا۔ طویل عرصے سے وہیل چیئر اِستعمال کرتے تھے، مگر آپ کی آواز میں ۲۰ رسالہ جوانی محسوس ہوتی تھی۔ الفاظ سادہ ہوتے تھے، مگر وہ تیر کی طرح دِل میں اُتر جاتے تھے۔ آپ کی آواز میں آپ کے عمل، محنت اور فکر کی آمیزش ہوتی تھی، جسے تقریباً ہر سامع محسوس کرتا تھا، اِمسال سالانہ عالمی رائے ونڈ اِجتماع پر بھی آپ نے دعا فرمائی، لاکھوں کا مجمع شریک تھا۔ سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، مگر کسی کو یہ علم نہ تھا کہ آج کے بعد پاکستان اِس عظیم ہستی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائے گا۔ یہ اُن کا آخری سفر ہوگا، یہ مجلس آخری مجلس ہوگی اور یہ اِجتماع اُن کی زندگی کا آخری اِجتماع ثابت ہوگا۔ اس کے بعد اُن کے اور اُن کے پروانوں کے درمیان موت حائل ہو جائے گی۔ موت کا کڑوا گھونٹ پیئے بغیر کوئی اُن سے نہ مل سکے گا۔

حضرت مولاناؒ کی ایک خاص صفت یہ بھی تھی کہ وہ خلوت پسند تھے۔ پارٹیوں میں بہت کم شرکت کرتے، ہمیشہ اکیلے بیٹھے اللہ کی یاد میں مشغول رہتے۔ مجمع سے خطاب کے وقت بہت ہی خوش مزاج اور خوش طبع معلوم ہوتے تھے۔ حضرت مولاناؒ اُمت کا عظیم سرمایہ

تھے۔ اُن کا وجود اِسلام کے لیے فخر اور موت ساری دنیا کے لیے باعثِ افسوس ہے۔

یقیناً ایسے افراد صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں، پھر اپنے پیچھے وہ خلا چھوڑ جاتے ہیں کہ صدیوں تک اُسے بھرا نہیں جاسکتا۔ عام طور پر میت اپنے پیچھے ایک خاندان یا چند افراد چھوڑتی ہے، مگر مولاناؒ نے تبلیغی جماعت کی شکل میں پوری اُمت چھوڑی ہے جو آپ کی نصیحتوں کو مشعلِ راہ سمجھتے ہوئے اُن کے کام کو ہمیشہ کے لیے جاری رکھے گی۔ موصوف زندگی میں خوب تھکے، اُمت کو تھکایا، ہر وقت موت کے لیے تیار رہے، اپنے بعد والوں کے لیے اپنے کو نمونہ بنا گئے۔ انہیں جیسے لوگوں کے بارے میں خواجہ میر درد نے کہا تھا۔

کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں
جان سے اپنی جو کوئی کہ گزر جاتے ہیں
موت! کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مرجاتے ہیں

(بشکریہ ہفت روزہ ضربِ مؤمن کراچی ۱۱ تا ۱۷ اپریل ۲۰۱۴ء)

لسانِ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمہ اللہ کی چند نصیحتیں:

(۱) اپنے گروپ کی ناحق طرف داری کرنا اور دوسرے گروپ کی حق تلفی کرنا، اس کا نام عصبیت ہے اور یہ عصبیت آدمی کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔

(۲) اپنے آپ کو اِتنا بھاری بھرکم نہ بناؤ (یعنی دل و دماغ میں بڑائی کا تصوّر نہ رکھو) کہ کوئی بھی بات یا نصیحت کرنا چاہے تو نہ کر سکے، بلکہ اپنے آپ کو متواضع بنائے رکھو، تاکہ ہر کوئی بے تکلف نصیحت اور بھلی بات کہہ سکے۔

(۳) بعضوں کو حق بات تسلیم کرنے میں اپنی ناک کٹتی نظر آتی ہے، اِس لئے ناک اِتنی لمبی نہ بناؤ کہ کٹنے کا سوال پیدا ہو۔

(۴) اِجتماعی کام میں بھلے اور برے سب کو نبھا کر چلنا ہے۔

(۵) بعضے دِین کا کام کرنے والے بزرگوں کے قریب ہوتے ہیں، مگر دِل سے دور ہوتے ہیں، اور بعضے آدمی دِین کا کام دور رہ کر کرتے ہیں، مگر وہ بزرگوں کے دِل سے قریب ہوتے ہیں۔ (سوانح مولانا عمر پالن پوریؒ از مفتی محمد پالن پوری ص: ۱۴۵/۱۵۰)

گلشنِ تبلیغ کے گلِ سرسبد

ڈاکٹر منوّر حسن کمال (بھارت)

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن مرکز نظام الدین کے در و دِیوار سے آج بھی اُن کی دعاؤں کی بازگشت جاری ہے۔ اُن کے اِنتقال سے دُنیا بھر کے تبلیغی حلقوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ وہ ایک جید عالمِ دین تھے، وہ ہمیشہ اتفاق بین المسلمین کے لیے کوشاں رہے، وہ اگرچہ بہت کم بیان کرتے تھے لیکن کوئی اجتماع اُن کی دعا کے بغیر مکمل نہیں ہوتا تھا۔ دعا کے وہی آداب، وہی انداز لیکن ہر روز ایک الگ کیفیت، ایک الگ اثر پذیری۔

جامعہ مظاہرِعلوم سہارنپور سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا پہلا خطاب ۹/اگست ۱۹۷۴ء کو مدرسہ قدیم کی مسجد میں اس وقت ہوا، جب تکمیلِ درس نظامی کے بعد وہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے بیعت ہوئے۔ وہ میرا زمانۂ طالبِ علمی تھا۔ اُن دِنوں میں دارالعلوم دیوبند میں زیرِ تعلیم تھا، لیکن ہر ہفتہ طلباء کی جماعتیں سہارنپور اور اطراف واکناف میں جایا کرتی تھیں۔ اُنہی طلباء کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بیعت ہوگئے ہیں اور اُن کی تقریر کے بعض اِقتباسات پر بھی گفتگو ہوئی، جو محض علمی گفتگو تھی اور اُن کی تقریر کے ہمہ جہتی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ تبلیغی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی۔ طلباء جب گفتگو کر رہے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک نوجوان، جید عالمِ دِین جلوہ گر ہو چکا ہے۔ اُس وقت یہ یقین ہو چلا تھا کہ یہ نوجوان جلد تبلیغِ دین کے گلشن کا گلِ سرسبد بن کر دِینی وعلمی دنیا کی فضاؤں کو معطر کرے گا۔ زمانۂ طالب علمی کے دوران جب جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور میں درسِ مسلسلات (سلسلۂ اسنادِ حدیث) میں شرکت کے لیے حاضری ہوئی تو اِس دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

سے بھی شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ اس دوران لوگوں کی حضرت شیخ الحدیثؒ سے ملاقات کرانے والے منتظمین میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ پیش پیش تھے اور آنے والے طلباء کو قطار در قطار حضرت شیخ سے ملاقات کرانے کے لیے منظّم کر رہے تھے۔

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے ۱۹۹۵ء میں اِس دارِفانی سے کوچ کرنے کے بعد متفقہ طور پر ہندوستان میں علماء کرام نے نظامِ امارت کو تحلیل کر کے شوریٰ کا نظام بنایا، جس میں ہندوستان سے حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہٗ اور پاکستان سے حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم کو منتخب کرلیا گیا۔ اِس طرح تبلیغی جماعت میں شوریٰ نظام کی اِبتدا بھی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے ساتھ ہوئی۔

مولانا محمد زبیر الحسنؒ کو بے پناہ مقبولیت ومحبوبیت حاصل تھی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری اُن کا نمایاں وصف تھا۔ اُن کے سینے میں ملت کا درد بھی تھا اور قوم کی اِصلاح کا جذبہ بھی ہر وقت حاوی رہتا تھا۔

اُن کی مقبولیت کا دائرہ مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں تک میں پھیلا ہوا تھا۔ مسلمانوں کو اُن سے جتنی عقیدت تھی وہ تو فطری ہے، لیکن غیر مسلموں میں اُن کی مقبولیت دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ اِتحاد بین المسلمین کے ساتھ ساتھ اِتحادِ عمومی کے بھی علم بردار تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے اور اعلیٰ علیین میں خصوصی مقام عطا فرمائے اور گلشنِ تبلیغ کے گلِ سرسبد کی مہک تادیر فضاؤں میں قائم رہے۔ آمین

(بشکریہ، روزنامہ اسلام ۲۲/مارچ ۲۰۱۴ء)

کسی نے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں کیا کام شروع کروں۔ نوکری کروں یا کاروبار؟ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''وہ کام کرو جس سے اللہ کا حکم نہ ٹوٹے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ چھوٹے''۔

گل ہوگئی شمعِ ہدایت

عبدالقادر شمس، بھارت

عالمِ اسلام کے ایک بڑے طبقے کے رہنما اور ساری دنیا میں سرگرم عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء کو اِنتقال ہوگیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اُن کے اِنتقال سے عالمی تبلیغی جماعت کے تمام احباب اشکبار ہیں، تو مسلمانانِ عالم میں عمومی سوگواری اور ماتم کا ماحول ہے۔ بلاشبہ مولاناؒ کے اِنتقال سے نہ صرف تبلیغی جماعت اپنے ایک سرپرست سے محروم ہوئی ہے بلکہ پوری اُمت ایک ناقابلِ تلافی صدمے سے دوچار ہے۔

مولانا محمد زبیر الحسنؒ یوں تو کافی دِنوں سے بیمار تھے، لیکن گزشتہ ایک مہینے سے اُن کی حالت کچھ زیادہ نازک بنی ہوئی تھی۔ وہ لیور اور کڈنی کے عارضے میں مبتلا تھے۔ اُن کا علاج دہلی کے رام منوہر لوہیا اسپتال میں ہورہا تھا، جہاں اُن کے قریب ترین رشتہ دار اور احباب مستقل تیمارداری کررہے تھے۔ لیکن وقتِ موعود آپہنچا اور وہ اپنے ربِّ حقیقی سے جاملے۔

ابھی دوروز قبل کی بات ہے کہ اُن کی تیمارداری میں مصروف حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے علوم ومعارف کے امین وپاسبان اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے امینِ عام حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ نے راقم الحروف کو بتایا کہ ''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کافی علیل ہیں اور ڈاکٹروں کی راست نگرانی میں ہیں''۔ حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ کی فکرمندی سے جہاں حضرت مرحوم کے تئیں اُن کی عقیدت ومحبت جھلک رہی تھی، وہیں اِس بات کا بھی اندازہ ہورہا تھا کہ حضرت مرحوم کی حالت کافی غیر ہوچکی ہے۔ حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان غیرمعمولی ربط وتعلق تھا، صلبی رشتے سے زیادہ جماعتی رشتوں کو اہمیت تھی۔ چنانچہ یہ بھی عجب اِتفاق ہے کہ راقم الحروف کی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے مرض الوفات کے دوران مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ سے اُس وقت بات چیت ہوئی جب وہ اپنے امیر کے پاؤں تلے تیمارداری کے جملہ جتن کررہے تھے اور جب اُس سے چند مہینے قبل

میری ملاقات حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ سے ہوئی تھی تب وہ مولانا محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ کی عیادت کے لیے دہلی کے اسکارٹ ہارٹ اسپتال تشریف لائے تھے۔ وہیل چیئر پر بیٹھے حضرت کے چہرے سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ وہ خود علیل ہیں، لیکن اُن کی محبت اور شانِ بزرگی تھی کہ وہ مولانا محمد شاہد سہارنپوری کی عیادت سے خود کو نہ روک سکے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ ایک ایسے خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے کہ جن کی علمی ودعوتی ضوفشانی سے ساری دنیا منوّر ہوتی رہی ہے۔ خود حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ نے گزشتہ دودِہائی سے زائد عرصے سے دِین ودعوت اور تبلیغی مہمات کے لیے خود کو وقف کررکھا تھا اور اُن کی زندگی کا مشن ہی اُمت کو قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی تلقین کرنا تھا۔ اُنہوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں بڑے بڑے تبلیغی اِجتماعات میں شرکت کی اور لاکھوں کے مجمع میں اِسلام کے بنیادی اُصولوں پر چلنے کی ترغیب دیتے رہے۔

حضرت مرحوم نہایت متواضع اور متقی اِنسان تھے، اُنہوں نے زندگی بھر تبلیغِ دین کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا، کبھی دنیوی تقریبات میں شرکت کو ترجیح نہیں دِی، چنانچہ اُن کی زندگی کا بیشتر حصہ یا تو تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین میں گزرا یا تبلیغی اسفار میں۔ حضرت کی دِل سوزی اور دِین کے تئیں غیر معمولی رغبت کا اندازہ اُن کی تقریروں سے ہوتا تھا، جن میں وہ عام طور پر لوگوں کو اُخروی زندگی کی یاد دِلاتے تھے اور دنیوی جھمیلوں سے بچنے کی تلقین کرتے تھے، اُن کے صدق وصفا اور تقویٰ وللّٰہیت کا اندازہ مختلف تبلیغی اِجتماعات میں اُن کی پرسوز دعاؤں سے ہوتا تھا، جب وہ رورو کر اللہ سے بندۂ خدا کی عاجزی کا اِظہار کرتے اور اُمت پر رحم کرنے کی دعائیں کرتے تھے۔ اُن کی دعا کو کافی شہرت حاصل تھی، چنانچہ جہاں جہاں بھی تبلیغی اِجتماعات میں آپ شریک ہوتے تو وہاں بوقتِ دعا مسلمانوں کا اژدہام دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اُن کی دعاؤں کی غیر معمولی اہمیت کو دیکھتے ہوئے دعاؤں کے دوران اُن کے دِل سے نکلی ہوئی ہر فریاد مسلمانوں کے دِلوں کی آواز محسوس ہوتی تھی۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ اپنے علم وتقویٰ اور صدق وصفا کے لیے مشہور تھے ایک ایسے خانوادہ کے چشم وچراغ تھے جن کی دِینی جدوجہد کے انمٹ نقوش ساری دنیا میں ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔

فنا کے بعد بھی زندہ ہے شانِ رہبری تری

محمد قاسم ریاض قاسمی
اُستاذ مدرسہ عبدالرب بھارت

حیات وخدمات:

اللہ رب العزت کا فرمان ہے ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ''، جس کا مطلب صاف ہے کہ دنیا کی ہر شئی فنا ہونے والی ہے، خواہ جان دار ہو یا بے جان۔ فنا بہر حال سب کو ہونا ہے، اس دنیا میں ہر دِن نہ جانے کتنے لوگ آتے ہیں اور کتنے چلے جاتے ہیں۔ ہر آنے والے کی خوشی اور جانے والے کا غم اُس کے اپنوں کو ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے چند ایسے مقرب و برگزیدہ بندے بھی ہوتے ہیں، جن کا جانا محض ایک گھر یا خاندان کے لیے نہیں بلکہ پوری قوم وملت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہوتا ہے۔ اُنہیں نفوسِ قدسیہ میں سے ہمارے مربی ومرشد حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ بھی تھے۔ جن کی وفات پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے، آپ کے جانے سے جو خلا بالخصوص تبلیغی جماعت میں ہوا ہے، اُس کا پر ہونا محال ہے۔ اگر کہا جائے کہ آپ کے جانے سے پوری اُمت یتیم ہوگئی تو غلط نہ ہوگا۔ آپ کی ذاتِ والا دورِ حاضر میں اکابر واسلاف کا نمونہ تھی۔ تواضع، اِنکساری، خلوص وللّٰہیت، صبر وتحمل اور عفو ودرگزر آپ کی وہ خصوصیات ہیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔

آپ اپنے والدؒ کی حیات میں کسی بھی وقت اُن کی نگاہِ تربیت سے اوجھل نہ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن سے آپ کو خلافت بھی حاصل ہوئی، آپ فراغتِ تعلیم کے بعد سے تا وفات درس وتدریس سے وابستہ رہے، آپ نے مدرسہ کاشف العلوم میں تقریباً بیس سال تک بخاری شریف کا درس دِیا، چنانچہ ملک وبیرونِ ملک آپ کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے۔ آخر وقت تک تمام امراض واعذار کے باوجود آپ کے تبلیغی مشاغل واسفار میں کوئی کمی نہیں آئی۔ نہ ہی درس وتدریس میں کمی واقع ہوئی۔ اور نہ ہی خانقاہی نظام میں کچھ کمی ہوئی۔ یقیناً آپ نے اپنے اکابر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور والدِ ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے مشن کو اُن کے نقشِ قدم پر چل کر آگے بڑھایا۔ حضرتؒ نے اپنے والدِ ماجدؒ کے روحانی اور احسانی سلسلے کو بھی بہت وسعت دِی، چنانچہ آپ اِس سلسلے میں بھی اِصلاحی وفلاحی کام انجام دیتے رہے، ساتھ ساتھ طالبین کے تزکیہ واِصلاحِ قلوب کا کام بھی کرتے رہے اور یہ سلسلہ آپ کے یہاں ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ آپ کے والد مرحوم کے ہزاروں مریدین آپ سے وابستہ ہوکر اپنے معمولات اور ذِکر واذکار کو پوچھتے رہے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کے یہاں ذکر وفکر کا یہ عمل ہمیشہ جاری رہا، چنانچہ اُن کے یہاں روزانہ بعد نمازِ مغرب ذِکر کا معمول تھا، جسے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے متعلقین کے درمیان بیٹھ کر پورا فرماتے تھے۔

والدِ ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد آپ نے بے حد تدبر ومصلحت اور فہم وفراست کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے عمل کو سنبھالا اور ہر قسم کی تکلیف برداشت کی۔ ہر بڑی سے بڑی فتنہ آرائی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اور اپنی خاموش مزاجی نیز حدیثِ رسول ﷺ ''مَنْ صَمَتَ نَجَا'' کا مصداق بن کر عفو ودرگزر کرتے ہوئے اپنا رُخ خالص دعوت وتبلیغ کی طرف رکھا۔

حضرتؒ تمام مدارسِ عربیہ اور دِین کے تمام شعبوں میں ہونے والی محنت کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، نیز دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور سے آپ کا قلبی لگاؤ تھا اور دونوں ہی مدارس کے طلباء واساتذہ برابر رابطہ رکھتے تھے۔ مدارس کے طلباء جب جماعتوں میں نکلتے یا فضلاء جب سال لگانے کے لیے مرکز آتے تو حضرت مرحوم بڑی خندہ پیشانی سے ملاقات فرماتے، طلباءِ مدارس سے اِس قدر محبت تھی کہ صبح وشام جس وقت بھی آتے حضرت اُن سے بلا تعیینِ وقت ملاقات فرماتے۔

آخری حالات:

گزشتہ چند سالوں سے حضرت مولاناؒ مختلف امراض کا شکار تھے، آخر میں گردے وغیرہ کی تکلیف ناقابلِ علاج ہوگئی تھی اور وہی وفات کا سبب بنی۔ جس دِن حضرت کو ڈائی لیسس کے لیے آئی سی یو میں لے جایا گیا تھا، اُس سے پہلی شب مکمل ہوش وحواس میں گزاری اور

مسلسل کلمۂ طیبہ اور ذکر میں مشغول رہے، بالآخر ۶۴ رسال کی عمر پاکر ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء بروزِ منگل ساڑھے گیارہ بجے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)

حضرتؒ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے ملک و بیرونِ ملک سے آنے والے لوگوں کا اِتنا بڑا جمِ غفیر تھا کہ دہلی کی سڑکوں نے آپ کے والدِ ماجدؒ کی نمازِ جنازہ کے بعد کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سڑکوں اور اطراف کے تمام پارک اور فلائی اوور اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود اپنی تنگی کی شکایت کر رہے تھے۔ دور دور تک اِنتظامیہ نے راستے بند کرادیئے تھے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجمع بھی بڑھتا رہا، فضاء سوگوار تھی اور تمام عالم سے حضرت والاؒ کے چاہنے والے اور محبت کرنے والے جوق در جوق چلے آرہے تھے گویا اِنسانوں کا سمندر اُمڈ پڑا ہو۔ نمازِ جنازہ میں مشاہیر علماء کرام اور سیاسی قائدین نے بھی شرکت کی۔ جن میں حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی (ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند)، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب، حضرت مولانا احمد بخاری، حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی، مولانا محمود حسن حسنی ندوی، مولانا محمد سلمان سہارنپوری، مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری اور ڈاکٹر محسن علی (جو حضرت مولاناؒ کے خصوصی معالج رہے، اس سے پہلے حضرت کے والدؒ کے بھی معالج تھے) قابلِ ذکر ہیں۔ نمازِ جنازہ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی نے پڑھائی۔ احاطۂ مرکز کے قدیم قبرستان میں ۱۱؍ بجے شب تدفین عمل میں آئی۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام روحانی وخاندانی پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

فنا کے بعد بھی زندہ ہے شانِ رہبری تری
ہزاروں رحمتیں ہوں اے میرِ کارواں تجھ پر

① دوسروں کی جان و مال سے مستغنی ہونا اور اپنی جان و مال کو دوسروں کے لئے اِستعمال کرنا، جوڑ اور اِجتماعیت کا باعث ہوگا۔

② روحانی نعمت سے جس پر اِتراہٹ پیدا ہو جائے، وہ روحانی نہیں بلکہ نفسانی بن جاتی ہے۔ (لسانِ دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ)

اس کی امیدیں قلیل اور مقاصد جلیل

مفتی محمد ساجد کھجناوری
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ملتِ اسلامیہ اُس وقت شدید صدمہ سے دوچار ہوگئی جب اُس کے فرزانوں اور توحید کے مستانوں کی بپا کردہ نوّے سالہ دِینی و اِیمانی عالمی تحریک جماعتِ دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے بافیض امیر اور سرکردہ مذہبی رہنما حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے دہلی میں اِس دنیائے آب وگل سے منہ موڑلیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اُن کی تشویشناک علالت کے پیشِ نظر اُنہیں داخلِ اسپتال کیا گیا، لیکن وہ جانبر نہ ہوسکے اور قضاء وقدر کے اٹل فیصلے پر لبیک کہتے ہوئے بالآخر اُنہوں نے اپنی جان جاں آفریں کے حوالہ کردی، تَغَمَّدَهُ اللّٰهُ بِغُفْرَانِهٖ۔

مرگِ مجنوں پہ عقل گم ہے میر   کیا دوا نے موت پائی ہے

مولاناؒ کے سانحۂ رحلت کی خبر وحشت اثر جیسے ہی برقی میڈیا کے ذریعہ عام ہوئی تو ہر طرف سناٹا چھا گیا، فون پر فون بجنے لگے، ملک اور بیرونِ ملک جماعتی رفقاء، دعوتی احباب اور دِین پسند حضرات جنہیں مذکورہ اِیمانی تحریک کے عالم گیر انقلابی اثرات کی کسی بھی درجہ میں شد بد ہے، مضطرب و بے چین ہو اُٹھے۔ ظاہر ہے کہ اُن کا یہ اِضطراب فطری بھی تھا اور واجبی بھی کہ آخر مولاناؒ جماعتِ مذکور کے نظامِ دعوت وعمل کو اپنے اکابر اہل اللہ کے وضع کردہ خطوط پر نہ صرف استوار رکھنا چاہتے تھے بلکہ عملاً اس کے لیے تادمِ حیات سبک سار وکوشاں بھی رہے۔

ہوا تھی گو تیز و تند لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا   وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

اللہ بزرگ و برتر نے اُنہیں بے شمار اوصاف وکمالات سے آراستہ کیا تھا، وہ ایک ایسی دِل آویز شخصیت کے مالک تھے، جس میں علم وعمل، تقویٰ وطہارت، جود وسخا، صدق وصفا اور تواضع و خاکساری جیسے حسین اوصاف کا اجتماع معلوم ومشاہد ہوتا تھا۔ ظاہری و باطنی کمالات نے اُن میں جامعیت کی شان پیدا کردی تھی، وہ ایک عالم باعمل، صوفی منش، جہاں دِیدہ مبلغ اور خدا رسیدہ ترجمانِ اسلام تھے، اُن کے حادثۂ وفات سے عالمِ اسلام میں رنج والم کی لہر دوڑ گئی۔ اُن کا اِنتقال

کسی فردِ واحد کی موت نہیں تھا اور نہ کسی خاندان کا ذاتی صدمہ، بلکہ ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک ایسے آفتاب عالم تاب سے محرومی کی بات تھی جس کی ضوفشانی سے شرق وغرب اور شمال وجنوب منوّر تھا، جس کی چمک سے ایوانِ ظلمت و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے آنِ واحد میں کافور ہو جایا کرتے تھے۔ وہ اِسلام کے عطا کردہ سنہرے اُصولوں اور ضابطوں کی روشنی میں دعوت وتبلیغ کے فلسفہ کی تشریح وتفہیم کرتے تھے، اُن میں نہ ادعائی مزاج تھا اور نہ تعلّی وتفاخر سے کوئی سروکار۔ زبان پر بے پناہ کنٹرول، بےضرورت گفتگو سے مکمل احتراز اور غیبت و بدگوئی سے ہمہ وقت اِجتناب۔ جماعتی نظام کو اُن کے معتدل تجربات سے نہ صرف روشنی ملتی بلکہ وہ ہر لحظہ اُس کے فروغ واستحکام کی ادھیڑ بن میں متحرک نظر آتے تھے۔ اِجتماعی مفادات برآری و بقا کے پیشِ نظر ذاتی حصول یابیوں سے صرفِ نظر کر لینا مولانا مرحوم کا خاص وصف تھا، وہ اپنی رائے دوسروں پر تھوپنے کے بالکل قائل نہیں تھے، بلکہ اُن کی ہر جائز رائے وخواہش کا احترام لابدی جانتے تھے۔

داعی الی اللہ مولانا زبیر الحسنؒ گلشنِ دعوت وتبلیغ کا ایسا گلِ سرسبد تھے، جس کی مہک سے برصغیر ہی کیا دنیا کے دور دراز خطے بھی مشک بار تھے، یوں تو وہ مظاہرِ علوم سے رسمی فراغت کے معاً بعد اپنے نامور والد مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے دست و بازو بن کر تبلیغی مشن کی آب یاری کر رہے تھے، لیکن جب حضرت جیؒ واصلِ بحق ہو گئے تو مقتدر علماء کرام نے تین رکنی شکل کا ایک شورائی نظام ترتیب دِیا جو حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی پر مشتمل تھا، مولانا مرحوم اس سہ رکنی مجلسِ مشاورت کے مرکزی رہنما تھے۔ وہ جماعتوں کی روانگی کے وقت آدابِ سفر اور ضروری ہدایات دینے کے بھی مکلّف تھے، علاوہ ازیں عالمی دعوتی تقاضوں کے ضمن میں دنیا بھر کے متعدد ملکوں کے اسفار بھی کرتے تھے، اُن کی دعا اور زبان سادگی کے باوصف تاثیر سے پر ہوتی تھی، جس سے اُن کا سوزِ دروں صاف جھلکتا تھا، بےشمار لوگوں نے اُن سے اِستفادہ کیا اور شرک وبدعت کی زندگی سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے۔

بہرکیف زندگی بھر جس والد ماجدؒ کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام کیا تھا، اُنہی کے پہلو میں مرکز نظام الدین دہلی کے مقبرۂ خاص میں آسودۂ خواب ہوئے۔

آسماں اُن کی لحد پہ شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

(بشکریہ ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور مئی ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ

ایک بزرگ اور زبردست داعی تھے

مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی
مدیر ماہنامہ نقوشِ اسلام سہارنپور

یہ بات صحیح ہے کہ ہر چیز کے جانے کے بعد اُس کی قدر اور اہمیت معلوم ہوتی ہے، حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کا معاملہ کچھ ایسا ہی ہوا، وہ کس مقام کے حامل تھے، اُن کے معمولات کیا تھے، کس طرح وہ بچپن سے زندگی گزار رہے تھے، تلاوتِ کلامِ پاک کے وہ کس قدر عاشق اور اپنے معمولات کے کس قدر پابند تھے، اس کا کم لوگوں کو اندازہ تھا، چونکہ وہ اپنی دعوتی اور تبلیغی مشغولیتوں میں مصروف تھے اور اپنے بھاری بھرکم جسم کی وجہ سے زیادہ تر دہلی ہی میں قیام پذیر ہوتے تھے، کسی کو خیال بھی نہیں تھا کہ وہ اِس طرح ایک دم سے جدا ہو جائیں گے، وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل وہ خود سہارنپور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے تھے، اُن کو کیا، کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ تیمارداری کرنے والا خود ایک ماہ کے بعد سفرِ آخرت پر روانہ ہو جائے گا، چنانچہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب ۱۶/ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء منگل کے روز دہلی کے رام منوہر لوہیا ہسپتال میں اِس دارِفانی سے کوچ کر گئے، راقم اِس وقت جنوبی افریقہ کے شہر دربن میں تھا، اُن کے لئے دعائیں کیں اور اُن سے ایک ماہ قبل کا مصافحہ اور ملاقات یاد آ گئی اور اِس بات پر یقینِ کامل ہو گیا کہ اِنسان کی حقیقت یہ ہے کہ کچھ پتہ نہیں کس وقت اُس کا چراغ گل ہو جائے، حضرت مولاناؒ کے متعلق نئی نئی معلومات موبائل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی رہیں، اور اس جوہرِ گرانمایہ

شخصیت کے سلسلہ میں عجیب عجیب معلومات اور واقعات معلوم ہوئے اور یہ یقین ہوگیا کہ وہ تو ولی کامل تھے۔

آپ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں وہاں رات دِن دعوت وتبلیغ کا چرچا تھا، اسی ماحول میں آپ پروان چڑھے، اسی لئے آپ کے رگ وپے میں ہر وقت دعوت وتبلیغ کی فکر رچ بس گئی تھی، مولانا انعام الحسنؒ کی وفات پر راقم نے ایک خط لکھا تھا، جس کا جواب مولانا زبیر الحسنؒ نے تحریر فرمایا، اُس میں بھی دعوت کے کام کی فکر کا ذکر ہے، خط مندرجہ ذیل ہے:

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۶؍جنوری ۱۹۹۷ء

مکرم بندہ محمد مسعود صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوکر کاشفِ احوال ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی ترقیات سے نوازے اور مقاصدِ خیر میں کامیابی عطا فرمائے، آمین۔

اُمید ہے کہ اپنی تعلیمی مصروفیت کے ساتھ آپ کی دعوت کے کام میں اہتمام سے شرکت ہورہی ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ کو عاملِ قرآن، سنت کا علمبردار اور دِین کا داعی بنائے، آمین   فقط والسلام

بندہ محمد زبیر الحسن غفرلہٗ

چنانچہ آپ اپنی پوری زندگی دعوت وتبلیغ سے وابستہ رہے، اس کے لئے اپنے آپ کو وقف کردِیا، اور دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں ہند اور بیرونِ ہند کے مختلف ملکوں کے متعدد سفر کئے، یہ فکر اور یہ سوچ آپ کو وراثت میں ملی تھی، کیونکہ آپ کے والد نے پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں ختم کردِی، اور اسی راہ میں جان جاں آفریں کے سپرد کردِی، مولانا زبیر الحسن صاحبؒ ایک نیک طبیعت، بزرگ صفت، متحمل مزاج، سنجیدہ، متین، دِینی فکر میں ڈوبے ہوئے عالمِ دین اور داعی تھے، آپ کی طبیعت کا خاموش سمندر دِینی اور دعوتی فکر کے سلسلہ میں زبردست سیلِ رواں تھا، جو ایک خلقِ کثیر کو فیض یاب کررہا تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

مولانا زبیر الحسن صاحبؒ سے آخری ملاقات ومصافحہ جیسا کہ عرض کیا کہ وفات سے ایک ماہ قبل کچے گھر میں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے پاس ہوا، جب کہ وہ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی تیمارداری کے لئے سہارنپور آئے ہوئے تھے، حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ ایک ذاکر وشاغل اور کثیر التلاوۃ اِنسان تھے، اُن کی جوانی ہی کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ جب حضرت شیخ نے ایک رمضان مرکز میں گزارا، تو آخری دن حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ایک پرچہ حضرت شیخ کو پیش کیا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ ''زبیر نے اِمسال رمضان میں ۶۰؍قرآن شریف پڑھے''، یہ اُن کے بچپن کا واقعہ ہے، اِس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بچپن سے ہی اُن کی طبیعت میں نیکی وصلاح اور بزرگی تھی۔

بالائے سرش زہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

اِس دنیا میں جو بھی آیا ہے، اُس کو اپنے رب سے اِنعام پانے کے لئے ایک نہ ایک دِن اِس دنیا کو خیر باد کہنا ہوتا ہے، اِسی لئے یہی راہ مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اِختیار کرنی پڑی، اور وہ بھی اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے، اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو قبول فرمائے، اور ہم لوگوں کو اپنے پاک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگر دنیا کا مقام اللہ کی نظر میں تھوڑا سا بھی ہوتا تو اللہ اپنے نہ ماننے والے کو ایک گھونٹ پانی (تک) بھی مرحمت نہ فرماتا۔ دنیا سب کو مل جاتی ہے لیکن موت پر دنیا چھوٹ جاتی ہے، دِین اور دِین کی محنت خدائے پاک اپنے چاہنے والے کو عطا فرماتا ہے اور بھائی دِین سیکھنے سے آتا ہے۔ (حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

دو چار قدم ہم بھی تیرے ساتھ چلے ہیں

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

مجھے اُن لوگوں سے محبت ہے جو لوگ اللہ کے دِین کا کام کرتے ہیں نہ وہ دِن کو دیکھتے ہیں نہ رات کو، نہ سردی کو نہ دھوپ کو، بس اُن کی ایک ہی صدا دِل کو بھاتی ہے کہ ''اللہ سے ہونے کا یقین مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین'' یہ ایک ایسا جملہ ہے جس پہ زندگی بسر کرنے والا زندگی میں سکھ پاتا ہے، اِس جملہ پہ جن لوگوں نے زندگیاں گزاریں اور اُمت کو بھی اِسی جملہ پہ چلانے کی کوشش کی اُن میں ایک بزرگ عالمِ دین ہمارے رہبر و رہنما حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی خدمتِ اسلام میں وقف کی، صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ عرب و عجم میں اُن کی صدائیں اور ادائیں دِکھائی دیتی رہیں۔

مولانا زبیر الحسنؒ کی زندگی کو اگر دیکھا جائے اور اُس پہ لکھا جائے تو ایک تاریخی کتاب بن سکتی ہے، اُنہوں نے گھر گھر اللہ کے دِین کو پہنچانے کی فکر کی اور یقیناً اپنے مشن میں وہ کامیاب دِکھائی دیئے، دِن رات کی محنت کا ثمرہ تھا کہ آج اُن کے چاہنے والے قریہ قریہ بستی بستی دِکھائی دیتے ہیں، اللہ نے مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، انبیاءؑ کے مشن کو اپنا کر پوری دنیا میں دینِ اسلام کو پھیلانے کی کوشش کی اُن کا مشن رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا، اِسلام سے محبت کرنے والے لوگ یقیناً ان اللہ والوں سے بھی محبت رکھتے ہیں۔

تاریخ ترے نام کی تعظیم کرے گی ۔۔۔ تاریخ کے اوراق میں تو زندہ رہے گا

صدیوں تجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ ایک تاریخ کا نام تھا، اُن کا کام اور نام ہمیشہ زندہ رہے گا، وہ دینِ اسلام کی خدمت کو اپنا مقصد بنا کر نکلے گویا یوں وہ کہا کرتے تھے۔

ہر غم ہر اک الم میرا اِیمان ہوگیا ۔۔۔ اب درد میری زیست کا عنوان ہوگیا

جس کے لیے کرتا رہا میں عمر بھر سعی ۔۔۔ وہ کام اپنے آپ میری جان ہوگیا

اللہ والوں کی پہچان اُن کے نورانی چہرے سے ہوتی ہے، حضرت مولانا محمد زبیر الحسن

صاحب کاندھلویؒ کا چہرہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا جیسے چودہویں کا چاند زمین پہ اُتر آیا ہو۔ ان حضرات سے اپنی نسبت قائم رکھنا ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

یہ فخر بھی کیا کم ہے کہ برے ہیں کہ بھلے ہیں ۔۔۔ دو چار قدم ہم بھی تیرے ساتھ چلے ہیں

پشتو زبان کے مشہور و معروف شاعر خوشحال خان خٹک نے ایک مردِ کامل اور مردِ مؤمن کے بارے میں اپنے اشعار میں ایک عجیب نقشہ کھینچا ہے، اُن کے اشعار کا مفہوم کچھ اِس طرح ہے کہ مرد وہی ہے جو ہمت والا اور برکت والا ہو، شیریں زبان والا اور دنیا والوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتا ہو، اُس کا ظاہر و باطن ایک ہو، قول و فعل میں تضاد نہ ہو، اُس کا دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا کوئی نمائشی نہ ہو، جب بلندی کا مقام ہو تو وہ عظمت و رفعت میں آسمان ثابت ہو اور پستی کا محل ہو تو وہ مانندِ خاک ہو، یہ تمام خوبیاں الحمد للہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ میں موجود تھیں، اُن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ مردِ کامل اور مردِ مؤمن تھے، اُس مردِ مؤمن کے لیے شاعر نے کیا ہی خوب کہا۔

قرطاس کے نوری آنگن پہ لفظوں کی جوانی دوڑتی ہے ۔۔۔ اُن جیسے مردِ مؤمن کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی اِسلام کی آواز بلند کرتے رہے اور اہلِ حق کی ترجمانی کرتے رہے۔ یہ وہ علماء کرام تھے، جن کو اللہ پاک نے سایہ دار درخت بنایا ہوا تھا، ہمارے اسلاف نے بے مثال زندگی بسر کی، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اہلِ حق کے نامور علماء میں ہوتا تھا، ان حضرات کو جن لوگوں نے دیکھا سنا اور خدمت میں حاضر رہے ہیں وہ سچی تاریخ مرتب کر سکتے ہیں، مولاناؒ دینِ اسلام کے ایک ایسے سمندر تھے، جو اُن کے پاس رہے ہیں وہ بھی اس سمندر سے سیراب ہوئے ہیں، ہمارے اسلاف بے مثال کردار کے مالک تھے، اُن کی زندگی پہ اگر نظر ڈالی جائے تو ناظر یہ کہنے پہ مجبور ہو جاتا ہے۔

زندگی ایسی گزارو کہ سبھی کو رشک ہو ۔۔۔ موت ہو ایسی کہ زمانہ عمر بھر رویا کرے

ایسے لوگ کئی صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں، آپ نے اپنا دستِ شفقت ہمیشہ دینِ اسلام کے خادموں پہ رکھا۔ اُن کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی دِینی خدمات کی ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بھی اُن کی طرح اپنے دینِ متین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔ (آمین)

کچھ اب تمہارے شہر میں کوئی ہم سا کہاں ہے

حافظ سید عبدالناصر، کراچی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوّراللہ مرقدہٗ نے حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تحریر فرمایا ہے کہ ''مشائخ کے الوان مختلف ہوتے ہیں اور چمن کے پھولوں میں ہر پھول کی سیرت ممتاز ہوتی ہے۔'' بعضے اکابرین میں شانِ استغناء بدرجۂ اتم ہوتی ہے تو کسی پر عاجزی و اِنکساری کا غلبہ ہوتا ہے۔ کسی اللہ والے پر جلال کا ظہور معلوم ہوتا ہے تو کسی پر جمال کی جلوہ گری ہوتی ہے اور بعض خاصانِ خدا جلال و جمال کا حسین اِمتزاج معلوم ہوتے ہیں۔ کسی کو اللہ رب العزت کی عظمت و بڑائی کے تأثر کا غلبہ شب و روز اُس کی دعوت و بیان میں مصروف رکھتا ہے اور کوئی دِین کے مٹنے کا غم اور اُمت کے فکر کو سینے میں لے کر اور خونِ جگر پلا پلا کر اندر ہی اندر گھلتا رہتا ہے۔ ایسے ہی قسم کے اولیاء اللہ کی صفات کی وضاحت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے کہ ''اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اُس کے خوف نے چپ کرا رکھا ہے حالانکہ نہ وہ عاجز ہیں، نہ گونگے۔ بلکہ فصیح لوگ ہیں، بولنے والے ہیں، سمجھ دار ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے اُن کی عقلوں کو اُڑا رکھا ہے۔ اُن کے دِل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر اُن کو پختگی میسر ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں''۔ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ بھی اللہ کے ایسے ہی خاص بندوں کی جماعت کے فرد معلوم ہوتے تھے۔

ہمارے قریبی زمانے میں تین ہستیاں ایسی گذری ہیں جن کو اپنے وقت کے بابرکت

بزرگوں کا قرب اور اُن کی رفاقت کا شرف بھی خوب خوب ملا اور جس کی وجہ سے وہ بجا طور پر علوم و عرفان کے سمندر اور بزرگوں کی نسبتوں کے امین بھی کہے جا سکتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی بڑی جماعت کی امارت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو منتخب فرمایا لیکن اِس سب کے باوجود وہ بزرگان شاذ و نادر ہی بیان فرمایا کرتے تھے۔ اوّل حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ امیرِ ثالث عالمی تبلیغی جماعت، ثانیاً حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ، کندیاں شریف امیر عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت اور ثالثاً حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ۔ کسی نے حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ سے اُن کے کثرتِ سکوت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جس نے ہماری خاموشی سے نفع نہ اُٹھایا اُسے ہماری بات سے بھی فائدہ نہ ہوگا۔ حضرت جی مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کے قلتِ بیان کا اندازہ اِس چیز سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ تبلیغی اِجتماعات میں جہاں تین تین گھنٹے کے بیانات معمولی بات سمجھی جاتی ہو، حضرت جیؒ اِنتہائی مختصر مگر پرسوز و جامع بیان فرماتے جو بالعموم عصر اور مغرب کے درمیانی وقت پر مشتمل ہوتا تھا۔

حضرت جیؒ کی ذات رأفت و رحمت کا بھی بہترین نمونہ تھی۔ لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے مقتدا ہونے کے باوجود سادگی، غایتِ تواضع اور فروتنی کے جواہر سے اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو خوب مالا مال کیا ہوا تھا۔ بڑائی، خود رائی، خودنمائی کا آپ کی ذات میں نام و نشان تک نہ تھا۔ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کی ترغیب دینا اور پھر خود اُس کو عملاً کر کے دِکھلانا اور پھر حضرت جیؒ کی اللہ کے راستے میں جانے والوں کی ہدایات میں شاید کوئی نشست ایسی نہ ہوگی جس میں حضرت جیؒ نے اِس چیز پر بات نہ کی ہو کہ ''ہمیں نہیں معلوم کہ کس کا خدائے پاک کے یہاں کیا مقام ہے''۔ فرمایا کرتے کہ ''آج ہم بہت سے لوگوں کو ہم حقیر سمجھتے ہیں ظاہر کے اعتبار سے اُن کی کوئی اچھی حالت معلوم نہیں ہوتی، لیکن دِین کے اعتبار سے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ پر قسم کھائیں تو خدائے پاک اُن کی قسم کو پورا فرما دیں۔ اپنے آپ کو کم تر سمجھنا دوسروں کو اپنے سے افضل سمجھنا''۔ پھر کبھی بنی اسرائیل کے گناہ گار کی توبہ کی دربارِ خداوندی میں قبولیت کا قصہ سناتے جس کے گناہوں کی وجہ سے قوم نے اُس کو شہر سے باہر نکال کر جنگل میں ڈال دِیا تھا، تو

کبھی فاحشہ عورت کا کتے کو پانی پلانے پر مغفرت والا قصہ بتاتے اور کبھی عبداللہ بن مبارکؒ کا قصہ سناتے ۔ فرماتے تھے کہ عبداللہ بن مبارکؒ ایسی عظیم ہستی تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ممتاز شاگرد اور امام بخاریؒ کے اُستاد تھے ۔ آدھی زندگی جہاد میں گذاری اور آدھی زندگی حدیث کی درس و تدریس میں ۔ اُن کا جب اِنتقال ہوا تو کسی محدث نے اُن کو خواب میں دیکھا ۔ اُن محدث نے عبداللہ ابن مبارکؒ سے پوچھا کہ ''اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟''، تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ''اللہ نے بہت اُونچا مقام دِیا اور میرے گھر کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا اُس کے ساتھ میرا مقام طے فرمادِیا'' ۔ وہ محدث بڑے حیران ہوئے اور آنکھ کھلنے پر اُس لوہار کے گھر گئے اور اُس کے گھر والوں سے لوہار کے خاص اعمال کی بابت دریافت فرمایا تو گھر والوں نے بتایا کہ ''ایک تو اگر کام کے دوران لوہا گرم کر کے اُس پر چوٹ مارنے کے لئے گُرز اُٹھایا ہوا ہوتا اور اذان کی آواز آجاتی تو گُرز پیچھے پھینک کر نماز کی تیاری میں مشغول ہوجاتا، دوسرا ہمارے گھر کے سامنے ایک بزرگ رہتے تھے وہ ساری رات اپنی چھت پر عبادت میں مصروف رہتے تو یہ اپنی چھت سے اُن کو دیکھ دیکھ کر تمنا کیا کرتا کہ اے اللہ اگر ہمیں دِن بھر کی سخت مشقت کی وجہ سے ایسی شدید تھکاوٹ نہ ہوتی تو ہم بھی تیری ساری رات ایسی ہی عبادت کیا کرتے'' ۔

حضرت جیؒ مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے ۔ اپنی جاذبِ قلوب شخصیت، اپنی رُوحانی قوت اور اِنتہائی اعلیٰ اور عالی علمی اور باطنی صلاحیتوں پر اِخفا اور خاموشی کا پردہ ڈالے رکھتے تھے، ورنہ خاندانی حسب ونسب، علمی سند وفضیلت، روحانی صحبتوں سے اکتسابِ فیض، مشائخ کے معتمد ہونے کے باوصف مقامِ کاملیت کو پہنچے ہوئے تھے ۔

برقع رنگ نسترن حسنِ زمین کا پردہ پوش
ورنہ ہزار رنگ ہیں نیرنگئ حیات میں

اپنے نانا جان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے کثرتِ تلاوت کا ذوق وشوق آپ کو ورثہ میں ملا تھا ۔ رمضان المبارک میں ساری رات جاگ کر قرآن پاک پڑھنا،

ایک ایک رات میں تراویح، نوافل اور تہجد میں پندرہ بیس اور بسا اوقات پورا قرآن تلاوت کرنا معمول کی بات تھی ۔ حضرت جیؒ دنیا کا کم قیمتی ہونا، آخرت کا وقیع ہونا بتلاتے اور پھر اپنی پُرلحن آواز میں فرماتے کہ بھائیو! اگر دنیا کا مقام اللہ کی نظر میں تھوڑا سا بھی ہوتا تو اپنے نہ ماننے والے کو ایک گھونٹ پانی بھی مرحمت نہ فرماتے ۔ اللہ سے خشوع وخضوع سے اور مسنون طریقے سے مانگنے، خاص کر آخیر شب میں اُٹھ کر مانگنے کو بڑی دولت بیان فرماتے ع

سترس از بلائے کہ شب درمیان است

اور حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی راتوں کو اُٹھ کر خدائے ذوالجلال والاکرام کے سامنے گھنٹوں مصروفِ آہ وبُکا رہا کرتے تھے ۔

ہمیں تو اکابرین حضرات اور تبلیغ کے بزرگوں سے تو ہر بزرگ کی وفات پر یہ نصیحت ہی اہتمام سے سننے کو ملی کہ جیسے یہ بڑے بڑے حضور ﷺ والے مبارک اور عالی کام میں لگے ہوئے تھے اور دوسروں کو لگانے کی فکر کیا کرتے تھے، ان بڑوں کی محبت کا حقیقی تقاضہ تو یہ ہے کہ اِس کام میں اور بھی زیادہ دامے درمے سخنے منہمک ہوا جائے ۔ حضرت جی مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ تو کامیاب زندگی گزار کر اللہ رب العزت کے دربارِ عالی میں اِن شاء اللہ سرخرو پہنچ گئے اور اُمیدِ واثق ہے کہ اللہ عزوجل سے خوب خوب انعام اور اعزاز واکرام پا رہے ہوں گے ۔ اِن سطور کے رقم کرنے کا ہمارا تو منشاء بس یہ ہے کہ اِس بطلِ جلیل کے ذکرِ جمیل کی برکات سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی پسندیدہ صفات کا حامل اور اپنے محبوب ﷺ کے کام کا داعی بنادے ۔

یا غائبا فی الثری یتلی محاسنه
الله یولیك غفرانا واحسانا
ان کنت جرعت کاس الموت واحدة
ففی کل یوم نذوق الموت الوانا

تحریکِ ایمان کے راہبر

مولانا محمد طیب زمان
رفیق شعبۂ تصنیف مدرسہ بیت العلم، کراچی

دنیا میں سینکڑوں تحریکیں ایسی آئیں جن کا منشور صرف اور صرف اِنسانیت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا اور جہالت کی گہرائیوں سے نکال کر علوم وفنون سے آراستہ کرنا تھا۔

ان تحریکوں کے رہبر اپنے تجربوں کو سامنے رکھ کر اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہتے، لیکن دنیاوی اغراض، عہدوں کی لالچ اور بغض وعداوت اُنھیں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیتی اور کچھ ہی سالوں میں یہ تحریکیں دنیا والوں کی نگاہ میں نمونۂ عبرت بن کر تاریخ کا حصہ بن جاتیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جس تحریک نے پوری دنیا کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا، علوم وفنون سے آراستہ کیا، جینے کا سلیقہ سکھایا، زندگی کا دستور سمجھایا، رشتوں کا احترام بتایا، دِلوں کو نفرتوں اور کدورتوں سے پاک کیا، پیدائش سے موت تک کا طرزِ معاشرت سکھایا، اور موت کے بعد ملنے والی حقیقی کامیابی کا راز بتایا، وہ تحریک اور جماعت، حقیقی رہبر ورہنما حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ، حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحریک تھی، جس نے اِنتہائی کم وقت میں وہ کچھ کر دِکھایا کہ دنیا کے بڑے بڑے فلسفہ دان اور دانشور حیران رہ گئے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

شرارِ بولہبی ہے اگرچہ شعلہ فگن
چراغِ مصطفوی سے ہے آج بھی دنیا روشن
مٹانے سے سدا نکھرا ہے غازۂ اِسلام
گواہی دے رہے ہیں فرانس کے کوہ ودمن

پھر جس کسی نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنا چاہی وہ یقیناً کامیاب اور سرخرو ہوا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحریک کے بعد اگر کوئی تحریک اپنے مقاصد کے حصول میں حقیقی معنوں میں کامیاب ہوئی تو وہ تحریک ’’تبلیغی جماعت‘‘ کی ہے۔ ان قلندروں نے کچھ ہی عرصے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو مشعلِ راہ بنا کر جس طرح کامیابی حاصل کی وہ اظہر من الشمس ہے۔

تبلیغی جماعت دنیا کے جس کونے میں بھی لنگر انداز ہوئی، کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ آج کے دور میں جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس جماعت کی کامیابی کا راز صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو مشعلِ راہ بنانا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے روشناس کرانے میں تبلیغی جماعت کے اکابرین کا ہر زمانے میں بڑا کردار رہا ہے۔

انھی اکابرین میں ایک نام حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ کا بھی ہے، آپ کی پیدائش ۳۰/ مارچ ۱۹۵۰ء کو سہارنپور میں ہوئی۔ ۱۹۷۱ء میں آپ نے جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔ آپ اپنے والد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر کے منصب پر فائز ہوئے، آپ نے اپنی تمام تر فکری، روحانی اور جسمانی صلاحیتیں لگا کر تبلیغ کے کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ عقل وشعور سے لے کر مرضِ وفات تک آپ کی زندگی کا ہر لمحہ صرف اسی سوچ اور فکر میں تھا کہ کس طرح سارے عالم کے اِنسان اللہ کے احکامات اور حضور ﷺ کے طریقوں کو اپنانے والے بن جائیں۔ تاکہ سارے عالم کے اِنسان دنیاوی زندگی بھی امن، چین اور سکون والی گزاریں اور موت کے بعد کی حقیقی زندگی میں حقیقی کامیابی کو حاصل کر کے ہمیشہ کی ناکامی سے بچ جائیں۔

یہی وہ فکر تھی جو حضرت رحمہ اللہ کو ورثہ میں ملی تھی، خوش مزاجی اور ظرافت تو حضرت رحمہ اللہ کا وطیرہ تھا۔ اپنے نانا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی طرح آپ کو بھی حدیث سے بہت لگاؤ تھا، یہی وجہ تھی کہ بستی نظام الدین اولیاء، دہلی میں عالمی تبلیغی مرکز بنگلہ

والی مسجد کے ساتھ قائم مدرسہ کاشف العلوم کے شیخ الحدیث تھے۔

تبلیغی جماعت کی تحریک حقیقت میں انھی بزرگوں کی فکر اور دعاؤں ہی سے دنیا میں اِنقلاب لا رہی ہے، اور جوق در جوق مسلمان اپنے مقصدِ اصلی کی طرف آ رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں کفر روز بروز کمزوری اور اِضطراب کا شکار ہے۔

اسی تحریک کا ثمرہ ہے جس کی وجہ سے پاک و ہند مرجعِ خلائق بنے ہوئے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:

''تاریخ گواہ ہے کہ ہند میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چار یا پانچ لاکھ تھی، مگر تقسیمِ ہند کے وقت دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان تھے۔ ہمارے بزرگ اسلاف اور اولیائے کرام نے تبلیغِ دین کے لیے بہت کوششیں کیں۔''

الحمدللہ بندہ کو ۲۰۱۱ء میں دعوت وتبلیغ کی محنت کی ترتیب پر ایک سال لگانے کی سعادت حاصل ہوئی، اس دوران جب رائے ونڈ کے اِجتماع میں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ تشریف لائے تو والد گرامی کے ہمراہ خواص کی حویلی میں آپ کی زیارت نصیب ہوئی، اُس وقت حضرت کسی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے، اِنتہائی شفقت سے پیش آئے کہ جیسے بہت پرانا تعلق ہو، جب کہ متعدد مرتبہ آپ کا بیان سننے اور دعا میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا، لکھا نہیں جا سکتا کہ اُس وقت کیا کیفیت ہوتی تھی، حق تعالیٰ نے آپ کے بیان و دعا میں بڑا اثر رکھا تھا۔

حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب رحمہ اللہ کے انتقالِ پُر ملال کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا جسے شاید برسوں پر نہ کیا جا سکے، لیکن جو محنت حضرت رحمہ اللہ کر گئے وہ ان شاء اللہ صدیوں دینِ اسلام کی صورت میں باقی رہے گی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب رحمہ اللہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور عالمِ اسلام کے ہر فرد کو ان کی طرح ایمان اور اعمال کا داعی بنائے۔ آمین

۱۴؍شوال ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۲؍اگست ۲۰۱۴ء

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی چند باتیں

مفتی محمد سفیان بلند
مدرس مدرسہ عثمانیہ بہادر آباد

نو دس سال کی عمر کو سیر و تفریح اور لہو لعب کی عمر سمجھا جاتا ہے، اس عمر میں کسی بچہ کو عام طور سے تبلیغی کام میں نہیں لگایا جاتا، الحمدللہ! خدائے بزرگ و برتر کے فضل و کرم سے والد محترم حضرت ڈاکٹر بلند اقبال صاحب زید مجدہ نے ترغیب کے ساتھ اپنی اولاد کو اس کام میں لگنے اور اس میں جوڑنے کی سعی فرمائی جس کی بدولت ہمارے دل میں بچپن سے اس کام کی عقیدت و محبت بیٹھ گئی۔

میری اسی نو دس سال کی عمر میں میرا زندگی کا سب سے پہلا سفر جو کہ تبلیغی بھی تھا اور تفریحی بھی اور میرے اسفار کا آغاز بھی اسی سفر سے ہوا، وہ ہندوستان کے شہر دہلی کے عظیم مرکز رشد و ہدایت بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی طرف ہوا جہاں مجدد التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے عظیم عالمی جدوجہد دعوت وتبلیغ کی بنیاد رکھی، اس مبارک محنت کے اثرات و ثمرات آج پورے عالم اسلام پر روشن ہیں، الحمدللہ! اپنے اس پہلے سفر میں مرکز دعوت وتبلیغ بستی نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں سہ روزہ لگانے کی سعادت حاصل ہوئی، اس موقعہ پر راقم کی والدہ ماجدہ زید مجدہا و عمرہا حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے گھر سکونت پذیر رہیں، راقم اپنے والد ماجد کے ہمراہ مرکز نظام الدین میں تین دن مقیم رہا، اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے پاس رہنے اور ان سے استفادہ کرنے کی سعادت میسر آئی، حضرت مولاناؒ اس وقت شباب کے عروج پر تھے تو خوب دل لگی اور دلچسپی کی باتیں فرماتے تھے، میں اور میرے بھائی چھوٹے تھے تو ہم پر شفقت فرماتے اور عنایات سے نوازتے، حضرت جی ثالثؒ اس وقت حیات تھے تو ان کی زیارت بھی

کی اور آپ کے گھر جا کر ناشتہ کرنے کا مزہ آج تک یاد ہے۔

اس سفر میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ سے جو محبت پیدا ہوئی، وہ مزید سے مزید تر ہوتی گئی اور آج تک آپ کی محبت سے دل لبریز ہے۔

وقت گزرتا رہا اور اکابر کے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے ذمہ داری اصاغر کے کاندھوں پر آگئی، حضرت جی ثالثؒ نے دس رکنی شوریٰ قائم فرمائی جس میں حضرت مولانا مرحوم بھی تھے، ہندوستان و پاکستان کے اکابر تبلیغ میں آپ کا مقام حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم کی طرح بڑا تھا، پاکستان میں رائے ونڈ اجتماعات کے موقعہ پر آپ کے بیانات نسخہ کیمیا کا اثر کرتے اور آپ کی دعائے دلسوزی سے مجھ جیسے ناکارہ آدمی اور دوسرے احباب کو جلا ملتی، راقم نے اپنے مرشد عارف باللہ حضرت واصف منظور صاحب نور اللہ مرقدہ کا اکابرینِ تبلیغ میں حضرت مولانا رحمہ اللہ سے بہت گہرا تعلق دیکھا، حضرت مرشدیؒ کا ذوق ومزاج حضرت مولاناؒ سے بہت قریب تھا، جب بھی حضرت مولاناؒ کی پاکستان آمد ہوتی تو حضرت مرشدیؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو طویل نشستیں ہوتیں۔

آپ پر لکھنے والے بہت کچھ لکھ رہے ہیں اور لکھیں گے اور بہت سوں نے بہت کچھ احوال قلمبند کئے ہیں، راقم تو یہی عرض کرتا ہے کہ آپ کے ملفوظات جو تبلیغی کام کرنے والے احباب کے لیے رہنما اصول ہیں اُنہی کو حرزِ جان بنایا جائے، تاکہ آپ کی ہدایات کی روشنی میں کام کا نقشہ کام کرنے والوں کے سامنے رہے اور حقیقت میں انہی اکابر کی دینی وعملی خدمات اور تبلیغی واصلاحی کاوشوں سے پاکستان اور بیرون پاکستان میں اس کام کو فروغ مل رہا ہے۔

۲۰۱۳ء کے رائے ونڈ اجتماع کے موقعہ پر راقم الحروف چند رفقاء کے ہمراہ خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت سب سے مصافحہ فرما رہے تھے، اس وقت بھی آپ کی طبیعت کافی ناساز تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہ الوداعی مصافحہ ہوا اور بالآخر یہی ہوا کہ چند ماہ بعد آپ کا وصال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حیاتِ شیخ زبیرؒ کے چند یادگار پہلو

مولانا مفتی رب نواز
دارالعلوم فتحیہ احمد پور شرقیہ

☆...... مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے فاضل مولانا نصیر صاحب (احمد پور شرقیہ) نے فرمایا:

''ہمارے دورہ والے سال (۲۰۰۰ء) میں حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ رائے ونڈ اجتماع کے موقع پر تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی صاحب اُنہیں اِنتہائی پرتپاک طریقہ سے ملے، خوشی کا اِظہار کیا، انڈیا سے لایا ہوا پان پیش کیا۔''

اس سے کچھ عرصہ پہلے حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا، حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی صاحبؒ نے اس حوالہ سے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ دِین کے لیے اِستقامت اِختیار کریں، گھبرائیں نہیں۔ اللہ آپ کی مدد کرے گا انتہیٰ''

اس واقعہ میں کئی پہلو قابلِ غور ہیں:

① اہلِ علم کی قدر دانی اور حوصلہ افزائی۔ ② معاصر عالم کا احترام۔ حالانکہ جملہ مشہور ہے ''المعاصرۃ سبب المنافرۃ'' کہ معاصرت، منافرت کا سبب ہوتی ہے مگر اس کے باوجود حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ نے اُن کا احترام واِکرام کیا۔ ③ تبلیغی جماعت کے کام کا طرزِ عمل الگ ہے اور حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی دِینی کدوکاوش الگ نوعیت کی تھی، دونوں کے طریقہ کار میں جو فرق ہے اسے قریباً سبھی جانتے ہیں مگر اس کے باوجود حضرت مولانا کاندھلوی صاحب کا اُن کے ساتھ احترام، اِکرام اور حوصلہ افزائی کرنا نہ صرف قابلِ تحسین ہے بلکہ قابلِ اتباع ہے۔ ④ اسی طرح مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کا تبلیغی اِجتماع میں تشریف لے جانا جماعت کے ساتھ محبت بلکہ جماعت کی حوصلہ افزائی ہے۔ محاذ تحفظِ ناموسِ صحابہؓ پر کام کرنے والے دِیگر قائدین بھی ماشاء اللہ تبلیغی جماعت کے ساتھ اُنس رکھتے ہیں۔

جب کہ مولانا محمد اعظم طارقؒ کے جانشین مولانا محمد احمد لدھیانوی مدظلہٗ تبلیغی جماعت پاکستان کے امیر حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہٗ سے ملاقات کرتے رہتے ہیں۔

☆ ......حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ میں ایک خوبی حوصلہ افزائی فرمانے کی تھی۔ ضلع قصور میں میواتیوں کے علاقہ میں رائے ونڈ اجتماع کے بعد پہلے کسی دور میں میواتیوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا، آپ اس اجتماع پر تشریف لائے مگر اس اجتماع کی دعا اُنہوں نے حضرت مولانا محمد سعد صاحب سے کرائی حالانکہ اُن کا شمار غالباً حضرت کاندھلویؒ کے شاگردوں میں ہے۔

لیکن اس کے باوجود دعا کے لیے اُنہیں مقدم کرنا ان کی طرف سے اہلِ علم، چھوٹوں اور جماعت میں کام کرنے والوں کی یقیناً حوصلہ افزائی ہے۔

☆ ......رائے ونڈ والے احباب جماعت میں جانے والوں کو ہدایات جاری کیا کرتے ہیں، ایک مرتبہ ہدایات دیتے ہوئے تسبیحات کی تاکید فرمائی گئی کہ تینوں تسبیحات: تیسرا کلمہ، درود شریف اور استغفار کا اہتمام کرنا۔ اور پھر درود شریف کے فضائل وفوائد میں درج ذیل بات بھی مجمع کو پڑھ کر سنائی گئی۔

مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ نے فرمایا: حضرت شیخ (مراد حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص روزانہ اہتمام کے ساتھ پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ اس کی مشکلات کو آسان کریں گے اور پریشان کن حالات میں اس کی مدد فرمائیں گے۔

اس واقعہ کے راوی مولانا نصیر صاحب (احمد پور شرقیہ) فرماتے ہیں کہ مشکلات میں پھنسے اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے متعدد لوگوں کو میں نے مذکورہ وظیفہ یعنی درود شریف پڑھنا بتایا، اُنہوں نے اس پر عمل کیا تو اللہ نے انہیں مشکلات اور پریشانیوں سے نجات عطا فرمادی اور ان لوگوں نے آکر خود اپنی زبانی بتایا کہ اب الحمد للہ حالات خوشگوار ہیں۔

☆ ......رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع پر نکاح پڑھانے کا سلسلہ بھی ایک عرصہ سے شروع ہے، حضرت کاندھلوی صاحب بھی اجتماع کے موقع پر نکاح پڑھاتے رہے ہیں۔ یہ نکاح اِنتہائی سادگی سے رسومات اور فضول خرچیوں کے بغیر پڑھائے جاتے ہیں دراصل یہ مسلمانوں کو خاموش اور عملی ترغیب ہے کہ نکاح یوں سادہ ہونے چاہییں۔

یوں سادگی سے پڑھائے جانے والے نکاح یقیناً قابلِ تحسین ہیں اور یہ تبلیغی جماعت کا ایک ایسا کارنامہ ہے کہ مخالفین بھی دادِ تحسین دینے پر مجبور ہوگئے۔ جناب عبید الرحمٰن محمدی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''جب آپس میں رشتے طے ہوجاتے ہیں تو نکاح کے لیے رائے ونڈ اجتماع کی تاریخ طے کرلی جاتی ہے اور ایسے تمام رشتوں کی فہرست مرتب کر کے حضرت جی مولانا انعام الحسن امیر تبلیغی جماعت کو تھمادی جاتی ہے خطبہ کے بعد وہ ہر جوڑے کا ایجاب وقبول کرا کے رشتۂ ازدواج میں جوڑتے چلے جاتے ہیں ایسے سینکڑوں نکاح نہایت سادہ خوش گوار انداز اور بغیر کسی فضول خرچی اور رسومات کے ہوجاتے ہیں''۔(تبلیغی جماعت کا تحقیقی جائزہ ۱۸)

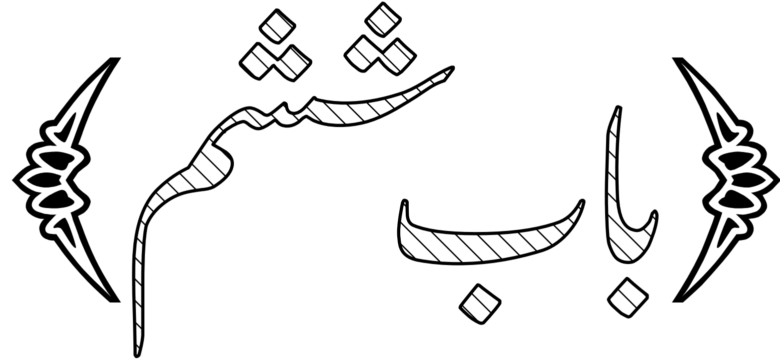
☆ ......میرے ماموں زاد بھائی جناب مولانا وقاص صاحب حفظہ اللہ کا نکاح رائے ونڈ اِجتماع کے موقع پر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا۔ اس وقت وقاص صاحب نابالغ بچے تھے یا نابالغ محسوس ہوتے تھے، جب اِیجاب وقبول کرانے لگے تو وقاص صاحب نے ''میں نے قبول کیا'' کہا تو فرمایا یہ تو چھوٹا بچہ ہے اس کا والد کون ہے؟ پھر فرمایا: آپ کا بچہ نابالغ ہے آپ ان کی طرف سے قبول کریں چنانچہ دوبارہ اِیجاب وقبول کرایا گیا اور ''قبول کیا'' کا جملہ بیٹے کے بجائے ان کے والد سے کہلوایا۔

☆ ......رائے ونڈ اِجتماع کے موقع پر نکاح کی تقریب میں کسی بچی کی طرف سے والد کی بجائے اس کا ماموں آیا ہوا تھا۔ حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ نکاح کسی اور سے پڑھوالینا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہِ احتیاط اُنہیں یہ مشورہ دِیا ہے کہ ماموں کی ولایت والد کی ولایت کی طرح کامل نہیں ہے۔

دِین کیا ہے؟ نبی پاک علیہ السلام، زندگی گزارنے کا جو طریقہ لے کر آئے ہیں وہ طریقہ ہماری زندگیوں میں آجاوے، یہ دِین ہے، آج ہم نے غیروں کے طریقوں کو اپنا رکھا ہے اور آج ہمارا رخ غیروں کے طریقوں کی طرف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہماری زندگیوں سے نکلا ہوا ہے۔

(حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)



عربی ادیبوں کے تأثرات

الداعية الكبير الشيخ محمد زبير الحسن الكاندهلوي فی ذمة اللّٰه تعالیٰ

الشيخ ابو حذيفة نور الخليل آبادی

بعد ظهر يوم الاربعاء: ١٦/ جمادی الثانية ١٤٣٥ھ الموافق ١٨/ مارس ٢٠١٤م حين قرع سمعی قارعٌ۔ عن طريق هاتف جوّال۔ بأنّ الداعية الكبير الشيخ محمد زبير الحسن الكاندهلوي قد استأثرت به رحمة الله تعالیٰ اليوم فی الساعة الحادية عشرة والرابع (١٥: ١١) ففزعت به فزعاً وأخذ مني الحزن كل مأخذ قائلا: انا لله و انا اليه راجعون، كان هو مصاباً بمرض الكُلية منذ أيام، و قد يتلقی العلاج المكثّف في مستشفی (DR. RAM MANOHAR LOHIA HOSPITAL) أحد كبری مستشفيات عاصمة دهلي فلم يَنْفَع العلاجُ بل استسلم لأَ جَلِه المُحَتَّم الذي اذا جاء لايؤخَّر، وكان فی عمر يناهز ٦٤ عاماً بالنسبة الی الاعوام الميلادية، و ٦٦ سنة بالقياس الی السنوات الهجرية. وما ان مضت ساعة حتی سری نعيُه في البلاد و خارجها سريانَ التيار الكهربيّ في الأسلاك، وغطّی رداءُ الحزن كبارًا و صغارًا، أقوياءَ و ضعفاءَ، جيراناً و أقرباء، ملاكاً و عُمّالاً ممن انطوی قلبُه علی حبّ و اخلاص و اخاء ووفاء كريم، ومن عُجِنَتْ طينتُه بحب الدعوة والثقافة والحضارة الاسلامية، و من نَمَتْ طبيعتُه علی القاعدة الروحيّة الحيويّة، فتدفّقت العاصمةُ بسكانها و تَهافَتَت شتی مدن الهند بأبنائها ليسعدوا بالصلاة عليه و تورية جثمانه بالتراب، حيث صلّی عليه بحشدٍ كبيرٍ آمٍّ من أقصی الجهات و أدناها العارفُ الكبيرُ الشيخ محمد افتخار الحسن الكاندهلوي شيخ الفقيد في السلوك و الاحسان، و وُرِّيَ جثمانُه بجوار الداعية الأكبر الشيخ محمد الياس الكاندهلوي مؤسس حركة الدعوة و التبليغ في مركزها بمنطقة (نظام الدين) بدهلي.

كان عالماً صالحاً كبيراً، ورعاً تقياً، عارفاً جليلاً، واعظاً ساذجاً فكان يتعرّى عن صناعة الخطباء وتقفيه كلماتهم وسجع عباراتهم، انما يعظ ويخطب كالماء الذي يتواصل سيلُه بهدوء الى مهواه دون خريره وطغيانه، وكان داعيةً نشيطاً، شخصيةً عبقريةً بين كبار رجال الدعوة والتبليغ، ذا مكانة مرموقة لدى خلق اللّٰه على وجه الأرض البسيطة، وَقورًا رَزينًا، وَديعًا، ذات روعة ومهابة.

وُلد في ١٠/ جمادى الآخرة ١٣٦٩ه الموافق ٣٠/ مارس ١٩٥٠م في منزل جده من الأم الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي في سهارنفور، وابتدأ بحفظ القرآن الكريم في الخامس من عمره في ربيع الأول ١٣٧٤ه/ يناير ١٩٥٥م في مجلس الشيخ عبد القادر الرائيفوري في الزاوية القادرية ببلدة (رائيفور).

وبعد أن أنهى حفظ القرآن الكريم استهلّ بمرحلة العلوم الشرعية، و تلقّى الفارسية و العربية الابتدائية من مختلف العلماء، ثم التحق بمظاهر علوم بصفة منتظمة في شوال ١٣٨٥ه/ ٧ فبراير ١٩٦٦م، وأخذ شتى الكتب العربية، ودخل في الصف النهائي في شوال ١٣٨٩ه وتخرّج فيها في شعبان ١٣٩٠ه، وفيمن تتلمّذ عليه في الصف النهائي، فضيلة المحدث الشيخ محمد يونس الجونفوري شيخ الحديث حالياً بالجماعة، والشيخ محمد عاقل السهارنفوري رئيس هيئة التدريس بالجامعة، والمفتي مظفر حسين الأجراروي مدير مظاهر علوم سابقًا والشيخ أسعد اللّٰه الرامفوري مدير مظاهر علوم سابقًا.

ثم عاد الى مركز الدعوة والتبليغ بمنطقة (نظام الدين) بدهلي حيث كان يعمل أبوه الشيخ محمد انعام الحسن الكاندهلوي أميرًا ثالثًا لحركة الدعوة والتبليغ، فأكبَّ على العلم والدعوة والتجوال في القرى والبلدان والمدن يفيد الخلقَ بما ينفعه و يضرّه، وبما يصرفه الى اللّٰه، وبما يأخذ بأيديه الى المعروف عن المنكر، ولازم أباه حتى لم ينعزل عنه في الظعن والاقامة، هذا وقد مارس

مهنة التدريس في مدرسة (كاشف العلوم) التابعة لمركز الدعوة والتبليغ، فدرس في مُستَهَلّ مرحلة التدريس (مشكاة المصابيح) و (صحيح مسلم)، ودرّس ـ بعد الترقية التدريسية ـ (صحيح البخاري) واستمر الى آخر حياته.

قد قَرَعَ الشيخ المترجم له ساقَه لهذا الأمر المبارك تحت رعاية والده العطوف الشيخ محمد انعام الحسن الكاندهلوي ـ الذي وظّف الجهود بوصفه أميرًا ثالثًا في سبيل الدعوة والتبليغ، وجاب البلدان طولاً وعرضاً، وشارك ورأّس الاجتماعات الدعوية الحاشدة في داخل البلاد و خارجها، ولعب بدورٍ كبيرٍ في المجال نفسه، وانتهت اليه الامارة، و خلّف نجلَه خلفًا رشيدًا ـ وبعد وفاة والده يوم ١٠/ محرم ١٤١٦ه الموافق ١٠/ يونيو ١٩٩٥م نهض الشيخ المترجم بالأمر المهمّ نفسِه عظوًا نشيطًا جهيدًا مخلصًا وفيًّا من أعضاء المجلس الاستشاري الذي تم تشكيله لجنةً حاكمةً على حركة الدعوة والتبليغ مكوّنًا من ستة رجال بعد أن أُلغِي منصب الامارة الذي استمرّ لسنين اقليمى و دولي.

لاشك أنه قد تفانى في تخريج العلماء الأكفاء وصوغهم في بوتقة طبيعة الاسلام و تزويدهم بالقيم الخلقية والاجتماعية، الفردية والجماعة، الأهلية والخارجية، كما سعى دأبًا في تربية الأمة المرحومة التي كانت تعيش عيشَ الأنعام، وتخبط خبطَ العشواء، وتزعم السُّمّ الزُّعاف دواء، ولا تعرف الحق عن الباطل، وربما تغفل عن كلمة طيبة كشجرة طيبة أصلها ثابت و فرعها فى السماء تؤتي أكلها كل حين باذن ربها، فضلا عن شرائع الاسلام وشعائره، ومن هنا انتهزتُ ولازالت الفرصةَ الفرقُ الباطلةُ وبيضُها وأفراخُها التي تكون هي بالمرصاد كل حين لِتَتَلاعبَ بالأمة الاسلامية ودينِها وعقيدتِها وهويّتِها، وتأخذَ بها الى ما تشتهيه، عن طريق التظاهر بالمؤاساة والاخاء والتعَاطف واغداق الثراوت الطائلة عليها وتوفير ماسّة حاجاتها واراء ة الاحلام المزخرفة لحياتها المستقبلة.

انه كدح نفسه حقًا في بثّ المناخ الاسلامي على مستوى العالم، وأخذ لذلك بعَصا الترحال الى الجهات القاصية والدانية، المتقدمة والمتخلفة، الأهلية والأجنبية، وغذّى أَهلها بغذاء صِحيّ، وزوّدهم بتوجيهات هي أحسن.

كان يعدّ أميرًا على حركة الدعوة ولو كان عضوًا في الحقيقة، وذلك بعزوه الى شخصية دعوية فذة هو والده، وبنسبته الى رجل جِهبَذ علميّ دعويّ تربويّ هو العلامة المحدث الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي الذي هو كان جدَّه، من الأمّ، و بفضله و غزارة علمه و اصابة رأيه وصلاح طبيعته وتواضعه. كان شِبهَ أمير لدى الناس ومن هنا حين تخرج الجماعاتُ من مركز الدعوة الى داخل الهند وخارجها فيظعها ويذكّرها ويدعو لها في تضرّع وابتهال ويصافحها لتوديعها.

أخذ الطريقة عن الشيخ محمد زكريا، و أجازه في السلوك والاحسان شفويًا وكتابيًا في المسجد النبوي بالمدينة المنورة يوم الجمعة المبارك: ۱۳/ ربيع الأول ۱۳۹۸ھ، و زوّده بتوجيهات ذهبية و نصائح غالية، منها كما يأتي نموذجاً:

(أوصيك۔ وأنت كولدي وحصلت لك المشيخة۔ بأن ترى نفسك أصغر من غيرك فاننا لانحتقر نفوسَنا الا بألسنتنا، فعلينا أن نجتنبه كليًّا. لقد كان أوصاني عمّي الشيخ محمد الياس قبل وفاته بثلاثة أيام بأمرٍ مُهمّ: (كنُ متمسكًا ومهتمًا بالسنة النبوية غاية الاهتمام) فأوصى به أحبابي و معارفي بأسلوب أكيد)۔

وبعد ذاك كان يأمر أبوه رجالَ الطريقة بالاتصال به. كما حصلت له الاجازة من أبيه ومن الشيخ أبي الحسن علي الندوي۔

كان هو أبرز خريجي مظاهر علوم بسهارنفور، حظي بالاعجاب والحب والثقة لدى شيوخه، يتردّد اليهم ويتمتّع بما يُفيضون من كلمات الخير، و يبالغ

في اكرامهم كالولد النجيب الرشيد لوالده، لايتخلّف عن المعروف ولا يقترب من المنكر، ويُحسن استخدامَ الأوقات فلا ترضى نفسُه ساعةً بضياعها سدىً أو بمضيها فيما لا يعنيه عملاً بحديث الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم: (من حسن اسلام المرء تركه مالا يعنيه)(موطأ الامام مالك، رقم:۵۳). الأمر الذي قد دفعته عليه فكرتُه الصالحةُ التي قد زرعها أبوه، و طبيعتُه الجميلةُ التي قد نَبَعتُ عن تربية أبيه الشريف وعن تربية شيخه الكبير وجدّه الشفيق من الأم الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي، ومناخُ بيته المصبوغ بصبغة الاسلام الغليظة، المناخ الذي قد نَجَم من فضل عنايةِ وجهدِ أبيه ومَن سبقه من الآباء الكرام الذين نهلوا من مناهل الكتاب والسنة فتربّوا وربّوا وخرّجوا جيلاً صالحًا مصلحًا مربّيًا، ومثّلوا دورًا مهمًّا عبر العصور كلها في نشر الاسلام وعلومه، ومن هنا طار صيت بلدة (كَانُدَهْلَه) الذي طبّق البلادَ والعالم الاسلامي رغم أنها صغيرة المساحة، قليلة العمران، فقيدة وسائل الحياة بشكل أوفر، عديمة التسهيلات المدنية.

غير خاف أنه كان عنوانًا جامعًا لخدمات مظاهر علوم العلمية والدينية، وناطقًا بلسانها، وبابًا رائعًا تذكاريًا لتاريخها الزاهر، وموردًا موسّعًا للواردين العاطشين، ومثابةً مُريحةً لرجال الدعوة والتبليغ، مربّيًا خبيرًا بأحوال العامة والخاصة.

قد جاء ت وفاته بحزن حزين لجامعة مظاهر علوم ومسؤوليها ومحبيها، لأنه ترتبط عروة علاقته بها تعلّمًا وقرابةً حيث قد نبت وقام على ساقه وبلغ رشده في ظلال مظاهر علوم الكثيفة، كما اختلفت وفاته خسارةً باهظةً لحركة الدعوة والتبليغ، لأنه كان أستاذًا نابغًا في هذا المجال.

تغمده اللّٰه تعال برحمته و غفرانه، وألهم أهله ومعارفه جميل الصبر والسلوان من عنده، وأدخله في نعيم جناته۔

(مجلة المظاهر، سهارنفور، السنة السادسة، العدد الرابع)

الداعية الكبير الشيخ زبير الحسن الكاندهلوى فى ذمة اللّٰه تعالىٰ

الشيخ الدكتور سعيد الرحمٰن الاعظمى الندوى
رئيس دار العلوم ندوة العلماء لكناؤ و رئيس التحرير مجلة البعث الاسلامى لكناؤ

صُدم المسلمون والجماعات الاسلامية والدينية كلها بنبأ وفاة الداعية الاسلامى الكبير الشيخ محمد زبير الحسن الكاندهلوى أمير جماعة الدعوة والتبليغ فى المقر المركزى للجماعة فى منطقة نظام الدين فى دلهى،يوم الثلاثاء ١٨/ من شهر مارس لعام ٢٠١٤م الموافق ١٦/من شهر جمادى الاولىٰ عام ١٤٣٥هـ؛ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِناَّ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. كان النبأ بمثابة صاعقة نزلت بجميع الأوساط العلمية والدعوية فى الهند وخارجها، ومع ذلك غشيت سحابة الحزن والكآبة على الجو، وبدأ الناس يتبادلون التعازى فيما بينهم، وذلك ان دل فانما يدل على القبول الذى وضعه الله تعالىٰ فى شخصيته.

الشيخ محمد زبير الحسن بن الشيخ محمد انعام الحسن الكاندهلوى رحمه الله، كان شيخ الحديث فى مدرسة كاشف العلوم التابعة لمركز الدعوة والتبليغ فى دلهى وأمير الجماعة بمركز نظام الدين، وكان حفيد العلامة الامام الشيخ محمد زكريا شيخ الحديث بمدرسة مظاهر العلوم سابقاً ودفين البقيع بالمدينة المنورة، انه ولد فى ١٠/من شهر جمادى الآخرة لعام ١٣٦٩هـ الموافق ٣٠/ من شهر مارس ١٩٥٠م فى سهارنفور، وأكمل دراسته الدينية تحت اشراف جده العظيم سماحة العلامة الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى رحمه

الله، ثم انضم الىٰ مركز الدعوة والتبليغ واشتغل بعمل الدعوة الىٰ اللّٰه تعالىٰ مع والده الكريم الشيخ محمد انعام الحسن الكاندهلوى رحمه الله، وذلك مع اشتغاله بتدريس الحديث الشريف والعلوم الاسلامية فى مدرسة كاشف العلوم التابعة للمركز، وقد ظل على تدريس صحيح البخارى عشرين عاماً، وخلف ورائه أسرة حافلة من البنين والبنات، كلهم من حملة العلم والدين، جعلهم الله خير خلف لخير سلف.

كان على جانب كبير من الورع والتقى وكرم الاخلاق واخلاص الدين للّٰه تعالى، فكان مجازاً للبيعة الدينية من قبل سماحة العلامة الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى رحمه اللّٰه تعالى، حتى وفق الى القيام على جبهة الدعوة والتبليغ بغاية من الاخلاص والتفانى فى سبيل الله تعالىٰ، وفى خلال عمله الدعوى والتربوى، استأثرت به رحمة اللّٰه تعالىٰ فغادر الى الآخرة متحلياً بالايمان والعمل ودخل فى صفوف العلماء والدعاة ممن سبقوه الى اللّٰه تعالىٰ وتزودوا بزاد الايمان الخالص والعمل الصالح وفازوا بجنات ونعيم، صلى عليه فضيلة الشيخ محمد افتخار الحسن الكاندهلوى، ودفن بجوار الداعية الكبير الشيخ محمد الياس الكاندهلوى ونجله العظيم الداعية الى اللّٰه تعالىٰ الشيخ محمد يوسف الكاندهلوى و الشيخ محمد انعام الحسن الكاندهلوى رحمهم اللّٰه تعالىٰ.

تغمده اللّٰه سبحانه بواسع رحمته وغفر له زلاته وتقبل عمله بقبول حسن، وأسكنه فسيح جناته، وجعله مع الذين انعم اللّٰه عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقاً.

(مجلة البعث الاسلامى لكناؤ، رجب ١٤٣٥هج، / مايو ٢٠١٤م)

الداعية الكبير الشيخ زبير الحسن الكاندهلوی فی ذمة اللّٰہ تعالیٰ

الاخ زيد احمد الباره بنكوی

طالب السنة النهائية للعالية، دار العلوم لندوة العلماء لكناؤ

فجعت الامة الاسلامية بوفاة الداعية الاسلامی الكبير الشيخ محمد زبير الحسن الكاندهلوی بن الداعية الجليل الشيخ محمد انعام الحسن الكاندهلوی يوم الثلثاء ۱٦/ جمادی الأولیٰ ۱٤۳۵ھ المصادف ۱۸/ مارس ۲۰۱٤م عن عمر يناهز ٦٤ سنة، قضاها فی مجال الدعوة والتربية الاسلامية والتوجيه والارشاد الدينی، فكانت حياته حافلة بالعطاء فی حقل التعليم والتربية، وقد درس صحيح البخاری ۲۰/ سنة، وكان متصفا بصفات كريمية، جعلته محببا لدی الجميع، فقد تقاطر محبوه والمتصلون به الی مقر حركة الدعوة والارشاد العالمية بنظام الدين بدلهی للمشاركة فی الصلوٰۃ علی جنازته، جماعات ووحدانا، من المناطق المجاورة والنائية حتی جائت الوفود بالقطارات والطائرات، فكان الحشد هائلا، وحدثت صعوبة فی نقل جثمانه الی قبره، وساد جو الحزن والأسی فی الاوساط العلمية والدعوية، وعقدت حفلات التابين علی وفاته فی مختلف انحاء البلاد۔

وعقدت حفلات التابين علی وفاته فی المسجد الجامع لدار العلوم التابعة لندوة العلماء برئاسة سماحة الشيخ السيد محمد رابع الحسنی الندوی الرئيس العام لندوة العلماء، فقال سماحته وهو يبدی أساه وحزنه البالغين علی وفاة الشيخ محمد زبير الحسن الكاندهلوی: كان الراحل الكريم من اولائك الدعاة الذين قضوا حياتهم كلها فی خدمة الدين، و نشر الاسلام، و ترسيغ عقيدة التوحيد فی المسلمين، و اصلاح

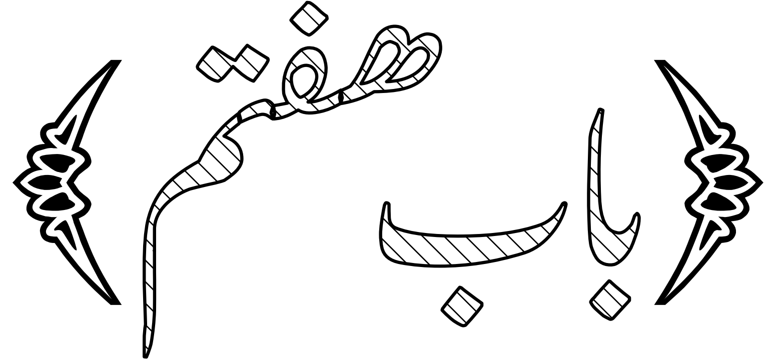
احوالهم و تربيتهم تربية دينية، انه ولد فی ۱۰/ من جمادی الآخرة عام ۱۳٦۹ھ۔ المصادف ۳۰/ مارس ۱۹۵۰م بسهارنفور، ونشاء وترعرع فی أسرة كان شعارها منذ زمن طويل الجمع بين العقيدة الخالصة الايمانية وبين الربانية الصافية، وبين الزهادة والعبادة والتقویٰ، وبين بذل الجهود لارشاد المسلمين وتوجيههم الی الصراط المستقيم، والمنهج السليم للحياة، وقد بذل الراحل الكريم جهودا مشكورة فی حقل الدعوة والتوجيه الدينی لتحقيق الاهداف الصالحة التی تمناها سفله الصالح، ويحتاج اليها المجتمع البشری اليوم الذی يعانی الاضطراب والقلق بتاثير الحضارة المعاصرة۔

وأضاف قائلاً: كان الفقيد غاية فی التواضع، ودماثة الخلق، والعلم والحكمة، وتوسع بجهوده الدعوية نطاق جماعة الدعوة والرشاد العالمية۔

ثم تحدث فضيلة الدكتور سعيد الرحمن الأعظمی الندوی مدير دار العلوم لندوة العلماء فقال: كان الراحل الكريم علی جانب كبير من الزهد والورع والخشية والتقی، يؤثر الآجلة علی العاجلة، و يبتغی مرضاة ربه فی أعماله الدعوية والاصلاحية، ولم يكن ممن يجروا وراء الصيت والسمعة، واشتغل بالأعمال الدعوية مع والده الداعية الجليل محمد انعام الحسن الكاندهلوی من أول مرحلة حياته الیٰ نهاية عمره، وكان الراحل حفيد المحدث الجليل العلامة الشيخ محمد زكريا الكاندهلوی۔

تغمده الله بواسع رحمته، و يغفرله زلاته، وتقبل أعماله وجعله من الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولائك رفيقاً۔

(الرائد لكناؤ ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱٤۳۵ھ، ۱/ ابريل ۲۰۱٤م)



اخبارات ومجلّات کا

خراجِ تحسین

اخبارات ورسائل کا خراجِ تحسین

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی وفات پر پاک و ہند کے مختلف رسائل و جرائد میں اِداریئے شائع ہوئے تھے جو اُن اخبارات و مجلّات کے شکریہ کے ساتھ نقل کیے جارہے ہیں۔ قارئین اُن تمام تعزیتی اِداریوں میں قدرِ مشترک کے طور پر یہ بات محسوس کریں گے کہ تمام ہی مدیران اِس حقیقت کا اعتراف کررہے ہیں کہ مولانا مرحوم دعوت وتبلیغ کے اس عظیم کام کو اپنے اکابر واسلاف کے نقشِ قدم پر لے کر منزل کی جانب تھے اور اُنہوں نے اپنے بڑوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کام میں کسی کمی وزیادتی کو گوارانہیں کیا۔ (مؤلف)

ماہنامہ ندائے دارالعلوم وقف دیوبند:

حضرت جی مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ

مرکز نظام الدین میں ایک طویل زمانہ سے دعوت و اِرشاد کے ساتھ تعلیم وتربیت کی مخلصانہ خدمات سے وابستہ حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء، بروز سہ شنبہ، گیارہ بجے، ۶۴ رسال کی عمر پاکر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا مرحوم سرزمینِ کاندھلہ کے اُس مشہور علمی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے، جس کی ٹھوس علمی، دِینی، دعوتی، تصنیفی، تحقیقی اور اصلاحی خدمات سے دنیا واقف ہے۔

مولانا مرحوم نے آخر وقت تک مختلف امراض وعوارض کے باوجود تعلیم ودعوت کا سلسلہ بڑی لگن اور اِخلاص کے ساتھ جاری رکھا اور اپنے والدِ محترم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دعوت کے اس عظیم کام کو جاری وساری رکھا۔

حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کی زبان میں دعا کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے وہی تاثیر رکھی تھی جو اُن کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت بانی دعوت وتبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی زبان میں تھی۔

اِن روحانی شخصیات اور رجالِ کار کی وجہ سے سرزمینِ کاندھلہ کو جو عظمت حاصل ہے وہ ہندوستان کی دِینی ودعوتی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِنتقال سے علمی و دعوتی حلقوں میں ایک ناقابلِ تلافی خلا پیدا ہوگیا ہے، جس کو مدتوں تک محسوس کیا جاتا رہے گا اور مخلصانہ دعوتی خدمات کے حوالہ سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پوری دنیا میں یادرکھی جائے گی۔

دارالعلوم وقف دیوبند میں حضرت مولاناؒ کے سانحۂ اِرتحال پر گہرا رنج محسوس کیا گیا اور اِیصالِ ثواب کا سلسلہ تادمِ تحریر جاری ہے۔

ربّ کریم مغفرت فرمائے اور جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور مرکز کے ذمہ داران کو اپنے اکابر کے نہج پر کام کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (جمادی الاول والآخر ۱۴۳۵ھ)

ماہنامہ نقوشِ اسلام مظفرآباد سہارنپور انڈیا:

تبلیغ دین جن کا رہا مقصدِ حیات

سرزمین کاندھلہ علم وفضل اور معرفتِ الٰہی کی سرزمین ہے، یہاں ایسے ایسے نفوسِ قدسیہ نے جنم لیا، جنھوں نے بلاتفریق مذہب وملت ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کے تمام ملکوں میں دِین و اِیمان کی شمع روشن کی اور راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر لا کھڑا کیا اور اپنی پوری زندگانی اس مشغلہ میں صرف کی، جن کی دِینی جدوجہد کے انمٹ نقوش ساری دنیا میں ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔

آباؤ واجداد وخاندان کے بڑے مشائخ واکابر یہاں تک کہ گاؤں وقصبہ کے بڑے عالمِ باعمل کی بہت سی عبادتیں و عادتیں بچہ اور پڑوسی کے اندر منتقل ہوتی ہیں، اسی سرزمین اور خاندان میں سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی بھی تھے، مولانا کے خاندان کا اِمتیازی وصف اور زندگی کا مشن اُمت کو قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزروانے کا تھا، غرضیکہ مولانا مرحوم کا خاندان کئی پشتوں سے دِین کی بلندی اور سرفرازی میں منہمک ہے۔

زمانۂ طالبِ علمی میں اُن پر شاید کسی بزرگ کی نظر پڑی جس سے اُن کی دِل کی دنیا ہی بدل گئی، خصوصاً حضرت شیخ اور اُن کے والدِ جلیل کی خاص نگاہ اُن پر تھی اور اُن کی تربیت میں ان دونوں شخصیات کو بڑا دخل تھا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین میں آپ نے تنویر نبوّت کی

ضوفشانی کی اور ایک لمبے عرصے تک خدمتِ حدیث میں مشغول ومصروف رہے۔

وہ زندگی بھر اپنی تقاریر، بیان اور دعاؤں سے تشنگانِ دین کی پیاس بجھاتے رہے، ہندو بیرونِ ہند اُن کے دعوتی اسفار برابر جاری وساری رہتے، اُنھوں نے گاؤں گاؤں، محلّہ محلّہ اور قصبہ قصبہ لاکھوں لوگوں کے قلوب کو اِیمانی حرارت سے منوّر کیا، اُن کے روحانی فیوض و برکات ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں میں اُن کے ذریعہ کلمۂ توحید، نماز کی تلقین اور فکرِ آخرت اُجاگر ہوئی اور خلقِ خدا کو غیر معمولی دِینی واِیمانی فائدہ پہنچا، اُن کی زبان وبیان میں بڑی تاثیر تھی۔

اس اعلیٰ مقام پر فائز ہونے اور مخلوقِ خدا کے اِتنے زیادہ قرب کی بنا پر بھی اس خاموشی کے ساتھ عظیم کام انجام دینا اس دور میں ایک اِمتیازی حیثیت رکھتا ہے، نہ کبھی ہنگامہ، نہ احتجاج، نہ زیادہ باتیں، نہ کسی کام میں دخل اندازی اور نہ اپنے کام میں باہر کے لوگوں کی رائے کی کوئی اہمیت، شورائی نظام، امیر کی اِطاعت کا اِلتزام، اپنا مال اور وقت لگانے کی باتیں، سادگی اُن کا امتیاز، چھ باتیں اُن کا نصاب، مستقل سرگرم رہنا اُن کی عادت، نمود و نمائش سے کوسوں دور بس قصرِ اسلام کی بنیاد مضبوط کرنے کی دھن رات دِن لگی رہتی تھی۔

بالآخر ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اپنے ربّ حقیقی سے جا ملے، إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّآ إِلَيْہِ رَاجِعُوْنَ، مولانا مرحوم حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے اکلوتے بیٹے تھے، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، شیخ بڑے عالم اور داعی تھے اور پوری دنیا میں خیر کا کام کرتے تھے، ہندوستان کے علماء اور مدارسِ اسلامیہ کے سلسلہ میں بہت ہی خیر خواہ تھے۔ عجیب اِتفاق ہے کہ جس مہینے میں آپ کی پیدائش ہوئی اُسی مہینہ میں اللہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ (مارچ، اپریل، مئی ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک:

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا سانحۂ ارتحال

اب رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
"پیاروں" نے اِتنی دور بسائی ہیں بستیاں

عالمی تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب بن حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ ۱۸؍ مارچ ۲۰۱۴ء کو رحلت فرما گئے۔

حضرت متعدد صلاحیتوں اور اوصافِ حمیدہ کی حامل شخصیت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس اہم ترین جماعت کی مرکزی شوریٰ کی ذمہ داری اُنہیں عطا فرمائی تھی، آپ اس قدسی صفات قافلہ کے امیر اور حدی خواں تھے جو اِس دنیا میں ایک بہت بڑا اِسلامی، اِصلاحی اور دعوتی اِنقلاب کا سرچشمہ بننے والا ہے۔ حقیقت میں نفسانفسی اور فساد و بگاڑ کے اِس مادیت زدہ دور میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ اور اُن کے خاندان کے بزرگوں اور دِیگر اکابرین نے جو پیغمبرانہ دعوتی پرچم لے کر اُٹھایا تھا وہ آج پوری دنیا میں الحمدللہ سرفراز نظر آ رہا ہے۔

حضرت مرحوم عنفوانِ شباب سے پوری جانفشانی اور اِخلاص وعقیدت کے ساتھ دعوت و تبلیغ میں اکابرینِ تبلیغ کے ساتھ جدوجہد میں شریک رہے۔

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی اک اہلِ عشق تھے جہاں تھے وہیں رہے

اِسی وجہ سے تمام اکابرینِ تبلیغ سے غایت درجے کا نیازمندانہ اور خادمانہ تعلق قائم رہا، اور تمام اکابرِ تبلیغ کے زیرِسایہ کام کرتے رہے اور ہمیشہ اکابر کا اعتماد اُن پر رہا، جس کی بنا پر عوامی سطح پر مقبول رہے۔

دوسرے کام کرنے والوں کی ہمیشہ بہت اِخلاص ومحبت سے حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

کئی سال تبلیغ جیسے عظیم کاز کے لیے جدوجہد کرتے کرتے یہ مخلص داعی، داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گیا ع

گھٹتے جاتے ہیں میرے دِل کے بڑھانے والے

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی عمر بھر کی کاوشوں اور کوششوں کو قبول فرمائے اور اس عظیم خلا کو پُر فرمائے، آمین۔ اِدارہ الحق، دارالعلوم حقانیہ اور راقم اُن کے صاحبزادگان، اہلِ خاندان و حلقۂ احباب کے ساتھ دِلی تعزیت کرتا ہے بلکہ خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے کہ ہم ایک بہت ہی اہم مخلص سرپرست اور بزرگ سے محروم ہو گئے۔ (جون ۲۰۱۴ء، شعبان ۱۴۳۴ھ)

ماہنامہ نورٌ علیٰ نور فیصل آباد:

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا وِصال

ہندوستان کی تبلیغی جماعت کے امیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی برضائے اِلٰہی وفات پا گئے ہیں، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

علم اور کردار کے لیے ڈر اور شوق بنیاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)'' دنیا میں علماء ہی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں، یہ ڈر اور خوف ہی انہیں عمل اور کردار کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ بلاشبہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی انہی علماءِ حق میں سے تھے، جو اللہ تعالیٰ سے سب زیادہ ڈرنے والے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بیس سال قبل جب سے اُن کے والدِ گرامی حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی اور مولانا اظہار الحسن کاندھلوی کی جگہ پر اُن کو تبلیغی جماعت کی شوریٰ کا ذمہ دار بنایا گیا، اُنہوں نے کبھی اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھا، بلکہ ''کبرنی موت الکبراء'' (بڑوں کی موت نے مجھے بڑا بنادِیا) کا مصداق قرار دیتے ہوئے خود کو دوسروں سے چھوٹا جانا۔ مولانا صدق وصفا اور زہدوتقویٰ میں ہی نہیں بلکہ مقبولیت ومحبوبیت میں بھی اپنے بزرگوں کے جانشین تھے، مختلف تبلیغی اِجتماعات میں اُن کی پرسوز دعائیں قلب میں تلاطم برپا کردیتی تھیں۔ جب رو رو کر اللہ کے سامنے عاجزی کا اِظہار کرتے اور بار بار دِین کی سربلندی اور اُمت کی اِصلاح کی اِلتجائیں کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے، تو یوں محسوس ہوتا کہ اُن کی دعا اُن کے دِل کی گہرائی سے نکل کر دوسروں کے دِل کی گہرائی تک پہنچ رہی ہے۔

ہر کہ از دِل خیزد بردِل ریزد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنے نواسے مولانا محمد زبیر الحسن کو اجازتِ بیعت کی خلعتِ فاخرہ ۱۹۷۸ء میں عطا کی، جب کہ سات سال قبل ۱۹۷۱ء میں مولانا محمد زبیر الحسن جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے ہی فارغ ہوئے تھے۔ اس سات سال کے عرصہ میں نوجوان عالمِ دین کے تزکیہ اور اصلاحِ نفس کے لیے کیا کچھ نہیں کیا گیا ہوگا؟ بہرکیف

مولانا زبیرالحسن کاندھلوی اپنے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے مشہور خاندانِ ولی اللہی جس کے شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالغنی اور شاہ اسمٰعیل شہید چشم و چراغ تھے اور علماء لدھیانہ کا خاندان حضرت مولانا علامہ عبدالقادر لدھیانوی، مولانا مفتی محمد لدھیانوی، مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی، مولانا محمد عمر لدھیانوی مشہور تھے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کاندھلہ کے علماء کے خاندان کو قبولیت کا شرف عطا کیا۔ مولانا زبیرالحسن نہ صرف اپنے خاندان بلکہ برصغیر کے علمائے حق کے ترجمان اور اُن کی تابندہ روایات کے امین تھے۔ آپ کا اِنتقال نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور عرب دنیا کے مسلمانوں کے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں مولانا زبیرالحسن کے اِنتقال کو پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے صدمہ اور غم کا باعث قرار دِیا گیا۔ ادارہ نورٌ علیٰ نور پوری اُمت کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے جانشینوں کو اُن کے نقشِ پا کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ، مئی ۲۰۱۴ء)

مجلّہ صفدر گجرات:

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی رحمہ اللہ کا اِنتقال

تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی صاحب ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو دہلی میں اِنتقال فرما گئے۔ ولیٔ کامل، مجدد وقت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی صاحبؒ نے اللہ جل شانہٗ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے توکل علی اللہ، اُمت کے درد و غم اور دِین کے لیے قربانی کی بنیادوں پر جس پاکباز جماعت کی بنا ڈالی تھی، اسی جماعت کی قیادت کی ذمّہ داری حضرت مولانا محمد زبیرالحسن صاحبؒ کے والدِ محترم حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ اور مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد ۱۹۹۶ء میں حضرتؒ کے کاندھوں پر ڈالی گئی۔ دعوتِ دین کے اِتنے بڑے عالمی اور محیر العقول نظام کو سنبھالنا اور چلانا اللہ جل شانہٗ کی مدد اور خاص نصرت کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسے منصب کے لیے من جانب اللہ اسی شخص کا اِنتخاب کیا جاتا ہے، جس میں تواضع، اِنکسار، حلم، جود و سخا، للّٰہیت اور خوف و

خشیت کی صفات بدرجۂ اتم موجود ہوں۔ جس کی دوستی اللہ کے واسطے اور دشمنی بھی اللہ کے واسطے ہو۔ بڑوں کا اکرام اور چھوٹوں پر شفقت جس کے رگ و پے میں بسی ہو۔ جس کا دِن بے تکان محنت و ریاضت اور دعوت و تبلیغ اور جس کی رات شب بیداری اور بارگاہِ خداوندی میں آہ و زاری سے عبارت ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہٗ نے انہی پاکیزہ صفات سے متصف فرمایا تھا۔

پاکستان میں رائیونڈ کے سالانہ اجتماع کی اِختتامی دعا آپؒ ہی کرواتے تھے اور اس موقع پر آپ کی رقت آمیز لہجے میں طویل طویل دعائیں ہمیشہ آپؒ کی یاد دِلاتی رہیں گی۔ اللہ جل شانہٗ آپؒ کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنائیں، آپؒ کے درجات بلند فرمائیں اور آپؒ کے چھوڑے ہوئے تبلیغی قافلے کو دوبارہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے دور کی یاد تازہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اسے ہر قسم کے شرور و فتن سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

(مئی ۲۰۱۴ء، رجب المرجب ۱۴۳۵ھ)

ماہنامہ بانگ حرا لکھنؤ:

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلویؒ ایک جید عالم دین، حافظ قرآن، بے مثال مربی، بہترین قائد، صلح جو، امن پسند، اپنی بارعب و باوقار شخصیت کے باوجود خوش گوار اور ظریف المزاج تھے۔ نوجوانی ہی سے فربہی کے تکلیف دہ مرض میں مبتلا تھے، جس کی وجہ سے ایک گونہ طور پر مکمل معذور تھے، لیکن اُن کی یہ معذوری کبھی اُن کے عزم و حوصلہ اور کارِ دعوت و عزیمت میں رکاوٹ نہیں بنی۔ اسی معذوری کے ساتھ اُنہوں نے اُمتِ اسلام کی صلاح و فلاح کی خاطر چار دانگِ عالم کے اسفار کیے اور دعوت و تبلیغ اور اِصلاح و اِرشاد کے لیے خود کو وقف کیے رکھا، اُن کی حیات کا گوشہ گوشہ اور اُن کی زندگی کا ہر ایک نظام اور پروگرام خواہ خانگی یا خاندانی ہی کیوں نہ ہو، دعوتی جذبہ اور اِصلاحی عنصر سے خالی نہ تھا۔ نکاح کی تقریب ہو یا کسی کی وفات کا سانحہ، کسی نومولود کا عقیقہ ہو یا کوئی آفت یا ناگہانی کا موقع ایسے عام مواقع پر بھی اللہ کی ذات کی طرف متوجہ کرنے اور اُس کے رسول ﷺ کی سنتوں کا دِھیان دِلانے کا فریضہ انجام دیتے، اِس طرح اُنہوں نے اپنی حیات کے ہر ایک لمحہ کو دعوت و تبلیغ میں مصروف

رکھا۔

۱۹۹۵ء میں سابق امیرِ جماعت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے اِنتقال اور پھر مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ کے بعد اُن کی اہم ذمہ داریاں آپ ہی کی طرف منتقل ہوئیں، جن میں ایک اہم کام اِجتماعات میں جماعتوں کو رخصت کرنا اور ختمِ اِجتماع پر دعا کرانا بھی شامل ہے۔

دعوت وتبلیغ اور اِصلاح وتربیت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کی ذمہ داریاں بھی مولاناؒ نے تبلیغی مرکز میں قائم مدرسہ کاشف العلوم میں انجام دِیں، یہ مدرسہ اپنی عمر کے اعتبار سے تقریباً اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود تبلیغی تحریک، اس کے اِبتدائی اساتذہ میں خود حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ بانی تحریک اور اوّلین طلباء میں مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلویؒ جیسی شخصیات ہیں۔ اس مدرسہ نے تبلیغی تحریک کو بہترین دِماغ اور اعلیٰ دعوتی صلاحیت رکھنے والے افراد عطا کیے۔ اسی اہم اور قدیم مدرسہ میں مولاناؒ عرصہ تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے جس سے آپ کی علمی صلاحیت اور جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اکابرِ تبلیغ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ کے گزرنے کے بعد علم وولایت میں ان حضرات کی جن لوگوں نے نیابت کی، مولانا محمد زبیر الحسنؒ بھی اُن میں نمایاں مقام رکھتے تھے، اور مرکز کی علمی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

آپ کے اِنتقال سے نہ صرف تبلیغی حلقہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے، بلکہ علمی دنیا نے ایک جید عالمِ دین، مدرسہ کاشف العلوم نے ایک عظیم مدرس اور روحانی دنیا نے ایک عظیم پیشوا کھو دِیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے فرزندان کو آپ کی نیابت کا اِستحقاق اور صلاحیت عطا فرمائے اور تبلیغِ دِین کا یہ مبارک کار اُن کے ذریعے آگے بڑھتا رہے اور ترقی پاتا رہے۔ (اپریل ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان:

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

عالمی تبلیغی جماعت کے رہنماء حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ، ۱۶؍جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ، ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء کو دہلی میں اِنتقال کرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اُنہوں نے تمام عمر دعوت وتبلیغ اسلام اور مسلمانوں کے اعمال کو سنتِ نبوی ﷺ کے قالب میں ڈھالنے میں گزار دِی۔ اصلاحِ اعمال، دِین کے شعبوں میں ایک اہم شعبہ ہے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ نے اِس شعبہ میں ناقابلِ فراموش خدمات انجام دِیں۔ اُن کے دعوتی بیانات سے لاکھوں اِنسانوں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی۔ حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور نمازِ جنازہ میں ہندوستان بھر سے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائیں اور دِین کے لیے اُن کی مساعی کو قبول فرمائیں۔ اَللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔

(اپریل ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور:

وفیات

ممتاز عالمِ دین وتبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ طویل علالت کے بعد اِنتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ اپنے والدِ گرامی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ اور مولانا اظہار الحسنؒ کے بعد سے تاحیات دعوت وتبلیغ کی ذمّہ داریاں انجام دے رہے تھے، اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ خدمات کو قبول فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں حضرت مرحوم کے لیے اِیصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ (جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ، اپریل ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ صوت القرآن احمد آباد گجرات:

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی نے پڑھائی، شرکاءِ جنازہ کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ کا تخمینہ ہے، جو آپ کی عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی نمازِ جنازہ دہلی میں ۵۷؍مرتبہ

ادا کی گئی تھی) کے بعد یہ دوسرا جنازہ تھا، جس میں شرکاء کی اتنی تعداد دیکھی گئی۔ (اپریل ۲۰۱۴ء)

ہفت روزہ ختم نبوّت کراچی:

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی وفات عالمِ اسلام کے لیے عظیم نقصان

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے راہنماؤں شیخ الحدیث مولانا محمد اِرشاد، مولانا کلیم اللہ رشیدی، قاری عبدالجبار، قاری زاہد اقبال، قاری محمد اصغر عثمانی، مفتی محمد یاسر بشیر جالندھری، مولانا کفایت اللہ حنفی، رانا آصف سعید اور محمد منظور فرید نے اپنے مشترکہ بیان میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی وفات پر دِلی افسوس کا اِظہار کرتے ہوئے مولانا مرحوم کے لیے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ حسنات کو شرفِ قبولیت بخشیں۔ مشترکہ بیان میں لواحقین اور پسماندگان سے اِظہارِ تعزیت کرتے ہوئے صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل کی دعا بھی کی گئی۔ دریں اثناء دفتر عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت جامع مسجد رحیمیہ ریلوے روڈ میں کارکنوں کی طرف سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اِیصالِ ثواب اور دعواتِ صالحہ کا اہتمام کیا گیا اور بلندیٔ درجات کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دستِ دعا بھی دراز کیے گئے۔

(۸ تا ۱۵ ؍ مئی ۲۰۱۴ء)

ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی:

''مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحۂ اِرتحال'' ایک عظیم دِینی ودعوتی حادثہ

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے سانحۂ اِرتحال کی اِطلاع جیسے ہی عام ہوئی، ملک و بیرون ملک میں رنج والم کے بادل چھاگئے، شہر دہلی کی طرف عوام کا ہجوم نکل پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے نظام الدین میں جہاں بنگلہ والی مسجد میں جماعت کا مرکز قائم ہے، لاکھوں کی تعداد میں زیارت اور نمازِ جنازہ وتدفین میں شرکت کے لیے لوگ جمع ہوگئے اور لاکھوں سوگوار دِلوں اور پرنم آنکھوں کے ساتھ مولانا کو مرکز کے قبرستان میں اُن کے والد کے پہلو میں سپردِ خاک کردِیا گیا۔

مولانا مرحوم اپنی تعلیم وتربیت اور دِینی ودعوتی جدوجہد کے ذریعہ اس کے ہر گوشہ پر خصوصی توجہ رکھتے تھے۔ وہ ایک مدرس، ایک مربی، مصلحانہ شان کے حامل ایک کامیاب داعی اور حکیمانہ انداز کے مبلغ تھے، بیعت واِرشاد اور راہِ سلوک کے ذریعے تزکیۂ نفس اور احسان کی

ذمّہ داری کی حامل شخصیت مولانا مرحوم کی مردم گری اور کردار سازی پر خصوصی توجہ تھی، اُنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ اپنے متوسلین اور جماعتِ تبلیغ کے بین میں دِین داری، ذوقِ عبادت، تعلق مع اللہ اور دعوت و اِصلاح کے پودے کی جس طرح آب یاری کر کے ایک گلستان بنانے میں کامیابی حاصل کی وہ دعوت کی تاریخ کا ایک روشن وتابناک باب ہے۔

مولانا مرحوم نے اپنے اسلاف سے قناعت وسادگی کی صفت ورثہ میں پائی تھی، اُن کی نجی زندگی بے حد سادہ اور باوضع تھی، دنیا سے بے رغبتی، مال ومتاع سے بے نیازی آپ کا جوہرِ خاص تھا، اِخلاصِ کامل نے آپ کو کاملین کی صف میں لا کھڑا کیا تھا، یہ ہی وہ اِخلاص تھا جس کی وجہ سے ساری مخلوق کی اِصلاح و ہدایت کی فکر ہر وقت آپ کو دامن گیر رہتی تھی۔ موجودہ دور میں بنی نوع انسان کی ڈوبتی کشتی کو طوفان سے نکال کر ساحل تک پہنچانے کی فکر کی اِبتدا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ نے کی تھی، آپ نے اُسے آگے بڑھایا اور اس آواز کو گھر گھر پہنچادِیا، حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ظلمتوں میں دعوت وتبلیغ کی ایک شمع روشن کی تھی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اُس کی لو کو بڑھایا، مولانا انعام الحسن صاحب نے اُس کی روشنی برصغیر کے گوشہ گوشہ میں پھیلائی اور مولانا زبیر الحسن صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے اپنے بیس سالہ دورِ اِمارت میں اُس روشنی کو آفتابِ عالم تاب کی طرح پوری دنیا میں پھیلا دِیا، اس کو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس جماعتِ خیر کو تائید ایزدی نہ صرف حاصل ہے، بلکہ ہمہ تن اِنتہائی مربوط و مستحکم انداز میں اُس کے شاملِ حال ہے، ۱۸؍ مارچ کو آخر کار امیر التبلیغ حضرت مولانا زبیر الحسن کا بھی وقتِ موعود آپہنچا، اُن کی زندگی میں امر بالمعروف کے چشمۂ شیریں کے ساتھ نہی عن المنکر کے تھپیڑے بھی دیکھنے کو ملے، وہ ''من عرف نفسہ عرف ربہ'' کا صحیح مصداق تھے اِس لحاظ سے وہ عارفین کی جماعت میں شامل تھے۔

(۴ تا ۱۰ ؍ اپریل ۲۰۱۴ء)

اِنڈیا اِسلامک ورلڈ انگریزی:

تبلیغی جماعت کے امیر کے اِنتقال سے مسلمانوں کو رنج

دنیا میں دوطرح کے لوگ آتے ہیں، ایک وہ جو دوسروں کے لیے جیتے ہیں، دوسرے وہ

جو اپنے لیے جیتے ہیں۔مولانا محمد زبیرالحسن صاحب نے دوسروں کے لیے زندگی گزاری۔

مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی صاحب نے کبھی مجلسِ مشاورت نہیں چھوڑی۔ وہ تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین نئی دہلی میں ہر ایک کی بات پوری توجہ سے سنتے تھے۔وہ پورے عالم میں مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں میں ایک مذہبی قائد کی حیثیت سے معروف تھے۔

دنیا نے اُن کے اِنتقال کی خبر سنی اور ملک و بیرونِ ملک ایک غم کی لہر دوڑ گئی۔ پورے ملک میں مختلف مقامات پر تعزیتی نشستیں ہوئیں، مختلف شخصیات اور تنظیموں نے تعزیتی پیغامات اِرسال کیے، حکومتِ ہند نے بھی اُن کے اِنتقال پر رنج کا اِظہار کیا۔(تذکرہ مولانا زبیرالحسنؒ)

ہفت روزہ نئی دنیا بھارت:

مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی ایک تحریک

تبلیغی جماعت ایک بین الاقوامی اسلامی تحریک:

آج جب کہ مسلمانوں کی صف میں اِنتشار ہے اور ہر سطح پر پست دِکھائی دیتے ہیں، اُن کے اندر اِجتماعیت کی ایک بڑی دلیل کے طور پر ’’تبلیغی جماعت‘‘ نظر آتی ہے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی دِینی تحریک ہے جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔اس کے ذریعہ جو لوگ راہِ راست پر آئے اُن کی تعداد لاکھوں میں نہیں، بلکہ کروڑوں میں ہے۔اس کے چاہنے والوں اور عقیدت مندوں کی تعداد بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے گاؤں گاؤں سے لے کر لندن اور نیو یارک تک پھیلی ہوئی ہے۔اس کے اِجتماعات میں جس طرح بنگلہ دیش میں لاکھوں افراد شریک ہوتے ہیں، اسی طرح لندن میں بھی جمع ہوتے ہیں۔جس طرح انڈونیشیا اور ملیشیا میں اس کے لیے مسلمانوں کی بھیڑ دیکھی جاتی ہے، اسی طرح افریقی ملکوں میں بھی دیکھی جاتی ہے۔ ہریانہ کے ایک چھوٹے سے علاقے سے جو تحریک شروع ہوئی تھی۔آج اُس کا پھیلاؤ دنیا کے بیشتر ملکوں میں ہو چکا ہے۔انڈیا، پاکستان، امریکہ، انگلینڈ، سری لنکا، یمن، سابق سوویت یونین، یورپ اور افریقی ملکوں میں اُس نے اپنا دائرہ پھیلا لیا ہے۔حیرت انگیز طور پر اس جماعت نے اِصلاحی کام کیے ہیں۔ بہت سے دِین سے دور مسلمانوں کو اس نے دِینی مزاج عطا کیا ہے اور اُن کی اِصلاح کی ہے۔اُس کے مخالفین تنقیدیں بھی کرتے رہے ہیں، مگر

اس سے اس جماعت کا کچھ نہیں بگڑا اور روز بروز اس کا دائرۂ اثر بڑھتا ہی رہا۔اس جماعت کی کوئی باقاعدہ ممبر شپ نہیں دِی جاتی اور نہ ہی رجسٹریشن ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے وابستہ لوگوں کا کوئی باقاعدہ حساب و کتاب بھی نہیں رکھا جاتا، باوجود اس کے یہ ایک انتہائی منظّم جماعت ہے۔اس جماعت سے وابستہ لوگوں کی کل کتنی تعداد ہے، اُس کا علم خود اُس کے امیر کو بھی نہیں ہوتا۔ اس کے اجتماعات میں لاکھوں کی بھیڑ ہوتی ہے، مگر کبھی بدامنی اور بد اِنتظامی نہیں ہوتی۔حاضرین ایک دوسرے کی مدد کرتے دِکھائی دیتے ہیں۔

جماعت کی تاریخ:

تبلیغی جماعت نے ۱۹۲۶ء میں اپنا پہلا مرکز دہلی کے حضرت نظام الدین علاقہ میں واقع بنگلہ والی مسجد میں کھولا۔تب تک اُس نے ایک بنیادی شکل ہی لی تھی اور اُس کے کام کی اِبتداء ہریانہ کے میوات سے ہو چکی تھی۔اس کے بانی مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ہیں، جنہوں نے ایک مخلصانہ مقصد سے اُسے قائم کیا۔میوات کے علاقے میں میو مسلمانوں کی بڑی تعداد رہتی ہے، جو راجپوت مسلمان ہیں۔اُنہوں نے عہدِ وسطیٰ کے اخیر میں اِسلام قبول کیا تھا اور اچھی اِصلاح نہیں ہو پائی تھی۔وہ نیم مسلم اور نیم ہندو تہذیب کے زیرِ سایہ جی رہے تھے۔اسی دوران اُس علاقے میں شدھی تحریک شروع ہوئی تھی، جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا۔ ایک زمانے میں اُس تحریک نے زور پکڑا تھا۔اسی بیچ انگریز بھی مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔بعض مسلمانوں نے اُس کے اثر میں آکر اِسلام سے اِرتداد کا راستہ بھی اپنا لیا تھا۔ اِسلام کے خلاف خطرات کے بادل گھرے ہوئے تھے جسے مولانا محمد الیاس کاندھلوی نے دِل سے محسوس کیا اور اُنہوں نے مدرسہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے اپنا درس وتدریس کا کام چھوڑ کر مسلمانوں کی اِصلاح کا کام شروع کیا۔اُنہیں لگا کہ مسلمانوں کو اِسلام سے جوڑے رکھنے کا طریقہ صرف یہی ہے کہ اُن کی دِینی تربیت کی جائے اور اُنہیں تقویٰ سے آراستہ کیا جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے میوات کے مسلمانوں کی اِصلاح کا کام شروع کیا، جسے منظّم شکل میں تبلیغی جماعت کہا جانے لگا۔وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے لگے تھے، کیونکہ مسلمانوں کی اِصلاح ہونے لگی تھی۔اُنہوں نے کفر کے بجائے اِسلام کے سایہ میں جینا پسند کیا

اور بہت سے مرتد دوبارہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

جماعت کا پھیلاؤ:

تبلیغی جماعت نے جب ۱۹۲۶ء میں بستی حضرت نظام الدین بنگلہ والی مسجد کو مرکز بنایا، اُس کے بعد اُس کا تیزی سے پھیلاؤ ہوا۔ بانی جماعت ہی پہلے امیر قرار پائے اور اُنہوں نے نعرہ دِیا ''اے مسلمانو! مسلمان بنو''۔ یہ گویا قرآن کی اس آیت کی تشریح تھی، جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''اے لوگو! جو اِیمان لائے، اِسلام میں پوری طرح داخل ہوجاؤ''۔ جماعت کا مقصد تھا کہ مسلمان قرآن اور سنت کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال دیں۔ ۱۹۴۱ء میں اُس کا پہلا اجتماع ہوا۔ جس میں ۲۵/ ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اِبتدائی دِنوں میں ہی اسے مقبولیت ملنے لگی تھی۔ اس نے بیرونِ ملک اپنی پہلی جماعت ۱۹۴۶ء میں بھیجی جو حجاز اور اِنگلینڈ بھیجی گئی تھی۔ ۷۰-۱۹۶۰ء کی دِہائی میں یہ پورے یورپ وامریکہ میں پھیل چکی تھی۔ اس دوران اس کا ایشیاء اور افریقہ کے ملکوں میں بھی پھیلنا جاری تھا۔ بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ملیشیا اور سری لنکا میں تو جماعت نے بڑے پیانے پر اپنا دائرہ بڑھا دِیا تھا۔ ۱۹۷۸ء میں اِنگلینڈ کی مرکزی مسجد ڈیوز بری میں اُس نے اپنا مرکز قائم کرنے میں کامیابی پائی۔ بعد میں یہاں مدرسہ بھی قائم ہوا۔ جسے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن کہا جانے لگا اور تبلیغی اجتماعات بھی ہونے لگے۔

۱۹۶۰ء میں تبلیغی جماعت فرانس میں پہنچی اور اگلے دس سال کے اندر اُس نے یہاں اپنی جگہ بنالی۔ ۱۹۸۹ء میں اس نے یہاں کی مذہبی کونسل میں مسلمانوں کو اِسلام کی نمائندگی کے لیے بھیجا۔ ۲۰۰۶ء میں فرانس کے اندر، اُس سے وابستہ لوگوں اور دِین پر آنے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے اُوپر جاچکی تھی۔ ۲۰۰۷ء تک انگلینڈ کی ۱۳۵۰/ مسجدوں میں یہ پھیل چکی تھی۔

۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کے بکھراؤ کے بعد یہاں کے مسلمانوں میں دِینی اِصلاح کی شدید ضرورت تھی جو کمیونزم کے اثرات کے تحت اپنے مذہب سے بیگانہ ہوچکے تھے، ایسے میں سینٹرل ایشیاء کے ملکوں میں اُس نے زبردست کردار ادا کیا اور مسلمانوں کو دِین سے قریب

کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اس پورے خطے میں اُس کا کام جاری ہے۔ ۲۰۰۷ء تک اُس نے صرف کرغیزستان میں دس ہزار دِین دار افراد تیار کرلیے تھے، جو اِصلاحی کام میں لگے ہوئے ہیں۔

امریکہ کی ایف بی آئی کا خیال ہے کہ اس جماعت سے متعلق پچاس ہزار مسلمان صرف امریکہ میں سرگرمِ عمل ہیں اور ۲۰۰۸ء تک یہ دنیا کے ۲۱۳/ ملکوں میں پھیل چکی تھی۔ قیاس ہے کہ اس سے وابستہ کل مسلمانوں کی تعداد ۱۵۰/ ملین کے قریب قریب ہے۔ اُن میں سب سے زیادہ جنوب ایشیاء میں ہیں۔

کام کرنے کا طریقہ:

تبلیغی جماعت کے کام کرنے کا طریقہ بہت ہی سادہ ہے۔ یہ مسلمانوں کو گھر گھر بھیجتی ہے۔ جو اُنہیں مسجدوں میں آنے کی دعوت دیتے ہیں، مسجد میں جہاں نماز ہوتی ہے، وہیں نماز کے بعد موجود لوگوں کو اِسلام کے مطابق زندگی گزارنے اور آخرت کو بہتر بنانے کی تاکید کی جاتی ہے۔

تبلیغی جماعت سے وابستہ مسلمان، لوگوں کو جماعت میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے تحت وہ لوگوں کو ایک مسجد سے دوسری مسجد اور ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر گھومتے ہیں۔ اس دورانِ سفر اور مسجدوں میں قیام کے وقت وہ ایک دوسرے کی اِصلاح کی کوشش کرتے ہیں اور نماز کی ترکیب و نیک اعمال کے فضائل بتاتے ہیں۔ اُن کا قیام مسجدوں میں ہوتا ہے اور کھانا پینا بھی یہیں ہوتا ہے۔ جماعت میں نکلنے والے تین دِن، دس دِن، ایک مہینہ، چالیس دِن یا چار مہینے کے لیے نکلتے ہیں جو اُن کی سہولت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس دوران یہ کسی ایک شہر یا ایک علاقہ یا ایک ملک کا سفر کرتے ہیں۔ اسے دِین کے راستے میں نکلنا کہا جاتا ہے۔ عام طور پر نمازِ عصر کے بعد جماعت کے لوگ گھوم گھوم کر لوگوں کو نماز کی دعوت دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان کے ساتھ سختی کرے تو بھی اِنتہائی حلم و بردباری کے ساتھ اسے برداشت کرتے ہیں۔

تعلیم کا طریقہ:

تبلیغی جماعت لوگوں کی اِصلاح کے لیے سیدھے طور پر قرآن وحدیث کی مدد لیتی ہے اور جید علماء اُس میں شامل ہوتے ہیں۔ تبلیغ کے لیے جماعت میں آنے والے اِسلامی تربیت

سے آگاہ ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کو اِسلام کی بنیادی باتوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔اس کا پورا نصاب ہی فضائلِ اعمال نامی کتاب ہے۔شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کے کچھ رِسالوں کو اُس میں شامل کیا گیا ہے۔جن میں قرآنی آیات اور احادیث کی رِوایتوں کے مطابق نیک اعمال کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔جن میں اِیمان، نماز، ذِکر، درود شریف اور تبلیغ شامل ہیں۔ یہ کتاب عام طور پر جماعت کے حلقے میں پڑھی جاتی ہے اور سب لوگ بیٹھ کر سنتے ہیں۔علاوہ ازیں جماعت کے داعیان کی اِصلاحی پر مغز تقریریں ہوتی ہیں۔

تنظیمِ جماعت:

تبلیغی جماعت کی تنظیم دوسری جماعتوں سے الگ ہے اور ان ضابطوں کو عام طور پر ملحوظِ خاطر نہیں رکھا جاتا، جن کا لحاظ دوسری تنظیمیں کرتی ہیں۔اُس کا ایک مرکزی امیر ہوتا ہے جس کا اِنتخاب مجلسِ شوریٰ کرتی ہے جو تاعمر کے لیے ہوتا ہے۔اُس کے علاوہ علاقائی امیر ہوتے ہیں، نیز تمام جماعتیں ایک امیر کی رہبری میں تبلیغ کے لیے نکلتی ہیں، جو اُن کے معاملات کا نگران ہوتا ہے اور سب ہی مامورین اس کے احکام کی پیروی کرتے ہیں، جماعت کے سابق مرکزی امیروں میں مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ پاکستانی تبلیغی جماعت کے امیر حاجی محمد عبدالوہاب کو دنیا کی بااثر شخصیات میں گنا جاتا ہے۔

تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی:

مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد جماعت کی ایک مرکزی شوریٰ بنادِی گئی تھی، جس کے ایک اہم رکن اور اب اس شوریٰ کے امیر اُن کے بیٹے مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی تھے، جن کا گزشتہ ۱۸/مارچ کو اِنتقال ہوگیا اور اس سے مسلمان اپنے ایک مخلص رہنما سے محروم ہوگئے۔ وہ خالص دِینی رہنما تھے اور گوشہ نشین رہ کر اپنا کام کررہے تھے۔اُن کی زندگی کا مقصد مسلمانوں کی دِینی اِصلاح اور اِسلام کی دعوت دینا تھا۔اُن کے انتقال کی خبر بہت تیزی سے پھیلی اور مرکز جماعت، بنگلہ والی مسجد میں مسلمانوں اور جماعت کے خیرخواہوں کی بھیڑ لگنے لگی۔کئی کلومیٹر تک مسلمانوں کا جمِ غفیر اُنہیں آخری الوداع دینے کے لیے موجود تھا۔اُن کے اِنتقال کی خبر ساری دنیا میں پھیل گئی تھی اور ہر جگہ لوگ اِنفرادی اور اِجتماعی

دعاؤں میں مصروف دیکھے گئے۔

اُنہوں نے اپنے والد مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی مرحوم جو اُن سے قبل جماعت کے مرکزی امیر تھے، کے جیتے جی کسی کو بھی تبلیغی مرکز میں بیعت نہیں کیا، مگر ۱۹۹۵ء میں اُن کے اِنتقال کے بعد سے وہ لوگوں کو بیعت کرنے لگے تھے اور تب ہی سے وہ مرکزی شوریٰ میں بھی تھے۔ وہ تبلیغی جماعت کی ذمّہ داریاں بخوبی نبھایا کرتے تھے اور جو دِینی کام اُن کے ذمّہ تھا اُسے مکمل کرنے کی فکر اُنہیں ہمیشہ رہی۔ وہ لوگوں کی اِصلاح اِنتہائی مؤثر انداز میں کرتے تھے اور اُن کی دعاؤں میں اثر تھا، جس کے سبب حاضرین کی آنکھیں اشکبار ہوجایا کرتی تھیں۔

انتظامات:

جماعت کا اپنا کوئی باقاعدہ فنڈ نہیں ہوتا، جب ضرورت پڑتی ہے تو اُس کے خیرخواہ آپس میں پیسے جمع کرلیتے ہیں۔ بڑے بڑے اِجتماعات کا اسی طرح اِنتظام ہوتا ہے۔جو لوگ جماعت کے ساتھ سفر پر نکلتے ہیں اگر وہ خود اپنا خرچ اُٹھانے کے لائق ہوں تو اُٹھاتے ہیں ورنہ دوسرے باحیثیت مسلمان اُن کے سفرِ خرچ اور کھانے پینے کا اِنتظام کردیتے ہیں۔

حامی اور مخالف:

جن لوگوں کو تبلیغی جماعت نے متأثر کیا، اُن میں کئی بڑے بڑے نام شامل ہیں، اُن میں سے بھارت کے سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین اور بنگلہ دیش کے اوّلین صدر شیخ مجیب الرحمٰن اُس کے اِجتماعات میں شریک ہوچکے ہیں۔ پاکستانی پنجاب کے سابق وزیرِاعلیٰ چودھری پرویز اِلٰہی بھی جماعت کے مداحوں میں شامل رہے ہیں۔ پاکستانی کرکٹرز میں شاہد آفریدی، محمد یوسف، ثقلین مشتاق، اِنضمام الحق، سعید انور، وقار یونس، مشتاق احمد سمیت کئی سیلیبریٹیز نے اُس سے وابستگی اِختیار کی۔ (۳۱/مارچ تا ۶/اپریل ۲۰۱۴ء)

ہفت روزہ چوتھی دنیا، بھارت:

دعوت وتبلیغ کا ایک ماہتاب غروب ہوا

تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی رحلت سے مبلغین میں

غم کا ماحول ہے، مگر اُنہوں نے جس طرح سے مبلغین کی تربیت کی ہے اُس سے توقع یہی ہے کہ دعوت وتبلیغ کا کام مزید ٹھوس انداز میں بڑھے گا، دراصل یہ سب مولانا مرحوم کا ہی عظیم کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو غریقِ رحمت کرے۔ آپ کا اِنتقال ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بوقت صبح دہلی میں ہوا، پسماندگان میں تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ (۳۱/مارچ تا ۶/اپریل ۲۰۱۴ء)

ہفت روزہ القلم پشاور:

تبلیغ کی عالمی سطح کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، اِنڈیا میں اِنتقال کر گئے

گردوں کی تکلیف کی وجہ سے زیرِ علاج تھے نمازِ جنازہ نئی دہلی میں ادا، دنیا بھر کے علماء کی شرکت۔

مرید کے (القلم نیوز) عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر، عالمی تبلیغی مرکز کے روحِ رواں، سرپرستِ اعلیٰ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے جانشین، عالمی شہرت یافتہ عالمِ دین، مقبول بزرگ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ نئی دہلی، اِنڈیا کے رام منوہر لوہیا اسپتال میں طویل علالت کے بعد مولائے حقیقی سے جا ملے۔

اُن کی نمازِ جنازہ بنگلہ والی مسجد نظام الدین نئی دہلی میں ادا کر دِی گئی۔ تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس کاندھلوی (مرحوم) کے عزیز اور عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی عرصۂ دراز سے ذیابطیس کی تکلیف برداشت کر رہے تھے۔ اور گزشتہ دس روز سے نئی دہلی کے مقامی ہسپتال میں گردوں کی تکلیف کی وجہ سے زیرِ علاج تھے، منگل کے روز اچانک دِل کا دورہ پڑنے سے اِنتقال کر گئے۔

مولانا بے پناہ صفات اور خوبیوں کے حامل تھے، تقویٰ اور پرہیزگاری آپ کی ذاتِ گرامی کا نمایاں وصف تھا۔ بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں واقع بنگلہ والی مسجد سے وابستہ ہونے کے باوجود اپنے والد کی طرح تبلیغی اجتماعات ومرکز نظام الدین میں زیادہ بیان نہیں کرتے تھے، لیکن آپؒ کی دعا کے بغیر کسی اِجتماع کی تکمیل بھی نہیں ہوتی تھی، مرکز نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ جماعتیں روانہ ہوتی ہیں اور اُن کی روانگی سے قبل آپ ہی کی مختصر مگر جامع نصیحت اور دعا ہوتی تھی۔ آپ کی دعا میں ایک الگ نور اور ایک الگ فضا کا سماں ہوتا تھا، جس کا اعتراف ہر شریکِ محفل کو ہے۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے سبزہ نورستہ اُس گھر کی نگہبانی کرے

(۲۶/ جمادی الاولیٰ تا ۲/ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۸/ مارچ تا ۳/ اپریل ۲۰۱۴ء)

ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی:

مولانا زبیر الحسن اکابر واسلاف کی یادگار تھے

تبلیغی جماعت کے روحِ رواں اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے مشن کو جلا بخشنے والے، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کے سچے جانشین، عالمی شہرت یافتہ عالمِ دین، بلند پایہ بزرگ اور تبلیغی جماعت کے تعلق سے ساری دنیا میں سرگرم عمل رہنے والے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی اِنتقال کر گئے۔ اُنہوں نے اپنی زندگی دینِ اسلام کے لیے وقف کر دِی تھی، اُنہوں نے قوم کو راہِ راست پر لانے کے لیے بے لوث خدمات انجام دِیں، اُن کا حادثۂ وفات اُن کروڑوں مسلمانوں کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے جو پاک وہند اور بیرونی ممالک میں تبلیغی جماعت سے جڑے ہوئے ہیں۔ وہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل اور بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، سادگی اُن کے اندر بے پناہ تھی۔ ملت کی فلاح وبہبود کے لیے حضرت مرحوم نے بے پناہ خدمات انجام دیں۔ (۵/تا ۱۱/اپریل ۲۰۱۴ء)

روزنامہ نوائے وقت کراچی:

تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی علالت کے باعث اِنتقال کر گئے، وہ کچھ عرصے سے علیل تھے، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی تبلیغی جماعت کے مرکز بنگلے والی مسجد نئی دہلی میں مقیم تھے۔

مولانا محمد زبیر الحسن نے اِسلامی تعلیمات کے حوالے سے گراں قدر خدمات انجام دِیں، اُنہوں نے اپنی زندگی میں برصغیر سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں تبلیغی جماعت کا علم بلند کیا اور اِسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ دریں اِثناء مذہبی وسیاسی رہنماؤں نے ممتاز عالم اور تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے اِنتقال پر گہرے دکھ اور افسوس کا اِظہار کیا ہے۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے سوگوار، تبلیغی جماعت کے اراکین اور عقیدت مندوں

سے دِلی تعزیت و ہمدردی کا اِظہار کرتے ہوئے اُنہیں صبر کی تلقین کی اور رہنماؤں نے کہا کہ تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی دِینی تبلیغ کے حوالے سے بڑا نام رکھتے تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی دِینی تبلیغ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ (۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ جنگ کراچی:

تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے۔ وہ کافی دِنوں سے علیل تھے، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز بنگلہ والی مسجد نئی دہلی میں مقیم تھے۔ دِینی تبلیغ میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا نام ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، اللہ تعالیٰ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کو اپنی جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور مرحوم کے تمام سوگوار لواحقین، تبلیغی جماعت کے اراکین اور عقیدت مندوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ دے۔ (۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ دنیا کراچی:

تبلیغی عالمی شوریٰ کے بھارتی رکن مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی چل بسے

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے بھارتی رکن مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی منگل کی صبح اِنتقال کر گئے۔ وہ نئی دہلی کے رام منوہر لوہیا اسپتال میں زیرِ علاج تھے اور اُنہوں نے وہیں جان جاں آفریں کے سپرد کر دِی۔ ۱۹۹۵ء میں مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد اُنہیں اِتفاق رائے سے مرکزی شوریٰ کا رکن منتخب کیا گیا تھا۔ جب کہ اِس شوریٰ میں ہندوستان سے اُن کے علاوہ مولانا محمد سعد کاندھلوی اور پاکستان سے حاجی محمد عبدالوہاب کو بھی رُکن منتخب کیا گیا تھا۔ مولانا مرحوم آخری سانسوں تک تبلیغ سے وابستہ رہے۔ (۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ ایکسپریس کراچی:

بھارتی تبلیغی جماعت کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے

عالمی تبلیغی جماعت بھارت کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی طویل علالت کے باعث اِنتقال کر گئے۔ وہ تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز بنگلہ والی مسجد نئی دہلی میں مقیم تھے۔

تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی وفات پر مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، مولانا محمد احمد لدھیانوی، مفتی محمد نعیم، سیّد منوّر حسن، صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، پروفیسر مولانا مفتی منیب الرحمٰن سمیت مذہبی وسماجی رہنماؤں نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے اُن کے اِنتقال کو تبلیغی جماعت کے لیے اِنتہائی نقصان دہ قرار دِیا ہے۔
(۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ اُمت کراچی:

تبلیغی جماعت بھارت کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے

عالمی تبلیغی جماعت بھارت کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی طویل علالت کے باعث اِنتقال کر گئے۔ مولانا مرحوم معروف عالم دین اور فضائلِ اعمال کے مؤلف مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے نواسے اور مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے صاحبزادے تھے۔ وہ تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز بنگلہ والی مسجد نئی دہلی میں مقیم تھے۔ اُن کی نماز جنازہ بعد نمازِ عشاء پنج پیرا قبرستان نئی دہلی کے متصل ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ نئی بات کراچی:

تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی قضائے اِلٰہی سے وفات پا گئے۔ ممتاز مذہبی وسماجی اور سیاسی رہنماؤں نے اُن کے اِنتقال پر افسوس کا اِظہار کیا ہے، اور اُن کی اِسلام کے لیے خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ (۱۹؍مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ پاکستان کراچی:

نئی دہلی، تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے

نئی دہلی (مانیٹرنگ ڈیسک) تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے، وہ کافی عرصے سے علیل تھے، بھارتی میڈیا کے مطابق مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی تبلیغی جماعت کے مرکز بنگلہ والی مسجد نئی دہلی بھارت میں مقیم تھے، مولانا محمد زبیر

الحسن کاندھلوی کافی عرصے سے علیل تھے، جب کہ کچھ دِنوں سے وہ ڈاکٹر رام منوہر لوہیا ہسپتال میں زیرِ علاج تھے۔ وہ تبلیغی جماعت کے سابقہ امیر مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے بیٹے تھے۔ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، بین الاقوامی تبلیغی شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔ نئی دہلی پولیس کے مطابق اُن کی تدفین حصرت نظام الدین کے علاقے میں ہوگئی اور تقریباً ۶۰/ ہزار لوگوں نے اُن کے جنازے میں شرکت کی۔ تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے امیر اور نامور تبلیغی رہنماء مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی وفات پر مختلف دِینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین و رہنماؤں انٹرنیشنل ختم نبوّت کے مرکزی امیر مولانا ملک عبدالحفیظ، مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج، ڈاکٹر سعید عنایت اللہ، مسجد الحرام بیت اللہ کے مدرس مولانا محمد مکی حجازی، اِتحادِ اہل سنت والجماعت العالمی کے مرکزی سربراہ مولانا محمد الیاس گھمن، جمعیت علماء اسلام پاکستان (س) کے مرکزی سرپرستِ اعلیٰ مولانا میاں محمد اجمل قادری، مرکزی سیکریٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا محمد امجد خان، مولانا محمد عثمان، مولانا عبدالجبار سلفی، مولانا حافظ عبدالودود شاہد، مولانا اسامہ عثمان اور دِیگر علماء نے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی مجسمِ دعوت وتبلیغ اور دِین کے عظیم داعی تھے۔ اُن کی تمام زندگی پوری دنیا میں دِین کی دعوت کو عام کرنے اور مسلمانوں کو نیک اعمال کی طرف لانے میں گزری۔ اُن کی وفات سے دِینی وتبلیغی حلقوں میں شدید کمی وخلا محسوس کیا جارہا ہے۔ اُنہوں نے مولانا کے لیے جنت میں بلندیٔ درجات اور لواحقین کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی۔ (۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ اسلام کراچی:

عالمی تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اِنتقال کر گئے

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر اور ممتاز عالمِ دین مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نئی دہلی میں انتقال کر گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا شمار عالمِ اسلام کی اُن چند علمی وروحانی شخصیات میں ہوتا تھا جن کا حلقۂ اثر پوری دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہے۔ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے دعوت وتبلیغ کی عالمگیر تحریک کے مرکز میں آنکھ کھولی اور اپنی پوری زندگی اُسی تحریک سے

وابستگی میں وقف کیے رکھی۔ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے دنیا کے بیشتر ممالک کے تبلیغی دورے کیے اور لاکھوں اِنسانوں تک اِیمان ویقین کی دعوت پہنچائی۔ مولانا کے بیان میں بلا کی تاثیر ہوتی تھی اور تبلیغی اِجتماعات میں اُن کے بیانات بہت اہمیت کے ساتھ سنے اور یاد رکھے جاتے تھے۔ مولانا محمد زبیر الحسن کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، جس سے اِسلامی تاریخ کی تابندہ مثالیں لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہوگئیں۔ مولانا زبیر الحسن کی وفات حقیقی معنوں میں ''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَم'' کا مصداق ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائیں اور پوری اُمتِ مسلمہ کو اُن کے مشن اور پیغام پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (۲۰/مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ اعتماد حیدرآباد دکن:

عالمی تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحۂ اِرتحال

یہ خبر اِنتہائی افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ممتاز و بزرگ عالمِ دین و مبلغِ اسلام اور عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا اِنتقال ہوگیا ہے۔

اِنتقال کی اطلاع عام ہوتے ہی سعودی عرب، یو اے ای، دِیگر ممالک اور ہندوستان کی مختلف ریاستوں سے مولانا کے دِیدار کے لیے عقیدت مندوں اور تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ نمازِ جنازہ اور تدفین کے لیے جماعت کے ساتھی اور پولیس و اِنتظامیہ کی جانب سے بڑے پیمانے پر اِنتظامات کیے گئے تھے۔ مولانا کی نمازِ جنازہ کے موقع پر قومی دارالحکومت کے کئی مقامات پر ٹریفک جام ہوگئی۔ اُن کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ (۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ عزیز الہند دہلی:

عالمی تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا اِنتقالِ پر ملال

تبلیغی جماعت کے روحِ رواں، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے سچے جانشین، عالمی شہرت کے حامل عالمِ دین حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی طویل علالت کے بعد دورانِ علاج نئی دہلی میں اِنتقال فرما گئے (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)۔

مولانا کی وفات کا حادثہ اُن تمام سوگواران کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان ہے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ممالک میں دعوت وتبلیغ کے حوالے سے حضرت مولانا کی رہنمائی میں دینِ حنیف کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی بے پناہ صفات اور خوبیوں کے حامل تھے۔حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تدبیر ومصلحت اور فہم وفراست کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے عمل کو سنبھالا اور ہر طرح کی بڑی سے بڑی فتنہ آرائی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اور اپنی خاموش مزاجی نیز حدیث رسول ﷺ ''مَنْ صَمَتَ نَجَا'' کا مصداق بنتے ہوئے اور عفوودرگزر کرتے ہوئے اپنا رخ خالص دعوت وتبلیغ کی طرف رکھا۔اس وقت ملتِ اسلامیہ ایک عالم دین، بزرگ، محسن، ہمدرد اور قومی یکجہتی کی علامت رکھنے والی شخصیت سے محروم ہوئی ہے اور مولانا کی وفات نے ملک و بیرون ملک میں لاکھوں محبت کرنے والوں کی آنکھوں کو نمناک کیا ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت مولاناؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔اُن کی دینی، علمی، دعوتی اور اِصلاحی خدمات کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ (۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ صحافت دہلی:

تبلیغی جماعت کے مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا اِنتقال

معروف عالمِ دین اور عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے اِنتقال سے دنیا بھر کے تبلیغی حلقوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔

حضرت کافی عظیم الجثہ تھے، جب کہ کچھ عرصہ سے وہیل چیئر پر تھے، آسانی سے نقل و حرکت از حد دشوار تھی، اِس قدر معذوری کے باوجود مرکز کا مشورہ نہیں چھوڑتے تھے، جو روزانہ ۹/بجے بنگلہ والی مسجد میں شروع ہوتا ہے، جس میں عالمی سطح کے اُمور طے کیے جاتے ہیں۔سال لگانے والوں کو مشورہ میں شرکت کی اِجازت ہوتی ہے۔راہِ خدا میں حضرت خادم کے ساتھ وہیل چیئر پر آتے اور سر جھکا کر مشورے سنتے۔شاید ہی کسی چیز پر اشکال کیا ہو۔آج حضرت کی رحلت کی خبر سن کر اُمتِ مسلمہ میں شدید غم وافسوس پایا جا رہا ہے۔

مولانا زبیر الحسن اُس تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر تھے جو مولانا الیاس

کاندھلویؒ کی قائم کردہ ہے، جو ۱۹۲۶ء میں قائم کی گئی تھی۔اور وہ نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ ساری دنیا میں سرگرم ہے۔اِس لیے اُس کو دعوت وتبلیغ کی عالمی جماعت بھی کہا جاتا ہے۔

(۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ ہندوستان ایکسپریس نئی دہلی:

تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر کا اِنتقال

عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر مولانا زبیر الحسن کی رحلت سے تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد صدمہ میں ہیں، موصوف کئی دنوں سے گردہ کی بیماری میں مبتلا تھے، پھر اُنہیں ذیابطیس کا عارضہ بھی لاحق ہوگیا تھا اور کئی دِنوں سے اُنہیں مصنوعی آلہ تنفس پر رکھا گیا تھا۔اُن کی نمازِ جنازہ میں بہت بڑا ہجوم جنوب مشرقی دہلی میں حرکت پذیر رہا، ایک طرف پولیس نے متھرا روڈ کو نظام الدین مرکز سے آشرم پل تک بند کر رکھا تھا، دوسری طرف علاقہ کے تمام بڑے چوراہوں سے ٹریفک کا رخ تبدیل کر دِیا گیا تھا، جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگوں کی متوقع آمد کے پیش نظر پولیس نے گھنٹوں پہلے وارننگ دے دِی تھی کہ ''مرکز نظام الدین میں عالمی شہرت یافتہ شخصیت مولانا زبیر الحسن کی تدفین میں لاکھوں افراد کے اکٹھا ہونے کی بنا پر صبح سے دس بجے تک متھرا روڈ کا ٹریفک متأثر رہے گا، زحمت کے لیے معذرت ہے''۔

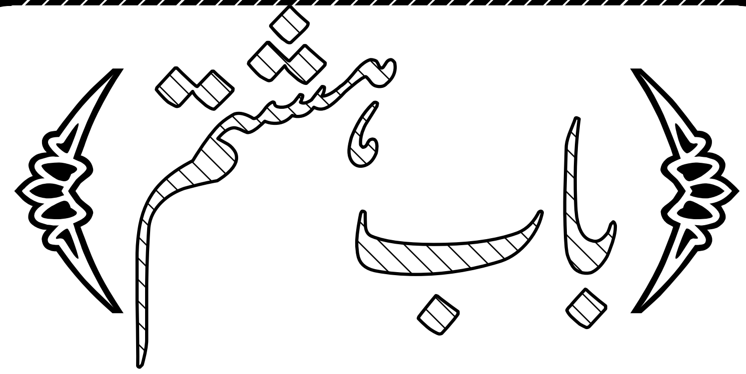
(۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)

روزنامہ خبریں دہلی:

ملک وقوم ایک عظیم شخصیت سے محروم

عالمی تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے امیر مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا اِنتقال ہوگیا۔اُن کی موت کی خبر سنتے ہی ملک کے سیاسی، سماجی اور مذہبی علماء نظام الدین پہنچے۔ہندوستان کے مختلف گوشوں سے اِظہارِ تعزیت کیا گیا۔رش کی وجہ سے دہلی ٹریفک پولیس نے لوگوں کو مشورہ دِیا ہے کہ وہ نظام الدین ریلوے اسٹیشن جانے کے لیے سرائے کالے خان روڈ سے گزریں۔

(۱۹/مارچ ۲۰۱۴ء)



تعزیتی مکتوبات،

تواریخِ وفات اور

منظوم خراجِ تحسین

تجویز تعزیت اور دعائے مغفرت

(پیش کردہ: مجلس انتظامیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء،)

خاندان کاندھلہ کی عظیم المرتبت شخصیت اور تبلیغی جماعت کی سرپرست شخصیت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی کا دہلی میں ۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروزِ منگل ۶۴/سال کی عمر میں اِنتقال ہوگیا، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا مرحوم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے نواسہ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے فرزند تھے اور ان دونوں عظیم شخصیتوں کے زیرِ تربیت پروان چڑھے، انہیں ان دونوں بزرگوں اور مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بھی اِجازت وخلافت حاصل تھی، وہ ندوۃ العلماء میں تبلیغی اجتماعات کے موقعوں پر متعدد بار تشریف لائے، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے بعد ان کا حضرت مولانا علیہ الرحمہ سے تعلق بڑھ گیا تھا اور خطوط کے ذریعے اپنے احوال سے مطلع بھی کرتے اور حضرت مولانا علیہ الرحمہ کو بھی اُن سے بڑا تعلق تھا، حضرت کے اِنتقال کے بعد حضرت ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ساتھ بھی عقیدت ومحبت کا تعلق برقرار رکھا، وہ پورے عالم اسلام میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ اپنے اعذار وامراض کے باوجود دعوتی وتبلیغی مقاصد کے پیشِ نظر دنیا کے مختلف ملکوں کے بڑے اجتماعات میں شریک ہوتے۔

مولانا مرحوم کی ولادت ۱۹۵۰ء میں ہوئی تھی، پسماندگان میں تین صاحبزادگان مولانا زہیرالحسن، مولانا خبیب الحسن، مولانا صہیب الحسن اور تین صاحبزادیاں اور اہلیہ محترمہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مولانا مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

مؤرخہ ۲۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۳۰/مارچ ۲۰۱۴ء بروز اتوار

تعزیتی خطوط

①

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

مخدوم زادۂ محترم گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد سعد صاحب زیدت مکارمہ امیر جماعت الدعوۃ والتبلیغ، نظام الدین وارکانِ مجلس شوریٰ تبلیغ

ألسلام عليكم ورحمة الله وبركاته! أعظم الله اجركم في وفاة رفيقكم في امارة الدعوة والتبليغ فضيلة الشيخ محمد زبير الحسن رحمه الله رحمة واسعة

وجزاه اكرم الجزاء على ماقام به من عمل الدعوة۔

آج اُن کی وفات کی خبر ملی اور سب کو رنج میں مبتلا کر دیا، اللہ تعالیٰ کی مرضی میں کسی کا کیا دخل۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دعوتی خدمات پر اُن کو بہتر سے بہتر جزا دے اور پسماندگان کو صبر کا ثواب عطا فرمائے۔

تعزیت کے طور پر حاضری کا اِرادہ ہے، رزرویشن کے لحاظ سے وقت اختیار کرنا ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ گرامی کو میری طرف سے تعزیت پہنچا دیجئے اور دعاؤں میں یاد رکھئے۔

میرے اِس خط میں برادرِ عزیز واضح رشید سلمہٗ بھی شریک ہیں۔ عزیزان مولوی محمود حسن حسنی اور مولوی محمد یوسف حسینی خدمت میں آ رہے ہیں، اُن کے ہمراہ یہ خط اِرسال ہے۔

محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

۱۴۳۵/۵/۱۶ھ

(۲)

باسمه سبحانه و تعالیٰ

عزیزانِ گرامی مرتبت مولوی زہیر الحسن، مولوی صہیب ومولوی خبیب!

ألسلام عليكم ورحمة الله وبركاته! أعظم الله أجركم في وفاة والدكم الجليل غفر الله له ورحمه رحمة واسعة وادخله جنة النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين، وحسن أولئك رفيقا۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی میں کسی کو کیا دخل اور اُس کا ہر کام حکمت و رحمت سے ہوتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کے لیے اپنے یہاں پہنچنے کا فیصلہ فرما دِیا، یہ ہم سب کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو دعوتی خدمات پر بہتر سے بہتر جزا دے اور پسماندگان کو صبر کا ثواب عطا فرماتا رہے۔

والدہ صاحبہ اور دیگر بزرگان حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب، مولانا سید محمد شاہد صاحب اور سبھی پسماندگان کو سلام و تعزیت پیش فرما دیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

میری یہ تحریر برادرِ عزیز واضح رشید حسنی کی طرف سے بھی ہے۔ تعزیت کے لیے حاضری کا اِرادہ ہے، رزرویشن ہونے پر سفر کرسکوں گا۔

عزیزان مولوی محمود حسن حسنی اور مولوی سید محمد یوسف حسینی خدمت میں آ رہے ہیں اُن کے ہمراہ یہ خط اِرسال ہے۔

محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

۱۴۳۵/۵/۱۶ھ

(بشکریہ تذکرہ مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ)

(۳)

مولانا محمد سعد کاندھلوی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور کے قابل و لائق فرزندوں میں سے تھے، اُنہوں نے جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے ۱۹۷۱ء میں فراغت حاصل کی تھی، اُنہوں نے بخاری اور مسلم حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے پڑھی، حضرت مولانا اسعد اللہ سے طحاوی شریف، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب سے ترمذی شریف، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب سے نسائی وابوداؤد شریف پڑھیں۔ آپ کے دورۂ حدیث کے رفقاء میں مولانا حبیب اللہ چمپارنی اور مولانا محمد شاہد سہارنپوری قابلِ ذکر ہیں۔ فراغت کے بعد مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں اِبتدائی دِینی کتابوں کی طویل مدت تک تدریس کی، پھر مشکوٰۃ شریف کا درس دِیا اور تقریباً ۲۰ رسال سے زائد عرصے تک بخاری شریف کا درس دِیا۔ حدیث شریف کے درس پر مولانا مرحوم کو درک حاصل تھا، مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ تھے، آپ شروع سے دعوت و تبلیغ میں لگے رہے۔ اُن کا پورا خانوادہ بھی جامعہ مظاہرِ علوم سہارنپور سے فارغ و فاضل تھا۔ اُن کے اِنتقال سے علمی و دعوتی میدان میں بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، قحط الرجال میں وہ اسلاف و اکابر کی یادگار تھے، اُن کے رہن سہن، سادگی، تواضع اور طرزِ زندگی میں قرونِ اولیٰ کے اکابر کی زندگیوں کا عکس نظر آتا تھا، مولانا کے محاسن کا ذِکر مدتوں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے، اُن کی دعوتی و اِصلاحی اور تدریسی خدمات کو قبول کو فرمائے۔ اخلاف کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کا عزم و حوصلہ عطا فرما کر کامیابی کو اُن کا رفیق بنائے۔ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے ایک مؤقر اساتذہ کا وفد نمازِ جنازہ میں شرکت اور تعزیتِ مسنونہ کے لیے دہلی روانہ ہوا۔ مدرسہ کے تمام مکاتب اور دار الحدیث میں مولانا مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔

(مولانا) محمد سعیدی

ناظم جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

(بشکریہ روزنامہ عزیز الہند دہلی)

تواریخ وفات

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی مرکزی امیر تبلیغی جماعت دھلی ہندوستان

(۱) مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی — منگل کو سوئے حق — انتقال کر گئے

۸۱۵ + ۳۵۷ + ۸۴۲ = ۲۰۱۴ء

(۲) صاحب حال محمد زبیر الحسن — بن مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی

۶۰۰ + ۸۳۵ = ۱۴۳۵ھ

(۳) آہ حاجی محمد زبیر الحسن — خلیفہ — مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی

۴۷۸ + ۷۲۵ + ۸۱۱ = ۲۰۱۴ھ

(۴) بخلیفہ — مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی

۷۷۸ + ۶۵۷ = ۱۴۳۵ھ

(۵) محبوب زماں — مولانا محمد زبیر کاندھلوی — امیر مرکزی شوریٰ

۱۵۵ + ۸۱۵ + ۱۰۴۴ = ۲۰۱۴ء

(۶) ولی زادہ زبیر الحسن شاگرد — مولانا محمد یوسف کاندھلوی

۹۳۳ + ۵۰۲ = ۱۴۳۵ھ

(۷) باب الابواب — تبلیغی جماعت

۴۸ + ۱۹۶۶ = ۲۰۱۴ء

(۸) شیخ الحدیث — محمد زبیر الحسن

۱۴۶۳ + ۵۵۱ = ۲۰۱۴ء

(۹) مولانا محمد زبیر الحسن — شاگرد — شاہ عبدالقادر رائے پوری

۵۴۲ + ۵۲۵ + ۹۴۷ = ۲۰۱۴ء

(۱۰) مولوی محمد زبیر کاندھلوی — شاگرد — مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی

۶۷۸ + ۵۲۵ + ۸۱۱ = ۲۰۱۴ء

از من بندہ عاجز — خلیل احمد تھانوی

۲۴۰ + ۱۱۹۵ = ۱۴۳۵ھ

تأثرات بر وفات حسرت آیات مولانا زبیر الحسنؒ

اسلام انجم
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

یادگارِ سلف، نازشِ انجمن، پاسبانِ شریعت، زبیر الحسن
حق ادا کر گئے، خدمتِ دین کا، جاچکے سوئے جنت، زبیر الحسن
قوم و ملت نے کھویا مسیحا کوئی، سوگواری کی کیا بہہ رہی ہے ہوا
محوِ حیرت ہے دنیا کہ یہ کیا ہوا، ہوچکے آہ! رخصت، زبیر الحسن
حضرت شیخ کی تربیت کا اثر، زندگی بھر نمایاں رہا آپ پر
تاجِ عظمت نہ کیوں سر پہ روشن رہے، تھے سلف کی روایت، زبیر الحسن
ایسا چہرہ کہ جیسے فرشتہ کوئی، واقعی لفظ حضرت کے مصداق تھے
رخ پہ نورِ وجاہت کی جلوہ گری، تھے اکابر کی صورت زبیر الحسن
خوبصورت امامت کا یہ سلسلہ، مرحبا آپ تک خوب سے خوب تر
روزِ روشن کی صورت ہے سب پر عیاں، یہ مسلّم حقیقت، زبیر الحسن
حسنِ کردار سے نام روشن کیا، خانوادے کا اور اپنے اجداد کا
زندگی بھر مسیحائے ملت رہا، یاد رکھے گی ملت، زبیر الحسن
پارسائی وراثت میں جس کو ملی اور بے داغ جس کی جوانی رہی
عہدِ پیری کا جس کی عالم گواہ، ہیں وہی پاک طینت، زبیر الحسن
رقت آمیز لہجہ بوقتِ دعا، ملتفت جس سے ہوتا ہے فضلِ خدا
ایسی الحاح وزاری کہ روئے جہاں، تھے وہی خوب سیرت، زبیر الحسن
نذرِ حالات خود کو نہ ہونے دیا، اپنے منصب کی رکھی سدا آبرو
آنچ آنے نہ دی مرکزِ نور پر، کم ہے کیا یہ کرامت، زبیر الحسن
آہ! سوسوجتن سے بھی جاتا نہیں، جانے والوں کی یادوں کا دِل سے اثر
اور پھر وہ بھی ایسا اہم رہنما، جس کو کہتی تھی اُمت، زبیر الحسن
جس کو کہتے تھے سب ہی دعا کے لیے، مغفرت کی دعائیں مبارک اسے
ہر کسی کی زباں پر ہے انجم دعا، پائیں انوارِ جنت، زبیر الحسن

امیر شوریٰ تبلیغی جماعت

قاری محمد اسحٰق حافظؔ سہارنپوری

یہ جہاں ہو یا جہانِ آخرت
آرہی ہے ہر طرف سے یہ صدا
آپ نے اپنے بزرگوں کی طرح
کردیا تبلیغِ دیں کا حق ادا
اے زبیرؔ، اے ابن انعامؔ الحسن
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
وہ ہمارے رہنما شیخ الحدیث
کاروانِ حق کے سچے راہبر
اللہ اللہ کیسا پایا تھا نصیب
اُن کی بیٹی کے تھے تم لختِ جگر
تربیت پائی تھی اُن کی گود میں
تم نے پایا اُن کا فیضانِ نظر
ہوگیا آپ سے راضی خدا
ابنِ انعام الحسن صد مرحبا
کردیا تبلیغِ دیں کا حق ادا

نذرانۂ عقیدت

بیاد: امیرِ تبلیغ حضرت جی مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

داعی تھے اصل میں جو رہِ مستقیم کے
تبلیغِ دِین جن کا رہا مقصدِ حیات
جن کی دعا کے ساتھ برستی تھیں رحمتیں
نقصانِ عظیم قوم کا، حضرت کی ہے وفات
اللہ اُن کو خلد میں اعلیٰ مقام دے
نعم البدل ہمیں بھی کوئی نیک نام دے

نتیجۂ فکر: ضمیر ہاشمی، بھارت

آہ حضرت مولانا زبیرؒ

سب نظام زندگی کا ہوجاتا ہے فوت
کہتے ہیں عالم کا مرنا ہوتا ہے عالَم کی موت
ہوگئے رخصت جہاں سے آہ مولانا زبیر
ہوگئی خاموش وہ آتی تھی جو کانوں میں صوت

نتیجۂ فکر: متین امروہوی، بھارت

تاریخِ وفات

نتیجۂ فکر: مولانا محمد ہارون ندوی مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حبیب زهادنا محمد زبیر الحسن الکاندهلوی قد فاز فوزا عظیماً

۲۰۱۴ء

مخزن الطاف محمد زبیر الحسن الکاندھلوی

۱۴۳۵ھ

پہلے ایڈیشن پر ملنے والی تحریریں اور رسائل وجرائد کے تبصرے

روزنامہ اسلام کراچی کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا محمد احمد حافظ

نام کتاب: ''حیاتِ شیخ زبیر رحمہ اللہ'' (سوانح مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ)۔ تالیف: مولانا سیّد محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری۔ صفحات: ۷۳۶۔ قیمت: ۲۵۰ روپے۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور فون: 0332-4377502۔ مولانا سیّد محمد زین العابدین، مدرسہ امام ابو یوسف شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی۔ فون: 0321-2373682

عالمی جماعت دعوت وتبلیغ بہت سوں کی نظر میں محض ایک ''تبلیغی جماعت'' ہی ہے اور کئی ایک شپرہ چشم اس عظیم جماعت پر ''ہجومِ مؤمناں'' کی پھبتی کسنے سے باز نہیں رہتے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ تبلیغی جماعت اپنے اُصول وضوابط اور کردار وعمل کے اعتبار سے دورِ حاضر کی منفرد اور ممتاز دِینی دعوتی اور اِصلاحی جماعت ہے۔ اِس سلسلہ کے افراد کی شہروں، قصبوں، دِیہاتوں اور گوٹھوں میں چلت پھرت نے ایسے خاموش اِنقلاب برپا کیے ہیں جو نہ صرف چشم کشا ہیں بلکہ باعث مسرت اور وجہ ابتہاج وانبساط بھی ہیں، ان انقلابات کی تفصیل جب ''کارگزاری'' کی صورت میں تبلیغی مراکز میں سنائی جاتی ہے تو اِیمان ویقین کی کیفیات دِلوں میں ٹھاٹھیں مارنے لگتی ہیں۔ ایسا اِس وجہ سے ہے کہ اس جماعت کی قیادت از اوّل تا اِیں دم خلوص واحسان کے درجات میں بہرحال فائق تر ہے۔ اکابر تبلیغ نے ہر طرح کے دنیوی سود و زیاں سے بلند ہوکر ملکوں ملکوں اور شہروں شہروں گھوم پھر کر اِیمان کی کھیتیوں کو تر وتازہ کرنے میں جو غیر معمولی محنت کی ہے اس کا اجر اُنہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہی ملے گا۔

بانی جماعت دعوت تبلیغ حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے بعد حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کو ایک خاص مقام ومرتبہ حاصل تھا۔ آپ بیک وقت، عالم، مدرس ومحدث، داعی ومربی، مصلح

اور پیروی سنت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کے صاحبزادے، صدیقی النسل اور کاندھلہ کے عظیم خانوادے کے فردِ فرید تھے۔ آپ ۱۹۵۰ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے دولت کدے میں پیدا ہوئے اور ۲۰۱۴ء میں وفات پائی۔ آپ کی وفات کے موقع پر دہلی کے در ودیوار نے اس قدر بڑا اژدھام جنازے کے موقع پر شاید اس سے قبل نہ دیکھا ہو۔ ایسی شخصیات جب اس دنیا سے گزر جاتی ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ کاش ان کی گراں قدر خدمات اور سعادت پرور حیات کے جملہ گوشے یکجا ہوکر اُمت کے سامنے آجائیں تاکہ ہماری موجودہ آئندہ نسل فخر سے کہہ سکے ''**ھؤلاء آبائی فجئنی بمثلھم**''۔

اکابر تبلیغ کی زندگیاں کچھ اس ڈھب کی ہوتی ہیں کہ اُن کے حوالہ سے قابل ذِکر سوانحی مواد جمع کرنا خاصا عرق ریزی کا کام ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ سعید لوگ ''شخصیت سازی'' کی صنعت سے ماورا ہوتے ہیں، ابھی جب مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کا اِنتقال ہوا تو احساس ہوتا تھا کہ آپ کی حیات وخدمات پر کتنا کچھ مواد جمع ہوسکتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ مولانا سیّد محمد زین العابدین صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اُنہوں نے اِس کام کا بیڑا اُٹھایا اور چند مہینوں کی محنت سے ۷۰۰/ سے زائد صفحات پر مشتمل گویا ''حیاتِ شیخ زبیر'' اِنسائیکلو پیڈیا پیش کر دِیا ہے۔ اس سے قبل وہ مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ پر قابل قدر مجموعہ مضامین پیش کر چکے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ پر ''فغانِ اختر'' کا (ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل) خصوصی شمارہ بھی مولانا سیّد محمد زین العابدین کی محنتوں کا بہت کچھ ثمر ہے۔

''حیاتِ شیخ زبیر'' کو متعدد ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، پہلے باب میں دعوت وتبلیغ پر گراں قدر مضامین شامل ہیں، جن سے تبلیغی جماعت کی ہیئت اور اُس کی دعوت کو سمجھنے میں پوری طرح مدد ملتی ہے۔ دوسرا باب مولانا زبیر الحسنؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے جس میں آپ کے خاندانی تذکرے، تعلیمی سلسلے، آپ کے تبلیغی اسفار کا ذِکر ہے۔ باب سوم میں آپ کے اِفادات وملفوظات کو شامل کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں آپ کی وفات پر دنیا بھر سے ملنے والے تعزیتی پیغامات کا اِحاطہ کیا گیا ہے۔ باب پنجم میں آپ پر لکھے گئے مقالات ومضامین کو جگہ دِی گئی ہے۔ باب ہفتم میں اخبارات ومجلّات کے تعزیتی شذروں کو جمع کیا گیا ہے۔

آغاز میں مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ کا قیمتی مقالہ ہے کہ وہ اس پاکباز گھرانے کے عینی شاہد ہیں، جب کہ مولانا مفتی خالد محمود صاحب نے گراں قدر جامع مقدمہ تحریر کیا ہے۔ دیگر لکھنے والوں میں مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی، مولانا نور عالم خلیل امینی، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، مولانا محمد کلیم صدیقی، مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا شمس الحق ندوی اور دیگر ممتاز اہل علم وقلم کے مضامین شامل ہیں۔

مولانا سیّد زین العابدین اور مولانا انیس احمد مظاہری کے قلم سے بھی متعدد مقالات اِس اِشاعت کا حصہ ہیں، خوبی کی بات یہ ہے کہ مولانا شاہد سہارنپوری دام ظلہم (برادرِ نسبتی مولانا زبیر الحسن رحمہ اللہ) نے اِس پورے مجموعے کو بغور پڑھا ہے اور اُنہی کی اِجازت اور خصوصی تحریر کے ساتھ اِسے پاکستان میں شائع کیا گیا ہے۔ اِس طرح یہ کاوش ہر اعتبار سے مستند ہے۔ آخر میں اِتنی گزارش ضرور کی جائے گی کہ معنوی اعتبار سے جس قدر اچھی کاوش ہے اگر ظاہری صورت بھی بہتر کر لی جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ (روزنامہ اسلام ۲۷ر ستمبر ۲۰۱۴ء)

ہفت روزہ اخبارالمدارس کراچی کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا حافظ محمد صادق، نگران شعبہ تصنیف جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ ایریا، کراچی

نام کتاب: حیاتِ شیخ زبیرؒ (سوانح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اہم ذمہ دار عالمی شوریٰ دعوت وتبلیغ)، تالیف: مولانا سیّد محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری، صفحات ۷۳۶، رعایتی قیمت: ۲۵۰ روپے، ناشر: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور

دعوت وتبلیغ کے ذمہ داروں میں دورِ حاضر کی ایک شخصیت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی بھی تھی۔ اُن کا اِنتقال ۱۸ر مارچ ۲۰۱۴ء کو تریسٹھ سال کی عمر میں ہوگیا۔ اُن کے سانحۂ اِرتحال پر مولانا سیّد محمد زین العابدین اور مولانا انیس احمد مظاہری جیسے نابغوں نے ''حیاتِ شیخ زبیرؒ'' نامی ۷۳۶ رصفحات پر مشتمل کتاب حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری صاحب دامت برکاتہم کی زیرِ نگرانی ۵ر ماہ کی مدت میں منظرِ عام پر لاکر تحریری تبلیغ ہی کا حق ادا نہیں فرمایا بلکہ اُمتِ مسلمہ پر بھی احسانِ عظیم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حق میں اپنی شایانِ شان پوری اُمت کی طرف سے دِیئے جانے والے اجر میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تا ابد

اِضافہ در اِضافہ فرماتے رہیں۔ آٹھ ابواب پر مشتمل ۷۳۶ رصفحات کی کتاب تبلیغی جماعت اور اُس کے مفوضہ کام کے تناظر میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا تفصیلی تعارف ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے والے خالی الذہن قاری کو یہ کتاب گردیدگی اور فریفتگی کے ساتھ تبلیغی جماعت سے وابستگی دِلائے بغیر نہیں رہے گی، نیز تبلیغی جماعت کے بارے میں تحفظات رکھنے والا قاری اِس کتاب کو اپنے مطالعہ میں رکھے تو اُس کے دِل کی تختی کو ان تحفظات سے پاک وصاف کردے اور وہ اپنی تمام تر توانائیاں تبلیغی جماعت کو بخشنے کے لیے کرھاً نہیں طوعاً اپنے آپ کو مجبور پائے۔ اِس کتاب کے مستند ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ یہ ہندوپاک کے مایہ ناز محرروں کی تحاریر سے مزین ہے۔ لہٰذا کتاب کا ہر لائبریری اور ہر قاری کے ڈیسک کی زینت بننا لابدی اور ضروری ہے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ کتاب عنداللہ قبولیت اور عندالناس مقبولیت کے درجات پر فائز رہے۔ (لاہور والے احباب فون نمبر 03324377502 اور کراچی والے احباب فون نمبر 03212373682 پر رابطہ کر کے یہ کتاب منگوا سکتے ہیں)۔
(تبصرہ ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی، جلد ۱۱، شمارہ ۴۵، ۲۵ر تا ۳۱ر اکتوبر ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ لولاک ملتان کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا اللہ وسایا، مدیر ماہنامہ لولاک ملتان

نام کتاب: حیاتِ شیخ زبیرؒ تالیف: مولانا سیّد محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری: صفحات: ۷۳۶: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور، مولانا انیس احمد مظاہری۔

وائے عاشقی میں کہاں کہاں سے گزر گیا، ہندوستان کے تازہ سفر میں سہارنپور شیخ الحدیث، برکۃ العصر، حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ کے جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے ہاں حاضری ہوئی، حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری اُستاذِ حدیث وامینِ عام جامعہ مظاہرِ علوم کی سربراہی میں مدرسہ کا عملہ، منتہی طلباء اور خواص اِستقبال کے لیے جمع تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ کا وہی مکان وہاں اِطمینان سے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی سے ملے۔

پھر دار العلوم دیوبند سے ہوتے ہوئے کاندھلہ پہنچے وہاں مولانا نور الحسن راشد

کاندھلوی سراپا اِنتظار تھے، فقیر کا تو بس مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب سے غائبانہ تعارف تھا، گئے تو وہ سراپا اِنتظار تھے، بہت محبتوں سے ملے، اُن کے والدِ گرامی حضرت مولانا مفتی محمد اِفتخارالحسن کاندھلوی؛ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز ہیں، اس وقت ہندوستان میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء زندہ سلامت ہیں، ایک حضرت مولانا مفتی محمد اِفتخارالحسن کاندھلوی اور دوسرے مولانا حکیم مکرم حسین سنسارپوری اور پاکستان میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت حاجی محمد عبدالوہاب (امیرِ تبلیغ پاکستان) خلیفہ ہیں جو زندہ ہیں، ان کے علاوہ پاکستان میں اس وقت کوئی خلیفہ زندہ نہیں، اگر کوئی خود کو حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ کہتا ہے، تو غلط بیانی کرتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد اِفتخارالحسن کاندھلوی سے ملانے کے لیے مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی لے کر گئے، جہاں ہماری گاڑی رکی اس کے قریب مکان دِکھایا کہ یہ مکان حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا تھا، اوہو! کیا ہوا؟ حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ بیتی میں کاندھلہ کے آنے جانے کے ضمن میں بہت کچھ لکھا، جو نظروں کے سامنے تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد اِفتخارالحسن کاندھلوی سے ملے، کیا خوبصورت وجیہہ چہرہ، اُنہوں نے دعاؤں سے نوازا، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کے مکان پر آئے وہ خالصتاً علمی ذوق کے فاضلِ اجل ہیں، کاندھلہ کی سرزمین حضرت مولانا محمد اِلیاس (بانی تبلیغی جماعت)، صاحبزادہ حضرت مولانا محمد یوسف (امیر ثانی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا، آپ کے والدِ گرامی حضرت مولانا محمد یحییٰ، حضرت مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہم یہ سب کاندھلہ کی مٹی کے سپوت ہیں، مجھے اِجازت دیں کہ میں کاندھلہ کی دھرتی کو ہند کا بخارا قرار دے دوں۔

....حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر پہنچے تو قریب میں ہی تبلیغی جماعت کا عالمی مرکز (بنگلہ والی مسجد) ہے۔ وہاں پر تبلیغی مرکز میں ظہر کی نماز اپنی علیحدہ جماعت کے ساتھ پڑھی۔ خوب وسیع وعریض مرکز ہے، کئی منزلہ عمارت ہوگی، جماعتوں کا آنا جانا رہتا ہے، ساقی کا میخانہ جاری ہے، مہمان بدلتے ہیں۔ نماز کے بعد کسی دوست نے بتایا کہ یہ آپ کے پہلو میں جو حجرہ ہے اس میں حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی جماعت)، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (امیر ثانی تبلیغی جماعت)، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (امیر ثالث تبلیغی جماعت)، حضرت مولانا محمد اظہارالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ساتھ ہی حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔ کمرہ مقفل تھا اور چابی بردار جماعت کے ساتھ تبلیغ پر گئے ہوئے تھے، لب دریا پہنچ کر مزارات کی زیارت سے محروم رہے۔ حجرہ کی کھڑکی کے باہر دعا کی سعادت تو حاصل ہو ہی گئی۔ اس وقت دنیا کا شاید کوئی ملک ایسا نہ ہوگا جہاں تبلیغ کا کام نہ ہو رہا ہو۔ یہ انہی حضرات کا اخلاص ہے کہ پوری دنیا اس تبلیغی عالمی نظام میں منسلک ہے۔ اس وقت ہر ملک کا اپنا اپنا سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ جو دین اسلام کی اشاعت کے لیے اتمامِ حجت کا حکم رکھتا ہے۔ برطانیہ کے ایک سفر میں فقیر نے حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (امیر ثالث تبلیغی جماعت) سے ڈیوزبری میں خصوصی ملاقات کا شرف حاصل کیا، ۱۹۸۵ء میں پہلی سالانہ ختم نبوت کانفرنس تھی، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے لیے ڈیوزبری تشریف لائے ہوئے تھے، تو حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں فقیر نے بھی آپ کی زیارت کی۔ اسی طرح ۲۰۱۳ء میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ونڈ سالانہ اجتماع کے موقع پر زیارت کی، اس زیارت کا باعث ہمارے مخدوم حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری دامت برکاتہم بنے، جن کی تصنیف لطیف ''سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ'' تین جلدوں پر مشتمل ہے، اور اس کے صفحات ہزار سے زائد ہیں، اس میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کے ساتھ ساتھ آپ کے تبلیغی اسفار کی تفصیلات بھی ہیں۔

حضرت مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰/ مارچ ۱۹۵۰ء کو پیدا ہوئے اور ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو آپ کا وصال ہوا۔ حضرت مولانا محمد اِنعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تبلیغ کا امیر مقرر کرنے کی بجائے سہ رکنی مجلس شوریٰ بنی، حضرت مولانا محمد زبیر

الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کے رکن اعظم تھے۔

زیرِنظر کتاب تبلیغی جماعت کی شوریٰ کے رہنماء حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی سوانح حیات، احوال وتذکار اور آثار وافکار پر مشتمل ہے۔ آپ مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے خلیفہ مجاز اور تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا زین العابدین اور مولانا انیس احمد کی عزت وشرافت میں بیش از بیش اضافہ فرمائے کہ انہوں نے حضرت کی وفات کے بعد نہایت کم عرصے میں ان کی سوانح ترتیب دے دی۔ یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں بالترتیب حضرتؒ کی حیات و خدمات، افادات و ملفوظات، حضرتؒ کی وفات پر تعزیتی پیغامات وتأثرات، مقالات ومضامین، عربی ادیبوں کے تأثرات اور اخبارات ومجلّات کے خراجِ تحسین شامل ہیں۔ سرورق پر حضرتؒ کے آبائی مکان اور تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی کی تصاویر ہیں۔ کاغذ، طباعت اور بائنڈنگ قدرے بہتر ہیں۔ مؤلفین کی کاوِش قابلِ داد وتحسین ہے۔ (ماہنامہ لولاک ملتان صفر ۱۴۳۶ھ)

ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا رضاء علی

نام کتاب: حیاتِ شیخ زبیرؒ، تالیف: مولانا سیّد محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری، صفحات: ۷۳۶، قیمت: ۲۵۰ روپے، ناشر: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ غزنی اسٹریٹ اُردو بازار لاہور۔

دِینِ حق کی اِشاعت بلاشبہ ایک اہم فریضہ ہے، جسے روزِ اوّل سے ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام سرانجام دیتے آئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے مقصود ایک ہی تھا کہ اللہ ربّ العزت کی طرف عوام الناس کو متوجہ کرنا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ لیکن ختمِ نبوّت کے بعد کارِ نبوّت کا کام اللہ ربّ العزت نے اِس اُمت کے ذمّہ لگایا ہے۔ قیامت تک اس دِینِ متین کی طرف رہنمائی اور دعوت دینے والا، انبیاء کرام علیہم السلام کے اس اُولوالعزم کام میں اپنا حصہ ڈالتا ہے۔ گو دعوت وتبلیغ کا کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے دور سے لے کر آج تک کسی نہ کسی صورت میں چلا آرہا ہے۔

پہلے دعوت کی صورتیں حالات کے پیشِ نظر ہوا کرتی تھیں۔ جوں جوں حالات واحوال بدلتے رہے اِس دعوت کے عمل میں بھی نمایاں تبدیلی آتی رہی۔

چنانچہ برصغیر میں انگریزی تسلط کے دور میں جہاں ایک بڑی ذمّہ داری لوگوں کو تحریکِ آزادی کی طرف راغب کرنا تھی۔ وہاں ایک ضرورت اِس امر کی بھی تھی کہ انگریزی اِستعمار سے مسلمانوں کا جو اخلاقی، عملی اور دِینی نقصان ہورہا ہے اُس کا اِزالہ بھی کیا جائے۔ اس کی اوّلین صورت تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کی بنیاد رکھ کر شروع کی۔ جو رفتہ رفتہ تحریک کی شکل اِختیار کرگئی۔ دوسری صورت وہ تھی جو بانی دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شروع فرمائی۔ جس کا مقصد اللہ کے بندوں کو اور خاص کر غافلوں، بےطلبوں کو اللہ کی طرف بلانا اور اللہ کی باتوں کو فروغ دینے کے لیے جان کو بے قیمت کرنے کا رِواج دینا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ کلمہ، نماز سکھانے والی عالمگیر تحریک لوگوں میں اپنے گہرے اثرات چھوڑنے لگی۔ ہر چلتا پھرتا شخص مدرسہ اور ہر مجلس خانقاہی مجلس بن گئی۔

اِسی تحریک کے موجودہ صدی کے ایک بزرگ، عالمی تبلیغی جماعت کی مرکزی شوریٰ کے امیر، عالمی تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین کے نگران، مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ تھے۔ آپ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ کے کام کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنائے ہوئے تھے۔ آپ نے اِس تحریک کو اپنے والد کے نقشِ قدم پر گویا دیکھ دیکھ کر پاؤں رکھا۔ آپ کے اندر اپنے اسلاف کے طرز پر چلنے کی روایت گھٹی میں رکھی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے جماعت کو اپنے اکابر کے طریقے پر ہی کاربند رکھا۔ اُسے ہمہ قسم اِختلافات سے بچائے رکھا۔ پوری دنیا میں اِس نظام کو اپنے بڑوں کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قائم رکھا۔ اکثر اِجتماعات آپ کی دعا پر اِختتام پذیر ہوتے۔ آپ ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء کو اِس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ اللہ ربّ العزت آپ کو اپنی شایانِ شان مقام عطا فرمائے۔ آمین

زیرِنظر کتاب ''حیاتِ شیخ زبیر'' آپ کی سوانح عمری کا تذکرۂ خیر ہے۔ آپ کی خاموش طبع شخصیت، اخلاقِ حسنہ، کمالات اور خدمات نمایاں نہ ہونے کی وجہ سے اہلِ علم سمیت اکثر

حلقۂ احباب پر بھی عیاں نہیں تھیں۔ اِس لیے اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ آپ کے حالاتِ زندگی سے لوگوں کو تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔ لیکن حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی ﷫ کی زندگی اپنا آپ گنوا کر گزری تھی، اِس لیے آپ کی سوانح عمری پر کام نہایت مشکل تھا۔ ''حضرت مولانا سیّد محمد زین العابدین'' نے آپ کے حالاتِ زندگی جمع کر کے یقیناً آپ کی شب و روز کی محنتوں کو اُجاگر کیا ہے۔ جو کہ اُمت کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔

مؤلف نے اِس کتاب کو آٹھ ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ اوّلاً دعوت و تبلیغ کے کام کے اصل مقصد، اہمیت، ضرورت اور تبلیغی جماعت کے تعارف کو پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں حضرت شیخ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ﷫ کا تعارف اُن کی حیات و خدمات کی شکل میں کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی حضرتؒ کے ملفوظات اور اِرشادات کو بھی قلمبند کیا ہے۔ ایک مستقل باب قائم کر کے حضرتؒ پر لکھنے جانے والے پیغامات و تأثرات شامل کیے ہیں۔ جن میں اکابرینِ اُمت، پاک و ہند اور عرب کے تاثرات کو اکھٹا کیا ہے۔ اس کے بعد شیخؒ کی سوانح عمری پر لکھے جانے والے مضامین کو بھی مستقل باب کے تحت ایک لڑی میں پرو دِیا گیا ہے۔ آخر میں مختلف رسائل و جرائد اور اخبارات میں آپ پر لکھی جانے والی تحریریں اور تعزیتی خطوط کو یکجا کر دِیا گیا ہے۔

یقیناً پانچ ماہ کے اِنتہائی قلیل عرصہ میں اِتنی ضخیم جلد کی تیاری بلاشبہ اپنے اندر محنتِ شاقہ کو لیے ہوئے ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت مؤلفین کی سعیٔ جلیلہ کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین (ذوالحجہ ۱۴۳۵ھ، اکتوبر ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ القاسم نوشہرہ کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا عبدالقیوم حقانی، مدیر ماہنامہ القاسم نوشہرہ

حیاتِ شیخ زبیرؒ (سوانح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ)، تالیف: مولانا سیّد محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری، نظرِ ثانی: حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری مدظلہٗ

ماضی پرستی بلاشبہ ایک روگ ہے مگر تاریخ سے آگاہی اور اس آگاہی سے پھوٹنے والے شعور کو مشعلِ راہ بنانے کے سوا بھی کوئی چارۂ کار نہیں اور تاریخ سے شناسائی کے لیے تاریخ ساز شخصیات کی سوانح کا مطالعہ از حد ضروری ہے، ان تاریخ ساز شخصیات میں دعوت و تبلیغ کی

شوریٰ کے امیر حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ بھی ہیں، وہ ان اسلاف کی یادگار تھے جن کے تذکرے پڑھ کر طبیعت اِنشراح اور عقل جِلا پاتی ہے، اُن کی زبان میں اثر بھی تھا اور مٹھاس بھی، اُن کے بیان میں سوز بھی تھا اور گداز بھی، اُن کے آہوں میں درد بھی تھا اور پرواز بھی، اُن کی سسکیوں میں نیاز بھی تھا اور ناز بھی، مجمع کو تڑپاتے' رلاتے اور اللہ سے ملاتے تھے، اُن کی دعوت' محنت اور فکرِ اُمت کی بدولت لاکھوں زندگیوں میں اِنقلاب آیا ...... ؎

مے کشوں کے چشم و لب سے جو نمایاں ہو سکے
اس سے بڑھ کر مستند رودادِ میخانہ نہیں

اُن کی وفات کے بعد دنیا نے اُن کو عظیم خراجِ عقیدت پیش کیا۔ زعماءِ ملت نے اپنے بیانات میں' علماءِ حق نے اپنے تأثرات میں اور بزرگانِ دین نے اپنی قلبی واردات میں اُن کی وفات کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان گردانا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا محمد زین العابدین صاحب کو کہ اُنہوں نے نہایت قلیل مدت میں اِنتہائی سرعت کے ساتھ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کی حیات و خدمات' اِفادات و ملفوظات' دنیا بھر سے ملنے والے تعزیتی پیغامات و تأثرات' اُن پر لکھے گئے مضامین و مقالات' عربی ادیبوں کے تأثرات' اخبارات و مجلّات کا خراجِ تحسین' تواریخِ وفات اور منظوم خراجِ تحسین پر مشتمل (۷۳۶) صفحات کی کتاب مرتب کی ہے جس میں مولانا سیّد ارشد مدنی' مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا طلحہ کاندھلوی، مولانا سمیع الحق' مولانا عبید اللہ اشرفی' عبداللہ وانی اور جناب پرویز خٹک (وزیر اعلیٰ صوبہ خیبر پختونخوا، پاکستان) جیسی شخصیات کے تأثرات اور مولانا نور عالم خلیل امینی' مفتی محمد سلمان منصور پوری اور مولانا عرفان الحق حقانی جیسے ادیبوں کے مقالات شامل ہیں۔

حضرت مولانا انیس احمد مظاہری صاحب کی مساعی بھی لائقِ صد تحسین ہے، کہ اُن کے بغیر اصل مأخذ تک رسائی ممکن نہ تھی، اُن کے ساتھ حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری صاحب مدظلہٗ (مظاہر علوم) بھی اُمت کے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی عظیم مصروفیات سے وقت نکال کر اِس کتاب پر نظرِ ثانی فرمائی یہ کتاب حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے متوسلین، متعلقین، مستفیدین اور عامۃ المسلمین کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

اکابر، مشائخ اور بزرگانِ دین کی غیر موجودگی میں اُن کی سوانح، حالات اور ملفوظات ہی اُن کی مجالس کا متبادل قرار پاتے ہیں، یہ کتاب حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحبؒ کے حالات، بیانات، ملفوظات اور اِفادات کا نچوڑ، مغز اور خلاصہ ہے، البتہ اِشاعت میں کچھ زیادہ عجلت سے کام لیا گیا، جس کی وجہ سے کتاب کی ظاہری خوبیوں کاغذ، چھپائی، سجاوٹ و بناوٹ وغیرہ پر توجہ نہیں دِی گئی، اُمید ہے آئندہ ایڈیشن میں اِس کمی کو بھی پورا کر دِیا جائے گا۔ رابطہ نمبر: 0321-4102117 (ماہنامہ القاسم نوشہرہ نومبر ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ الفتحیہ، احمد پور شرقیہ کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا مفتی رب نواز

نام کتاب: حیات شیخ زبیر رحمہ اللہ (سوانح مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ)۔ تالیف: مولانا سید محمد زین العابدین و مولانا انیس احمد مظاہری۔ صفحات: ۷۳۶۔ ناشر: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور۔

کتاب کے مؤلف مولانا زین العابدین صاحب دام ظلہٗ نے مجھ سے فرمایا: ''حیات شیخ زبیر رحمہ اللہ'' کتاب چھپ کر منظرِ عام پہ آ گئی ہے اپنا پتہ بتائیں کتاب بھیجتا ہوں۔ بندہ نے پتہ بتایا انہوں نے کتاب روانہ کر کے اطلاع فرمادی چونکہ ڈاک روانگی کی اطلاع پہلے سے ہو چکی تھی اس لیے شدت سے کتاب کا انتظار تھا جب ڈاک پیکٹ موصول ہوا تو بڑی چاہت سے اسے کھولا تو کافی دیر تک سرورق نے آنکھوں کو خیرہ کیے رکھا۔ سرورق کی خوب صورتی بھی قابلِ دِید تھی لیکن سرِ ورق پر جو شعر درج تھا وہ ''ان من الشعر لحکمۃ'' کا مصداق ہے وہ شعر یہ ہے۔

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

یہ شعر مبنی برحقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ اِس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ اس کتاب میں اس شخصیت کے حالات درج ہیں جنہوں نے ماشاء اللہ زمانہ کو بدل دیا ہے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ دعوت و تبلیغ کی شوریٰ کے اہم ذمہ دار اور مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث تھے۔ پاکستان میں اُن کا تعارف دو حوالہ سے مشہور ہے ایک یہ کہ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع پر وہ نکاح پڑھایا کرتے دوسرے یہ کہ اجتماع کی آخری دعا وہی منگواتے تھے۔

حضرت رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ مصنف فضائلِ اعمال کے نواسہ ہیں اور تبلیغی جماعت کے عالمی امیر حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے صاحب زادہ ہیں ''حیاتِ شیخ زبیر'' اُن کی سوانح حیات، آثار وافکار، تبلیغی جہد، تعلیم و تعلم، درس و تدریس، علم و مطالعہ، تقویٰ وطہارت، خلوص وللّٰہیت، فکرِ آخرت، محبتِ نبوی، دردِ اُمت، اخلاق و کردار، سفر و حضر کے واقعات و ملفوظات وغیرہ کی ایک تابناک تاریخ ہے۔

مؤلف نے بہت ہی کم عرصہ میں قریباً ساڑھے سات سو صفحات کی کتاب تیار کر لی۔ اِتنی ضخیم کتاب کو بہت ہی محدود وقت میں منظرِ عام پہ لے آنا یقیناً مؤلف کے محنتی ہونے کی دلیل ہے۔ صاحبِ سوانح کا تعلق تبلیغی جماعت کے ساتھ ہے جنہیں تصنیف و تالیف سے دلچسپی نسبتاً کم ہے اگر اِس کام کو اُن کے آسرے پہ چھوڑ دِیا جاتا تو عرصۂ دراز بیت سکتا تھا مگر مؤلف نے اِس کام کو اپنے ذمہ لیا اور اِنتہائی محنت و جستجو سے اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا یہ مؤلف کا اُمت پر بہت بڑا احسان ہے۔

خصوصیات کتاب

کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہے اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

☆... صاحب سوانح کے حالات سے واقف طبقہ زیادہ تر ہندوستان میں ہے مؤلف نے ہندوستان کے اہلِ قلم اور صحافی حضرات کی تحریریں وافر مقدار میں شامل کر دِی ہیں حتیٰ کہ نیٹ پر موجود تحریریں بھی کتاب کا حصہ بنا دِی ہیں۔

☆... کتاب میں جہاں ہندوستان کے اہلِ قلم کے مضامین ہیں وہاں پاکستان کے اربابِ علم و دانش کے بھی بہت سے مقالات ہیں اِس لیے یہ کتاب ''مجمع البحرین'' کہلانے کا حق رکھتی ہے۔

☆... لکھنے والے احباب نے اپنی اپنی تحریروں میں صاحب سوانح کی شخصیت کو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ برموقع اشعار کا اِستعمال کر کے کتاب کو پر لطف بنا دِیا ہے۔ کتاب میں ''شعروں کی دنیا'' قارئین کو کتاب کی طرف کھینچے رہتی ہے۔

☆... کتاب کے نام سے اگرچہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی درج ہوں گے لیکن کتاب پڑھنے سے پتہ چلتا

ہے کہ اس میں موضوع کے علاوہ تبلیغی جماعت کی اِبتدائی حالت، تبلیغی جماعت کی اِفادیت اور تبلیغی جماعت کے اکابرین کا دلچسپ تذکرہ بھی موجود ہے۔

☆...کتاب کے شروع میں پاک وہند کے بہت سے اکابرین کی تقریظات ثبت ہیں وہ تقاریظ جہاں کتاب کی افادیت پر مہر تصدیق ہیں وہاں قارئین کی خوشی کا سامان بھی ہیں کہ انہیں اکابرین کا کلام پڑھنے کو ملے گا، ان شاء اللہ۔

☆...کتاب کے آٹھ ابواب ہیں جن میں پانچواں باب حضرت رحمہ اللہ پر لکھے گئے مختلف مقالات ومضامین کا مجموعہ ہے بندہ نے اس باب کو خاص کر پڑھا ہے یہ باب چالیس سے زائد قلم کاروں کی تحریر کا جامع ہے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک کے لکھنے انداز اپنا ہوتا ہے اِس لیے ہر تحریر ایک نیا لطف اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

سعادت: احمد پور شرقیہ کی عظیم دِینی درس گاہ ''دارالعلوم فتحیہ'' کی طرف سے ماہنامہ رسالہ ''الفتحیہ'' کا اجراء ہوا تو اس میں ایک مضمون ''تبلیغی جماعت مشاہیر کی نظر'' میں شائع ہوتا رہا اور اب بھی ہو رہا ہے۔ جس میں تبلیغی جماعت کی افادیت پر ملک بھر کے مشہور حضرات کی تحریریں شاملِ اشاعت کی جاتی ہیں ان میں سے حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دام ظلہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہ کے اِفادات شائع ہوچکے ہیں وہ ہم نے مؤلف کو بھجوائے تو اُنہوں نے ان اِفادات کو بھی کتاب کا حصہ بنا دِیا۔ جو کتاب کے باب اوّل ''دعوت وتبلیغ'' کی زینت بنے بلکہ ''الفتحیہ'' میں شائع ہونے والا ایک مضمون بھی کتاب میں شامل ہوا یہ چیز بھی یقیناً ہمارے لیے باعث سعادت ہے۔ ہم اس پر مؤلف کے شکر گذار ہیں۔

بہرحال کتاب اِنتہائی جان دار، موضوع کا حق ادا کرنے والی، مؤلف کی محنت کا شاہ کار ہے جو ویسے تو ہر طبقہ کے لیے مفید رہے گی مگر تبلیغ میں شغف رکھنے والے حضرات کے لیے اِنتہائی گراں قدر سرمایہ ہے۔ اُمید ہے کہ احباب اس کی خریداری اور اس کے مطالعہ کی طرف خوب توجہ دیں گے۔ (دسمبر ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا اسرار بن مدنی

حیاتِ شیخ زبیرؒ........مولانا سیّد محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری

کاندھلہ ہندوستان کا وہ عظیم الشان قصبہ ہے جس نے اس صدی میں علم وفضل، دعوت و تبلیغ، تحقیق وتصنیف، تصوف وارشاد کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت پائی۔ اس خاندان میں حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ وغیرہ جیسے اساطینِ علم اور جامعینِ شریعت وطریقت پیدا ہوئے۔ اسی قافلۂ عزیمت کے آخری شہسوار جناب حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ تھے، جو قریبی عرصہ میں انتقال فرما گئے۔

مولانا زبیر الحسن صاحبؒ مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث، دعوت وتبلیغ کی تحریک کے اہم ذمہ دار اور مرکزی شخصیت تھے۔ زیر تبصرہ کتاب ''حیاتِ شیخ زبیرؒ'' ان کے آثار وافکار، تبلیغی جہد مسلسل، افادات وملفوظات اور ان کی وفات پر لکھے جانے والے تعزیتی مضامین ومقالات، تاثرات ومکتوبات اور منظوم خراجِ عقیدت کا مجموعہ ہے۔ جس کو مولانا سید محمد زین العابدین صاحب اور مولانا انیس احمد مظاہری نے انتہائی جانفشانی کے ساتھ مرتب کیا ہے جب کہ کتاب پر ہندوستان کے نامور عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے علمی جانشین مولانا سیّد محمد شاہد سہارنپوری نے نظر ثانی کی ہے۔ آٹھ ابواب پر مشتمل یہ تاریخی دستاویز دعوت وتبلیغ کی تاریخ، فکری پس منظر اور اکابر کاندھلہ کی جدوجہد کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔ ۷۰۰/ر سے زائد صفحات پر مشتمل یہ عظیم مجموعہ مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ اردو بازار لاہور سے مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک اکتوبر ۲۰۱۴ء)

ماہنامہ الخیر ملتان کا تبصرہ

تبصرہ نگار: مولانا محمد ازہر، مدیر ماہنامہ الخیر ملتان

حیاتِ شیخ زبیرؒ (سوانح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)، تالیف: مولانا سیّد

محمد زین العابدین ، مولانا انیس احمد مظاہری، صفحات: ۷۳۶، قیمت: ۲۵۰ روپے، کاغذ، کتابت، طباعت: بہتر، ناشر: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ غزنی اسٹریٹ اُردو بازار لاہور

آج دنیا کے ۲۵۰ رملکوں میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں تبلیغی نقل وحرکت جاری نہ ہو، اس محنت کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کی زندگیاں تیزی سے تبدیل ہورہی ہیں۔ جو افراد، ٹی وی، اِنٹرنیٹ جیسے ذرائع سے فحاشی وعریانی کا شکار ہوچکے تھے، جماعت سے تعلق کی وجہ سے وہ منکرات سے تائب ہوکر شریعت وسنت کے مطابق زندگیاں گزار رہے ہیں، مخلوقِ خدا کو خدا کی طرف بلانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے سلسلۂ نبوّت کی تکمیل کے بعد اب کے اہلِ علم اور اصحابِ صلاحیت کی یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ بھٹکے ہوئے مسلمانوں کو راہِ راست کی طرف لائیں، دورِ حاضر میں ایک خاص طریق سے تبلیغِ دین کے اِس عظیم کام کا آغاز داعیٔ کبیر حضرت مولانا محمد اِلیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اُن کے وِصال کے بعد حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی، حضرت مولانا محمد اِنعام الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا محمد اِظہار الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہم نے بالترتیب اُن کی نیابت کا حق ادا کیا۔ مذکورہ بالا تالیف مؤخر الذکر بزرگ یعنی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ (۱۸ر مارچ ۲۰۱۴ء) کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

کتاب میں دعوت وتبلیغ کی ضرورت واہمیت، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی واصلاحی خدمات، اُن کے اِفادات وملفوظات، اُن کی رحلت پر تعزیتی تأثرات ومقالات اور اخبارات ومجلّات کے اِداریوں کو اہمیت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، کتاب صرف حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں گزشتہ صدی میں تبلیغ ودعوت کے حوالہ سے ایک تاریخ مرتب ہوگئی ہے۔ مولانا سیّد محمد زین العابدین اور مولانا انیس احمد مظاہری زید مجدہما کی یہ کاوِش اِس اعتبار سے بھی قابلِ تعریف ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کے سانحۂ اِرتحال کے بعد ۵ر ماہ کی مختصر مدت میں یہ ضخیم کتاب مرتب فرمائی۔ (نومبر ۲۰۱۴ء)

.....

بندہ کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی خدمت میں ''حیاتِ شیخ زبیر'' کا ایک نسخہ ارسال کیا گیا تھا اس کی وصولی پر مفتی صاحب نے بندہ کو یہ رسید بھجوائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سیّد محمد زین العابدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کا ارسال کردہ ہدیہ یعنی آپ کی کتاب ''حیاتِ شیخ زبیرؒ'' موصول ہوئی۔ میں آپ کا تہہ دِل سے شکرگزار ہوں، جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ کو تمام مقاصدِ حسنہ میں کامیابی عطا فرمائیں، آمین۔ بندے کے لیے بھی دعاؤں کی درخواست ہے۔ والسلام

بندہ محمد تقی عثمانی

.....

مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی (مانسہرہ، صوبہ خیبر پختونخوا پاکستان) کا خط

محترم المقام جناب مولانا سید زین العابدین صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی ۔۔۔۔

آپ کی مرتب کردہ کتاب حیاتِ شیخ زبیر ملی، کتاب کیا ہے؟ مختلف پھولوں کا گلدستہ ہے اور اکابر شناسی کا ایک بہترین گلستاں ہے۔ آپ کی اکابر سے محبت روزِ روشن کی طرح واضح ہے امید ہے کہ آپ اس سلسلہ کو جاری وساری رکھیں گے، کتاب کی ترتیب اور مضامین اپنی مثال آپ ہیں اس عظیم کتاب کی اشاعت پر ہم آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور برکت والی عمر نصیب فرمائے (آمین)

فقط والسلام مع الاکرام

اخوکم فی اللہ

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی [مانسہرہ]

29-9-2014 3 ذوالحجہ 1435ھ 14 اسوج 2071 راجہ بکرم جیت گوجر

مفتی محمد یاسر عبداللہ، لائبریری جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کی تحریر

حیاتِ شیخ زبیرؒ......از مولانا محمد زین العابدین

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ ایک ایسے خانوادے کے چشم وچراغ تھے، جس کی علمی وعملی، اِصلاحی واِرشادی، تبلیغی ودعوتی اور تصنیفی وتالیفی کوششوں، کاوشوں اور پیہم جدوجہد کے برپا اثرات برصغیر کے ہر خطے میں دِکھائی دیتے ہیں اور کوئی بھی

منصف مزاج ذہن اس کا اعتراف کئے بغیر نہ رہے گا، کچھ عرصہ قبل مولاناؒ راہی سفرِ آخرت ہوئے تو ان کے جانے سے ایک خلامحسوس کیا گیا، ضرورت تھی کہ مولانا کے حالات، اوصاف وکمالات جمع کئے جائیں، تاکہ ان سے عوام وخواص مستفید ہوں، ایک داعی کے روز وشب کے مشاغل سامنے آئیں اور دعوتی وابستگی رکھنے والوں کے لئے چراغِ راہ کا کردار ادا کریں، چنانچہ ہندوستان میں مولانا محمود حسن حسنی ندوی نے مولاناؒ کے حالات پر لگ بھگ سوا دوسو صفحات پر مشتمل کتاب ترتیب دے ڈالی، لیکن افسوس کہ وہاں کا لٹریچر ہماری دسترس سے دور ہی رہتا ہے، پہنچتا بھی ہے تو دیر سے، اس صورتِ حال کا درست ادراک کرتے ہوئے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے فاضل، برادرم مولانا زین العابدین نے مولانا زبیر الحسن رحمہ اللہ کی حیات پر ایک ضخیم سوانح ترتیب دی ہے، جو حال ہی میں مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ سے چھپ کر منظر نامے پر آچکی ہے، برادر موصوف اکابر کی سوانحات کے مطالعے اور ترتیب کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں، اس سے قبل ''تذکرۃ العطاء'' کے نام سے استاذِ محترم حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہید رحمہ اللہ کی حیات وخدمات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ اور سہ ماہی فغانِ اختر کا حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ کے متعلق خصوصی نمبر بھی ترتیب دے چکے ہیں، زیرِ نظر کتاب بھی موصوف کے ذوق کی آئینہ دار ہے، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!! کتاب کی ترتیب میں ان کے ساتھ مولانا انیس احمد مظاہری کا پورا تعاون شامل رہا ہے۔ اور انہی کی کوششوں اور کاوشوں سے طباعت کے مراحل بھی آسان ہوئے۔ (تحریر مفتی محمد یاسر عبد اللہ، لائبریری جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱۹؍ستمبر ۲۰۱۴ء)

مفتی اعظم پاکستان ورئیس واُستاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا دعائیہ خط

جناب مولانا محمد زین العابدین صاحب حفظہ اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاجِ گرامی بخیریت ہو۔

آپ کے خط سے یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ آپ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک سوانحی کتاب بنام ''تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ'' کی اشاعت کا اہتمام فرمارہے ہیں۔

میری مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے شاید ایک دو ملاقات ہی ہوئی تھیں اور غائبانہ بالواسطہ سلام وپیام بھی بحمد اللہ محبت کے ساتھ گاہے گاہے ہوتا رہا۔ مگر اُن کے احوال اب پوری طرح یاد نہیں ہیں، اِس لیے کچھ لکھنے سے قاصر ہوں۔

دِل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اِس مفید کام میں ہر قدم پر آپ حضرات کی رہنمائی اور دستگیری فرمائے اور مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اُن کی کامل مغفرت فرمائے اور درجاتِ عالیہ سے نوازے، آمین۔

والسلام

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہٗ

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

جناب محمد یعقوب علی صاحب (انڈیا) کا خط

محترم ومکرم جناب مولانا زین العابدین صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے، عرض یہ ہے کہ الشریعہ کے مئی کے شمارہ میں سوانح مولانا زبیر الحسنؒ کی تیاری کا اعلان پڑھا تھا اور اگست ستمبر کے یادگارِ شیخ سہارنپور کے شمارہ میں مولانا شاہد صاحب کا مقدمہ پڑھا، کتاب دیکھنے کا بڑا اِشتیاق ہے، اگر کتاب ای میل فرمادیں گے تو بڑی مہربانی ہوگی۔ اُمید ہے کہ اس دور اُفتادہ کو ناامید اور محروم نہ فرمائیں گے۔ آپ کے جواب سے بڑی خوشی ہوئی، کیا شکل ہوسکتی ہے کہ اِنڈیا والے آپ کی تصنیف سے اِستفادہ کرسکیں، اِنڈیا میں اس کی اشاعت کا اِنتظام ہوسکتا ہے، بندہ مرکز نظام الدین کے روبرو ایک ناشر کو جانتا ہے۔ سوچیے تاکہ اِس کتاب سے اِستفادہ ہر ایک کے لیے آسان ہو۔ آپ نے بندہ کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا، سمع خراشی کے لیے معافی چاہتا ہوں اللہ سے دعا ہے کہ جلد از جلد ''حیاتِ شیخ زبیرؒ'' کا دِیدار کرادے، دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

فقط والسلام: بندہ محمد یعقوب علی عفی عنہٗ محلّہ مسعود نگر ضلع عادِل آباد ریاست تلنگانہ اِنڈیا،

۳؍محرم ۱۴۳۶ھ

ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی کا تعارف

از: مولانا محمد صدیق ارکانی (مدیر)

دَعوت وتبلیغ کے امیر، حضرت جی مولانا محمد اِنعام الحسن کاندھلویؒ کے صاحب زَادَے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زَکریاؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد زُبیر الحسن کاندھلویؒ ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرتؒ ۳۰/ مارچ ۱۹۵۰ء کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷۱ء کو جامعہ مظاہر علوم سہارَنپور سے فارِغ التحصیل ہوئے، فراغت کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ۱۰/ فروَری ۱۹۷۸ء میں خلافت ملی، جب کہ اُن کو اپنے والد صاحبؒ کی طرف سے بھی خلافت ملی۔

۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا محمد اِنعام الحسن کاندھلویؒ کے اِنتقال کے بعد اہلِ حل وعقد نے نظامِ امارت کو تحلیل کر کے شورائی نظام بنایا اور مولانا محمد اِظہار الحسن کاندھلویؒ، مولانا محمد زُبیر الحسن کاندھلویؒ اور مولانا محمد سعد کاندھلوی پر مشتمل ایک سہ رکنی شوریٰ تشکیل دِی جو تبلیغی کام چلاتی رَہی، بہر حال مولانا محمد زُبیر الحسن کاندھلویؒ کی زِندگی تبلیغ اور دَعوت واِرشاد میں گزرِی، بالآخر ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے، نمازِ جنازَہ آپ کے شیخ مولانا محمد اِفتخار الحسن کاندھلوی نے پڑھائی، نمازِ جنازَہ میں کم وبیش دو لاکھ افراد نے شرکت کی، اُن کی مفصل سوانح عمری پر مولانا محمد زین العابدین کراچی اور مولانا انیس احمد مظاہری نے ''حیاتِ شیخ زبیرؒ'' کے نام سے باقاعدہ کتاب شائع کی ہے، تفصیل کے لیے یہی کتاب ملاحظہ ہو جو ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ (ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی صفر ۱۴۳۶ھ)

ماہنامہ بینات کراچی کا تبصرہ

از: مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (مدیر)

نام کتاب: ''حیاتِ شیخ زبیر رحمہ اللہ'' (سوانح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)۔ تالیف: مولانا سیّد محمد زین العابدین، مولانا انیس احمد مظاہری۔ صفحات: ۷۳۶۔ قیمت: ۲۳۰ روپے۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ، غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور۔

زیرِ تبصرہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ دعوت وتبلیغ کی شوریٰ کے ذمہ دار اور مدرسہ کاشف العلوم دہلی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے نواسے اور دعوت وتبلیغ کے تیسرے امیر حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے اکلوتے صاحبزادے تھے، آپ ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو وفات پاگئے، آپ کی وفات کے بعد مولانا محمد زین العابدین صاحب نے آپ کے حالات پر کام شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سات سو سے زائد صفحات پر کتاب تیار کردی۔

کتاب کو نو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، ان ابواب میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ پر دو سو صفحہ کا تفصیلی سوانحی مضمون، اُن کے ملفوظات، پوری دنیا سے ملنے والے مختصر تعزیتی پیغامات، تفصیلی مقالات ومضامین، اخبارات ومجلّات کے تعزیتی شذرے، عربی تحریریں، منظوم کلام اور تواریخ وفات شامل ہیں۔ ''حیاتِ شیخ زبیرؒ'' کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ایک ایسی دستاویز کے طور پر تاریخی اوراق میں محفوظ ہوگئی ہے کہ جس میں تحریک دعوت وتبلیغ کی اجمالی تاریخ اور حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیلی سوانح آگئی ہے۔ دعوت تبلیغ کی محنت سے متعلقہ احباب اور کتابی ذوق رکھنے والے شائقین اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں اور ان بزرگوں کی سوانح کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنواریں۔ (بینات ربیع الاول ۱۴۳۶ھ، از: مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مدیر بینات)

غلبہ
اسلام
القلم
امت
نوائے وقت
ایکسپریس
تبلیغی جماعت کے عالمی امیر مولانا زبیر الحسن انتقال کرگئے
مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی نماز جنازہ مرکز نظام الدین بنگلہ والی مسجد میں ادا کی گئی
تبلیغی جماعت کے امیر مولانا زبیر الحسن انتقال کر گئے
جسارت
Daily Nai Baat
نئی بات
دنیا
جنگ

اعتماد
روزنامہ خبریں
جدید خبر
ہندوستان ایکسپریس
عزیز الہند
صحافت
تعمیر حیات
چوتھی دنیا
نئی دنیا
امیر تبلیغی جماعت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحہ ارتحال
ملک وقوم ایک عظیم شخصیت سے محروم
تبلیغی جماعت کے امیر مولانا زبیر الحسن کا انتقال
تبلیغی جماعت کے امیر مولانا زبیر کا انتقال
تبلیغی جماعت کے امیر کا انتقال
تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کا انتقال پر ملال
تبلیغی جماعت کے مایہ ناز عالم مولانا زبیر الحسن کا انتقال
مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحہ ارتحال
دعوت وتبلیغ کا ایک ماہتاب غروب ہوا
مولانا زبیر الحسن کاندھلوی ایک تحریک

آہ! مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ

مکتبہ تبلیغیہ رشیدیہ

29LG
0321-4102117-0332-4377621
Email:maktabah.tr@gmail.com